5

اگر تم علم نہیں رکھتے، تو اہل علم سے دریافت کرو (القرآن)

فتاویٰ بحر العلوم

تصنیف لطیف

بقیۃ السلف حجۃ الخلف بحر العلوم

حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی دامت برکاتہم القدسیہ



فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

اگر تم علم نہیں رکھتے، تو اہل علم سے دریافت کرو

فتاویٰ بحر العلوم

5

تصنیف لطیف

بقیۃ السلف حجۃ الخلف بحر العلوم

حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی دامت برکاتہم العالیہ



شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

فتاوی بحر العلوم

ترتیب وتقدیم: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ، باقر گنج بریلی شریف
تصحیح وتخریج وتحقیق: مولانا عبدالسلام رضوی، استاذ جامعہ نوریہ رضویہ، باقر گنج بریلی شریف
مولانا محمد حنیف خاں رضوی، مولانا محمد حسیب رضا خاں

باہتمام	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	اپریل 2010ء / ربیع الثانی 1431ھ
طابع	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
کمپوزنگ	مولانا شمس الدین برکاتی مولانا زاہد شاہدی اور ساتھی
سرورق	اے ایف ایس ایڈورٹائزر، لاہور 0345-4653373
قیمت	روپے



ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کردی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

کتاب الہبہ

ابواب	تعداد فتاویٰ
اولاد کے لیے ہبہ:	(۲۲) فتاویٰ
تقسیم ہبہ کا بیان:	(۲) فتاویٰ
بیع ہبہ کا بیان:	(۱) فتویٰ
کل میزان:	۲۵

فہرست کتاب جلد پنجم

کتاب الھبہ

تقسیم ہبہ کا بیان

کتاب الوقف۔ باب وقف

کتاب الاضحیہ

قربانی کا بیان

سماع کا بیان

اللہ جل جلالہ

قربانی کے گوشت کا بیان

چرم قربانی کا بیان

قربانی کے جانور کا بیان

کتاب الاشربہ

تاڑی اور شراب کا بیان

کتاب الدعویٰ والقضاء

دعویٰ کا بیان

قضا کا بیان

کتاب الحظر والاباحت

جائز و ناجائز کا بیان

اباحت کا بیان

کسب کا بیان

اکل وشرب کا بیان

پردہ کا بیان

تعلیم نسواں کا بیان

تعزیہ کا بیان

فسق وفجور کا بیان

رؤیا (خواب) کا بیان

قیام وسلام کا بیان

سلام ومصافحہ کا بیان

سجدہ تعظیمی کا بیان

تقبیل ابہامین کا بیان

شعر و شاعری کا بیان

لہو و لعب کا بیان

اسماء کا بیان

تبرکات کا بیان

حقوق والدین واولاد کا بیان

حقوق عباد کا بیان

صلہ رحمی کا بیان

تہمت کا بیان

اولاد وغیرہ کے لیے ہبہ کے احکام

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میں کہ حاجی رحمۃ اللہ ولد حاجی عبد الرحیم مرحوم ساکن پرانی بستی قصبہ مبار کپور تحصیل صدر ضلع اعظم گڑھ کا ہوں چونکہ ایک قطعہ مکان سے ملحق ایک قطعہ ودیگر دو قطعہ احاطہ۔ احاطہ نمبر ا واقع محلہ علی نگر و احاطہ نمبر ۲ / واقع متصل اسپتال مبار کپور حسب چوحدی ذیل واقع مبار کپور، ہم مقر کی ملکیت ہے، ہم مقر کے دولڑکے، چاند محمد، شبو محمد، اہلیہ، سات لڑکیاں ہیں، عشرت جہاں، بلقیس جہاں، چونکہ چاند محمد علاحدہ ہو گیا ہے۔ اس لیے ضروری ہو گیا ہے کہ اپنی حیات میں اپنی جائداد اور مکان واحاطہ وغیرہ کا مناسب انتظام کردے تاکہ لڑکے لڑکیوں میں بسلسلہ جائداد کسی قسم کی نزاع باقی نہ رہے۔ اس لیے خود سوچ سمجھ کر بلا کسی دباؤ نا جائز کے ہم مقر نے مکان واحاطہ مذکور کو تین حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ مکان پوربی وملحق جس کا ایک قطعہ احاطہ نمبر ا، واقع علی نگر چاند محمد کو دے دیا ہے۔ اور احاطہ نمبر ۲، متصل اسپتال مبار کپور شبو محمد کو دے دیا ہے۔ اور ایک حصہ مکان درمیانی پوربی احاطہ نصف حصہ ہم مقر نے اپنے قبضہ میں رکھ لیا ہے۔ نیز ہم مقر شبو محمد کو اپنے حصہ مکان سے احاطہ میں آمد ورفت کے لیے چاند محمد کے مکان دکھن راستہ کے طور پر ملا ہے۔ نوٹ: ہم مقر اپنے حصہ کا کلی مالک ہے۔ ہم مقر اپنی جائدا کو پھر تقسیم کرنا چاہتا ہے۔ جبکہ ہم مقر ایک لڑکے شبو محمد میں رہ کر کاروبار کر رہا ہے۔ ہم مقر کی ضروریات ودیکھ بھال شبو محمد کر رہا ہے۔ اور ہم مقر کی بیوی ولڑکیوں کے حق حقوق بھی شبو محمد ادا کرتا ہے۔ جب کہ چاند محمد کی طرف سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ ہم مقر کو تقسیم حصہ میں کم زیادہ کرنے کا حق حاصل ہے کہ نہیں؟ اور کم زیادہ کر سکتا ہے تو اس مسئلہ کی وضاحت کریں۔

رحمت اللہ

الجواب

اگر سائل اپنے اس قول میں سچا ہے کہ اس کا ایک لڑکا والدین کی خدمت گذاری میں لگا رہتا ہے اور دوسرے لڑکے کو والدین کی خدمت گذاری اور حسن سلوک سے کوئی غرض اور مطلب نہیں ہے تو وہ اپنے خدمت گذار لڑکے کو قطع رحمی کرنے والے لڑکے سے زیادہ دینے کا مجاز ہے۔ اور اس ترجیحی سلوک میں حرج نہیں۔ جبکہ دوسرے کو ضرر پہچانے کی نیت نہ ہو۔ فتاوی رضویہ ج ہشتم ص ۲۹۷، میں ہے جبکہ یہ لڑکا خدمت گزار زیادہ ہے تو ان دو پر ایک طرح کا فضل دینی رکھتا ہے۔ اگر اور کوئی وجہ اس کے منافی نہ ہو تو ایسی

صورت میں باتفاق روایات اس کو ترجیح دینے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ دوسروں کو ضرر پہنچانے کی نیت نہ ہو۔فقط۔شرع میں کمی زیادتی کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے۔دونوں لڑکوں کے سلوک کے لحاظ سے سائل خود ہی فیصلہ کرے۔

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۳۰ رمحرم ۱۴۲۲ھ

(۲-۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں، عمر، بکر، جعفر ہیں۔سب کی شادی کرنے کے بعد خود بھی حج ادا کر لیے۔اور دو بڑے لڑکوں عمر، بکر کو بھی حج کرایا۔تیسرا لڑکا جو کہ ابھی کم سن تھا اس کے حج کا پیسہ اور اپنے اہلیہ کے حج کا پیسہ بڑے لڑکے عمر کے پاس رکھ دیا۔تاکہ وہ دونوں ماں بیٹے ایک ساتھ حج ادا کرنے چلے جائیں گے۔ بعدہ بڑا لڑکا اپنے والد کے زندگی ہی میں وہ پیسہ لیکر علیحدہ رہنے لگا۔اور اس پیسہ کو کاروبار میں لگادیا۔زمانہ گذرنے کے بعد بیس پچیس سال آج بٹوارہ ہورہا ہے۔تو کیا وہ حج کا پیسہ یا اس سے جو بھی کمایا ہے اس پیسہ کو جعفر (چھوٹا لڑکا) مانگ رہا ہے تو اس پیسہ کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

(۲) دو لڑکے بکر، جعفر ایک ہی ساتھ رہنے لگے اور ایک ہی ساتھ کماتے اور کھاتے رہے۔بعد میں وہ دونوں بھی جدا ہو گئے۔لیکن بکر نے جعفر کو کچھ بھی نہیں دیا۔اور جوں کا توں کاروبار کرتے رہے۔تو جعفر اپنے کمائی کا حصہ مانگ رہا ہے۔تو اس پیسہ یا اس پیسہ سے جو پیسہ کمایا گیا ہے اس میں سے جعفر کو چاہئے یا نہیں شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) چھوٹے بچہ اور اپنی بیوی کے مصارف حج کے لیے زید نے جو رقم عمر کے پاس امانۃ رکھی اس میں تصرف کا حق اب زید کو بھی نہیں۔تو بڑے بھائی کو تصرف کا حق کیسے ہوگا؟ عمر خائن اور غاصب ہوا۔اللہ تعالیٰ کے جرم کے ساتھ ساتھ بھائی اور ماں کے حق میں بھی گرفتار ہوا۔اس پر لازم ہے کہ وہ رقم اور اس سے جو کچھ کمایا چھوٹے بچہ اور اپنی ماں کو واپس کردے۔

(۲) جب بکر اور جعفر ایک ساتھ رہنے اور کمانے کھانے لگے۔تو جعفر بھی کل آمدنی اور اس کے مال میں نصف کا شریک ہوا۔اور بکر پر لازم ہے کہ حساب کر کے اس کے حصہ کی پوری رقم جعفر کو ادا کرے۔ قرآن شریف میں ہے: ﴿وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ [البقرة ۱۸۸] اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ظلمانہ کھاؤ۔اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰٓ أَهْلِهَا﴾ [النساء :۵۸]۔ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اس کے مالک کو واپس لوٹا دو۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ضلع مئو ۲۰ رربیع الاخر ۱۴۲۳ھ

(۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) محمد ایوب کے تین لڑکے، محمد یسٓین، محمد عمر اور محمد

(۲) باپ کی زندگی میں لڑکا محمد عمر انتقال کر گیا۔ اور چھوڑا دو لڑکے ایک لڑکی کو۔ دادا محمد ایوب نے ایک زمین اپنے پوتوں کیلیے خرید کیا جو محجوب ہو چکے تھے۔ دادا یہ کہتا تھا کہ میری زندگی میں ان بچوں کی پرورش اور رہنے کا انتظام ہونا چاہئے۔ مگر پوتوں نے نئی زمین میں جانے سے انکار کر دیا۔

(۳) اس لیے دادا محمد ایوب نے اپنے دونوں لڑکوں اور ان کے علاوہ اور لوگوں کو بھی بلا کر کہا میری موجودگی میں اس قدیم مکان کو برابر تین حصہ میں تقسیم کر دو۔ اور ایک حصہ ان پوتوں کو دیدو۔ مگر دادا کی موجودگی میں قدیم مکان کی تقسیم نہ ہو سکی۔ پس ان محجوب لڑکوں کا حصہ قدیم مکان میں سے ہوتا ہے یا نہیں سائل۔ محمد ولد حاجی جمن پرانی بستی مبارک پور

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ دادا نے اپنے پوتوں کیلیے ایک زمین خریدی تو اگر پوتے اس وقت نا بالغ تھے تو زمین خریدتے ہی پوتوں کی ہوگئی جو اس وقت دادا کی ولایت میں تھے۔ شامی میں ہے:" ولو اتخذ لولده الصغير ثوبا يملكه " اور اب دادا زمین دوسروں کو نہیں دے سکتا۔ اسی میں ہے: " لو اتخذ لولده ثيا باليس له ان يدفعها الى غيره " رہ گیا یہ سوال کہ پوتوں نے اس وقت نئی زمین میں جانے سے انکار کر دیا تھا تو ان کا یہ انکار اس وقت کچھ اثر نہیں رکھتا کہ نابالغی کے حال میں وہ اس سے انکار کے اہل ہی نہیں تھے۔ اور اگر بلوغ کے بعد وہ زمین انکے لیے خریدی گئی تو ان کے انکار کے بعد وہ ہبہ ٹوٹ گیا اور اب اس میں سے ان پوتوں کو کچھ نہ ملے گا۔ درمختار میں ہے:" وتصح بقبول اى فى حق الموهو ب له " پرانا مکان چونکہ دادا نے تقسیم کر کے نہ دیا تھا اس لیے پوتوں کو اس میں کچھ نہ ملے گا یہ دینا بطور ھبہ ہی تھا اور مشترکہ چیز کا ہبہ قبل تقسیم جائز نہیں۔ عالمگیری میں ہے:" عبدی هذا لفلا ن و لم يقل و صية ولا كان فى ذكر الو صية، ولم يقل بعد مو تى كا ن هبة قيا سا و استحسا نا فا ن قبضها حا ل حياته صح وان لم يقبضها حتى ما ت فهو باطل "(٤/٥٠٨) واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی ۲۱؍ربیع الاول

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ

(۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص نے اپنے دو بیٹوں کو کچھ روپیہ دیکر علیحدہ کر دیا اور کہا کہ اس روپیہ سے کھاؤ کماؤ اور گھر کا

خرچ چلاؤ۔لڑکوں نے کاروبار شروع کردیا اور اپنے اور گھر کے اخراجات پورے کرتے رہے خرید و فروخت اپنی مرضی سے کرتے رہے، باپ نے کسی معاملہ میں دخل نہیں دیا۔آیا باپ کے اتنا کہنے سے ہبہ ہوگا یا نہیں؟اور لڑکے مالک ہوجائیں گے یا نہیں جب کہ سارے تصرفات مالکانہ ہیں۔فقط۔

الجواب

باپ کے الفاظ مذکورہ کھاؤ اور کماؤ اور گھر کا خرچ چلاؤ۔انکا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تم کو اس مال کا مالک بنادیا اس لیے اسمیں تصرفات کرو اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ میں نے اس مال میں تم کو صرف تصرفات کا اختیار دیا ہے کیونکہ وہ کہہ رہا ہے گھر کا خرچ چلاؤ۔ظاہر ہے کہ گھر میں خود باپ اور دوسرے لوگ بھی ہیں جبکہ نفقہ کی ذمہ داری ان دونوں لڑکوں پر نہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مال کا مالک اب بھی باپ ہی ہے تبھی تو وہ اس کے مصارف بھی متعین کررہا ہے اور یہ صورت ہبہ کی نہ ہوئی۔پس اس لفظ میں دو احتمال ہوئے اور اس قسم کے الفاظ کا یہ حکم ہے کہ بولنے والے کی جو نیت ہو وہی مان لیا جائیگا درمختار میں ہے:" حاصله ان اللفظ ان انبأ عن تملك الرقبة فهبة او المنافع فعارية واذا احتمل اعتبر النية(ج ٨/ص ٤٢٦) پس یہ بات کہ وہ شرعاً ہبہ ہے کہ نہیں باپ کے بتانے سے ہی معلوم ہوگی کہ دیتے وقت میں نے ھبہ کی نیت کی تھی یا عاریت کی۔اور اگر باپ کا انتقال ہوگیا ہو تو عرف کے موافق اس کا فیصلہ ہوگا۔عرفاً اسے ھبہ اور تملیک سمجھا جاتا ہو تو ھبہ ہوگا ورنہ نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(٦) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہندہ نے اپنی جائداد اس طرح تقسیم کی اپنی لڑکیوں پر کہ میں نے اپنی جائداد اپنی دونوں لڑکیوں بی بی کلثوم اور بی بی زینب کو عطاو بخشش کیا اور بجائے خود موہوب الیہما کو مالک مستقل گردانا۔تمامی حقوق جوکہ مقر کو حاصل ہیں وہ آج تاریخ سے موہوب الیہما اور وارثان موہوب الیہما کو حاصل ہیں اور رہیں گے۔اور موہوب الیہما شی عطا شدہ پر متصرف پیدا وار نسلا بعد نسل اور بطنا بعد بطن کے ہوتی رہے گی۔

(۱) صورت مسئولہ میں وقف کی صورت ہوئی یا ہبہ کی۔(۲) موہوب الیہما کے بعد شی عطا شدہ پر وراثت جاری ہوگی یا صرف ان کی اولاد کو ملے گی (۳) نسلا بعد نسل اور بطنا بعد بطن کی قید لگانے سے موہوب الیہما کے انتقال کے بعد ان کے شوہر یا والدین ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

محمد ادریس ساکن اودھمری پوسٹ سربیلہ ضلع مونگیر ۵۹/۱۲/۲۶ء۔

الجواب

صورت مسئولہ میں ہندہ نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ ہبہ کے الفاظ ہیں۔ درمختار میں ہے:
" وتصح کو هبت ونحلت ولو علی الوجه المزاح ملخصا (کتاب الھبہ ج۸/ص ۴۲۵)
اوراس کے بعد بھی ہندہ نے ایسے الفاظ ذکر کئے ہیں جن سے ہبہ ہونا ہی متعین ہے جیسے لفظ مالک مستقل گردانا یا جوحقوق مقر کو حاصل تھے وہ آج کی تاریخ سے موہوب الیہما کو الخ۔ درمختار میں ہے: " ان اللفظ ان انبأ عن تملك الرقبة فهبة (ج۸/ص ۴۲۶) " لیکن لفظ نسلا بعد نسل کی قید تو یہ نہ الفاظ وقف میں ہیں نہ اس کے لیے خاص جب کہ وقف کے الفاظ مخصوص ہیں، جیسے " ارضی هذه صدقة موقوفة " یعنی ایسے الفاظ جن سے اس شی ء کی بقا اور منافع کا صدقہ (جیسے لفظ وقف) معلوم ہو بلکہ یہ الفاظ تو بیعنا موں تک میں مذکور ہوتے ہیں جس کا مطلب یہی ہوا کہ مرنے کے بعد وراثت جاری ہونے کے منافی نہیں۔ ورنہ بیعنامہ میں مذکور نہ ہوتے کہ وہاں تو مشتری کے مرنے کے بعد بلا تفریق تمام وارث حق دار ہوتے ہیں جائداد مذکورہ میں موہوب الیہما کے تمام وارثوں کا حصہ حسب تفصیل میراث ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۷/رجب ۱۳۸۹ھ
الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میں تنہا اپنے مکان وجائداد کا مالک ہوں نہ میرا کوئی سگا بھائی ہے نہ اور کوئی دوسرا، تو اپنی جائداد اگر اپنے نواسے یا اپنے داماد کو دینا چاہوں تو اس پر آپ شرع کے مطابق ہم کو جواب دیں، کہ میں شرعاً اپنے نواسے یا اپنے داماد کو دے سکتا ہوں یا نہیں؟ اور ہمارے ایک بھائی ہیں جو چار پانچ پشت کا فرق ہے اور اول تو یہ ہے کہ میں اپنی زندگی میں جس کو چاہوں دے سکتا ہوں یا نہیں؟

حاجی نبی بخش خالص پورا اعظم گڑھ

الجواب

بے شک اپنی زندگی میں جس کو چاہیں اپنی جائداد کا مالک بنادیں کہ ہبہ کے صحت کے لیے واہب کا عاقل بالغ ہونا اور شی موہوب کا مالک ہونا شرط ہے اس لیے اگر آپ اپنی جائداد کسی آدمی کو دینا چاہیں دے سکتے ہیں۔ ہاں اگر کسی وارث کا حق مار کر دوسرے کو دینا چاہیں تو یہ منع ہے، لیکن آپ جس کو دیں گے مالک وہی ہوجائے گا۔ عالم گیری میں ہے: " رجل وهب فی صحته کل المال للولد جاز فی القضاء ویکون اثما فیما صنع (عالمگیری ج ۴/ص ۵۳۱) " اور اگر ضرر نہ دینا ہو تو کسی

ایک کو بھی دینے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی میں ہے: "لا باس به ان لم یقصد به الا ضرار (عالمگیری ج ٤/ص ٣٩١) "واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۳۸۹ھ رصفر

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی دو بیویاں تھی زوجۂ اولی سے محمد شریف وزینب بی بی ہیں۔ اور زوجہ ثانیہ سے محمد حفیظ محمد حنیف، رستم علی، زہرا خاتون اور صغرا خاتون ہیں۔ زید نے ایک مکان محمد شریف اور محمد حفیظ کے نام خریدا اس وقت زید کی زوجہ ثانیہ کی دیگر اولادیں محمد حنیف، رستم علی، زہرا خاتون وغیرہ نہیں تھیں۔ مکان کی خریداری کے بعد زید فوت کر گیا۔ زید کی وہ اولادیں جن کا نام مکان میں نہیں وہ چاہتے ہیں کہ مکان مذکور کو زید کے تمام وارثوں پہ بطریق مسئلہ شرعی تقسیم کر دیا جائے۔ مگر محمد شریف اور محمد حفیظ مکان کی تقسیم پر راضی نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مکان صرف ہم دو بھائیوں کا ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ کیا واقعی یہ مکان صرف محمد شریف ومحمد حفیظ کا ہے یا زید کی دوسری اولادیں محمد حنیف وغیرہ بھی اس مکان کے حق دار ہیں بینوا توجروا السائل محمد شریف کیراف الیاس پان فروش راجہ درندرا اسٹریٹ ۳ رصاحب بگان کلکتہ

الجواب

صورت مسئولہ میں سب سے پہلا مرحلہ تو یہ ہے کہ زید نے محمد شریف اور محمد حفیظ کو وہ مکان ہبہ کیا یا نہیں۔ پس شرع میں اگر کوئی زمین صرف کسی کے نام لکھے یہ ضروری نہیں کہ اسے دیدے کہ تحریر میں بعض آدمیوں کا نام بعض مصلحتوں کی بنا پر لکھ دیا جاتا ہے تملیک مقصود نہیں ہوتی لیکن بحالت موجودہ اس بات کا بار ثبوت (کہ زید نے وہ زمین ان دونوں کے نام ہبہ نہیں کی) ان لوگوں کے سر ہے جو اس بات کے مدعی ہیں۔

حدیث میں ہے: "البینة علی المدعی والیمین علی من انکر (فتح الباری ٥/٢٨٢" اگر گواہوں سے وہ ثابت کر دیں کہ یہ زمین ہمارے والد نے ان لوگوں کو فلاں مصلحت سے لکھوایا تھا ہبہ نہیں کیا تھا تو اس مکان میں وراثت جاری ہوگی اور اگر وہ ثابت نہ کر سکے تو مدعا علیہ کی بات قسم کے بعد معتبر ہوگی اور میراث جاری نہ ہوگی۔ لیکن ہبہ ہو جانے کے لیے کچھ باتیں طلب ہیں جس وقت زید نے وہ زمین ان لوگوں کے نام لکھوائی وہ دونوں بالغ تھے یا ایک بالغ ایک نابالغ۔ ان دونوں صورتوں میں ہبہ صحیح نہیں ہوا اور اس گھر میں وراثت جاری ہوگی اور اگر دونوں نابالغ تھے تو ہبہ صحیح ہو جائے گی۔ شامی

میں ہے:" اما عنده فلا فرق بین الکبیرین وغیرهما فی الفساد " اسی میں ہے:" افادانها للصغیرین تصح " واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۶ رجب ۱۳۸۰ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ　　الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

رشید احمد صاحب کے دولڑکے ایک سید اکبر صاحب دوسرے شیر علی خان صاحب ہیں۔

رشید احمد صاحب نے اپنی موجودگی میں سب بچوں کی شادی وغیرہ کردی تھی صرف شیر علی خاں کی شادی نہ ہوئی تھی تو رشید احمد صاحب نے ایک مکان جس کی قیمت اس وقت مبلغ چارسو روپیہ تھی سید اکبر کے نام اس شرط پر لکھ دیا کہ تم شیر علی خان کی شادی کردینا مگر سید اکبر صاحب نے شیر علی خاں کی شادی نہ کی۔

تو اس مکان میں شیر علی خاں کا کچھ حصہ یا حق ہوتا ہے یا نہیں؟ اور آج وہ مکان کھلی ہوئی زمین ہے جس کی قیمت مبلغ چودہ سو روپے ہے اور ایک دکان ہے۔

تو رشید احمد کے اس مکان میں دونوں بھائیوں کا کتنا حق ہوتا ہے؟ اس وقت سید اکبر صاحب انتقال کر چکے ہیں، ان کے تین بچے موجود ہیں، دولڑکیاں ہیں اور ایک لڑکا سید عثمان پاکستان میں ملازم ہے، مرحوم سید اکبر صاحب کے پاس جو کچھ روپیہ تھا وہ پاکستان میں ہے، آں مرحوم نے چودہ پندرہ ہزار رکھ کر انتقال کیا۔

ان کا یہ کہنا تھا کہ میں نے جو روپیہ رکھا ہے اس میں سے تین بچے میرے ایک بھائی کے واسطے حج بیت اللہ کے واسطے رکھا گیا ہے۔ تو شیر علی صاحب کو اس میں سے کچھ مل سکتا ہے شرعی طور پر یا نہیں؟ اور مرحوم نے ہندوستان میں آکر انتقال کیا۔

حالت بیماری میں مبلغ تین ہزار روپیہ خرچ ہوگیا، اب اگر باقی روپیہ ہندوستان میں کسی وجہ سے منگایا جائے تو کچھ کم لیں گے۔ مرحوم نے اپنی دونوں لڑکیوں کو کفن ودفن کا روپیہ اسی میں سے دینے کو کہا ہے اور مرحوم کے تینوں بچوں کی کفالت شیر علی خاں تقریباً بیس سال تک کرتے رہے کچھ دنوں سید اکبر صاحب مبلغ دس روپیہ ہر مہینے دیتے رہے۔ سید اکبر صاحب نے اپنے بچوں کا پورا حق پدری ادا نہیں کیا۔ بچوں کا تمام حق شیر علی خاں نے پورا کیا ہے۔

الجواب

صورت مسئولہ میں شبیر علی کا اس گھر میں کوئی حق نہیں ہے۔ رشید احمد کا ہبہ سید اکبر کے حق میں صحیح

ہے۔شادی کرنے کی شرط سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔عالمگیری میں ہے: " وانھا لا تبطل بالشروط الفاسدة (ج٤/ص٥٠٦) " اور سید اکبر کی میراث ہے جوان کے لڑکے اور لڑکیوں پر تقسیم ہو جائے گی۔یہی حال سید اکبر صاحب کے مکان کا ہے اگر وہ ان کا ذاتی مکان ہے اور ان کی موت رشید احمد کے بعد ہے تو اگر ان کا کوئی وارث قریب مثلاً لڑکا وغیرہ موجود ہے تو وہی، ورنہ سید اکبر کے بھائی کا بھی حصہ ہوگا۔اگر سید اکبر کا انتقال رشید احمد کی موجودگی میں ہوا اور مکان سید اکبر کا ذاتی نہ ہوا اور ذاتی بھی ہوتو وارث قریب نہ ہوتو اس کے مالک رشید احمد ہوں گے۔اور ان کی موت کے بعد سید اکبر کے وارثوں اور عثمان اور شیر علی کو ملے گا۔آپ نے وارثوں کی کوئی تفصیل نہیں لکھی کہ کس کس کے مرنے کے بعد کون کون زندہ رہا اس لیے حصہ صحیح نہیں بتایا جاسکتا۔سید اکبر کے لڑکوں کے ساتھ شیر علی نے جو کچھ کیا ہے یہ سب بطور تبرع واحسان ہے اگر پہلے سے یہ طے نہ کرلیا ہو کہ میں اپنے اخراجات کا معاوضہ لوں گا تو اب اس کے بدلہ میں ان کو سید اکبر کے روپے سے کچھ نہیں ملے گا۔سید اکبر نے اپنے روپے میں سے جس کو دینے کی وصیت کی ہے اگر وہ وارث نہیں ہے تو تمام وصیتیں صرف تہائی مال سے بقدر حصہ پوری کی جائیں گی، چاہے حج کا روپیہ پورا ہو چاہے نہ ہو۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۳ر محرم ۱۳۸۳ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید عمرو بکر حقیقی بھائی ہیں، والد مرحوم کے بعد ان کی وراثت تین حصوں میں تقسیم ہوئی، اس وقت والدہ سے ان کے حصہ کے لیے کہا گیا تو انہوں نے بخوشی ورضامندی پنچایت کے سامنے اپنا حصہ تینوں لڑکوں کو دے دیا۔بعد میں بکر دوسرے کرایہ کے مکان میں جا کر رہنے لگا اور وہیں زمین خرید کر مکان بنایا، اب اپنے حصہ کا مکان دونوں بھائیوں سے کہا کہ خریدلو۔پنچوں نے اس کے حصہ کی مالیت مبلغ چھ سو روپیہ بتایا، عمرو نے اس کو نصف حصہ کا مبلغ تین سو روپیہ دیا مگر زید نے کہا ابھی میرے پاس روپیہ نہیں ہے تقریباً اس واقعہ کو تین سال ہو گئے، اب بکر کو پھر مکان بنوانا ہوا۔زید سے کہا کہ مکان میں میرا جو نصف حصہ باقی ہے آپ لے لیں، اس پر زید نے جواب دیا کہ ضرورت نہیں ہے اور بکر کو سخت سست کہکر بھگا دیا۔اس کے بعد بکر نے عمرو سے بات کر کے اپنا پورا حصہ عمرو کو بیع نامہ کر دیا۔

بکر کا حصہ عمرو کے خریدنے کے بعد زید نے والدہ کو فریب دیکر اس کا شوہری حصہ جو بھی تھا

رجسٹری بیع نامہ کرالیا، جبکہ والدہ نے پنچایت کے روبرو بخوشی ورضامندی اپنا حصہ تینوں لڑکوں کے حق میں دے دیا تھا، ایسی حالت میں صرف زید کے نام رجسٹری بیع نامہ والدہ کا کردینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی مشتاق احمد محلہ پرانی بستی مبارکپور

الجواب

ہبہ کی صحت کے لیے شی موہوب کا واہب کے قبضہ میں اور دیگر حصوں سے ممتاز ہونا ضروری ہے۔ درمختار میں ہے: "وشرائط صحتها في الموهوب ان يكون مقبوضا غير مشاع مميزا غير مشغول (ج۸/ص ٤٢٤)" اور سوال کی عبارت سے ظاہر ہے کہ گھر میں تقسیم کے وقت والدہ کا حصہ الگ کر کے ان کو دیا نہیں گیا تھا، ان سے پوچھ البتہ لیا گیا تھا۔ اس لیے ہبہ صحیح نہیں ہوا، اور بعد میں جو اس نے اپنا حصہ زید کے ہاتھ بیچ دیا وہ صحیح ہو گیا۔ درمختار میں ہے:" (ولو سلمه شائعا لا يملكه فلا ينفذ تصرفه) فيضمنه و ينفذ تصرف الواهب (ج۸/ ٤٢٩)" واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۰ / ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ　　الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

محمد عمر نے اپنی جائداد اپنی بیوی زینب کے نام لکھ دی، اور یہ دونوں باحیات ہیں، محمد عمر کا ایک لڑکا پھیکو ہے جو فوت ہو گیا اور چھوڑا اپنی بیوی اور لڑکے اور لڑکی کو۔ اس صورت میں پھیکو کی بیوی یا بچوں کو کیا حصہ ملے گا۔　　سائل عبدالغفور

الجواب

محمد عمر اپنی زندگی میں اپنی جائداد کا مالک ہے جس کو چاہے دیدے۔ اگر اس نے اپنی بیوی زینب کو لکھ دیا اور قبضہ دے دیا تو وہ مالک ہو گئی اور اب کسی وارث کا اس میں کوئی حصہ نہ ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ　　الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کے دو بچے اور چار بچیاں ہیں۔

زید اپنی زندگی میں اپنی جائداد سے بچے بچیوں اور بیوی کے حقوق الگ الگ کر کے ہر ایک کو سپرد کرنا چاہتا ہے، نیز وہ ایک بچی کے حصہ کو فروخت کر کے اس کی رقم کو کچھ اشیاء خرید کر اس کے جہیز میں دینا

چاہتا ہے۔ جواب سے مطلع فرمائیں کہ زید ترکہ کی رقم کو جہیز میں دے سکتا ہے کہ نہیں؟ اور یہ بھی بتائیں کہ دو بچے چار بچیاں اور بیوی کو اس کی جائداد سے ہر ایک کو الگ الگ کتنے حصے ملنے چاہئے۔

المستفتی منے خاں ٹھیکیدار مقام جالسی پور پوسٹ حیدر گڑھ ضلع بارہ بنکی

الجواب

میراث سے صورت مسئولہ میں عورت کو آٹھواں حصہ اور بقیہ مال میں لڑکیوں کو ایک ایک حصہ اور لڑکوں کو دونا ملے گا۔ لیکن یہ زید کے مرنے کے بعد اس کے ترکہ کا حساب ہے۔

زید جب تک زندہ ہے عام حالت میں جب کہ کوئی شرعی تخصیص نہ ہو تو تمام بچوں اور بچیوں کو برابر تحفہ دینا چاہئے۔ حدیث شریف میں ہے ایک صاحب نے اپنے ایک بچے کو ایک غلام دیا اس پر سرکار کو گواہ بنانا چاہا، حضور کو جب معلوم ہوا کہ سب کو نہیں دیا ہے تو فرمایا " انی لا اشهد علی الحور" میں ظلم پر گواہ نہیں ہوتا۔ قانوناً زید اپنے پورے مال کا مالک ہے۔ جس کو جتنا دیدے گا اس کا ہو جائے گا چاہے بچی کو جہیز میں دے یا کسی اور مصرف میں صرف کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۸ رمحرم ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ　　الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

حافظ سعید احمد صاحب کی دو بیویاں ہیں۔ پہلی بیوی سے تین لڑکے اور دو لڑکی ہیں، دو لڑکے اور ایک لڑکی کی شادی بھی ہو چکی ہے اور ان کے بال بچے بھی ہیں اور سب اچھے حال میں ہیں۔ صرف ایک لڑکے اور ایک لڑکی کی شادی نہیں ہوئی ہے، اور دوسرا نکاح کرنے کی وجہ یہ ہے کہ پہلی بیوی کا مزاج بہت ہی غصہ آور ہے، میاں بیوی میں بالکل بناؤ نہیں رہتا، اور کچھ برس سے تعلقات بالکل ہی ختم ہو چکے ہیں۔ پہلی بیوی کے والد صاحب نے جائداد جو ان کے ترکہ میں ملتی ان کے بڑے لڑکے اور منجھلے لڑکے کے اور ایک لڑکی یعنی دو ناتی ایک نواسی کے نام لکھ دیا ہے اور پہلی بیوی کے ایک بھائی بھی تھے اور شادی شدہ تھے لیکن کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اس لیے حافظ سعید صاحب نے بہت ہی بلیغ کوشش کر کے سالے کی جائداد کو اپنی بیوی کے نام لکھوالیا اور سالے کا انتقال ہو گیا۔ مرحوم کی بیوی کو تھوڑا سا حصہ کھیت ملا تھا، اس جائداد کو بھی حافظ صاحب نے اپنی بیوی کے نام کرالیا اور سالے مرحوم کی بیوی کا کچھ خیال رکھا کرتے تھے لیکن قریب چھ برس سے جب سے تعلقات میاں بیوی میں بالکل نہیں ہیں، حافظ صاحب دوسری بیوی کے پاس رہتے ہیں اور سالے مرحوم کی بیوی پر کسی قسم کا خیال نہیں ہے اس وجہ سے اس بے چاری کی زندگی بہت تکلیف

سے بسر ہو رہی ہے۔ حافظ صاحب کو اس کا افسوس ہے یہ وہاں نہیں رہتے ہیں اور ساری جائداد کی مالک بیوی ہی ہے، وہ بھوجائی کا خیال نہیں کرتی ہیں، اس لیے مرحوم کی بیوی بہت تکلیف میں ہیں اور حافظ سعید احمد صاحب کے پاس جو خاندانی جائداد ہے وہیں دوسری بیوی رہتی ہے اور ان سے چار لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، ایک لڑکے اور ایک لڑکی کی شادی نہیں ہوئی ہے۔ حافظ صاحب کی دوسری بیوی بہت فرمانبردار ہے اور بچے بھی خدمت گزار ہیں۔ اس لیے ان کا خیال ہے کہ ہمارے پاس جو جائداد ہے یہ صرف دوسری بیوی کے نام اور انہیں بچوں کے نام لکھ دیں۔ خاصکر دوسری بیوی کا جو منجھلا بچہ ہے وہ حافظ قرآن ہے اور بہت فرماں بردار ہے اور نیک خصلت ہے اس لیے اس کو اپنی زندگی میں کچھ جائداد لکھنا چاہتے ہیں، کیونکہ جب حافظ سعید احمد صاحب حافظ ہوئے تھے تو ان کے والد صاحب نے بھی اور بچوں کے مقابلہ میں ان کو زیادہ حصہ دیا تھا اس وجہ کر کے کہ اطمینان رہے گا تو قرآن شریف کی تلاوت برابر جاری رہے گی اور ہمیں ثواب ملتا رہے گا، اسی لحاظ کو سامنے رکھتے ہوئے حافظ سعید کا خیال ہے کہ اس لڑکے کو زیادہ سے زیادہ جائداد دیں تا کہ اطمینان ہونے کی وجہ سے قرآن یاد رہے اور دو جہاں کا ثواب حاصل ہوتا رہے۔ اور پہلی بیوی کے بچوں کو نہیں دینا چاہتے ہیں، کیونکہ وہ بہت نالائق ہیں۔ جو حالت ماں کی ہے وہ بچوں کی ہے اور ان لوگوں کے پاس جائداد بھی ہے جو بہت کافی ہے۔ ایسی صورت میں عند اللہ عند الرسول جو صحیح فیصلہ ہو آگاہ فرمائیں تا کہ ویسا ہی کریں۔ بینوا توجروا

الجواب

مرحوم سالے کی بیوی کے بارے میں حافظ صاحب کا صرف افسوس کر دینا ہی کافی نہیں ہے، یہ سوچنا چاہئے کہ وہ موجودہ حالت تک انہیں کی کوشش سے پہنچی، اس کی بڑی ذمہ داری خود ان پر بھی عائد ہوتی ہے۔ اولاد کو کچھ دینے کے سلسلے میں حسب ذیل اصول کو غور سے پڑھئے اور اپنے دل سے فیصلہ کیجئے کیونکہ آدمی آدمی کو دھوکا دے سکتا ہے خدا کو نہیں۔

بعض اولاد کے ساتھ محبت زیادہ ہو اور بعض کے ساتھ کم یہ کوئی ملامت کی چیز نہیں کیونکہ یہ فعل غیر اختیاری ہے اور عطیہ میں اگر یہ ارادہ ہو کہ بعض کو ضرر پہونچائے تو سب میں برابری کرے کم و بیش نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے ہاں اگر اولاد میں ایک دوسرے پر دینی فضیلت ہے مثلا ایک عالم ہے، جو خدمت دین میں مصروف ہے یا عبادت و مجاہدہ مین اشتغال رکھتا ہے ایسے کو اگر زیادہ دے اور جو لڑکے دنیا کے کاموں میں اشتغال رکھتے ہیں انہیں کم یہ جائز ہے۔ یہ حکم دیانت کا ہے اور قضا کا حکم یہی ہے کہ وہ اپنے مال کا مالک ہے، حالت صحت میں اپنا سارا مال ایک ہی لڑکے کو دیدے دوسروں کو کچھ نہ دے، یہ کر سکتا ہے دو

سرے لڑکے کسی قسم کا مطالبہ نہیں کر سکتے مگر ایسا کرنے میں گنہ گار ہے۔ بحر الرائق بحوالہ بہار شریعت۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۲ر صفر ۱۳۸۹ھ
الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ　الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید بیمار رہا اور زید کا بھتیجا جو ڈاکٹر ہے زید کا علاج کئی سال تک بغیر معاوضہ کے مفت تاحیات کرتا رہا، دریں اثناء ڈاکٹر مذکور جس شخص کے کمرہ میں مطب کرتا رہا تھا اس نے کمرہ خالی کرنے کی فرمائش کر دی، جب زید کو معلوم ہوا تو بلا کسی شرط کے اپنے کمرہ میں مطب کرنے کی پیش کش کر دی اور اس کمرہ میں رہنے والے سے کمرہ خالی کرانے کی کوشش کی، لیکن زید کو کمرہ خالی کرانے میں اتنی تاخیر ہوئی کہ زید کمرہ خالی ہونے سے پہلے انتقال کر گیا لکن زید کے بھتیجے ڈاکٹر نے کوشش جاری رکھی اور کرایہ دار سے کمرہ خالی کرا کے اور اپنی ضروت کے مطابق مرمت کرا کے اپنا مطلب کھول لیا۔ مطب کھولنے کے بعد زید کے دوسرے بھتیجے نے زید کی بیوی سے مطالبہ کیا کہ اے اماں مجھکو بھی حصہ ملنا چاہئے۔ تو زید کی بیوی نے کہا کہ ڈاکٹر کو تو تمہارے بڑے ابا نے دیا ہے تو بھی انھیں سے جا کر مانگ، مطب کئی سال سے چل رہا ہے اب زید کی بیوی نے کمرہ مذکورہ اور اس کی سیدھ میں جتنی زمین زید کی سائٹ کی زید کی جائداد سے ہے اس کو مسجد کو وقف کر دیا ہے، جب کہ زید کی جائداد میں زید کی بہنوں اور زید کے چچازاد بھائیوں کا بھی حق ہے اور اب تک بٹوارہ نہیں ہوا ہے، کچھ لوگوں نے زید کی بہنوں کو بات کر کے منوالیا ہے، لیکن بھائیوں کو خبر تک نہ دی، غرض پوشیدہ طور پر یہ کاروائی ہوئی؟ سوال یہ ہے کہ اس طرح مسجد پر وقف کرنا صحیح ہوا یا نہیں جواب مدلل عنایت فرمائیں۔

الجواب

صورت مسئولہ میں چونکہ زید کی طرف جو الفاظ منسوب ہیں ان سے ہبہ ثابت نہیں کہ کمرہ میں مطب کرنے کی پیش کش کا مطلب عاریت بھی ہوسکتا ہے۔

اور بالفرض صحیح طور پر ہبہ ہی کیا ہو تو چونکہ اپنی زندگی میں اس پر قبضہ نہ دلا سکا، اس لیے وہ ہبہ صحیح نہ ہوا۔ اب زید کی بیوی نے اس کمرہ کو اور اس کے علاوہ جائداد کو مسجد پر وقف کیا تو گو وقف مشاع ہے، صحیح ہے۔ عالمگیری میں ہے: "المتاخرون افتوا بقول ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انہ یجوز و هو المختار (ج ۲ / ۴۲۷)" پس جائداد موقوفہ میں جتنا حصہ اس کا اور ان بہنوں کا ہے جن سے اجازت

لی گئی اتنا وقف ہو گیا اور دیگر رشتہ دار جن سے اجازت نہ لی گئی ان کا حصہ وقف نہ ہوگا، یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ وقف مصارف مسجد کے لیے ہو اور اس جگہ مسجد کی تعمیر کے لیے کیا تو وقف ہی صحیح نہ ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

(۱۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

حاجی عبدالوالی ساکن D43/107 محلہ بازار اسد اللہ وارانسی جب ضعیف ہو گیا تو اپنی جائداد کے کچھ حصہ کے بارے میں اپنے دونوں لڑکوں صغیر احمد وخلیق الزماں کو ہدایت کی کہ وہ اس حصہ کو مجھ سے اپنے درمیان اس شرط پر نصف نصف تحریری ہبہ کرالیں کہ تاحیات یہ دونوں لڑکے میرے خورد ونوش وعلاج وغیرہ کے ذمہ دار ہوں گے مگر صغیر احمد نے تحریری ہبہ نامہ میں دھوکا کیا اور اپنے ذمہ خلیق الزماں کا ڈھائی گنا ہبہ کرالیا اور میری جہالت ضعف بصارت وسماعت کا فائدہ اٹھا کر دستخط کرالیا اور میری کفالت کا بھی صاف انکاری ہے، حتی کہ پڑوسیوں کے سمجھانے بجھانے پر بھی کوئی اثر قبول نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ میں نے ان سے کب کہا تھا کہ میں ان کی کفالت کروں گا اور وہ مجھے کفالت کی شرط پر ہبہ کردیں وغیرہ وغیرہ۔ اس کے علاوہ اس کی بیوی بھی بدزبانی کرتی ہے اور یہ دونوں ملکر مجھے ہر طرح سے پریشان کرتے ہیں۔ اور بے حد اذیت دیتے ہیں۔ میرے خواب وخیال میں بھی یہ نہ تھا کہ ہبہ سے ایسے حالات پیدا ہو سکتے ہیں۔

میں اپنے مستقبل سے متفکر ہوں اور اب مذکورہ بالا ہبہ نامہ توڑنا چاہتا ہوں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ میرا یہ فعل مطابق شرع محمدی ہوگا یا اس کے برخلاف۔ بینوا وتوجروا

المستفتی، حاجی عبدالوالی معرفت قاری رضاء المصطفیٰ D34/34

بازار اسد اللہ شہر وارانسی 221001 مورخہ ۱۲ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ

الجواب

صورت مسئولہ میں رہائش، خورد ونوش اور علاج وغیرہ میں صرفہ کی مقدار چوں کہ معلوم نہیں اس لیے یہ شرط لگانا باطل ہے۔ (در مختار جلد ثامن ص ۴۴۵) وقید العوض بكونه معينا لانه لو كان مجهولا بطل اشتراطه فيكون هبة ابتداء وانتهاء اسی کے ص ۴۲۵ میں ہے وحكمها انها لا تفسد بالشروط الفاسدة" تو اس صورت میں کفالت وغیرہ کی شرط باطل ہوئی اور ہبہ صحیح ہو گیا اور حاجی عبدالوالی کو اس شرط کی بنیاد پر ہبہ کو فسخ کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا، ہاں اگر حاجی عبدالوالی نے اس جائداد سے اپنا قبضہ ہٹا کر اور دونوں لڑکوں کے حصہ کو علحدہ علحدہ (تقسیم) کر کے ان پر لڑکوں کا قبضہ نہ کرادیا ہو، یا ان دو باتوں میں سے کوئی ایک بات نہ پائی گئی ہو تو ہبہ ہوا ہی نہیں، کل جائداد حاجی عبدالوالی

کی ہے، اس میں جو چاہیں تصرف کر سکتے ہیں " ولا تتم فیما یقسم فان قسمه و سلمه صح ولو سلمه شایعاً لا یملکه(تنویر الا بصار ج۸ /ص ۴۲۹) " مشاع کا ہبہ صحیح نہیں ہوتا آجکل عام طور سے یہی ہوتا ہے کہ باپ لڑکوں کو مکان دے دیتا ہے مگر ایک لحہ کیلیے بھی اپنا دخل ہٹا کر لڑکوں کو دخل نہیں دلاتا چند لڑکوں کو گھر دے دیتا ہے مگر تقسیم کا سوال تب اٹھتا ہے جب کوئی جھگڑا پڑتا ہے، ایسی صورت میں ہبہ صحیح نہیں ہوتا، اور جائداد واہب کی ہی رہتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۵ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ

(۱۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی لڑکی ہندہ کو اپنی جائداد سے جتنا حصہ بنتا تھا اتنا حصہ دے دیا مگر پھر ہندہ کا حصہ واپس لے کر اپنے لڑکے کو دے دیا۔ اب ہندہ جائیداد سے محروم ہوگی یا نہیں؟ اب ایسی صورت میں ہندہ اپنے باپ زید کے جائیداد سے حصہ پائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی حافظ خالد حسن گھوسی مئو یوپی

الجواب

زید نے اپنی لڑکی ہندہ کو کچھ دیکر اگر بقیہ جائیداد سے الگ کر کے قبضہ کرا دیا تھا تو ہبہ تام ہو گیا اور زید اس کو واپس نہیں لے سکتا کہ وہ ذی رحم محرم ہو کر مانع رجوع ہبہ ہوگی یہ حکم جب ہے کہ ہندہ ہبہ کے وقت بالغ رہی ہو، اگر نابالغ رہی ہو تو باپ کا قبضہ ہی ہندہ کا قبضہ ہے اور اس صورت میں بھی ہبہ تام ہو گیا اب لوٹانے کی کوئی صورت نہیں۔

لڑکی اپنے باپ کے انتقال کے بعد اس کی چھوٹی ہوئی جائیداد میں ضرور حصہ پائے گی، ہاں ایسی جائیداد جسے زید نے اپنی زندگی ہی میں کسی کو دے دیا جیسے اوپر ذکر کی ہوئی صورت میں کہ لڑکی کو دے دیا ایسی جائیداد میں البتہ میراث جاری نہ ہوگی کہ وہ زید کا ترکہ ہے ہی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو یوپی ۲۸ رجمادی الاول شریف ۱۴۱۲ھ

(۱۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

موصی کے دو لڑکیاں ہیں، ایک لڑکی مسماۃ ہندہ شادی ہو جانے کے ساتویں سال لاولد مر گئی، اس کے شوہر نے مسماۃ ہندہ کا ترکہ فیما بین موصی میں تقسیم نہیں کیا تھا۔ لیکن اس کا عقد مسماۃ حمیدہ دختر موصی سے ہو جانے کے بعد معاف کر دیا، مسماۃ حمیدہ اپنی ماں یعنی موصی کے مر جانے پر مع شوہر خود پاکستان سے موصی کے گھر تعزیت میں آئی۔ اور اپنا حصہ حقیقی معاف کر دیا۔ حمیدہ کے ذمے چھ سو قرض تھا، اس کو موصی

نے اسی جائداد میں سے جوزیر وصیت ہے ادا کرنے کا ذمہ لیا ہے۔ بایں نوعیت ہندہ متوفیہ اور حمیدہ موجودہ پاکستان کا اشارہ پر وصیت میں برائے موصی تعلق ختم ہو جاتا ہے، عظیمہ دختر کا واقعہ غبن وخیانت وچوری کا ایسا ہے جس سے موصی اس کو مستحق وصیت نہیں سمجھتا۔ اور موصی کے چار لڑکے ہیں۔

الجواب

جب پوری جائداد کا موصی بلا شرکت غیرے مالک ہے تو مرض الموت میں مبتلا ہونے سے قبل اپنے پورے یا نصف یا ثلث وغیرہ میں جو تصرف بھی کریگا شرعا نافذ ہوگا۔ بحر الرائق میں ہے" چاہے کل مال اپنے وارثوں کو دے، چاہے دیگر جائز مصارف میں صرف کرے چاہے کسی اور کو ہبہ کرے اسے اس کا اختیار ہے، ہاں کسی کو وصیت کرنے کی صورت میں صرف تہائی مال میں وصیت نافذ ہوگی۔

لیکن صورت مسئولہ میں وصیت شرعاً جائز ہی نہیں ۔ حدیث شریف میں ہے:"لا وصية لوارث" وارث کے لیے وصیت جائز نہیں۔

اس لیے موجودہ صورت میں سائل کو یہ کرنا چاہئے کہ جتنا مال اپنے لیے چاہے الگ کرے بقیہ مال کو چار حصہ میں برابر کر کے چاروں لڑکوں کو دے دیں، اور اس پر سب کا قبضہ کرادیں، چاہے رجسٹری بھی کرادیں۔ بقیہ موجودہ لڑکیوں میں سے ایک اپنا حصہ چھوڑنے پر راضی بھی ہے۔ اور ایک بقول سائل اپنی حرکتوں سے اس کو کافی تکلیف اور اذیت بھی دے چکی ہے۔ اور دھوکہ اور چوری وخیانت سے اپنے حصہ سے کچھ زائد میں وصول کر چکی ہے۔ اس لیے اگر اس کو نہ دے تو ان شاء اللہ دیانۃً بھی کچھ حرج نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۳ر شعبان ۸۴ھ

الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ

(۱۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

عبد اللہ مرحوم اپنی زندگی میں مرنے سے تقریبا چار سال پہلے ہی اپنی ساری جائداد اپنے تین لڑکوں محمد سعید، محمد ادریس، عبد الرشید اور ایک پروردہ محمد اسحاق میں چوتھائی سے تقسیم کردیا، اور اس وقت سے اب تک محمد اسحاق کا موہوبہ جائداد پر قبضہ بھی رہا۔ اب ان کے انتقال کو تقریبا سولہ سال ہو رہے ہیں اس سال ان کے لڑکوں نے زبردستی اسحاق کی جائداد پر قبضہ کرلیا۔ ان کا خیال ہے کہ اسحاق کا جائداد میں کوئی حق نہیں ہے۔ شریعت مطہرہ کا فیصلہ اس بارے میں کیا ہے؟ برائے کرم واضح تحریر فرمائیں۔ والسلام

شبیر احمد ساکن بھیرہ اعظم گڈھ ۷ ار رمضان المبارک

الجواب

صورت مسئولہ میں جبکہ عبد اللہ نے اپنی جائداد کا چوتھا حصہ تقسیم کر کے محمد اسحاق کو ہبہ کر دیا او راس پر اس کا قبضہ کرا دیا تو ہبہ صحیح ہو گیا۔ ہدایہ میں ہے: "وتصح بالایجاب و القبول والقبض" اور حدیث شریف میں ہے: "لا یجوز الهبة الا مقبوضة" پس جب تقسیم کر کے قبضہ دلایا تو محمد اسحاق اس کا مالک ہو گیا۔ اور عبد اللہ کے لڑکوں کا یہ کہنا کہ اسحاق کا کوئی حق نہیں غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ　۲۵ر شوال ۸۴ھ

الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ　　الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ

(۱۹) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میری نانی جان خیر النساء نے اپنی کل جائداد اپنی اکلوتی بیٹی نور فاطمہ کو یعنی میری امی کو ہبہ کر دیا (برائے رجسٹری) اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس ہبہ شدہ جائداد میں میری نانی جان (خیر النساء) کے چچازاد بھائیوں کا بھی حصہ ہوگا یا نہیں کیونکہ میری نانی کے انتقال کے بعد یہ لوگ یعنی میری نانی کے چچا زاد بھائیوں نے یہ دعوی کیا کہ اس میں میرا بھی حصہ ہے، معاملہ بہت نازک ہے، امید کہ جواب ارسال فرما کر احسان عظیم فرمائیں گے۔ کرم ہوگا۔ المستفتی: ذی النورین فریدی۔ مقام و پوسٹ سربیہ ضلع سہرسہ

الجواب

صورت مسئولہ میں ہبہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ شی موہوب مشاع نہ ہو یعنی کسی دوسرے کی شرکت میں وہ جائداد نہ ہو۔ اور شی موہوب پر موہوب لہ کا قبضہ صحیح ہو، یعنی واہب نے اپنا قبضہ بالکلیہ ہٹا کر موہوب لہ کو اس جائداد پر قبضہ دلایا ہو تب ہبہ صحیح ہوگا۔ اور خیر النساء کی کل جائداد نور فاطمہ کی ہوگی اور اگر ان شرطوں میں خلل واقع ہو تو جائداد میں میراث جاری ہوگی اور نور فاطمہ کے ساتھ خیر النساء کے چچازاد بھائی حسب حصہ شرعی ترکہ پائیں گے۔ تفصیل فتاوی رضویہ جلد ہشتم کتاب الہبہ کے ص ۱۰۱ اور ۱۱۷ پر دیکھی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم　　عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ، ۲۶ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

(۲۰) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی زمین جائداد اپنی زندگی ہی میں اپنے چار لڑکوں کے نام تحریری طور پر ھبہ کر دی ہے۔ اپنی لڑکیوں کو کچھ نہ دیا زید کے انتقال کے دس سال بعد اب ایک لڑکی اپنا حصہ مانگ رہی ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ ھبہ شدہ زمین جائداد میں لڑکیوں کا حصہ رہا یا نہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی محمد جلال الدین　　محلہ سریاں بنارس

الجواب

اگر زید نے اپنی موہوبہ زمین کو الگ الگ چار جگہ تقسیم کر کے چاروں لڑکوں کو ان پر قبضہ دے دیا ہو تو وہ جائداد شرعاً ان چاروں کی ملک ہوگئی، لڑکیوں اور دیگر وارثوں کو اس میں کچھ نہ ملے گا۔ اور تقسیم نہ کیا ہو یا قبضہ نہ دلایا تو ہبہ صحیح نہ ہوا اور لڑکیوں کا حصہ ہوگا۔ چاہے وہ کتنے سال کے بعد مطالبہ کریں

تنویر الابصار میں ہے:

"تتم بالقبض فی محوز مقسوم فالحق انه لایثبت فیها ملك اصلا مالم يسلم مقسوما وهو الصحيح المعتمد" (شامی: ٨/ ٤٢٩)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۲۷/ ذوالقعدہ ۱۴۱۹ھ

(۲۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنا مکان اپنے چار موجود بیٹوں اور ایک مرحوم بیٹے کے لڑکے کے درمیان تقسیم کیا اور ہر ایک حصہ دار اپنے حصہ پر قابض ہو کر متصرف بھی ہو گیا ایسی صورت میں کسی ایک کے حصہ سے لیکر دوسرے کو دینے کا اختیار بھی زید کو حاصل ہے اگر دیا تو کیا لینا صحیح ہے شرعاً اس کا کیا حکم ہے۔

المستفتی شمس نظامی محمد آباد گوہنہ مؤ

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی صورت مسئولہ میں زید کو یہ جائز نہیں کے اپنے بیٹیوں یا پوتے کو دی ہوئی جائداد کو واپس لے یا اس میں سے کسی اور کو کچھ دے۔

عالمگیری میں ہے: "وان العوارض المانعة من الرجوع منها القرابة المحرمية ولا يرجع فی الهبة من المحارم بالقرابة كالآباء والامهات وان علوا والاولاد وان سفلوا (٤/ ٥٢٤)" واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۱۶/ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

(۲۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید اپنی زندگی میں اپنے اموال منقولہ اور غیر منقولہ کو اپنے ورثہ میں تقسیم کرنا چاہتا ہے۔ ورثہ میں ایک لڑکا، دو لڑکی، بیوی موجود ہے۔ فقط

المستفتی افتخار احمد گھوسی امجد نگر گھوسی مؤ ۲۳/ اگست ۱۹۹۹ء

الجواب

اگر زید چاہے تو اپنی جائداد کا آٹھواں حصہ اپنی بیوی کو دیدے اور بقیہ جائداد تین حصہ کر کے

ایک حصہ لڑکے کو اور ایک ایک لڑکیوں کو دے، چاہے تو بیوی کے آٹھویں حصہ کے بعد بقیہ جائداد کے چار حصے کرے دو حصہ لڑکے کو اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو دیدے۔ افضل تقسیم کا پہلا طریقہ ہے اور یہ بھی کرسکتا ہے کہ کچھ اپنے لیے بچا رکھے بیوی کو آٹھواں حصہ دیدے اور بچے ہوئے کو لڑکیوں اور لڑکے میں مذکورہ بالا طریقوں میں سے کسی طریقہ پر تقسیم کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۱۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ

تقسیم ہبہ کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

جناب لعل محمد کے چار لڑکے عبد الحلیم۔ حافظ محمد ظہور، محمد شفیع، عبد الرزاق، اور ایک لڑکی (مسماۃ فاطمہ) تھی۔ لعل محمد کی حیات ہی میں محمد شفیع کا انتقال ہوگیا۔

لعل محمد نے اپنی جائداد شریعت کے مطابق اپنے تینوں لڑکوں اور مرحوم محمد شفیع کے لڑکے۔ عبد الباری کو بھی دے دیا۔ لعل محمد کے انتقال کے بعد ان کے لڑکوں اور عبد الباری وغیرہ نے مسماۃ فاطمہ سے کہا کہ شریعت کے مطابق جو تمہارا حصہ ہوتا ہے لے لو۔ فاطمہ نے راضی بررضا اپنا حصہ لینے سے انکار کردیا اور کہا کہ تم لوگ آپس میں تقسیم کرلو۔ کچھ دنوں کے بعد عبد الباری نے عبد الرزاق کے حق حصہ کو بیع نامہ کرادیا تھا، پھر حافظ محمد ظہور کے لڑکوں نے مسماۃ فاطمہ کو ورغلا کر عبد الباری کے خلاف مقدمہ دائر کرادیا کہ لعل محمد نے عبد الباری کو جو حق وحصہ دیا ہے بے بنیاد ہے ان کا کچھ نہیں ہوتا، پھر ان لوگوں نے عبد الباری کے اس حق وحصہ کو برحق مانتے ہوئے صلح کرلی۔

کچھ دنوں کے بعد عبد الباری نے محمد ظہور کی جائیداد کو ان کے لڑکوں سے بیعنامہ کروایا، اب مسماۃ فاطمہ مرحومہ کے لڑکے دعویٰ کرتے ہیں کہ عبد الباری کی جائیداد میں ہمارا حق وحصہ ہوتا ہے۔ لہذا ایسی صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسماۃ فاطمہ کے لڑکوں کو عبد الباری کے حق وحصہ کی کسی جائیداد سے حصہ ملے گا یا نہیں ملے گا۔ جیسا ہو قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔ بینوا توجروا

المستفتی عبد الباری ولد محمد شفیع ۸/۳/۸۵

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی لعل محمد نے اپنی حیات میں اگر اپنی جائیداد کو چار حصوں میں تقسیم کرکے قبضہ دے دیا تھا۔ کہ وہ چاروں اس کے مالک ہوگئے۔ تو مسماۃ فاطمہ کا اب اس میں کچھ نہیں رہے گا۔

عالمگیری میں ہے: ”ھبة المشاع فیما یحتمل القسمة لا تجوز سواء کانت من شریکه او من غیر شریکه“ (۴/ ۵۱۰)

اور تنویر الابصار میں ہے: ”فان قسمه وسلمه صح لزوال المانع“ اس لیے اب فاطمہ کے وارثوں کا دعوی بے کار ہے بالخصوص اس صورت میں کہ فاطمہ بھی اس تقسیم پر راضی ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی　۹ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

(۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کو ایک مکان بطور ہبہ ملا پھر اس نے اپنے چار بچوں کے نام ایک ہبہ نامہ لکھ دیا، اسکے بعد اپنے وصال سے چند ماہ پیشتر اپنے تمام بچوں اور بچیوں کو بلا کر بہت سے لوگوں کی موجودگی میں اس کا اظہار کیا اور اپنے بڑے لڑکے سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ مکان چھوٹے چار بچوں کے نام لکھدوں کہ تمہارے پاس رہنے کا مکان موجود ہے تو بڑے لڑکے نے کہا جب آپ خوش ہیں تو میں بھی راضی ہوں۔

اپنی رضامندی کا اظہار بڑے لڑکے نے بہت لوگوں سے کیا اب بڑا لڑکا اپنے حصہ کو طلب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہبہ نامہ درست نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ مکان موہوب میں موہوب لہم بعد ہبہ مکان کی مرمت اور پاخانہ پیشاب خانہ اور غسل خانہ وغیرہ کی تعمیر بھی کر چکے ہیں۔

ہبہ نامہ منسلک استفتاء ہے جو شرع مطہرہ کا حکم ہو اس سے مطلع کیا جائے۔

زید واہب ہبہ مکان کے بعد کچھ برسوں اسی مکان میں بچوں کی خوشی ورضامندی پر رہا، وقت ہبہ زید کے پاس کچھ سامان مثلاً ہوائی بندوق وغیرہ تھی جس کی بابت اس نے چار بچوں سے کہا کہ میرے ذمہ قرض ہے اگر اس کی ادائیگی تم لوگوں نے کردی تو یہ سامان تقسیم کر لینا ورنہ بیچ کر قرض ادا کردو گے۔

بینوا توجروا　المستفتی قمر الاسلام قادری رضا نگرادری اعظم گڑھ　۱۷ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ

الجواب

میں اس سوال کا جواب ایک دفعہ لکھ چکا ہوں۔ سوال میں دو باتیں تفصیل طلب ہیں۔

ایک مکان چار بچوں کے نام ہبہ کیا یہ ہبۂ مشاع ہوا، اگر زید نے ہر بچے کا حصہ جدا جدا تقسیم کرکے قبضہ دلایا ہو تو ہبہ صحیح ہوگا اور اگر بغیر تقسیم کے قبضہ دلایا ہو تو ہبہ صحیح نہیں ہوگا، اور اس مکان میں میراث جاری ہوگی۔ تقسیم کرکے قبضہ دلانے کی صورت میں بھی یہ ضروری تھا کہ بالغ لڑکوں کے حصہ سے اپنا سامان الگ نکال لیتا۔

اور اس سوال میں تصریح ہے کہ ہبہ کے وقت زید کا کچھ سامان بندوق وغیرہ مکان میں تھا پس

ایسی صورت میں تقسیم کے بعد قبضہ دلانے کی صورت میں بھی بالغ لڑکوں کا قبضہ صحیح نہیں ہوا اور ان کے لیے ہبہ بھی درست نہ ہوا، پس جو لڑکے اس وقت بالغ رہے ہوں ان کا حصہ بھی میراث قرار پائے گا، پہلے مسئلہ کا جزیہ یہ ہے: "لو وهب اثنان دار لو احد صح وبقلبه لا فرق بين ان يكون صغيرين او كبيرين او احدهما كبير والآخر صغير" (تنویر، شامی)

اور دوسرے مسئلہ کا یہ ہے: "لايجوز لرجل ان يهب لاحد وهما ساكنان فيه" ۔ عالمگیری

پس صورت مسئولہ میں بڑے لڑکے کے استحقاق اور عدم استحقاق کا دارو مدار ہبہ کے صحیح ہونے اور نہ ہونے پر ہے۔

اور اس مکان کی مرمت میں جو پیسہ ان چاروں لڑکوں کا صرف ہوا ہے ہبہ صحیح نہ ہونے کی صورت میں اس کا حصہ رسدی معاوضہ بڑے بھائی سے اس صورت میں وصول کر سکتے ہیں کہ اس مرمت کے بغیر مکان سے انتفاع ممکن نہ رہا ہو ورنہ ان کا خرچہ تبرع ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۳؍ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ

بیع ہبہ کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ رحمت اللہ نے اپنا مکان مولوی عبد اللہ وحاجی اسد اللہ کو ہبہ کیا اور یہ لوگ کبھی اس مکان پر قابض نہیں ہوئے اور نہ اس میں کچھ ردوبدل کر سکے۔

کچھ دنوں کے بعد مولوی عبد اللہ وحاجی اسد اللہ نے اس مکان کو صلاح الدین اور فاطمہ کے نام بیع کر دیا شرعاً ان کا یہ بیع کرنا جائز اور درست ہے کہ نہیں۔ جب کہ اس مکان پر قابض بھی نہیں ہوئے اور ہبہ بغیر قبضہ کے مکمل نہیں ہوتا۔ بینوا توجروا المستفتی سراج الحق

الجواب

صورت مسئولہ میں اس مکان کی بیع کا حق ان دونوں صاحبان کو شرعاً حاصل نہیں۔ کیونکہ تمامیت ہبہ کے لیے قبضہ لازم ہے۔ عالمگیری میں ہے: لايثبت الملك للموهوب له الا بالقبض هو المختار هكذا فى فصول العمادية ۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

کتاب الوقف


محمد رسول الله

وقف کے مسائل

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک مسجد کی رقم دوسری مسجد میں لگائی جاسکتی ہے، اور نگرانی چندہ بنا کر مسجد کی رقم لیجا سکتی ہے؟ اور دوسری مسجد میں یا عوام کی فلاح و بہبودی پر خرچ کی جاسکتی ہے؟ جیسے حکومت مدھیہ پردیش وقف بورڈ نام کا ادارہ بنا کر مسجدوں سے چندہ وصول کیا جاتا ہے، جن کا پتہ نہیں کہاں خرچ کرتے ہیں۔

ایسا بھی معلوم ہوا ہے کہ مسجدوں پر ہی خرچہ کرتے ہیں اور فلاحی کاموں میں بھی لگاتے ہیں، کیا سچ ہے معلوم نہیں۔ مگر ایسا کرنے پر شریعت کا کیا حکم ہے، ازراہ کرم فتویٰ سے آگاہ فرمایئے۔ مہربانی ہوگی۔

المستفتی عبداللطیف قریشی منڈی مدار ٹیکری رضا چوک جبل پور مورخہ ۱۷ر جنوری ۱۹۸۹ء

الجواب

فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۷۰ ر میں ایسے مصارف کو ناجائز بتایا ہے۔ اگر واقف نے وقف میں ان کے لیے صراحت نہ کردی ہو کہ وقف بورڈ کی فیس بھی اسی سے ادا کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

(۲-۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

حاجی قدم رسول نے کچھ زمین اپنی بیوی جمن کبیرا بی بی کے نام سے رجسٹری کردی اور اپنی زندگی ہی میں موصوفہ کو قبضہ دخل دلا دیا۔ موصوفہ مذکورہ زمین کے علاوہ دیگر جائدادوں اور آراضیات کی مالک ہیں لاولد ہونے کے باعث اپنی بہن کے لڑکے انوار الحق کو اپنی خدمات کے لیے منتخب کیا۔ موصوف کے مرنے کے بعد ان کے صاحبزادگان بدر عالم وغیرہ موصوفہ کی تادم حیات خدمات کرتے رہے۔

زمانۂ دراز کے بعد موصوفہ نے اپنے شوہر کی خواہش کے مطابق صدقۂ جاریہ کے لیے مذکورہ رجسٹری شدہ زمین بنام دار العلوم سرکار آسی سکندر پور بلیا کو زبانی وقف کردیا اور عدالتی پختگی کے پیش نظر ہوش وحواس و رضامندی وثبات عقل کے ساتھ سرکاری رسوم کی ادائے گی کی مجبوری کی وجہ سے رجسٹرار کو بلا کر وقف رجسٹری کے بجائے اس موقوفہ زمین کو بطور وصیت رجسٹرڈ کردیا۔

اس واقعہ کے دس ۱۰ رروز بعد انتقال ہوگیا، حسب تحریر اراکین دار العلوم ھذا نے تعارف کرانا چاہا اور ابھی سرکاری قانون کے لحاظ سے اندراج مدرسہ نہ ہو پایا تھا کہ خاندان کے چند مخالفین نے اپنی وراثت کا اندراج کرالیا اور مخالفت پر تلے ہیں۔ (جن کے سرغنہ، آفتاب احمد ابن عبدالرحیم ابن حاجی قدم رسول ہیں جن کا نسب مندرجہ ذیل نقشہ سے ظاہر ہے۔) اور یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ یہ رجسٹری بے ہوشی کی

حالت میں کرائی گئی ہے۔

یہ محض الزام تراشی ہے کیونکہ رجسٹری کی صحت پر متعدد لوگ گواہ ہیں۔ بالخصوص بدر عالم۔ انوارالحق، جو شب و روز موصوفہ کے خدمت گذار اور رجسٹری ھذا کے حاشیہ کے گواہ ہیں اور موصوفہ کے سب سے بڑے سوتیلے پوتے مہتاب احمد ابن عبد الرحیم بھی اس کے گواہ ہیں، لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) محسن کبیرا بی بی مرحومہ کی اس موقوفہ جائداد وزمین کا شرعاً متولی اور مختار کون ہے؟

(۲) اس وقف کی مذمت اور مخالفت اور عدالتی چارہ جوئی کرنے والے ان کے ساتھ دینے والے پر شرعاً کیا حکم عائد ہوتا ہے؟

(۳) تمام مسلمانوں پر اس موقوفہ جائداد کی حفاظت ضروری ہے یا نہیں؟

(۴) اور یہ زمین وقف نہ کی ہوتی تو موصوفہ کی جملہ جائداد کا نقشہ ذیل کے مطابق شرعاً کون وارث ہوتا۔ بینوا توجروا

المستفتی اراکین دار العلوم سرکار آسی سکندر پور بلیا

الجواب

(۱) وقف اور وصیت دو علیحدہ علیحدہ تصرفات ہیں اور دونوں کے احکام الگ الگ ہیں، اس لیے حسب بیان سائل جب پہلے وہ اس جائداد کو وقف زبانی کر چکی ہے، تو اگر اس وقف کا ثبوت گواہان شرعی سے ہو تو بعد کو یہ وصیت کی کارروائی باطل اور وقف ثابت ہو گیا، اور جیسا کہ اس سے قبل اسی قسم کے ایک جواب کے سلسلے میں تحریر کر چکا ہوں کہ اس واقف کی منشا اگر وارثوں کو محروم کرنا ہو تو وقف کی صحت کے باوجود وقف اور اس کو اس کام پر تیار کرنے والے گنہگار ہوئے۔

وقف کی تولیت کا سب سے زیادہ حق دار واقف اور وہ نہ ہو تو اس کے خاندان میں جو اس کا اہل ہو وہ ہوتا ہے۔ یا جس کو مقرر کرے۔ حدیث شریف میں ہے: " لا ضرر ولا ضرار (السنن الکبریٰ للبیھقی :٦/٦٩) " اور فتاوی رضویہ میں ہے: جب وہ دوکان وقف ہو چکی تھی تو زید کو اس کی نسبت وصیت کرنے کا کوئی حق نہ تھا۔ تنویر الابصار میں ہے: " وما دام احداً یصلح للتولیة من الاقارب لا یجعل المتولی من الاجانب"

(۲) وقف صحیح ہونے کی صورت میں مزاحمت کرنے والے مجرم اور خاطی اور مدد کرنے والے ماجور و مستحق ثواب ہوں گے۔

(۳) اس کا جواب نمبر ۲ سے ظاہر ہے۔

(۴) آپ نے جو حاجی قدم رسول کا شجرہ پیش کیا اس کی ضرورت نہیں جبکہ اب جمن کبیرا کی جائداد بٹوانی ہے۔ جمن کبیرا کے ورثہ میں آپ نے یہ نہیں تحریر کیا کہ بالترتیب سب سے پہلے کون مرا اور اس کے بعد کون مرا یہ تفصیل لکھئے تو تقسیم ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۱۹ ؍ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ

(۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

گرامی نامہ نظر نواز ہوا توضیحات مطلوبہ حسب ذیل ہیں۔ جامع مسجد کب سے قائم ہے، یہ موجدین کو معلوم نہیں۔ بلکہ جب سے مسجد کو جانتے ہیں مکتب کو بھی جانتے ہیں، حتی کہ مسجد جب وہابیوں کے قبضہ میں تھی اس وقت بھی مکتب چل رہا تھا۔ مکتب کی ذمہ داری امام وموذن کی ہوتی تھی۔ اور اس خاص ذمہ داری کے عوض مزید تنخواہ مسجد سے ہی دیجاتی تھی۔ مسجد ومکتب کا انتظام وانصرام مسجد کی کمیٹی برداشت کرتی تھی۔ البتہ جب سے مکتب کو دار العلوم کی شکل دی گئی، مسجد کی کمیٹی کے اراکین نے مدرسہ کو صحیح ڈھنگ سے چلانے کے لیے علیحدہ کمیٹی کی تشکیل کی۔ جس میں مسجد کی کمیٹی کے ارکان بھی ہیں۔ مسجد کو کس ڈھنگ سے چلایا جائے اس سلسلہ میں ۱۹۵۴ء میں مدرسہ چل رہا تھا اس وقت فیصلہ کے ساتھ ساتھ ڈسٹک جج نے مسجد کے نظم ونسق کے لیے قواعد وضوابط منضبط کئے جس کی فوٹو کاپی ساتھ میں منسلک ہے۔ جس کے قاعدہ نمبر ۵، میں مدرسہ کو مسجد کے زیر اہتمام چلانے کا متولی کو اختیار دیا گیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسجد کی کمیٹی کی جانب ہی سے مدرسہ چلایا جائے۔

جہاں تک عرف مالابار کی بات ہے۔ تو کیرلہ میں شوافع قدیم زمانہ سے مسجد ومدرسہ ایک فنڈ سے چلاتے آرہے ہیں۔ اور ہمارے کرناٹک اسٹیٹ میں بھی صباحیہ اور مسائیہ مکتب تقریباً تمام مسجدوں میں چلتا آرہا ہے۔ کچھ جگہوں پر باقاعدہ امام کے علاوہ الگ سے مدرسین بھی رکھتے ہیں۔ جو ماہانہ تنخواہ لیتے ہیں۔ اور سارا خرچ مسجد ہی برداشت کرتی ہے۔ اتنا ضروری ہے کہ کرناٹک کے سبھی وہ مدارس جو مسجد کے تحت چل رہے ہیں اور اس میں امام کے علاوہ دیگر مدرسین بھی تعلیم دین کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ایسے مدارس کا قیام بعد میں ہوا۔ پہلے صرف مسجد ومکتب رہے۔ پھر ضرورت پیش آنے پر مکتب کو ایسے مدارس میں تبدیل کیا گیا۔

بفضلہ تعالیٰ امید واثق ہے کہ آپ کو بھی حقیقت حال سے کچھ معلوم ہی ہوگا کیونکہ یہاں کے چند بزرگوں سے سننے میں آیا ہے کہ حضرت درویش بابا علیہ الرحمہ کے دور حیات میں آپ بھی اس سنی جامع مسجد میں ملت کی خدمت انجام دے چکے ہیں۔ حالات کے پیش نظر فتوی اگر جلد روانہ کردیں تو عین

نوازش ہوگی۔

(الف) "ماقولکم و حکم الله تعالیٰ" مسئلہ ذیل میں کہ سنی جامع مسجد شموگہ جو خالص اہل سنت و جماعت کی عبادت گاہ تھی مگر عوام اہل سنت کی عدم توجہی سے باطل پرستوں (دیوبندیوں) نے اس پر قبضہ جمالیا تھا۔ ایک عرصہ بعد جب اس علاقہ میں خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ اور شہزادۂ محبوب ملت حضرت علامہ منصور علی خاں صاحب کی تشریف آوری ہوئی۔ تو عوام اہل سنت میں ان کے بیان کی وجہ سے مذہبی جوش وخروش پیدا ہوا۔ چنانچہ غالبا ۷۴ء میں مسلمانان اہل سنت دوبارہ اپنے زور بازو سے سنی جامع مسجد پر قابض ہوئے۔ مگر قانونی طور پر اہل سنت کا باضابطہ قبضہ اور اہل باطل کا انخلا ۸۰ء، میں عمل میں آیا لیکن تقریبا پچیس برس گذر جانے کے بعد بھی دیوبندیوں نے اپنی شکست کو فراموش نہیں کیا ہے۔ اور کوئی بھی موقعہ اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ہیں۔

انہیں حالات کو اپنی فراست مومنانہ سے حضرت خطیب مشرق نے ملاحظہ فرمایا اور شیموگہ کے سنی مسلمانوں کو ایک دار العلوم کے قیام کی ترغیب دی۔ بالآخر ۸۴ء میں سنی جامع مسجد پر قبضہ دائمی بنانے اور عوام اہل سنت کے اصلاح عقائد وتحفظ ناموس رسالت کے لیے سنی جامع مسجد کے مکتب کو جامعہ رضویہ شاہ علیم دیوان کے نام سے موسوم کر کے ایک دار العلوم قائم کیا گیا۔ جو اپنے قیام سے آج تک سنی جامع مسجد مختلف مختلف عمارتوں میں چلتا رہا ہے۔

جس وقت دار العلوم کا قیام عمل میں آیا مسجد و دار العلوم خستہ حالی کے شکار تھے۔ اور ان کی آمدنی ان کے اخراجات کے لیے ناکافی تھی، اور ادارہ کے پاس مستقل آمدنی کا ذریعہ بھی نہ تھا۔ چنانچہ اس وقت مسجد و دار العلوم کے ارباب حل وعقد نے مسجد کے عقب میں خالی قطعہ زمین پر (جو مسجد کی ملکیت سمجھی جاتی رہی ہے مگر جس کے وقف پر سوائے ملکیت مسجد دوسری دلیل موجود نہیں ہے) جامعہ سادات کامپلیکس اس شرط کے ساتھ تعمیر کیا گیا کہ اس کی نصف آمدنی دار العلوم پر خرچ ہوگی اور نصف مسجد پر۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس کامپلیکس کی تعمیر پر مسجد کی کوئی رقم خرچ نہیں کی گئی۔ بلکہ مسجد ومدرسہ کے اراکین وایڈوانس کی رقم سے کامپلیکس کی تعمیر مکمل ہوئی۔ حسب شرط اس کامپلیکس کی آمدنی سے پانچ ہزار روپیہ ماہانہ دار العلوم کے چند مدرسین کی تنخواہ کے نام پر دیا جاتا رہا ہے جو اس کی نصف آمدنی سے کم ہے۔

(ب) دار العلوم ترقی کے مدارج طے کرتا رہا یہاں تک کہ اس کی موجودہ عمارت تنگ وناکافی ہوگئی تو اس کامپلیکس پر دار العلوم ہذا کی جدید درسگاہی عمارت تعمیر کی جارہی ہے۔ جس کی پہلی منزل مکمل ہو چکی ہے۔

(ج) دکن ومالابار کے علاقہ میں مساجد کے تعلق سے یہ عرف زمانۂ قدیم سے جاری ہے کہ مساجد

میں مدارس قائم رہتے ہیں۔ (مدارس ومکاتب ہر دو شکل میں) اور اس طرح اس علاقہ کی مساجد عبادت گاہ کے ساتھ ساتھ تربیت گاہ بھی ہیں۔ گویا مساجد کے اوقاف متعلقہ کے مصارف میں مدارس بھی داخل ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ جامعہ سادات کامپلیکس کے نصف حصہ یا کم وبیش سے مسجد کے دار العلوم جامعہ رضویہ شاہ علیم دیوان کے مدرسین کی تنخواہ کا انتظام کیا جانا کیسا ہے؟

المستفتی: نور محمد سکریٹری بڑی سنی جامع مسجد گاندھی بازار شموگہ

الجواب

موقوفہ جائداد کا اگر کوئی تحریری وقف نامہ ہو تو واقف نے اس میں جن مصارف کی تشریح کی ہو انہیں میں وقف کی آمدنی صرف کی جاسکتی ہے۔ دوسرے مصرف میں نہیں۔ متداول کتب فقہ میں اس کی وضاحت ہے: شرط الوقف کنص الشارع۔ واقف کی شرط حکم شرع کی طرح ہے۔

ڈسٹرکٹ جج کے منظور کردہ قواعد اس امر کی دلیل ہیں کہ واقف نے وقف کی کوئی تحریر نہیں لکھی اور اگر لکھی تھی تو اب وہ موجود نہیں ہے۔ ایسی صورت میں قدیم ایام سے جن مصارف میں وقف کی آمدنی صرف ہوتی رہی انہی میں خرچ کی جائے۔ ذخیرہ میں ہے:

اذا اشتبهت مصارف الوقف ينظر الى المعهود من حاله فيما سبق من الزمان فيبنى على ذلك (فتاوی رضویہ جلد ششم ص/۵۰۵)

مصارف وقف مشتبہ ہوں تو دیکھا جائے گا کہ گذشتہ زمانہ میں یہ آمدنی کن کن مصارف میں خرچ کی جاتی رہی ہے۔ انہیں مصارف میں اب بھی خرچ کی جائے گی۔

آپ کے توضیحی جوابات اور جج کی تحریر سے یہی پتہ چلتا ہے کہ دکھن کے رواج کے موافق یہ جائداد مسجد ومدرسہ دونوں ہی کے لیے وقف کی گئی ہے۔ اس لیے اس وقف کی آمدنی سے مسجد ومدرسہ دونوں کے مصارف ادا کیے جائیں گے۔ مدرسہ ترقی کر کے دار العلوم بن گیا تو یہ اور خوشی کی بات ہے۔ مسجد بھی بوسیدہ ہو جائے تو اس کو بھی آج کل کے حالات کے موافق شاندار اور مستحکم بنایا جاسکتا ہے۔ البتہ اس وقف کی آمدنی کسی دوسری مسجد ومدرسہ میں صرف نہیں ہوسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۴/رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

(۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

قوم تیلیان نے متفقہ طور پر ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ اور پوری قوم نے تعمیر مدرسہ کے لیے دل کھول کر چندہ بھی دیا۔ اور مدرسہ کی تعمیر بھی ہوگئی۔ تو کیا اس مدرسہ کو اسکول یا دھرم شالہ یا مسافر خانہ میں

تبدیل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ عند الشرع جو بھی حکم ہو قرآن وحدیث وفقہ کے جزئیات سے جواب عنایت فرمائیں۔ محمد اسماعیل تیلی چورو راجستھان

الجواب

دینی مدرسہ کو اسکول یا دھرم شالہ یا مسافر خانہ میں تبدیل کرنا حرام ہے۔ عالمگیری میں ہے: لا یجوز تغییر الوقف عن ہیئتہ"۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۳رذوالقعدہ ۱۴۲۲ھ

(۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے گاؤں میں ایک سرکاری اسکول کھلنے کی تجویز ہوئی جب تجویز پاس ہوئی تو گاؤں کے دو چار آدمی نے ملکر مدرسے میں جبراً اسکول کھول دیا جبکہ گاؤں کے اکثر وبیشتر لوگوں کا کہنا ہوا کہ اسکول مدرسے میں نہیں کھلے گا۔ اسی بات پر دونوں طرف سے بحث ومباحثہ شروع ہوا تو زید نے برجستہ علی الاعلان کہدیا کہ تم جو یہاں کھڑے ہو وہ میری دین ہے۔ اور یہ مسجد کی زمین بھی میری دین ہے۔ تم میرے سامنے کیا ہو۔ تم کو استنجا کرنے کی بھی جگہ نہیں ہے۔ بکر نے کہا ٹھیک ہے میری استنجا کی بھی جگہ نہیں ہے تو کیا آپ یہ مسجد کی زمین دیکر احسان اور دعوی کرر ہے ہیں۔ زید نے پھر کہا ہم کیا ہماری اولاد، ناتی، پوتا، سب دعوی کریں گے۔ واضح رہے کہ زید اور اس کے مددگار اس سے پہلے من مانی طور پر اپنے پیر کے نام مدرسے اور مسجد کی زمین بھی رجسٹری کروادیے ہیں۔ مسجد اور مدرسہ کے بیچ عام راستہ بطند مانگ رہے ہیں۔ مدرسہ اور مسجد میں "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" پڑھنا بند کروادیے ہیں اور اپنی بات نہ ماننے پر امام کو گالی بھی دیتے ہیں۔

زید اور بکر اور سارے لوگوں کے درمیان بحث ہونے کے بعد جمعہ کے دن امام نے کہا کہ زید پر توبہ لازم ہے، یا نہیں تو زید اور اس کے مددگار زمین کا معاوضہ لے لیں تاکہ گاؤں والے یہ احسان نہ سنتے رہیں، اور اگر زید اپنی بات واپس نہیں لیتا ہے اور اپنی ضد پر اڑا رہتا ہے تو مقبوضہ زمین پر نماز نہ ہوگی۔ زید کے لڑکے کا کہنا ہے کہ ہم اپنے باپ کو جھکنے نہیں دیں گے اور نہ توبہ کرنے دیں گے۔

اسی من مانی رجسٹری وغیرہ کی بنیاد پر ہمارے گاؤں کے چند افراد دوسری جگہ جمعہ کی نماز پڑھنے جاتے ہیں اور یہ تقریباً لگ بھگ دو تین سالوں سے ہمارے گاؤں میں چل رہا ہے، لیکن زید اور اس کے مددگاران سب باتوں کا فیصلہ نہیں دیتے ہیں۔ اور نہ دینے پر آمادہ ہیں۔ اب ہم لوگوں نے بھی عاجز آکر مسجد کو چھوڑ کر مدرسہ میں جمعہ کی نماز قائم کر لیا ہے۔

لہٰذا مفتی صاحب قبلہ سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ اس صورت میں زید پر توبہ لازم ہے یا نہیں؟ اور متنازع فیہ زمین میں نماز کا کیا حکم ہے؟ اور امام صاحب کا کہنا غلط ہے یا صحیح؟ اور معاوضہ دینا درست ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد قمر الہدی رضوی شمسی مقام چھونیاں پوسٹ بڑکا گاؤں ضلع ہزاری باغ جھارکھنڈ

الجواب

(۱) دینی تعلیم کے لیے جو مدرسہ بنایا گیا اس میں دنیاوی تعلیم کا اسکول کھولنا جائز نہیں۔ فقہ کی تمام کتابوں میں ہے: "لا یجوز تغییر الوقف عن ہیئتہ"۔

(۲) کسی زمین میں مسجد قائم ہونے کے بعد کسی کے نام اس کی رجسٹری کرنے کا مطلب اگر یہ ہو کہ اسی کے ہاتھ بیچ دیا، یا اس کو پیر کے نام ہبہ کردیا تو یہ بھی ناجائز اور حرام ہے۔ ہدایہ میں ہے: اذا صح الوقف لم" یجز بیعه و لا تملیکه (اولین :ص ۶۲۰)" اور بیع وہبہ صحیح نہیں ہوگا۔

(۳) یوں ہی اس کو اپنی ملک بتانا بھی ناجائز وگناہ ہے اسی میں ہے: "اذا صح الوقف خرج من ملك الواقف (اولین :ص:۶۱۸)"

(۴) یوں ہی اس کا لوگوں پر احسان جتانا ممنوع اور گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "لا یدخل الجنة بخیل ولا منان" (اتحاف السادة المتقین :۶/۳۲۳)

(۵) یوں ہی مسلمان کو گالی دینا بھی جرم وگناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "قتال المسلم کفر وسبابه فسق" (سنن النسائی:۷/۱۲۱)

پس اگر سائل اپنے بیان میں سچا ہے تو زید پانچ خلاف شرع امور کا مرتکب ومجرم اور گناہ گار ہے اس پر ضرور توبہ واستغفار لازم ہے اور جن لوگوں کو اذیت پہونچی ان سے معذرت کرنی چاہئے۔ اور اگر اس قسم کی بیہودہ گوئی سے باز نہ آئے اور مسجد میں لوگوں کو اذیت پہونچائے تو وہ اس لائق ہے کہ اس کو مسجد میں آنے سے روک دیا جائے۔ درمختار وشامی میں ہے: و یمنع منه کل موذ بلسانه ۔ بشرطیکہ فتنہ وفساد کا ڈر نہ ہو۔ اور فتنہ وفساد کا خوف ہو تو آپ لوگ ہی کسی دوسری جگہ اپنی جماعت قائم کرلیں۔ (فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۴۲۵) واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۴ر ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ

(۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

تقریباً بارہ برس ہوگئے لوگوں نے زمین خرید کر مسجد بنائی، پھر اس کے بعد مسجد سے متصل شمال کی جانب زمین خرید کر مدرسہ بھی بنایا اور مدرسہ کی بالائی منزل کی تعمیر بھی ہوچکی ہے۔ صورت یہ ہے کہ مسجد

کے سات کنگورے توڑ دیئے گئے ہیں اور مسجد کی دیوار پر مدرسہ کی دیوار بنائی گئی ہے اور اس میں چھ فٹ کا روشن دان لگایا گیا ہے۔ اور چھت کا کام بھی مکمل ہو چکا ہے، واضح ہو کہ دونوں کی بنیاد بھی الگ الگ ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد کی دیوار میں اس قسم کا تصرف کرنا درست ہے یا نہیں؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: حافظ فیض الرحمٰن بن حافظ وقاری محمد امین صاحب بھیرہ ولید پور مئو ۸/دسمبر ۲۰۰۴ء

الجواب

سوال کی عبارت سے ظاہر ہے کہ مسجد اور مدرسہ کی زمین علیحدہ علیحدہ، باری باری وقفہ سے خریدی گئی اور اس کی تعمیر بھی اسی طرح سے ہوئی، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دونوں دو اوقاف ہیں گو دونوں کے بنانے والے ایک ہی گروہ کے لوگ ہیں۔ درمختار میں ہے:

واتحد الواقف والجهة جاز للحاكم ان يصرف من فاضل والوقف الاخر عليه وان اختلف احدهما بان بنى رجلين مسجدين او رجل مسجدا و مدرسة ووقف عليهما لايجوز ذلك. (جلد سوم کتاب الوقف)

واقف اور وقف کی جہت ایک ہی ہو تو حاکم ایک وقف کی فاضل آمدنی دوسرے وقف پر صرف کر سکتا ہے۔ اور ان دونوں میں سے کسی بات میں اختلاف ہو بایں طور کہ دو آدمیوں نے دو مسجدیں بنوائیں اور دونوں پر اوقاف کئے یا ایک ہی آدمی نے مسجد اور مدرسہ بنایا تو ایک وقف کی فاضل آمدنی بھی دوسرے وقف کے مصارف میں خرچ نہیں ہو سکتی۔

اور صورت مسئولہ میں آمدنی کی بات تو الگ رہی، ایک وقف کا جز حصہ ہی دوسرے وقف کا جز بنا دیا گیا ہے، تو یہ کیسے جائز ہوگا؟ پھر زیادتی یہ کی گئی کہ مسجد کی امتیازی علامت کنگرہ توڑ کر اس پر دیوار بنا کر مدرسہ کی چھت ڈال دی گئی حالانکہ کتب فقہ میں تصریح ہے:

"لا يجوز تغيير الوقف عن هيئته" وقف کو اس کی ہیئت سے بدلنا جائز نہیں۔

پس جو کیا گیا ناجائز ہوا اس کا تدارک لازم ہے، مسجد کی طرف کا روشندان بھی بند کریں اور اس کی دیوار بھی خالی کی جائے اور جب مسجد اور مدرسہ کی بنیادیں علیحدہ علیحدہ ہیں تو مدرسہ کی بنیاد پر دیوار قائم کر کے اس پر مدرسہ کی چھت قائم کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۶/ذوالقعدہ ۱۴۲۵ھ

(۹) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید زمین کی پلاٹنگ کرتا ہے۔ عمر اور خالد نے زید سے گذارش کی کہ زید مدرسہ غوثیہ نور العلوم کے لیے تھوڑی زمین مناسب قیمت پر دیدے۔ زید نے کہا: میرا ارادہ پہلے ہی سے ہے کہ اپنی زمین سے آٹھ سو اسکوائر فٹ مسجد کے لیے وقف کرنے کا، اپنی ماں کے ایصال ثواب کی غرض سے۔ لہذا یہ زمین میں مدرسہ کے نام رجسٹری کر دیتا ہوں، لیکن اس پر تعمیر مسجد ہی ہوگی، چونکہ آٹھ سو اسکوائر فٹ آراضی ناکافی تھی اس لیے عمر خالد کی گذارش پر بلا قیمت زید؟ سات سو اسکوائر فٹ اور دینے کا وعدہ کیا تاکہ کل پندرہ سو اسکوائر فٹ ایک ساتھ ملکر ہو جائے آٹھ سو فٹ پر مسجد اور سات سو فٹ پر مدرسہ اور دونوں زمین اور عمارتیں متصل رہیں گی۔

مذکورہ صورت میں غیر رجسٹرڈ مفروضہ مدرسہ غوثیہ نور العلوم کے نام رجسٹری ہوئی، اس مفروضہ مدرسہ نور العلوم کمیٹی کا نائب صدر زید کو بنایا گیا۔ رجسٹری میں اس واقعہ کو تقریبا سات سال ہو گئے، اس درمیان اس پر کوئی تعمیر نہیں ہوئی، زمین جوں کی توں پڑی رہی۔ ابھی چند مہینوں قبل مدرسہ کمیٹی کے نائب صدر نے اس زمین کو ایک دوسرے شخص سے ڈیڑھ لاکھ میں فروخت کر کے دوسری جگہ اس رقم سے دوسرا مدرسہ بنام دار العلوم رشیدیہ قادریہ قائم کر دیا۔ اس سلسلہ میں مدرسہ غوثیہ نور العلوم کمیٹی کے نائب صدر یعنی زید اور سکریٹری کے علاوہ کسی فرد کو کوئی اطلاع نہیں دی گئی، نہ اس سلسلے میں کسی سنی دار الافتا سے رابطہ قائم کیا گیا، حالانکہ دار العلوم رشیدیہ کے قیام میں ایک سنی عالم شریک کار ہیں۔

اس پوری تفصیل کے بعد عرض یہ ہے کہ آیا صورت مذکورہ میں مدرسہ غوثیہ کے نام رجسٹری شدہ زمین برائے مسجد ومدرسہ کی شرعی نوعیت کیا ہے؟ واقف زید جو مدرسہ غوثیہ کا نائب صدر بنایا گیا تھا اسے اپنی موقوفہ آراضی بیچنے کا شرعا اختیار تھا؟ بائع ومشتری کے لیے کیا حکم ہے؟ مدرسہ ومسجد کی زمین کی مشترکہ رقم سے کسی دوسرے مدرسہ کا قیام جائز ہے یا نہیں؟ شریک کار عالم دین کا کیا حکم ہے؟ برائے کرم جواب سے نوازیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: حنیف اللہ خان، صدر مدرسہ حنفیہ فیض العلوم چینٹ لکھنؤ

الجواب

اس میں شبہ نہیں کہ مجوزہ مسجد ومدرسہ کے لیے پیشگی جائداد وقف کرنا جائز ہے گو اس کی عمارت ابھی نہ بنی ہو بشرطیکہ اس کے لیے زمین تجویز کر لی ہو۔ فتح القدیر میں ہے: وقف عقارا علی مسجد و مدرسة هيئا مكانا لبنائها قبل ان يبنى ها الصحيح الجواز۔ (فتح القدیر جلد ۶ ص ۲۱۸)

مسجد ومدرسہ کے لیے کوئی جگہ تجویز کر لی ہو عمارت سے قبل ہی اس کے لیے وقف جائز ہے اور یہ

بھی صحیح ہے کہ وقف صحیح ہو جانے کے بعد وقف کی جائداد واقف کی ملکیت نہیں رہ جاتی، اور واقف کسی دوسرے کو بھی اس کا مالک نہیں بنا سکتا، نہ بیع کر سکتا ہے۔ (درمختار بحوالہ بہار شریعت کتاب الوقف)

تو مذکورہ بالا جزئیات کے حکم کے بموجب مجوزہ مدرسہ غوثیہ اور مسجد کی موقوفہ زمین بیچنا گناہ اور معصیت ہے، اور زید اس کو دوسرے کے ہاتھ بیچ کر ضرور خلاف شرع حرکت کا مرتکب ہوا، اور اس ناجائز حرکت کی اصلاح کا مندرجہ ذیل طریقہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ اولا: وہ زمین واپس لیکر اس پر مجوزہ وقف بحال کی جائے۔ ثانیا: اس کی واپسی ناممکن ہو تو اس کی قیمت سے دوسری زمین خرید کر اس کو پہلے وقف کے قائم مقام کیا جائے۔ فتاوی قاضی خاں میں ہے:

الوقف مما يحتمل الانتقال من ارض الى ارض و يكون الثانى مقام الاول فان ارض الوقف اذا غضبها غاصب وجرى ماء عليه حتى صار بحرا يضمن قيمتها و يشترى بقيمتها ارضا اخرى فتكون ثانية وقفا على وجه الاول . (باب الوقف)

وقف ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف منتقل ہو سکتا ہے اور دوسری زمین پہلی کے قائم مقام ہوگی، اس لیے اگر وقف کی زمین کسی نے غصب کر لی اور وہ زمین دریا برد ہو گئی یعنی غاصب سے زمین کی واپسی ناممکن ہو گئی۔ تو غاصب سے اس زمین کی قیمت وصول کر کے اس سے دوسری زمین خریدی جائے تو یہ دوسرے کے قائم مقام ہوگی۔ اور اس میں بھی وہ تمام شرائط ملحوظ ہوں گی جو پہلی میں تھیں۔

پس صورت مسئولہ میں زید نے پہلی زمین (جو اس کی موقوفہ تھی) بیچکر شریعت کے خلاف کیا۔ ایسی صورت میں چاہئے تو یہ تھا کہ بیع رد کر کے وہی زمین لیکر پہلا وقف بحال کرتے لیکن یہ شاید ممکن نہ ہو سکا، اس لیے زید نے اس کی قیمت سے دوسری زمین خرید کر اس پر مدرسہ قائم کیا، اگر اسی قسم کا مدرسہ قائم کیا جیسا کہ مدرسہ غوثیہ کا پروگرام تھا تب تو فی الجملہ تلافی مافات ہوگی، مدرسہ کی جگہ مدرسہ قائم ہو گیا گو نام بدل گیا۔

لیکن مسجد کی آٹھ سو اسکوائر فٹ زمین کی قیمت مدرسہ میں صرف کرنا کسی طرح جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ وقف کرتے وقت زید ہی نے شرط لگائی تھی کہ آٹھ سو اسکوائر فٹ پر مسجد قائم ہوگی، اس کو بدلنا نہ اب زید کے قابو میں ہے نہ کسی دوسرے کے، فقہ کی کتابوں میں ہے کہ

"شرط الواقف كنص الشرع ولا يجوز تغيير الوقف عن هيئته"

واقف کی شرط شارع کے حکم کی طرح ہے اور وقف کو اس کی ہیئت سے متغیر کرنا جائز نہیں، تو مسجد کی زمین بلا معاوضہ مدرسہ میں خرچ کرنا ضرور ناجائز ہوگا، زید اور اس کے مددگار اور مشیر ضرور مواخذہ میں

گرفتار ہوں گے۔ کمیٹی کے دیگر افراد بھی بے داغ نہیں ہیں، نہ انہوں نے اس زمین کے آباد کرنے میں اتنی تاخیر کی ہوتی نہ زید کو اس میں خرد برد کرنے کا موقعہ ملتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۳ر محرم ۱۴۲۶ھ

(۱۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) پان کی ایسی جگہ ہے جہاں ہمہ وقت فرقہ وارانہ کشیدگی قائم رہتی ہے اور کبھی بھی حالات خراب ہو سکتے ہیں، بلکہ ماضی قریب میں فرقہ وارانہ تصادم بھی ہو چکا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ مسلمانوں کا قبرستان ایسا ہے کہ یہ مین روڈ میں واقع ہے اور اس کی کافی دکانیں ہیں آمدنی کی اتنی افراط ہے کہ قبرستان کی ضروریات پوری کرنے کے بعد بھی کرائے کے رقوم فاضل بچتے ہیں۔

مقامی مسلمانوں کی اپنی مالی حالت اتنی اچھی نہیں ہے کہ اس پرفتن دور میں اپنی دفاعی قوت مضبوط کر سکیں۔ اغیار اسلام و مسلم قوم پر ظالمانہ کاروائی کرتے ہیں اور مسلمانوں کو اپنے ظلم کا شکار بنا رہے ہیں۔ مقامی مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات آئی کہ جب قبرستان کی آمدنی کے رقوم وافر مقدار میں حاصل ہو رہے ہیں تو کیوں نہیں ہم قبرستان کی ضروریات کی تکمیل کے بعد باقی ماندہ رقوم کو قوم کی دفاعی قوت پر صرف کریں۔ مذکورہ بالا وجوہات کے پیش نظر دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مذکورہ رقوم جو قبرستان کی ضروریات کی تکمیل کے بعد بچتی ہیں، قومی تحفظ کے لیے ان کا استعمال کر سکتے ہیں؟ کیا مسلمانوں کی دفاعی قوت کو مضبوط کرنے کے لیے ان باقی ماندہ رقوم کو استعمال میں لا سکتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں ہماری رہنمائی کریں۔

(۲) چونکہ ملک میں چہار جانب فرقہ وارانہ کشیدگی قائم ہے اور جا بجا فسادات ہو رہے ہیں، ایسے میں وہ قومی مسلمان (جنہیں حکومت ہند مسلمان جانتی اور مانتی ہے) جو درحقیقت قرآن وحدیث کی روشنی میں گمراہ۔ جن سے شریعت مطہرہ معاشرتی بائی کاٹ کا حکم دے رہی ہے۔ کیا سنی بریلوی مسلمان کی مسجد و قبرستان کی دکانیں انہیں کرایہ پر دی جا سکتی ہیں یا نہیں؟ مدلل ومفصل تحریر کریں۔

المستفتی: اراکین انجمن گلشن رضا (قبرستان کمیٹی)

بان کی، ضلع پلامو، جھارکھنڈ بتاریخ ۲۶ر جمادی الاخری ۱۴۲۴ھ، مطابق ۲۷ر اگست ۲۰۰۳ء

الجواب

سائل نے اپنی تحریر کے زور میں دو الگ الگ مسئلوں کو ایک میں جوڑ دیا ہے۔ ہمارے خیال میں آپ کے یہاں کا پہلا مسئلہ تو مسلمانوں کی جان ومال اور عزت کی حفاظت کا مسئلہ ہے، جس کی ضمانت

ہندوستان کے دستور میں بھی ہے اور حقوق انسانی کے منشور میں بھی ہے۔ یہ ایک بے داغ اور انسانی حق کا مسئلہ ہے۔ اور امان وحفظ جان ومال کی اصل ذمہ داری حکومت کی ہے۔ لیکن متعلقہ اہل کاران حکومت اس کا کتنا خیال رکھتے ہیں اور یہ اپنی ذمہ داری سے کس حد تک عہدہ برآ ہوتے ہیں۔ یہ دنیا پر عیاں ہے۔ اور عیاں چہ بیان، البتہ مسلمان اس سلسلہ میں اپنا حصہ کس طرح ادا کر سکتے ہیں؟ اس موضوع پر میں نے ایک مضمون میں تفصیل سے لکھا ہے، جس کی نقل بھیج رہا ہوں۔

اس کو غور سے پڑھئے اور ہو سکے تو اس پر عمل کیجئے اور خبر دار کسی غیر قانونی حرکت کا ارتکاب نہ کیجئے گا کہ اس سے فائدہ کے بجائے نقصان ہوگا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ قبرستان کی آراضی یا دوکان کی آمدنی کسی دوسرے قومی مصرف میں صرف ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس سوال کا اصل جواب یہ ہے کہ ایک وقف کی فاضل آمدنی کسی دوسرے وقف کے مصرف میں صرف کرنا بھی حرام ہے۔ تو اور مصارف میں صرف کرنے کا کیا سوال؟ درمختار میں ہے:

ان اختلف احدهما بان رجلين بنى مسجدين او رجل مسجدو مدرسة ووقف عليهما اوقافا لايجوز له ذلك۔

دو آدمیوں نے الگ الگ دو مسجدیں بنائیں یا ایک ہی آدمی نے مسجد اور مدرسہ علیحدہ علیحدہ بنایا تو ایک وقف کی فاضل آمدنی دوسرے وقف میں لگانا جائز نہیں ہے۔

ہاں بہار شریعت میں عالمگیری کے حوالہ سے بیان کیا کہ مسلمانوں پر کوئی حادثہ آپڑا ہو جس میں روپیہ خرچ کرنے کی ضرورت ہو مگر روپیہ کی کوئی سبیل نہیں ہو اور مسجد کے اوقاف کا روپیہ جمع ہو تو بطور قرض مسجد سے رقم لی جا سکتی ہے۔ بدمذہبوں کے ساتھ موالات (دوستی) منع ہے لیکن بوقت حاجت معاملات کی ممانعت نہیں۔ آپ موچی سے جوتا سلاتے ہیں دوستی تو نہیں کرتے۔ اسی طرح بدمذہبوں سے میل جول، گھال میل، اور کھان پان، رکھے بغیر اگر معاملہ کے صحیح ہوں تو کرایہ دار رکھنا منع نہیں۔ اس کے لیے بھی اگر اپنے لوگ جو قابل بھروسہ ہوں ملیں تو ان سے ہی معاملہ کرنا اچھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۵ر محرم ۱۴۲۶ھ

(۱۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کے گاؤں کی مسجد منہدم ہوئی جس کی کچھ جمع شدہ رقم بھی ہے لیکن، اب اس کی تعمیر نو کی صورت میں ہندو اور مسلم کے درمیان اختلاف وفساد برپا ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مسجد کی تعمیر نو کسی صورت سے ممکن نہیں ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ رقم کسی دوسری مسجد پر صرف ہو سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن

وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔ حضور والا سے گذارش ہے کہ جواب جلد عنایت فرمائیں کیونکہ معاملہ کش مکش کے عالم میں ہے۔ المستفتی: محمد زین الدین رضوی بھاٹ گوری

الجواب

اگر واقعہ یہی ہو کہ منہدم مسجد کی تعمیر تو ممکن نہ ہو تو وہ رقم کسی دوسری مسجد میں صرف کردی جائے۔
(فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۴۰۵) عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۱۸ر صفر ۱۴۲۶ھ

(۱۲) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

موضع حسین آباد مبارکپور میں آبادی کے درمیان ایک پرانی مسجد ہے۔ اب ضرورت کے پیش نظر مسجد کی توسیع کروانا ہے۔

مسجد کے متصل ایک زمین ہے جو سرکاری کاغذات میں امام باڑہ کے نام سے درج ہے اس کے صحن کے بیچ میں ایک تعزیہ رکھنے والا چوک بھی تھا پورے صحن کی زمین ہموار ہے۔ امام باڑہ مذکور کے کسی متولی وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ مذکورہ صحن ہر خوشی وغمی میں استعمال ہوتا ہے۔

توسیع مسجد کے سلسلہ میں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حسب ضرورت صحن میں بڑھا کر مسجد کی توسیع کی جائے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ صحن کو ایسے ہی حالت پر برقرار رکھا جائے کیونکہ یہ زمین مسجد کی نہیں، امام باڑہ کی ہے۔ اس بات کو لیکر یہاں اختلاف ہے۔ اس سلسلہ میں چند سوالوں کے جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔ واضح ہو کہ قانونی طور سے وقف کی مستقل جائداد میں متولی کو کسی قسم کی تبدیلی کا اختیار قطعا نہیں ہے، گو اس کا کوئی متولی نہیں ہے۔

(۱) مذکورہ صحن جو کہ امام باڑہ کے نام سے ہے، اس میں مسجد کی تعمیر یا توسیع شرعا درست ہے یا نہیں؟

(۲) گرام سبھا کی زمین جس کا گرام سبھا کا ہر باشندہ خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم حق دار ہے۔ ایسی زمین پر مسجد کی تعمیر یا توسیع ہو سکتی ہے؟

(۳) ایسا قبرستان جس میں مردوں کو دفن کیا جانا بند ہو چکا ہو اور قبروں کے نشانات مٹ چکے ہوں مگر لوگ جانتے ہوں کہ قبرستان ہے تو کیا اس میں مسجد کی تعمیر کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: رفیع الزماں

الجواب

وقف کی صحت کے لیے دو شرطیں ہیں: (۱) خود واقف کے نزدیک بھی وہ کام کار ثواب ہو (۲) دوسری یہ کہ وہ کام خود مذہب اسلام کی رو سے بھی کار ثواب ہو، اور امام باڑہ بنانا چاہے واقف کے

نزدیک کار ثواب ہو لیکن اسلام کے نزدیک سرتاپا گناہ کا کام ہے کہ موجودہ تعزیہ داری اپنے موجودہ لوازم کے ساتھ ناجائز و حرام ہے۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: امام باڑہ کا وقف نہیں ہوسکتا وہ جس نے بنایا اس کی ملکیت ہے اور وہ نہ ہو تو اس کے وارثوں کی ملک ہے (فتاویٰ رضویہ ششم ص ۳۳۳) اور سائل کے بیان سے واضح ہے کہ اب اس کا کوئی متولی یا داد خواہ یا وارث نہیں، تو اب وہ غیر آبادی پرتی ہے۔ کہ اس کو اصطلاح میں نزول کی زمین کہتے ہیں۔

یا جس کو سائل نے گرام سبھا کی زمین کہا ہے ایسی زمین کے لیے حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے عادی الارض للہ ولرسولہ۔ نزول کی زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہوتی ہے۔ تو ایسی زمینوں کو اگر مسلمانان اہل سنت و جماعت مسجد میں شامل کریں تو مسجد ہو جائے گی کہ مسجد بنانا سچے مسلمانوں کا ہی حق ہے۔ ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ [التوبۃ :۱۸)

البتہ قبرستان میں اگر چہ دفن بند ہو گیا ہو اور قبر کے نشانات مٹ گئے ہوں تو اس کی زمین مسجد میں نہیں شامل کی جاسکتی وہ ہمیشہ مقبرہ ہی کے حکم میں رہے گا۔ عالمگیری جلد دوم ص ۴۷۱ پر ہے:

سئل عن المقبرة اندرست فی القری و لم یبق فیه اثر الموتیٰ لا العظم ولا غیره هل یجوز زرعها واتغللها قالا لان لها حکم المقبرة ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۷ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

(۱۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ۔

(۱) سید حسین اشرف سجادہ نشین نے بذریعہ وصیت کے اپنی جائداد اپنے ورثہ کو دی۔ منجملہ اس کی جائداد خانقاہ مرتضی اشرف معروف پٹی شکر اللہ شاہ، وجیہ الدین اشرف کو بدیں مضمون وصیت دیا اور اپنا سجادہ نشین کیا۔ ''مضمون وصیت''

پٹیات خانقاہ و پٹیات مرتضی اشرف جو بذریعہ ڈگری حق شفع حاصل ہوئی ہے، متعلق مصارف خانقاہ بقبضہ سجادہ نشین عزیزی مولوی حکیم الشاہ وجیہ الدین جنکی خلافت وسجادگی کا اعلان باخذ بیعت من مقر نے کیا۔ اور اب بذریعہ وصیت نامہ ہذا بہ عطائے خرقہ وغیرہ ان کو سجادہ نشین کرتا ہوں۔

۔ مولوی شاہ وجیہ الدین اشرف سلمہ یوم العرس جدی و مرشدی غوث الاعظم سلطان مخدوم اشرف جہانگیر خرقہ پوشی و فاتحہ وغیرہ بحیثیت سجادہ نشین ادا کیا کریں۔ علماء و مشائخ و فقراء و مساکین وارد و صادر کی خدمت حتی المقدور کیا کریں۔

(۱) اس میں دریافت طلب یہ ہے کہ جو جائداد متذکرہ وصیت نامہ سے سید حسین اشرف صاحب

نے شاہ وجیہ الدین صاحب کو کی، کیا ان کی ذاتی ملک مانی جائیگی؟

(۲) شرعاً وقف نامہ زبانی ہونا چاہئے یا تحریری؟ اور زبانی وقف نامہ ہو تو اس کے کیا شرعی الفاظ ہونے چاہیے؟

(۳) اگر کوئی شخص تاحیات خود منجملہ اپنی جائداد کے ایک جائداد کی کل توفیر امور خیر میں صرف کرتا رہا، لیکن وقف کا اظہار زبانی یا تحریری نہیں کیا وہ جائداد محض امور خیر میں صرف کرنیکی وجہ سے شرعاً وقف سمجھی جائے گی؟ اور اس کے ورثہ بھی اس جائداد کی توفیر امور خیر میں صرف کرنے پر مجبور کیے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) ایک پٹی موسومہ پٹی خانقاہ جو مشترکہ پٹی تھی جس میں سید حسین اشرف سجادہ نشین مابعدو دیگر خاندانی لوگ حصہ دار و مالک تھے۔ جملہ حصہ داران و مالکان پٹی مذکورہ نے متفقہ طور پر سید حسین اشرف سجادہ نشین کی سپردگی میں اس لیے دیا تھا کہ وہ اس پٹی کی توفیر سے بزمانہ عرس مخدوم صاحب جملہ حصہ داران کے مہمانان و سجادہ نشین خود اپنے مہمان و مریدین و علماء و مشائخ و مساکین کو کھلا دیا کریں گے، اور مخدوم صاحب کی فاتحہ بھی کرائیں گے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ ان مدات خرچ میں کس مد کے خرچ کو شرعاً امور خیر کہا جائے گا؟

(۵) پٹی مذکورہ جو مشترکہ تھی جس کو جملہ مالکان پٹی نے عرس میں خرچ کرنے کیلیے سید حسین اشرف سجادہ نشین کی سپردگی میں دیا تھا۔ اس مشترکہ پٹی مذکورہ کو سید حسین اشرف سجادہ نشین تنہا بلا شمول دیگر مالکان پٹی کے اپنے جانشین کو بذریعہ وصیت منتقل کرنے کا شرعی حق رکھتے ہیں یا نہیں؟

(۶) بعد وفات سید حسین اشرف صاحب سجادہ نشین سید وجیہ الدین اشرف پٹی خانقاہ پر قابض ہوئے۔ اور اس کی توفیر سے مثل سید حسین اشرف صاحب کے بموجب سوال۔ ۴ر کے خرچ کرنے لگے، عرصہ ہوا کہ چار نفر حصہ داران پٹی نے بقدر اپنے حصص کے سید وجیہ الدین اشرف صاحب سجادہ نشین کے خلاف دعویٰ کیا کہ یہ پٹی وقف ہے، لیکن عدالت نے وقف نہیں مانا، اور دعویداران کے حصص کے بقدر ڈگری ہوگئی۔ اس کے بعد گیارہ نفر حصہ داران نے دوسرا دعوی اپنے حصص کا خلاف سجادہ نشین دائر کیا اس میں بھی ڈگری ہوگئی اور وقف نہیں مانا گیا۔ بعدہ تیسرا دعویٰ منجانب مسلمانان خلاف سجادہ نشین دائر ہوا کہ جائداد وقف ہے، دعوی خارج ہوا اور وقف نہیں مانا گیا۔ چوتھا دعوی اڑسٹھ نفر حصہ داران نے خلاف سید وجیہ الدین اشرف سجادہ نشین دائر عدالت کیا۔ دوران مقدمہ سجادہ نشین صاحب کی وفات ہوگئی، متوفی موصوف کے جملہ ورثہ شرعی یعنی پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں فریق مقدمہ کئے گئے، بیٹوں میں سید عبدالحی اشرف صاحب بذریعہ وصیت سجادہ نشین تھے، فریقین میں اس طرح سے صلح ہوگئی کہ جزء دو حصہ جملہ ورثہ متوفی

سجادہ نشین کے حق میں چھڑالیا اور بقیہ جائداد حصہ داران کے حق میں ڈگری ہوگئی۔ اس کے بعد سات نفر حصہ داران نے اپنے حصص کا دعوی خلاف عبدالحی اشرف صاحب سجادہ نشین مع دیگر چار نفر برادران و دو نفر ہمشیرگان دائر عدالت کیا، اس مقدمہ میں اس طرح پر صلح ہوئی کہ جز جائداد بحق سید عبدالحی اشرف صاحب وغیرہ کے چھوڑ دی گئی۔ بقیہ جائداد دعویداروں کے حق میں ڈگری ہوگئی۔ والد شاہ فصیح الدین و والد شاہ فصاحت حسین ومحمد یوسف نے دعوی نہیں کیا اور بقدر حصہ سید حسین اشرف وسید وجیہ الدین اشرف صاحبان باقی رہا۔ اب مشترکہ پٹی خانقاہ کے بعد نکل جانے جائداد دعویداروں کے دعوی پر جزء جائداد جو پچہتر ۷۵ حصہ داران کے بذریعہ صلح بحق ورثہ سید وجیہ الدین اشرف چھوڑا تھا اور تین نفر حصہ داران جنھوں نے دعوی نہیں کیا، اور جائداد بقدر حصہ سید حسین اشرف صاحب سجادہ نشین جس کو انھوں نے بذریعہ وصیت اپنے مقرر کردہ سجادہ نشین سید وجیہ الدین اشرف کو دیا تھا، اور سید وجیہ الدین اشرف سجادہ نشین مابعد کے باقی حصہ کی جائداد کی مشترکہ پٹی خانقاہ میں رہ گئی تھی جو شاہ وجیہ الدین صاحب کے پانچوں بیٹوں کے درمیان تقسیم ہوگئی تھی۔

اس میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ بعد نکل جانے جائداد کے جس قدر جائداد پٹی خانقاہ میں رہ گئی جس کو وجیہ الدین صاحب کے پانچوں بیٹوں نے بحصہ مساوی تقسیم کرالیا تھا اور اس پر قابض ہوگئے یہ جائداد شرعا وقف ہوئی یا نہیں؟

(۷) جو جزء جائداد حصہ داران نے بذریعہ صلح نامہ بحق ورثہ سید وجیہ الدین صاحب چھوڑا تھا اور صلح نامہ میں بھی وقف نہیں کیا گیا تھا اور تین نفر حصہ داران نے دعوی نہیں کیا لیکن کوئی وقف نامہ نہیں تجویز کیا تھا اور نہ سید حسین اشرف صاحب نے بقدر اپنے حصہ کا کوئی وقف نامہ تحریر کیا تھا اور نہ وصیت خود نوشتہ میں وقف کیا، اور نہ سید وجیہ الدین اشرف صاحب نے کوئی وقف نامہ تحریر کیا اور نہ اپنے نوشتۂ وصیت میں وقف کیا بوقت دعوی اور عذرات کے علاوہ ایک یہ بھی عذر کیا تھا کہ یہ پٹی خانقاہ وقف ہے۔ جس کو عدالت نے نہیں مانا، ایسی حالت میں کہ کوئی وقف نامہ مالکان کی جانب سے تحریر نہیں ہے محض جواب دعوی میں یہ عذر لینے سے کہ پٹی خانقاہ وقف ہے شرعا وقف کی صف میں آتی ہے یا نہیں؟

(۸) سید وجیہ الدین اشرف سجادہ نشین کے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ وہ صاحب جائداد تھے۔ علاوہ زائد جائداد کے سید حسین اشرف سجادہ نشین نے بذریعہ وصیت اپنا سجادہ کیا تھا اور جائداد بھی دی تھی اور مشترکہ پٹی خانقاہ بھی اسی وصیت کے ذریعہ سے دیا تھا، سید وجیہ الدین اشرف بذریعہ وصیت بدیں مضمون منجملہ اپنے لڑکوں کے حکیم سید عبدالحیٔ اشرف کو جائداد متعلق خانقاہ بھی دیا تھا۔

مضمون وصیت میں اپنے بیٹے سید عبد الحیٔ اشرف کو جو بلحاظ مبلغ علم وفضل کے کافی قابلیت و استعداد سجادہ نشینی وتولیت رکھتے ہیں۔۲۲ رمحرالحرم ۱۳۵۳ھ کو مطابق ۴ رمئی ۱۹۴۰ء مجمع عام میں حسب طریقہ خاندانی داخل سلسلہ کردیا تھا اور حسب رواج ومراسم خاندانی سجادہ نشین ومتولی درگاہ شریف کا مقرر کیا ہے۔

چنانچہ بذریعہ تحریر وصیت نامہ اب سید عبد الحیٔ کا تقرر کرتا ہوں۔اب میرے بعد سید عبد الحیٔ اشرف درگاہ شریف کے سجادہ نشین ومتولی ہونگے۔اور خدمت وفرائض سجادہ نشینی و تولیت درگاہ مذکور مع جمیع اختیارات وتصرفات جو بحیثیت سجادہ نشین ومتولی خانقاہ وجائداد متعلقہ خانقاہ حاصل ہیں،ادا کریں گے۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ وصیت نامہ میں صرف جائداد متعلقہ خانقاہ درج ہے،جیسا کہ وصیت نامہ مندرجہ بالا سے ظاہر ہے۔اور جائداد کی کوئی تفصیل بھی نہیں۔منقولہ یا غیر منقولہ یا کس قسم کی جائداد ہے ۔نہ کوئی پتہ ہے کہ کیا ہے اور کہاں ہے۔لیکن اس جائداد کی تفصیل یوں کی جاتی ہے کہ جو جائداد متعلقہ خانقاہ ہے وہ مشترکہ پٹی خانقاہ ہے۔یہ وقف ہے لیکن کوئی وقف نامہ نہیں ہے۔کیا یہ جائداد شرعا وقف کی صف میں آتی ہے۔اور اس جائداد کے متولی سید محمد عبد الحیٔ اشرف سجادہ نشین سمجھے جاسکتے ہیں۔

(۹) سید محمد عبد الحیٔ اشرف کا یہ قول ہے کہ اس مشترکہ پٹی خانقاہ کا مصرف امور خیر ہیں جو بزمانہ سید حسین اشرف ہوتا رہا۔بعد انکی وفات کے سید وجیہ الدین اشرف اسی طریقہ سے صرف کرتے رہے ہیں،جو جائداد دعوی داران سے نکل گئی ہے اس کے بعد جو باقی رہی ہے وہ وقف ہے۔اور وہ سب ان امور خیر کیلیے ملنا چاہئے۔ورنہ ان کا مواخذہ ان کے ذمہ رہے گا۔ان کے دیگر برادران کا کہنا ہے کہ یہ پٹی وقف نہیں ہے۔کسی حصہ دار نے کبھی کوئی وقف نامہ تحریر نہیں کیا ہے۔اس لیے واپسی کا کوئی سوال ہی نہیں ہوسکتا اور عدالت نے بھی کوئی وقف نہیں مانا ہے۔نہ حصہ داران نے بھی کوئی وقف نامہ تحریر کیا ہے۔صرف سید وجیہ الدین اشرف نے دعویداران کے دعوے کے جواب میں وقف کا عذر کیا تھا اور جائداد دعوے سے نکل گئی۔ایسی حالت میں جو جائداد رہ گئی تھی اور سید وجیہ الدین اشرف کے پانچوں لڑکوں میں حصہ مساوی تقسیم بھی ہوگئی۔تو کیا یہ شرعا وقف سمجھی جاسکتی ہے؟ اور اس کا مواخذہ سید محمد عبد الحیٔ اشرف سے ہوگا۔یا کسی پر مواخذہ وقف کا نہ ہوگا۔یا ان سب لوگوں پر جن جنکے قبضہ میں جائداد متعلقہ خانقاہ ہوگی مواخذہ ہوگا فقط۔

الجواب

سائل سے حیات خانقاہ کے بارے میں تفصیل چاہی گئی لیکن اس نے اس سے انکار کردیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دانستہ اس پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے۔بہر حال اگر حقیقت وہی ہے جو سائل نے اس مین کے بارے میں اپنے سوال نمبر۔۴،، میں ذکر کیا ہے کہ پٹی مشترکہ تھی جس کے بہت سے مالک تھے

اور سب نے متفقہ طور پر اس کو سید حسین اشرف کی سپردگی میں دیا کہ اس پٹی کی آمدنی سے بزمانہ عرس مہمانان مریدین، علماء ومشائخ، فقراء ومساکین کو کھانا کھلادیا کریں گے اور مخدوم صاحب کی فاتحہ بھی کریں گے تو مالکان کے اس لفظ سے یہ زمین وقف ہوگئی۔ عالمگیری میں ہے:" اما رکنه فالالفاظ الخاصة الدلالة علیه) " (۲/۱۷/٤) اور اسی کے تحت یہ جزیہ ہے "رجل قال فی مرضه اشتروا من غلة داری هذه کل شهر بعشر دراهم خبزا وفرقوا علی المساکین صارت الدار وقفا اور اسی سے یہ معلوم ہوا کہ صرف عمل سے وقف ثابت نہیں ہوتا۔ چاہے مصارف خیر میں زندگی بھر خرچ کرتا رہے کہ وقف کا رکن الفاظ مخصوصہ کا ادا کرنا ہے، صحت وقف کیلیے وقف نامہ کا تحریری ہونا ضروری نہیں نہ صحت وقف کیلیے کہیں بھی تحریر کی شرط لگائی گئی ہے۔ اور جب ایک بار یہ زمین وقف ہوگئی تو اس کے بعد جس قدر بانٹ بکھیرا ہوا شرعا ناجائز تھا۔ اور وقف میں بیجا تصرف ہوا۔ اب صرف یہ بات رہ جاتی ہے کہ سید حسین اشرف صاحب سجادہ نشین کا سید وجیہ الدین اشرف کو اس کا متولی بنانا جائز ہے یا نہیں؟ تو فتح القدیر میں ہے:" وللمتولی ان یفوض الی غیره عند موته (ج٦/ص ٦٢٤) " وقف کا متولی اپنی وفات کے وقت کسی دوسرے کو متولی بنا سکتا ہے جس طرح وصی اپنی موت کے وقت کسی دوسرے کو اپنی طرح وصی مقرر کرسکتا ہے۔ شامی میں ہے" هذا اذا لم یکن الواقف شرط بعد المتولی المذکور الی ان قال لانه یصیر مشروطا ایضا " یہ حق متولی کو اس وقت ہوتا ہے کہ متولی کے بعد خود واقف نے کسی دوسرے کو متولی نہ مقرر کیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۷ ربیع الاول ۸۰ھ

(۱۴) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید وبکر جائیداد موقوفہ کے متولی ہیں جو مشترکہ امورات موقوفہ کے بجالانے کے ذمہ دار ہیں۔ وقف مذکور سنی وقف بورڈ سے الحاق شدہ ہے مواضعات موقوفہ میں سیکڑوں بیگہ آراضیات سیر خود کاشت تھی وقف نامہ میں جائیداد موقوفہ کے کسی جز کو نقصان پہنچانے یا کسی قسم کے انتقال کرنے کا کوئی اختیار کسی متولی کو نہیں ہے، جیسا کہ عبارت وقف نامہ۔۸، سے ظاہر ہوتا ہے۔ دفعہ ۸۔۹، جائیداد جو ناقص ہے حاکم ضلع سے اطلاع کر کے اس کو فروخت کردیں اور اس سے عمدہ جائیداد وقف کے واسطے خرید کریں، مجھے بہرحال اختیار ہوگا کہ جائیداد موقوفہ کی ترقی کروں مگر کسی حالت میں بھی مجھے یہ اختیار نہ ہوگا اور نہ میرے بعد کسی متولی یا منتظم کو اختیار ہوگا کہ کسی قسم کی مضرت یا نقصان جائیداد موقوفہ کو پہنچاوے یا کسی قسم کا انتقال کرے۔

متولی بکر نے حاکم ضلع یا وقف بورڈ سے اجازت لیے بغیر سیکڑوں بیگہ آراضی اپنے لڑکوں کے نام

معمولی سالانہ لگان پر کسی پٹہ وغیرہ نہیں، بلکہ یونہی ایکٹ کے اس دفعہ کے تحت منتقل کر دیا ہے کہ جس کی رو سے لڑکے آراضیان موقوفہ کے کاشت کار دخل کار بن گئے ہیں یعنی بالفاظ دیگر وہ مالک کامل بن گئے ہیں۔
اب متولی بکر آراضیات موقوفہ کو اپنے لڑکوں سے بجز استعفی (جس کا دینا انکی مرضی پر منحصر ہے) اور کسی طرح واپس نہیں لے سکتا علاوہ بریں وہ لڑکے متولی بکر ہی کے ساتھ رہتے ہیں، اور موقوفہ آراضی کا مکمل انتظام متولی مذکور کے حسب منشاء ہوتا ہے اور وہی اس سے کل فائدہ بھی اٹھاتا ہے، لڑکوں کا کوئی دخل انتظام میں نہیں ہے، متولی بکر اپنے اس فعل کو بموجب شرع اور بموجب وقف نامہ سمجھتا ہے اور دلیل یہ دیتا ہے کہ وقف کی آراضی کو متولی اپنے لڑکوں کو کاشت کاری پر دے سکتا ہے اور شرع اس کی اجازت بھی دیتی ہے اور اس نے اس مسئلہ پر فتوی بھی لے رکھا ہے۔ متولی زید نے بھی بغیر حاکم ضلع وقف بورڈ کی اجازت کے سیکڑوں بیگہ آراضی بکر کی طرح غیروں کو کثیر نذرانہ لیکر منتقل کر دیا ہے اور اس رقم سے کوئی نئی جائیداد وقف کیلیے نہیں خریدا ہے۔ متولی زید اپنے اس فعل کو شرعی اعتبار سے جائز سمجھتا ہے اور دلیل یہ دیتا ہے کہ چونکہ جائیداد موقوفہ کی حفاظت کرنے اور اس کو وسعت دینے میں اس کے والد یعنی سابق متولی کا لاکھوں روپیہ لگ چکا ہے اس لیے وہ وقف کی آراضیات کو نذرانہ پر اٹھا کر اس رقم کو وصول کر رہا ہے۔

(۱) کیا متولی بکر کا متذکرہ بالا فعل بموجب شرع و بموجب وقف نامہ ہے؟

(۲) آراضیات موقوفہ کو کاشت پر دینے کے شرعی طریقے کیا ہیں؟

(۳) متولی اپنے حقیقی لڑکوں کو جو اسکے ساتھ رہتے ہیں کن شرعی شرائط اور طریقوں سے آراضی موقوفہ کو کاشت پر دے سکتا ہے؟

(۴) متولی زید کا مذکورہ بالا فعل دلیل شرعی کے اعتبار سے جائز ہے یا ناجائز؟

(۵) متولی زید کا مذکورہ بالا فعل خلاف وقف نامہ ہے یا نہیں؟

المستفتی سید معروف حسین بستی ۱۰ ار اگست ۵۹

الجواب

شرع شریف نے وقف کی حفاظت اور حالت موقوفہ پر اس کی بقا کو ضروری قرار دیا ہے، اسی لیے اس وقف کی آمدنی کا سب سے پہلا مصرف خود اس وقف کی حفاظت اور تعمیر ہے۔ در مختار میں ہے: "و يبدأ من غلته بعمارته (ج٦/٤٣٨)"، اور شامی میں ہے: "بان يصرف الى الموقوف عليه حتى يبقى على ما كان عليه دون الزيادة وان لم يشترط ذالك كما فى الزاهدى (ج٦/٤٣٨) (ملخصا) وقف کی آمدنی سے سب سے پہلے وقف کی مرمت اور حفاظت کی جائے

گی، یعنی جس حالت پر وہ جائیداد موقوف ہوئی تھی اسی حالت پر اس کو باقی رکھا جائے گا چاہے واقف نے وقف نامہ میں اس کی تصریح کی ہو یا نہ کی ہو، اور اگر کسی نے وقف کو کسی قسم کا نقصان پہنچایا تو اس سے تاوان وصول کیا جائے گا۔ شامی میں ہے: "کون التعمیر من غلة الواقف اذا لم یکن الخراب بصنع احد ولذا قال فی الولوالجیة رجل اجر دار الوقف فجعل المستاجر رواقها مربطا للدواب وخرابها یضمن (ج٦/٤٣٨)۔ وقف کی آمدنی سے جائیداد موقوفہ کی اصلاح وتعمیر اس وقت ہے، جب کہ وہ خود ہی خراب ہوگئی ہو اور اگر کسی نے نقصان پہونچایا، مثلاً اگر کسی موقوفہ مکان کا کوئی حصہ کرایہ دار نے اپنے فعل سے خراب کردیا تو اسے تاوان دینا ہوگا۔

پس صورت مسئولہ میں جب یہ خطرہ ہے کہ آراضی وقف کی ملکیت سے نکل کر کاشت کار کی ملکیت ہوجائے گی تو یہ فعل ناجائز وحرام ہوا جیسا کہ اوپر گزرا نیز درمختار میں ہے: "فلا یجوز له ابطاله ولا یورث عنه (ج٦/٤٠٨)۔ عالمگیری میں ہے: "لا یملك بیعه ولا یورث عنه (ج٢/٤١٧) پس زید کا اس زمین کی ملکیت بدل دینا قطعاً ناجائز ہے، جب کہ اس نے معاوضہ میں کوئی زمین اس کے قائم مقام نہ کی، اور نذرانہ پر دینے کا یہ مطلب ہے کہ ملکیت تو وقف کی باقی رہے گی اور اس سے منافع مال گزاری حاصل ہوتا رہے گا تو یہ جائز ہے، لیکن متولی کو اس مقدار سے زائد (جو وقف نامہ میں مذکور ہے) لینا ناجائز وحرام ہے۔ رہ گیا زید کا یہ کہنا کہ میرے والد نے اس کی بقاء وحفاظت وتوسیع پر لاکھوں روپیہ صرف کیا ہے تو اگر اس کا باقاعدہ شرعی ثبوت ہو کہ متولی سابق نے اس جائیداد کی درستگی کیلیے واقعی قرض لیا ہے تو وہ قرض جائیداد کو باقی رکھکر آمدنی سے وصول کیا جاسکتا ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی　مبارکپور اعظم گڑھ ۵ رجمادی الاخری ۹۷ھ

(۱۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید وبکر جائیداد موقوفہ کے دو متولی ہیں جو مشترکہ جائیداد موقوفہ کے امور بجالانے کے ذمہ دار ہیں وقف مذکورہ سنی سنٹرل وقف بورڈ سے الحاق شدہ ہے۔ اور اس میں علاوہ دیگر جائیداد دو مکانات بھی ہیں جن کی بابت وقف نامہ کی عبارت حسب ذیل ہے۔

دفعہ ٦۔ مکان واقع پکہ بازار حسب چوحدی ذیل جب تک کہ میں زندہ ہوں اس میں رہوں گا اور جو کچھ روپیہ جو کہ بطور کرایہ مکان مذکورہ سے وصول ہو وہ غربائے پکہ بازار کو دیا جائے اور مرمت مکان اس کی منافع جائیداد موقوفہ سے ہوا کرے گی، اور مکان عالم پور تپہ اوجیار پرگنہ مگھر پورب تحصیل خلیل آباد ضلع بستی جس کو میں اپنی اور دیگر حقداران کی زمین میں عوض دیکر بنوا رہا ہوں، اس میں تاحیات اپنے میں

خود رہوں گا اور عربی مدرسہ بھی رہے گا اور میرے بعد کل مکان میں عربی مدرسہ رہے گا اور طلبہ کے قیام کیلیے رہے گا، اس کو تیار کر رہا ہوں اور اگر میری زندگی وفا نہ کرے تو میرے بعد اس کو واسطے مدرسہ کے تیار کر لیا جائے۔ واقف نے اس مدرسہ عربیہ پر آمدنی موقوفہ ا۔۴، حصہ خرچ کرنے کی ہدایت کی ہے جیسا کہ وقف نامہ کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے۔

دفعہ ۵۔ اور چوتھا حصہ منافع جائیداد سے ایک عالم مقرر کیا جائے جو طلبہ عربی کو درس دے اور پیش امامی نماز کی کرے اور چند طلبہ عربی کو کھانا کپڑا دے۔ مکان واقع عالم پور قبضہ متولی بکر کے جس میں اس کا جاری کردہ ایک عربی مدرسہ معمولی حالت میں چل رہا ہے اور جس کے تمام اخراجات متولی برداشت کرتا ہے اور متولی زید اس عربی مدرسہ کے انتظام یا اخراجات میں کسی قسم کی شرکت نہیں کرتا ہے، بلکہ ایک متعین رقم شہر کے ایک عربی مدرسہ کو ماہانہ چندہ کی شکل میں دیتا ہے، مکان واقع شہر بستی جس سے جائیداد موقوفہ کی مبلغ انیس سو روپے سالانہ آمدنی ہوسکتی ہے، یہ قبضہ متولی زید کا ہے جس میں گیارہ سال سے بغیر کسی کرائے کے رہتا ہے، اور اب چند دنوں سے شہر کے مذکورہ بالا مدرسہ عربی کو جو مسلمانوں کے عام چندہ سے شہر کی جامع مسجد کے احاطہ اور مکان میں عرصہ دراز سے چل رہا ہے، بغیر کسی کرایہ کے مکان موقوفہ کے ایک جز میں اس طرح منتقل کر دیا ہے کہ اس میں طلبہ اور معلم صاحب مع اہل وعیال کے رہتے ہیں، علاوہ بریں متولی مذکور نے مکان موقوفہ احاطہ کو تبلیغی اجتماع کیلیے دے دیا ہے۔ متولی زید کی جانب سے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ امورات بھی یعنی شہر کے عربی مدرسہ کو ایک متعین رقم کا ماہانہ چندہ دینا اور اس کو مکان موقوفہ میں مع طلبہ ومعلم بغیر کسی کرائے کے منتقل کر دینا اور احاطہ مکان کو تبلیغی اجتماع کیلیے دے دینا اور اس دور کی سب سے اہم ضرورت ہونے کی وجہ سے بموجب منشاء واقف ہیں، اسلیے اس کا ثواب اور اجر واقف کو بھی ملے گا، اور نیز یہ کہ متولی کو اس قسم کا اختیار ترمیم بحیثیت متولی شرعی طور سے حاصل ہے۔

(۱) کیا متولی زید کا یہ فعل یعنی مدرسہ واقع عالم پور کے اخراجات میں کسی قسم کی شرکت نہ کرے جو وقف نامہ کی مدسے عین ضروری تھا۔ شہر کے عربی مدرسہ کو ایک متعین رقم کا چندہ دینا جب کہ وقف نامہ میں کسی ادارے یا مدرسے کو چندہ دینے کی کوئی ہدایت نہیں، بموجب وقف نامہ یا بموجب منشائے واقف ہے

(۲) کیا متولی زید کا یہ فعل یعنی مکان موقوفہ کو کرایہ پر نہ اٹھا کر خود بغیر کرایہ اس میں عرصہ سے رہنا اور اس کے ایک جز میں شہر کے ایک ایسے عربی مدرسہ کو مع طلبہ ومعلم منتقل کر دینا جو عوام کے پیسے سے ایک خاص جگہ چل رہا ہے، بموجب وقف نامہ یا بموجب منشاء واقف ہے۔

(۳) کیا متولی زید کا یہ فعل یعنی مکان موقوفہ کے احاطے کو تبلیغی جماعت کے اجتماع کیلیے دے

دینا شرعی طور سے جائز ہے؟

(۴) امورات مندرجہ بالا کرنے کا ثواب اور اجر واقف کو بھی ملے گا جب کہ متولی زید نے اپنی زبان سے مسلمانوں کے مجمع عام میں کبھی ان امورات کے منجانب وقف کرنے کا نہیں کہا، اور نہ کسی عدالت مجاز یا سنی وقف بورڈ سے اس کے کرنے کی ہی اجازت حاصل کی ہے، بلکہ لوگوں پر یہ ظاہر کیا کرتا ہے کہ وہ اپنی ملکیت اور اپنی دولت کو اس کار خیر پر خرچ کرتا ہے۔

(۵) کیا متولی زید کو ان امورات متذکرہ بالا کا اختیار ہے جن کا ذکر کسی وقف نامہ میں نہیں ہے اس کا یہ فعل شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ فقط۔ سید معروف حسین بستی ۱۰ راگست ۵۹ء

الجواب

جائیداد موقوفہ کی آمدنی اصلاح جائیداد کے بعد انہیں مصارف میں صرف کی جائے گی جن کی تصریح واقف نے کی ہے۔ اگر کسی متولی یا منظم کار نے اس کے خلاف کیا تو ناجائز کیا، اگرچہ کسی نیک مقصد ہی میں صرف کرے۔ درمختار میں ہے: "شرط الواقف کنص الشارع (ج ٦/٥٠٨)" اور اس کی یہاں تک تاکید ہے کہ قاضی کو بھی نیا وظیفہ جاری کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: "لیس للقاضی ان یقرر وظیفۃ فی الوقف بغیر شرط الواقف ولا یحل للمقرر الاخذ الا النظر علی الوقف باجر مثلہ (ج ٦/٥١٠)" اسی درمختار میں ہے "اتحد الواقف والجھۃ و قل مرسوم بعض الموقوف علیہ جاز للحاکم ان یصرف الفاضل من الواقف الآخر علیہ وان اختلف احدھما بان بنی رجلان مسجدا ان او رجل مسجد و مدرسۃ وقف علیھما اوقافا لایجوز لہ ذلک"

قاضی واقف کی شرط کے بغیر کوئی وظیفہ جاری نہیں کر سکتا ہے نہ جس کو دیا جائے اسے لینا جائز ہے ہاں اگر کسی نے کوئی کام کیا تو اجرت مثل کا حقدار ہوگا، یونہی اگر وقف کی جہت اور واقف دونوں متحد ہوں، اور کسی ایک موقوف علیہ کی ضروریات پوری نہ ہو سکتی ہوں تو دوسرے وقف سے اس پر خرچ کیا جا سکتا ہے اور ان دونوں باتوں میں سے کسی میں اختلاف ہو، مثلاً دو آدمیوں نے دو مسجدیں بنوائیں، یا ایک ہی آدمی نے مسجد و مدرسہ بنایا تو ایک وقف کی آمدنی دوسرے پر صرف نہیں کی جا سکتی ہے، پس صورت مسئولہ میں واقف نے اخراجات کی جن مدوں کو متعین کر دیا ہے، ان کے خلاف وقف مذکور کی آمدنی صرف کرنا ناجائز اور جس کو دیا جائے اسے لینا ناجائز، شہر کا دوسرا مدرسہ جس کے لیے واقف نے کوئی رقم نہیں رکھی اس کو چندہ دینا یا اس مدرسہ کو مکان موقوفہ میں قائم کرنا یا اس مکان میں تبلیغی جماعت کے اجتماعات کرانا ناجائز و منع

ہے۔ نیز متولی نے خود اس مکان میں بے کرایہ رہ کر خیانت کا ثبوت دیا ہے، اس لیے اس کو تولیت سے علیحدہ کرنا واجب ہے۔ درمختار میں ہے:" وینزع وجوبا ولو الواقف فغیره باالاولی غیر مامون او عاجزا ظهر به فسق (ج٦/٤٥٣)"، جو متولی قابل بھروسہ نہ ہو یا کار تولیت سے عاجز یا خائن ہو تو اسے معزول کر دینا واجب ہے اگر چہ خود واقف ہی کیوں نہ ایسا ہو۔ اور جو لوگ بے اجرت اس مکان میں رہتے ہیں ان پر اس کی اجرت واجب ہے۔ درمختار میں:" ولو سكن او اسكنه المتولى بلا اجرة كان على الساكنين اجرة المثل (ج٦/٤٨٢)"۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی مبارکپور اعظم گڑھ ۵؍ رجادی الآخر۹۷ھ

(۱۶-۱۸) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) کیا زکواۃ وفطرہ کی رقم سے انگلش وہندی تعلیم دینا جائز ہے؟

(۲) کیا کسی مذہبی اسکول میں جس میں قرآن وحدیث کی تعلیم دی جاتی ہائی اسکول کو کھولنا ٹھیک ہے جبکہ اس ہائی اسکول کی وجہ سے دینی شعبہ ٹوٹ جانے کا خطرہ ہے۔

(۳) پھر اس انگلش تعلیم اور اس کی تہذیب سے شعبہ عربیہ کے طلبہ کے کیرکٹر اور اخلاق خراب ہو رہے ہیں یا خراب ہونے کا خطرہ ہے۔

سوالات مذکورہ کے جوابات بالتفصیل تحریر فرمائیں اور جواب جلد دیں۔

المستفتی:۔ خلیل احمد خاں دارالعلوم فضل رحمانیہ گونڈہ

الجواب

(۱) سب سے مقدم سوال یہ ہے کہ ہندی وانگریزی یا کسی زبان کی ایسی تعلیم جس سے مذہب میں نقصان یا تباہی ہونے کا خطرہ ہو ایسی تعلیم ہی سرے سے ناجائز ہے اور اس میں کسی قسم کا پیسہ یعنی زکوۃ ہو یا غیر زکوۃ سب کا صرف کرنا ناجائز وحرام ہے۔ اور اگر وہ تعلیم اس حد تک مضر نہ ہو تو جائز ہے۔

اور اس میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ کون سی قسم کی رقم اس میں صرف ہو سکتی ہے؟ اور کونسی نہیں؟ زکوۃ کی رقم مدرسین کی تنخواہ یا مدرسہ کی تعمیر یا دیگر اسباب میں براہ راست صرف کرنا نہ دینی مدرسہ میں جائز ہے نہ دنیاوی میں کیونکہ زکوۃ وفطرہ شریعت کا وہ حق ہے جس کے مصارف کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود مقرر کیا ہے۔ اور قرآن عظیم میں تشریح کے ساتھ بیان کیا، کسی کے ذمہ اس کا بیان نہیں کیا اس لیے کہ وہ صرف فقراء ومساکین کا حصہ ہے۔ عربی مدرسوں میں زکوۃ کی رقم اس لیے لی جاسکتی ہے کہ طلبہ کے خورد ونوش بلکہ دیگر ضروریات میں بھی وہ رقم صرف ہوتی ہے۔ اور دینی طلبہ اس کے جائز مصرف ہیں۔ درمختار میں ہے:" في

سبیل الله وهو منقطع الغزاةوقیل الحاج وقیل طلبة علم " جب کہ انگریزی مدارس میں اس کی کوئی سبیل نہیں ہوتی ۔ ہاں اگر کوئی محتاج جو زکوۃ کا اہل ہو وہ زکوۃ وصول کر کے اپنی طرف سے مدرسہ میں دیدے تو اس کو مدرسین کی تنخواہ وغیرہ میں صرف کیا جا سکتا ہے۔عربی مدارس میں یہ طریقہ بھی برتا جاتا ہے،لیکن ٹھیک دیناوی تعلیم ‌نیں کوئی غریب اپنی ضرورت بالائے طاق رکھ کروہ رقم کیوں دینے لگا کہ اس کو کیا ثواب ملے گا، پھر دیناوی تعلیم کے مصارف تو فیس اور گورنمنٹ گرانٹ اور اس کے دوسرے تمام ذرائع سے حاصل ہو جاتے ہیں، جبکہ عربی دینی تعلیم کے لیے اس کی کوئی سبیل نہیں، پس اس حیلہ کو دینوی تعلیم کے لیے استعمال کرنا کسی طرح مستحسن نہیں کہا جا سکتا۔

(۲۔۳) جو وقف کسی ایک شرعی غرض کے لیے ہو اس کو کسی دوسرے مصرف میں صرف نہیں کیا جا سکتا تو واقف کو بھی یہ اجازت نہیں ہے کہ اس نے جو جائز مصرف کسی ایک وقف کے لیے متعین کیا ہے اب اس کو کسی دوسرے مصرف میں صرف کرے۔تنویر الابصار میں ہے۔" اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض المو قوف علیه جاز للحاکم ان یصرف من فا ضل الوقف الا خر علیه وان اختلف با ن بنی رجلا مسجد ین او رجل مسجد ا ومدرسة علیها او قا فا لایجوز "

پس اگر اس مدرسہ کو اس کے واقفوں نے دینی تعلیم کے لیے قائم کیا تھا تو اب اس کو دیناوی تعلیم میں صرف نہیں کیا جا سکتا ہے۔جبکہ یہاں خرابی بھی بتائی جاتی ہے۔ کہ اس سے دینی شعبہ کے طلبہ کا اخلاق تباہ ہوگا۔ والله تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتا دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڈھ ۲۴؍ جمادی الاولیٰ ۸۵ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۹) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

پہلے کے زمین دار اپنی زمین زبانی ہی مسجد یا امام باڑہ کے لیے وقف کر دیتے تھے، ایسا وقف صحیح ہے یا نہیں؟ اور اگر صحیح نہ ہو تو اب ان کا مالک کون ہوگا۔

الجواب

وقف کی صحت کے لیے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ کار ثواب کے لیے ہو۔ درمختار میں ہے:" وشرطه ان یکو ن قربة لذاته" پس اگر کسی نے زبانی ہی کہا کہ میری یہ زمین فلاں کار ثواب کے لیے وقف ہے۔ اور اس کو اپنی ملک سے علاحدہ کر دیا تو وقف صحیح ہوگا وقف نامہ لکھنا ضروری نہیں۔ درمختار میں ہے:" وکذا الا لفاظ الخاصة کا رضی صدقة مو قو فة مو بدة علی المساکین " اور امام باڑہ

چونکہ تعزیہ داری کے لیے وقف کرتے ہیں جو جائز ہے اس کا وقف صحیح نہیں۔ اس کے مالک واقفان ہیں اور وہ نہ ہوں تو ان کے وارثین ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۶ر صفر ۸۰ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک زمین مسجد قبرستان اور امام باڑہ کے لیے وقف کی گئی جس کے ایک حصہ میں امام باڑہ بنا ہوا ہے اور دوسرے حصہ میں مسجد بنی ہوئی ہے۔ بقیہ زمین میں ہر طرف مردے دفن ہیں۔ اب مسجد کے وسیع کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ تو آیا زمین جس میں قبریں ہیں مسجد میں شامل کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور نماز جائز ہوگی یا نہیں۔ محمد یٰسین بھیروی ۸ر دسمبر ۵۸ء

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ وہ زمین تین کاموں کے لیے وقف ہوئی۔ اور تعامل سے ہر ایک کے لیے زمین کا ایک حصہ معین ہوگیا۔ تو وہ جگہ جہاں قبرستان ہے، اور قبریں موجود ہیں، اس پر مکان یا مسجد بنانا جائز نہیں۔ عالمگیری میں ہے:" سئل هو ايضا من المقبرة فى القرىٰ اذا اندرست ولم يبق فيها اثر الموتىٰ لا العظم ولا غيره هل يجوز زرعها واستغلالها قال لا ولها حكم المقبرة "اس مقبرہ کا حکم یہ ہے کہ اس میں تصرف نہیں ہوسکتا جو بالکل بے نشان اور علامات قبرستان سے خالی ہو۔ پھر جہاں فی الحال قبریں موجود ہیں اس پر مکان بنانا اور مسجد کی تعمیر کرنا کس طرح جائز ہوگا۔ اور چونکہ مسجد بنانے کے بعد وہ زمین مغصوبہ ہوگی۔ اس لیے اس پر نماز مکروہ ہوگی۔ اس مسئلہ کی زیادہ وضاحت اہلاک الوہابیین میں ملاحظہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲ر جمادی الآخر ۷۱ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۱-۲۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

دو بڑے مواضعات ماہ پور اور کرہاں ایک دوسرے سے بہت کم فاصلہ پر آباد ہیں، اور ان مواضعات کے قرب وجوار میں چند مواضعات ہیں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اور ان مواضعات کے مسلمانان نماز عیدین موضع کرہاں میں ایک جماعت سے ادا کیا کرتے تھے اور قبل از نماز جو پیسے حاضرین سے وصول ہوئے تھے اس کے متعلق ماہ پور اور کرہان کے چند معزز حضرات نے یہ طے کیا تھا کہ یہ رقم جب

کبھی مسلمانوں پر مصیبت ناگہاں نازل ہو اس موقع پر صرف کیا جائے اور اس تحریک کو صیغہ راز میں رکھا اس لیے عوام مسلمان پر اس کا اظہار نہیں کیا گیا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ خبر عام ہو جائے اور اس مہم کے لیے چندہ عیدین میں وصول ہوتا رہا اور کسی کے یہاں جمع کر دیا جاتا تھا، کچھ دنوں کے بعد موضع کرہان میں ہندوؤں نے قربانی میں مداخلت کیا تو معزز حضرات مذکورہ ماہ پور اور کرہان نے اسی رقم سے کم وبیش چالیس روپیہ قانونی کارروائی میں صرف کیا۔

(۲) درمیان میں موضع کرہان میں امام کے متعلق چند اعتراضات ہوئے، بایں صورت موضع کرہان میں عیدین کی دو جماعت ہوگئی اور ماہ پور کے مسلمانوں نے بھی اپنی جماعت الگ کر لی، اس طرح سے کئی سال تک یہ جماعت منتشر رہی اور چندہ بدستور ایک ہی جگہ وصول ہونے لگا۔

(۳) کرہان کے کسی صاحب نے عیدین کے موقع پر جماعت کو مخاطب کر کے کہا کہ عیدین کی نماز کے لیے فرش کی کمی ہے، اگر آپ حضرات کی رائے ہو تو اسی رقم سے فرش بنوالیا جائے۔ حاضرین مجلس نے اس صرفہ سے اتفاق کیا مگر فرش نہیں بنوایا گیا اور رقم بدستور جمع رہی۔

(۴) نماز عیدین ایک باغ کے اندر ہوتی ہے اور باغ کے ماہ پور اور کرہان کے ایک خانصاحب مالک تھے اور انھوں نے بزبان خود جامع مسجد میں کہا تھا کہ ہم نے باغ کا اپنا حصہ قیام عیدگاہ کے لیے دے دیا اور یہ خبر عام ہوگئی، چنانچہ ماہ پور اور کرہان کے چند آدمیوں نے ایک سرسری بات چیت کی کہ اگر اسی جگہ عیدگاہ بن جائے تو بہت بہتر ہے اور یہ رقم جو عیدین پر وصول ہوتی ہے اتفاق رائے سے اسی مد میں صرف کی جائے اور یہ مشورہ محدود چند آدمیوں پر مشتمل تھا بعدہ اس سلسلہ میں کوئی بات چیت اور نہ کوئی اعلان ہوا

(۵) کچھ عرصہ کے بعد موضع کرہان کی زمین کا بندوبست شروع ہو گیا یعنی چک بندی ہونے لگی۔ مسلمانان موضع کرہان نے اے سی اور چک بندی سے مطالبہ کیا کہ ہم لوگوں کو زمین عیدگاہ کے لیے بچے ہوئے رقبہ سے دیا جائے۔ اے سی اور چک بندی والے مسلمان تھے، انہوں نے کہا کہ تم لوگوں کا مطالبہ تو ٹھیک ہے مگر مجھے امید نہیں ہے کہ تم لوگ عیدگاہ تعمیر کرا لو گے۔ مسلمانان موضع کرہان نے صاحب موصوف کو اطمینان دلایا کہ ہم لوگ انشاء اللہ ضرور تعمیر کرائیں گے۔ کرہان سے ایک صاحب ماہ پور آئے اور یہاں پر مبلغ اسی (۸۰) روپیہ جو عیدین وصولی تھی جس کو جماعت منتشر ہونے کے بعد اپنے یہاں جمع کیا تھا جس کا ذکر دفعہ ۲ رمیں ہے کیا اور اس رقم سے عیدگاہ کے لیے اینٹا خرید لیا گیا۔ اسی طرح چک بندی افسر کو اطمینان دلا کر عیدگاہ کے لیے زمین تعدادی رقبہ ۱۲۵ ارکڑی گاؤں کے پوربی حصہ مین دکھن جانب لیا اور اس رقبہ کے علاوہ پورب جانب کچھ اور بڑھ کر بنیاد کھدوا کر حد عیدگاہ میں کر لیا اور یہ زائد زمین جو عیدگاہ

میں لیا ہے متنازعہ ہے یعنی دو فریق اس پر مقدمہ لڑ رہے ہیں اور عیدگاہ کی بنیاد کا افتتاح ایک مولوی صاحب کے ذریعہ کیا گیا ہے اور وہ رقم جو عیدین پر وصول ہوئی تھی اسی مد میں صرف کر رہے ہیں۔

(۶) مسلمانان موضع ماہ پور کو یہاں قیام عیدگاہ سے اتفاق تھا جو آبادی سے الگ اور درمیان میں ہے نیز کرہان کے زیادہ لوگ اس سے اتفاق کرتے ہیں مگر ادھر خان صاحب جنہوں نے اپنے باغ کی زمین عیدگاہ کے لیے دینے سے انکار کر دیا اس حال میں ماہ پور والوں نے ایک دوسری زمین باغ ہی کے موقع کی پیش کیا اور کرہان کی اکثریت نے بھی منظور کیا مگر لوگوں نے اس سے اتفاق نہیں کیا، اب مسلمانان ماہ پور نے ایک دوسری زمین ٹھیک کر کے وہیں نماز عید الضحیٰ ادا کی اور تعمیر عیدگاہ کے لیے مبلغ گیارہ سو روپیہ چندہ کر لیا۔

(۷) اب موضع کرہان میں مسلمانوں کے درمیان دو پارٹی ہو گئی ہیں۔ ایک پارٹی کے لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ عیدین کے موقع پر جو چندہ وصول ہو رہا ہے وہ تعمیر عیدگاہ کے لیے جائز ہے، اجازت کی چنداں ضرورت نہیں، ہم لوگوں نے چندہ یہی سمجھ کر دیا ہے۔ کرہان کی دوسری پارٹی اور جملہ مسلمانان ماہ پور کا یہ اعتراض ہے کہ عیدگاہ کے لیے نہیں وصول ہوا ہے۔ کسی ناگہانی وقت کے لیے وصول کیا گیا ہے۔ وہ معزز حضرات موضع ماہ پور اور کرہان جو دفعہ ا میں مذکور ہیں ان میں سے چند حضرات اب بھی موجود ہیں جو چندہ کے وقت ناگہانی کے مہم کے لیے تصدیق کرتے ہیں دوسرا ثبوت اس چندہ کا مہم مذکور میں ہونے کا یہ ہے کہ ایک مرتبہ قربانی کی مداخلت کے سلسلے میں کم و بیش مبلغ ۴۰ر چالیس روپے صرف کیا گیا ہے جس کا ذکر دفعہ امیں ہے جس کو پوری قوم جانتی ہے، اس لیے اس رقم کا تصرف بلا اجازت قوم کے تعمیر عیدگاہ کے لیے جائز نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ زائد زمین جو حد عیدگاہ میں لیا ہے بلا اجازت مالک کے جائز نہیں ہے جس کا ذکر دفعہ ۵ میں ہے۔

(۸) بایں صورت رقم مذکور کا تصرف بلا اجازت قوم کے تعمیر عیدگاہ کے لیے از روئے شرع جائز ہے یا ناجائز اور خانصاحب موصوف کا عیدگاہ کے لیے زمین دے کر اور بعد میں انکار کرنا شرع کی رو سے کیا ہے؟ سائل ڈاکٹر محمد یلیین خاں متوطن ماہ پور ڈاک خانہ کرہان ضلع اعظم گڑھ

الجواب

خانصاحب نے چونکہ مشترکہ باغ سے جو حصہ وقف کیا اور الگ کر کے مسجد کیلیے دیا نہیں۔ اس لیے وہ وقف صحیح نہیں ہوا۔ ہدایہ میں ہے: "وقف المشاع جائز الا فی المسجد والمقبرة فانه لا يتم بالشيوع (ج ۱/ ۶۱۸)، پس اگر وہ مکر رہے ہیں تو شرعا ان پر کوئی جبر نہیں کہ باغ کا وہ حصہ عیدگاہ کا

ہوا ہی نہ تھا ویسے کسی بات کو کہہ کر کے نہ کرنا برا ہے۔

(۲) زائد زمین جو مالکوں کی اجازت کے بغیر عیدگاہ کے لیے لی گئی ہے ہرگز عیدگاہ نہ ہوگی۔ منتظموں پر واجب ہے کہ اسے فوراً علیحدہ کریں یا متعلقہ افراد کو راضی کریں۔

(۳) چندہ عوام سے جس طرح وصول کیا گیا اس کا ظاہر یہی ہے کہ مسجد کے لیے وصول کیا گیا چندہ میں سربرآوردہ حضرات کا اس کو ناگہانی حادثات کے لیے متعین کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا نہ ان لوگوں کا اس رقم کو قومی امور میں صرف کرنا جواز کی وجہ بن سکتا ہے۔ عیدگاہ میں بے شک وہ روپیہ صرف ہوسکتا ہے لیکن ایک فریق کو کسی خاص مقام پر عیدگاہ بنانے سے اختلاف ہے۔ تو ان کا چندہ ان کی مرضی کے بغیر دوسری جگہ عیدگاہ میں نہیں لگ سکتا۔ جن لوگوں سے اجازت لے لی ہو وہ اسی روپیہ جسے ماہ پور والوں سے مانگ کر اس لیے لیا کہ اینٹ خرید کر اسی کو باور کرایا جائے تو ان کی اجازت تو اس زمین کے لیے ہوگی جو چک بندی سے ملی اور وہ ۸۰؍اسی روپئے ان لوگوں نے اس زمین کے لیے دے دیا لیکن اور لوگ اس سے اختلاف رکھتے ہیں ان کا چندہ ان کی مرضی کے بغیر صرف نہیں کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۸؍ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

حاجی کلو مرحوم نے اپنی جائداد کا ایک وقف علی الاولاد تحریر کیا، اس میں واقف کی اولاد ہی کو حق پہنچتا ہے یا واقف مرحوم کے اپنے چچازاد بھائیوں کو بھی حق پہنچتا ہے، وقف نامہ حاضر ہے ملاحظہ فرمائیں کہ یہ وقف علی الاولاد رہے گا یا وراثت میں رہے گا، بوقت انتقال مرحوم نے حسب ذیل ورثاء چھوڑے زوجہ (۱) لڑکیاں (۲) لڑکا چچازاد بھائی نواسہ کی والدہ مسماۃ

الجواب

وقف نامہ کا وقف علی الاولاد ہونا صریح ہے، اس لیے وراثت قرار دینے کی کوئی صورت نہیں ہاں دفعہ ۳؍ سے یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ وقف کے مصارف میں اولاد کے ساتھ ساتھ دیگر ورثہ بھی شریک ہیں، اس دفعہ میں مطلقاً وارثان شرع کا ذکر آیا ہے

لیکن دفعہ نو میں واقف نے اس کی صاف تشریح کردی ہے کہ وارثان شرعی سے مراد صرف میری نسل کے وارثان شرعی کے درمیان ہے اس لیے صورت مسئولہ میں چچازاد بھائی کچھ نہیں پائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۰رذی الحجہ ۱۳۸۸ھ
الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۵) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مرکزی حکومت دہلی برائے ملک ہند ۱۹۵۱ء میں بورڈ نام کا ایک ادارہ موقوف شدہ جائداد کی دیکھ بھال کے لیے قائم کیا گیا بورڈ نگرانی اوقاف کے تحت اوقاف کی کل آمدنیات میں سے مثلا کرایہ مکانات، دوکانات، عطیہ، صدقہ، فطرہ، خیرات، زکوۃ وغیرہ فی ہزار آمدنی میں مثلا ساٹھ روپیہ چندہ عائد کر رہا ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا نگرانی وقف بورڈ کو از روئے شرع یہ رقم دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) وقف بورد آمدنی صدقہ خیرات زکوۃ پر چندہ عائد کرتا ہے تو اس کے بارے میں شریعت کیا حکم دیتی ہے۔ آیا آمدنی صدقہ خیرات وزکوۃ میں سے وقف بورڈ کو چندہ دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ بحوالہ قرآن وحدیث جواب عنایت فرمائیں۔ عبدالستار ضلع رائے پور ایم، پی

الجواب

وقف بورڈ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وقف شدہ جائداد کی نگرانی کرے۔ اور اس کی آمدنی سے وہ اپنا ٹیکس وصول کرتا ہے ہمارے یہاں یوپی میں خود وقف بورڈ موجود ہے۔ اور ہمارے ادارے اشرفیہ سے اس طرح کا معاملہ کرتا ہے۔ معلوم نہیں کہ کس قاعدہ سے آپ کے وہاں عطیات اور زکوۃ وغیرہ کی آمدنی سے یہ ٹیکس وصول لیا جاتا ہے۔ وقف کی جائداد سے یہ مصارف ادا کرنا شرعا جائز ہوگا کہ ادارہ وقف کا نگراں اور اس میں غلط خرد برد کے انسداد کے لیے بنایا گیا ہے تو یہ مصارف ان مصارف میں سے ہوئے جو وقف کی بقا اور اس کے تحفظ کے مصارف ہیں۔ جن کے لیے عالمگیری میں ہے: "الذی یبدأ من ارتفاع الوقف عمارتہ شرط الوقف ام لا ثم الی ما ھو اقرب الی العمارۃ للمصلحۃ (ج ۲/ ۴۳۰)" باقی رہا زکوۃ اور صدقات کا پیسہ اولاً وقف بورڈ کو اس کے پوری رقم کا ٹیکس وصولنا نہ چاہئے اور خود وصول کرے تو متولیان اس آمدنی سے یہ رقم نہ دیں کرایہ مکانات وغیرہ رقم کی آمدنی سے ادا کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ
الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۶) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک قطعہ زمین جو محلہ میں واقع ہے۔ پنج امام باڑے کے نام پر موجود ہے جو ۱۹۲۷ء میں جناب حسین بھائی کی تولیت میں تھی اور جو مسجد کی ملکیت تسلیم کی گئی تھی جس زمین کی تعمیر کے لیے مسجد سے بطور

قرض حسنہ رقم لے کر دوکانیں تعمیر کی گئیں اور کچھ حصہ اس کا کھلا ہوا تھا جس کا حساب مسجد سے علیحدہ رکھا گیا تھا۔ موجودہ متولی جناب حسین بھائی کے بعد دوسرے متولی جناب عبدالقادر ابن حسین بھائی کے ہاتھ میں اس کا انتظام آیا اور تعمیر شدہ عمارت کی آمدنی سے تدریجا مسجد کا قرض حسنہ ادا کیا اور بقیہ رقم محرم شریف و دیگر مواقع پر علیحدہ مسجد خرچ کی لی جاتی رہی۔ دوسرے متولی صاحب کے بعد تیسرے متولی صاحب عبد القدیر ابن عبدالقادر کے ہاتھ میں اس کا انتظام آیا ان کی تولیت میں پنچان محلہ میں سے میر صاحب نامی ایک شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ قطعہ زمین وقف مسجد نہیں بلکہ ملکیت پنچان محلہ ہے۔ لہٰذا اس کا تصرف آمدنی پنچان محلہ کے ہاتھوں میں ہونا چاہئے، اس کا قطعی متولی مسجد سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے۔ چنانچہ نوبت بایں جا رسید کہ یہ مقدمہ زیر عدالت آیا حاکم صاحب نے مدعی سے دریافت کیا، گذشتہ متولی نے اس کو ملکیت مسجد قرار دیا ہے اور تم ایسا کیوں کہتے ہو تو مدعی نے کہا کہ گذشتہ متولی نے سہو سے ایسا رو بروئے عدالت کیا۔ حقیقت امر یہ ہے کہ یہ قطعہ زمین ملکیت پنچان محلہ ہے۔ جس پر اکثر اس کی تائید پر ہیں، لیکن بعض آج بھی اس کی ملکیت پنچان محلہ سے منکر ہیں، بلکہ وہ وقف مسجد کہتے ہیں اور ثبوت میں یہ کہتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں نے اس کو وقف مسجد کیا تھا، لہٰذا وقف مسجد ہی ہوگا۔ لیکن حکام نے مدعی کے قول کے مطابق فیصلہ صادر کیا کہ صورت مسئولہ میں آپ کا نیز علمائے ربانی کا کیا حکم ہے۔ آیا زمین مذکورہ از روئے شریعت ملکیت مسجد ہے یا ملکیت پنچان؟ اگر ملکیت مسجد ہے تو جو ملکیت مسجد کو غلط ثابت کر کے ملکیت پنچان ثابت کرتا ہے۔ عندالشرع ایسے شخص پر کیا شریعت کا حکم نافذ ہوتا ہے۔

المستفتی قاری محمد یوسف نعیمی کھجوری مسجد احمد آباد

الجواب

سوال سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ فریقین کے نزدیک وہ زمین موقوفہ ہے صرف انتظام کے بارے میں جھگڑا ہے کہ مسجد کا متولی اس کا منتظم رہے یا محلہ کے پنچ؟ ورنہ وہ ملک کسی کی نہیں، وقف مسجد چاہے مسجد کا ہو یا اور قسم کا بندوں کی ملکیت سے نکل کر اللہ کی ملکیت میں داخل ہو جاتا ہے۔ "عند هما حبسها على حكم ملك الله تعالى و صرف منفعتها على من احب" اب رہ گیا یہ سوال کہ اس کا منتظم کون ہے۔ مصارف کیا ہوں تو اگر اس زمین کا کوئی باقاعدہ وقف نامہ ہو تو اس میں شرائط اور مصارف تحریر ہوں گے اور اس پر عمل کیا جاوے، ورنہ اس کے بارے میں گزشتہ زمانہ میں عام مسلمانوں کا جو عمل رہا ہے یعنی جو متولی ہوتے رہے ہیں اور جس جائز مصرف میں صرف کرتے ہیں وہی شرعاً مقبول دوسرے کو دخل کا حق نہیں۔ شامی میں ہے:" ينظر الى العهود من حاله فيما سبق من الزمان من قوامه كيف

کانوا یعلمون ان والی من یصرفو نه تبنی علی ذلك "اگر مسجد کا متولی اگر زمین کا ٹھیک انتظام کرتا ہے تو اس کو بلا وجہ معزول کرنا جائز نہیں۔ اسی میں ہے: "ولا یصح عزل صاحب وظیفة بلا جنحة (ج٦/٤٥٥)" واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یکم رجمادی الاولی ۱۳۸۹ھ
الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک مسجد ہے وہ بالکل چھوٹی ہے، اس میں وضو بنانے کے لیے جگہ نہیں ہے اور استنجا خانہ بنانے کی جگہ نہیں ہے، لوگ اپنے گھر سے وضو بنا کر آتے ہیں اور اگر کوئی مسافر آجاتا ہے تو محلہ میں کسی کے گھر سے پانی مانگ کر وضو بناتا ہے، یہ سب پریشانی ہیں، اور اس مسجد سے بالکل متصل سامنے ایک مکتب ہے وہ بھی چھوٹا سا ہے، گاؤں کے مسلمانان چاہتے ہیں کہ اس مکتب کو مسجد میں شامل کرلیا جائے چونکہ گاؤں میں ایک اور مدرسہ ہے پڑھائی اسی میں ہوتی ہے اور یہ مکتب ایک عرصہ سے بند پڑا ہے، اس سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں ہے، لہٰذا اس مکتب کو کن صورتوں میں مسجد میں شامل کیا جاسکتا ہے، لہٰذا آپ سے التماس ہے کہ حدیث وقرآن کی روشنی میں جواب عطا فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

نوٹ:- اس گاؤں میں تین مسجد ہیں دو مسجدوں میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے اور اس مسجد میں صرف پنج وقتہ نماز ادا کی جاتی ہے اس میں وضو بنانے اور استنجا کرنے کی دقت ہے۔

المستفتی، شاہ محمد ساکن گوپال پور ضلع گورکھپور (یوپی)

الجواب

مدرسہ جائداد موقوفہ ہے، اس کا اصل حکم تو یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کا تغیر وتبدل جائز نہیں؟ عالمگیری وغیرہ کتب فتاویٰ میں ہے: "لا یجوز تغیر الوقف عن هیئته ولا یحول الدار بستانا والالخان حماما" وقف کی ہیأت میں تبدیلی جائز نہیں کہ موقوفہ مکان کو باغ بنادیں یا دوکان کو حمام بنادیں۔ تو مسجد مدرسہ بدل کر کیسے بنائی جاسکتی ہے؟

ہاں اگر سائل اس بیان میں سچا ہے کہ مکتب بند پڑا ہے اور اس سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں اور آئندہ بھی دوسرا مدرسہ کھل جانے کی وجہ سے اس سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچنے کی توقع نہ ہو تو گاؤں کے نیک دیندار لوگ کسی ایسی زمین سے اس کا تبادلہ مسجد کے لیے کراسکتے ہیں کہ اس تبادلہ میں مدرسہ کو کوئی گھاٹا نہ ہو، یعنی مسجد کی رقم ہو تو اسی سے زمین خرید کر مدرسہ کیلیے دے دیں اور مدرسہ کو مسجد میں شامل کرلیں

اور چاہیے تو یہ کہ یہ زمین اس دوسرے مدرسہ کے متصل خریدیں تاکہ واقف کا منشاء پورا ہو۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۷۹)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۵ھ

(۲۸۔۲۹) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک چھوٹی سی پرانی مسجد جو کہ بہت پہلے کی بنی ہوئی ہے، ایک شخص نے اس مسجد کو بڑی بنانے کے لیے اس کے پیچھے کچھ زمین مسجد کے نام وقف کیا تھا، اب وہ زمین کم ہو رہی ہے، ایسی صورت میں اس زمین کو بیچ کر اور قدیم مسجد کو شہید کر کے دوسری جگہ مسجد کو منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) قبرستان کی زمین پر مسجد بنانا کیسا ہے۔ المستفتی، محمد نور الحسن رضوی بن گوان مئو (یوپی)

الجواب

(۱) کسی مسجد کو شہید کر کے دوسری جگہ منتقل کرنا ناجائز ہے۔ بہار شریعت صفحہ ۷۳ میں ہے مسجد تنگ ہوگئی، ایک شخص کہتا ہے مسجد مجھے دیدو، اسے میں اپنے مکان میں شامل کرلوں، اور اس کے عوض میں وسیع اور بہتر زمین تمہیں دیتا ہوں تو مسجد کو بدلنا جائز نہیں۔

(۲) قبرستان کی زمین پر مسجد بنانا جائز نہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد ششم میں صفحہ ۳۴۷ پر ہے، وقف میں کوئی تصرف خلاف وقف جائز نہیں، مسجد ہو خواہ مدرسہ ہو، یا اور کچھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۱ ذوقعدہ ۱۴۱۶ھ

(۳۰۔۳۳) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید نے مدرسہ میں زمین وقف کیا، اور کہا جب تک مدرسہ چلا زمین مدرسہ کی رہے گی اور بند ہونے یا نہ چلنے پر زمین ہماری، ایسی صورت میں وقف صحیح ہوا یا نہیں؟ قوم کو تشویش ہے۔

(۲) حضور ﷺ کی کالی کملی کس کو ملی؟

(۳) ایک شخص بالکل جاہل، اگر کبھی نماز پڑھنے جاتا ہے تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی؟

(۴) انسان کی ترقی اور بلند درجات اس کی پرہیزگاری اور تقویٰ پر نہ کہ ذات اور برادری پر کہ برادری کی بنیاد پر کسی کو حقیر سمجھنا جائز ہے، ان سب برادریوں کا آغاز کیسے ہوا؟ آج کل ہندوستان میں جو لوگ اپنے کو انصاری کہتے ہیں ان کا لگاؤ انصار مدینہ سے کس قسم کا ہے۔

سائل عبدالمنان ضیائی مدرسہ اسماعیلیہ سنگھاڑہ ویشالی

الجواب

(۱) جیسا کہ سوال کی عبارت سے ظاہر ہے صورت مسئولہ میں وقف صحیح نہیں ہوا۔ شامی میں ہے "لو قال علی ان لی اخراجها من الوقف بطل" اور قوم کی تشویش برحق ہے، لیکن وہ عمارت بھی واقف کی نہیں ہوئی، بنانے والوں کی ہوئی، اس لیے اگر اب سے اس کو درست کرنا لوگ چاہیں تو یہ چند صورتیں ہیں، مالک زمین از سر نو اس زمین کو مدرسہ پر وقف کردے، یا اہل قصبہ اس کی زمین کی قیمت ادا کردیں، یا اس زمین کرایہ پر لے لیں۔

(۲) احادیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کے لباس مبارکہ میں سوتی اور اونی کتان یعنی اسی کے ریشہ کا کپڑا اور جب تک ریشم حرام نہ تھا اس کو پہننا ثابت ہے۔

سفید، سیاہ، سرخ دھاری دار، سبز دھاری دار، عبا، قبا، قمیص، زیر جامہ، تہبند، موزہ، چادر کا ذکر آتا ہے۔ کوئی منفرد اور خاص کملی مذکور نہیں۔

ممکن ہے احادیث میں جو آیا رسول اللہ ﷺ نے کمبل اوڑھا اور بھیڑ کی اون کا کمبل عموماً سیاہ ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور ﷺ غار حرا سے واپس آئے تو فرمایا" زملونی زملونی (فتح الباری: ۱/ ۲۲)" مجھے چادر یا کمبل اوڑھاؤ۔

اور اس موقع سے قرآن میں آیا ﴿یا ایها المزمل﴾ اے جھرمٹ مارنے والے۔

اسی سے شعرائے کرام کو کالے کمبل کا مضمون مل گیا اور ان لوگوں نے طرح طرح سے اس کو اشعار میں باندھا۔

رہ گئی بات حضور ﷺ کی سیاہ اون کی کوئی ایسی چادر یا کمبل جو آپ کے بعد کسی کو خاص طور ملا ہو مجھکو روایتوں میں اسکا ذکر نہیں ملا، آپ کے لباس مبارک کے سلسلے میں فی الوقت جو روایات ہماری نگاہ میں ہیں ہم ان کو لکھتے ہیں۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہمیں ایک پیوند دار قبا جو پیوند کی وجہ سے نمدے کی طرح ہو رہی تھی، اور ایک موٹے کپڑے کا تہبند دکھایا کہ انہیں دونوں کپڑوں میں روح قبض ہوئی حضرت اسماء نے ہم کو ایک جبہ مبارکہ دکھایا یہ ایک عجمی لباس ہے جو سیاہ اون کا ہوتا ہے کہ یہ حضرت عائشہ کے پاس تھا اب مجھکو ملا اور حضور اس کو پہنتے تھے اسکو پانی میں بھگو کر پانی بیماروں کو شفا کے لیے پلاتے ہیں۔

حضرت شقران حضور کے غلام نے ایک سرخ چادر آپکے دفن کے وقت قبر مبارک میں رکھ دی کہ

آپ کے بعد اسکو کون پہنے گا۔ الغرض کسی خاص کالی کملی کا ہمیں ذکر نہیں ملا۔

(۳) اگر اس کو ضرورت بھر قرآنی آیتیں صحیح یاد ہیں اور طہارت ونماز کے مسائل سے آگاہ ہے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔

(۴) بے شک اسلام میں فضیلت اور بزرگی کا دار ومدار تقویٰ پر ہے اور برادری کی بنیاد پر کسی کی تذلیل وتحقیر اسلام کے خلاف ہے۔

بقیہ برادریوں کی ابتدا اور انتہا کی تاریخ نہ اس کا مسائل فقہ سے کوئی خاص تعلق، نہ اس کی ضرورت اور سب کی تحقیق کے لیے ایک عمر کی ضرورت، پھر بھی مکمل تحقیق ہونے کی توقع معدوم۔

فقہ کی کتابوں میں نسب کے بارے میں البتہ یہ لکھا ہے "ان العجم ضیعت انسابهم" عجمیوں نے اپنا نسب ضائع کردیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۱۴ صفر المظفر ۱۴۱۱ھ

(۳۴-۳۵) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) مسجد کی ملکیت ایک قطعہ میں دو دکانیں بنی ہوئی تھیں جو بالکل پیوست ہو چکی ہیں، اب کرایہ داران دونوں دکانوں کو کہ رہے ہیں کہ دکان جب بنے گی تو دو ہی بنیں گی، لیکن متولی صاحب فرماتے ہیں کہ تین دکانیں بنوائیں گے اور اس پر متولی صاحب مصر ہیں، متولی صاحب کی باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے دونوں کرایہ دار اس بات پر اتفاق کئے ہوئے ہیں کہ دکان تو بنوائیں دو ہی لیکن تین دکانوں کے برابر کرایہ ہم دونوں ہی دے دیں گے۔

(۲) کسی شخص نے متولی صاحب سے کہا کہ دکانیں کیوں نہیں بنوا دیتے ہیں، اس پر متولی صاحب نے جواب دیا مسجد کے پاس صرف تین ہزار روپئے ہیں اگر دس ہزار روپے ہوتے تو دکانیں بن جاتیں، اس پر اس شخص نے کہا کہ میں سات ہزار روپئے دے رہا ہوں، اس کو آپ سمجھئے کہ مسجد کے لیے میں نے دے دیا، لیکن جب دکانیں بنوائیں تو اس میں سے ایک مجھے دے دیں گے جو کہ میرا سات ہزر روپیہ ہے وہ کرایہ میں نہیں کٹے گا، اور نہ ہی اس کو واپس لوں گا، بلکہ چھت لگ جائے گی یا لگائیں تو اس وقت بھی ایک ہزار روپیہ مزید دیدوں گا اور اس کو بھی میں نہیں لوں گا۔

اس مذکورہ شرط لگانی اور تاکید کرانی جائز ہے یا نہیں؟ اور روپے دیئے ہوئے کا کیا حکم ہے، اور نگر پالیکا میں تین دوکان کو بڑھا کر بنوانے کی درخواست دی گئی تھی، لیکن نگر پالیکا سے منظوری نہیں دی گئی ہے، زبانی کہہ دی گئی ہے کہ حد سابق پر بنوا لیجئے۔ المستفتی محمد سراج مبارکپور اعظم گڈھ ۱۰ نومبر ۱۹۸۹ء

الجواب

(۱) یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ بجائے دو کے تین دوکانیں بنوانے میں وقف کا زیادہ فائدہ ہے، اس لیے متولی کا یہ اقدام کہ بجائے دو کے تین دوکانیں بنوائی جائیں بالکل صحیح ہے۔

اور دوکانداروں کا اس پر اعتراض لغو اور مہمل ہے۔

دوکانداروں کو وقف کے انتظام میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔

دوکاندار کیا چیز ہیں، قاضی بھی متولی کے منشاء کے خلاف وقف میں تصرف کا حق نہیں رکھتا۔

شامی میں ہے " لایملك القاضی التصرف فی الوقف مع وجود ناظر ولو من قبله "

اسی میں ہے " ویفتیٰ بکل ماھوا نفع للوقف " دوکانداروں کا یہ کہنا کہ بجائے دو کے تین دوکانوں کا کرایہ ہم سے لے لیجئے گا یہ بھی کچھ نہیں۔ اولاً: اس کا قبول کرنا نہ کرنا متولی کے اوپر ہے، متولی چاہے قبول کرے چاہے قبول نہ کرے۔ ثانیا: آج یہ کرایہ دار ہیں دو دوکانوں پر تین دوکانوں کا کرایہ دینے کو کر رہے ہیں، ہوسکتا ہے کل یہ نہ رہیں، دوسرے آئیں اور وہ اس پر راضی نہ ہوں۔

بہر حال دوکانوں کی تعمیر کے سلسلے میں دوکانداروں کا نہ شرعاً دخل دینے کا حق ہے اور نہ ان کی مداخلت کا کوئی اعتبار ہے، ثابت ہے کہ دو دوکان کی تین دوکانیں بنانے میں وقف کا زیادہ فائدہ ہے، اور متولی اس کو مناسب سمجھتا ہے تو وہ بجائے دو کے تین دوکانیں بنواسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) کسی مسلمان کے ساتھ بدگمانی حرام ہے، مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن رکھنا واجب ہے۔ حدیث میں ہے کہ:" حسن الظن حسن العبادۃ " اچھا گمان اچھی عبادت ہے اور فرمایا گیا " ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث " بدگمانی سے بچو بدگمانی بہت بڑا جھوٹ ہے، اس شخص نے مسجد کی خیر خواہی کے لیے اور تعاون کے لیے چندہ دیا اور وہ ضرور ثواب کا مستحق ہوگا، رہ گیا دوکان کا سوال؟ متولی یہ چاہتے ہیں کہ بجائے دو کے تین دوکانیں بنوائیں تو کوئی بھی اس کی خواہش کرسکتا ہے، اس شخص نے اگر خواہش کردی تو کیا گناہ کر دیا؟ ہاں اگر یہ شخص یہ شرط کرتا کہ آپ مجھے دوکان ضرور دے دیں اس شرط پر آپ کو میں روپیہ دوں گا مگر آپ دوکان نہیں دیں گے تو روپیہ نہیں دوں گا تو ضرور حرام ہوتا، مگر کسی مسلمان کے فعل کو کھینچ تان کرنا جائز بتانا خود ناجائز ہے، اور ہر مسلمان کے فعل کو اچھے محمل پر حمل کرنا واجب اور ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

(۳٦) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید ایک مسجد و درگاہ کا جانشین ومتولی تھا، زید اس مسجد و درگاہ کا واحد باختیار حسب دستور سابق

بذریعہ تولیت نامہ باضابطہ منتخب کردہ تھا، اس کو اپنی جانب سے مناسب شخص کو اپنی جگہ اپنی حیات میں متولی جانشیں مسجد اور سجادہ نشیں ومتولی درگاہ مقرر کرنے کے اختیارات حاصل تھے، کہ بموجب اپنے اختیارات کسی دیگر شخص کو بذریعہ تولیت نامہ منتقل کرے اور یہی دستور طریقہ عرصہ دراز سے چلا آرہا ہے۔

لہٰذا زید متولی وجانشیں مسجد اور سجادہ نشیں ومتولی درگاہ نے بعمر ۷۶ سال کہ ضعیف العمری میں کولہے کی ہڈی کریک ہو جانے کی وجہ سے مورخہ ۔۳۱-۱۲-۱۹۷۰ء کو اس مسجد ودرگاہ کا اپنی جانب سے باضابطہ سجادہ نشین ومتولی درگاہ اور جانشیں ومتولی مسجد مذکورہ مقرر کردیا، زید کا منتخب ومقرر کردہ موجودہ متولی وجانشیں مسجد اور سجادہ نشین ومتولی درگاہ مذکور بموجب تولیت نامہ مورخہ مذکورہ۔ باضابطہ حسب دستور سابق قائم ہے، قدیمی وقف نامی زمانہ قدیم سے فساد میں برباد ہوگیا، اس لیے قدیمی واقف کا نام نامعلوم ہے، اس لیے قدیمی واقف کی نیت کا معلوم ہونا ناممکن ہے، یہی دستور اب تک چلا آرہا ہے، تولیت نامے محفوظ ہیں، لیکن قدیمی وقف نامہ عرصۂ قدیم سے ہی فساد میں برباد ہو چکا ہے، کیا زید کا منتخب ومقرر کردہ مسجد ودرگاہ مذکورہ کا جانشین ومتولی اور سجادہ نشیں ومتولی از روئے شریعت محمدیہ ﷺ مقرر کیا جاسکتا ہے؟

المستفتی، عزیز الرحمٰن ۱۴ رحمٰن بلڈنگ بلبلی خانہ دہلی ۶

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی صورت مسئولہ میں زید کا مقرر کردہ جانشیں ومتولی وسجادہ نشیں از روئے شرع صحیح ودرست ہے۔ تنویر الابصار میں ہے " اراد المتولی اقامة غیرہ فی حیاته ان کان التفویض عاماً صحح والا لا " اور اسی کے حاشیہ شامی میں ہے" سئل شیخ الاسلام عن وقف المشهور اشتبهت مصارفه وقدر مایصرف الی مستحقه قال ینظر الی المعهود من حاله فیماسبق من الزمان -فیبنیٰ علی ذلك ملخصاً" (شامی رج ۳/۴۵۴) فتاویٰ خیریہ میں ہے" اذ وجد شرط الواقف فلاسبیل الی مخالفة واذا فقد عمل بالاستفاضة۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی　۱۴ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

(۳۷) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

عمر گنج کی جامع مسجد میں ایک زمانے سے مسجد کے متولی صاحب لاؤڈ اسپیکر سے چندہ مانگتے ہیں، نیز ہر قسم کے اعلانات بھی کرتے ہیں اور اس کے عوض متولی صاحب کچھ روپیہ لیکر مسجد کے فنڈ میں جمع کر لیتے ہیں۔ متولی صاحب کہتے ہیں کہ بغیر میری اجازت کے امام صاحب کو مسجد میں اعلان کرنے کا حق نہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد میں اعلان کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور امام صاحب کو اعلان کرنے

کیلیے کن سے اجازت لینی ہوگی۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔
والسلام المستفتی، محمد ناظم حسین اشرفی خادم مدرسہ اسلامیہ عربیہ فیض العلوم، بلیایوپی۔المورخہ ۹۱-۱۰-۲۲

الجواب

یہ مسئلہ کافی طویل الذیل ہے۔

سب سے پہلا امر تو یہ ہے کہ مسجد کے لاؤڈاسپیکر سے متولی خواہ امام یا کسی اور کو کوئی غلط اعلان اور خلاف شرع اطلاع دینے کی اجازت نہیں، نہ بلا معاوضہ نہ معاوضہ لیکر۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة:۲] جائز اعلان میں بھی دیکھا جائیگا کہ وہ لاؤڈاسپیکر صرف مسجد کی ضرورت کیلیے کسی نے دیا یا متولی نے پیسے سے خریدا؟ تب بھی ان مخصوص ضرورتوں کے علاوہ کسی قسم کا دوسرا یا کسی دوسرے کا اعلان معاوضہ لے کر بھی مسجد کے لاؤڈاسپیکر سے نہیں کیا جاسکتا، نہ متولی ایسا کرسکتا ہے نہ امام نہ کوئی اور کہ تمام کتب فقہ میں ہے "شرط الواقف کنص الشارع (ج۶/۵۰۸)" ہاں کسی نے اسی غرض سے وقف کیا ہو کہ مسجد کی ضرورت بھی پوری ہو اور ضرورت مندوں کی حاجت بھی اس سے پوری کی جائے جیسے کچھ لوگ مسجد میں کنواں کھودوا دیتے یا ہینڈ پمپ لگا دیتے ہیں تو وہ صرف نمازیوں کے لیے نہیں بلکہ ہر پیاسا اس سے سیراب ہوسکتا ہے، تو دوسروں کے لیے جائز اعلان پر صرف مسجد کا بجلی کا معاوضہ لیا جاسکتا ہے، لاؤڈاسپیکر کا معاوضہ نہیں لیا جاسکتا۔

اور متولی نے اس خیال سے خریدا ہو کہ مسجد کا بھی کام چلے گا اور کرایہ پر بھی جائے گا تو مسجد کی آمدنی سے ہو تو شرط یہ ہے کہ وقف سے متولی کو ایسے تصرف کی اجازت ہو یا اسی نام پر چندہ کر کے خریدا ہو تو کرایہ پر دوسرا اعلان بھی کیا جاسکتا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ انتظام اسی کے ذمہ ہے، اس لیے اس کی اجازت مقدم ہوگی، لیکن ایسا نہیں ہے کہ بضرورت کسی اور نے اعلان کر دیا جیسے متولی موجود نہیں، یا اس سے ملاقات نہ ہوئی تو امام نے کسی ضرورت مند کا اعلان معاوضہ لیکر کر دیا ہو تو وہ اعلان شرعاً ناجائز یا حرام ہوا، کہ متولی کی اجازت نہیں لی گئی، یا ہر اذان اور خطبہ کے وقت متولی کی اجازت لینا ضروری ہو، ایسے امور کے لیے عرفاً اجازت ہوتی ہے، اور متولی کو اس کے لیے ضد بھی نہیں کرنی چاہیے، ہاں دوسروں کے ایسے تصرف سے کوئی خرابی یا فساد پیدا ہو تو متولی ضرور ان کو روک سکتا ہے، لیکن ایسے فساد اور غلط استعمال کی خود متولی کو کب اجازت ہے؟۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۶ جمادی الاخریٰ ر۱۴۱۲ھ

(۳۸) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

پندرہ سال قبل زید نے ایک پلاٹ مدرسہ ومسجد کے نام وقف کیا تھا جو کہ شہر کے اطراف کے اچھی خاصی آبادی میں ہے اس کے بعد زید اس دنیا سے وفات کر گیا۔

بعدہ شہر کے لوگوں نے ہر طرح کے صدقات مثلاً زکوۃ فطرہ چرم قربانی وغیرہ سے مکتب کی شکل میں ایک مدرسہ قائم کیا جس کی عمارت سہ منزلہ ہے اوپر بچوں کی تعلیم ہوتی ہے اور نیچے کرایہ پر ہے۔

اس میں سوا نماز جمعہ کے پنج وقتہ نماز بھی ہوتی رہی اور یہاں کے لوگ دور چل کر نماز جمعہ ادا کرتے رہے، لیکن گرمیوں کے دنوں میں کافی پریشانی ودشواری ہو رہی ہے کیا اب اسی صورت میں پنج وقتہ نماز کے علاوہ نماز جمعہ قائم کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقعہ عنایت فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔ فقط والسلام

المستفتی، محمد اسلام الدین اشرفی انجمن مدرسہ اسلامیہ گاندھی نگر بھیلواڑہ راجستھان

الجواب

پہلی بات تو آپ کے سوال میں یہ قابل گرفت ہے کہ واقف نے زمین مسجد ومدرسہ کے لیے وقف کیا آپ لوگوں نے مدرسہ تو خیر قائم کر دیا مگر مسجد بنائی نہیں اور عمارت کو کرایہ پر اٹھا دیا یہ واقف کی منشاء کے خلاف ہوا جو ناجائز اور حرام ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ موقوفہ زمین میں اگر گنجائش تھی تو مسجد اور مدرسہ دونوں کی عمارتیں علحدہ علحدہ بنوائی جاتیں۔ اور اگر اتنی گنجائش نہ تھی تو پوری عمارت بنوا کے اوپر والی عمارت کو مدرسہ اور نیچے والی کو مسجد قرار دیتے، یا نیچے والی کو مدرسہ اور اوپر والی کو مسجد قرار دیتے، یہ نیچے کی عمارت کو کرایہ پر اٹھانا غلط ہے جس کی اصلاح ضروری ہے۔

اصل مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ بھیل واڑہ شہر ہے، اور شہر میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے، اگر آپ کے شہر میں کوئی بڑا سنی عالم ہے تو مصلیان ان کے وہاں درخواست دیں کہ ہمارے یہاں جمعہ قائم کرنے کی اجازت دی جائے وہ قیام جمعہ کی اجازت اور امام مقرر کر دیں اور اگر کوئی ایسا عالم نہ ہو تو محلہ کے صالح سنی مسلمان ہی مل کر اقامت جمعہ اور تعین امام کی بابت طے کر دیں اور جمعہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۴ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ

(۳۹-۴۱) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مولوی ولی محمد صاحب مرحوم نے عبارات ذیل کے ساتھ اپنے مکانات مملوکہ ومسکونہ کو وقف کیا ہے، واقف کی عبارت حسب ذیل ہے۔ ہم مقر بدرستی جمیع ہوش وحواس وثبات عقل بلا جبر واکراہ بخوشی

ورضا مندی اپنے مکانات مع متعلقات وحسن آسائش وغیرہ کو جس کی مالیت مبلغ آٹھ سو روپیہ ہے۔ واسطے دوام کے اپنے نفس اور اپنی اولاد موجودہ اور اولاد موجودہ کی اولاد وعیال پر نسلا بعد نسل جب تک نسل باقی رہے بعد بالآخر جامع مسجد متصل تھانہ گھوسی جس کے پیش امام ہم مقرہین اسکے بعد غرباء ومساکین اور نیز مذہبی اور خیراتی کاموں پر حسب ترتیب وشرائط ذیل وقف کیا اور اپنی ملکیت سے خارج کر کے داخل ملکیت اللہ تعالیٰ کر دیا۔ ہم مقر اور دیگر متولیان مابعد ہمیشہ اور ہر حالت میں پابند شرائط مفصلہ ذیل کے رہیں گے۔

(۱) ہم مقر حیات بحیثیت متولی خود قابض ومتصرف مکانات موقوفہ کے رہیں گے اور اس وقت متولیانہ قابض ہیں، بعد ہم مقر کے مسماۃ بی بی شکورن زوجہ ہم مقر تاحیات بحیثیت متولیہ قابض ومتصرف مکانات موقوفہ کی رہیں گی۔

(۲) جب ہر دو متولیان مذکورہ بالا میں سے کوئی باقی وزندہ نہ رہے اس حالت میں محمد فاروق ومحمد عرفان پسران ہم مقر ومسماۃ عائشہ بی بی دختر ہم مقر تاحیات بحیثیت متولیان یکجائی قابض ومتصرف موقوفہ کے رہیں گے۔ اور بصورت نہ ہوئے کسی کے استحقاق تولیت کا بجائے ہر ایک کے اس کی اولاد مذکور جہاں تک سلسلہ مستمر چلا جائے یکجائی حاصل ہوئے رہے گا۔ اور قابض متصرف رہیں گے۔

(۳) جب کوئی اولاد ذکور نہ ہوتو اس کے قریب تر عصبہ بنفسہ کو مطابق حق شرع سنت وجماعت فرقہ حنفی کے حاصل ہوتا رہے گا۔ اور قابض ومتصرف رہین گے۔

(۴) جب کہ تمام سلسلہ مذکورہ بالا معدوم ہو جاویں اور کوئی باقی نہ رہے تو اس صورت میں، ہم مقر کے خاندان سے جو قریب تر رشتہ دار متولی آخر کار ہوگا۔ متولی مقرر ہوگا۔ اور اس طرح یکے بعد دیگرے ہوتا رہے گا۔ اور اس صورت میں کل منافع وکرایہ مکانات موقوفہ کا اخراجات جامع مسجد متصل تھانہ گھوسی لب سڑک پختہ سرکاری پر ہمیشہ صرف ہوتا رہے گا۔ یا مساکین ومحتاجوں کے فائدے کے لیے صرف کیا جائے گا۔ میں بفضلہ تعالیٰ کسی کا مقروض نہیں ہوں۔ یہ مکانات موقوفہ پیدا کردہ میرے ہیں۔ اور میں بلا شریک غیر کے اس کا مالک وقابض ہوں، یہ وقف شرع اسلامی کے مطابق کرتا ہوں۔ جس کا نفاذ قانون وقف علی الاولاد ۶ ۔۱۹۱۳ کی رو سے ہے، اللہ تعالیٰ میرے اس نیک نیت وقف نامہ کو قبول فرما کر توفیق خیر عطا فرمائے۔ لہذا وقف نامہ علی الاولاد لکھدیا۔ تا کہ وقت پر کام آئے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) وقف کے واقف کی درج ذیل اولادیں زندہ موجود تھیں۔

اولاد ذکور۔محمد صدیق ۔محمد فاروق ۔محمد عرفان ۔اولاد اناث ۔بی بی عائشہ۔بی بی کلثوم ۔بی بی آمنہ۔چونکہ واقف نے اولاد ذکور میں سے وقف نامہ کے اندر اپنی صرف دو اولاد یعنی محمد فاروق ومحمد عرفان کا نام لیا ہے۔اور اپنی تیسری اولاد یعنی محمد صدیق کا نام نہیں لیا ہے۔تو کیا ایسی صورت میں وقف نامہ کی شرائط کی رو سے محمد صدیق یا ان کی اولاد کو حق انتفاع وآسائش پہونچتا ہے یا نہیں؟اگر پہونچتا ہے تو اس کی کیا شکل ہوگی۔

(۲) وقف نامہ کی دفعہ ۲ کی عبارت ۔"بصورت نہ ہونے کسی پسر کے۔نیز بجائے ہر ایک پسر کے" اس سے واقف کا کیا منشاء ہے؟ آیا اس عبارت سے صرف محمد فاروق ومحمد عرفان مراد ہیں یا محمد صدیق بھی؟ وضاحت فرمائیں۔

(۳) یہ مکانات موقوفہ قابل تقسیم ہیں یا نہیں۔جواب مفصل ومدلل عنایت فرمائیں۔

المستفتی: اقبال احمد عفی عنہ مداپور چھاؤنی گھوسی

الجواب

(۱) واقف نے اپنی تحریر میں موقوف علیہم کی بھی تشریح کی ہے۔اور متولیوں کا بھی بیان کیا۔اس لیے واقف اور اس کی زوجہ کے انتقال کے بعد تولیت کا حق اجتماعی طور پر انہیں تینوں (محمد فاروق۔محمد عرفان۔عائشہ بی بی) کو حاصل ہوگا،بعد انتفاع کا حق تینوں لڑکوں تینوں لڑکیوں اور ان کی اولاد کو بھی رہے گا۔

عالمگیری میں ہے: ولو قال وقفت علی اولادی دخل فیہ الذکور والانثی والخنثی۔ (ج۲/۴۳۳) واقف نے اولاد کا لفظ استعمال کیا تو مذکر مؤنث اور مخنث سبھی قسم کی اولاد پر وقف ہوگیا۔بعد سب کو انتفاع کا حق ہے۔

البتہ وقف نامہ میں اس قسم کی کوئی تشریح نہیں ہے کہ جائداد کرایہ پر دے کر اس کی آمدنی مستحقین پر صرف کی جائے۔یا ان لوگوں کی صرف بود وباش کے لیے یہ جائداد وقف کی گئی ہے؟اور ایسے اوقاف میں مصارف کی نوعیت مشتبہ ہو تو عام عملدر آمد پر محمول ہوگا۔

فتاوی رضویہ میں ہے:فی الذخیرۃ بانہ اذا شتبہت مصارف الوقف ینظر الی المعہود من حالہ فیما سبق من الزمان فیبنی علی ذلك۔

جہاں وقف کے مصارف کا پتہ نہ چلے تو گزشتہ عمل درآمد کے موافق عمل کیا جائے۔پس اگر زمانہ ماسبق میں وہ مکانات کرایہ پر دیکر اس کی آمدنی مستحقین میں بانٹ دی جاتی رہی ہو تو اب بھی ایسا ہی کیا

جائے گا۔ اور اس تیسرے بھائی اور اس کی اولاد بقیہ دو بہنیں اور ان کی اولاد کو بھی اس میں سے حصہ دیا جائے۔ اور اگر صرف رہنے کے کام آتے رہے ہوں تو محمد صدیق اور ان کی اولاد کو بھی رہنے دیا جائے۔

(۲) ہمارے علم میں اردو زبان میں کسی پسر اور ہر ایک پسر دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے کہ تحریر مذکور میں کسی پسر نکرہ تحت النفی ہونے کی وجہ سے کلیہ کا سور ہے۔ اور ہر ایک پسر تو کلیہ کا سور ہے ہی مگر یہ لفظ تولیت مالی میں ہے۔ اسلیے انہیں دونوں لڑکوں سے تعلق ہوگا۔ اور ان کے بعد انہیں کی اولاد متولی ہوگی۔ صدیق اپنی زندگی میں خود متولی نہ تھا۔ تو اس کی اولاد کیا متولی ہوگی؟ ہاں انتفاع کا حق البتہ صدیق اور ان کے بعد ان کی اولاد کو برابر حاصل ہوگا۔ جیسا کہ پہلے سوال کا جواب گزرا۔

(۳) تنویر الابصار میں ہے:

فاذا تم ولزم لایملک ولا یملک ولا یعار ولا یرهن ولا یقسم۔(ج٦/٤٢١)

وقف جب مکمل ہوگیا تو نہ کوئی مالک ہوگا۔ نہ کسی کو مالک بنا سکے گا۔ نہ رہن رکھا جائے گا نہ اس کی تقسیم ہو سکے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۴۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

آج سے تقریبا پچاس برس قبل یہاں کی مسلم عوام کے کہنے پر ہم لوگوں نے ایک دینی درسگاہ قائم کرنا چاہی ایک قطعہ زمین زمیندار صاحب نے ازراہ ہمدردی واشاعت دین وملت حقیر رقم کے عوض بنام باری تعالیٰ بیعنامہ رجسٹری کردی۔ زمین کے عوض میں جو حقیر رقم زمیندار صاحب نے لی تھی تعمیر مدرسہ کے چندہ کے موقع پر اس کو مزید برآں اور ملا کر چندہ میں دے دیا۔ زمیندار صاحب نے زمین کی رجسٹری اس نیت سے کردیا تاکہ بعد میں خاندان کے کسی فرد کو قانونی چارہ جوئی کی گنجائش نہ رہے۔

آراضی مل جانے کے بعد یہاں کے عوام خواص وقرب وجوار کے لوگوں نے پوری دلچسپی ومستعدی کے ساتھ مدرسہ کی تعمیر جلد کرلی جو کہ اس دن کے لحاظ سے کافی اور جلا کام ہوا۔

مدرسہ کی باقاعدہ ایک کمیٹی کی تشکیل ہوئی۔ ناظم وغیرہ کا باقاعدہ انتخاب ہوا۔ مدرسہ کا سب کام ہونے لگا، کچھ دنوں بعد ناظم صاحب ضعیفی ودیگر مجبوریوں کی وجہ سے مستعفی ہوگئے۔ بعدہ اراکین نے مسمی زید کو مدرسہ کا ناظم بنایا۔ مدرسہ کے حالات تعلیمی ودیگر امور جو کہ پہلے تھے اب صحیح نہیں رہے۔ یہاں کے عوام وخواص موجودہ ناظم صاحب کے قول وعمل سے سخت نالاں وناخوش ہیں۔ مگر ناظم صاحب کو ان باتوں کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ وہ اپنی حکمت عملی سے مدرسہ پر قابض ودخیل ہیں۔ گمان غالب اس بات کا بھی ہوتا ہے کہ مدرسہ اور مدرسہ کی جائداد خاندانی وراثت ہوجائے۔ اور عوام کا یہ حال ہے کہ ٹک ٹک دیدم دم نہ

کشیدم۔

موجودہ ناظم صاحب کی یہ وصیت ہے کہ میرے مرنے کے بعد مجھے صحن مدرسہ میں دفن کیا جائے جب کہ ناظم کا خاندانی قبرستان موجود ہے۔خاندان کے تمام افراد اسی میں دفن کئے جاتے ہیں۔

دریافت یہ ہے کہ کیا صحن مدرسہ میں دفن کرنا اور قبر بنانا شرعا جائز ہے۔اگر ایسا ممکن تو یکے بعد دیگرے،بجائے مدرسہ کے گورستان نظر آئے گا۔جو منشاء کے خلاف ہے۔بینوا توجروا

المستفتیان:محمد خلیل اعظمی بقلم خود عبدالرؤف قصبہ وڈاکخانہ جین پور ضلع اعظم گڑھ ۲۴ر نومبر ۱۹۸۴ء

الجواب

جائداد موقوفہ جس مصرف کیلیے وقف ہو اس کے علاوہ میں صرف کرنا ناجائز وحرام ہے۔

تمام کتب فقہ میں ہے:"شرط الوقف کنص الشارع"(درمختار ج ۶/۵۰۸)

جو زمین مدرسہ کیلیے وقف کی گئی ہے اس میں کسی کی قبر بنانا شرعا منع ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

(۴۳) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے یہاں رمضان المبارک کے پرسعید موقع پر سعادت وایصال ثواب کے لیے کثیر تعداد میں لوگ قرآن شریف مدرسہ یا مسجد میں وقف کرتے ہیں۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس وقف شدہ قرآن شریف کو ہدیہ کر کے اس کے عوض مدرسہ کی اور دوسری کتاب حدیث تفسیر وغیرہ کی خریدی جاسکتی ہے کہ نہیں؟۔صورت مسئولہ سے مطلع فرمائیں عین کرم ہوگا۔

المستفتی ماسٹر محمد مطیع الرحمٰن جامعہ رزاقیہ کلیمیہ رنجیت پور ضلع مرشد آباد ۸ر شوال المکرم ۱۴۰۵ھ

الجواب

اگر وہ قرآن عظیم ضرورت سے زائد ہوں اور ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو دوسری مسجد اور مدرسوں میں بھیجے جاسکتے ہیں۔اس شہر کی حاجت سے زائد ہوں تو دوسرے شہر کو بھی بھیج سکتے ہیں۔انہیں ہدیہ کر کے دوسری کتابیں خریدنا یا قیمت مسجد ومدرسہ میں صرف کرنا جائز نہیں ہے۔

درمختار میں ہے:وقف مصحفا علی اهل المسجد جاز ویقرأ فیه ولایکون محصورا علی هذا المسجد ۔(ج ۶/۴۳۶)واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۴۴) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) یہ کہ زید کچھ زمین کے متعلق یہ خیال کیا کہ اس زمین پر ہم مسجد اور مسافر خانہ تعمیر کرائیں گے،

چنانچہ اسی نام کی رسیدیں چھپوا کر (رسید برائے تعمیر مسجد و مسافر خانہ) کم از کم سات یا آٹھ سو رسید کٹنے کے بعد زید سے بکر نے کہا کہ دو سو گز کے فاصلہ پر ایک مسجد موجود ہے، وہی آباد نہیں ہوتی تو دوسری مسجد کیونکر بن سکتی ہے؟ عمر نے کہا اس کو مدرسہ کر دو اور مدرسہ قائم ہو گیا۔

(۲) خالد از روئے شرع یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اس مذکورہ زمین پر مسجد بنائی جائے یا مسافر خانہ یا مدرسہ؟

(۳) اول ارادہ مسجد و مسافر خانہ کا تھا۔ اور چندہ دونوں ہی کے نام سے کیا گیا۔ رسید کی سرخی اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ ایسی حالت میں وہ پیسے کس ضرورت میں خرچ کئے جائیں گے۔

(۴) زمین چونکہ بہت ہی مختصر ہے۔ ۱۴۱ رفٹ شمال وجنوب کی طولانی شرق وغرب کے درمیان ۱۷ ار فٹ زید کا یہ خیال ہے کہ نچلی زمین پر کی عمارت مسافر خانہ ہو اور پھر یعنی سقف مسافر خانہ پر مسجد بنائی جائے۔

(۵) عامر کا کہنا یہ ہے کہ تملیک بعد الفوق جائز نہیں۔ لہٰذا زمین کی عمارت مسجد مانی جائے گی اور جب زمین پر مسجد تعمیر ہو گئی تو تحت الثریٰ سے لیکر عرش اعظم تک مسجد ہی مسجد ہے۔ لہٰذا ابعد کا وقف صحیح نہیں ہوگا۔

لہٰذا بصد ادب التجا ہے کہ از روئے شرع شریف حکم دیکر عند اللہ ماجور ہوں۔

زید کی زمین پر جن لوگوں نے مدرسہ کی عمارت قائم کی ہے اس عملہ کا کیا حکم ہوگا۔ وہ عملہ کس کام لایا جا سکتا ہے۔

المستفتیان: باشندگان قصبہ سید پور غازی پور

الجواب

سوال کی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ مسجد و مسافر خانہ بنانے کا صرف ارادہ ہی رہا۔ اس پر عمل در آمد نہ ہوا۔ اور کسی زمین کو مسجد بنانے کا صرف ارادہ کر لینے سے مسجد نہیں ہوتی۔ مسجد ہونے کے لیے نماز کی عام اجازت کے بعد مسلمانوں کا اسمیں بجماعت نماز ادا کرنا۔ یا اس زمین کو اپنی ملک سے علیحدہ کر کے یہ کہنا کہ میں نے اس کو مسجد کر دیا ہے ضروری ہے اور مسافر خانہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے لیے متولی قائم کر کے زمین اس کے حوالے کرے۔

در مختار میں ہے: "یزول ملکه عن المسجد والمصلی بالفعل وبقوله جعلته مسجدا عند الثانی وشرط محمد والامام الصلوة فیه بجماعة "(ج۶/۴۲۶)

اسی میں ہے: "لایتم الوقف حتی یقبض لم یقل للمتولی لان تسلیم کل شئ بمایلیق ففی المسجد بالافراز وفی غیره بنصب المتولی وبتسلیمه ایاه "(ج۶/۴۱۸)

ان دونوں عبارتوں کا خلاصہ اوپر ذکر ہوا۔

پس اب تک یہ ثابت ہوا کہ وہ زمین مسجد نہ ہوئی۔ اور سوال کی عبارت سے یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے

کہ وہ زمین اسی حال میں تھی کہ اس میں کچھ لوگوں کے مشورہ سے مدرسہ بن گیا۔ سوال میں یہ ظاہر نہیں کیا کہ مدرسہ بننے میں زمین کے مالک کی اجازت شامل تھی یا نہیں؟ اگر مالک نے اس زمین کو مدرسہ قائم کرنے کے لیے دے دیا تب تو اب وہ زمین مدرسہ کے لیے وقف ہوگئی۔ اور اب وہ اس کو دوبارہ کسی دوسرے کام کے لیے وقف نہیں کرسکتا کہ وقف شدہ چیز کا دوبارہ وقف نہیں ہوسکتا۔ فتاوی رضویہ

اب سوال صرف یہ رہ گیا کہ وہ چندہ جو مسجد کے نام پر جمع ہوا گیا ہو۔ تو اس کے لیے چندہ دینے والوں سے پوچھا جائے۔ وہ جس مصرف خیر میں صرف کرنے کی اجازت دیں اس میں خرچ کیا جائے ۔ ورنہ چندہ دہندوں کو واپس کردیا جائے۔ وہ نہ ہوں تو کسی دوسری مسجد کی تعمیر میں صرف ہو اور یہ بھی نہ ہوسکے تو فقیروں کو دے دیا جائے۔

شامی میں ہے: فقیر مات وجمع من الناس الدراهم و كفنوه وفضل شئ ان عرف صاحبه يرد عليه والا يصرف الى كفن فقير اخر والا يتصدق ۔

اور اگر وہ مدرسہ مالک زمین کی اجازت کے بغیر زبردستی یا بطور رعایت بنالیا ہو۔ تو البتہ مالک زمین اس زمین کو جس مصرف میں چاہے خرچ کرسکتا ہے۔

مسجد اور مسافر خانہ بنانے کی جو ترکیب نیچے اوپر کی اس نے ذکر کی ہے۔ وہ صحیح نہیں۔ مسجد کی زمین کو مسجد کے لیے ہی خالی ہونا ضروری ہے، ہاں یہ کرسکتے ہیں کہ نیچے مسافر خانہ بنادیں اور اس کی چھت پر نماز بھی پڑھتے رہیں، لیکن اوپر مسجد ہو اور نیچے کچھ اور، یا نیچے مسجد ہو اوپر کچھ اور، جائز نہیں۔

شامی میں ہے: "شرط كونه مسجدا ان يكون سفله وعلوه مسجدا لينقطع حق العبد عنه" (ج ٦/ ٤٢٨) واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۵/ ذوالقعدہ ۱۴۰۵ھ

(۴۵) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

پہلے کے ایک زمین دار صاحب نے ایک مسجد تعمیر کرائی اور ساتھ ہی ایک کنواں بھی کھدوایا تا کہ مصلی حضرات اس سے پانی نکال کر وضو بنائیں اور نماز پڑھیں، اس کنوئیں سے محلے کے لوگ بھی پانی بھرتے تھے رفتہ رفتہ وقت گذرتا گیا اور کنواں ٹوٹنے لگا، پانی بھی استعمال کے لائق نہیں رہا، اور مسجد کے مصلیان اپنے گھر سے وضو کرکے آتے تھے اور نماز پڑھتے تھے اس درمیان زمین دار کے لڑکے یا پوتے نے زمیندار کے انتقال کے بعد کنواں اور اس کے اردگرد کی زمین زید کے ہاتھوں فروخت کردی تو کیا ان کا فروخت کرنا اور زید کا خریدنا جائز ہے کہ نہیں؟ آگاہ فرمائیں۔

مسجد کے بعد راستہ ہے، اس راستے کے بعد کنواں ہے، اور تعمیر مسجد کے وقت یہ راستہ نہیں تھا،

بعد میں گاؤں کا راستہ ہو گیا ہے، اس راستے کے بعد زید کا مکان ہے اور صحن ہے، اس صحن میں ایک طرف کنواں ہے اور تین طرف زید کی زمین ہے، اگر کنواں کی زمین ناپ کر ایک طرف کر دی جائے تو زید کا صحن ایک طرف ہو جائے گا اور مسجد کا کنواں ایک طرف ہو جائے گا جس سے دونوں کو عمارت وغیرہ بنانے میں اچھا رہے گا اور مسجد کا ایک اچھا کمرہ تعمیر ہو سکتا ہے جس سے مسجد کا فائدہ ہوگا۔ اور کنواں کے بارے میں مصلیوں کی رائے ہے کہ جب ہینڈ پائپ وغیرہ نہیں رہتا تھا اس وقت کنواں کی ضرورت تھی، لیکن اب تو مسجد میں ہنڈ پائپ وغیرہ لگ گیا ہے، اس لیے کنواں کی ضرورت نہیں رہی، لہذا زید اس کنویں کو اپنا مکان وغیرہ بنا سکتا ہے، اس مسئلہ میں شریعت مطہرہ کا جو حکم ہو اس سے آگاہ فرمائیں۔

المستفتی تعویل احمد عارفی محلہ بری پور محمد آباد گوہنہ مؤ

الجواب

کنوئیں کے اردگرد کی زمین کی بیع کے جائز و ناجائز ہونے کا دارومدار اس پر ہے کہ زمیندار نے مسجد کے پاس ہی کچھ زمین بھی مسجد پر وقف کی تھی یا نہیں؟ وقف ہونے کا کاغذی یا شہادت عادلہ کے ذریعہ ثبوت ہو تو بیع ناجائز ہوگی اور کسی قسم کا ثبوت نہ ہو، نہ مصلیوں کا کسی قسم کا قبضہ و عمل دخل اس زمین پر رہا ہو تو ظاہر یہی ہے کہ مالک نے وہ زمین وقف نہیں کی تھی، کنواں مسجد کے ساتھ اس کی ضرورت کے لیے بنوایا، اس لیے وہ وقف ہی قرار دیا جائے گا۔ اور اس کی بیع ممنوع ہوگی۔

اس کے بعد سوال میں اس کنویں کے دوسری زمین سے تبادلہ کا حکم پوچھا گیا ہے تو وقف کا مسئلہ نہایت سخت اور آخرت کا سودا اور بے حد مشکل ہے، ہم صورت حال بیان کر دیتے ہیں، مجلس یہ خود فیصلہ کرے، ابواب فقہ میں ایک جگہ یہ لکھا ہے، وقف کو اس کی ہیأت سے بدلنا جائز نہیں، جیسے دوکان کو حمام یا حمام کو دوکان بنا دیا جائے۔ (فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۴۹۵)

فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۴۹۷ میں ہے: واقف نے وقف کرتے وقت بدلنے کی شرط ذکر نہ کی ہو تو یہ بدلنا ہرگز کسی حال میں جائز نہیں جب تک کہ اس سے انتفاع ممکن ہے، اگر چہ دوسری زمین کہ اس کے بدلہ میں ہے اس سے قیمت حیثیت اور منفعت میں بہت زائد ہو۔

"فانا امرنا بابقاء الوقف کما کان لا بزیادۃ"

کنواں یا اس کے ٹوٹنے کی صورت میں وہ زمین جہاں کنواں تھا اس سے مسجد کو کسی قسم کا فائدہ پہنچنا ممکن ہے یہ فیصلہ اس مسجد کے دیندار اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اس مسجد کے ذمہ دار مصلی کریں، ہمیں تو اس کاغذ سے فی الحال یہی نظر آ رہا ہے کہ اس تبادلہ میں زید کی ہی مصلحت ہے، کہ کنواں کی وہ زمین

زید کی خرید کردہ زمین کے بیچ میں پڑ رہی ہے، اس لیے وہ اپنی زمین اور صحن ایک طرف کرنا چاہتا ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۱ر محرم الحرام ۱۴۱۷ھ

(۴۶۔۴۹) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) مسجد کی باہر والی لائٹ راہ گیروں کے لیے پوری رات جلا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) مسجد میں نکاح ہوا۔ نکاح خوانی کی فیس حدود مسجد میں لینا کیسا ہے؟ و نیز لین دین کا پیسہ اگر کوئی مسجد میں بیٹھ کر دے تو لے سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) مسجد و مدرسہ کا امام اگر حج فرض کو جائے تو وہ امام حج کی تنخواہ پانے کا حق دار ہے یا نہیں؟

(۴) کوئی عالم بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے مدرسہ و مسجد سے دست بردار ہو جائے، مسجد و مدرسہ کی کمیٹی ان کی خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کا ماہنامہ وظیفہ مدرسہ کے فنڈ سے مقرر کرنے کا اختیار رکھتی ہے یا نہیں؟۔ المستفتی محمد سعید اشرفی

الجواب

(۱) وہاں کے عرف معہود پر عمل کیا جائے، جہاں شب بھر روشن رہتا ہے وہاں شب بھر رکھنا چاہئے ورنہ نصف شب کے قریب تک۔ (فتاوی رضویہ ششم ص ۴۴۴)

(۲) قرض، حقوق کا مطالبہ مسجد میں جائز ہے۔ عینی جلد ۴ ص ۲۲۹۔ فتاوی رضویہ جلد سوم ص ۶۲۵ میں ہے۔

دنیوی بات کے لیے مسجد میں بیٹھنا حرام۔ اور نماز کے لیے مسجد میں جا کر دنیوی باتوں کا تذکرہ مکروہ ہے۔ معتکف کو مسجد میں مال تجارت کے ساتھ بیع وشراء کی اجازت نہیں۔ بے سامان زبانی بیع وشراء کر سکتا ہے مگر روزانہ اس کو معمول بنالینا منع ہے۔

(۳) امام حج کی تنخواہ پانے کا حق دار نہیں۔

شامی میں ہے: اذا غاب المدرس عن المدرسة فان خرج مسيرة سفر ثم رجع ليس له طلب ماله مضى من معلومة بل يسقط كذا لو سافر لحج۔ (شامی جلد ۶ ر ص ۶۳۰)

مدرس مدرسہ سے مسافت سفر کی دوری پر چلا گیا۔ حج کے لیے ہی کیوں نہ گیا ہو۔ تو ایام غیر حاضری کی تنخواہ کا اسے حق نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ر ص ۳۶۹)

(۴) اگر اس وقف کی آمدنی میں قدیم ایام سے ایسے مصارف ادا کرنے کا رواج ہو تو پنشن دی جا سکتی ہے، رواج نہ ہو تو نہیں دی جا سکتی، کمیٹی کے لوگ اس کام کے لیے نیا وقف کریں۔ یا مسلمانوں سے

اسی کام کے لیے چندہ وصول کرکے دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں۔

درمختار میں ہے:لیس للقاضی ان یقرر وظیفة فی الوقف بغیر شرط الواقف۔

قاضی واقف کی تصریح کے خلاف کوئی نیا وظیفہ جاری نہیں کرسکتا۔(درمختار سوم ص ۴۱۷) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۱۵ر صفر المظفر ۱۴۱۷ھ

(۵۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

سنی تبلیغی جماعت کے نام کا فنڈ ہے جس کو تعلیم دین کے فروغ کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ اور اس میں حیلہ شرعی بھی اس نیت سے کیا جاتا ہے کہ اس کو تعلیم دین کے فروغ کے لیے خرچ کیا جائے۔

اس رقم کو ان مسلمانوں پر جو ناگہانی حادثہ میں مبتلا ہو گئے خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟۔

المستفتی محمد سلیم امجدی باسنی ضلع ناگور راجستھان

الجواب

اداروں میں آمدنی کے دو ذریعے ہوتے ہیں۔ موقوفہ جائداد ہو اس سے آمدنی ہوئی ہو، یا لوگ عطیہ، چندہ دیں دونوں کا حکم الگ الگ ہے۔

چندہ چندہ دینے والوں کی ملک پر ہوتا ہے۔ وہ اسی مصرف میں صرف کیا جائے جس کے لیے مانگا گیا ہے۔ جو فاضل ہو اگر کسی دوسرے مصرف میں خرچ کرنا ہو تو چندہ دینے والوں سے دوبارہ اجازت لینی پڑے گی۔ (فتاوی رضویہ حصہ ششم ص ۳۳۶۔۳۶۸)

زکوۃ کی رقم جو حیلہ کرکے مد تعلیم میں خرچ کرنے کے لیے جمع ہوئی چندہ ہے۔ اگر ضرورت سے فاضل ہو تو ناگہانی حادثات میں خرچ کرنے کے لیے چندہ دہندگان کی اجازت لینی ضروری ہے۔

اگر وقف کی جائداد سے وہ آمدنی ہو اور مصارف وقف میں ناگہانی حادثات کا بھی ذکر ہو تو وہ رقم ان مصارف میں خرچ کی جاسکتی ہے۔ (بہار شریعت حصہ دہم ص ۵۹)

اور ناگہانی حادثات کا ذکر نہ ہو تو وہ رقم ایسے مصارف میں صرف نہیں ہوسکتی۔ البتہ بطور قرض لیکر ان مصارف میں خرچ ہوسکتی ہے۔ پھر چندہ کرکے قرض ادا کیا جائے۔ (ایضاص ۷۷) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۲ر ربیع الاول ۱۴۱۷ھ

(۵۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک مسجد ہے جس کو دو محلہ کے لوگ ملکر چلاتے ہیں، مسجد میں گیارہ سال قبل ایک مولوی صاحب امام رکھے گئے۔ وہ محلہ کے مدرسہ میں پڑھاتے اور مسجد کے حجرے میں رہتے تھے۔ دو گھروں سے کھانا آتا

تھا، اس طرح ان کے قیام وطعام کا انتظام تھا۔

مسجد کے سامنے کھلی زمین تھی جس کو اس کے مالک نے مسجد پر وقف کر دیا تھا۔ لوگوں نے عوامی چندہ سے اس میں مدرسہ بنوایا جس میں غسل وطہارت پائخانہ کا باقاعدہ انتظام کیا۔ دیگر قومی ضروریات کے لیے الگ بڑا ہال بنایا۔

تعمیر مدرسہ کے بعد مولانا صاحب اپنے بال بچے گھر سے لے آئے۔ اور مدرسہ میں مقیم ہو گئے، ہال پر بھی قبضہ کر لیا۔ مسجد کی ٹنکی سے مدرسہ کا پائپ لگا کر پانی مولانا اپنے استعمال میں لاتے ہیں۔ کیا مولوی صاحب کو مدرسہ کی عمارت کو ایسا مکان بنانا اور قومی ضرورت کے وقت کسی کو اس سے فائدہ نہ اٹھانے دینا۔ جائز ہے؟

الجواب

مسجد کے سامنے پڑی ہوئی زمین کو اللہ تعالیٰ کے جس بندے نے وقف کیا تو مسجد کے لیے وقف کیا یا مدرسہ بنانے کے لیے؟ یا جیسا کہ آپ نے بیان دیا کہ بارات ٹھہرانے کے لیے، اگر مسجد کے لیے وقف کیا۔ تو اس میں مدرسہ بنانا جائز نہیں۔

فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۳۸۱ پر ہے: موقوف علیہ مسجد کو مدرسہ میں شامل کر لیا جائے یہ حرام ہے، ہاں وہ زمین مسجد سے کرایہ پر لے کر اس میں مدرسہ چلا سکتے ہیں۔ اور زمین مسجد پر وقف ہو تو اس میں بارات بھی معاوضہ لے کر ٹھہرا سکتے ہیں۔ اور معاوضہ مسجد کے لیے صرف ہو۔ اور وہ زمین مدرسہ کے لیے وقف ہو تو اس میں مدرسہ بنانا جائز ہے۔ البتہ مدرسہ کا مکان بنانے والوں نے چونکہ اس میں بارات ٹھہرانے کی بات مکان بناتے وقت کی تھی تو وہ عمارت بارات وغیرہ کے لیے استعمال میں آسکتی ہے۔

البتہ زمین کا کرایہ وصول کیا جائے اور مدرسہ میں صرف ہو۔ المختصر واقف نے جس کام کے لیے وقف کیا زمین کو اسی مصرف میں صرف کرنا چاہئے۔ عام فقہ کی کتابوں میں ہے: "شرط الواقف کنص الشارع ولا یجوز تغیر الوقف عن ھیئتہ" رہ گیا امام صاحب کا مسئلہ تو جب مکان وغیرہ دینا مسجد کی طرف سے طے نہیں اور مدرسہ کی طرف سے بھی امام صاحب سے طے نہیں تو اس پر قبضہ کر کے اپنے بال بچوں کو رکھنا اور مسجد کے پائپ کو اپنے ذاتی استعمال میں لانا یا مدرسہ میں اس سے پانی لینا ضرور منع ہوگا۔ جتنے دن انہوں نے مدرسہ یا مسجد کی چیزوں کو اپنے استعمال میں رکھا یا مدرسہ کی عمارت میں رہے، اس کا ان سے کرایہ وصول کیا جائے گا۔ اور انہیں بے دخل کر کے وقف کو اس کے جائز مصارف میں لگایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۷/ربیع الاول ۱۴۱۷ھ

(۵۲-۵۳) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) فاسق کو مسجد کا متولی یا صدر سکریٹری بنانا اور اس کا بننا کیسا ہے؟۔

(۲) جو متولی ضروریات مسجد کی خبر گیری نہیں کرتا، باوصف درخواست اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتا اور اہل محلہ کی پیشقدمی میں اپنی توہین سمجھتا ہے، ایسے شخص کو متولی رہنے پر شرعا کیا حکم ہے۔

شریعت کی رو سے جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی محمد شفیق بریلی شریف ۱۴/۱۲ اگست ۱۹۹۶ء

الجواب

(۱) درمختار میں ہے: وينزع وجوبا غير مامون او عاجزا وظهر به فسق۔ (ج۶/۴۵۳)

متولی خائن یا عاجز ہو یا فاسق تو اس کو تولیت سے علیحدہ کرنا واجب ہے۔

(۲) فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۳۹۵ میں ہے: شخص مذکور جب کہ تعمیر ضروریات مسجد کا مانع اور مزاحم ہے تو بد خواہی مسجد کے سبب اس کا معزول کرنا واجب تھا۔ ص ۳۹۴ پر ہے شخص مذکور کو اگر متولی فرض بھی کریں تو اور مسلمانان محلہ کی تعمیر میں اس کی کوئی اہانت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۸/ رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ

(۵۴) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے محلہ میں ایک مسجد سے لگ کر اسی لائن میں چھ سات دوکان بھی نکالی گئی ہے، اور اس کا کرایہ مسجد ہی کی مصرف میں خرچ کیا جاتا ہے، ساری دوکان مسلم ہی کو دی گئی ہے، ٹھیک اسی دکان کے اوپر ایک منزلہ عمارت بھی بنائی گئی ہے، اس کے اوپری حصہ کا نقش ونگاری بالکل مسجد ہی کی طرح ہے، دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی مسجد ہی ہے، جشن چراغاں وغیرہ پر اس کے اوپری حصہ کو سجایا جاتا ہے، دوکان کا اوپری حصہ بالکل ہال نما ایک بڑا کمرہ ہے جو کہ خالی پڑا ہوا ہے، اس سے کچھ دن پہلے اس پر نماز جمعہ پڑھائی جاتی تھی، اور اب نہیں پڑھائی جاتی ہے۔ جمعہ کے ساتھ ساتھ عیدین کی بھی نماز پڑھی جاتی ہے، دوکان کے اوپر جو حصہ ہے اس کا راستہ الگ سے ہے اور اوپر جہاں نماز پڑھی جاتی ہے اس کا راستہ مسجد کے اندر سے ہے۔ دوکان کے اوپر ایک ہال نما کمرہ تھا، اس پر سلیپ دیا گیا ہے اب جمعہ وعیدین کی نماز اس کے اوپر ہوتی ہے تو اب اس دوکان کو کسی سودی بینک کے کاروبار میں کرایہ پر دیا جا سکتا ہے؟ اور اس کا کرایہ مسجد کے مصرف میں خرچ کیا جا سکتا ہے؟ مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد ابو نصر خان آس پی بی جامع مسجد کلیان روڈ ضلع تھانہ مہاراشٹر

الجواب

سوال کے الفاظ مبہم ہیں، اس میں اس بات کی تصریح نہیں کہ مسجد کی دو کانوں کی مذکورہ چھت مسجد میں شامل کی گئی یا نہیں؟ اگر مسجد میں شامل کی گئی ہو تو اس پر عمارت بنائے یا بلا عمارت بنائے کسی قسم کے کرایہ پر دینا جائز نہیں، فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۴۳۶ پر ایک ایسی مسجد کے بارے میں سوال ہوا جس کی دو کانوں کی چھت مسجد میں شامل تھی۔ تو مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، وہ چھت مسجد ہے، اسے مسجد سے توڑ کر دوکان میں ڈال دینا، ایک حرام اور اسے بالاخانہ حجرہ صحن وگذرگاہ بنانا دوسرا حرام، اور اسے کرایہ پر اٹھانا تیسرا حرام۔

ہاں اگر بہ تحقیق یہ ثابت ہو کہ یہ چھت کبھی مسجد نہیں رہی تو اس کو دوکان بنانا اور کرایہ پر دینا بالخصوص اس صورت میں کہ اس کا راستہ بھی مسجد سے علیحدہ ہے، جائز ہوگا۔ لیکن کسی ایسے کاروبار کے لیے جو شرعاً حرام ہو، جیسے یہاں ایک ایسے بینک کو قائم کرنا جس کے سب مالک مسلمان ہیں اور بینک سودی کاروبار کریگا اور اس کا علی الاعلان ہونا پڑوسی مسلمانوں کے لیے ضرور باعث ضرر ہوگا، شرعاً منع ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد ہشتم ص ۱۶۶) حدیث شریف میں ہے: "اتقوا مواضع التہم"۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۴؍ جمادی الاولی ۱۴۰۷ھ

(۵۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے قصبہ خیر آباد میں صدیوں پرانی مسجد ہے جو دور حاضر کی آبادی کے لحاظ سے جمعہ اور موسم سرما میں تراویح اور دیگر امور کے لیے ناکافی ہے جس کی وجہ سے مسجد کی توسیع ضروری ہے۔ اور مسجد کے آگے اور بائیں طرف برسوں پرانی کچھ قبر کے ہلکے ہلکے نشانات معلوم ہوتے ہیں نیز پورے قصبہ میں اور کوئی پرسکون جگہ نظر نہیں آتی جہاں مسجد تعمیر ہو۔ اور مسلمان وہاں اکٹھا ہو کر دینی اجتماع یا کسی دینی امر پر بآسانی مشورہ کر سکیں، جبکہ مذکورہ بالا جگہ پر باسانی سہولت فراہم ہیں۔

لہذا گذارش ہے کہ بشکل مجبوری مسجد کی تعمیر ہو سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث اور علما کے اقوال کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ المستفتی: انجمن کمیٹی خیر آباد راجستھان کوٹہ

الجواب

قبرستان کو مسجد بنانا جائز نہیں فقہ کی عام کتابوں میں ہے: لا یجوز تغیر الوقف عن ہیئتہ۔

عالمگیری میں ہے: المقبرۃ فی القری اذا اندرست و لم یبق فیھا آثار الموتی و لا العظم و لا غیرہ ھل یجوز زرعھا واستغلالھا قال لا و لھا حکم المقبرۃ۔ (ج۲/۵۰۷)

مقبرہ سے قبر کے نشان مٹ جائیں، ہڈیاں بھی سڑ گل کر مٹی ہو جائیں تو بھی اس کو کسی دوسرے کام میں لانا جائز نہیں۔ اس جگہ کا حکم اب بھی مقبرہ کا ہے۔ ہاں وہاں اب اگر مردے دفن نہ ہوتے ہوں تو ایسی جگہوں پر جہاں قبر نہ ہو قد آدم ستون ڈال کر اس پر چھت ڈال دی جائے اور اس چھت کو مسجد میں شامل کرلیا جائے، تو جائز ہے۔ (فتاوی رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۱ھ رجب ۱۷ھ

(۵۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

اشرف علی اور افضل حسین نے پندرہ سال قبل اپنی ایک زمین وقف کی جس پر پوری قریشی برادری نے مل کر مدرسہ بنایا۔ جس میں بچوں کی تعلیم ہو رہی ہے اور برادری کے سبھی لوگ چندہ سے اخراجات پورے کر رہے ہیں۔ اشرف علی صاحب کا کہنا ہے کہ زمین ہم نے وقف کی ہے، اس لیے ادارے میں ہماری مرضی چلے گی۔ افضل حسین کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔ عوامی ادارے سب کے رائے مشورے سے چلتے ہیں، اس میں کسی کی من مانی نہیں چلے گی۔ آپ اپنے حصہ کی زمین کی قیمت ہم سے لے لیں اور ایسا نہ کہیں۔ عبد المجید وافضل حسین قریشی تین سکیا آسام

الجواب

وقف کی جائداد کی ملکیت بندے سے اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ اس پر واقف کا بھی کوئی مالکانہ اختیار نہیں رہتا، نہ اس کو کسی کے ہاتھ بیچا جا سکتا ہے، نہ دام لیا جا سکتا ہے۔ عالمگیری میں ہے:

هو حبس العين على حكم ملك الله تعالىٰ على وجه تعود منفعة الى العباد و فيلزم ولا يباع ولا يوهب ولا يورث۔ (ج۲/۴۱۶)

اس لیے اشرف علی صاحب یا اور کوئی اس وقف میں وقف کے شرائط کے خلاف من مانی چلانا چاہیں تو شرعا غلط اور ناجائز ہوگا۔ پھر جب اس زمین پر پوری قریشی برادری نے مل جل کر تعمیر کی ہے تو وہ لوگ بھی اس وقف میں شریک ہو گئے۔ اور افضل حسین صاحب کی یہ بات صحیح ہے کہ اس قسم کے عوامی ادارے سب لوگوں کی رائے اور مشورے سے چلتے ہیں، اور سب کے لیے شرط یہی ہے کہ دیانت داری سے صحیح راستہ پر وقف کو چلایا جائے۔ شامی میں ہے: و ينزع وجوبا لو الواقف فغير بالاولى اذا كان خائنا۔ (ج۶/۵۵۳) واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۲ر شعبان ۱۷ھ

(۵۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید وعمر نے ایک عالم دین کی خیر خواہی میں اسے ملک بدر ہونے سے بچانے کے لیے ایک مکان

کرایہ پر لیا اور ساتھ ہی ایک جماعت کی بنیاد رکھی جس کا باقاعدہ ۲۵ر اگست ۱۹۸۹ء کو اندراج کرا دیا گیا۔ اس عالم دین کی رہائش اور تنخواہ اور دیگر ضروری انتظامات مکمل کرنے کے بعد نماز اور دین اسلام کی تعلیم کے لیے مستقل جگہ ڈھونڈی جانے لگی، خداوند کریم کا کرنا۔ ایک سال کے اندر ۵ر جولائی ۱۹۹۰ء کو "ہود کاف" پر ایک جگہ خریدی گئی جس کی قیمت بمعہ تمام اخراجات کے بہتر ہزار گاڑزنی ۷۲۰۰۰ جس طرح پوری کی گئی تفصیل درج ذیل ہے ۳۰۰۰۰ گلڈرز زید اور اس کی خاندان سے جمع کی گئی۔ ۱۰۰۰۰ گلڈرز عمر اور ایک اس کے خاندان سے جمع کی گئی ۱۲۵۰۰۰ جماعت کے چندہ میں سے موجود تھے۔ ۲۵۰۰۰ قرض لیا گیا جس میں سے ۱۰۰۰۰ گلدرز ابھی باقی ہے۔

جگہ ملنے پر باقاعدہ وہاں نماز پنجگانہ ادا کی جانے لگی اور ساتھ ہی ساتھ وہاں دین اسلام کا کام بھی شروع ہو گیا، یہاں تک کہ بعد میں جمعہ کی نماز کا بھی اہتمام ہونے لگا، مسلمان بھائیوں کی توجہ اور دلچسپی کے ساتھ بڑھتی ہوئی تعداد کو دیکھتے ہوئے جماعت کے ارا کین نے اسے باقاعدہ مسجد بنانے کا ارادہ کر لیا۔ جس کے لیے باقاعدہ حکومت وقت سے منظوری بھی لے لی گئی۔

مسجد اور جماعت ۱۹۰۹ء سے ۱۹۹۴ء تک نہایت حسن وخوبی سے چلتی رہی، تمام ارا کین ہمیشہ باہمی صلاح ومشورہ سے کام کرتے رہے۔

اس عرصہ کے درمیان جماعت کے ایک فرد بکر نے جماعت کے پیسوں سے اپنا ذاتی کاروبار شروع کر دیا اور مسجد کے نام سے کاروبار کرتے ہوئے حکومت کا ٹیکس بھی نہ دیا۔ زید وعمر کو اس بات کا علم اس وقت ہوا جب حکومت کی طرف سے مسجد کے نام مبلغ بیس ہزار گلڈرز کا بل آیا۔ اور ساتھ بل کے مقررہ وقت پر ادا نہ کرنے کی صورت میں مسجد کو نیلام کر دینے کی دھمکی کا خط بھی۔ یہ خط عمر کو ملا جسے لے کر وہ زید کے پاس آیا، زید اور بکر کی اس ناجائز حرکت پر سخت ناراض ہوا بلکہ عمر نے بکر کو بہت سخت وست بھی کہا اگرچہ وہ ان کا رشتہ دار ہی تھا۔

جماعت اور مسجد کو بچانے کے لیے زید وعمر وکیل کے پاس بھی گئے اور بعد میں بکر نے وکیل کے پاس جا کر پیسے واپس کرنے کا وعدہ بھی کر لیا۔

اسی دوران میں سب باتوں سے تنگ آ کر یا یوں کہیے کہ جان چھڑانے کے لیے وہ اپنا استعفیٰ نامہ بھی بھیج چکا تھا، اس پر ایک میٹنگ کے درمیان اپنے وعدہ کا صاف انکار بھی کر دیا۔ اس پر عمر نے کہا کہ ہمیں بکر پر مقدمہ چلانا چاہیے دوسری طرف یہ ہوا کہ عمر کے بیٹے سکریٹری نے بکر خازن کے ساتھ مل کر زید وصدر ومتولی کو جماعت اور مسجد سے بے دخل کا نوٹس بھی دے دیا۔

اس طرح مسجد اور جماعت کے صدر و متولی اور خزانچی اور سکریٹری میں اختلافات نے دوسری شکل اختیار کرلی، اس پر بھی زید نے ہر ممکن طریقہ سے بمشورۂ علمائے دین اور ملک کی دوسری غیر متعلقہ سنی تنظیموں کی مدد سے اس مسئلہ کا حل تلاش کرنے کی پوری کوشش کی، مگر دوسری جانب سے کوئی مثبت ردعمل نہیں ہوا۔ آخر زید نے تنگ آکر حکومتی عدالت سے رجوع کیا جوتا ہنوز جاری ہے۔ اس دوران ایک نئی بات کا انکشاف ہوا۔ وہ یہ کہ خازن اور سکریٹری نے موجودہ مسجد اور جماعت کی رکنیت سے علیحدگی اختیار کرکے ایک جماعت میں شمولیت اختیار کرلی، بلکہ ان کو اپنی جگہ رکھدیا۔ اور جماعت اور مسجد کو ان کے حوالہ کردیا۔ ان لوگوں نے جماعت اور مسجد کا نام ہٹا کر اپنی جماعت کا نام دے دیا، یہی نہیں بلکہ زید کی صلاح جوئی کی ہر کوشش کو نئی جماعت کا قابض صدر ابلیسی کوشش قرار دیتا ہے۔

علمائے اہل سنت وارثین دین مصطفیٰ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض گزار ہے کہ قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں فیصلہ صادر فرمائیں۔

☆ آیا زید اب بھی عند اللہ اور عند الشرع مسجد کا بانی اور متولی اور جماعت کا صدر ہے کہ نہیں؟

☆ اور اس طرح کسی صدر اور متولی کو برطرف کرنا جائز ہے کہ نہیں؟

☆ کسی مسجد کے بانی اور متولی اور صدر کو اپنے کسی رکن کی بددیانتی پر ٹوکنے کے نتیجہ میں خود اسے اپنے عہدہ سے برطرف کردینا کیا جائز ہے؟

☆ سارے حالات جاننے کے بعد جو عمارت پر قبضہ جما کر اصل نام مٹا کر اپنا لکھدینا کیا جائز ہے؟

☆ کیا اس مسجد کے بانی اور متولی اور صدر کی مثبت کوششوں کو شیطانی کوششیں قرار دینا جائز ہے؟

آپ حضرات کی طرف سے قرآن وسنت اور اسلامی قانون کے حوالہ سے حل کا اور فیصلہ کا محتاج ہے۔

العارض محمد صدیق محمد عبد الواحد

الجواب

فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۴۱۱ میں ہے۔ ”مفتی صورت سوال کا جواب دے گا، اسے اس سے بحث نہیں کہ صورت واقع کیا ہے“ اگر آپ کا بیان صحیح اور واقع کے مطابق ہے تو آپ کے سوالوں کا جواب مندرجہ ذیل ہے۔

متولی تو ایک بڑا عہدہ دار ہے، کسی معمولی ملازم کو بھی بلا کسی شرعی عذر کے عہدہ سے الگ کرنے کا کسی کو شرعا حق نہیں۔ درمختار میں ہے: ”لایصح عزل صاحب وظیفة بلاجنحه“ (ج ۶/ ۵۸۸)

شرعی قصور کے بغیر کسی عہدہ والے کو اس کے عہدہ سے الگ کرنے کا کسی کو شرعا حق نہیں۔

وہ شرعی اعذار جن کی وجہ سے آدمی تولیت کا حق دار نہیں رہ جاتا حسب ذیل ہیں۔

درمختار میں ہے: وینزع وجوبا غیر مامون او عاجز او ظهر به فسق۔ (ج۶/۴۰۳)

وقف کی تولیت سے اس کو الگ کردیا جائے گا جو خیانت کار ہو۔ عاجز اور کام کے لائق نہ ہو۔ یا فاسق معلن ہو۔

پھر اسلام میں ولی مقرر کرنے یا اس کو بعذر شرعی معزول کرنے کا حق واقف کا ہے۔

درمختار میں ہے: "ولاية نصب القيم الى الواقف" (ج۶/۴۹۶)

اور صورت مسئولہ میں واقفین میں خود زید عمران کے خاندان والے اور عام مسلمانوں کی جماعت ہے۔ تو جب تک ان کی اکثریت معقول عذر کی بنا پر کسی کو عہدہ سے برطرف نہ کرے۔ زید کو تولیت سے علحدہ کرنے کی کوئی سبیل نہیں۔ نہ کہ چند خیانت کار اور ان کے مددگار جو اپنی خیانت کے بعد عہدہ سے خود برطرف ہوگئے، مسجد پر ان کا قبضہ ظلم وزیادتی ہے۔ اور ایسے غلط کار لوگوں کے تسلط سے مسجد کو آزاد کرانے والوں کی کوششوں کو شیطانی حرکت قرار دینا قابل سزا جرم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۲ رمحرم ۱۴۱۸ھ

(۵۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید ایک سنی متقی عالم دین تھے۔ جو ایک گاؤں میں تدریس وتبلیغ کے فرائض انجام دیتے تھے اور وہاں کے مکتب کو ترقی دیکر بہترین دار العلوم بنادیا، ان کی بے لوث مخلصانہ دینی خدمت اور ان کے تقوی و پرہیزگاری کی وجہ سے علاقہ کے عوام کو ان سے بے پناہ محبت ہوگئی۔ چک بندی کے موقع پر انہیں کی کاوشوں سے طلبہ کے کھیل کود کے نام پر ایک قطعہ آراضی بھی مدرسہ کو مل گئی۔ جب مولانا صاحب کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے لوگوں سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر گاؤں کے لوگ اجازت دیں تو مجھے اس زمین (چکبندی سے حاصل شدہ) میں دفن کیا جائے، ورنہ اسی گاؤں کے عام قبرستان میں دفن کردیا جائے، اگر عوام یہاں قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہ دیں تو میری نعش میرے وطن لے جاکر میرے آبائی قبرستان میں مجھے سپرد خاک کیا جائے۔

زید کے انتقال کے وقت پورے علاقے کے لوگوں نے بالاتفاق انہیں مدرسہ کی اس زمین میں دفن کیا۔ جنازہ ودفن میں ایک اندازہ کے مطابق علاقہ کے بارہ ہزار لوگ شامل تھے۔ سب کی یہی خواہش تھی کہ مولانا صاحب کو اسی زمین میں دفن کیا جائے، صرف ایک شخص نے یہ کہا تھا کہ مولانا صاحب کو مدرسہ کی زمین میں دفن نہ کیا جائے۔ مولانا صاحب کے انتقال کو ڈھائی سال کا عرصہ گذر گیا، ہر سال ان کا

عرس بھی ہوتا ہے اور علاقہ کے عوام نے ان کا مزار بھی تعمیر کر دیا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ زمین جو مدرسہ کو چک بندی کے دوران حاصل ہوئی تھی اس میں مولانا صاحب کو دفن کرنا کیسا تھا، جائز تھا یا نہیں؟ اگر نہیں تو اب کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مرغوب الحسن جعفر آباد پوسٹ بڑہرا بھورا ضلع بلرام پور

الجواب

صورت مسئولہ میں جو زمین مولانا مرحوم نے طلبہ کے کھیل کود کے لیے مدرسہ کے نام سے کرائی وہ گورنمنٹ کاغذات میں تو ہمیشہ کے لیے مدرسہ سے متعلق ہوگئی، مگر شرعا وقف نہیں ہوئی۔

عالمگیری جلد دوم ص ۳۵۳ میں ہے: و اما شرائطه فمنها ان يكون قربته في ذاته و عند التصرف۔ وقف کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے یہ ہے کہ وہ کار ثواب کے لیے ہو اور کھیل کود کار ثواب نہیں تو اس کے لیے دی ہوئی زمین بھی شریعت کے نزدیک موقوف نہیں، نہ اس میں وقف کے احکام جاری ہوں گے۔

پس گورنمنٹ نے اس زمین میں تصرف کا حق جن لوگوں کو دیا، جب سب نے مل کر اس زمین میں حضرت مولانا کو دفن کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہی امید ہے کہ اس سلسلہ میں مولانا اور ان کے معتقدین کا کوئی مواخذہ نہ ہوگا، نہ اس میں قبر بنانا تصرف بے جا ہوگا۔ چکبندی کے موقع پر عام طور سے گورنمنٹ ہر گاؤں میں اس انواع کے مصارف کے لیے کچھ زمین دیتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۴؍رجب ۱۴۱۸ھ

(۵۹-۶۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک کافر نے اپنی زمین مسجد کے نام کر دیا اور وقف کرنے کے بعد مر گیا۔ اب مسلمان وہاں مسجد بنانا چاہتے ہیں۔ آیا کافر کی وقف کردہ زمین پر مسجد بنانا جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو کیا کوئی شرعی حیلہ ہے یا پھر اس زمین کو کیا کیا جائے؟

(۲) عمر نے اپنی زمین مسجد کے نام وقف کر دیا، مگر مسجد کے نام لکھا نہیں، جس میں آج تک نماز ہوتی رہی۔ اب جبکہ مسجد از سر نو تعمیر ہونے والی ہے تو عمر کا کہنا ہے کہ میں اپنی زمین کو مسجد کے نام اس وقت لکھوں گا جبکہ مسجد پر میرے خاندان میں سے کسی کا نام لکھا جائے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ وقف کرنے کے بعد عمر کو اس طرح کی کوئی شرط لگانے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد محبوب عالم اشرفی بڑا گاؤں گھوسی

الجواب

(۱) فتاوی رضویہ میں ہے: اگر وہ زمین کسی مسلمان کو ہبہ کردی اور مسلمان نے اس میں مسجد بنوادی تو جائز ہے اور اس میں نماز مسجد میں نماز ہے اور اگر بے تملیک مسلم اپنی ہی ملک میں رکھ کر مسجد بنوادی تو مسجد نہ ہوئی۔ اس میں نماز پڑھنے میں مسجد کا ثواب نہ ملے گا۔ مگر چونکہ اس کے اذن سے ہے تو نماز درست ہے۔

آپ کے سوال کی عبارت خوب واضح نہیں، اگر یہ مطلب ہے کہ اس نے اس طرح کہا کہ زمین لو اور مسجد بنالو، تب تو اس میں مسجد بنانا جائز ہے اور اگر یہ کہا کہ میں نے اس زمین کو مسجد کیا تو زمین نہ وقف ہوئی نہ مسجد۔ لیکن چونکہ قانونا اس پر مسلمان کا قبضہ ہے، اس لیے اگر وہاں مسجد بنا کر نماز پڑھیں نماز ہوجائے گی، بلکہ اس کافر کے وارثوں کو اگر قانونا حق مزاحمت نہ رہا ہو تو حقیقۃً بھی وہ مسجد ہوگی۔

(فتاوی رضویہ ششم ص ۴۰۱)

(۲) وقف مکمل ہوجانے کے بعد واقف کو کسی نئی شرط کے اضافہ کا حق نہیں۔ لا یجوز له ان یفعل الا ما شرط وقت العقد۔ (اسعاف بحوالہ فتاوی رضویہ ششم ص ۳۴۲)

لیکن نیت خیر سے اگر واقف کا نام کسی ایسی جگہ لکھدیا جائے کہ نماز پڑھتے وقت مصلیوں کی نگاہ اس پر نہ پڑے اور مقصد یہ ہو کہ بعد میں آنے والے لوگ بھی اس کے لیے دعائے خیر کریں تو شرعا اس میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۴/رجب ۱۴۱۸ھ

(۶۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید اپنے کو سنی صحیح العقیدہ ظاہر کرتا ہے جبکہ زید کی بیوی شیعہ مسلک سے تعلق رکھتی ہے۔ زید نے اپنی لڑکی کی شادی شیعہ لڑکے سے کی جس میں سنی وشیعہ دونوں علمائے کرام کو دعوت دی لیکن نکاح خوانی کا کام سنی علما سے نہ لے کر شیعہ علما سے انجام دلایا۔

(۱) کیا یہ شادی شریعت مطہرہ کے نزدیک جائز ہے؟

(۲) کیا شریعت مطہرہ کے مطابق ایسے شخص کو جس نے ایسا فعل دانستہ کیا کسی دینی ادارے یا مسجد وغیرہ کا رکن بنایا جاسکتا ہے؟

(۳) اگر کسی نے ان باتوں کو جانتے ہوئے اس کو کسی دینی ادارے کا رکن بنایا تو ایسے شخص کے اوپر کیا حکم صادر ہوتا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد مشتاق احمد نوری رضوی مکان نمبر ۳۱/۳۶۱ مدنپورہ بنارس

الجواب

فتاوی رضویہ کتاب الفرائض ص ۲۱۴ پر ہے: "بالجملہ رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار ومرتد ہیں۔ان سے مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے۔" مرد وعورت میں سے کوئی رافضی ہو سنی کے ساتھ اس کے نکاح کا یہی حکم ہے۔

پس بر تقدیر صدق مستفتی صورت مسئولہ میں زید پر ہلکا حکم شرعی علی الاعلان ارتکاب حرام اور فسق کا ہے۔ایسے شخص کو کسی دینی ادارے کا رکن بنانا یا کوئی اعزاز کا درجہ دینا خود فسق ہے۔عام کتب فقہ میں ہے:
لانا امرنا بتحقير هم ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۵؍رجب ۱۴۱۸ھ

(۶۲) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

نحمده و نصلی علی رسوله الكريم

﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾[آل عمران: ۱۰۴) اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کام سے منع کرے۔یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔

آیت کریمہ کو نظر رکھتے ہوئے اور حدیث پاک "کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیته" (الفقيه والمتفقه للخطيب البغدادی: ۴۷/۱) کو دھیان دیتے ہوئے اپنا فرض یہی سمجھتا ہوں کہ علمائے دین ومفتیان شرع متین سے معلوم کر کے مسلمانوں کے گوش گذار کروں تاکہ میں زمرۂ پیروان "وما علينا الا البلاغ" میں شمار کیا جاؤں ورنہ مجھ ہیچ مداں میں نہ علمی معلومات ہے نہ عقلی قوت نہ مالی پونجی ہے۔خدا کا بھروسہ اور رسول کا وسیلہ بزرگان دین کی دعا کا سہارا ہے۔

مسجد کے فرش کا پتھر جس پر عرصہ دراز تک (تخمیناً پچاس سال تک) نماز پڑھی گئی ہے اس پتھر کو فرش سے علیحدہ کر کے مسجد کے باہر چبوترے پر فرش بنالیا ہے۔جس پر عام طور سے لوگ اٹھتے بیٹھتے ہیں، بچے کھیلتے ہیں، چھوٹے بچے پیشاب و پاخانہ بھی کر دیتے ہیں۔ نیز کتے بیٹھتے ہیں اور کتے غلاظت بھی کر دیتے ہیں۔صورت حال میں ان پتھر کا فرش چبوترہ پر بنانا درست ہے یا نہیں؟ فرش بنانے سے کوئی گنہگاری عائد ہوگی یا نہیں؟

جو درست ہو بتلا کر لوگوں کو ہدایت پانے والا بنائیں اگر وہ پتھر کا فرش بنانا علاوہ مسجد کے درست

نہیں ہے تو کیا چھت میں کام آسکتا ہے؟۔

(۲) مسجد کی چٹائیاں شادی بیاہ میں لے کر اس پر گوشت کٹوانا جس سے وہ خون میں تربتر ہو کر خراب ہو جاتی ہیں۔ پھر دھو کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ یا اس کے بدلے میں نئی چٹائیاں لوگ دے دیتے ہیں یہ درست ہے؟۔

(۳) مسجد کی چٹائیاں میت کے کفن و دفن کے واسطے لینا بعد کفنانے کے واپس دینا، یا دفن قبر میں رکھنا بعد میں نئی چٹائیاں مسجد میں رکھنا درست ہے۔ یہ سب طریقے غلط اور خلاف ادب ہیں، ان سے کوئی مواخذہ آخرت ہوگا یا نہیں؟ حق اور جائز عمل بتلا کر بندگان خدا کو ہدایت فرمائیں۔ فقط والسلام

المستفتی: حاجی محمود الحسن خادم قوم وملت مقام سرائے سرجی بنارس

۱۰/ربیع الاول ۸۳ھ خادم قوم وملت، جواب جلد عنایت کریں۔

الجواب

ادب کا تقاضہ تو یہی ہے کہ ان پتھروں کو ایسی جگہ لگایا جائے جہاں ان کی بے حرمتی نہ ہو۔ درمختار میں ہے: "حشيش المسجد وكنا ستهٗ لا يلقى فى موضع يخل للتعظيم" مسجد کا کوڑا بے ادبی کی جگہ نہ ڈالا جائے۔

تو جب کوڑا کرکٹ کا یہ حال ہے وہ پتھر تو بدرجہ اولی اس کا مستحق، اس لیے حتی الامکان اس سے بچا جائے یا کوئی مجبوری ہو تو اور بات ہے۔ مسجد کی کوئی چیز اپنے استعمال میں لانا ناجائز۔ عالمگیری میں ہے "لا يحمل سراج المسجد الى بيته (ج۲/۵۰۲)" اور اگر اس میں کچھ نقصان کیا تو اس کا تاوان دینا پڑے گا، اسی میں ہے "لو تلف به شيء يضمن" واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ

(۶۳) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کو ایک وقف کمیٹی کا صدر یہ جان کر بنایا کہ زید اس انتخاب کے آٹھ گھنٹہ بعد سفر حج پر روانہ ہو جائے گا، اور تین ماہ کے بعد زید سفر حج سے واپس آیا۔ اپنے اعزا سے ملنے گیا۔ پھر وقف کمیٹی میں شرکت کرنے لگا۔ حال ہی میں زید کے خلاف ممبران کی طرف سے ایک عدم اعتماد تحریک آئی۔

عدم اعتماد کی وجہ بیان کرتے ہوئے اس تحریر میں لکھا ہے کہ صدر صاحب اوقاف کے معاملہ میں دلچسپی نہیں رکھتے اور دلچسپی نہ رکھنے کی وجہ یہ بیان کی کہ چناؤ کے بعد وہ فوراً حج کو چلے گئے۔ اور چونکہ حج

کو چلے گئے اس وجہ سے دلچسپی نہیں لی۔ لہٰذا ہمیں ان پر اعتماد نہیں ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ عدم اعتماد کی جو وجہ بیان کی، عند الشرع ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے۔ کیا اس میں عدم اعتماد پیش کرنے والوں نے حج روکنے کی سعی نہیں کی؟ شریعت کے حکم سے آگاہی کی جائے۔ صدر کی عدم موجودگی میں نائب صدر نے کام کیا، اور جو کام صدر کرتا وہی کام نائب صدر نے کیا۔

نوٹ: زید کا یہ پہلا حج فرض تھا۔ فقط بینوا وتوجروا

المستفتی: از ہر علی حاجی عبد القیوم، عبد الرشید جودھپور راجستھان

الجواب

اکبر الٰہ آبادی نے جب یہ شعر لکھا تھا:

رپٹ لکھوائی ہے یاروں نے یہ جا جا کے تھانے میں کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

تو سبھی لوگ اس کو دل لگی سمجھتے رہے لیکن آپ کے اس سوال سے ہمارے پاس اس کا ایک حقیقی مصداق آگیا۔ سبحان اللہ۔ وہ دن آگیا ہے کہ کلمہ گو کی زبان پر یہ اعتراض ہے، چونکہ آپ نے حج کیا اس لیے صدارت کے اہل نہیں رہے، حالانکہ قوم کا کام بھی وہی کریگا جو خدا کے فرمان کی بجا آوری میں چوکس ہو۔

الغرض عدم اعتماد کی جو وجہ بیان کی گئی ہے شرعاً وجہ بن ہی نہیں سکتی، حالانکہ نائب صدر کی وجہ سے کام میں کوئی رکاوٹ نہ ہوئی، ہم کو ان لوگوں پر عتاب الٰہی کا خوف ہے جن لوگوں نے حج کو صدر کی نااہلی بتایا، ہمیں ڈر ہے کہ ان کا یہ فعل آگے چل کر کہیں لوگوں کو: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَن يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا﴾[البقرة:۱۱۴] کے زمرہ میں نہ شامل کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۳/ جمادی الاخری ۸۳ھ

الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ

(۶۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

کرامت علی خاں موضع کھکری مدرسہ عظیمیہ کے ناظم اعلیٰ قاری عبد القوی صاحب کو اپنے گاؤں میں اپنے خاندان والوں سے دو ایکڑ پچاس ڈسمل اور گاؤں کے مسلمانوں کے پانچ ایکڑ زمین قاری عبد القوی صاحب کے نام رعیتی بندوبست کر دیا جس پر ایک بلڈنگ بن چکی ہے اور اس میں قریب دو سال سے تعلیم دین ہو رہی ہے۔ کچھ بھائیوں نے ہم سے کہا کہ آپ نے رعیتی اس کے نام سے کیوں لکھ دیا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد ان کے لڑکے اپنے ذاتی مصرف میں لے آویں۔

ہم لوگ کا زمین دینے کا مقصد یہ تھا کہ دین کی خدمت ہو۔ لہٰذا ناظم صاحب سے کہا جائے کہ

آپ دو روپیہ آٹھ آنہ کے اسٹامپ پر ایک اگریمنٹ لکھ دیں کہ یہ ہمیشہ مدرسہ کے استعمال میں رہے گا۔ اس سے نہ ہم اور نہ ہمارے ورثہ ذاتی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں نہ بیچ سکتے ہیں، اس پر قاری صاحب ہمارے بھائیوں کو بہت سخت لفظ کہہ دیئے، اس پر میں ان لوگوں (اپنے بھائیوں) کو سمجھا کر لے آیا، ناظم صاحب بولے: میں اکیلے میں کرامت علی خاں سے باتیں کروں گا، میں تنہا ان کے پاس گیا اور کہا کہ قاری صاحب اسلام جھگڑے کو روکتا ہے، میں نے زمین آپ کو بے قیمت دی ہے اور دلوایا ہے، اگریمنٹ لکھ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ اس پر قاری صاحب نے غصہ ہوکر کہا کہ آپ کیا ہیں، آپ کے اکابر سے ٹکر لینے آیا ہوں، میں دو چار لڑکوں کو قتل کر کے لوگوں کو اور آپ کے بھائیوں کو پھنسا دوں گا اور نوکری ختم کرا دوں گا میں یوپی کا پٹھان ہوں۔ میں لمبی داڑھی کا اور لمبے کرتے والے کا اعتبار نہیں کرتا ہوں آپ کی نیکی بدی گئی۔

قاری صاحب نے محض اپنے اقتدار کو قائم رکھنے اور زمین کو بیع کرانے اور ذاتی جاگیر بنانے کے لیے مسلمانوں میں دو پارٹی بنا کر لڑوادیا ہے۔ اگریمنٹ لکھانے کا مقصد یہ ہے کہ مدرسہ میں دی ہوئی زمین کسی کی ذاتی ملکیت نہیں۔ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ دین پھیلے۔ کون شخص حق پر ہے اور کون ناحق پر ہے؟ برائے کرام جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی صورت مسؤلہ میں ظاہر یہی ہے کہ وہ زمین مدرسہ کے لیے ہی وقف کی گئی ہے۔ یہ غلطی ہوئی کہ ناظم اعلی کے نام اس کی رجسٹری ہوئی، ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا۔ ناظم اعلی پر ضروری ہے کہ بے جا جھگڑوں سے احتراز کریں اور کچھ لوگ اس قسم کی اطمینانی تحریر چاہتے ہیں تو ضرور لکھدیں۔ قرآن عظیم میں ہے ﴿ان الله یامر کم ان تؤدوا الامانات الی اهلها﴾[النساء:۵۸ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۷/جمادی الاخری ۸۴ھ

الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ

(۶۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنا مکان اس غرض سے وقف کیا کہ اس کے کرایہ کی رقم مسجد کے امداد ونذر ونیاز ودیگر کار خیر میں صرف کی جائے۔ لیکن کسی بنا پر مذکورہ ملکیت کو گورنمنٹ بمعاوضہ حاصل کرنا چاہتی ہے۔ بصورت دیگر مکان کسی اور کے ہاتھ فروخت کرنا پڑتا ہے۔ اور ان صورتوں میں موصولہ رقم سے دوسری ملکیت خریدنا ناممکن ہے۔ حکومت کے موجودہ قانون کے مطابق وقف کا روپیہ یا تو گورنمنٹ سیکیوٹیس میں

روکنا پڑے گا یا بینک میں امانتاً رکھنا ہوگا جس کا سود ملتا رہے گا۔

کیا ایسی صورت میں جبکہ موصولہ رقم سے کوئی ملکیت حاصل نہیں کی جاسکتی، وقف کی ملکیت کے فروخت کا روپیہ گورنمنٹ سیکیوٹیس یا بینک میں جمع کر کے اس کے سود کا روپیہ مندرجہ بالا مقاصد پر خرچ کیا جاسکتا ہے؟ اگر نہیں تو کیا معاوضہ یا فروخت کی قیمت کو وقف کے مقاصد پر خرچ کرنا چاہئے؟ تاوقتیکہ وہ ختم ہو جائے۔ بینوا توجروا احمد غلام محمد الدین

الجواب

موقوفہ جائداد کا شرعی حکم تمام حالات میں یہ ہے: "و اذا صح الوقف لم یجز بیعه و لا تملیکه" نہ اس کو بیچا جاسکتا ہے نہ دوسرے کو دیا جاسکتا ہے۔ ہاں اگر وہ وقف نا قابل انتفاع ہو جائے تو قاضی اس کو بیچ کر اس کے بدلے میں دوسری زمین لے کر اس کے قائم مقام کر سکتا ہے۔

عالمگیری میں ہے: "والمعتمد انه یجوز للقاضی بشرط ان یخرج عن الانتفاع بالکلیة"

لیکن (بر تقدیر صدق مستفتی) صورت مسؤلہ میں جبکہ اس وقف کے جانے کا خطرہ ہے تو اگر ممکن ہو تو اس کو بیچ دیا جائے اور اس کی قیمت سے کوئی مستقل جائداد جہاں بھی ممکن ہو خرید لی جائے۔ اور یہ ناممکن ہو جیسا کہ سوال میں ذکر کیا تو پھر وہ رقم ہی ان مقاصد خیر میں خرچ کر دی جائے۔ "فی الدر لا یجوز استبدال العامر الا فی اربع اذا غصبهٔ غاصب او جری علیه الماء(ج۶/۴۶۰) واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۳۰ رشوال ۸۵ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۶۶) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

اما بعد: بازار میں ایک مسجد لب سڑک ہے، اس میں استنجا خانہ ہے جس کا راستہ پہلے باہر تھا۔ قریب قریب آٹھ برس ہوا کہ باہر سے راستہ بند کر کے مسجد کے اندر سے راستہ کھول دیا گیا اور اب تک موجود ہے۔ جو راستہ بند کیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ استعمال بیجا کرتے تھے مثلاً:

(۱) غیر مذہب کے لوگ استعمال کرتے تھے۔ (۲) کھڑے ہو کر پیشاب کرنا۔

(۳) قبلہ رخ بیٹھ کر پیشاب کرنا۔ (۴) بغیر پانی کے پیشاب کرنا۔

(۵) کبھی کبھی پاخانہ کرنا۔

اس وجہ سے بہت گندہ رہتا تھا، اس وجہ سے باہر کا راستہ بند کر دیا گیا۔ اور اس کا راستہ اندر بنا دیا گیا، وہ دیوار جو بند کی گئی اسکی جگہ کرایہ پر دے دی گئی جس کا کرایہ مبلغ چار روپیہ ماہ ملتا ہے۔ مگر اب اندر

سے گھسنے میں مسجد کے اندر استنجا خانہ کی بدبو آتی ہے۔اب رائے ہے کہ اس کو اندر سے بند کر کے دوبارہ باہر کھول دیا جائے۔اب یہ خیال ہے کہ اب یہ مبلغ ۴۸ رروپیہ سال کا صحیح نقصان ہوگا۔

الجواب

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وقف کے منتظمین کو ایسے تصرف کا حق حاصل ہے وہ جس سے کہ وقف اور مسجد کو فائدہ پہنچے۔شامی میں ہے:"انما یحل للمتولی الاذن فیما یزید الوقف به خیرا (٦/٥٣١)" آج سے آٹھ سال قبل مسجد کے استنجا خانہ کے دروازے کا رخ جو بدل گیا وہ متعدد وجوہ سے مسجد کے فائدہ کے حق میں معلوم ہوتا ہے۔

(۱) مسجد کی آمدنی میں اضافہ ہوا جب کہ مصلیوں کے حق میں کوئی دخل اندازی نہیں ہوئی۔کہ مصلی ابھی اس میں اس طرح استنجا کرتے ہیں۔

(۲) مسجد کے اندر استنجا خانہ حسب بیان سائل محفوظ ہو گیا۔جب کہ حکم یہ ہے کہ مسجد کی کوئی چیز خود مصلی بھی اپنی ذاتی فائدہ کے لیے بلکہ خود متولی بھی استعمال نہیں کر سکتا۔(بہار شریعت) عالمگیری میں ہے:

"متولی المسجد لیس له ان یحمل سراج المسجد الی بیته (ج۲/۵۰۲)

تو مسجد کا استنجا خانہ غیر نمازیوں بلکہ غیر مسلموں کو استعمال کرنا کیسے جائز ہوگا؟ اس کو آلودگیوں سے محفوظ کرنا ضروری ہوگا۔پھر جب دروازہ بدلتے وقت مصلیوں کی رضامندی بھی حاصل ہو گئی تھی،جیسا کہ سوال میں ہے۔اور خود سائل نے زبانی بتایا اسی پر آٹھ سال تک عمل درآمد رہا تو یہ بھی اس تبدیلی کے حق بجانب ہونے کی قوی دلیل ہے۔شامی میں ہے:"لاهل المحلة تحویل باب المسجد" (٦/٤٢٧) پس اب آٹھ سال کے بعد خواہ مخواہ اس کو قدیم حالت پر بدلنا ضرور غیر مستحق اور ناپسندیدہ فعل ہوگا۔ایسا انتظام ضرور کر دیا جائے کہ مسجد میں بدبو نہ جائے۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۲/ربیع الاول ۸۶ھ

الجواب صحیح:عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۶۷) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص تھا جو اپنا مکان ایک مسجد پر وقف کرنا چاہتا تھا،مگر وقف کرنے میں کچھ قانونی دشواری تھی۔لہٰذا اس مکان کو مسجد سے مبلغ چار سو روپیہ لے کر رجسٹرار صاحب کے سامنے بیع نامہ،مکان مسجد کو کر دیا۔بعد کو پھر اس روپیہ کو مسجد کو واپس کر دیا۔روپیہ واپس کرنے کے بعد انہوں نے ایک وصیت زبانی چار آدمیوں کے سامنے کی جو وصیت حسب ذیل ہے:جو اپنی بیوی کے لیے کہا تھا دیکھئے مکان تو ہم نے بیع

نامہ کردیا ہے، مگر جب تک ہماری مسماۃ اس مکان میں رہنا چاہیں تو رہنے دیجئے گا۔ اور اس سے مستفید ہونا چاہیں تو آپ لوگ مستفید ہونے دیجئے گا۔ تاکہ میرے مرنے کے بعد ان کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ لہذا ان کے مرنے کے بعد بیوی اس مکان میں رہا کرتی تھی۔ اور اس میں کرایہ دار بھی رکھتی تھی۔ کرایہ خود لے کر خرچ کرتی تھی۔ کبھی کبھی مسجد کو کچھ روپیہ بھیج دیتی تھی۔ کئی سال کے بعد مسماۃ نے متولی اور کچھ ممبران کو بلا کر کہا کہ مکان بڑا ہے، اس میں دو حصہ بنوا دیا جائے تو مسجد کا فائدہ ہوگا۔ اور ایک حصہ میرے لیے بہت ہے اور کرایہ بھی زیادہ ملے گا۔ لہذا متولی مسجد نے اس کو دو حصہ بنوادیا ایک حصہ میں تو مسماۃ خود رہتی تھی اور دوسرا حصہ میں ایک کرایہ دار مبلغ سولہ روپے ماہوار پر رکھا گیا۔ کچھ روز تک مسجد کو وہ کرایہ ملتا رہا۔ پھر مسماۃ نے متولی صاحب کو بلا کر کہا کہ اب میں تکلیف میں ہوں لہذا کرایہ مجھ کو ملتا تو اچھا ہوتا۔ لہذا متولی صاحب اور تمام ممبران نے طے کیا کہ مسماۃ کو مبلغ دس روپیہ ماہوار کرایہ کی آمدنی سے دیا جائے اس پر مسماۃ بھی راضی ہوگئی اور ان کو برابر ہر ماہ مبلغ دس روپیہ ماہوا کرایہ کی آمدنی سے دیا جاتا رہا۔ اب قریب چھ سات ماہ ہوا کہ مسماۃ نے نکاح کرلیا۔ لہذا مسماۃ نے پھر خواہش ظاہر کیا کہ ہم کو پھر مکان میں رہنے کے لیے ملنا چاہئے، ایک درخواست مسماۃ نے متولی صاحب کو دی اس پر تحریر کیا ''میں مجبور ہوں رہنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ لہذا مسجد کے مکان میں پھر رہنے کے لیے جگہ دی جائے''۔ لہذا انہوں نے ایک میٹنگ کی ممبروں کو جمع کیا درخواست میٹنگ میں رکھی جس پر ممبران نے غور کیا، کثرت سے رائے ہوئی کہ مسماۃ کو مکان رہنے کے لیے دیا جائے مگر متولی صاحب کی رائے ہوئی کہ مکان مسجد کا ہے اور متوفی نے وصیت اپنی بیوی کے لیے کیا تھا اور جب انہوں نے دوسرا نکاح کرلیا۔ لہذا ہم لوگوں کو اپنی مرضی سے کوئی حق نہیں کہ مکان مسجد کا دے دیا جائے۔ جو متولی نے مسئلہ پوچھنے کے بارے میں لکھا ان پر عمل کیا جائے۔ لہذا علمائے دین اس مسئلہ پر کیا فتوی دیتے ہیں کہ مسماۃ کو مسجد کا مکان خالی کرا کر دیا جائے اور مستفید ہونے کا حکم دے دیا جائے۔

المستفتی: متولی مسجد چوک بازار اعظم گڑھ

الجواب

عورت اگر اس مکان میں قیام پذیر رہی واقعی وصیت کے موافق اس کا حق اسی مکان کے متعلق تھا، لیکن اس نے خود مکان سے الگ ہوکر حق کھودیا، کیونکہ وصیت یہی تھی کہ جب تک وہ رہنا چاہیں، جب وہ اس مکان سے نکل گئیں تو یہ وصیت ختم ہوگئی دوبارہ حق نہ رہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۶۸) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مسجد کے شمالی سمت بالکل متصل چند مزارات ہیں، مسجد اتنی چھوٹی ہے کہ مصلیوں کو اکثر دو جماعت کرنی پڑتی ہے۔ مسجد کے دوسری سمت بھی جگہ ہے۔ لیکن جنوبی سمت کی جگہ بہت ہی کم ہے۔ اور مشرق کی طرف اضافہ میں راستہ پڑتا ہے، بھونڈا ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں مزارات پر چھت بنا کر مسجد میں شامل کیا جا سکتا ہے کہ نہیں اور اس پر نماز درست ہوگی یا نہیں؟ جواب سے نواز جائے۔

المستفتی: کامل سرائی

الجواب

اگر وہ جگہ واقعی قبرستان ہو تو نا جائز ہے کہ وقف کی تغیر شرعاً حرام ہے: "لا یجوز للناظر تغیر صفة الوقف" ہندیہ وغیرہ میں ہے: "لایجوز تغیر الوقف عن هيئته (فتا وی هندیه: ۲/۵۱۶)" ہاں اگر وہ زمین قبرستان نہ ہو تو اس کے ہر چہار جہات دیوار قائم کر کے اس پر چھت ڈال دی جائے کہ اب ایک مکان کی طرح ہو جائے اور اب اس پر نماز پڑھنی جائز ہوگی۔ (فتاوی رضویہ)۔ واللہ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۳ر رجب ۸۴ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۶۹) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ

ہٰذا کے متعلق کہ مسجد کی وقف زمین میں بنام مدرسہ چندہ کر کے مدرسہ کی تعمیر جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو مدرسہ کے لیے کون سی صورت اختیار کرنی ہوگی قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔ فقط والسلام المستفتی: محمد شعیب جامع مسجد بشنی پور بلیا

الجواب

ایک وقف کی جائداد یا آمدنی کو دوسرے وقف میں صرف نہیں کیا جا سکتا۔

درمختار میں ہے: "وان اختلف احدهما بان بنی رجلین مسجدین اوبنی رجل مسجدا ومدرسة ووقف عليهما او قافا لا يحوز له ذالك"

جائز صورت یہ ہے کہ مدرسہ مسجد کی زمین پر بنایا جائے تو مسجد کو اس کا کرایہ ادا کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء۔ دارالعلوم شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۷۰) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے کچھ زمین عیدگاہ کے لیے بارہ سال پہلے وقف کی تھی، اور چند سال وہیں نماز عید ادا کی

گئی تھی۔ پھر عیدگاہ کو اس زمین سے دوسرے حصہ میں لے جایا گیا، پھر وہیں نماز عید ادا کی گئی، پھر عیدگاہ کے چاروں اطراف آبادی قائم کی گئی، اس کی وجہ سے زمین والوں کو کافی نقصان ہو رہا ہے، پھر زمین والوں نے دو چار آدمی کو کہہ کر عیدگاہ کو وہاں سے دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا۔ تو یہاں وہاں عیدگاہ کو منتقل کرنے سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نماز جائز ہوگی۔ آیا ایسی صورت میں نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ لیکن زمین عیدگاہ کے نام سے نہیں ہے۔

المستفتی: بجیر الدین مقام بلایا ضلع مغربی بنگال

الجواب

وقف کی زمین کو بلا ضرورت شدیدہ شرعیہ بدلنا جائز نہیں۔

"الاستبدال بدون الشرط فلا یملکه الا القاضی" (درمختار: ج ۶/ ۴۵۸)

اور نماز عید کے لیے حکم ہے کہ آبادی سے باہر میدان میں پڑھی جائے تو وہ جہاں پڑھی جائے ہو جائے گی، کسی کی نجی زمین پر بھی اس کی اجازت سے پڑھی جائے تو جائز ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو

(۷۱-۷۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

گزارش یہ ہے کہ شہر ٹیکم گڑھ میں مسلمانوں کی ایک تنظیم بنام انجمن اسلامیہ ہے جو شہر میں مسلمانوں کے معاملات کو ذمہ داری سے سلجھاتی ہے اور دیگر امور میں قوم کی خدمت کرتی ہے، اب کچھ امور میں اس تنظیم کے اراکین میں انتشار پیدا ہو گیا ہے۔ مزید اختلافات نہ بڑھ سکیں اس لیے مندرجہ ذیل باتوں پر شریعت کے کیا احکامات ہیں؟ جاننے کیلیے آپ کو زحمت دے رہا ہوں، برائے کرم تفصیل سے جواب عنایت فرما کر ثواب کے مستحق ہوں۔

(۱) شہر کی جامع مسجد کی توسیع زید نے اپنے ذاتی پیسے سے کی اور زید کے بزرگوں نے عیدگاہ بنوایا، اس لیے زید عیدگاہ وشہر کی جامع مسجد کا متولی تھا، اپنی ضعیفی اور کمزوری کے سبب کام کرنے کیلیے سائل کو جو زید کا قریبی رشتہ دار بھی ہے عیدگاہ وجامع مسجد کا متولی بنا دیا۔ زید کی حیات سے لے کر آج تک سائل متولی کے فرائض انجام دے رہا ہے، اب زید کا انتقال ہو چکا ہے، زید کے لڑکوں میں سے کسی نے بھی سائل کے متولی بنائے جانے پر آج تک کوئی اعتراض نہیں کیا، اب شہر کے کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ متولی کا چناؤ ہو تو کیا شرعی طور پر سائل متولی ہے یا نہیں؟ زید کا سائل کو نامزد کرنا کیسا تھا؟

(۲) شہر کی موجودہ مساجد میں زیادہ تر پیش امام ایسے لوگ ہیں جو کسی دینی مدرسے سے فارغ نہیں ہیں۔ چند حفاظ ہیں جو مدرسوں سے حفظ کر کے آئے ہیں اور یہاں امامت کرتے ہیں۔ لیکن ان میں

سے کسی نے شیعہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ایک حافظ تھوڑا سے حفظ کر کے آئے اور یہاں امامت کرر ہے ہیں۔ان حالات میں سائل نے ایک مفتی صاحب کو باہر سے بلوا کر نماز عیدین پڑھوائی۔چونکہ سائل عیدگاہ و جامع مسجد کا متولی ہے اس لیے اس کی ذمہ داری ہے کہ نماز ایسا شخص پڑھائے جو بہتر ہے۔سائل کے ایسا کرنے سے شہر کے پیش اماموں نے شور برپا کر دیا اور ان مفتی صاحب کے پیچھے نماز ادا کرنے کے بجائے اپنے اپنے محلوں کی جامع مسجدوں میں نماز عید پڑھائی۔اور اب سائل کے اس فعل کو برا کہہ رہے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ کیا شہر کے پیش امام اس لائق نہیں تھے جو عید کی نماز پڑھا سکتے؟۔ان حالات کی روشنی میں برائے کرم یہ آگاہ فرمائیں کہ سائل کا یہ فعل شریعت کی روشنی میں کیسا تھا؟۔اور مخالفت کرنے والوں کا الگ الگ نماز پڑھنا اور اپنی توہین سمجھنا کیسا ہے؟۔

(۳) اوپر والے سوال (۲) پر انجمن کی میٹنگ میں جو جامع مسجد کے اندر ہو رہی تھی کچھ لوگ اعتراض کر رہے تھے کہ کچھ لوگوں نے سائل سے کہا کہ تم نے باہر سے مفتی صاحب کو بلوا کر عید کی نماز مختلف مسجدوں میں کروادی، اب امسال بھی کیا ایسا ہی کیا جائے گا۔اس کے جواب میں سائل نے کہا کہ میں نے تو یہ چاہا تھا کہ عید جیسی اہم نماز آپ لوگ ایسے شخص کے پیچھے پڑھیں جو موجودہ پیش اماموں سے بہتر ہو اور ایسا کر کے میں نے شریعت کی خلاف ورزی نہیں کی۔سائل کا جواب سنکر کچھ لوگوں نے کہا کہ شریعت کی بات نہ کرو، بلکہ اکثریت کی بات کرو کہ شہر کی اکثریت کیا چاہتی ہے ہم وہ ہی کام کریں۔اب گزارش ہے کہ سائل شریعت کی رو سے عمل کرنا چاہتا ہے اور لوگ اکثریت کی رو سے۔تو جو لوگ اکثریت کی بات کرنا چاہتے ہیں اور شریعت کو پس پشت کرنا چاہتے ہیں وہ کیسا ہے؟اور جن جن لوگوں نے محض اس بناء پر اپنی اپنی نماز الگ الگ مساجد میں پڑھی کہ ان کی توہین ہوئی ہے کہ باہر سے ایک مفتی صاحب کو نماز عید پڑھانے کے لیے بلایا گیا یہ کیسا ہے؟۔ان حضرات کا اپنے آپ کو ایک مفتی دین سے اچھا سمجھنا کیسا ہے؟ واضح فرمائیں کرم ہوگا۔بینوا توجروا

المستفتی: اکرام احمد رضوی ٹیکم گڑھ

الجواب

(۱) صورت مسئولہ میں جب سائل مدت دراز سے کار تولیت انجام دے رہا ہے۔تو بلا کسی شرعی وجہ کے اس کو معزول نہیں کیا جاسکتا۔

شامی میں ہے:"استفید من عدم صحة عزل الناظر بلا جنحة عدمها لصاحب وظيفة فی وقف بغير جنحة وعدم اهلية"(ج٦/٤٥٥)

کسی متولی کو بغیر قصور کے معزول نہیں کیا جاسکتا، اسی سے معلوم ہوا کہ اس کے علاوہ بھی کسی وقف

کے وظیفہ خوار کو بغیر قصور اور نااہلی کے معزول نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) شہر کا جو پیش امام نماز عید کے لیے مقرر تھا۔ اگر اس میں کوئی قصور تھا جس سے اس کی امامت میں خلل آئے جیسے سائل نے لکھا ہے کہ کسی پیش امام نے شیعہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ شیعہ کی نماز جنازہ پڑھانے والا کم سے کم فاسق ہے جس کی امامت ناجائز ہے۔ یا کسی امام کے بارے میں لکھا کہ ان کی تعلیم تھوڑا سے ہوئی ہے جو غالی دیوبندیوں کا مدرسہ ہے، اگر یہ حافظ وہاں پڑھ کر انہیں کا ہم خیال ہوگیا ہو تو اس کی امامت باطل ہے۔ یا اس میں اور کوئی فسق یا گمرہی ہو یا قرآن غلط پڑھنے وغیرہ کا عیب ہو۔ تب تو متولی مذکور کا یہ فعل صحیح۔ اور معترضین کا اعتراض غلط ہے اور اگر مقررہ پیش امام میں ایسا کوئی قصور نہیں تھا ،شرعاً ان کی امامت صحیح تھی تو متولی نے ان کو ہٹا کر غلطی کی اور مفتی صاحب نے نماز پڑھا کر کہ امام مقررہ کی اجازت کے بغیر دوسرے کا نماز پڑھانا امام راتب کی حق تلفی ہے۔ خاص کر اس صورت میں کہ مسلمانوں میں اتنا بڑا انتشار پیدا ہوا۔

(۳) باہری اور مقامی کی تفریق اور اسی بنیاد پر مقامی ائمہ کی توہین سب غیر اسلامی خیالات ہیں اللہ پاک فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ (الحجرات: ۱۰)

مسلمان کہیں کا ہو سب مسلمانوں کا بھائی ہے۔

اسلام میں بزرگی اور بڑائی کا مدار مقامی اور بیرونی پر نہیں۔

قرآن فرماتا ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات : ۱۳)

تم میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "فضل العالم على العابد كفضلي على امتي۔

(طبری: ج۸/۲۷۸)

عالم کی فضیلت جاہل عابد پر اس طرح سے ہے۔ جیسے میری فضیلت میری امتی پر۔

باہری مفتی صاحب کی آمد سے اس درجہ برافروختہ ہونا غیر اسلامی روش ہے۔ جن لوگوں نے یہ کہا شریعت کی بات نہ کرو اکثریت کی بات کرو۔ وہ اپنی اس بات سے توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۳۰/ذوقعدہ ۱۴۰۸ھ

(۴۷-۴۸) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک قریہ کی عیدگاہ میں قرب وجوار کے پشت در پشت سے عیدین کی نماز نہایت ہی اتحاد واتفاق کے ساتھ ادا کرتے چلے آرہے ہیں پھر کسی دنیاوی بغض وعناد کی بنا پر عیدین کی نماز نہ پڑھ کر

دوسری نئی عیدگاہ بنوا رہے تھے جس کی مسافت قدیم عیدگاہ سے ایک فرلانگ سے بھی کم ہے، جب کہ وہی پرانی عیدگاہ لمبائی اور چوڑائی میں پورے علاقہ کے مسلمانوں کے لیے کافی ہے چنانچہ مرکزی دارالافتاء منظر اسلام وادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ سے فتوی آنے سے رجوع ہو گئے۔

مگر سوال امر یہ ہے کہ اس نئی عیدگاہ کے بنوانے میں زید وغیرہ نے نہایت ہی جوش وخروش کے ساتھ چندہ بھی دیا، کسی نے روپے دیا اور کسی نے روپے کی تعداد فہرست میں تحریر کرادیا، کسی نے زمین وقف کردیا اور اس وقف کردہ زمین پر نماز عید کا افتتاح بھی ہوا، بنیاد بھی رکھی گئی، لہذا سوال از روئے شرع یہ ہے کہ وقف کردہ زمین بمد عیدگاہ کس مد میں استعمال کیا جائے گا؟ اور روپے جو کچھ دے چکے ہیں یا فہرست میں رقم کی تعداد لکھوا چکے ہیں وہ بری الذمہ ہونے کے یا کس مد میں خرچ کیا جائے گا؟ یا وہ سب کو واپس کردیا جائے۔ اور وقف کردہ زمین کیا اپنے مصرف میں خرچ کیا جاسکتا ہے؟

(۲) زید نام کا حافظ ہے اور مقامی ہے، واقعہ یہ ہے کہ نصف پارہ بھی یاد نہیں ہے۔ مسائل شرعیہ بھی کچھ نہیں جانتا، گذشتہ سال کا واقعہ یہ ہے کہ رمضان المبارک میں ختم تراویح کے سلسلے میں اجرت پر ایک حافظ بلانے کا پروگرام بنا جس کے لیے میٹنگ ہوئی اور حسب حیثیت چندہ میں لوگ شریک ہوئے ،یعنی فہرست میں تحریر کروائے مگر واقعہ یہ ہے کہ بدقسمتی سے باہر سے حافظ کا انتظام نہ ہوسکا اور مذکورہ بالا زید نے سورہ تراویح پڑھایا اور زید ہی نے فہرست کے روپے وصول کیا یا کرایا۔ جبکہ کچھ لوگوں کو اعتراض تھا کہ روپے تو باہری حافظ کیلیے طے ہوا تھا۔ بہر کیف وصول ہوا اور زید اپنے قول کے مطابق یہ سارا پیسہ مسجد میں دیدوں گا۔ چنانچہ مسجد میں چند المونیم کا لوٹا اور چٹائی وغیرہ رکھ دیا اور کچھ روپے اپنے مصرف میں خرچ کیا، سوال از روئے شرع یہ ہے کہ (الف) کیا اجرت پر حافظ قرآن ختم تراویح کے لیے لایا جاسکتا ہے؟ (ب) کیا سورۂ تراویح کے لیے اجرت کے نام پر وصول کیا جاسکتا ہے؟ جب کہ زید متولی ہے۔

(ج) کیا مسجد کی ضروریات میں وہ پیسہ خرچ کیا جاسکتا ہے؟ (د) چنانچہ آج بھی وہ سامان ہے اور استعمال ہو رہا ہے کیا ان سب چیزوں سے ہر چیز لازم ہے۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جائے، لہذا مؤدبانہ گزارش ہے کہ جواب ہر جزئیات کی از روئے شرع تفصیل عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی،

المستفتی: فخر عالم رضوی، مقام وپوسٹ کھڑابلیا

الجواب

(۱) دیہات میں عیدگاہ کے لیے وقف صحیح نہیں۔

فتاوی رضویہ میں ہے: گاؤں میں عیدین جائز نہیں تو وہاں عیدگاہ وقف نہیں ہوگی۔ زمین مکمل

بانیان کی ہے انہیں اختیار ہے کہ اسمیں جو چاہیں کریں۔

(فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۴۱۶)

(۲) چندہ بھی جو لوگوں نے دیا، انہیں لوگوں کی ملک ہے ان کا چندہ واپس کیا جائے یا ان کی اجازت سے کسی دوسرے کار خیر میں لگے، جن لوگوں نے چندہ دینے کا وعدہ کیا، انہیں چندہ دینا کوئی ضروری نہیں۔

(۳) امام کو تراویح کی اجرت طلب کرنا جائز نہیں، اگر لوگ از خود امام کی خدمت کریں تو کوئی حرج نہیں امام خواہ مقامی ہو یا بیرونی۔

(۴) جو چندہ امام کو دینے کے لیے ہوا، اسی مد میں صرف کیا جائے، امام اپنی طرف سے مسجد میں صرف کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اگر کسی مجبوری سے پیسہ اس مصرف میں صرف نہ ہوا جس کے لیے چندہ کیا گیا تھا وہ چندہ دینے والوں کی ملک ہے، اس کا حکم اوپر بتایا گیا۔

(۵) صحت امام کی بہت سے شرائط ہیں ان کو بہار شریعت وفتاوی رضویہ میں دیکھا جائے، ہاں جس صورت میں اس کو پیسہ لینا جائز نہ ہوگا، اگر پیسہ لے گا فاسق ہوگا، اس کی امامت مکروہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۷۹) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) کیا کوئی بھی ایسا شخص جو کا فر مشرک کے کلب کا صدر ہو۔ داڑھی منڈاتا ہو، اپنی فوٹو بذریعہ اشتہار برائے شہرت نکلواتا ہو، کیا ایسا آدمی جامع مسجد کا سکریٹری یا سرپرست ہو سکتا ہے؟ اہل ہے یا نہیں؟ گھر میں ٹی وی بھی رکھتا ہے۔

(۲) مذکورہ بالا شخص دینی سکریٹری جس کے تابع اس مسجد کا صدر امام رہتا ہو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔

(۳) چرم قربانی کی رقوم بٹورتا ہو اور اس کا صحیح حساب وکتاب نہ دے، صحیح مصرف میں خرچ نہ کرتا ہو، بلکہ اس کا خود بے دریغ استعمال کرتا ہو ایسے شخص کو مذکورہ رقوم دینا یا حوالہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۴) ایسے دینی ادارے کا سکریٹری جو بے نمازی ہو، بوقت جماعت مدرسہ ہذا کے حدود میں بستر لگا کر سویا ہوا ہو، قصداً نماز ترک کرتا ہو، وہابی دیو بندی سے رابطہ قائم رکھتا ہو، کیا سکریٹری کے عہدے پر فائز یا قبضہ رکھنے کا اہل ہے؟ کیا حکم ہے؟۔ فقط والسلام

المستفتی معین الدین خان مورخہ ۲۷ رجنوری ۱۹۸۷ء

الجواب

اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کے حال پر رحم فرمائے، جب تک بنتی رہتی ہے تو آدمی کے ہر عیب کو بنانے کی کوشش کی جاتی ہے اور جب اختلاف ہوتا ہے تو ذرا ذرا سی بات پر فتوے پوچھے جاتے ہیں اور ہر طرح اس کو زک پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان کلمات کے لکھنے سے ہماری غرض خدانہ خواستہ یہ نہیں کہ سائل کی نیت بھی یہی ہے کہ دلوں کا بھید اللہ تعالیٰ جانتا ہے، منشاء مسلمانوں کی ایک عام حالت ذکر کر کے اس بات کی ترغیب دینا ہے کہ کام اخلاص اور نیک نیتی سے ہونا چاہئے، اب سوال کا جواب سنئے ، بر تقدیر صدق مستفتی سوال میں جس شخص کا ذکر کیا گیا ہے اس کا کسی دینی مدرسہ کا اور مسجد کا متولی اور سکریٹری بننا بڑی بات ہے وہ اس لائق بھی نہیں کہ مسلمان اسے ابتداءً سلام کریں۔

عالمگیری میں ہے: ایسے شخص کو سکریٹری بنانا گناہ، بنادیا تو معزول کرنا ضروری۔

درمختار ردمحتار میں: امام صاحب اگر اس کے ناجائز حکم کی پیروی کرتے ہیں یا اس کی ناجائز باتوں کی حمایت کرتے ہیں تو ان کی امامت مکروہ ہوگی ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۳ رمحرم الحرام ۱۴۰۹ھ

(۸۰) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید ایک مدرسہ کا ٹیچر ہے۔ مدرسہ کیلیے زمین خریدی گئی موجودہ عہدیدار اور ارکان نے محرر کے مشورے سے بیعنامہ میں یوں لکھدیا بحق مدرسہ فلاں موقع فلاں باہتمام منیجر زید مقام وپوسٹ فلاں نیز مدرسہ ہذا کے رجسٹریشن کیلیے سنی سنٹرل وقف بورڈ کے وقف لکھنؤ کے دفتر میں درخواست دے دی گئی ہے۔ کیا اس طرح کسی مدرسہ کا بیع نامہ لکھانا جائز ہے۔ کیا عہدیداران وارکان ومنیجر عندالشرع مجرم قرار پائیں گے۔ المستفتی اظہار الحق عفی عنہ مڑیاں مہو ۹ رشوال ۱۲ھ

الجواب

اداروں کی زمین اسی طرح لکھی جاتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ زمین تو فلاں مدرسہ کی ہے، لیکن اس کے سلسلہ میں کوئی سوال وجواب یا مقدمہ ہوا تو جوابدہی منیجر کی ہوگی۔ اس طرح لکھنے سے منیجر مالک نہیں ہوتا۔ اس لیے اس بیع نامہ میں شرعا کوئی قباحت نہیں ہے۔ اور اسمیں کوئی مجرم قرار نہیں پائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۵ رذوالقعدہ ۱۲ھ

(۸۱) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک قطعہ آراضی جس کا نمبر ۳۹ رقبہ آٹھ بسوہ ہے، خسرہ میں اس پورے نمبر میں مزار درج ہے

جواب بھی موجود ہے۔ مزار کے مجاور نے اسی جگہ اپنا مکان بنالیا تھا۔اس لیے کاغذات میں اس نمبر میں پرانی آبادی بھی لکھا گیا۔

۱۹۷۴ء کی چک بندی میں اسی نمبر سے متصل کمال الدین نامی ایک شخص کا چک الاٹ ہوا۔ ہر چند کہ کمال کے چک اور مزار کے نمبر کے بیچ میں چک روڈ اور سیکٹر روڈ ہے، لیکن آبادی کے حیلہ سے مزار کے نمبر میں اپنا مکان بنانا چاہا۔ چونکہ شروع سے آج تک وہ نمبر مزار سے ہی متعلق ہے۔اور غیر آباد بھی رہا ہے۔اس لیے ۱۹۸۵ء میں جب کمال الدین نے مکان بنانا چاہا تو پورے گاؤں نے اس کی مخالفت کی، تعمیر رکوادیا اور پردھان نے تحصیل میں اس کے خلاف مقدمہ دائر کردیا۔اور گاؤں والوں نے اس کا بائیکاٹ کردیا۔

پردھان کی ڈگری ہوئی اور کمال الدین پر جرمانہ ہوا۔کمال الدین نے اس کے خلاف درجہ بدرجہ کلکٹری، کمشنری، دیوانی ہر جگہ اپیل دائر کی مگر ہارتا ہی گیا۔ بلکہ منصف نے گاؤں والوں کو بھی بلاکر صلح کرادی اور صلح نامہ میں لکھدیا کہ کوئی شخص بھی آئندہ اس زمین میں کسی شخص کے کام کے لیے تصرف نہیں کرسکتا۔اس کا استعمال صرف مذہبی کام کے لیے ہوگا۔

اس صلح نامہ کی روشنی میں گاؤں والوں نے وہاں ایک مسجد کی بنیاد رکھدی۔ مگر اخراجات کی کمی سے تعمیر جاری نہ رہ سکی۔ ادھر کمال الدین چوری سے کسی ایس، ڈی، ایم سے اس زمین میں چار بسوہ اپنے نام کرالیا، جب دوبارہ مسجد کی تعمیر کا کام جاری ہوا۔تو کمال الدین نے اسی بناوٹی کاغذ کی بنا پر اس کے خلاف اسٹے جاری کرادیا اور گاؤں والوں نے اس پر نگرانی کی کاروائی کر کے اسٹے توڑ دیا۔اور تعمیر ہونے لگی، کمال الدین نے پھر اسکے خلاف کچہریوں میں دعویٰ اور مقدمہ قائم کیا اور سب جگہ سے ہارتا گیا۔اب وہ الہ اباد سپرم کورٹ سے اسٹے لایا ہے۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسی صورت میں مسجد کمال الدین اور گاؤں والوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ المستفتی: خلیق اللہ خاں مقام مینھاں پوسٹ برآموانو آباد ضلع بلرامپور

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی وہ زمین شرعا مسجد ہے۔اس پر نماز پڑھی جائے اور تعمیر مکمل کی جائے کمال الدین کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جائے۔اور پوری آبادی کے لوگ اس کا اس وقت تک بائیکاٹ جاری رکھیں جب تک کہ انہیں یہ اطمینان نہ ہوجائے کہ اب یہ مسجد کے خلاف شرارت نہیں کرے گا۔یا یہ شرارت نہیں کرسکے گا۔قرآن شریف میں ہے:﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِيْ خَرَابِهَا﴾ (البقرة:١١٤)

اور اس آدمی سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے مسجد میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کو روکا۔ اور اس کی بربادی کے لیے کوشش کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۲۷/ذوالقعدہ ۱۴۱۹ھ

(۸۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مدرسہ کے نام پر زمین لی گئی ہے۔ جب کہ شروع ہی سے مدرسہ کے منصوبہ میں نسواں اسکول ماٹیسری اسکول اور مسجد کی تعمیر داخل ہے۔ تو مدرسہ کے نام پر خریدی ہوئی زمین پر مسجد کی تعمیر ہو سکتی ہے یا نہیں؟ مفصل جواب مرحمت فرمائیں نیز جواز کی کوئی صورت تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی محمد امیر اللہ عزیزی ناظم جامعہ حنفیہ رحمت گنج گاندھی نگر شہر بستی

الجواب

آج کل عام دستور یہی ہے کہ اس قسم کے ادارے چندہ عوام سے قائم کئے جاتے ہیں۔ اور جو زمین عام چندہ سے خریدی گئی ہو۔ اس میں تمام چندہ دہندگان کی شرکت برابر ہوتی ہے۔ چندہ کی کمی بیشی کا کچھ اثر نہیں پڑتا۔ فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۳۳۷ میں ہے:

اور جو حق واقف کو وقف پر ہوتا ہے۔ سب کو بروجہ کمال یکساں طور پر حاصل ہوتا ہے اس میں کمی وبیشی چندہ کا لحاظ نہ ہوگا۔ یہ حق متجزی نہیں اور حق غیر متجزی ہر شریک کو کا برابر حاصل ہوتا ہے۔

الاشباہ والنظائر میں ہے: "ماثبت بحماعة فهو على سبيل الاشتراك بينهم"

اور ظاہر یہی ہے کہ مدرسہ کے نام پر جو زمین حاصل کی گئی ہے۔ اس کی خریداری بھی اسی طرح قوم کے مشترکہ چندہ سے ہوئی ہے۔ اگر صورت واقعہ یہی ہے۔ تو مذکورہ بالا جزیہ کے رو سے اس زمین کے سبھی مالک اور واقف ہوئے۔ اسی کتاب میں اوقاف کا ایک عام حکم یہ بھی ہے۔

"شرط الواقف كنص الشارع" (در مختار: ج۶/۵۰۸)

واقف نے جس کام کے لیے وقف کیا اسی کے لیے وقف ہوگا۔ کسی دوسرے کار خیر میں بھی وقف کی رقم یا آمدنی خرچ نہیں کی جا سکتی۔

اوقاف میں شرط واقف مثل نص شارع واجب الاتباع ہوتی ہے۔ اس میں بلا شرط واقف یا اجازۂ خاصہ شرعیہ کوئی تغیر وتبدل جائز نہیں۔ مدرسہ کے مال سے مسجد کا قرض ادا نہیں کیا جا سکتا۔ جو ادا کرے تاوان اس پر ہے مسجد کے مال سے نہیں لے سکتا۔

"لم يكن بيت المال معمورا فعلى المسلمين تكفينه فان لم يقدر واسألوا الناس له

ثوبا فان فضل شی رد للمتصدق ان علم والا کفن به مثلهٗ والا تصدق به"

ان عبارتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چندہ کی رقم سے خریدی ہوئی جائداد یا اس کی بچی ہوئی رقم چندہ دینے والوں کی مرضی کے موافق ہی صرف ہوگی۔

پس صورت مسئولہ میں چندہ وصول کرتے وقت اگر چندہ دہندگان سے یہ بات بتادی گئی ہو کہ ہمارا منصوبہ حسب ذیل چیزیں بنانے کا ہے۔ مثلاً مدرسہ و مسجد وغیرہ اور ایسے اداروں میں ہوتا بھی یہی ہے کہ عام طور سے چندہ سے قبل ہی یہ ساری تفصیلات عوام پر ظاہر کردی جاتی ہیں، تب تو اس زمین میں مسجد بھی ضرور تعمیر ہوسکتی ہے۔ کہ یہ چندہ دینے والوں کی مرضی کے عین موافق ہے۔ گورنمنٹ کے کاغذ میں مدرسہ کے لیے لکھنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

اور اگر ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ صرف مدرسہ بنانے کا ذکر کیا گیا۔ اور اسی نام سے چندہ ہوا۔ اور اسی نام سے زمین خریدی گئی۔ تو اب اس زمین پر مسجد کی تعمیر نہیں ہوسکتی۔

سوال میں اس منصوبہ کا تذکرہ ضرور ہے کہ مسجد بھی بنے گی۔ لیکن یہ منصوبہ صرف ذہن میں رہا ہو یا چند منتظمین نے باہم مشورہ ہی کیا ہو۔ لیکن چندہ دینے والوں یا ان کے نمائندوں سے یہ بات نہ کہی گئی، صرف مدرسہ کا ہی تذکرہ ہوا ہو۔ اور اسی کے لیے زمین خریدی گئی۔ تو اس پر مسجد تعمیر نہ ہوسکے گی۔

دوسری قابل غور بات یہ بھی ہے۔ نسواں اسکول اور مانٹیسری اسکول اسی قسم کا بنانا ہو جیسا آجکل ہوتا ہے کہ اس میں دین و مذہب کے خلاف تعلیم ہوتی ہے۔ تو ان اسکولوں کے لیے بھی وقف صحیح نہ ہوگا۔ ہاں اسلامی حدود اور دین و مذہب اہل سنت کے موافق تعلیم ہو اور اس کے ساتھ ضروری دنیاوی علوم از قسم حساب و کتاب جغرافیہ و جامیٹری وغیرہ کی تعلیم ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اور بچیوں اور بچوں کی تربیت بھی اسلامی اصول سے ہونا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۴؍ ربیع الاولیٰ ۱۴۲۰ھ

(۸۳) مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنے مکان اور کھیت کو مدرسہ پر وقف کردیا اور کہا کہ مکان میں لڑکیوں کا اسکول چلائیں اور کھیت کی آمدنی کی مدرسہ پر خرچ کریں، اراکین مدرسہ یہ چاہتے ہیں کہ دونوں زمینیں بیچ کر مدرسہ کے قریب زمین لے لیں، چونکہ وہ زمین مدرسہ سے دور ہے یا اس رقم سے مدرسہ کی تعمیر میں اضافہ کرلیں، جیسا شرع مطہر کا حکم ہو جواب سے نوازیں۔

المستفتی اراکین مدرسہ علیمیہ رضاء العلوم مسند فتحپور تال نرجا ضلع مئو ۴؍ ستمبر ۱۹۹۹ء

الجواب

وقف جائداد کا شرعی حکم یہ ہے کہ وقف کی زمین نہ بیچی جاسکتی ہے نہ کوئی اس کا وارث ہوسکتا ہے نہ اس کو کسی کو دیا جاسکتا ہے۔

"فیلزم فلایباع ولایوھب ولایورث کذا فی الھدایة" (عالمگیری (ج۲/۴۱۶)

یہاں جب کہ واقف نے اس کا مصرف بھی بتادیا ہے کہ اس سے بچیوں کا اسکول چلایا جائے۔

عام کتب فقہ میں ہے: "شرط الواقف کنص الشارع" (در مختار: ٦/٥٠٨)

ہاں وہ جائداد بالکل نا قابل استعمال ہوجائے۔ تو صالح سنی مسلمانوں کے مشورے سے اسے بیچ کر آس پاس میں کوئی ایسی زمین لیں۔ اور اس میں وہی بچیوں کا اسکول دینی تعلیم کا قائم کریں۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ

(۸۴) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہماری بستی رام ڈیپا میں ایک مدرسہ ہے (بنام مصباح العلوم وکیلیہ) صوبہ بہار کی ایک مشہور خانقاہ کے پیر طریقت کی سرپرستی میں چل رہا ہے۔ اور اب تک اس کے سکریٹری علماء ہی ہوتے رہے۔

آخری سکریٹری مولوی عیسیٰ صاحب کی مدت کارکرگی ختم ہوئی، تو ایک جاہل بدزبان اور جھگڑالو سرمایہ دار حبیب میاں نے الکشن میں کھڑے ہونے کا دعوی کیا۔ لوگون نے منع کیا مگر وہ مانے نہیں۔ اور تاریخ پر وہ بھی اپنے حمایتیوں کے ساتھ آموجود ہوئے۔

اب تک تو الکشن بہ اتفاق رائے ہوتا تھا۔ لیکن اب نا اتفاقی دیکھ کر حبیب میاں کے مخالفوں نے الکشن کا بائیکاٹ کیا۔ اور بس لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ جب یکطرفہ ان کے موافقین رہ گئے تو ان لوگوں نے حبیب میاں کو سکریٹری بنادیا۔ پرانے سکریٹری مولوی عیسیٰ صاحب نے ان کو چارج نہیں دیا۔ کہ الکشن غیر قانونی ہے ان کو صرف ان کے ساتھیوں براتیوں نے چنا ہے۔

ادھر حبیب میاں کی اپنے ہی ساتھیوں سے مار پیٹ ہوگئی، اور نوبت مقدمہ بازی تک پہونچی۔ دوسری طرف پوری آبادی ان کی مخالف ہوگئی کہ یہ سکریٹری رہیں گے تو بستی میں یونہی فتنہ وفساد ہوتا رہے گا۔

اس دوران پرانے پیر صاحب کا انتقال ہوگیا تھا اور ان کی جگہ حضرت مولانا خالد صاحب ان کے سجادہ نشین رہے، ہمارے مدرسہ کے سرپرست ہوئے۔ جب وہ دورے پر ہماری بستی میں آئے تو لوگوں نے درخواست کی کہ حبیب میاں سکریٹری رہیں گے تو بستی میں امن وامان نہیں رہے گا، اس لیے آپ یہاں کا فیصلہ فرمادیں۔

حضرت خالد میاں صاحب اس جھگڑے میں نہیں پڑنا چاہتے تھے۔ مگر لوگوں کے شدید اصرار پر انہوں نے بستی کے لوگوں کو بلایا۔ اور فرمایا آپ لوگ مولوی عیسی اور حبیب میاں کے علاوہ کسی دوسرے کو سکریٹری بنانے پر راضی ہوں تو میں اس معاملہ میں پڑوں، جب سب لوگوں نے منظور کیا تو آپ نے مولوی شکیل احمد صاحب کو سکریٹری مقرر کیا۔ اس وقت سب لوگوں نے بہ اتفاق رائے اس کو منظور کیا صرف دو آدمیوں کو اختلاف تھا مگر بعد میں وہ بھی راضی ہو گئے۔

اس کے بعد سے مولانا شکیل احمد صاحب بڑی خوش اسلوبی سے مدرسہ چلا رہے ہیں۔ مگر حبیب میاں مسلسل پیر صاحب کے خلاف بدگوئی اور بدزبانی کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں حضرت خالد میاں اور حبیب میاں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ پیر حضرت خالد کا فیصلہ صحیح ہے یا غلط اور حبیب میاں سید عالم دین اور بزرگ کو برا کہہ کر کس سزا کے مستحق ہیں؟

المستفتی ڈاکٹر مرغوب احمد قادری مقام رام ڈیہا پوسٹ گونڈا ضلع مشرقی چمپارن

الجواب

سائل نے اپنے بیان میں میں کئی مقامات پر جہاں کسی واضح حکم شرعی کی صورت نکل سکتی تھی اپنے بیان کو گول کر دیا ہے۔ مثلاً حدیث شریف میں ہے:

"عن ابی موسی الاشعری قال دخلت علی النبی ﷺ انا ورجلان من بنی عمی فقال احدهما یارسول الله امرنا علی بعض ماولاك الله وقال الاخر مثل ذلك فقال انا والله لانولی علی هذا العمل احدا سالهٗ واحدا حرص ۔

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے دو چچیرے بھائی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، باری باری ان دونوں نے سرکار سے یہی بات عرض کی کہ ہمیں کوئی عہدہ عطا فرمائیں آپ نے قسم یاد فرما کر کہا ہم ایسے شخص کو مسلمانوں کے کسی کام کا ذمہ نہیں کرتے جو ہم سے اس عہدے کی درخواست کرے یا اس کو اس کی لالچ ہو، اس مقام پر سائل کو واضح کرنا چاہئے تھا کہ حبیب میاں سکریٹری کے عہدہ کے طالب ہوئے یا دوسروں نے انہیں اسکے لیے آمادہ کیا، مگر سائل صاحب نے اس مقام پر ایک مبہم بات تحریر کی کہ امیدوار کی حیثیت سے حبیب میاں سامنے آئے پتہ نہیں کہ خود آئے یا لائے گئے۔

انتخاب اور الکشن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم حبیب میاں کو سکریٹری نہیں رکھیں گے اور انتخاب کی مجلس سے واک آؤٹ کر گئے۔ آج کل انتخاب کا یہ طریقہ رائج ہے

اس میں اجلاس سے واک آوٹ کمزور پارٹی کرتی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حبیب میاں کی پارٹی زور دار تھی اور اس نے حبیب میاں کو سکریٹری چن لیا، سائل کو بھی اس کا اعتراف ہے آپ لکھتے ہیں کہ حبیب میاں کے جو معاون تھے ان لوگوں نے آپ میں حبیب میاں کو سکریٹری بنادیا، مگر سائل صاحب یہاں بھی مسئلہ گول کر رہے ہیں کہ ابھی انتخاب مکمل نہیں ہوا تھا۔ بھلا اونگ ہو جانے کے بعد بھی انتخاب مکمل نہ ہونے کا کیا مطلب؟

ایک جگہ حبیب میاں کی گندہ زبانی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کیونکہ حبیب میاں کو اپنی زبان پر کنٹرول نہیں، کس کو وہ شخص کب بے بھرم کرے گا، کوئی ٹھیک نہیں سائل کی مراد لفظ بے بھرم سے بے عزت کرنا ہے اور کسی شخص کو بے عزت سچی بات کہہ کر بھی کیا جاتا ہے، سچی بات کہنا عیب نہیں اور جھوٹی بات کہہ کر بھی بے عزت کیا جاسکتا ہے یہ عیب ہے اور گالی گلوج بک کر بھی یہ عیب ہے مگر ہمارے سائل صاحب کو جرأت نہیں کہ صاف صاف بات بیان کریں ایک گول بات کہہ کر جو عیب و ہنر دونوں ہو سکتی ہے بات کو الجھا دیا، اس لیے ان تفصیلات سے قطع نظر کر کے صرف بنیادی سوال کا جواب دیتے ہیں، اگر سائل اپنے بیان میں واقعی سچا ہے کہ حبیب صاحب کی نظامت کو لے کر عوام میں فتنہ وفساد کا ظن غالب ہو گیا تھا اور ادارہ کے سرپرست پیر صاحب نے یہ سوچ کر کہ قرآن عظیم میں فتنہ کو قتل سے بھی سخت تر قرار دیا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ [البقرة: ۱۹۱]

اور دل میں کسی کی جنبہ داری کا خیال لائے بغیر محض دفع فتنہ کے لیے کسی تیسرے شخص کو سکریٹری مقرر کر دیا اور انہوں نے خوش اسلوبی سے ادارے کا کام بھی چلایا تو سرپرست کا یہ فعل شرعاً جائز اور درست ہے اور حبیب میاں کا اسکو اپنی حق تلفی سمجھنا غلط اور نادرست ہے۔ دینی اداروں کے عہدے کسی کا حق نہیں ہوتے، یہ عہدے ذمہ داروں کے ہاتھ میں قوم کی امانت ہوتے ہیں، اسی لیے تو قوم کچھ دنوں کے بعد اس امانت کو ان کے ہاتھ سے لے کر دوسرے کو دے دیتی ہے اور امانت میں خیانت کرنے والوں کو درمیان مدت میں ہی عہدے سے ہٹا دیا جاتا ہے اور جب حبیب صاحب کی نظامت سے قوم میں فتنہ وفساد کا ظن غالب ہو گیا تھا تو اس میں حق تلفی کا کیا سوال؟ یہ تو اصلاح ذات البین کی ایک صورت ہے، ایسی صورت میں حبیب صاحب کو سرپرست کی شکایت اور بدگوئی کرنی ناجائز ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غیبت کو قابل تعزیر جرم قرار دیا ہے، اگر حاکم اسلام ہوتا تو اسے جرم کی سزا دیتا، ہندوستان میں یہ صورت ممکن نہیں، اس طرح جو لوگ کسی ایسے شخص کی امداد و عنایت کرتے ہیں وہ بھی مجرم و گنہگار ہیں۔

حدیث شریف میں ہے: "سباب المسلم فسوق وقتاله كفر (سنن النسائی :۱۲۲/۷)
مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے۔ اور یہاں یہ بقول سائل ایک عالم دین پیر طریقت اور مرد صالح
کا معاملہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مو ۴ر جمادی الاخری ۱۴۲۱ھ

وقف مساجد کا بیان

(۱-۳) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید نے ایک قطع زمین ایک مسجد اور ایک مدرسہ پر مشترکہ طور پر وقف کیا ہے اور وہ مشترکہ زمین ایک دوسری مسجد سے متصل ہے جس کا قبلہ درست نہیں ہے اور نماز کی صف ٹیڑھی لگتی ہے اور یہ مسجد مصلیوں پر تنگ پڑتی ہے، محلہ کے لوگ شہید کر کے دوبارہ تعمیر کر کے قبلہ صحیح کرنا چاہتے ہیں، محلے والے وقف کمیٹی گولہ بازار سے رجوع کئے کہ تین فٹ زمین چوڑائی میں اپنی دوسری مسجد کو دیدے کمیٹی دینے پر رضامند ہے، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ مسجد اور مدرسہ کی مشترکہ زمین کمیٹی دوسری مسجد پر دے سکتی ہے کہ نہیں؟

(۲) اور اگر دیتی ہے تو باعوض یا بلا عوض؟

(۳) اور وہ پیسہ کسی مسجد پر لگے گا یا مدرسہ پر؟ من جانب اراکین کمیٹی گولا بازار، ضلع گورکھپور۔

تنقیح۔ سوال میں یہ بات صاف نہیں کی گئی کہ جو زمین مسجد اور مدرسہ پر مشترکہ طور پر وقف کی گئی اس کی نوعیت کیا تھی؟ یعنی واقف نے اس پر مسجد اور مدرسہ بنانے کے لیے زمین وقف کی یا اس زمین کی آمدنی سے مسجد اور مدرسہ کے اخراجات پورے کئے جائیں۔

اگر مسجد اور مدرسہ بنانے کے لیے وہ زمین وقف کی ہے تو یہ وضاحت ہونی چاہئے کہ مسجد اور مدرسہ کی زمین کو وقف نامہ میں علاحدہ علاحدہ کیا ہے یا نہیں؟ اور اگر جائداد کی آمدنی سے مسجد اور مدرسہ کے اخراجات پورے کرنے کے لیے وقف کیا ہے تو دونوں کے مصارف علاحدہ علاحدہ بیان کئے ہیں یا نہیں؟ ان باتوں کی تشریح ہوگی تو جواب ملے گا۔ عبدالمنان اعظمی ۔ ۱۸ر شعبان ۱۴۰۶ھ

الجواب

(۱-۲) اگر مسجد مصلیوں پر تنگ ہوگئی ہے اور اس زمین کے دوسری مسجد میں شامل کرنے سے مدرسہ و مسجد کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا ہو تو بازار بھاؤ سے زمین خرید کر اس تنگ مسجد میں شامل کی جاسکتی ہے۔ فتاوی رضویہ۔

(۳) وہ زمین جس نے مسجد و مدرسہ پر وقف کی ہے وہی اس قیمت کے حق دار ہوں گے، یا یہ کیا جائے کہ اس رقم سے دوسری جائداد خرید لی جائے اور واقف کی شرط کے موافق اس کی آمدنی مسجد و مدرسہ

پر خرچ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۴؍ذوالقعدہ ۱۴۰۶ھ

(۴) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مسجد کی زمین ہے جو مدت دراز سے مسجد کے نام پر چلی آرہی ہے اور حقیقت میں مسجد کی زمین ہے، اس کا ثبوت کہ کاغذ میں موجود ہے۔ اب جب کہ عبدالستار صاحب آج قریب دس سال سے مسجد کی زمین میں مکان وغیرہ بنوالیا ہے زبردستی کی بناپر، جب کہ چکبندی کے کاغذات وغیرہ میں بھی مسجد ہی کی زمین لکھا ہے۔ مسجد کی زمین کے متعلق مسلم وقف بورڈ میں مقدمہ چلا، وہاں سے جج نے مسجد ہی کے حق میں فیصلہ دیا، مگر اس کے باوجود بھی عبدالستار صاحب نے اس فیصلے کو ٹھکرادیا یعنی نہیں مانا۔ پھر مقدمہ عدالت دیوانی میں چل رہا ہے، یہ بھی بات ہے کہ اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ یہ میری زمین ہے، صرف اپنے مفاد کے واسطے مقدمہ لڑ رہا ہے، اپنے آگے وہ کسی کی بات نہیں مان رہا ہے، ایسے شخص کے بارے میں علمائے دین وشرع متین کیا فیصلہ دے رہے ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کا ثبوت مفصل اور مدلل دینے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔ شریعت کے رو سے اس شخص کو کیا کہا جائے گا؟ اس شخص کے گھر میں اگر کسی کی میت وغیرہ ہوجائے تو کیا اس کی نماز جنازہ میں شرکت کرسکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

منجانب: مبارکپور۔ رتن پورہ ضلع بلیا

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی صورت مسئولہ میں ایسے سرکش آدمی کا بائیکاٹ کیا ہونا چاہیے لیکن اس کو مسجد میں نماز پڑھنے سے نہیں روکا جاسکتا، اسی طرح نماز جنازہ بھی پڑھنی ضروری ہوگی، گنہگار سے گنہگار آدمی کی بھی نماز جنازہ ضرور پڑھی جائے گی، چند آدمیوں کا استثناء ضرور ہے لیکن، یہ ان میں سے نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۵؍ذوالقعدہ ۱۴۰۶ھ

(۵) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک مسلمان کے پاس اس کی ایک گنجی زمین موجود ہے، اس زمین پر وہ مدرسہ اور مسجد تعمیر کرانا چاہتا ہے۔ اسی کے لیے وہ اس طرح رسید چھپوانا چاہتا ہے، رسید چندہ برائے تعمیر مدرسہ ومسجد۔ اور اس رسید سے جو رقم حاصل ہوگی، اس سے مسجد اور مدرسہ تعمیر کرانا چاہتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح سے مشترک رسید چھپوانا اور اس سے حاصل ہونے والی رقم سے مدرسہ اور مسجد کی تعمیر کرانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ جواب باصواب سے مطلع فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: علی حسین ساکن، گولہ بازار گورکھپور

الجواب

جو امر خیر علیحدہ کئے جا سکتے ہیں ان کو ایک ساتھ جمع کرنے میں کوئی شرعی قباحت نہیں، پس جب مسجد اور مدرسہ کے چندہ کے لیے علیحدہ علیحدہ رسید چھپوائی جا سکتی اور چندہ کیا جا سکتا ہے تو اسی کام کو یکجا کرنے میں کوئی شرعی قباحت نہیں ۔ کتب فقہ میں ہزاروں ایسے اوقاف کا ذکر آتا ہے کہ ایک ہی جائداد مدرسہ اور مسجد اور مساکین سب پر وقف ہو سکتی ہے، یہاں بھی یہ ہی صورت ہے کہ ایک رقم سے سارے مصارف ادا کر سکتے ہیں، ہاں چندہ وصول کرنے والے کو یہ احتیاط ضروری ہوگی کہ رسید میں تفصیل لکھے کہ چندہ زکوۃ وخیرات ہے یا عطیہ ہے؟ یا جو شخص صرف مسجد ہی کو دینا چاہے تو اس کی تشریح ہو، تاکہ ایسی رقم اور عطیہ مسجد میں صرف کیا جائے، زکوۃ مسجد میں نہیں لگ سکتی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۳؍ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ

(۶-۹) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) طلبۂ مدرسہ کے کھیل کود کی زمین پر مسجد تعمیر کرنا اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) صاحب مسجد کی رضامندی کے بغیر مسجد شہید کر کے اس کی توسیع کی خاطر نئی مسجد تعمیر کرنا کیسا ہے؟

(۳) مسجد کے متصل ایک روضہ ہے اور روضہ کی زمین بھی جو روضہ کے نام وقف ہے کیا اس روضہ کی زمین کو مسجد کا فرش بنوانا اور اس فرش پر نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۴) مسجد کی زمین جو باؤنڈری سے باہر ہے اور مدرسہ کی زمین جو وقف ہے مدرسہ کے لیے رکھا اب دونوں زمین کو عوامی راستہ کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں ۔ بینوا توجروا المستفتی محمد حسن مستری محلہ جامع مسجد ادری ضلع مئو

الجواب

(۱) آپ کا سوال بہت مبہم ہے طلبہ مدرسہ کے کھیل کود کی زمین ہونے کا کیا مطلب ہے، اگر یہ مطلب ہے کہ کسی مسلمان نے یہ زمین یوں وقف کی ہے کہ اس کو طلبہ کے کھیل کود کے لیے دیتا ہوں تو یہ وقف صحیح نہیں ۔ تنویر الابصار میں ہے: "وشرطه ان یکون قربة فی ذاته" (ج۶/ ٤١٠)

اور کھیل کود کوئی کار ثواب نہیں، اس لیے یہ وقف صحیح نہیں ہوگا اور زمین واقف کی ہوگی ۔ وہ اجازت دے تو ضرور مسجد بنائی جا سکے گی ۔ ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ آج کل گورنمنٹ کھیل کود کے لیے مدرسوں کو نزول کی زمین الاٹ کرتی ہے، اگر ایسی زمین ہو اور جن لوگوں کو وہ الاٹ ہوئی ہو، انہوں نے اس پر مسجد قائم کر لی تو وہ مسجد ہو جائے گی بشرطیکہ اس کے لیے کوئی ایسی قانونی پابندی نہ ہو کہ اس زمین

کو یونہی کھلی رکھنا ضروری ہے۔

(۲) صاحب مسجد سے معلوم نہیں سائل نے کیا مراد لیا، بانی مسجد یا متولی یا بانی کے ورثہ یا متولی کے ورثہ کی اجازت کے بغیر اہل محلہ تعمیر کریں تو جائز ہے۔

عالمگیری میں ہے: "رجل بنی مسجدا ثم مات فاراد اهل المسجد ان ينقصوه او يزيد وا فيه فلهم ذلك وليس لو رثة الميت منعه "(ج ۲/۴۹۹)

اور بانی بھی ضرورت ہو تو تعمیر کرائے وہ نہ کرا سکے تو اہل محلہ تو کرائیں بانی روک نہیں سکتا۔

(۳) ایک وقف کی زمین دوسرے وقف کے مصرف میں نہیں لی جاسکتی۔

فتاوی رضویہ میں ہے: قبرستان وقف میں کوئی تصرف خلاف وقف جائز نہیں، مدرسہ ہو خواہ مسجد

(۴) ضرورت کے وقت ایسی زمین میں آمد ورفت کی ممانعت نہیں، لیکن راستہ بنانے کا یہ مطلب ہو کہ ضرورت کے وقت بھی مسجد یا مدرسہ اپنے صرفہ میں نہ لاسکیں، یہ جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی　شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ　۲۴ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ

(۱۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

چار بھائیوں نے مکان کے لیے ایک زمین خرید لی، اسکے بعد ایک بھائی نے اور بھائیوں سے کہا کہ یہاں ایک مسجد تعمیر کرادی جائے، اس پر دوسرے بھائیوں نے سکوت اختیار کیا اور کافی دنوں کے بعد مسجد کی تعمیر دوسری جگہ ہوئی، لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ خریدی ہوئی زمین پر اب مکان تعمیر کرایا جاسکتا ہے کہ نہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی　عبد الحفیظ بکھی کریم الدین پور گھوسی ضلع مؤ

الجواب

ضرور تعمیر کیا جاسکتا ہے، کیونکہ صرف ایک شریک کے اتنی رائے ظاہر کردینے سے کہ اس کو مسجد بنادیا جائے وہ مسجد نہیں ہوتی، جب تک تمام شریکوں نے اس زمین کو اپنی ملک سے علیحدہ کرکے مسجد کیلیے وقف نہ کردیا ہو۔ کسی جگہ کے مسجد ہونے کے لیے ہر چہار جانب سے اس کا حقوق عبد سے خالی ہونا ضروری ہے۔ اور یہاں تین بھائی اس میں شریک موجود ہیں، جنھوں نے اس زمین کو وقف نہیں کیا۔ بس وہ زمین وقف نہیں ہوئی۔ اور بدستور ان بھائیوں کی ملک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۳ رصفر المظفر ۱۰ھ

(۱۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میں عرب مسجد احمد آباد میں تقریبا چالیس سال سے امامت کررہا ہوں۔ اللہ کے فضل وکرم سے

میرا ریکارڈ بھی صحیح ہے۔ میری عمر بھی ستر سال کی ہوگئی۔ میں تو متولیان سے کہتا ہوں کہ اب مجھے آپ کو جو کچھ دینا ہو وہ دے دو، میں اب اپنے گھر رہنا چاہتا ہوں، وہیں آرام کروں گا اور بچے پڑھاؤں گا۔ متولیان کہتے ہیں کہ اگر شریعت اس کی اجازت دیتی ہے کہ امام کو کچھ دے کر ریٹائر کردیا جائے تو فتویٰ منگالو، ہم دینے کو تیار ہیں۔ تو کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس استفتاء کے بارے میں

حافظ زبیر امام عرب مسجد پتھر کنواں احمد آباد

الجواب

وقف نامہ میں اگر اس قسم کی کوئی مد تحریر ہو کہ ریٹائر منٹ کے وقت امام مسجد کو بطور رخصتانہ رقم دی جائے یا وہاں قدیم ایام سے اس کا رواج رہا ہو اور اماموں کی ہر طرح خدمت کر کے ان کو سبک دوش کیا جاتا ہو تو سائل کو بھی وقف کی آمدنی سے وہ رقم دی جائے گی ورنہ نہیں۔ ہاں بطور احسان متولیان امام صاحب کی قدیم خدمت کا خیال کر کے اپنی طرف سے یا مصلیوں سے بھی چندہ کر کے امام صاحب کو دیں تو اس میں شرعا کوئی قباحت نہیں۔ بلکہ اچھا کام ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۷ رذی القعدہ ۱۴۲۱ھ

(۱۲۔۱۳) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) مسجد سے ملحق ایک وسیع وعریض آراضی مسجد کی ملک سمجھی جاتی ہے۔ جو اس کی مصلحت میں کام آتی ہے۔ مثلاً کرائے پر دینے کے لیے مکانات تعمیر کئے گئے ہیں اور ناریل کے درخت لگائے گئے ہیں، وغیرہ۔ تا کہ مسجد کی آمدنی ہو اور اس سے مسجد کا کاروبار چلے۔ کچھ دنوں پہلے بعض ذمہ دار مسلمانوں نے دینی علوم کو عام کرنے اور وہابیت کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے ایک دینی عربی دار العلوم قائم کرنے کا ارادہ کیا، لیکن ان کے پاس کوئی مناسب جگہ نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کی خالی اور غیر استعمالی جگہ کے بعض حصہ کو کرائے پر لے کر وہاں دینی ادارہ تعمیر کرنے کا فیصلہ ہوا۔ زید کہتا ہے کہ چونکہ مسجد کی آراضی کثیر ہے اس لیے اس میں جس طرح مکانات تعمیر کر کے کرایہ پر دئے جاتے ہیں۔ اسی طرح دینی ادارہ تعمیر کرنے کے لیے ایک معاہدہ کے تحت کرائے پر مسجد کی آراضی دینا اور لینا جائز ہونا چاہئے تا کہ ایک طرف مسجد کی آمدنی میں اضافہ ہو اور دوسری طرف علم دین کے فروغ میں مدد ملے۔ خیال رہے اس قرب وجوار میں کوئی بڑا دینی ادارہ نہیں جس سے لوگوں کی دینی ضرورت پوری ہو سکے۔ لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ مصلحت کے تحت مسجد کی آراضی تعمیر مدرسہ کے لیے کرائے پر لینا و دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جواز کی کوئی صورت نکل سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد کی جگہ میں مدرسہ کا ایک ٹیوب ویل بھی ہے جس سے مدرسہ کی ضروریات کے علاوہ مسجد کے مصلیوں کو وضو کا پانی بھی دیا جاتا ہے اور بل چارج مدرسہ ادا کرتا ہے اس مصلحت سے (کہ مصلیوں کو وضو کا پانی ملتا رہے) مسجد کی جگہ میں مدرسہ کا بورویل لگانا درست ہوگا یا نہیں؟ بینوا وتوجروا

المستفتی: صدر وسکریٹری واراکین سنی دار العلوم محمدیہ کوئے باگل مڈبدری منگلور

الجواب

(۱) مسجد کی ایسی زمین جو اس کی آمدنی کی غرض سے حاصل ہو، مدرسہ چلانے کے لیے اس کو کرایہ پر لے کر اس میں مدرسہ چلایا جاسکتا ہے، اس میں شرعا کوئی حرج نہیں۔ فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۵۲۲ میں ہے، وقف کے اجارہ میں متولیوں کو وقف کا فائدہ مدنظر ہونا چاہئے۔

(۲) مدرسہ کے ٹیوب ویل کی زمین اگر مسجد کی ہے تو اس کا کرایہ بھی مدرسہ والوں کو مسجد کو دینا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم　　　عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

(۱۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کے گاؤں میں ایک مسجد ہے جس کا رقبہ اسی کڑی ہے، لیکن فی الحال پوری زمین میں مسجد نہیں ہے۔ بلکہ آدھی سے زیادہ خالی ہے۔ اس خالی زمین سے اتر جانب ایک مدرسہ ہے۔ اب مدرسہ والے اس مسجد کی موقوفہ زمین پر مدرسہ بنانا چاہتے ہیں، جبکہ چکبندی میں بھی وہ زمین مسجد ہی درج ہے۔ آیا ان کا اس موقوفہ زمین پر مدرسہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ شرع کی روشنی میں جواب دیں۔ والسلام

المستفتی: نور العین پورہ بند ہول مؤ

الجواب

مسجد کی زمین پر مدرسہ نہیں بنایا جاسکتا۔ عام فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے۔ لا یجوز تغیر الوقف عن هیئته (عالمگیری ج ۲/ ۵۱۶)۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ مدرسہ والے اس زمین کو کرایہ پر لے لیں اور ماہ بماہ اس کا کرایہ مسجد کو ادا کرتے رہیں۔ اور اس زمین پر مدرسہ بنا کر دینی تعلیم دیں۔ فقط

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۴ محرم ۱۴۲۴ھ

(۱۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے ایک لاؤڈ اسپیکر کا سیٹ مسجد مدرسہ اور مجالس خیر کے لیے مشترکہ طور پر وقف کیا۔ مسجد میں پہلے سے لاؤڈ اسپیکر موجود تھا جو صرف مسجد میں مستعمل تھا۔ زید کے وقف کردہ لاؤڈ اسپیکر کے بعد یہ رائے ہورہی ہے کہ مسجد کا پرانا لاؤڈ اسپیکر مدرسہ میں کردیا جائے۔ اور نیا سیٹ مسجد میں کردیا جائے۔ کیا از

روئے شرع ایسا کرنا جائز ہے؟ نیز نئے لاؤڈ اسپیکر کو وقتاً فوقتاً مدرسہ اور مجالس خیر کے لیے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟　المستفتی: جہاں گیر عالم رسول پور اسٹیٹ مئو یکم مئی ۲۰۰۳ء

الجواب

سائل کے بیان سے ظاہر ہے کہ مسجد میں پہلے سے جو لاؤڈ اسپیکر موجود تھا وہ مسجد کے لیے خاص تھا۔ تو شرعاً اب اسے کسی دوسرے مدرسہ یا مسجد پر دیا نہیں کیا جا سکتا، تمام فقہ کی کتابوں میں یہ تصریح ہے: لا یجوز تغیر الوقف من هیئته۔ (عالمگیری ج۲/۵۱۶) اور زید نے جو سیٹ وقف کیا ہے وہ مسجد مدرسہ اور مجالس خیر کے لیے مشترکہ طور سے دیا ہے تو مسجد کا کام اس لاؤڈ اسپیکر سے بھی چلے گا۔ ایسی صورت میں آپ مسجد کا کام نئے لاؤڈ اسپیکر سے بھی چلائیے مگر پرانے لاؤڈ اسپیکر کو بھی مسجد کے لیے ہی محفوظ رکھئے۔ اور اگر رکھنے سے اس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کو مناسب دام پر کسی کے ہاتھ بیچ دیجئے۔ اور اس کی قیمت کی رقم بینک میں محفوظ کر دیجئے۔ یا کسی امانت دار اور ایمان دار کے پاس رکھ دیجئے۔ اور جب کبھی ضرورت پڑے تو مسجد کے لیے لاؤڈ اسپیکر کی ہی مد میں اسے صرف کیجئے۔ بہار شریعت حصہ دوم ص ۶۱ میں عالمگیری کے حوالہ سے ہے کہ پہلے کا بچا ہوا سامان اگر یہ خیال ہو کہ آئندہ ضرورت کے وقت اسی وقف میں کام آسکتا ہے۔ جب تو اس کو محفوظ رکھا جائے ورنہ فروخت کر کے قیمت کو مرمت میں صرف کر دیں۔ اور اگر رکھ چھوڑنے میں ضائع ہونے کا اندیشہ ہے جب بھی فروخت کر ڈالیں اور قیمت کو محفوظ رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۶ رصفر المظفر ۱۴۲۴ھ

(۱۶۔۱۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی زمین پر اپنی رقم خرچ کر کے ایک مسجد تعمیر کی اور اس میں موذن وامام کی تقرری دے کر اذن عام کے ساتھ باجماعت نماز ادا ہوتی ہے۔ نیز بانی مسجد نے اس مسجد کو عام لوگوں کے حوالے کر دیا ہے اور ساتھ ساتھ مسجد فنڈ میں تقریباً ستر لاکھ روپے جمع کرا دیئے ہیں اور مسجد کی زمین کو مسجد کے نام پر حکومت کے گھر وقف کر دیا ہے، اب بانی مسجد کی دیکھ بھال کرنے اور امام وموذن رکھنے میں شریعت مطہرہ کی روشنی میں کچھ حق رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ بعض خاص لوگوں کا کہنا ہے یہ ہے کہ بانی مسجد کو مسجد بنانے کے بعد محلہ کے لوگوں کے حوالہ کر دینا ضروری ہے۔ اور محلہ کے لوگوں کے مقابل میں بانی مسجد کو کسی قسم کا حق نہیں ہیں۔ لہٰذا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا عبارت پر حکم شرع کیا ہے؟ برائے مہربانی مدلل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

(۲) مسجد کے وضو خانہ میں لوگ وضو کرتے ہیں اور وضو کا استعمال شدہ پانی نالہ سے ہوتے ہوئے شہر کے سیور لائن میں جا گرتا ہے، اس جگہ پر استعمال شدہ پانی گرانا یا وضو کرنا درست ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی جواب سے نوازیں۔

(۳) بانی مسجد اس مسجد کا پریسیڈنٹ یا سیکریٹری ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) مسجد کا سب سے بڑا عہدہ تو شرعی تولیت ہے۔ اور اس کو وقف کے تمام اختیارات حاصل ہوتے ہیں جو پرسیڈنٹ یا سیکریٹری کے ہوتے ہیں۔ واقف بلاشبہ متولی ہوسکتا ہے۔ فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۳۸۹ رمیں ہے: (واقف) کو تولیت کا بھی اختیار ہے کہ وہ اپنی حیات تک چاہے اپنے نام رکھے یا اپنی اولاد کے نام اور بعد کو بھی جس طرح کی جائز شرطیں چاہے لگائے، سب کی پابندی اسی طرح ہوگی۔

اور بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ "بانی مسجد (واقف) کو لازم ہے کہ مسجد بنانے کے بعد محلّہ کے لوگوں کے حوالے کردے، بالکل غلط ہے۔ مسجد ہونے کے لیے کسی کے حوالہ کرنے اور خود علیحدہ ہونے کی ضرورت نہیں، صرف عام لوگوں کو ہمیشہ کے لیے اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دینا کافی ہے۔ عالمگیری میں ہے: "رجل له ساحت امر قوما ان يصلوا فيها ابدا صارت الساحة مسجدا"

ہاں مسجد کے انتظام کار کے لیے امانت و دیانت ضروری ہے اور شریعت اور واقف کی شرائط صحیحہ کے موافق عمل درآمد ضروری ہے۔ جو بھی اس کے خلاف کرے اس کو تولیت اور انتظام سے علیحدہ کردیا جائے گا۔ درمختار میں ہے: وينزع وجوبا لوالواقف فغيره بالاولى غير مامون او عاجز او ظهر به فسق" (ج۶/۴۵۳) جو امانت دار نہ ہو (خائن) عاجز و کمزور یا فاسق ہو اس کو انتظام سے علیحدہ کرنا واجب ہے، واقف ہو یا غیر واقف۔

(۲) وضو کے غسالہ کا پاک جگہ گرانا مستحبات وضو میں ہے۔ عالمگیری اول ص ۸ر اور بہار شریعت میں اس پانی کو ناپاک جگہ گرانا مکروہ لکھا ہے۔ اس لیے مسجد کے اندر یہ اہتمام ہونا چاہئے کہ نالی استنجا کی نالی سے الگ ہو مگر مسجد کے باہر یہ اہتمام ممکن نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ طاقت کے باہر بندوں کو مکلف نہیں کرتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۱۲ر جمادی الاولی ۱۴۲۴ھ

(۱۸۔۲۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

شہر علی راجپور میں تقریبا دوسو سال پرانی مسجد جس کی تعمیر مسافر بابا نامی ایک بزرگ نے کی تھی، آس پاس کی زمین مسجد کی ملک تھی، شہر کے مسلمانوں نے خالی زمین پر دکان اور اوپر مسافر خانہ بنایا تا کہ

اس کی آمدنی سے مسجد و مدرسہ کے اخراجات پورے کئے جائیں (جیسا کہ شہروں کا معمول ہے کہ مدرسہ مسجد ہی کے تحت چلتا ہے) اور کچھ مکان بھی مسجد و مدرسہ کے نام وقف ہیں جس کا کرایہ بھی دونوں پر صرف ہوتا ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ جو چیز مسجد و مدرسہ پر وقف کی گئی ہو یا ان کی ملکیت رہی ہو اس میں قوم یا مسجد دنیاوی تعلیم کے لیے اسکول یا سلائی سینٹر قائم کر کے اس سے فیس وصول کرے اور وہ آمدنی دنیاوی تعلیم پر خرچ کیا جائے یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر کوئی یہ کہے کہ یہ قوم کی چیز ہے، قوم جو چاہے کرے یا مسجد مدرسہ کی مشترکہ وقف جائداد کو اسکول میں تبدیل کرنا چاہے تو یہ کیسا ہے؟ مال وقف کو تبدیل کرنے والوں پر کچھ وعیدیں ہیں یا نہیں؟

(۳) کیا عورتیں بغیر کسی عذر شرعی کے اسکول پڑھا سکتی ہیں؟ جبکہ غیر محرم سے بلا تکلف باتیں کرنا اور پردہ کا لحاظ پاس بھی نہیں؟

(۴) جو مدرسہ مسجد کے تحت چلتا ہے اس کو اسی نام سے یا دوسرے نام سے دینی تعلیم دینے کے لیے جو عمارت مسجد و مدرسہ کے نام مشترکہ وقف ہے اسے دار العلوم میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ قیام کی جو صورت ہو بیان فرمائیں؟

(۵) جو کسی شرعی فتوی کو نہ مانے اپنی ضد پر اڑا رہے اور اس کے خلاف نازیبا باتیں بکے ایسے شخص کا شرعی حکم کیا ہوگا؟

(۶) جو لوگ دینی تعلیم کی مخالفت کریں یا یوں کہیں کہ پڑھ کر کہاں جائیں گے جس سے علم نبوی ﷺ کی تحقیر ظاہر ہو تو ہو ایسے کا شرعا کیا حکم ہے؟

(۷) جو رقم مسجد و مدرسہ کی وقف شدہ جائداد سے بطور کرایہ حاصل ہو، اس سے شہر کے دوسرے مدرسہ کو بطور امداد کچھ رقم کمیٹی دے سکتی ہے یا نہیں؟ المستفتی: محمد رفیق فروٹ والے

الجواب

(۱) جو وقف جس غرض کے لیے ہے اس کی آمدنی اگر چہ اس کے صرفہ سے فاضل ہو دوسری غرض میں صرف کرنا حرام ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۳۶۸)۔ ایک مسجد کی آمدنی دوسری مسجد میں صرف نہیں کی جا سکتی تو دنیاوی تعلیم پر کیسے صرف ہو سکتی ہے۔ آپکا وقف جب مسجد مدرسہ کے لیے وقف ہے تو اس کی آمدنی سے صرف مسجد کے مصارف اور دینی تعلیم کے مصارف ادا کر سکتے ہیں، کسی دوسرے مصرف میں نہیں صرف کر سکتے۔

(۲) جائداد وقف کو جو شخص قومی ملکیت بتائے وہ قانون اسلام سے جاہل ہے، وقف کے معنی یہی

ہیں کہ جائداد کو اپنی ملک سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں داخل کرے۔اسی لیے اگر خود واقف اپنے اوقاف کے مصارف کو بدلنا چاہے تو بدل نہیں سکتا۔صدیاں گذر جانے کے بعد آج کس کی مجال ہے کہ کسی دوسرے مصرف میں صرف کرے،اوقاف کے مصارف کو بدلنے والا خائن اور فاسق ہے: لایجوز تغییر الوقف عن هيئته ـ

(۳) ایسی ملازمت ناجائز وحرام ہے جس میں عورت کے لیے بے پردگی کی شرط ہو۔فتاوی رضویہ جلد ہشتم ص ۱۷۳ میں ہے: ایسی ملازمت جس میں خود ناجائز کام کرنا پڑے حرام ہے۔(ملخصا)

(۴) جہاں مسجد و مدرسہ کا وقف مشترک ہو وہاں دونوں کے مصارف اسی وقف سے ادا کیے جائیں،اگر مسلمان اپنے چندے اور امداد سے کسی ایک شعبہ کو ترقی دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں۔

(۶/۵) ایسے لوگ سخت گمراہ اور بددین ہیں۔عام مسلمان ان کا بائیکاٹ کریں،قرآن عظیم میں ہے:﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾(الانعام:٦٨)

(۷) اس وقف کی رقم کسی دوسرے ادارے کو نہیں دی جاسکتی۔درمختار میں ہے:

ان اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف عليه جاز للحاكم ان يصرف من فاضل الوقف الا خر عليه ـ فهما حينئذٍ كشيء واحد وان اختلف احدهما بان بنى رجلا ن مسجدين او رجل مسجدا و مدرسة ووقف عليهما اوقافا لايجوز ـ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۱۲؍ جمادی الاولی ۱۴۲۴ھ

(۲۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مسجد کی توسیع کے لیے زید سے زمین مانگی گئی جو مسجد سے متصل پچھم جانب تھی،زید نے کہا جتنی زمین کی مسجد کو ضرورت ہو لے لیں،میں خوشی سے دینے کے لیے تیار ہوں۔حسب ضرورت زمین لے کر مسجد تعمیر ہوگئی،اس کے بعد زید نے باقی زمین بکر کو بیچ دی،لیکن بیچتے وقت ایک منڈے کی قیمت کم لی،لیکن بکر نے پوری زمین رجسٹری کرالی اور اب یہ دعوی کررہا ہے کہ مسجد میرے رقبے میں ہے۔

جواب طلب امر یہ ہے کہ بکر کا پوری زمین رجسٹری کرانا اور یہ دعوی کرنا کہ مسجد میرے رقبے میں ہے،کیسا ہے؟　　المستفتی: محمد سلامت اللہ ،خالصپور،ادری مئو یوپی

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی اگر زید کی زمین کا جز حصہ زید کی اجازت اور اس کے حکم سے مسجد میں شامل ہوگیا،اور مسجد کی تعمیر بھی ہوگئی،تو زید کی زمین کا وہ حصہ مسجد ہوگیا۔رجسٹری کرانے میں شامل رہا ہو تب بھی

وہ بکر کا نہیں ہوسکتا کہ موقوفہ زمین کا یہ حکم ہے، تنویر الابصار میں ہے:

فاذا تم ولزم لایملك ولا یملك ولا یجار ولا یرهن (ج٦/٤٢١)

جب وقف مکمل ہوگیا تو اس کا کوئی انسان مالک نہیں، نہ کوئی کسی اور کو اس کا مالک بنا سکے، نہ اسے کرایہ پر دیا جا سکے، نہ اسے رہن رکھا جا سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۱ر محرم ۱۴۲۵ھ

(۲۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) متعلقہ مسجد کا پیش دروازہ صحن وچبوترہ حاشیہ چونکہ مسجد کی جملہ ضروریات کیلیے ہمیشہ سے ہے، اس کی کوئی قیمت یا بدلہ قیمت دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) تکیہ قبرستان کی زمین مسجد پر وقف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

نہ تو مسجد کا موقوفہ صحن وچبوترہ کسی کو قیمت پر یا بلا قیمت دیا جا سکتا ہے، نہ قبرستان کی زمین مسجد پر وقف کی جا سکتی ہے۔ تنویر الابصار میں ہے: "و عند هما هو حبسها علی ملك الله فلا یجو زله ابطاله و لا یو رث عنه (ج٦/٤٠٨)۔ اور عالمگیری میں ہے: "حتی لا یملك بیعه و لا یو رث عنه" (ج٢/٤١٧) پس موقوفہ زمین جب واقف کی ملکیت سے نکل کر خدا کی ملکیت میں داخل ہو جاتی ہے تو اس میں کسی قسم کا تصرف جس سے اس کے وقف ہونے کی نوعیت میں فرق پڑے نہ تو واقف وقف کر سکتا ہے اور نہ کوئی دوسرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی اشرفیہ مبارک پور ۲۹ر جمادی الاخری ۱۳۸۰ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۲۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مسجد سے متصل مسجد کی زمین میں ایک مدرسہ تعمیر کیا جا رہا ہے جس سے وقتاً فوقتاً جیسے جمع وعیدین و غیرہ میں مسجد کا کام لیا جائے گا باقی دنوں میں بچے مروجہ تعلیم پائیں گے۔ مسجد ومدرسہ کے درمیان دروازہ بھی دیا جائے گا جسے کھول دینے سے مسجد ومدرسہ میں دوری نہیں باقی رہے گی، بلکہ ایک ہی رہے گا۔ تو مدرسہ کی تعمیر میں مسجد فنڈ سے لگ سکتا ہے یا نہیں؟ سید ظفر الدین جامع مسجد جھریا دھنباد۔

الجواب

شریعت مطہرہ نے وقف کو باقی رکھنا ضروری قرار دیا ہے۔ عالمگیری میں ہے: "سئل عن اهل

المحلة باعوا وقف المسجد لا جل عمارة المسجد لا یجوز با مر القاضی و غیره کذا فی الذخیرة(ج ۲/۳ ۰ ۵) ۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ خود مسجد ہی کی اصلاح کی ضرورت کیوں نہ ہو جو آراضی مسجد پر وقف ہیں انھیں کسی کام کیلیے بھی بیچ نہیں سکتے، کیونکہ وقف کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ اصل شیء باقی رہے اور اس کا منافع مصارف میں صرف کیا جائے اور یہ بھی ضروری ہے کہ جس مصرف کیلیے وقف کیا جائے اسی میں صرف کیا جائے دوسرے میں نہ ہو۔ عالمگیری میں ہے:" الفاضل من وقف المسجد هل یصرف الی الفقراء قیل لا یصرف وانه صحیح (ج ۲/۳ ۰ ۵)۔

درمختار میں ہے: اتحد الواقف والجهة و قل مرسوم بعض الوقف جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الاخر علیه لا نهما حینئذ کشيء واحد وان اختلف احدهما با ن بنی رجلان مسجدین او رجل مسجدا و مدرسة و وقف علیهما او قافا لا یجوز له ذلك (ج۶/۴۳۱)

یہ حکم تو فاضل آمدنی کا ہے، پھر مسجد کی وقف شدہ زمین میں مدرسہ بنانا کس طرح جائز ہوگا؟ جبکہ اس کی آمدنی دوسرے مصرف میں صرف نہیں کر سکتے۔ عالمگیری میں ہے:" ارض وقف علی مسجد صارت بحال لا تزرع فجعلها رجل حوضا للعامة لا یجوز للمسلمین الانتفاء بماء ذالك الحوض (ج۲/۵۰۴)۔ پس صورت مسئولہ میں نہ تو مسجد کی زمین میں مدرسہ بنا سکتے ہیں اور نہ مسجد کا سرمایہ اس میں لگا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبدالمنان اعظمی ۲۶/ذوالحجہ ۸۷ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ　　الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۲۸) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

کچھ زمین مسجد کے متعلق تھی اور اس میں کچھ زمین دوسرے کی بلا رضامندی اور بلا اجازت اضافہ کر کے ایک دوکان تعمیر کر دی گئی، اب اس دوکان کا کرایہ مسجد پر لگانا جائز ہوگا یا نہیں؟۔

الجواب

جو دوکان دوسرے کا کچھ حصہ لے کر بنائی گئی، اس کا کرایہ مسجد میں لگانا جائز نہیں کہ وہ مال خبیث ہے اور مغصوبہ زمین کی آمدنی۔

شامی میں ہے:" قال تاج الشریعة اما لو انفق فی ذالك ما لا خبیثا او ما لا سببه الخبیث و الطیب فیکره لا ن الله تعالیٰ لا یقبل الا الطیب فیکره تلویث بیته بما لا یقبله ۔

جب تک زمین والے کو راضی نہ کر لیا جائے، اس مال کا مسجد میں لگانا جائز نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی مبارک پور اعظم گڑھ ۲۰/رجمادی الاخری ۹۷ ۱۳ھ

(۲۹) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید کے آبا واجداد زمین دار تھے، جنھوں نے اپنے دروازہ پر نماز پنجگانہ کے لیے ایک جگہ معین کر لی تھی، جسے مسجد کہا کرتے تھے، گاؤں میں دوسری مسجد نہ ہونے کی وجہ سے نماز جمعہ بھی لوگ وہیں ادا کرتے تھے، گاؤں میں جب دوسری مسجد بن گئی تو نماز جمعہ اسی دوسری مسجد میں ہونے لگی، مسجد اولیٰ میں سلسلہ نماز جمعہ ختم ہو گیا، البتہ زید اور زید کے گھر والے اس میں (مسجد اولیٰ) اب بھی نماز پنجگانہ ادا کرتے ہیں، زید یا زید کے خاندان کے دیگر موجودہ لوگوں کو اس بات کا علم نہیں کہ آیا یہ زمین (جو نماز پنجگانہ کے لیے معین کردہ جگہ زید کو وراثت میں ملی ہے) مسجد کے نام زبانی وقف ہے؟ یا یونہی نماز پڑھنے کے لیے جگہ معین کر لی گئی تھی، چونکہ وقف کے لیے کوئی کاغذی ثبوت نہیں ہے، البتہ ۴۷ء کی آزادی کے بعد جو سروے (معائنہ) ہوا تھا، اس کے مطابق نقشہ میں مسجد درج ہے، دوران سروے بانی مسجد اولیٰ باحیات نہیں تھے، بلکہ اس وقت جو ظاہری صورت تھی، زمین پر بعینہ وہی صورت کاغذی نقشہ میں اتار دی گئی ہے، زید کے آباؤ اجداد کی یہ زمین اس وقت زید کے حصہ اور قبضہ ہی میں ہے، وہ اپنی اولاد پر رہائشی مکان کے لیے موقع پر جملہ آراضی کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو یہ جائے تعین صلوۃ (مسجد اول) مخل ہو رہی ہے اور اگر چھوڑ دی جائے تو رہائشی جگہ تنگ رہتی ہے، لہٰذا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روئے شرع یہ زمین مسجد قرار پائے گی یا نہیں؟

(۲) بصورت اثبات مسجد کو آنگن کے حصہ میں لے کر چبوترہ کی شکل بنا دینا جائز ہوگا؟ جب کہ مسجد کی حرمت بدستور اپنی جگہ باقی رہے۔

(۳) اگر یہ زمین شرعاً مسجد نہ ہو تو کیا زید کی اولاد کو یہ اجازت ہوگی کہ وہ اس زمین پر رہائشی مکان بنائے۔ امید کہ شرعی حکم سے مطلع فرما کر مشکور وممنون فرمائیں گے۔

المستفتی، محمد ذاکر حسین لطیفی۔ خادم دار العلوم سرکار آسی سکندر پور بلیا (یوپی)

الجواب

کسی مکان کے مسجد ہونے کے لیے وقف نامہ کا تحریری ثبوت ہی ضروری نہیں اس جگہ کا مسجد مشہور ہونا ہی کافی ہے۔ بحر الرائق میں ہے " بنی فی فنائه فی الرستاق دو كاناً لاجل الصلوة يصلون فيه بجماعة فی كل وقت فله حكم المسجد " گھر کے سامنے صحن میں کوئی مکان نماز کے لیے بنایا اور اس میں کوئی پنجوقتہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے لگے تو مسجد ہوگئی۔

فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۰ میں ہے، تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ عام وقفوں کے ثبوت کو

صرف شہرت کافی ہے، پھر اس سے زیادہ شہرت اور کیا ہوگی کہ تما مسلمان اسے مسجد جانتے ہیں، مسجد کہتے ہیں، اذانیں ہوتی ہیں، پنجگانہ جماعتیں ہوتی ہیں۔

الغرض ہمارے نزدیک سوال میں ذکر کی ہوئی مسجد مسجد ہی ہے، اس کو اپنے رہائشی مکان میں شامل کرنا جائز نہ ہوگا، اس کو اپنے احاطہ میں شامل کرنا کہ عام لوگوں کو نماز پڑھنے میں خلل ہو جائز نہ ہوگا، نہ اس کو موجودہ صورت سے بدلنے کی اجازت ہوگی، نہ اس کو مسجد البیت بنایا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۲ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ

(۳۰-۳۱) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) کہ قصبہ سکندر پور شاہی جامع مسجد کے متصل پچھم جانب پرتی قدیم و پورب جانب متصل پرتی قدیم جس کے مالکان ہندو زمینداراں ہیں، پچھم جانب ۱۹۴۷ء کے بعد ہی سے ہندو فرقہ پرست جن سنگھیوں نے قبضہ جمالیا اور ساکھا لگانے لگے، پورب جانب پرتی میں نماز جنازہ پڑھی جاتی رہی، چند برسوں کے بعد قصبہ کے ایک مسلم لیڈر بااثر بدرالدین انصاری کے نام سے پچھم جانب والی زمین جس پر جن سنگھ والوں کا قبضہ تھا، اسی زمین کو زمیندار دیبی پرساد رائے سے لکھوا دی، غالباً پچیس برسوں تک بدرالدین صاحب کوشش میں لگے رہے کہ زمین پر قبضہ کرلوں مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے، بدرالدین صاحب کے لیے دوطرفہ رکاوٹ تھی، ایک فرقہ پرستوں کی، دوسرے زمینداروں کی۔

دیبی پرساد رائے کے علاوہ زمیندار منگل رائے بھی زمین کے دعویدار ہیں، لہٰذا بدرالدین صاحب کو جب ہر طرح سے مایوسی ہوگئی تو مجبوراً اپنی لکھوائی ہوئی زمین جامع مسجد میں کاغذی وقف کردیا، قانونی نہیں، مسجد کمیٹی کے لوگوں نے اس زمین پر نماز جنازہ پڑھوانا شروع کیا، مگر نماز جنازہ کے خلاف ہندو فرقہ پرستوں کی طرف سے دھمکی دی جاتی رہی، ہندو فرقہ پرستوں نے اس زمین کو دوسرے شراکت دار زمیندار منگل رائے سے لکھوا لیے ہیں اور کچھ کم ہی غالباً ۲ ربسواہ زمین بدرالدین صاحب دیبی رائے سے لکھوائے تھے، نماز جنازہ کے خلاف ہندوؤں کی دھمکی آخر رنگ لائی، سات آٹھ ماہ قبل کا واقعہ ہے، جب نماز جنازہ اس زمین پر شروع ہوئی تو ہندوؤں نے منظم طور سے حملہ کردیا، لیکن بروقت پولس کی مداخلت نے بہت بڑے فساد کو روک لیا، کچھ دنوں کے بعد پھر ایک میت ہوگئی اور جنازہ اسی جگہ لایا گیا، حملہ کے دن ابھی نماز جمعہ ہی ادا کی جارہی تھی کہ مسجد پر شرپسندوں نے اینٹ پتھر پھینکنا شروع کردیا، اس دن بھی بروقت حکام نے بڑی چستی سے کام لیا، فساد ہونے سے بچالیا، فساد تو ہونا ہی تھا مگر مسلمانوں کی طرف سے بہت صبر وضبط سے کام لیا گیا، اس معاملے کو لے کر قصبہ فساد کی زد میں تھا، لہٰذا پولس نے زمین کو ضبط کرکے

مقدمہ قائم کیا، بعد مقدمہ کلکٹر سے لے کر داروغہ تک اس کوشش میں لگ گئے کہ ہندؤں اور مسلمانوں کو راضی کر کے معاملہ صلح صفائی کرادی جائے، اس کے لیے بہت سی تدابیر کی گئیں، مگر ناکام ہوئیں، آخر کار ڈپٹی کلکٹر نے فریقین کے درمیان خود ثالث بن کر اپنا فیصلہ پیش کیا جس کو فریقین نے مان لیا، مگر مسلمانوں میں آپسی نااتفاقی پیدا ہوگئی، ایک فریق کا کہنا ہے کہ متنازعہ زمین کا مسجد میں وقف کرنا درست نہیں، لہٰذا متنازعہ زمین تقدس میں مسجد نہیں ہوسکتی، اس لیے یہاں شہادت ودیگر قربانی سے بہتر ہے کہ صلح کرلیا جائے دوسرے فریق کا کہنا ہے کہ جب بدرالدین صاحب نے مسجد میں دے دیا تو یہ زمین تقدس میں مسجد ہو گئی، اب یہاں ہر قربانی ضروری ہے، لہٰذا یہ اختلاف شدت کر گیا، صلح کرنے والوں کے خلاف بغاوت کھڑی ہوگئی، سلام کلام سب کچھ لوگوں نے بند کردیا، کافر تک کہنا شروع کیا، اسلام دشمن عناصر تک کہا گیا، مارنے قتل کرنے کی دھمکی دی گئی، آخر کار اپنے فیصلے کے مطابق ایس، ڈی، ایم نے فیصلہ سنانے کی تاریخ مقرر کردی اور حکم دیا کہ تمام ملزمان حاضر ہوں، لہٰذا تاریخ پر سب لوگ گئے، ڈپٹی نے فیصلہ سنایا اور سب لوگوں سے دستخط کرایا اور یہ کہہ دیا کہ جو لوگ فیصلہ سے انکار کریں گے وہ جیل میں بھیج دئے جائیں گے، لہٰذا سب لوگوں نے دستخط کردیا، فیصلہ یہ ہوا کہ پچھم جانب زمین میں غالباً ۳۔ بسوا ہے، اتنی میں سے، ۔بسوا زمین مسجد کے نام رہے گی مسجد کی ضروریات کیلیے، نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، بقیہ ۲۔ بسوا زمین ہندوؤں کو دیدی گئی، اور کل زمین یعنی مسجد کے حصہ کی اور ہندوؤں کی سب پرتی رہے گی اس پر کوئی تعمیری کام نہ ہوگا، نہ نماز جنازہ پڑھنے کے لیے پورب والی زمین پرتی قدیم مسجد میں دی جاتی ہے علاوہ پورب والی زمین کے متصل ۲ بسوا قبرستان کے نام تھی جو ابھی مسلمان کے قبضہ میں تھی اس کو بھی مسجد میں لکھ دی جاتی ہے، اسی کے سبب اسی کے ساتھ ہمارے یہاں کے عیدگاہ کا مسئلہ ہندو فرقہ پرستوں نے تعمیر کرنے سے روک دیا تھا، s.d.m نے اسی فیصلہ کے ساتھ عیدگاہ کا بھی فیصلہ کردیا، عیدگاہ کی تعمیری کام عیدگاہ کے حق میں ہوگا، لہٰذا تمام معاملات کا فیصلہ قانونی طور پر انجام دیا اور تمام معاملات پر عمل درآمد بھی ہوگیا، مگر ابھی آپس میں مسلمان ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار ہیں یہ بالکل درست ہے کہ بدرالدین صاحب نے مجبوراً زمین مسجد میں دے دیا اگر زمین ان کو مل گئی ہوتی تو مسجد میں نہ دیتے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اس زمین پر فتنہ فساد زبردست ہوگا اور دور حاضر میں زمین پر قبضہ ناممکن ہے چاہے جتنی بھی قربانی دی جائے، لہٰذا از روئے شرع اس طرح کی متنازعہ زمین جس پر فتنہ فساد یقینی ہے، جان بوجھکر مسجد میں لینا دینا کیسا ہے؟ اور یہ زمین مسجد ہوگی کہ نہیں؟ اور اس کے لیے جانی ومالی قربانی ضروری ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ صلح کرنے والوں میں شریک ہیں ان کو اسلام دشمن اور کافر کہنا کیسا ہے؟ اور یہ مصالحت غالب گمان

فتنہ فساد کے پیش نظر درست ہے کہ نہیں؟ بالتفصیل جواب تحریر فرمائیں۔

(۲) کہ قصبہ سکندر پور کی ایک مسجد کے متصل دکن جانب کچھ زمین ہے جس کے مالکان ہندو زمینداران ہیں، اس زمین کو مسلمان نے مسجد کی ملکیت بنالیا ہے وہاں لمبا چوڑا چبوترہ بنا ہوا ہے، برسوں سے نماز جنازہ اسی چبوترہ پر پڑھی جاتی ہے، زمینداراں کوئی اعتراض نہیں کرتے، مبادا اندیشہ ہے کہ کسی ہندو نے اس کو زمین داروں سے لکھوالیا ہو، وہ زمین مسجد کی نہیں ہے، لیکن اس زمین کا مسجد سے لگاؤ ایسا ہے کہ اس زمین کو چھوڑنا مناسب نہ ہوگا، ابھی وہ زمین قبضہ میں ہے، ممکن ہے کہ کبھی بھی یہ قضیہ ابھر کر سامنے آجائے اور ہم مسلمانوں کو فتنہ فساد کا بھی سامنا کرنا پڑے، لہٰذا اس صورت میں ہم مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟ اور یہ زمین مسجد کی ملکیت ہوسکتی ہے کہ نہیں؟ اور اس پر نماز وجنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بالتفصیل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی، مختار احمد محلہ ڈھاپوسٹ سکندر پور ضلع بلیا (یوپی)

الجواب

(۱) وقف کی صحت کے لیے واقف کو موقوفہ زمین کا مالک ہونا چاہئے۔ عالمگیری میں ہے:" واما شرائطه فمنها الملك " اور صورت مسئولہ میں سائل کو یہ اقرار ہے کہ متنازعہ زمین کے بدرالدین صاحب تنہا مالک نہ تھے، انہوں نے صرف ایک زمیندار سے زمین لکھوائی تھی اور دوسرے زمیندار سے ہندو فرقہ پرستوں نے لکھوائی اور یہ صحیح ہے کہ مشاع کا وقف جائز ہے۔ عالمگیری میں ہے: "والمتأخرون افتوا القول ابی یوسف انه یجوز وهو المختار " اس لیے بدرالدین صاحب کا وقف تو صحیح ہوجائے گا اور ہر جائز قانونی طریقہ سے مسلمانوں پر اس کا حصول بھی ضروری ہوگا، لیکن اس زمین کو مسجد کا تقدس حاصل نہیں ہوگا۔ اسی عالمگیری میں ہے:" واتفقا علی عدم جعل المشاع مسجداً"

پھر وقف کی صحت کے باوجود اتنی بات تو بالکل واضح ہے کہ اس متنازعہ زمین کا جز حصہ وقف ہوگا جس کا تعین ۲۵ سال میں بھی بدرالدین صاحب نہ کر سکے اور حسب بیان سائل آئندہ بھی اس کا حصول بہت مشکل ہے۔ ایسی صورت میں اگر کوئی بااختیار حاکم مجاز اپنی قوت واختیار سے کوئی فیصلہ مسلط کردے اور بجبر سب سے دستخط کروالیتا ہے تو اس صورت میں دستخط کرنے والوں کا شرعاً کوئی جرم نہیں اور اپنے مومن بھائیوں کو کافر کہنا بہت برا ہے، کہنے والوں پر کفر لوٹ آنے کا خطرہ ہے۔

(۲) جس طرح وقف کی زمین اللہ تعالیٰ کی ملک ہے اور اس پر ہندوؤں کے ہر قسم کے ناجائز قبضوں کو روکا اور تصرفات کو منع کیا جائے گا، اسی طرح کسی آدمی کی جائیداد پر غلط طور پر قبضہ کر کے اسے مسجد

کی ملک قرار دینا بھی ناجائز اور منع ہے۔ پس یا تو مالکان سے مسجد والے وہ زمین حاصل کرلیں یا اس سے اپنا تصرف ہٹالیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ

(۳۲۔۳۳) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید نے مسجد کے لیے زمین وقف کیا، وقف کرتے وقت گاؤں کے تمام مسلمان موجود تھے، موقوفہ زمین پر مسجد بنوانے کی بات چیت بھی ہوتی رہی، اسی میں کا ایک مسلمان ایک غیر مسلم کو ملا کر موقوفہ زمین کے کچھ حصہ پر قبضہ کرلیا، ایسی شکل میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے، شرعاً اس آدمی کیساتھ کیا برتاؤ کیا جائے اور وہ کس سزا کا دنیا وآخرت میں مجرم ہوگا؟

(۲) زید کے گاؤں میں مسجد تھی اور ہے، لیکن مسجد گاؤں کے بالکل کنارے ہے، جہاں دو گھر درزی کے ہیں، باقی اور مسلمان کی آبادی وہاں سے عرصہ ہوا دوسری جگہ چلی گئی، چند گھر جواب بھی ہیں وہ مسجد کے مخالف کنارے پر آباد ہیں، پورے گاؤں کا راستہ طے کرنے پر وہ مسجد پہنچتے ہیں جس سے مسجد کو آباد کرنے میں دشواری ہوتی ہے، ہر وقت وہاں آنا مشکل ہوجاتا ہے۔

ایسی شکل میں زید کے گاؤں کے مسلمان جو ایک محلہ میں ہیں، اپنے محلہ میں مسجد بنوانا چاہتے ہیں تو کیا پرانی مسجد کی جمع شدہ رقم اور اس کا سامان یعنی اینٹ فرش وغیرہ نئی مسجد میں لگوا سکتے ہیں یا نہیں؟ لوگوں کا خیال ہے کہ مسجد جب تک شہید نہ ہو جمعہ کی نماز اسی میں پڑھی جائے۔

المستفتی، اصغر علی موضع چھتونہ پوسٹ چھتونہ ضلع فیض آباد

الجواب

(۱) جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین بھی ظلماً دبائے گا قیامت کے دن اتنی زمین ساتوں طبق تک اس کے سر پر رکھ دی جائے گی، یہ تو عام زمین کا حکم ہے، وقف کی زمین کی اہمیت اس سے زیادہ ہے نہ کہ مسجد کی زمین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ فمن اظلم ممّن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعى فى خرابها [البقرة:١١٤] ﴾ گاؤں کے تمام مسلمانوں پر بشرط استطاعت لازم ہے کہ وہ ہر جائز طریقہ سے زمین ظالموں کے قبضہ سے نکال کر مسجد کو دلائیں، وہ ظالم مسلمان نہ مانے تو تمام مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔

(۲) گاؤں میں جو مسجد جس جگہ بن گئی قیامت تک وہ مسجد ہی رہے گی، اور گاؤں کے مسلمانوں پر اس کی آبادی ضروری ہے، اس کا پیسہ اور سامان دوسری مسجد میں نہیں لگ سکتا ہے فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۴ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ

(۳۴۔۳۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک مسجد کی اس سے متصل زمین تھی، جب مسجد کی تعمیر نو ہونے لگی تو مسجد بنوانے والوں نے اس زمین کو فروخت کر کے مسجد کی تعمیر میں لگا دیا، جب زید کو معلوم ہوا تو اس کا پورا پیسہ اپنی طرف سے خریدار کو لوٹا کر اس زمین کو مسجد کے لیے وقف کر دیا تا کہ مسجد کی زمین مسجد میں رہے، مگر کچھ دنوں کے بعد پھر مسجد کے ذمہ داروں نے اس زمین کو فروخت کر دیا اور اسکی رقم مسجد میں خرچ کر دی، اب اس زمین کا کیا حکم ہے؟ کیا خریدار اس کا مالک ہے، تعمیر نو کرانے والوں نے زمین کو دوبارہ فروخت کر کے جو رقم مسجد میں صرف کی اس کا کیا حکم ہے؟ یا اب اس کی اصلاح کی کیا صورت ہے جب کہ خریدار مسلمان ہے۔

(۲) مسجد کے نل کا پانی مسجد کے باہر گھر یا دوکان کی ضروریات کے لیے لے جانا کیسا ہے؟

(۳) مسجد کے اندر خاص نماز پڑھنے والے حصے میں جنازہ کی چارپائی رکھنا کیسا ہے؟

المستفتی، انوار احمد جین پور اعظم گڈھ

الجواب

(۱) مسجد سے متصل مسجد کی زمین کا مطلب اگر یہ کہ وہ زمین مسجد پر ہی وقف تھی تو اس کا بیچنا خریدنا سب ناجائز وحرام ہوا، خریدار پر لازم ہے کہ فوراً وہ زمین مسجد کو واپس کرے، عام فقہ کی کتابوں میں ہے "الوقف لا یملك ولا یباع ولا یورث" اور جن لوگوں نے مسجد میں زمین کی رقم خرچ کی وہ خریدار کو اس کا تاوان ادا کریں، مسجد سے نہیں وصول کر سکتے (فتاویٰ رضویہ)

(۲) مسجد کے کوئیں میں بند پائپ ہو اس کے ذریعہ اپنے برتن میں پانی بھر کر لے جانے میں حرج نہیں، لیکن میونسپلٹی کے پائپ سے جو پانی مصلیوں کے وضو کے لیے فیس جمع کر کے خریدا گیا ہو اس کو لے جانا منع ہے، فتاویٰ رضویہ میں ہے وہ پانی مسجد میں وضو کیلیے رکھا گیا ہو اسے اپنے گھر لے جانا جائز نہیں۔

(۳) مصلیوں کو نماز کے لیے تنگی ہو تو منع ہے۔ یوں بھی نہ رکھنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی جمادی الاولی ۱۴۱۴ھ

(۳۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی ایک زمین جامع مسجد کو وقف کیا جو اسی کی پچھم جانب واقع ہے جو سرکاری کاغذات میں درج ہے، اسی میں عرصہ دراز سے نماز جنازہ بھی پڑھی جاتی تھی، اس چیز کو دیکھ کر بھاجپائی حکومت آر، ایس، ایس کے لوگوں نے کھیلنے کا دعویٰ کر دیا، اسی دوران جمعہ کے دن ایک جنازہ آیا تو اس میں ہنگامہ کی

صورت پیدا ہوگئی، پھر دوبارہ دوسرا جنازہ دوسرے جمعہ کو آیا تو آر، ایس، ایس کے لوگوں نے نماز پڑھنے کے دوران ہی پتھراؤ کردیا باوجود اس کے نماز جنازہ اسی میں ہوئی، اس ہنگامہ خیز ماحول کو دیکھ کر کچھ آر، ایس، ایس، سے تال میل۔ جوڑنے والے مسجد کمیٹی کے لوگوں نے اس موقوفہ زمین متنازعہ کے عوض ایک دوسری زمین جو خالد کے قبالہ کے ساتھ ہے، ان کی اجازت کے بغیر انہیں کی قبرستان پر ٹریکٹر چلوا کر مکمل ہموار کردیا، حال یہ ہے کہ اس میں قبرستان والے بھی فاتحہ وغیرہ پڑھنے کے لیے نہیں جاسکتے ہیں، جب کہ ہائی کورٹ سے اسی قبرستان متعلق خالد کے حق میں ۱۹۱۴ء میں فیصلہ بھی ملا ہے کہ قبرستان پر کسی قسم کی مداخلت یا ضرر نا قابل برداشت ہے۔

دوسری زمین کی نوعیت یوں ہے کہ خالد نے اصلی زمیندار سے ۱۹۷۱ء میں باضابطہ رجسٹری کے ساتھ خرید لیا ہے جس کا رقبہ کافی کشادہ ہے،

اس زمین کے دکّن جانب انھیں کی قبرستان بھی واقع ہے اور زمین مسجد ہذا کے صحن اور سڑک کے پورب طرف واقع ہے، لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) موقوفہ زمین کے عوض خالد کی قبالہ والی کو ان کی اجازت کے بغیر فرضی زمیندار سے حاصل کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) خالد کی قبرستان کے عوض خالد ہی کی قبالہ والی زمین کو ان کی اجازت کے بغیر مسجد کمیٹی کے لوگوں کا حاصل کرنا کہاں تک صحیح ہے؟ نیز اس میں نماز جنازہ پڑھنا کہاں تک درست ہے؟

(۳) خالد کی قبرستان کو فرضی زمیندار کے تال میل سے مسمار کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟۔

(۴) ایسی جگہ نماز جنازہ جہاں صف کے آگے اور اس کے بیچ بہت سی قبریں نمایاں اور مسماری صورت میں ہیں شرعاً کیسا ہے؟

شریعت کی روشنی میں تفصیل جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں
المستفتی، شیخ عبدالعزیز محلہ ڈومن پورہ سکندر پور بلیا

تنقیح

غالباً اسی زمین کے قبضہ سے متعلق ہمارے پاس ایک سوال اور آیا تھا جس کا جواب بھی میں لکھ چکا ہوں، پہلے سوال اور اس سوال میں جواب سائل نے بھیجا ہے کافی تضاد ہے، مثلاً پہلے سوال میں پچھم والی زمین کے بارے میں تحریر ہے کہ پرتی ہے اور اس کے زمیندار ہندو ہیں، بدرالدین انصاری نے ایک حصہ دار سے دو بسوا سے کم زمین لکھوائی ہے، پچیس تیس برس لڑنے کے بعد جب اس پر قبضہ نہ کرسکے تو

مسجد پر وقف کر دیا۔

جب کہ اس سوال میں قضیہ کو وقف کرنے سے ہی شروع کیا ہے اور انداز تحریر یہ ہے کہ وہ زمین زید کی بے خرخشہ تھی۔

(۱) پہلے سوال میں پورب طرف بھی پرتی زمین کا ذکر ہے، پچھلی والی زمین کے متصل قبرستان کے نام سے دو بسوہ زمین اور مان رہے ہیں جس کو اس طرح لکھا ہے کہ گویا قبرستان کی زمین پر کسی مسلمان نے قبضہ کر لیا تھا، مگر یہ بات گول کر گئے ہیں کہ قبرستان کی قبروں کو کھود کر قبروں پر نماز جنازہ پڑھی جا رہی ہے۔

(۲) جب کہ اس سوال میں پورب طرف بھی پرتی زمین ہونے کا کوئی تذکرہ نہیں، غالباً اسی کو خالد کی زمین از روئے قبالہ قرار دیا ہے۔

(۳) پہلے سوال میں یہ تصریح ہے کہ جو فیصلہ بھی ہوا اس کو کلکٹر ضلع نے بجبر نافذ کیا اور متعلقہ لوگوں سے دستخط کرایا، جب کہ اس سوال میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں، بلکہ یہ صراحت ہے کہ یہ کارستانی آر ایس، ایس، سے تال میل کر کے مسجد کمیٹی نے کی ہے۔

(۴) پہلے سوال میں یہ الزام ہے کہ صلح کرنے والوں کو اسلام کا دشمن اور کافر کہا گیا ہے، جبکہ اس سوال میں مسجد کمیٹی یا صلح کے حمایتوں پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ فرضی زمیندار کی مدد سے مسلمانوں کی قبروں کو مسمار کیا گیا، ان دونوں سوالوں کے پڑھنے پر صاف معلوم ہوتا ہے کہ اپنی اپنی مطلب برآری کے لیے فریقین نے واقعی صورت حال کو چھپایا ہے۔ ایسی صورت میں پہلے جواب کو بھی رد کرتا ہوں اور آپ کو کوئی جواب دینے سے معذور ہوں، آپ دونوں فریق متفق ہو کر کوئی سوال مرتب کریں، اور ہٹ چھوڑ کر اپنی اپنی زیادتیوں سے رجوع کر کے حق پر چلنے کے لیے آمادہ ہوں تو کوئی جھگڑا ایسا نہیں ہے جو آپس میں طے نہ کر سکیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۴ شوال المکرم ۱۴۱۳ھ

(۳۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

حضرت ہمارے یہاں بستی کیمپور میں عام مسلمانوں کی ایک رجسٹرڈ کمیٹی ہے جس نام انجمن اصلاح المسلمین کمیٹی کیمپور رجسٹر نمبر ۱۰۵ ہے جس کا کام اردو اسکول چلانا مسجد کی حفاظت دیکھ بھال کرنا اور تمام دینی کاموں کے جلسے تعمیرات وغیرہ کرانا

یہاں سمینٹ فیکٹری ہے، زیادہ تر لوگ اس میں نوکری کرتے ہیں، اس فیکٹری کے علاقے میں دو مسجدیں ہیں، ایک پرانی مسجد کے نام سے جانی جاتی ہے جو عام مسلمانوں کی رقم سے زمین خرید کر دینی

طریقے سے تعمیر کی گئی ہے جس کی ایک الگ کمیٹی ہے، حضرت قریب بتیس سال پہلے فیکٹری کو اس زمین کی ضرورت پڑی جس علاقہ میں پرانی مسجد قائم ہے، کمپنی نے کچھ لوگوں کو بلاکر پرانی مسجد کا سودا کر کے اس مسجد کو بنانے کی رقم طے کر کے لکھا پڑھی عوض میں بتیس ہزار روپے لے لیے، کمپنی کے مالک مسلمان نہیں ہیں، کمپنی نے کچھ زمین اسکول مسجد کوارٹر وغیرہ کی تعمیر کے لیے دی جو کمپنی کی ہی ہے، اس زمین کا اس طرح سودا ہے کہ زمین کا ایک روپیہ سالانہ ٹیکس دینا ہوگا اور زمین کل ایک برس کم سو برس کے لیے دے دی گئی ہے، ایسی زمین اور رقم سے تعمیر اسکول کوارٹر اور ایک مسجد نما عمارت قائم کی گئی ہے جسے نئی مسجد کے نام سے جانا جاتا ہے، حالانکہ پرانی مسجد کچھ مسلمانوں کے کوشش سے آج بھی قائم ہے کمپنی کی دی گئی رقم وزمین پر قائم کی گئی مسجد اسکول ہی چلارہی ہے، انجمن اصلاح المسلمین کمیٹی رجسٹرڈ نمبر ۵۰۰ جس کے اعلیٰ صدر ہیں جناب دلاور خاں صاحب جو اردو ہندی عربی انگریزی کی تعلیم دیتے ہیں، اللہ کے فضل سے اسی سمنٹ فیکٹری میں انجینئر بھی ہیں، سعودی عرب میں رہ چکے ہیں، شاید حج بھی پورا ہو چکا ہے، صدر صاحب کو لکھوا کر وزبانی کہا گیا کہ آپ اس مسجد نما عمارت کو مفتیوں کے فتوے کے مطابق مسجد کروالیں، تب اس میں مسلمانوں کا چندہ کر کے رقم خرچ کریں، کیونکہ آپ نئی مسجد کے نام سے چندہ لیتے ہیں، لیکن وہ نہیں مانتے اور کافی رقم مسلمانوں سے وصول کر کے لگا چکے ہیں اور بھی لگانے کی امید ہے اور نہ تو کمپنی سے کوئی معاہدہ کرتے ہیں کہ جو بھی رقم دی زمین دی ٹیکس کا معاہدہ اور زمین کا باونڈ وغیرہ کا مسئلہ حل کر کے مسجد نما عمارت کو مسجد قبول کروالیں، بلکہ جس شخص نے اوپر لکھی درخواست وزبانی اعتراض کیا دین کے مطابق لکھے گئے مفتیوں کے فتوے کے حوالے کے ساتھ تو صدر صاحب ان کے کچھ ساتھیوں کو بڑا ہی ناگوار گذرا، کیونکہ صدر صاحب اگر کمپنی سے کوئی نئی مسجد معاہدے کی بات کرتے ہیں تو ہوسکتا ہے کہ نوکری کوئی پھیر بدل یا خطرہ پیدا ہو تو اس اعتراض کے پیش کرنے والے کو صدر صاحب وساتھیوں نے لکھ کر معافی منگوائی، اب حضور سے گذارش ہے کہ اوپر لکھے معاہدے رقم اور زمین پر مسجد تعمیر کرواسکتے ہیں؟ مسجد مانا جائے یا نہیں؟ اور مانا جائے تو اس کا طریق کیا ہے؟ اس نئی مسجد میں مسجد کے نام سے چندہ مسلمانوں سے لے کر لگانا کیسا ہے؟ جن لوگوں نے اعتراض پیش کرنے والے سے معافی منگوائی ان صدر صاحب اور ساتھیوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ صدر صاحب کو اوپر لکھی گئی دینی باتوں کو یا مفتی صاحب کے فتوے کو نہ ماننے پر کیا کرنا چاہیے، اس نئی مسجد میں پڑھی گئی نماز وامامت میں کیا فرق ہے؟ کیا کمی وبڑھی دین کی نظر میں ہوگی؟ پوری باتوں سے خلاصہ آگاہ کریں عین نوازش ہوگی۔

المستفتی، حسیب احمد رضوی امریا یار کیمپور ضلع جبلپور (ایم، پی) ۱۶ مئی ۱۹۹۴ء

الجواب

صورت مسئولہ میں وہی پرانی مسجد ہے جو بحمد اللہ مسلمانوں کی کوشش سے اب تک باقی ہے، نئی زمین تو ۹۹ سال کے پٹہ پر ایک روپیہ کرایہ پر مسلمانوں کے قبضہ میں ہے، اس لیے اس زمین پر مسجد قائم کرنا اور اس کے نام سے چندہ جمع کرنا جائز نہیں، ویسے مسلمان اگر اس کرایہ کی زمین پر نماز پڑھیں تو ان کی نمازیں صحیح ہیں، البتہ مسجد کا ثواب نہیں ملے گا، ایسی زمین پر مدرسہ بھی قائم کیا جا سکتا ہے تو اگر انجمن اصلاح المسلمین خاص مسجد کی تعمیر کیلیے لوگوں سے چندہ اکٹھانہ کرتی ہو بلکہ مدرسہ اور دیگر دینی کاموں کیلیے اور ان مصارف میں صرف بھی کرتی ہو، چونکہ مسلمان وہاں نماز بھی پڑھتے ہیں، اس کا اہتمام بھی چندہ سے کرتے ہوں چندہ میں خرد برد یا خیانت ثابت نہ ہو تو کمیٹی اور اس کے صدر پر الزام نہیں ہاں کمیٹی میں خان صاحب جب صاحب رسوخ ہیں تو انہیں چاہئے کہ اپنے ثر رسوخ کو کام میں لاکر اس زمین کو جسے کمپنی نے مسجد و مدرسہ کے لیے دیا ہے، مستقلاً مسلمانوں کو دلادیں، یہ ان کی آخرت کے لیے ایک بڑا کام ہوگا بر تقدیر صدق مستفتی کرایہ کی زمین پر مسجد بنانے کے لیے چندہ مانگنے پر کسی مسلمان کے اعتراض پر اس سے معافی منگوانا اس کے ساتھ ظلم ہے فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲ رصفر المظفر ۱۴۱۵ھ

(۳۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص نے اپنی زمین مسجد و مدرسہ کے لیے وقف کیا اور یہ نیت تھی کہ نیچے مدرسہ اور اوپر مسجد تعمیر ہوگی، یہ نیت اس لیے تھی کی صرف مسجد کے نام پر تعمیری کام کی اجازت نہیں مل پاتی ہے، اور دشمنان اسلام مسجد کی تعمیر پر روک لگا دیتے ہیں، اس وقت مدرسہ کی مکمل تعمیر ہو چکی ہے، اور اب اوپر یعنی دوسری منزل پر مسجد کی تعمیر کرانی ہے، اس مسجد کی تعمیر درست ہوگی یا نہیں؟ المستفتی، عبدالرزاق گلشن مدینہ دیوریا

الجواب

صورت مسئولہ میں مدرسہ کی چھت پر مسجد کی تعمیر ہو سکتی ہے فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۹۰ میں ہے اگر عمارت مقبرہ قبل از وقت بنائی تو چھت کو اذان ونماز کے لیے وقف کردے، ہو جائے گی

"لحصول التابید بوقفیة الاخریٰ وان کانت موقوفه علی جهة اخریٰ علی ماهو الصحیح" واللہ تعالیٰ اعلم　　عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۲۹ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

(۴۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک گاؤں میں سو سالہ پرانی مسجد تھی جس میں پورے گاؤں کے آدمی پنج وقتہ نماز ادا کرتے تھے،

کچھ دنوں کے بعد پورے گاؤں والوں نے ایک دوسری جگہ پکی مسجد بنوایا، اب پکی مسجد کے سامنے پرانی کچی مسجد ویران پڑی ہوئی ہے، گاؤں کے کچھ لوگ ویران شدہ مسجد پر کوڑا کرکٹ بھوس وغیرہ رکھتے ہیں اب گاؤں والوں کی یہ کیفیت دیکھ کر جس آدمی نے اپنی زمین کو مسجد کے لیے وقف کیا تھا، پھر لینا چاہ رہا ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس زمین کو کس مصرف میں لایا جائے، آیا اس زمین کو کسی سے بیچ کر پکی مسجد میں لگا دیا جائے، یا اس کو دوسری مسجد بنایا جائے؟ یا اس زمین کو واپس کر دیا جائے؟ جو بھی اس کے اوپر حکم ہو قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی سید علی اکبر پور پڈرونہ ۱۹۹۵/۵/۴ء

الجواب

جو جگہ ایک بار مسجد ہوگئی قیامت کے لیے وہ مسجد ہے، چاہے وہ ویران ہو جائے۔ فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۹۲ میں ایسا ہی لکھ کر فرمایا "هو الصحيح وبه يفتى" یہی صحیح ہے، اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے، اس حالت میں اس کا آباد کرنا واجب اور اس میں آداب مسجد لازم اور اس میں زراعت وغیرہ سے اپنے تصرف میں لانا حرام ہے۔

تو گاؤں والوں پر لازم ہے کہ نئی مسجد جو بنی اس کو آباد کریں، ساتھ ہی اس ویران مسجد کی مرمت اور صفائی کر کے اس میں نماز بلکہ جماعت قائم کریں، بالخصوص وہ لوگ جو اس ویران مسجد کے آس پاس ہیں نماز پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم　　عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی　　۸/محرم الحرام/۱۴۱۶ھ

(۴۱ـ۴۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک دینی ادارے کے ذمہ داران نے عوامی چندہ سے ایک زمین خریدی، خریدتے وقت ہی انھوں نے یہ نیت کرلی کہ نیچے کے حصہ میں مدرسہ کی تعمیر ہوگی، اور اوپر کے حصہ میں مسجد بنائی جائے گی اور پھر مسجد کے اوپر بھی مدرسے کی عمارت تعمیر کی جائے گی یعنی درمیانی منزل مسجد ہوگی ایسی مسجد کا شرعاً کیا حکم ہے؟ دلائل وحوالے کے ساتھ واضح فرمائیں۔

(۲) کسی مقام پر اذان واقامت کے ساتھ نماز پنجگانہ کی جماعت قائم ہوتی ہے، ایسے جماعت خانے کو عرفاً مسجد کہا جائے تو شرعاً کیسا ہے؟

(۳) مسجد البیت کسے کہا جاتا ہے؟ اس کا شرعی معنی اور مفہوم کیا ہے، بحوالہ وضاحت فرمائیں۔

(۴) اگر مسجد البیت کہنا شرعاً درست ہے تو کسی دینی مدرسے کے مقام نماز یا جماعت خانے کو اس سے نسبت کرتے ہوئے مسجد مدرسہ فلاں یا مسجد دار العلوم فلاں کہا جائے تو شرعاً کیسا ہے؟

(۵) اگر کوئی شخص حدیث "جعلت الارض کلھالنامسجداً (التمہید لابن عبدالبر ۲۲۱/۵) مسجداً کے لفظ مسجد اور اس کے معنی لغوی سے استدلال کرتے ہوئے جماعت خانہ کو مسجد کہے تو شرعاً کیسا ہے؟

المستفتی، ڈاکٹر عبدالوحید رضوی ہیلتھ ریکیسن قبین روڈ آزاد نگر جمشید پور

الجواب

(۱) صورت مسئولہ میں مذکورہ بالا مسجد شرعاً مسجد ہی قرار دی جائے گی۔ شامی میں ہے: "انہ بنی علی الارض ثم وقف البناء ان موقوفة علی ماعین البناء له جاز تبعاً اجماعاًوان لجهة اخری 'متحلف فيه والصحيح الصحة" ہندیہ میں ہے "سالت محمد بن الحسن عن نهر قرية كثيرلة الاهل لايحصیٰ اعددهم وهو نهر قنا ة اونهر وادلهم خاصة واراد القوم ان يعمروابعض هذا النهر وبنوا عليه مسجداً ولا يضر ذلك بالنهر ولايتعرض لهم احد من اهل النهر قال محمد رحمة الله تعالیٰ عليه يسعهم ان بنو ذالك المسجد للعامة اوللمحلة(ج ۴۸۹/۲۰) " ان عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر موقوفہ زمین میں کوئی عمارت بنائی اور اس کو اسی غرض کے لیے وقف کر دیا، جس کے لیے زمین وقف تھی تو یہ وقف صحیح اور جائز ہے، جب کہ جس غرض کے لیے زمین وقف تھی عمارت بھی اسی غرض کے لیے وقف کیا ہو، جیسے مسجد کے لیے کسی نے زمین وقف کی، دوسرے نے اپنی طرف سے اس زمین پر مسجد بنائی اور وہ عمارت وقف کر دی اور جب وقف کی جہت میں اختلاف ہو کہ زمین کسی مقصد کے لیے وقف ہو اور عمارت کسی دوسرے مصرف کے لیے تو اس میں علما کا اختلاف ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ وقف بھی صحیح ہے، نیچے پبلک نہر بہہ رہی ہے اور اوپر مسجد قائم ہو ایسا جائز ہے۔

اور صورت مسئولہ میں تو یہ وقف ہی مشترک طور سے مختلف کاموں کے لیے قائم ہوا ہے تو اس کے جواز میں شبہ نہیں ہونا چاہئے، ہاں مسجد کا راستہ ایسا ہو کہ بلا روک ٹوک مصلی اس میں جا سکیں۔ شامی کتاب الصلاۃ: مطلب فی احکام المسجد جلد۲/۳۷۲ میں ہے: "فوق مسجد البيت ای موضع اعد للسنن والنوافل بان يتخذ له محراب ينظف ويطيب كما امر به رسول الله ﷺ فهذا مندوب لكل مسلم والمختار للفتویٰ انه مسجد فی حق جوازالاقتداء وحل دخوله للجنب والحائض " اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد البیت حکم رسول کے موافق ہر گھر میں ہو سکتی ہے اور وہ ایسی جگہ ہے جس کو سنن ونوافل پڑھنے کے لیے علیحدہ کر دیا جائے، اس میں محراب قائم کر دی جائے اور اس کو پاک وصاف رکھا جائے، اقتداء کی صحت اور طیب تنظیف اور حصول ثواب کے سلسلہ میں اس کا حکم

مسجد کا ہے اور باتوں میں نہیں یعنی اس میں حائض اور جنبی کا گذر ممنوع نہیں اور اس میں مالک کے انتقال کے بعد میراث بھی جاری ہوگی، ان باتوں میں وہ مسجد کے حکم میں نہیں۔

(۳) آپ نے جن مکانوں کا ذکر کیا ہے ان پر بھی مسجد البیت کا اطلاق صحیح ہے فتاویٰ رضویہ جلد سوم ۷۹۷ میں ہے اس جواز کو دستور ہے کہ اکثر لوگ احاطہ مکان میں ایک چار چھ ہاتھ کا مربع مکان دیوار یا ٹٹی کا بنام اللہ گھر یا مسجد بلحاظ پابندی نماز بناتے ہیں، یہ مکان ضرورۃ ادھر ادھر بنا بھی دیا جاتا ہے، غرض ایسی عرفی مسجدیں تھیں، اس میں لوگوں نے جمعہ جماعت تیار کر لی، اس کے جواب میں صاحب فتاویٰ فرماتے ہیں یہ مکانات مساجد البیوت کہلاتے ہیں۔

(۴، ۵) ایسے مکانات کو عام حالات میں مسجد کہنے میں حرج نہیں، لیکن جہاں کسی قسم کی غلط فہمی پیدا ہو تو اس کے ساتھ ایسا لفظ ملا دیا جائے جس سے غلط فہمی دور ہو جائے اور حقیقی مسجد سے اس کا امتیاز ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم　　عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی　　یکم رجب المرجب ۱۴۱۲ھ

(۴۶) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے اذان کے علاوہ جنازہ قرآن خوانی یا کوئی چیز گم ہو جائے جیسے بھینس، گائے، بکری، مرغا، مرغی وغیرہ تو اس طرح مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں مدلل جواب سے نوازیں۔　　المستفتی، زین العابدین مقام پوسٹ رسیا ضلع غازی پور یوپی

الجواب

موقوفہ اشیاء میں اصل چیز واقف کی منشاء ہے۔ عام کتب فقہ میں ہے: "شرط الواقف کنص الشارع" اس حکم کی روشنی میں مسئلہ یہ ہوا کہ اگر لاؤڈ اسپیکر دینے والوں نے دیتے وقت رفاہ عام کے لیے بھی اجازت دے دی تو یہ دوسروں کے لیے اعلانات جائز ہوں گے

اور صرف مسجد کی ضروریات کے لیے ہی دیا ہو تو اعلان ناجائز ہوں گے

اور اب تک جن جن لوگوں نے لاعلمی میں یا زبردستی ایسا اعلان کرایا وہ بطور تاوان اس کی معقول اجرت مسجد کو ادا کریں، لیکن بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں گو زبان سے نہ کہی جائیں عرفاً ان کا لحاظ ہوتا ہے، جیسے آج کل عام طور سے مسجد کے کوئیں میں لوگ نل لگا دیتے ہیں جس سے نمازی بے نمازی سب کام لیتے ہیں، بلکہ لوگ پانی نکال کر اپنے گھر بھی لیجاتے ہیں تو لوگ لگانے والے نل اور مشین لگاتے وقت زبان سے کچھ نہ کہیں مگر عرفاً اس کا مطلب یہی سمجھا جاتا ہے کہ سبھی کے فائدے کے لیے اس کو لگایا ہے تو اگر اس لاؤڈ اسپیکر کا بھی یہی حال ہو تو سب کے لیے جائز ہوگا ورنہ نہیں، اور خاص مسجد کی اذان اور خطبہ یا

مسجد میں وعظ کے لیے لی ہو تو پیسہ دیکر بھی اس کو دوسرے کام کے لیے استعمال کرنا جائز نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو

(۴۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

زید کا انتقال ہو گیا زید نے اپنا باغ ۱۸۰ ایکٹر مسجد کے اخراجات، مسجد کی ضروریات خرچہ، تنخواہ، مؤذن وغیرہ کے لیے اور اپنے حصہ کا مکان جو پختہ بنا ہوا ہے مسجد کے نام وقف کر دیا ہے، جو ابھی تک دو سال سے زائد ہو چکے ہیں وقف بورڈ میں نہیں پہونچا ہے۔ زید کی اہلیہ کے انتظام میں ہیں اور وہ بھی چراغ سحری ہیں یعنی اسی سال کی عمر کو پہونچ چکی ہیں۔ اس گاؤں میں صرف دو تین گھر اب مسلمانوں کے ہیں، باقی سب غیر مسلم سکھ کے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بڑی بی کے انتقال کے بعد کئی لڑکیاں ہیں، وراثت بڑی بی کے نام درج ہو چکی ہے، جب کوئی مسلمان رہنے والا نہیں، جب کوئی ہوگا ہی نہیں تو مسجد کی محافظت اور چراغ بتی مؤذن کا سوال ہی نہیں رہتا، مسجد بند رہے گی، باغ کی آمدنی اور مکان کی قیمت کس چیز میں خرچ کی جاسکتی ہے؟ اس روپے کا کیا ہوگا؟ اگر شرعاً ایسی کوئی صورت ہو یہ آمدنی اور دکان کی اور مسجد میں لگانے کی اجازت ہو اور وقف کی قیمت دوسری مسجد کو تبدیل کر دیا جائے تو تحریر فرمایا جائے صورت عدم تبدیل میں یہ پیسہ اس کی آمدنی کس مصرف میں آئے گی،

المستفتی، شاہد احمد داماد زید مرحوم پیلی بھیت محلہ منی چودھری

الجواب

اگر زید نے زبانی وقف کر دیا تو وقف صحیح ہو گیا، صحت وقف کے لیے تحریر اور گورنمنٹ کے کاغذ میں اندراج شرعاً ضروری نہیں، یہ ٹھیک ہے کہ اس کی حفاظت کے لیے سرکاری کاغذات میں اندراج کرا دینا چاہئے، جب تک وہاں مسلمان آباد ہیں، تب تک آمدنی مسجد کی آبادی اور مسجد کی حفاظت میں صرف کی جائے اور جب وہاں مسلمان نہ رہ جائیں اور مسجد کی آبادی ناممکن ہو جائے تو وہ آمدنی دوسری مسجد میں صرف کی جاسکتی ہے، بلکہ مسجد کے ملبہ کے لیے چوراچکوں کا خطرہ ہو تو اس کو بھی دوسری ضرورت مند مسجد میں منتقل کیا جاسکتا ہے (فتاویٰ رضویہ میں ہے) اگر اس مسجد کے آباد کرنے رکھنے حفاظت کرنے کا کوئی طریقہ نہ ہو اور یوں چھوڑ دی جائے تو چور اور متغلب لوگ اس کا مال لے جائیں گے تو جائز ہے کہ اس کا اسباب وہاں سے اٹھا کر دوسری مسجد بنائیں اور یہ کام ہوشیار اور دیانت دار مسلمانوں کی نگرانی میں ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۸ رجب ۱۹۹۲ء

(۴۸-۵۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) امام مسجد کے لیے مسجد کی بجلی سے ہیٹر یا بجلی والی نکھیٹی جلانا جائز ہے یا نہیں؟ یا اس کا تاوان دینا ہوگا؟

(۲) میلاد شریف پڑھنے والوں کا یومیہ معاوضہ فکس کر لینا کیسا ہے؟۔ مثلا پچاس روپے وغیرہ۔

(۳) روزہ کی حالت میں آنکھ میں پانی والی دوا ڈالنا روزہ کو فاسد کر دے گا یا نہیں؟

(۴) مسجد کے متولی وصدر وٹرسٹ کو مسجد یا مدرسہ کا سامان جو یومیہ کرایہ پر جاتا ہے اس میں دوسری مسجد یا مدرسہ کے لیے کرایہ پر دیا ہوا سامان کے کرایہ پر رعایت کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اور اگر رعایت بھی ہے تو کہاں تک کتنے فی صد کی اجازت ہے؟ برائے کرم دلائل کے ساتھ تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔　المستفتی محمد سعید اشرفی امام مکہ مسجد اشرف نگر یاسنی ناگور راجستھان

الجواب

(۱) فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۳۷۷ میں ہے۔ وقف میں شرائط واقف کا اتباع ضروری ہے۔ درمختار میں ہے: شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفهوم والدلالة و فی وجوب العمل به۔ (ج ٦/ ٥٠٨)

اگر واقف نے ہی ان مواقع میں صرف کی اجازت دی ہے تو جو ان میں مصرف خیر ہو اس میں صرف کرنا جائز ہے۔ اور شرائط واقف معلوم نہ ہوں تو متولیوں کے عمل درآمد قدیم پر نظر ہوگی۔

پس اس جزئے کے پیش نظر اگر واقف نے خود ہی امام کے لیے کمرہ رہائش کے جملہ لوازمات کے ساتھ دینے کا تفصیلی ذکر کیا ہے یا عدم ذکر کی صورت میں اس وقف کے متولی امام کو ایسی آسانی دیتے آئے ہوں جیسا کہ آج کل شہروں کی مسجدوں میں اس قسم کی ساری سہولتیں فراہم ہوتی ہیں تو ہیٹر یا انگیٹھی وغیرہ کے لیے امام کو مسجد کی بجلی کا استعمال جائز ہوگا اور ایسا نہ ہو تو اس کا معاوضہ دینا پڑے گا۔

ایک صورت یہ بھی ہے کہ امام نے ملازمت طے کرتے وقت ان سہولتوں کی شرط لگائی ہو تو یہ سب آسائشیں جن کے بارے میں امام اور مسجد کے منتظمین کے درمیان بات طے ہوگئی ہو اس کا انتظام منتظمین کو کرنا ہوگا، وقف کے شرائط یا متولیوں کے عمل درآمد میں اس کی گنجائش ہو تو وقف کی آمدنی سے اور ان میں ذکر نہ ہو تو منتظمین اس کے لیے آمدنی کے لیے ذرائع پیدا کریں کہ "المرأ ماخوذ باقراره" جب منتظمین اس کے دینے کا اقرار کر چکے ہوں تو انہیں اس کو فراہم کرنا ہوگا اور اگر کہیں ایسا ہو کہ ائمہ ان آسانیوں کے بغیر ٹکتے نہ ہوں تو صالح مسلمانوں کے رائے مشورہ سے وقف کی آمدنی سے بھی اس کو دیا جا سکتا ہے۔

فتاوی رضویہ ص ج ٦ ص ۳۷۷ پر بزازیہ سے ہے:

اذا کان الامام والموذن لایستقر لقلة المرسوم لحاکم الدین ان یصرف الیه من فاضل وقف المصالح والعمارة باستصواب اهل الصلاح من اهل المحلة۔

جب امام اور موذن معاوضہ کی قلت کی وجہ سے ٹکتے نہ ہوں تو دیندار حاکم اہل محلہ کے دیندار نیک مسلمانوں سے مشورہ کر کے مصالح وقف یا تعمیر کی فاضل رقم سے ان سے ان کی ضرورت کے مطابق انہیں معاوضہ دے۔

(۲) اس مسئلہ میں کتب فقہ میں دونوں ہی قسم کے احکام ہیں۔

فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم ص ۱۳۹ میں ہے: ہاں وعظ کو کہ عمدہ طاعات وقربات سے ہے ذریعۂ حطام دینا بنانے کی احادیث میں سخت وعیدیں آئیں۔

عالمگیری میں ہے: الواعظ اذا سئل الناس فی المجلس لنفسه شیئا لایحل له ذلك لانه اکتساب الدنیا بالعلم۔ یہ امر ان لوگوں پر صادق ہے جنہوں نے وعظ کو پیشہ اور دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ ملخصاً آگے تحریر فرماتے ہیں بعض علماء نے وعظ کو بھی امور مستثناۃ میں داخل کیا، جن پر اس زمانہ میں اجرت لینا مشائخ متاخرین نے بحکم ضرورت جائز رکھا۔ زاد بعضهم الاذان والاقامة والوعظ۔ تو اس قول کی بنا پر اجرت مقرر کرنا بھی جائز ہوگا بہتر یہی ہے کہ بھاؤ تاؤ سے بچا جائے۔

(۳) روزہ نہیں ٹوٹے گا دوا چاہے خشک ہو یا چاہے پانی والی ہو۔

ہدایہ میں ہے: ولو اکتحل لم یفطر لانه لیس بین العین والدماغ منفذ والدمع یترشح کالعرق والداخل من المسام لاینافی کما لو اغتسل بالماء البارد (ج ۱/ ۱۹۷)

سرمہ لگایا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ آنکھ اور دماغ کے بیچ کوئی راستہ نہیں۔ رہ گیا آنسو وہ کیسے نکلتا ہے؟ تو وہ مسام کے ذریعہ نکلتا ہے اور مسام کے ذریعہ کوئی چیز اندر جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا ہے جیسے نہانے کے وقت ہر روئیں کی جڑ میں مسام ہے جس سے پانی جسم کے اندر سرایت کرتا ہے، مگر روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ روزہ توڑنے میں خشک یا سیال کو دخل نہیں۔ اصل لحاظ منفذ کا ہے کہ اس کے ذریعہ پہنچا تو روزہ ٹوٹے گا اور مسام کے ذریعہ پہنچے تو نہیں۔ فقط اور آنکھ میں مسام ہے منفذ نہیں۔

(۴) اوقاف کو اجر مثل کے ساتھ کرایہ پر دیا جائے یعنی اس حیثیت کے مکان کا جو کرایہ وہاں ہو یا اس حیثیت کے کھیت کا جو لگان ہو اس سے کم پر دینا جائز نہیں۔ (بہار شریعت بحوالہ درمختار ص ۹۴) یہی حکم سامان کا بھی ہوگا کہ مقررہ کرایہ سے کم پر نہیں دیا جا سکتا ہے، چاہے مسجد کو کرایہ پر دیا جائے یا کسی فرد کو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۳۰ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ

(۵۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

ایک عورت مسلمان جب بیمار ہوئی تو ان ایام میں وہ عورت کسی بھائی کو بلا کر اپنے زیورات سے مسجد کے لیے دو زیور دے دیئے۔ اس بھائی نے سوال کیا کہ ایسا نہ ہو کہ تم ہم سے مانگو ہم کہاں سے دیں گے۔ اس عورت نے کہا کہ ہم نہیں مانگیں گے۔ اور دینے کے وقت دو چار بھائی اور موجود تھے۔ اس وقت مشورہ ہوا کہ اس کو فروخت کر ڈالو فروخت کرنے کے لیے دوسرے بھائی کو دیا گیا۔ فروخت کرنے میں کچھ عرصہ ہو گیا، انہی ایام میں اس عورت نے زیور مانگ بھیجا جس نے زیور لیا تھا اس نے جواب دیا کہ ابھی آئیں گے تو جوتے سے بات کریں گے۔

ہم نے پہلے ہی کہہ دیا تھا اور کہہ دینا کہ زیور فروخت ہو گیا اور فروخت نہیں ہوا تھا بلکہ حوالہ کیا تھا۔ عورت بولی اگر نہیں دیتے تو ہم روز محشر میں دامن گیر ہوں گے اور جانے کے بعد یہ پتہ چلا کہ دو گواہ کہتے ہیں کہ روز محشر کا سوال ہے۔ اور زیور لانے والا بھائی اپنے کان سے نہیں سنا۔ تو اس کی معرفت آپ حضرات کیا فرماتے ہیں اس کا قصور کیا ہے اور ہم لوگ ناواقف ہیں، جو بھی غلطی ہو معاف فرمایئے گا۔

ولی محمد چوڑی فروش موضع مجھورا پوسٹ دھنگھٹا ضلع بستی

الجواب

اگر کوئی جائداد منقولہ مسجد کو دی جائے تو شرعاً اسے مسجد کے لیے ہبہ کہیں گے اور مسجد کے متولی و منتظم کا اس پر قبضہ ہو جانے کے بعد واہب وہ چیز واپس نہیں لے سکتا بشرطیکہ مسجد کو اس کی ضرورت ہو۔ عالمگیری باب الوقف میں ہے: "رجل اعطی درهما فی عمارة المسجد او نفقة المسجد او مصالح المسجد صح لانه ان کان لا یمکن تصحیحه وقفا یمکن تصحیحه تملیکا بالهبة للمسجد فاثبات الملك للمسجد علی هذا الوجه صحیح" (ج۲/۵۰۱) اگر کسی نے کچھ روپے مسجد کی عمارت یا اس کے مصاف یا دیگر مصالح مسجد میں دیئے تو صحیح ہے کہ اگر یہ وقف نہیں ہوگا تو بطور ہبہ اس پر مسجد کی ملکیت ثابت کرنا صحیح ہے۔ اور ہبہ جب بنیت ثواب ہے تو لوٹایا نہیں جا سکتا۔

ہدایہ کتاب الہبہ میں ہے: "ولا رجوع فی الصدقة لان المقصود هو الثواب و قد حصل و کذا اذا لو تصدق علی الغنی استحسانا لانه قد یقصد بالصدقه علی الغنی الثواب و قد حصل و کذا اذا وهب لفقیر لان المقصود و هو الثواب وقد حصل"۔ (ج۲/۲۷۷)

صدقہ دیکر اس کو لوٹایا نہیں جا سکتا کہ اس کا مقصد ثواب ہوتا ہے جو اس کو حاصل ہو چکا۔ یونہی جب کہ مالدار پر صدقہ کیا کہ اس کا مقصد بھی ثواب ہوتا ہے جو حاصل ہو چکا۔ اور اسی طرح اگر فقیر کو ہبہ کیا

تو چونکہ اس کا مقصد بھی ثواب ہی ہوتا ہے اس لیے اس سے بھی رجوع نہیں کر سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بنیت ثواب ہبہ بھی کیا جائے تو لوٹایا نہیں جاسکتا۔ پس صورت مسؤلہ میں زیور کی واپسی کا مطالبہ چونکہ غلط تھا اس لیے ناجائز تھا اور منتظمان مسجد نے واپس نہ دے کر کوئی قصور نہ کیا، نہ اس پر کوئی مواخذہ آخرت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۱۶ ربیع الثانی ۷۸ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۵۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

ہندہ اپنی ایک افتادہ زمین بروز جمعہ بڑی مسجد کے دروازہ پر آکر عام مسلمانوں کے نام بدرستی ہوش وحواس بلا اشتراک غیرے بحثیت مالک وقف کر کے کچھ عرصہ کے بعد دنیا سے انتقال کر گئی۔ چنانچہ وہ زمین موقوفہ ایک عرصہ تک بیکار پڑی رہی جس سے مسجد مذکور کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا تھا۔ اس لیے اراکین مسجد نے اس خیال سے کہ ہر چہار جانب آبادی ہے ایسا نہ ہو کہ ناجائز قبضہ سے فائدہ اٹھالیں۔ جس کی وجہ سے عدالت کا دروازہ کھٹ کھٹانا پڑے اور مسجد کا پیسہ برباد ہو بیع اور فروخت کر دینا طے کیا۔ جس پر واقفہ کا نواسہ دعوے دار ہوا کہ زمین میری ہے جس کی تصدیق حلقہ کے پٹواری نے کی کہ فی الحقیقت دعوے دار کا نام بصورت قابض درج رجسٹر ہے۔

چنانچہ دعویدار کو نصف قیمت دیکر زمین خالی کرائی گئی بعدہ فروخت کر دی گئی جس روپیہ سے مسجد کو وسیع کرنا طے ہوا، کیونکہ مسجد تنگ ہے نیز اندرون مسجد بصورت توسیع ایک قبر پڑے گی، اس پر تعمیر مسجد کی کیا صورت ہوگی۔ بیان فرمائیں اللہ جزائے خیر دے گا۔

المستفتی: سراج احمد سکریٹری بڑی مسجد بازار پچپڑوا گونڈہ

(نوٹ): مدعی طاہر خاں جو حقیقت میں مسماۃ کا نواسہ ہے اس کا دعوی کہاں تک صحیح ہے؟ زمین افتادہ وقف مسجد شدہ بیع وفروخت کی جاسکتی ہے؟ وقف نامہ ملاحظہ فرمائیں:

نقل وقف نامہ

میں کہ مسماۃ مشکورہ زوجہ مقصود خاں ساکن پچپڑوا پرانی بازار تحصیل بلرام پور ضلع گونڈہ کی ہوں۔ میں اپنی خوشی ورضا سے بدرستی ہوش وحواس کے اپنا گھر پھوس جس کی حدود اربعہ حسب ذیل ہے۔ بنام بڑی مسجد پچپڑوا کے نام وقف کرتی ہوں۔ جس میں کسی کا حق نہیں۔ میں خود اس کی مالک ومختار ہوں، اگر کوئی حق دار یا وارث دعوی کرے تو قابل سماعت نہ سمجھا جائے۔ لہذا یہ چند کلمے بطور وقف نامہ جملہ

مسلمان پچپڑوا کے سامنے لکھ دیتی ہوں اور آج مورخہ ۲۸ر جون ۱۹۵۷ء سے مکان ہذا سے اپنا قبضہ ہٹا کر ممبران مسجد کو قابض وار قرار دیتی ہوں۔ مسلمانان پچپڑوا کے ممبران مسجد کو یہ اختیار دیتی ہوں کہ وہ جس طرح چاہیں مکان ہذا کو استعمال کریں یا فروخت کریں مجھے کوئی عذر نہ ہوگا۔ حدود اربعہ یہ ہے۔

اتر راستہ و مکان تربینی بقال، دکھن مکان صاجزادہ منہار و باری عین اللہ منہار، پورب سڑک پچھم مکان فتو حلوائی و بھگوتی۔ بقال نشانی انگوٹھا مسماۃ مذکورہ زوجہ مقصود خاں ساکن پچپڑوا بازار گواہ محمد علی پچپڑوا، گواہ محمد بشیر بقلم خود گواہ نشانی انگوٹھا، فتو حلوائی گواہ نشانی انگوٹھا عظیم اللہ حلوائی گواہ تبارک اللہ گواہ سید عزیز احمد بقلم خود گواہ نبی بخش بقلم خود، نشانی انگوٹھا بدھو مسلمانان پچپڑوا گواہ نشانی انگوٹھا جوکھن بھوج پچپڑوا۔ احقر: سراج احمد سکریٹری جامع مسجد پرانی بازار پچپڑوا ضلع گونڈہ ۹ر اگست ۱۹۶۲ء

الجواب

جب واقفہ نے مکان موقوفہ کے بیچنے کی اجازت متولیان مسجد کو دے دی ہے جیسا کہ وقف نامہ کی عبارت سے ظاہر ہے تو حسب مصلحت ضروری بیچ سکتے ہیں:

"شرط الواقف كنص الشارع (در مختار: ٦/٨٠٥)" لیکن یہ جائز نہیں کہ وہ رقم تعمیر میں صرف کی جائے، بلکہ اس قیمت سے زمین کے قائم مقام کوئی دوسری جگہ خرید لی جائے جس کی آمدنی مسجد میں صرف کی جائے، کیونکہ جائداد موقوفہ کو ختم نہیں کیا جا سکتا، اس کو کسی نوعیت سے باقی رکھ کر اس کی آمدنی ہی خرچ کی جاسکتی ہے۔ عالمگیری میں ہے: "الوقف حبس العين على حكم ملك الله تعالىٰ على وجه تعود منفعته (ج ٢/٤١٦)" (ملخصا) وقف کے معنی ہی یہ ہیں کہ شیء موقوفہ باقی رہے اور اس کا منافع صرف ہو۔ درمختار میں اور اس کی شرح شامی میں ہے: "فيضمن القيمة و يشترى المتولى بها ارضا جديدا" رہ گیا اس زمین مذکور پر مسماۃ مذکورہ کے نواسے کے دعوی کا سوال۔ تو اگر وہ زمین فی الواقع مسماۃ مذکورہ کی ذاتی ملک تھی اور اس نے ناجائز طور پر پٹواری سے قبضہ لکھوا لیا تھا تو شرعا اس زمین پر اس کا کوئی حق نہیں اور اس نے مسجد سے جو پیسہ وصول کیا ناجائز کیا۔ ہاں اگر وہ زمین مسماۃ مذکورہ کے شوہر کی تھی اور اس کے بعد مسماۃ مذکورہ اس پر قابض ہوگئی تھی تو اس زمین میں میراث جاری ہوگی۔ اور حسب قواعد شرع مسماۃ مذکورہ کا حصہ تو وقف ہو جائے گا۔ بقیہ حصہ وارثوں کو ملے گا نواسہ وارث ہو تو اسے بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۸ر رجب ۸۲ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ مدرس اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۵۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی تھوڑی زمین مسجد میں بخوشی عنایت کر دیا، مسجد میں ابھی تعمیر ہو رہی ہے، مکمل نہیں ہو پائی، زید کی زبان میں لکنت بھی ہے، گاؤں کے کچھ لوگ دھوکے سے بول کر عدالت لے گئے اور انگوٹھے کو اس سے لگوایا، زید نے جب یہ دریافت کیا کہ یہ کیا چیز ہے؟ تو بتایا بھی نہیں، گھر آنے پر کچھ دن کے بعد معلوم ہوا تو زید بہت پریشان ہوا کہ میں اب کہاں رہوں گا، میرا مکان مسجد میں لکھوالیا ہے، زید کے کوئی بچے یا بچی بھی نہیں۔ زید کہہ رہا ہے کی میں اپنا گھر نہیں دوں گا جو زمین میں نے مسجد میں دے دیا ہے وہ دے دی لیکن میں اپنا مکان نہیں دوں گا۔ جس وقت لکھوانے گئے تھے اس وقت زید کی ماں زندہ تھی، جب یہ پتہ چلا کہ گھر مسجد میں لکھوالیا تو وہ بہت پریشان ہوئی لیکن بیماری کی وجہ سے کچھ کہہ نہ سکی، کچھ دن کے بعد زید کی ماں دنیا سے رخصت ہوگئی۔ رخصت ہوجانے کے بعد یہ معاملہ ابھارا گیا، زید کی ماں نے کچھ دن پہلے کہا تھا کہ یہ مکان جو میرے لڑکے کی پرورش کرے گا وہ اسے لے لے گا، اور زید بھی کہہ رہا ہے کہ میں اسی کو دوں گا جو میری پرورش کرے گا۔ لیکن کچھ لوگوں نے زبردستی زید کے مکان میں مدرسہ بنوالیا ہے وہ بھی مدرسہ کی رقم نہیں۔ بلکہ مسجد کی رقم ہے۔ اور مسجد ابھی ادھوری پڑی ہے۔

اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں علمائے کرام؟ جواب مرحمت فرمائیں۔ فقط والسلام

الجواب

(۱) بلاشبہ اسلام میں مسجد یا مدرسہ کے لیے کسی کے مکان کو بھی نہ زبردستی لیا جاسکتا ہے نہ دھوکہ سے۔ حدیث شریف میں ہے: "الظلم ظلمات یوم القیامة" (فتح الباری ۵/۱۰۰)

اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: "من غشنا فليس منا" (سنن الدارمی: ۲/۲۴۸)

لیکن سوال میں جو تفصیل درج ہے اس سے یہ ثابت کرنا مشکل ہے، کیونکہ رجسٹری آفس میں دستخط کرتے وقت رجسٹرار پوچھتا ہے کہ یہ جائداد بیچ رہے ہو یا وقف کر رہے ہو یا ہبہ کر رہے ہو؟ وہ آدمی جو کہے گا اسی کے مطابق رجسٹری ہوگی۔ اور سوال کی عبارت میں زید یہ لکھ رہا ہے کہ میں نے پوچھا تو بتایا نہیں، عام حالات میں یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں ہے۔ الغرض یہ معاملہ کچہری یا عدالت میں تو نہیں ہے کہ نیچا اونچا بول کر اپنے موافق فیصلہ کرالیا جائے۔ مسجد اور مدرسہ کے ذمہ داروں کو یہ سوچنا چاہئے کہ اگر واقعہ انہوں نے دھوکہ یا زبردستی سے زید کے مکان پر ناجائز قبضہ کر کے مسجد و مدرسہ بنوادیا تو اس سے وہ زمین مسجد و مدرسہ نہ ہوگی۔ اور جتنے لوگ اس میں شریک ہوں گے سب عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے ان سب پر لازم ہے کہ مکان زید پر واپس کریں۔

حدیث شریف میں ہے: "من كانت له مظلمة لأحد او لاخيه من عرضه او شیء فلتحلله منه اليوم" (قرطبی: ۹/۲۶۲)

یا وہ جس طریقہ سے راضی ہو اس کو راضی کریں۔ مثلاً وہ سوال میں لکھ رہا ہے جو میری پرورش کرے گا میں اس کو دوں گا تو کچھ لوگ اس کی پرورش کا ذمہ لے کر اس کی کفالت کریں۔ اور مکان مسجد کے لیے لے لیں۔

(۲) مسجد کی زمین پر مسجد کی رقم سے مدرسہ بنانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۵۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

ایک جامع مسجد کے سامنے کھلا صحن ہے، اس صحن کے بارے میں شہرت یہ ہے کہ جامع مسجد کا ہے، لیکن اس صحن میں کچھ لوگوں کے دروازے قدیم ایام سے کھلتے ہیں اور اس صحن سے مکان والوں کے علاوہ دیگر اشخاص کی بھی گزرگاہ ہے، ایسی صورت میں اس صحن کے بارے میں شریعت کا جو حکم ہو بیان فرمایا جائے۔ المستفتی اقبال احمد خیر آباد۔ سہیل احمد۔ محمد اشرف۔ محمد ادریس۔ محمد انصار اتراری

الجواب

صورت مسئولہ میں وہ زمین بلاشبہ مسجد کی ہے۔

درمختار میں ہے: "تقبل فيه الشهادة بالشهرة"

شہرت سے وقف ثابت ہو جائے گا۔

رہ گیا یہ سوال کہ قدیم ایام سے ہی اس زمین میں لوگوں کے دروازے کھلتے ہیں اور عام لوگ اس صحن سے ہو کر گزرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمین اسی طرح وقف کی گئی کہ اس میں پڑوسیوں کو دروازہ کھولنے اور لوگوں کے گزرنے کا حق رہے، اس لیے اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے کہ مسجد کی زمین میں۔ لوگ آئیں جائیں۔

فتاویٰ خیریہ میں ہے: "اذا اشتبهت مصارف الوقف ينظر الى العهود من حاله فيما سبق من الزمان فيبنى على ذلك" مجہول اوقاف میں جس کے شرائط نہ معلوم ہوں قدیم عمل درآمد پر کارروائی کی جائے گی۔ اور اس زمین پر پڑوس والوں یا مسجد والوں کسی کو بھی نئی تعمیر یا چبوترہ بنانا یا کوئی غیر شرعی کام کرنا ہرگز جائز نہ ہوگا۔ عامہ کتب میں ہے: "شرط الواقف كنص الشارع" واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی دار الافتاء شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۹ ر ذوالقعدہ ۱۴۰۸ھ

(۵۶-۵۹) **مسئله**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) مقامی ایک مسجد کیلیے ایک شخص نے مکان تعمیر کیا تھا، وقفیہ مکان سے لگا ہوا ایک کھنڈر تھا جس کو بعد میں ایک اور مسلمان نے خرید لیا اور اس کھنڈر پر اپنا مکان تعمیر کیا۔ تعمیر کے دوران وقفیہ مکان کی ایک دیوار جو جانب کھنڈر تھی کو مسلمان نے اپنے مکان میں استعمال کرلیا۔ عام مسلمانوں نے اس پر اعتراض کیا تو اس مسلمان کا یہ کہنا ہے کہ وقفیہ مکان کی دیوار مشترکہ تھی جو میں نے استعمال کی تھی۔ عام مسلمانوں کا کہنا ہے کہ جب آپ نے کھنڈر خریدا تو دیوار مشترکہ کیسے ہوسکتی ہے؟ برائے کرم یہ مطلع فرمائیں کہ اس مسلمان کا وقفیہ مکان کی ایک دیوار کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ اور اس سے بچنے کی کیا شرعی صورت ہوسکتی ہے؟۔ جس مسلمان نے دیوار استعمال کی ہے وہ اور اس کے گھر و خاندان کے دیگر لوگ اسی مسجد کمیٹی کے رکن ہیں۔ جس کے لیے مکان وقف کیا گیا تھا۔

(۲) ایک مسجد دو منزلہ ہے پہلے نیچے کے حصے میں نماز پڑھی جاتی تھی، وہاں ممبر بھی موجود ہے، لاعلمی کی بنیاد پر اس نیچے والے حصے کو بند کردیا گیا اور اب نماز اوپر والے حصے میں ہورہی ہے۔ نیچے والے حصے میں اب دوکانیں ہیں اور وہ جگہ جہاں ممبر ہے گودام کی شکل میں مسجد کمیٹی استعمال کررہی ہے، ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے، تفصیل مطلع فرمائیں تاکہ نماز درست ہوسکے اور حرمت مسجد بھی قائم رہے

(۳) مسجد کا پیسہ مدرسہ میں استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر استعمال کرلیا گیا ہو تو کیسا ہے؟ ایسا کرنے والوں پر کیا شرعی گرفت ہے اور اس سے رجوع کرنے کی کیا شرعی صورت ہے؟

(۴) زید نے مسلمانوں کو مخاطب کرکے کہا کہ اب اس مسجد میں رضوی پیش امام نہیں رہ سکتا، ایسا کہنے پر کیا شرعی حکم۔

برائے کرم تمام سوالوں کے جوابات شمار اور جلد از جلد عنایت فرمائیں ممنون و مشکور ہوں گے اور ثواب کے مستحق ہوں۔ بینوا توجروا المستفتی اکرام احمد رضوی

الجواب

(۱) صورت مسئولہ میں وہ دیوار بلاشبہ مسجد کی ہے اور لوگوں کا یہ کہنا صحیح ہے کہ کھنڈر خریدا ہے تو مکان موقوفہ کی دیوار میں تمہارا حق نہیں ہوسکتا۔ اور وہ سخت حرام اور گناہ کبیرہ کا مستحق ہوا، اس پر فوراً لازم ہے کہ اپنی تعمیر ہٹا کر وقف کی عمارت خالی کرے۔ اور اس سلسلے میں وقفی مکان کی دیوار کو جو نقصان پہنچا اس کو پورا کرے۔ درمختار میں ہے: "فان کل ضرر بناء یضمن بالقیمة ماخلاء بناء الوقف فیومر باعادته کما کان" کسی نے کسی وقف میں نقصان پہنچایا تو اسے حکم دیا جائے گا کہ جیسا تھا ویسا ہی بنا کر

دو۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کو اور اس کے تمام ساتھیوں کو مسجد کی کمیٹی سے علیحدہ کریں۔ اور عدالتی چارہ جوئی یا جس طرح ممکن ہو اس کا ظالمانہ قبضہ اس دیوار سے ہٹائیں۔

حدیث شریف میں ہے: "لیس لعرق ظالم حق" (طبری: ۱۷/۱٤، ۱۹)

(۲) مسجد ہو جانے کے بعد اس کا کوئی حصہ کسی دوسرے کام میں استعمال کرنا حرام حرام سخت حرام ہے۔ اور یہاں تو پوری ایک نچلی منزل ہی دوکان بناڈالی ہے۔

درمختار (کتاب الوقف .۶/ ۴۲۸ میں ہے: "اما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع فيجب هدمه ولو على جدار المسجد، ولا يجوز اخذ الاجرة منه ولا ان يجعل شيئاً منه مستغلا ولا سكنى (٦/٤٢٨)" ۔ ملخصاً

مسجد مکمل ہوگئی پھر اس پر مکان بنانا حرام ہے۔ مسجد کے ذمہ داروں پر لازم ہے کہ فوراً یہ حرام کاروبار علیحدہ کریں اور مسجد کو نماز کے لیے خالی کریں۔

(۳) مسجد کا پیسہ مدرسہ میں یا مدرسہ کا پیسہ مسجد میں خرچ کرنا حرام ہے۔ جس نے ایسا کیا اپنے پاس سے اس کا تاوان ادا کرے۔

درمختار (کتاب الوقف: مطلب في نقل انقاض المسجد. ٦/ ٤٣١) میں ہے:

"ان اختلف احدهما بان بنى رجلا ن مسجدين اورجل مسجدا ومدرسة لايجوز له ذلك"

اگر دو وقف ہوں تو ایک کی آمدنی دوسرے پر خرچ نہیں کی جاسکتی۔ سبیل یہی ہے کہ خرچ کرنے والا منتظم وہ پیسہ اپنی جیب سے ادا کرے۔ ورنہ اس کو فوراً تولیت سے علیحدہ کر دیا جائے۔

(۴) یہ سوال مبہم ہے اس لیے جواب سے معذور ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی　　شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ　　۱۹ / ذوقعدہ ۱۴۰۸ھ

(۶۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

زید ایک زمانے تک ہندوستان میں رہا، اس کے بعد اپنے اہل وعیال کے ساتھ پاکستان چلا گیا اور وہاں جا کر پاکستان کا باشندہ ہوگیا۔ گورنمنٹ نے اس کے مکان کو نیلام کر دیا، جسے ان کے رشتہ دار بھائی بکر نے خرید لیا۔ کچھ سالوں کے بعد ان کے اہل وعیال پھر ہندوستان آئے اور وہ لوگ اس مکان میں رہنے لگے۔ بکر نے جتنے پیسے دیکر مکان کو نیلام لیا تھا، زید نے اتنے پیسے دے دیا اور مکان بکر ہی کے نام سے رہ گیا، رجسٹری نہیں ہوئی۔ پھر زید کے اہل وعیال پاکستان چلے گئے، کچھ سالوں کے بعد بکر نے کے پاس اور اپنے رشتہ داروں کے پاس خط لکھا تھا کہ مکان ہم کو دے دیا جائے اور جو اسکی قیمت ہوگی وہ ہم

دے دیں گے، لیکن زید نے خط لکھا کہ ہم نے اپنے مکان کو والد محترم کے نام سے مسجد بنوانے کے لیے وقف کردیا ہے۔ اب بکر کا خیال ہے کہ اس مکان کے بدلے میں اپنی زمین جو اسی کے بغل میں ہے اس مکان سے زیادہ زمین دے کر زید کے والد محترم کے نام سے مسجد بنوادوں۔ بکر کی رائے سے وہاں کے نمازی لوگ بھی متفق ہیں، اگر ایسا ہو جائے تو ہم لوگوں کو کوئی اعتراض نہیں۔ زید نے جو مکان مسجد کے لیے وقف کیا ہے اس میں ابھی نماز نہ پڑھی گئی ہے، لہٰذا از روئے شرع قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے مطلع فرمایا جائے کرم ہوگا۔ نوٹ:-اس گاؤں میں دو مسجدیں اور بھی ہیں۔

المستفتی: محمد سیف اللہ خاں غازی پوری ولدار نگر خان مقام صاحب گنج بہار ۲۵ ستمبر ۱۹۸۷ء

الجواب

بیع وشراء کیلیے رجسٹری ضروری نہیں۔ وہ تو زبان سے بھی ہو جاتی ہے۔

ہدایہ میں ہے: "البیع ینعقد بالایحاب و القبول "(ج ۲/۲

جب زید نے بکر کو مکان کی قیمت ادا کردی اور بکر نے مکان پر اس کو قبضہ کرادیا۔ تو اب بیع مکمل ہونے میں کیا باقی رہا۔

اب جب زید نے یہ اطلاع دی کہ میں نے وہ مکان اپنے والد کے نام سے مسجد بنوانے کے لیے وقف کردیا ہے تو وہ مسجد ہوگئی اور اس کو کسی زمین سے بدلا نہیں جاسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۲ ذی القعدہ ۱۳۹۸ھ

(۶۱-۶۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) خالد نے مسجد کے لیے اپنی زمین وقف کی، لیکن غیر مسلموں کی مخالفت کی وجہ سے موقوفہ زمین پر مسجد کی تعمیر رک گئی، کچھ دنوں بعد بکر کی وقف شدہ زمین پہ مسجد کی تعمیر ہوئی۔

(الف) اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ خالد کی وقف کی گئی زمین کا استعمال خالد خود اپنے لیے کرسکتا ہے یا نہیں؟۔ اور اس زمین سے جو غلہ پیدا ہو اس کے استعمال کی نوعیت کیا ہوگی؟

(ب) موقوفہ زمین پہ مدرسہ یا خانقاہ بنوایا جاسکتا ہے؟

(ج) وقف شدہ زمین کا تبادلہ کسی دوسری زمین سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ خواہ مدرسہ بنوانے کے لیے ہو؟

(۲) آج کل خاندانی منصوبہ بندی برتھ کنٹرول) کی تشہیر سرکاری اور غیر سرکاری طور پر بہت ہی شدت کے ساتھ کی جارہی ہے اور اس فریب میں پھنس کر نہ جانے کتنے خاندان تباہ و برباد ہو چکے ہیں، واضح رہے کہ اس سلسلے میں لوگوں کو یہ بتایا جاتا ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی پروگرام پر عمل کرنا تندرستی اور

خوش حالی کی ضمانت ہے۔

(الف) لہذا شریعت مطہرہ کی روشنی میں یہ بتایا جائے کہ برتھ کنٹرول کے جو سائنٹفیکٹ ذرائع (مانع حمل دوائیاں نرودھ وغیرہ) کا استعمال کیسا ہے؟

(ب) عزل کا استعمال آج کل جائز ہے یا نہیں؟ کیا اس کی اجازت خاص وقت یا خاص شخص کے لیے تھی۔

(ج) کیا عزل اور نرودھ دونوں مساوی ہیں۔ مفصلہ جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

المستفتی　محمد صادق القادری مقام دھرم باری پوسٹ نبی گنج ضلع گوپال گنج

الجواب

(۱) سوال کی عبارت سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ خالد نے اس زمین کو مسجد قرار نہیں دیا تھا، بلکہ اس زمین کو مسجد کی تعمیر کے لیے وقف کیا تھا اور ایسی مجبوری پیدا ہوگئی کہ وہاں مسجد کی تعمیر نہ ہوسکی تو اس زمین کی پیداوار کو اپنے مصرف میں نہیں لاسکتا بلکہ کسی مسجد کی ہی تعمیر اور ضرورت میں صرف کرے گا اور اس پر مدرسہ یا خانقاہ نہیں بن سکتی نہ اس کی بیع ہوسکتی ہے، البتہ بحالت مجبوری تبادلہ جائز ہے۔

(۲) آپریشن جائز نہیں، کھانے یا لگانے کی دوائیں یا نرودھ اور عزل مانع حمل مباح ہیں، وہ بھی اس عقیدے کے ساتھ نہیں۔ جو آج کل کے لادینی سائنسدانوں کا نظریہ ہے کہ ہم اس طرح سے قدرت کے کارخانہ میں تصرف کرسکتے اور اپنے حسب منشا نتائج پیدا کرسکتے ہیں۔ بلکہ اس نظریہ سے کہ ہوگا وہی جو خدا چاہے گا۔ یہ علاج کا ایک طریقہ اور ذریعہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ، ۴؍ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

(۶۳۔۶۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

(۱) زید بحیثیت امام ومعلم باتنخواہ کام کرتا ہے، کافی دنوں سے لوگ اس کو امانت دار سمجھتے ہوئے مسجد کی آمدنی مثلاً دھان، گیہوں، روپیہ پیسہ وغیرہ سب اس کے سپرد کردیا ہے۔ اور وہ سارا غلہ بیچ کر کچھ کھالیتا ہے اور کچھ مسجد میں لگادیتا ہے اور کہنے پر کہتا ہے کہ ہماری تنخواہ پوری نہیں ہوگی تو میں اس سے وضع کرلوں گا۔ جس کو جو کرنا ہو کرے۔ تو زید جو مسجد کی رقم کھاتا ہے۔ اس طرح جائز ہے کہ نہیں؟ اور اسے امام ماننا کیسا ہے؟ اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۲) یہ ہے کہ مسجد کی چیز اپنے گھر مکان میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً اینٹ بالو وغیرہ۔

(۳) اور مسجد کی رقم کو گاؤں والے بیچ کر معلم کی تنخواہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور دیں تو دینے والوں پر کیا حکم عائد ہوتا ہے؟

(۴) اور مسجد کی مائک سے کسی کی شادی بیاہ میں شرکا ءدعوت کو اعلان کرنا یا اعلان کروانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز نماز جنازہ یا میلاد شریف وغیرہ کسی کے یہاں ہو، اس کا اعلان کرنا کرانا آیا عند الشرع جائز ہے کہ نہیں؟۔　　المستفتی محمد سمیع اللہ نوری　نیالی پوسٹ کسمہال ضلع نول پراسی نیپال

الجواب

(۱) زید کو مسجد کا حساب عوام کو سمجھانا ضروری ہے۔ اگر وہ فی الحقیقت مسجد کا پیسہ بلا استحقاق کھاتا ہے اور منع کرنے پر نہیں مانتا ہے تو وہ فاسق ہوا۔ ایسے شخص کو امام بنانا گناہ اور بشرط استطاعت امامت سے الگ کرنا واجب اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہے۔ شامی میں ہے: "ومشی فی شرح المنیة علی ان کراھة تقدیمه کراھة تحریم "(شامی ج۲/ ۲۰۰)

(۲) مسجد کا سامان اپنے مصرف میں لانا حرام ہے۔

(۳) ایک وقف کی آمدنی دوسرے وقف میں صرف کرنا ناجائز ہے۔

(۴) اگر واقف نے وہ لاؤڈاسپیکر اسی طرح مسجد پر وقف کیا ہو کہ مسجد کے کام آئے اور عام مسلمانوں کی جائز تقاریب کا بھی اس سے اعلان ہو۔ یا متولی نے مسجد کی آمدنی سے اس غرض سے خریدا ہو کہ مسجد کا بھی اس سے کام چلے اور دوسروں سے بھی معاوضہ لے کر اعلان کیا جائے تو اس طرح کرنا جائز ہوگا۔ اور اگر صرف ضروریات مسجد کے لیے وقف ہو یا مسجد سے خریدا گیا ہو۔ تو اس پر دوسرا اعلان ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم　　عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۵ محرام الحرم ۱۴۱۳ھ

(۶۷) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید کے والد کی قبر ان کی اپنی زمین میں ہے، وہ حافظ قرآن اور گاؤں کے امام بھی تھے۔ قبر سے متصل زمین بکر کی ہے، اس زمین میں بکر نے پاخانہ بنادیا ہے۔ اس پاخانہ کے دروازہ کی دوری قبر سے تقریباً ایک میٹر سے بھی کم ہے۔ اور وہاں سے مسجد کے دروازے کی دوری تقریباً دس میٹر ہے۔ گاؤں کے کچھ لوگوں نے بکر سے کہا کہ آپ کو قبر کا احترام کرنا چاہئے اور وہاں پر پاخانہ نہیں بنانا چاہئے، اس پر بکر کا جواب یہ ہے کہ مسجد کے اندر اور قبرستان میں بھی پاخانہ رہتا ہے اور کہتا ہے اس کا سوال مجھ سے ہوگا آپ کو کیا پڑی ہے میں نے تو پاخانہ اپنی زمین میں بنایا ہے دوسروں کو اعتراض کیوں ہے۔ سوال یہ ہے کہ بکر نے جو یہ کام کیا ہے کیا وہ شرعاً درست ہے یا ناجائز ہے؟ اگر ناجائز ہے تو بکر پر شریعت کا کیا حکم نافذ ہوتا ہے اور گاؤں والوں کو ان کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔　　المستفتی اشفاق احمد موضع انسر شریف ضلع مظفر پور بہار

الجواب

فتاوی رضویہ میں مبسوط امام سرخسی سے محرر مذہب امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول نقل کیا۔
ان کف عمایو ذی جارہ فھو احسن ولا یجب علیہ ذلک۔
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بکر اپنی زمین میں کوئی تعمیر کر رہا ہے تو اس کو شرعا مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ وہاں تصرف نہ کرے، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ مسجد کو بدبو سے بچانا چاہئے، اس لیے بکر پر لازم ہے کہ ایسی تدبیر کرے جس سے بدبو قبرستان اور مسجد تک نہ پہنچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۱۶؍ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(۶۸۔۷۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید مالک ہے پورے ملکیت کا، اب اس میں رہائش کے لیے پلاٹ بنا کر فروخت کردیا ہے اور اس میں ایک حصہ مسجد کے لیے جماعت کو دے دیا ہے، کیا اب اس جگہ میں مسجد بنانا ہی بہتر ہے، کیا مسجد کے علاوہ دوسرا بھی استعمال کرسکتے ہیں؟

(۲) زید اپنی زمین کا ایک حصہ صرف اس شرط پر دے رہا ہے کہ یہاں مسجد ہی بنانا چاہئے، لیکن جماعت اس کو منظور نہیں کرہی، پھر بھی وہ جگہ ایسی ہی ہے، کیا اس زمین کے حصہ میں جماعت مسجد کے علاوہ کسی استعمال میں لاسکتی ہے؟

(۳) بابری مسجد کے حفاظت کے ضمن میں لڑنا اور انتہا ہو کہ اس میں مرجانا کیا یہ شہیدوں میں شمار ہوگا۔

المستفتی عبدالقادر خطیب مقام ہبلی

الجواب

(۱،۲) صورت مسئولہ میں وہ زمین مسجد ہوگئی، اب اس میں کوئی دوسری تعمیر جائز نہ ہوگی فتاوی رضویہ میں عالمگیری کے حوالہ سے ہے۔

رجل لہ ساحۃ لابناء فیھا امر قوما ان یصلوا فیھا او امرھم بالصلاۃ مطلقا ونوی الابد صارت الساحۃ مسجدا کذا فی الذخیرۃ۔

کسی نے اپنی زمین لوگوں کو دے دی کی اس میں ہمیشہ نماز پڑھو تو وہ زمین مسجد ہوگئی۔

(۳) حدیث شریف میں ہے: من قتل دون مالہ وعرضہ فھو شھید۔

اپنی عزت وآبرو اور مال کی حفاظت میں جو مارا گیا شہید ہے تو مسجد کی حفاظت کے لیے مقتول کیوں نہ شہید ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۲۷؍رجمادی الاخری ۱۴۱۳ھ

(۷۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک گاؤں کے متعدد محلے کے لوگوں نے گاؤں کی پرانی مسجد میں بیٹھ کر اسی مسجد کو پختہ بنانے کے لیے رقوم اکٹھا کیے، یا چندہ بولے، بعد میں ایک محلے کے لوگوں نے اختلاف کر کے اپنے محلے میں ایک دوسری مسجد کی بنیاد ڈال دی جس سے جماعت میں بھی پھوٹ کا اندیشہ ہوگیا، پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ مذکورہ رقوم جو پرانی مسجد کے لیے اکٹھا کی گئی دوسری مسجد میں صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ المستفتی: محمد الیاس بلاموی مقام گیاڈیہ پوسٹ ڈنوی ضلع گڑھواں (بہار)

۱۲ر جنوری ۱۹۹۳ء ۱۸ر رجب المرجب ۱۴۱۳ھ

الجواب

ایک مسجد کی رقم دوسری مسجد کی تعمیر میں صرف نہیں کر سکتے، یہ چندہ کی اس رقم کا حکم ہے جو جمع کر کے متولی یا منتظم کے قبضہ میں دے دی، اور اگر متولی یا منتظم کو دیا نہیں تھا اور اس رقم کو چندہ دینے والوں نے اتفاق کر کے کسی دوسری مسجد میں لگایا تو ایسا کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظم شمس العلوم گھوسی مؤ، ۲۳ر رجب المرجب ۱۴۱۳ھ

(۷۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک مسجد جس کی پوری دیوار ٹیڑھی ہو رہی تھی اس کو سیدھا کرنے کے لیے مسجد کے سامنے صحن میں جسے لوگ مسجد کے صحن کے نام سے ہی پکارتے ہیں کھرنجا لگا ہوا تھا۔ اس کی کچھ اینٹ اکھاڑ کر دیوار سیدھی کر دی گئی ہے جس کو ٹاؤن ایریا کے عہدہ داران موقع پر جا کر دیکھ چکے ہیں۔ انہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، ایسی مسجد میں چندہ دینا کیسا ہے؟ اور نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے۔

المستفتی مصلیان رحمانی مسجد

الجواب

اگر مصلیان مسجد اس بیان میں سچے ہیں کہ زمین کا جو حصہ مسجد کی دیوار سیدھی کرنے کے لیے مسجد میں شامل کیا گیا ہے۔ وہ مسجد کے متعلق صحن تھا۔ اور اہل محلہ کے مشورہ سے ایسا کیا گیا ہے تو وہ حصہ مسجد ہوگیا اور وہاں نماز پڑھنے کا ثواب مسجد کا ہے۔

فتاوی رضویہ جلد ہشتم ص ۴۰۵ میں ہے: جب کہ وہ زمین متعلق مسجد تھی اور جمیع اہل محلہ کی رائے سے مسجد میں کر دی گئی ہے تو اب وہ مسجد ہوگئی اور اس میں نماز کا وہی ثواب ہے جو مسجد میں ہے۔

اس مسجد کی تعمیر اور آبادی مسلمان کا ہی کام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ [التوبۃ: ۱۸]

واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو، ارمحرم ۱۴۲۰ھ

(۷۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ایک گاؤں میں دو مسجد ہیں، ایک میں جمعہ کی نماز بھی ہوتی ہے، جب کہ دوسری مسجد میں فقط پنجوقتہ۔ جس مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے واقف زمین مسجد کے وارثین اور اسی مسجد کے بانی کے وارثین کے مابین کسی بات پر اختلاف ہوا۔ بانی مسجد کے وارثین کی مانگ ہوئی کہ مسجد کے نام سے زمین رجسٹری کرو۔ جب کہ واقف زمین مسجد کے وارثین کا کہنا ہوا کہ ہمارے آباء واجداد نے اس زمین کو وقف کردیا تھا، میں بھی مسجد کے نام وقف کرتا ہوں، لیکن رجسٹری نہیں کروں گا، اس لیے یہ بانی مسجد کے وارثین اپنے پیروکار کو لے کر اسی گاؤں کی دوسری مسجد میں نئے سرے سے جمعہ قائم کرلیا ہے، اس طرح جمعہ قائم کرنا درست ہے کہ نہیں؟ جس کی وجہ سے گاؤں میں انتشار ہوگیا ہے، دونوں کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی محمد ابراہیم ومجیب الرحمٰن گرام پرانا ڈھیر واپوسٹ کالسر ضلع کٹیہار (بہار)

الجواب

فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۴۹۷ پر ہے تحریر کی تو شرعا کوئی ضرورت نہیں، نہ اس پر وقف موقوف، اگر اس نے زبان سے کہہ دیا تھا کہ میں نے اس کو اللہ کے لیے وقف کردیا تو وقف صحیح ہوگیا۔ اور اب اس سے رجوع نہیں کرسکتا۔

فتاویٰ خیریہ میں ہے: "اشتراط كونه يكتب في صحته ويتقيد في السجلات فليس لازم شرعا ومخالف موضوع الشرعي فان اللفظ بانفراده كاف في صحة ذلك شرعا"

وقف کی صحت کے لیے رجسٹری کرنے اور دفتر میں لکھنے کی شرط لگانا شرعا لازم نہیں۔ بلکہ یہ شرعی قاعدے کے خلاف ہے۔ وقف کی صحت کے لیے شریعت میں صرف زبان سے کہدینا کافی ہے۔

پس صورت مسئولہ میں (اولا) جب زمین کے اصل مالکوں نے سالہا سال پہلے زمین مسجد کے لیے وقف کردی۔ اور اس پر مسجد بھی تعمیر ہوگئی۔ اور عرصہ دراز سے اس میں برابر نماز بھی ہورہی ہے۔ اب کسی کا زمین کے واقفوں کے وارثوں سے یہ اصرار کہ زمین کی رجسٹری مسجد کے نام کرو۔ شرعا بلاضرورت مطالبہ معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ نقصان کا بھی خطرہ ہے کہ سالہا سال سے اس جگہ مسجد ہونے کی جو عملی تاریخ بنی ہے۔ وہ گورنمنٹ کے نزدیک بھی قانونی ثبوت ہے۔ آج اس زمین کی رجسٹری کراکے اس ثبوت کے

ضائع کرنے کے مرادف ہے۔

فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۵۲۶ پر ہے: اصل مسجد زمین ہے تو زمین کا واقف اصل واقف ہے اور جس نے اس میں عمارت بنا کر وقف کیا۔ وہ عمارت کا واقف ہے۔ اور تعمیر و بنا اگرچہ وقف ہے مگر اس کے لیے جز کا حکم ہے۔ تو وہ بھی وقف مسجد میں شریک ہے۔

ثانیاً: جب زمین پر مسجد کی عمارت بنانے والا وقفیت میں شامل ہے تو بانی کے وارث ہونے کی حیثیت سے ان پر بھی پر لازم ہے کہ کورٹ میں عمارت مسجد کی رجسٹری خود بھی کرتے۔ صرف مسجد کی زمین کے واقفین کے ورثا سے ہی ان کا مطالبہ کیوں ہے؟۔ بلکہ ہماری نگاہ میں تو مسئلہ زمین اور عمارت کی رجسٹری سے بہت آگے نکل گیا ہے۔ پورے گاؤں کے لوگوں کو مل جل کر گورنمنٹ میں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ سرکاری نقشہ اور خسرہ میں اگر وہ جگہ مسجد نہ درج ہو تو اس کو مسجد درج کرادیا جائے۔

اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے کہ پورے گاؤں والے اس میں نماز پڑھیں اور اپنا قبضہ بحال رکھیں نہ کہ مسجد چھوڑ کے علیحدہ علیحدہ ہوجائیں۔ ورنہ موجودہ صورت حال میں تو امام صاحب اور ان کے متبعین مسجد کا بائیکاٹ کر کے اللہ تعالیٰ کے بھی مجرم ہو رہے ہیں۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِيْ خَرَابِهَا﴾ (البقرة:١١٤)

اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے مسجد میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے روکا اور مسجد کو برباد کرنے کی کوشش کی۔

یہاں تک جو کہا گیا وہ امام صاحب و مصلیوں کے لیے تھا، اب ہم کو زمین کے واقفوں کے وارثوں سے بھی کچھ کہنا ہے۔ اگر آپ لوگ مسلمان ہیں اور اللہ و رسول جل جلالہ و ﷺ کو مانتے ہیں۔ تو آپ کو بھی آپ کے آباء و اجداد کی قائم کردہ مسجد کی بقاء اور تحفظ اور آبادی کا اتنا ہی خیال ہوگا جتنا کسی سچے مسلمان کو ہونا چاہئے۔ آج زمانہ کی حالت جو ہے آپ اسے دیکھ رہے ہیں کہ پانچ پانچ چھ چھ سو سال کی مسجد کو فرقہ پرست نیست و نابود کردیتے ہیں۔ جن کے لیے تاریخی اور قانونی سبھی قسم کے ثبوت موجود ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ آپ کے یہاں ایسے حالات نہیں، پھر بھی اگر آپ کی مسجد کا اندراج سرکاری کاغذات میں نہیں تو آپ لوگ کوشش کر کے گورنمنٹ کے کاغذات میں مسجد کے نام سے اس کا اندراج کرادیں ، زمانہ ایک حال پہ نہیں رہتا۔ آپ میں سے کسی یا آپ کے بعد آنے والی نسل میں کسی کی نیت خراب ہوگی۔ اور کوئی غلط حرکت شروع کی۔ اس وقت کیا ہوگا۔ آپ کی آنکھوں کے سامنے بہت سی مثالیں ہونگی۔ کہ

آزادی ہند سے پہلے غیر مسلم زمینداروں نے مسلمانوں کو چھوٹ دے رکھی تھی۔ بڑے بڑے باغوں کو انہوں نے قبرستان بنا رکھا تھا۔ مسلمانوں کے پاس اس کا کوئی کاغذی ثبوت نہیں تھا۔ تو اب ان تمام جگہوں پر کھیتیاں ہو رہی ہیں، مکان بھی بن رہے ہیں۔ خدا نہ کرے آپ کی مسجد کا یہ حال ہوا تو آپ سے بھی خدا کے وہاں باز پرس ہوگی۔ کہ تم ایسا کر سکتے تھے کہ مسجد محفوظ ہو جائے تم نے کیوں نہیں کیا۔ اس وقت آپ کیا جواب دیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم　　عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو　　۶؍ صفر ۱۴۲۰ھ

(۷۴) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے شہر میں المومن کوچنگ گائیڈ ریس سنٹر۔ کا قیام المومن ایجوکیشنل اینڈ ٹرسٹ کے ذریعہ کیا گیا ہے۔ ٹرسٹ کے صدر سکریٹری اور اس سے منسلک حضرات نے بتایا ہے کہ مقامی طلبہ کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو افلاس اور گھر کی مالی حالت کمزور ہونے کے سبب پٹنہ و دیگر شہروں میں جا کر میڈیکل انجینیر نگ بی پی ایس سی امتحانات کو چنگ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی اور انہیں بہت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس حقیقت کے پیش نظر ادارہ نے اس علاقہ کے غریب مسلم طلبہ کی مفت کوچنگ کا اہتمام کیا ہے۔ غریب مسلم طلبہ کو صرف مفت کوچنگ ہی نہیں دی جائے گی بلکہ انہیں ڈیڑھ سو روپے ماہانہ وظیفہ بھی دیا جائے گا۔ ادارہ نے انہیں باتوں کا اعلان کرنے کے لیے جمعہ مسجدوں کا سہارا لیا اور مسجدوں میں اس کا اعلان بھی ہوا۔ مسجد میں اعلان کے بعد کچھ لوگوں نے اس اعلان پر اعتراض کیا اور کہا کہ اسکول کالج یا کسی کوچنگ سینٹر کا اعلان مسجد میں کرنا غلط ہے۔

مفتیان کرام بتائیں کہ قوم کے مفاد کے پیش نظر مذکورہ بالا اعلان ناجائز ہے؟ یا دیگر دنیاوی امور جو قوم سے متعلق ہوں ان کا اعلام مسجد میں کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مدلل جواب سے نواز کر عنداللہ ماجور ہوں۔
المستفتی　عبد المجید

الجواب

(۱) اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے فتاوی کی کتاب الحظر والاباحۃ میں متعدد مقام پر تحریر فرمایا:

غیر دین کی ایسی تعلیم کہ تعلیم ضروری دینی کو روکے مطلقا حرام ہے۔ فارسی ہو ہندی ہو انگریزی ہو، ان باتوں کی تعلیم جو عقائد اسلام کے خلاف ہیں۔ جیسے وجود آسمان کا انکار۔ یا وجود شیاطین کا انکار۔ یا زمین کی گردش سے لیل و نہار کا ہونا۔ یا آسمانوں میں خرق والتیام محال ہونا۔ یا اعادہ معدوم ناممکن ہونا۔ وغیر ذلک عقائد باطلہ کہ فلسفہ جدیدہ وقدیمہ میں ہیں ان کا پڑھنا حرام ہے کسی زبان میں ہو۔ نیز ایسی تعلیم جس

میں نیچریوں اور دہریوں کی صحبت رہے ان کا اثر پڑے ،دین کی گرہ سست ہو،یا کھل جائے ۔اور اگر جملہ مفاسد سے پاک ہو تو علوم آلیہ مثل ریاضی، ہندسہ، جبر ومقابلہ وجغرافیہ وامثال ذلک ضروریات دینیہ سیکھنے کے بعد سیکھنے کی کوئی ممانعت نہیں کسی زبان میں ہو اور نفس زبان کا سیکھنا تو کوئی حرج رکھتا ہی نہیں ۔(ص ۱۵۹)

سائنس وغیرہ وہ فنون اور کتب پڑھنی جس میں انکار وجود آسمان اور گردش آفتاب وغیرہ کفریات کی تعلیم ہو حرام ہے۔ اور وہ نوکری جس میں خود حرام یا حرام میں اعانت ہے اس کی نیت سے پڑھنا بھی حرام ہے، اور اگر جائز فنون جائز نوکری کے لیے پڑھے جائیں تو جائز ہیں ۔(ایضا ۱۹۰)

کالج ہو یا مدرسہ اگر چہ کیسا ہی دینی کہلاتا ہو اعتبار تعلیم کا ہے۔ اگر اس میں دین اسلام یا مذہب اہل سنت یا شریعت مطہرہ کے خلاف تعلیم دی جاتی ہو تو اس کی امداد بھی حرام اور اس میں پڑھنا پڑھانا بھی حرام، علی گڑھ کالج ایک انگریزی تعلیم گاہ ہے جس میں حساب، ریاضی، ہندسہ، جبر ومقابلہ وغیرہا علوم جائز کے ساتھ سائنس جغرافیہ بھی پڑھائے جاتے ہیں کہ بعض کفریات پر مشتمل ہیں ۔ جس طرح درس نظامی کے عام مدارس میں فلسفہ قدیم پڑھائے جاتے ہیں وہ بھی کفریات سے خالی نہیں ۔ پھر اگر پڑھانے والے اس کا رد طلبہ کے ذہن نشین نہ کریں تو وہ سب عربی مدارس علی گڑھ کالج ہیں اور علی گڑھ کالج مین معلمین کفریات کا رد متعلمین کے ذہن نشیں کرادیں تو وہ بھی ایک مدرسہ نظامیہ کے رنگ پر ہے ۔(۲۹۶)

فتاوی رضویہ کے ان اقتباسات سے ظاہر ہے کہ کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم دونوں قسم کے علوم پر مشتمل ہے ۔ ایک وہ جو کفر و حرام ہے ۔ تو اس کا پڑھنا اور اس کو تسلیم کرنا بھی کفر و حرام ہے ۔ ہاں کوئی ایسا پڑھانے والا ہو کہ ایسے مسائل کی غلطی ظاہر کرے اور اس مسئلہ سے متعلق اسلامی نظریہ طلبہ کے ذہن نشین کرادے کہ وہ کفر و گمراہی سے بچیں تو ان کی تعلیم میں بھی حرج نہیں ۔ اور ایک قسم ایسی ہے جو جائز ومباح ہے تو اس کی تعلیم وتعلم میں کوئی شرعی قباحت نہیں ۔ اور بہر نوع یہ دو قسم کے علوم، علم دین کے دائرے میں نہیں آتے ہیں، علوم دنیا کے دائرے میں آتے ہیں، کیونکہ ان کی تعلیم کا مقصد دین ومذہب کی معلومات اور اعمال وعقائد کی تصحیح نہیں ۔ بلکہ اس کی غرض نوکری کا حصول اور دنیائی طلب ہے تو مسجد کے اندر اس کے متعلق کوئی بات کرنا دنیا کی بات ۔ اور مسجد کے اندر دنیا کی بات کرنا ممنوع ہے۔

حدیث شریف میں ہے:"یاتی علی الناس زمان یکون حدیثهم فی مساجدهم فی امر دنیاهم فلاتجالسوهم فلیس لله فیهم حاجة"

ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ اپنی مسجدوں میں دنیاوی معاملات کی بات کریں گے تو تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو، ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ کو کچھ حاجت نہیں ۔ (مشکوۃ شریف ص ۷۱)

فتاوی رضویہ جلد سوم ص ۲۶۵ میں ہے:

دنیاوی بات کے لیے مسجد میں جمع ہونا حرام۔ اور نماز کے لیے جا کر دنیوی تذکرہ مسجد میں مکروہ ہے۔ اس لیے معترض کی اتنی بات صحیح ہے کہ اس کے متعلق مسجدوں میں تذکرہ نہیں چاہئے تھا۔ اور اس امر پر مسلمان کی موت اور نماز جنازہ اور گم شدہ لوگوں کے لیے مسجد کے اندر لاؤڈاسپیکر سے اعلان سے اعتراض صحیح نہیں۔ یہ اعلان مسجد کے اندر سے نہیں ہوئے۔ عام طور سے لاؤڈ اسپیکر امام صاحب کے کمرہ میں ہوتا ہے۔ اس کے لیے علیحدہ حجرہ بنا رہتا ہے۔ اور لاؤڈاسپیکر مسجد کے باہر لگا رہتا ہے۔ تو یہ مسجد کے اندر اعلان نہیں ہوا۔ مسجد کے باہر سے اعلان ہوا۔ مسجد کے اندر لاؤڈاسپیکر رکھکر تو اس پر اذان دینا بھی منع ہے۔ چہ جائیکہ کسی اور قسم کا اعلان کیا جائے۔ اگر کسی نے مسجد کے خاص اس حصہ سے جو نماز کے لیے بنایا گیا ہے۔ ایسا کیا تو غلط ہے۔ اعلان کے کرایہ کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے لاؤڈاسپیکر صرف مسجد کی ضرورت کے لیے وقف کیا ہو کہ اس سے اذان دی جائے اس پر خطبہ پڑھا جائے۔ یا مذہبی وعظ و تقریر ہو۔ تو اس کو صرف انہیں متعینہ مصارف پر صرف کیا جا سکتا ہے۔ کوئی اور اعلان اور پروگرام اس پر نہیں ہو سکتا۔ کرایہ سے ہو یا بے کرایہ۔ اور اگر واقف نے مسجد کی ضروریات اور متعلقہ مسلمانوں کی دینی ضرورت دونوں غرض سے وقف کیا ہو تو دونوں بلا معاوضہ کیا جائے۔ اور اگر یہ کہا ہو کہ کرایہ پر بھی چلایا جائے تا کہ مسلمان کا فائدہ ہو اور مسجد کی ضرورت میں بھی استعمال کیا جائے۔ تو کرایہ بھی لیا جا سکتا ہے۔ البتہ اس صورت میں اس امر کا لحاظ ہونا چاہئے کہ کسی ایسے پروگرام میں استعمال نہ ہو جو شرعاً ناجائز و ممنوع ہو۔

فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۴۵۵ میں ہے:

لیمپ فرش دری یونہی چٹائی بتی وغیرہ جو اپنی ذات میں قابل اجارہ ہیں۔ کرایہ پر دینے کے لیے وقف ہوں تو متولی دے سکتا ہے۔ اور جو مسجد پر اس کے استعمال کے لیے وقف ہوں۔ انہیں کرایہ پر لینا دینا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نوٹ:- اگر کوچنگ سنٹر کے نصاب یا طریقہ تعلیم کی اصلاح کر لی جائے جس کو فتاوی رضویہ کے حوالہ سے ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور غریب مسلمانوں کی مدد ان دنیاوی علوم کے سلسلہ میں کی جائے تا کہ ان پر رزق کی کشائش کے دروازے کھلیں تو یہ عمل بھی باعث اجر ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے: "انما الاعمال بالنیات" (مشکوۃ شریف : ۱۱) عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۶ ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ

(۷۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک مسجد جو تقریباً دو سو سال قدیم ہے، اس کی طرز تعمیر ابتدا ہی سے سرکاری زمین سے تقریباً ۱۳ ایا

۱۴ فٹ بلندی پر پوری مسجد مع مصلی ٹھوس زمین پر واقع ہے۔ اس کے چہار جانب شروع سے چبوترہ تھا جس پر بعد میں دو کانیں قائم کردی گئیں۔ اب اس مسجد کی تعمیر جدید از سر نو بشمول چبوترہ کیا جارہا ہے جس کی وجہ سے مصلی بھی چبوترہ پر آگیا ہے۔ دریافت طلب بات یہ ہے کہ مصلی تقریباً نوانچ سرکاری زمین پر لٹکانا اور پول کرنا شرع محمدی کے مطابق درست ہے، کیا مسجد پر مصلیان کی نماز ادا ہو جائے گی۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ سے گزارش ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں کتاب وسنت کی روشنی میں جو صحیح مسئلہ ہو تحریر فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔ المستفتی عبدالعظیم پانڈے حویلی وارانسی

الجواب

سوال کی عبارت سے یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ اس از سر نو تعمیر میں بھی چبوترہ پر تعمیر شدہ دو کانوں کو دوکان ہی رکھا گیا ہے۔ البتہ مسجد کی چوکی دو کانوں کی چھت کے برابر کر کے دوکان کی چھت کو مسجد میں شامل کرلیا گیا ہے۔ اور محراب کے پاس مسجد کی مغربی دیوار کو اس چھت سے بھی نوانچ آگے بڑھالیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے امام کا مصلی اپنی پرانی جگہ سے کھسک کر اور پچھم طرف ہو گیا ہے جس کی وجہ سے سائل کی نظر میں دو خرابی ہو گئی ہے۔

(۱) مصلی ٹھوس زمین کے بجائے پول زمین پر ہو گیا ہے ۲۔ ۹ رانچ سرکاری زمین پر ناجائز قبضہ کیا گیا ہے۔

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ امام یا اس کے ساتھ مصلیوں کا پول زمین پر نماز پڑھنا جائز ہے اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں، اس بات کا ثبوت ملاحظہ ہو۔ "من جعل مسجدا وتحته سرادب لو كان السرادب لمصالح المسجد جاز۔ (ہدایہ بحوالہ فتاویٰ رضویہ ج۶ ص ۲۹۹)

مسجد بنائی اور مسجد کے نیچے ضروریات مسجد کے لیے تہ خانہ بنایا تو یہ جائز ہے، ہر شخص جان سکتا ہے کہ جب مسجد کے نیچے تہ خانہ ہے تو اس مسجد میں جو نماز پڑھائے گا پول زمین پر ہی نماز پڑھائے گا۔

(۲) فی نوادر هشام سئلت محمد بن الحسن عن نهر قرية كثيرة الاهل واراد قوم ان يعمروا بعض هذا النهر ويبنوا عليه مسجدا ولا يتعرض لهم احدمن اهل النهر قال محمد رحمة الله تعالیٰ عليه يسعهم أن يبنوا ذلك المسجد للعامة او المحلة كذا في المحيط۔

(عالمگیری بحوالہ فتاوی رضویہ ج۶ ص ۴۰۰)

امام محمد بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا ایک بڑے موضع میں ایک نہر بہہ رہی ہے، ایک قوم نے چاہا کہ اس نہر پر ایک مسجد بنادیں، اگر نہر کو ضرر نہ ہو اور نہر والے اجازت دیں تو نہر پر مسجد

جائز ہے، سبحان اللہ نیچے نہر بہہ رہی ہے اوپر مسجد بنی ہوئی ہے۔ بتایئے اس مسجد میں نماز پڑھنے والے پول پر ہی تو کھڑے ہیں۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں: یہیں سے ثابت ہوگیا کہ وہ چھت بھی مسجد ہو جائے گی، اس میں نماز پڑھنے والوں کو مسجد کا ثواب ملے گا۔

(۳) اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال ہوا: ایک دو منزلہ مسجد ہے امام دوسری منزل کی چھت پر نماز پڑھائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور نچلی منزل کو بھراؤ ڈال کر پاٹ دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- اگر بانی نے دوسری منزل ہی کو مسجد بنایا تو اس میں نماز جائز ہے۔ اور نچلی منزل کو بھراؤ ڈال کر پاٹ دینے کو بالکل ناجائز اور منع فرمایا ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۳۹۹ و ۴۰۰)

بتایئے نچلی منزل میں مٹی بھر کر ٹھوس کر دینا ناجائز ہے۔ اور دوسری منزل میں نماز پڑھنا جائز تو یہ پول جگہ پر نماز پڑھنا جائز ہوا۔

(۴) "لایضر کون الحوانیت تحتہ لکونہا وقفا علیہا"

مسجد کے نیچے دوکان ہونا منع نہیں ہے کہ یہ دوکانیں مسجد پر وقف ہوتی ہیں۔ (رضویہ جلد ششم ص ۴۴۸) یہ آپ کے سوال کا صریح جواب ہے۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اولا تو زمین سے آٹھ فٹ کی بلندی پر ۹ رانچ کا بارجا نکالنے سے زمین پر قبضہ نہیں مانا جاتا۔ دیہات قصبہ شہر آپ جہاں چاہیں دیکھ سکتے ہوں کہ سڑکوں بازاروں اور گلیوں میں عام طور سے لوگ بارجے نکالتے ہیں اور بعض جگہ تو یہ عالم ہے کہ آٹھ فٹ گلی ہے تو ادھر سے ساڑھے تین فٹ کا بارجہ اور ادھر سے ساڑھے تین فٹ کا بارجہ میونسپلٹی والے بھی چشم پوشی کرتے ہیں اور آس پاس کے لوگ بھی خاموش رہتے ہیں کیونکہ سب جانتے ہیں کہ یہ ان کی بالادستی ہے، اس سے ہماری آمد و رفت میں کوئی زحمت نہیں ہوتی، یہی حرکت اگر وہ زمین پر کریں تو خون کی ندیاں بہہ جائیں۔ تو مسجد کو بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں سمجھنا چاہئے، یہ تو ایک معمولی بات تھی جس کا ہم نے ذکر کر دیا۔ اب شریعت کا حکم سنئے۔ "ذکر فی المنتھیٰ عن محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طریق الواسع بنی فیہ اھل المحلۃ مسجدا وذلک لایضر بالطریق ومنع ھم فلاباس ان ینوا"

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا راستہ بہت کشادہ ہے، اس میں محلہ والوں نے ایسی جگہ ایک مسجد بنائی جس سے راستے میں کوئی تنگی نہیں آئی اور ایک شخص روکتا ہے کہ یہاں یہ مسجد بنے تو بنانے والے مسجد بنائیں۔ ایک آدھ آدمی کے روکنے سے کوئی حرج نہیں پڑتا، قصہ اصل یہ ہے کہ ایسی زمین جس کو بعض

لوگ سرکاری کہتے ہیں اور بعض لوگ نزول کی زمین کہتے ہیں گوحکومتیں اسمیں اپنا حکم چلاتی ہیں۔ مگر وہ کسی کی خاص ملک نہیں ہوتیں فقہا فرماتے ہیں۔

"ان عادی الارض للہ ولرسولہ"

ایسی زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہیں گورنمنٹ بھی رفاہ عام کے لیے زمین دیتی ہے تو کہیں کے عالوگ بھی متفق ہوکر کسی پبلک پرپز کے لیے اس کو منتخب کریں اور اس سے کسی کو حرج نہیں تو وہ جائز ہے اور یہاں تو اس قسم کا کوئی سوال ہی نہیں صرف ۹ر انچ کا کارنس اوپر نکلا ہے۔ ہاں اس کے لیے کوئی فتنہ پیدا ہو تو مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیے۔ ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ [البقرة:۱۹۱]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو، ۲۸ر ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

وقف قبرستان کا بیان

(۱) **مسئلہ:** فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

ضروری گزارش خدمت عالیہ میں یہ ہے کہ دو مسلمان آپس میں جھگڑا کر لیے ہیں، ایک آدمی اپنی جھونپڑی قبرستان سے ملے جلے ہوئے زمین میں بنالیا ہے۔ مگر اس کی جھونپڑی قبرستان کی زمین سے الگ والی زمین میں ہے۔ مگر قبرستان کے سٹے ہوئے زمین میں ہے۔ قبرستان کے زمین کے سرکاری کاغذات کھاتہ نمبر سے الگ ہے، اس کی جھونپڑی قبرستان کی زمین میں نہیں ہے۔ مگر جہاں جھونپڑی بنا کر رہتا ہے۔ اس کی جھونپڑی کے پاس قبر کا پتہ بتایا جاتا ہے۔ کہ یہاں پر قبر تھی مگر دیکھنے میں قبرستان نہیں ہے ۔ ایسی حالت میں وہ اپنی جھونپڑی میں رہ سکتا ہے۔ یا وہاں سے جھونپڑی اجاڑنا ہوگی۔ جس زمین میں جھونپڑی ہے اس زمین کا مالک جھونپڑی والا ہے۔ قبرستان کے کھاتہ نمبر سے الگ ہے۔

آس محمد کیراف محمد محرم علی اشرفی پوسٹ لال گنج ضلع بلیا

الجواب

سائل کے بیان سے یہ پتہ چلا کہ جس زمین پر جھونپڑی ہے سرکاری کاغذات میں اس کا نمبر قبرستان سے الگ ہے۔ اور اس زمین کا مالک جھونپڑی بنانے والا ہے۔ لیکن ملکیت کی نوعیت معلوم نہیں ہوئی۔ کہ جھونپڑی بنانے والے نے اصل مالکان سے اس کو خریدا ہے یا ایسا تو نہیں کہ اصل میں وہ قبرستان ہی کی زمین رہی ہو اور اس نے اس پر قبضہ کر کے کاغذات میں اندراج کرا لیا ہو۔ اگر ایسا ہوا تو اس زمین پر اس کا قبضہ غاصبانہ اور ناجائز ہوگا۔ اور اس زمین کا اپنے تصرف میں لانا حرام ہوگا۔ آج کل اکثر ایسا

ہوتا ہے۔ کہ قبرستان کی زمین لوگ غلط طریقہ سے ہتھیا لیتے ہیں۔ وقف کی زمین کا یہ حکم تمام کتب فقہ میں مصرح ہے۔ لا یباع ولا یورث ولا یوھب۔

اور اگر حقیقت میں وہ زمین اسی کی ہو اور زبردستی لوگوں نے وہاں مردہ دفن کیا ہو یا غلطی سے ایسا ہوگیا ہو تو اس جھونپڑی میں رہنا بلاشبہ جائز ہوگا۔

بہار شریعت میں ہے: مملوک زمین میں بغیر اجازت مالک کسی نے مردہ دفن کر دیا تو مالک زمین کو اختیار ہے کہ مردہ نکلوا دے یا زمین برابر کر کے کھیتی کرے۔ (خانیہ) واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی دار العلوم شمس العلوم گھوسی یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

(۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

قبرستان کی زمین ہے۔ تو لوگوں کا خیال ہے کہ جہاں قبر نہیں ہے وہاں سے مدرسہ کی بنیاد ڈالی جائے اور پڑھائی شروع کی جائے تاکہ بچے علم دین سے آشنا ہوں۔ اس علاقہ میں کوئی دینی مدرسہ نہیں۔

مستفتی: غلام سرور قادری نعیمی مدھوبنی خادم مدرسہ عربیہ ضیاء الاسلام تتر آون ڈیری ضلع دیوریا۔

الجواب

فتاوی رضویہ ششم ۲۹۹ر آباد قبرستان کو پاٹ کر مسجد میں شامل کرنا حرام ہے تو مدرسہ بنانا بدرجۂ اولی منع ہوگا۔ ہاں موقوفہ قبرستان میں کچھ زمین دفن سے رہ گئی اور کسی وجہ سے مزید مردوں کا دفن کرنا ممکن نہ رہا تو وہ باقی زمین واقف کی ملکیت میں لوٹ آئی۔ فتاوی رضویہ ششم ۲۴۰ر تو ایسی زمین واقف ہو تو اس کی، ورنہ ہو تو اس کے ورثہ کی، اور وہ بھی نہ ہوں تو عام مسلمانوں کی رائے سے وہاں دینی مدرسہ کی تعمیر ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۹ر شوال ۱۴۲۱ھ

(۳-۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ایک قبرستان ہے اس کے برابر میں مسجد بنی ہوئی ہے، اس کے چاروں طرف قبرستان ہے، مسجد میں نمازیوں کے لیے جگہ کم پڑتی ہے۔ کیا قبرستان میں نئی جیسے ایک منزل کو چھوڑ کر دوسری منزل پر پر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ یا اس جگہ کی قیمت ادا کرنی پڑے گی؟ صاف بیان فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

(۲) مائکروفون سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ حدیث کی روشنی میں صاف صاف بیان فرمائیں،

(۳) عورت کا مزارات پر جانا کیسا ہے؟ حدیث کی روشنی میں جواب بیان کیجئے اور کچھ لوگ اور عورتیں وہاں جا کر سجدہ کرتی ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟ بیان فرمائیں۔

(۴) اذان سے پہلے اور تکبیر کے پہلے بلند آواز سے درود شریف پڑھنا۔ حدیث سے ثابت ہے

یا نہیں؟ صاف صاف بیان فرمائیں۔

(۵) فاتحہ دیتے وقت جو کھانا کپڑا اور پان اور کوئی بھی چیز رکھ کر جو فاتحہ ہوتی ہے۔ اس کا ثبوت حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ صاف صاف بیان کیجئے۔

(۶) جو کافر مسلمان ہو تو اس کی سنت یعنی مسلمانی کروانا ضروری ہے یا نہیں؟ حدیث کی روشنی میں بیان کیجئے۔

(۷) ایک شخص بستی کے اندر مدرسہ قائم کر رہا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں صرف اس میں ناظرہ اور حفظ کی پڑھائی کراؤں گا چاہے وہ کسی بھی فرقہ و جماعت سے تعلق رکھتا ہو۔ اس کا مدرسہ قائم کرنے دیا جائے یا نہیں؟ اور بستی کے کچھ لوگ منع کرتے ہیں یعنی بند کرانا چاہتے ہیں، ان لوگوں کے بارے میں حدیث شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر قبرستان موقوفہ ہے۔ اور اس میں ابھی مردے دفن ہوتے ہیں تو اس میں کسی قسم کی دوسری تعمیر ناجائز ہے۔ عالمگیری میں ہے: لا یجوز تغییر الوقف عن عیئتہ (ج ۲/۵۱۶)۔ وقف جس کام کے لیے ہوا سے بدل کر دوسرے کام کے لیے بنانا جائز نہیں۔ اور اگر کسی وجہ سے اس میں اب مردے دفن کرنا بند کر دیا گیا ہو۔ اور مسجد کو توسیع کے لیے ستون اسی جگہ قائم کئے جائیں جہاں کوئی قبر نہ ہو اور ستون اتنی بلندی تک لے جائیں کہ نیچے قبر و دفن و فاتحہ میں کوئی حرج نہ ہو تو ستون پر چھت ڈال کر مسجد کی توسیع کر سکتے ہیں۔ (فتاوی رضویہ جلد ۶ رص ۳۹۹)

(۲) لاؤڈ اسپیکر پر نماز کی اقتدا میں علمائے اہل سنت و جماعت میں اختلاف ہے، اکثر کی رائے ہے کہ ناجائز ہے اور تھوڑی تعداد علماء کی اسے جائز کہتی ہے۔ اور یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ نماز کو فرض ہوئے لگ بھگ چودہ سو سال ہوئے اور لاؤڈ اسپیکر کی ایجاد تقریبا سو سال پہلے کی ہوگی۔ تو لاؤڈ اسپیکر نہ نماز کا جز ہے نہ کوئی اس کی شرط۔ آج تک بلکہ آئندہ بھی لاؤڈ اسپیکر کے بغیر نمازیں ہوں گی۔ لاؤڈ اسپیکر نہ ہونے سے نماز کی صحت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تو نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کسی شرعی ضرورت سے نہیں۔ عوام صرف فیشن کی وجہ سے اس کی ضد کرتے ہیں تو اختلاف علما سے بچنے کے لیے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نہ ہو تو بہت خوب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) رسول اللہ ﷺ نے خاص طور سے عورتوں کو زیارت قبور سے منع فرمایا تھا۔ حدیث شریف ہے: لعن اللہ زوارات القبور (مشکوۃ شریف ص ۱۵۴)

اللہ تعالیٰ نے قبر کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی۔ مگر دوسری حدیث مسلم شریف کی ہے:

کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فالآن زوروھا۔ (مشکوۃ ص ۱۵۴)

میں تم کو زیارت قبر سے منع کرتا تھا لیکن اب زیارت کرو۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ کچھ علما کا خیال ہے کہ پہلے مرد اور عورت دونوں کے لیے زیارت قبر منع تھی مگر اب جبکہ اجازت خود رسول اللہ ﷺ نے دے دی تو دونوں کے لیے اجازت ہوگئی۔ مرد تو زیارت کریں گے ہی عورتیں بھی زیارت کریں۔ بعض علما کا خیال ہے کہ اس حدیث سے مردوں کے لیے تو اجازت ہے مگر عورتوں کے لیے اب بھی ممانعت ہے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا یہی فتویٰ ہے۔ روضۂ رسول کے علاوہ کہیں کے لیے عورتوں کی حاضری منع ہے۔ تفصیل کے لیے ان کی کتاب "جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور" ملاحظہ کریں۔ سجدہ مرد کرے یا عورت، سجدہ غیر خدا کے لیے حرام ہے، خواہ تعظیمی ہی کیوں نہ ہو۔

(۴) رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم مطلقا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیماً﴾[الاحزاب:۵۶] اے ایمان والو اللہ کے رسول پر درود و سلام بھیجو۔ تو اگر کوئی شخص اذان سے پہلے اور اقامت سے پہلے درود و سلام پڑھتا ہے تو اس میں کوئی شرعی حرج نہیں بلکہ تعمیل حکم ربانی ہے۔ دیکھیے درود شریف کا ترجمہ ہے۔ اے اللہ تو اپنے رسول پر سلام اور رحمت بھیج۔ اذان پڑھنے کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے۔ اس کا ترجمہ بھی تقریبا ایسا ہی ہے۔ یا اللہ یہ مکمل پکار اور قائم کی جانے والی نماز ہے تو محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور مقام محمود عطا فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ پھر درود پڑھ کر نماز شروع کرنے میں کیا حرج ہے۔ اصل میں وہابیہ دیوبندیہ کو رسول اللہ ﷺ سے چڑھ معلوم ہوتی ہے۔ کہ کیوں رسول اللہ ﷺ کا نام آیا؟ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے کہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک دن حضور ﷺ کے لیے روٹی بھجوائی۔ حضور ﷺ اپنے اسی ۸۰ر صحابہ کے ساتھ ان کے گھر پہنچے اور فرمایا اے ام سلیم تمہارے پاس جو ہو وہ لاؤ۔ انہوں نے روٹیاں حاضر کیں، آپ کے حکم سے ان روٹیوں کو بالکل چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں توڑ دیا گیا۔ ام سلیم نے ان ٹکڑوں پر زیتون کا تیل انڈیل دیا۔ (آج کے محاورے میں حضور نے مالیدہ بنوایا) اس کے بعد حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "ثم قال فیه ما شاء الله ان یقول" پھر اس مالیدہ پر اللہ تعالیٰ نے جو چاہا آپ نے پڑھا۔ دیکھیے مالیدہ سامنے رکھا ہے اور حضور اس پر کچھ پڑھ رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر اس پر کچھ پڑھنا حضور ﷺ سے ثابت ہے۔ آپ نے حوالہ مانگا تھا

اس لیے یہ حدیث میں نے لکھ دی ورنہ فاتحہ اور ایصال ثواب کے لیے اس طرح کھانا سامنے رکھنا ضروری، نہ رکھنے کی ممانعت، کھانا غریبوں کو کھلا کر فاتحہ و فاتحہ کر کے کھانا کھلاؤ کھانا سامنے رکھو یا نہ رکھو ہر طرح ایصال ثواب جائز ہے۔ ہدایہ میں ہے: الاصل فی ھذا الباب ان الانسان لہ ان یحمل ثواب اعمالہ لغیرہ صلوۃ کان او صوما او صدقۃ او غیرھا عند اھل السنۃ والجماعۃ۔

(ہدایہ ص ۲۷۶)

حق یہی ہے کہ انسان اپنے تمام اعمال کا ثواب دوسروں کو پہنچا سکتا ہے، روزہ، نماز، حج، زکاۃ، تلاوت قرآن واذکار وغیرہ (فتح القدیر)

دیکھئے آپ نے جس طرح کھانا کپڑا پانی وغیرہ سامنے رکھ کر ایصال ثوب کرنے کا حوالہ ہم سے مانگا تھا تو ہم کو بھی حق ہے کہ اگر آپ اس کو منع کرتے ہیں تو آپ سے ہمارا سوال ہے کہ آپ وہ حدیث لکھ کر ہم کو دکھائیں جس میں اسی تفصیل سے ان سب چیزوں کے کرنے کی ممانعت ہے۔ حدیث کے الفاظ اور کس کتاب میں ہے حوالہ کے ساتھ لکھئے۔

(۶) ختنہ سنت ہے اور شعار اسلام ہے، مسلم اور غیر مسلم کی پہچان ہے۔ بخاری اور مسلم میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ختنہ اسی ۸۰ر سال کی عمر میں خود کیا۔

بوڑھا آدمی مشرف باسلام ہوا جس میں ختنہ کرانے کی طاقت نہیں تو ختنہ کرانے کی حاجت نہیں۔ بالغ شخص مشرف باسلام ہوا اگر خود ہی مسلمانی اپنے ہاتھ سے کر سکتا ہے تو کرے ورنہ نہیں۔ (عالمگیری بحوالہ بہار شریعت حصہ ۱۶ر ص ۱۷۱) واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) آپ کے مدرسہ میں کس کس کو پڑھایا جائے گا یہ کوئی اہم بات نہیں۔ اگر آپ کے مدرسہ کے آداب ورسوم، قواعد و قانون کا پابند ہو اور مضر نہ ہو تو آپ اس کو اپنے یہاں پڑھا سکتے ہیں۔ کیا پڑھایا جائے گا یہ اہم ضرور ہے۔ مگر اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ کون پڑھائے گا۔ حضرت محمد ابن سیرین سے روایت منقول ہے جو مشکوۃ شریف کے صفحہ ۳۷ر پر ہے:

ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم۔

یہ علم دین ہے تو یہ دیکھ لیا کرو کہ کیسے آدمی سے دین سیکھ رہے ہو۔

بدمذہبوں سے تعلیم حاصل کرنے کو علما نے سخت حرام بتایا ہے۔ خدانخواستہ مدرسہ قائم کرنے والا خود گمراہ اور پوشیدہ طور پر بد دین ہو تو اپنے مدرسے میں آپ کے بچوں کو قرآن پڑھانے کے ساتھ اپنا مذہب اور عقیدہ بھی گھول کر پلا دے گا اور آپ کو پتہ نہیں چلے گا۔ اور آپ کے گھر میں گمراہی اپنا ڈیرا ڈال

دے گی۔ اس لیے مدرسہ کے ذمہ داروں پر ضروری ہے کہ اس کے مدرسین میں کوئی غلط آدمی شامل نہ ہو جائے۔ سب خالص اور متصلب سنی ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ یکم صفر ۱۴۲۴ھ

(۱۰-۱۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

کانٹا ٹولی قبرستان مسلم آبادی سے لگ بھگ آدھا کیلومیٹر دور ہزاری باغ روڈ کے کنارے واقع ہے۔ اس کے ایک طرف روڈ اور تین طرف غیر مسلم رہائشی مکانات، دکان، فکٹریاں ہونے کے باعث اس قبرستان کی زمین ان سبھوں کے بنسبت نیچے ہوگئی ہے، یہاں برسات کے دنوں میں پانی جم جاتا ہے، اس کے علاوہ برسات گذر جانے کے بعد بھی ماہ دو ماہ تک اس کی حالت بے حد خستہ رہتی ہے۔ دو چار ہاتھ کھودنے سے ہی پانی کا چشمہ پھوٹ نکلتا ہے۔ ان دنوں یہاں جنازے دفن کرنا بالکل بند ہو جاتا ہے، اس حلقے کے لوگوں کو جنازہ دفن کرنے کے لیے دور دراز کے دوسرے قبرستان کا سہارا لینا پڑتا ہے جس سے کافی پریشانی اٹھانی پڑتی ہے، اس وجہ سے کمیٹی نے اس قبرستان میں مٹی بھروا کر خامیوں کو دور کرنے کا منصوبہ بنایا ہے، شریعت کی روشنی میں بتائیں کیا کرنا درست ہے؟

(۲) کانٹا ٹولی قبرستان ہزاری باغ روڈ کے کنارے واقع ہے۔ اس کی زمین ہمارے اسلاف نے سرکار سے قبرستان کے لیے منظوری کروائی تھی، یہاں مردے دفن کرنے کے باوجود بھی کافی وسعت ہے جس کا اندازہ نقشہ سے لگایا جاسکتا ہے جو اس پرچے کے ساتھ منسلک ہے۔ یہاں رات کے وقت عیاشی اور چوراُچکوں کا اڈا بن جاتا ہے راہگیر کسی وقت بھی چہار دیواری پھاند کر پاخانہ، پیشاب کرتے رہتے ہیں اس کی بے حرمتی کی روک تھام دیکھ بھال اور حفاظت کے لیے کسی کو مقرر کرنا بے حد ضروری ہے۔ تاہم آمدنی نہیں کے برابر ہے، قبرستان کے ضروریات کے اشیاء بچے ہوئے تختے وغیرہ رکھنے کی غرض سے قبرستان کے دونوں جانب دکھن میں پلاٹ نمبر ۹۲۳ کے بالکل کونے میں ایک دکان اور اتر جانب کے پلاٹ نمبر ۹۲۶ کے بالکل کونے میں دو دکان بنوا کر اس کمی کو پورا کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ از روئے شرع دکان ومکان بنانا جائز ہے یا نہیں؟ واضح فرمائیں کرم ہوگا۔

الجواب

(۱) ضرور ایسا کرنا جائز ہے۔ مقبرہ کے درختوں کے بارے میں عالمگیری میں ہے:

ان اراد القاضی ان یبیعھاو صرف ثمنھافی عمارۃ المقبرۃ فلہ ذلک۔ (۲/۵۰۸)

(۲) عالمگیری میں ہے: ارض لاھل قریۃ جعلوھا مقبرۃ واقروا فیھا ثم ان واحداً من

اهل القرية بنى فيها بناء لوضع اللبن وآلات القبر و اجلس فيها من يحفظ المتاع بغير رضا اهل القرية او رضا بعضهم بذلك قالوا ان كان فى المقبرة سعة بحيث لايحتاج الىٰ ذلك المكان فلاباس به۔ (عالم گیری جلد ثانی ص ۴۶۷)

کسی آبادی کے قبرستان کا ایسا حصہ جس میں مردے دفن نہ ہوتے ہوں۔ اہل قریہ کی اجازت کے بغیر یا بعض کی اجازت لے کر کوئی مکان بنا دیا جس میں قبروں کے لیے تختے اور آلات قبر رکھ دیا اور حفاظت کے لیے کسی کو مقرر کر دیا تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۳ر جمادی الاخری ۱۴۲۴ھ

(۱۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

قبرستان کی سبز گھاس کسی کے ہاتھ اس طرح بیچ دینا کہ وہ خود چند دنوں میں تھوڑی کر کے سب چھیل لے جائیں اور یہ پیسہ قبرستان کی مرمت وحفاظت مثلاً حد بندی چہار دیواری وضو کے لیے لوٹا بالٹی وغیرہ میں خرچ کرنا دراں حالیکہ اس کی سخت ضرورت اور گھاس بھی دھوپ سے چند ہی روز بعد خشک ہو کر بے کار ہو جائے گی جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا صورت جواز کی ہو سکتی ہے۔ بینوا وتوجروا

الجواب

بہتر تو یہ ہے کہ قبرستان کی گھاس بیچی نہ جائے اگر بضرورت بیچنا ہو تو خاص قبروں کے اوپر کی گھاس نہ بیچی جائے۔ خشک ہونے کے بعد البتہ الگ کر سکتے ہیں۔ عالمگیری میں ہے: "يكره قطع الحطب والحشيش من المقبرة فان كان يا بسالا با س به" واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) سونڈے خاں مانکر پٹھان ناسور پورنا گپور مسجد کے احاطے میں بہت پرانی قبریں تھیں، جو سونڈے خاں مرحوم کے ہی خاندان کے لوگ تھے۔ مسجد کے بانی اور متولی سونڈے خاں ہی تھے۔ انہیں توڑ کر حوض بنایا اور اس میں وضو کرنا کیسا ہے؟

(۲) سنٹرل اور برما شیل کے پٹرول پمپ کے سامنے تکیہ کی زمین میں کچھ مزارات تھے انہیں توڑ پھوڑ کر موٹر گیرج اور دوکان کے لیے سڑک نکالی گئی، ان تمام تکیہ کی زمینوں اور قبروں کو پرومنٹ نے سب چھوڑ رکھا تھا۔ اس کے باوجود لوگوں نے ایسا کیا۔ ایسے مسلمانوں کو کیا کہا جائے جو جان بوجھ کر ایسا کرتے

ہیں۔ فقط محمد کریم اللہ مسجد سونڈے خان ماکری خوارہ گاندھی چوک کانپور۔

الجواب

مسلمانوں کی قبروں کو جو دوسرے کی مملوکہ زمین نہ ہو، کھودنا، ڈھانا، وہاں مکان بنانا یا حوض اور مسجد تیار کرنا ناجائز وحرام اور سخت گناہ کا کام ہے۔ ان مسائل کی تفصیل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ کے رسالہ اہلاک الوہابیین میں ملاحظہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ　　الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

بعد ادب ونیاز کے عرض خدمت یہ ہے کہ ایک مسئلہ خادم کے موضع کے متعلق دریافت طلب ہے امید ہے کہ مطابق شرع متین جواب سے نوازیں گے تفصیل درج ذیل ہے۔

خادم (صوبے دار ولد جواہر) موضع کنور پارہ پوسٹ دھکوا بازار (سرولی) ضلع گورکھپور کا رہنے والا ہے اور اپنے گاؤں سبھا کے عام قبرستان ۳۵۷ رقبہ ۸۶ ڈسمل کا سنی وقف بورڈ اتر پردیش لکھنوء رجسٹرڈ گورکھپور کا متولی ہے، مندرجہ قبرستان ۳۵۷ / ۱۹۴۸ء کے پہلے سے ہی عام قبرستان کے طور پر ہے، البتہ چکبندی والوں نے اسے بنجر درج کر دیا تھا، کیونکہ چکبندی کا وفد پردھان کے گھر میں تھا، چکبندی کے بعد ہم خادم نے مسلم وقف گورکھپور شعبہ سے قبرستان درج کرنے کی کاروائی کی شعبہ وقف نے سروے میں صحیح قبرستان مانا اور قبرستان کا اندراج بتاریخ ۲۰ مئی ۱۹۸۲ء کو ہو گیا اور اس کا گزٹ بھی ریاستی حکومت نے ۱۹۸۶ء میں کر دیا، اب گرام سبھا کا موجودہ پردھان جوذات کا یادو ہے اس نے چند مسلمانان موضع مذکورہ سے سازش کر کے جنوری ۱۹۹۰ء میں ایک درخواست پرگنہ ادھکاری کجنی ضلع گورکھپور کی عدالت میں پیش کرتے ہوئے یہ مانا کی کہ ۳۵۷ جو سرکاری کاغذات میں عام قبرستان درج ہے، اس کا اندراج خارج کر کے جدید پرتی بنجر درج کرایا جائے اور اس درخواست میں فریق ثانی متولی کو نہ بنا کر چند مسلمانان مذکورہ موضع جن سے خادم کی ذاتی رنجش چلی آرہی تھی کو بنا دیا اور ان لوگوں کے اسمائے مندرجہ ذیل ہیں (۱) ظہیر ولد بندھو (۲) روزن ولد بہادر (۳) حنیف ولد غلام رسول (۴) عثمان ولد صاحب علی ان لوگوں نے عدالت مذکورہ میں حاضر ہو کر ہندو گرام پردھان کی تائید میں یہ بیان دے دیا کہ متذکرہ ۳۵۷ رقبہ ۸۶ ڈسمل عام قبرستان کے بجائے جدید پرتی بنجر درج کیا جائے اور ان کے بیانات پر عام قبرستان کا اندراج خارج ہو کر عام پرتی بنجر درج کاغذات سرکاری ہو گیا، روزن بہت ضعیف تھے، چل نہیں سکتے تھے، ان کی

جگہ پر ان کا لڑکا عبدالرزاق نے قبرستان سے خارج کرنے کی وکالت کی تھی، اس سے کئی سال قبل اس پردھان ہندو کے باپ بھائی اس قبرستان میں دفن کچھ مردوں کی باقی ماندہ ہڈیوں کو نکلوا کر پھینکوا بھی چکا تھا، خادم ایک سرکاری ملازم ہے اور گھر سے دور رہتا ہے، اطلاع پاتے ہی عام قبرستان کی بحالی کیلیے مناسب کاروائی شروع کر دیا، قبرستان کی بحالی کے لیے پردھان کا گھرانہ چھوڑ کر بہت سے ہندو مسلمان قرب وجوار کے ایک محضرنامہ پر درخواست کے ساتھ قبرستان کی بحالی کے لیے ہم متولی کو دیئے جسے میں نے عدالت میں داخل کر دیا، اس محضرنامہ اور قائمی کے خلاف پردھان نے آٹھ مسلمانان موضع مذکورہ سے بیان حلف دلوایا کہ کبھی مردے نہیں گاڑے گئے ہیں، متولی صوبیدار کا قائمی درخواست خارج کر دیا جائے اور بنجر کھاتے میں رہنے دیا جائے، گرام باری گارڈ ہیں کافی مسلمان وہاں کے لوگوں میں کچھ منتخب لوگوں کو اکٹھا کر کے ان لوگوں کو سمجھایا بجھایا اور کہا کہ قبرستان کے بارے میں آپ لوگوں کا ایسا غلط کام نہیں کرنا چاہئے روزن کا لڑکا عبدالرزاق یہ کہا کہ قبرستان خارج ہوگا ہم کو نہیں چاہئے، کچھ لوگ مان گئے، لیکن پردھان کے بہکاوے میں آ کر روزن کے چہلم کے دن بتاریخ ۲۶-۹-۱۹۹۰ء کو عبدالرزاق کی نگرانی میں آٹھ مسلمانوں نے بیان حلفی دینے والوں مین شبراتی وحنیف اور غلام مجید کے بھائی باپ اور دادی کی میت دفنائی گئی تھی۔

مندرجہ بالا تفصیل کو مدنظر رکھتے ہوئے حضور والا مندرجہ ذیل مسائل پر اپنی رائے کا اظہار فرمائیں۔

(۱) یہ کہ ظہور ولد بندھو مرحوم۔ حنیف ولد غلام رسول۔ شبراتی ولد بندھو۔ عثمان ولد صاحب علی۔ علاء الدین ولد سردار۔ شمس الدین ولد اکبر۔ غلام مجید ولد شبراتی۔ نیامت ولد ملاّ۔ غفار ولد فرید۔ عبدا لرزاق ولد روزن جو دعویٰ اور بیان میں پیش نہیں ہے از روئے شرع متین اسلام سے خارج ہیں یا نہیں؟

(۲) یہ کہ ان لوگوں کے یہاں کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا شادی بیاہ کرنا ان کو مسجد میں آنے دینا ان کے ساتھ نماز ادا کرنا، ان کی نماز جنازہ پڑھنا یا پڑھانا، ان سے سلام وکلام کرنا اور ان کی اقتداء کرنا کیسا ہے؟

نوٹ:- واضح ہو کہ مندرجہ بالا اشخاص کو سمجھانے بجھانے کی کوشش کی گئی، لیکن وہ لوگ ہندو پردھان کی تائید سے باز نہیں آئے ہیں اور اپنے ایسے اقدامات کو جائز سمجھتے ہیں اور توبہ وغیرہ کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

المستفتی، صوبے دار متولی

الجواب

یہ آراضی نمبر ۳۵۷ زمانۂ قدیم سے گورنمنٹ کے کاغذات میں بھی قبرستان درج ہے جیسا کہ سائل نے لکھا ہے کہ ۱۹۴۸ء کے پہلے سے یہ گورمنٹی کاغذات میں قبرستان درج ہے اور اس میں مردے

بھی پہلے یا اب دفن کیے گئے تو یہ قبرستان ہے۔ تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس کو قبرستان باقی رکھنے کی پوری پوری جد وجہد کریں جو جگہ ایک بار قبرستان ہو گئی ہو قیامت تک کے لیے قبرستان ہے، اس کو کوئی باطل نہیں کر سکتا، اگر بالفرض جھوٹی گواہیوں اور جھوٹے بیانات پر اعتماد کر کے کوئی حاکم حتی کہ سپریم کورٹ کا چیف جسٹس بھی یہ فیصلہ دے دے گا کہ یہ جگہ قبرستان نہیں کچھ اور ہے تو بھی وہ قبرستان ہی رہے گا جن مسلمانوں نے پردھان کے کہنے میں آکر جھوٹے بیانات کچہری میں دیئے وہ ایک نہیں کئی گناہ کے مرتکب ہوئے، جھوٹی گواہیاں دیں، جھوٹی گواہی گناہ کبیرہ ہے، مسلمانوں کے خلاف حق کو مٹانے کے لیے غیر مسلم کا ساتھ دیا، قبرستان کو باطل کرنے کی کوشش کی، آخر خدا نخواستہ یہ آراضی گورنمنٹ کے کاغذات میں بنجر ہی درج رہی تو اس میں مدفون مردوں کے سینے پر ہل چلایا جائے گا، یا مکان بنے گا ہڈیاں نکال کے پھینکی جائیں گی، قبروں پر لوگ اٹھیں گے، بیٹھیں گے، سوئیں گے، چلیں گے، پھریں گے، یہ سب حرام وگناہ ہے، اوران سب کا وبال جھوٹی گواہیاں دینے والوں پر ہوگا، اس لیے مسلماں ان تمام افراد کو برادری سے خارج کر دیں جنہوں نے جھوٹی گواہیاں دیکر ایک قبرستان کو باطل کرنے کی کوشش کی، ان سے میل جول سلام کلام بند کریں، شادی بیاہ کی کسی تقریب میں نہ ان کو بلائیں اور نہ ان کے یہاں شریک ہوں اور یہ بائیکاٹ اس وقت تک جاری رکھیں جب تک یہ لوگ ان جھوٹی گواہیوں سے توبہ نہ کرلیں، اور جن کچہریوں میں جھوٹا بیان دیا ہے وہاں اپنا یہ بیان داخل نہ کریں کہ ہم نے پہلے غلط بیان دیا تھا، فلاں کے دباؤ سے اور صحیح یہ ہے کہ آراضی قبرستان ہے، یہ لوگ ایک نہیں کئی وجوہ سے فاسق ہوئے اور جہنم کے مستحق، مگر اسلام سے خارج نہ ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی -۱۵ ربیع الآخر ۱۴۱۴ھ

برتقدیر صدق مستفتی جواب صحیح ہے استکتب، محمد شریف الحق ۲۸ جمادی الاخری ۱۴۱۴ھ

(۱۵۔۲۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں

(۱) زید بن خالد بن بکر نے قبرستان میں درخت لگایا اور زید کے بیٹے عثمان وغیرہ پوتے فیاض وغیرہ سب لوگ موجود ہیں اور زید کے دادا بکر کے زمانے سے ہی پشت در پشت فیاض وغیرہ تک کا قبضہ درخت پر رہا ہے اور پھل ولکڑی وغیرہ اپنے استعمال میں لاتے رہے، اب زید کے والد خالد اور دادا بکر کا انتقال ہو چکا ہے پھر بھی زید وعثمان وفیاض وغیرہ قابض رہے، اب کمیٹی کے چند حضرات کا کہنا ہے کہ زید کے دادا بکر نے درختوں کو قبرستان پر وقف کیا تھا، جب کہ زید وعثمان وفیاض کے خاندان میں کسی کو نہیں معلوم کہ ہمارے دادا نے درختوں کو قبرستان پر وقف کیا ہے اور نہ تو کوئی لکھا پڑھی ہے اور نہ تو خاندان میں

کسی کو دادا نے بتلایا ہے اب بعد انتقال کمیٹی کے چند حضرات آج ان درختوں پر دعویٰ کرتے ہیں تو کیا چند لوگوں کی باتیں قابل اطمینان ہو سکتی ہیں، جب کہ درخت لگانے والا وقف سے انکار کرتا ہے، زید کی موجودگی میں زید کا دادا وارث ہو سکتا ہے اور وہ وقف کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) جب زید نے اپنا قبرستان والا پیڑ کمیٹی کو دینے سے انکار کیا تو قوم کی سات تاریخ کو ایک مٹنگ ہوئی اور کمیٹی نے ایک فتویٰ بھی منگایا تھا جس سے ثابت ہوا کہ پیڑ زید کا ہے اسے دیکھ و پڑھ کر کمیٹی کے اکثر لوگوں نے کہا کہ زید اپنا پیڑ کاٹ لے، کمیٹی دوسرا پیڑ لگائے گی، بعد اجازت کچھ دنوں بعد زید نے اپنا ایک سوکھا ہوا پیڑ کاٹ لیا، اس کے بعد جمعہ کے دن جامع مسجد میں رضوان نے کھڑا ہو کر یہ کہا کہ زید نے قبرستان سے اپنا پیڑ کاٹ لیا تو جامع مسجد کی زمین میرے باپ نے وقف کی تھی اس کی لکھا پڑھی کچھ نہیں ہے، زید کے پیڑ کی طرح مسجد میری ہے میں تالا لگا سکتا ہوں، جب کہ مسجد ایک زمانہ سے تھی، پھر وہ شہید ہو کر دوسری مسجد گاؤں کے چندے سے پکی بنی ہے، اب رضوان کا کہنا یہ ہے کہ مسجد میری ہے میں تالا لگا سکتا ہوں یہ کہنا کیسا ہے؟

(۳) زید کے بیٹے عثمان وغیرہ نے ایک مولٰنا سے مسئلہ پوچھا کہ قبرستان پر کسی نے درخت لگایا تو اس کا مالک کون ہوگا، مولانا نے جواب دیا کہ لگانے والا ہوگا، اس پر کمیٹی کے ایک دو آدمیوں نے مولانا کو لعن وطعن شکوہ وشکایت کرنا شروع کیا۔ مولٰنا نے اس پر فتویٰ رضویہ بہار شریعت سے کئی ایک مسئلہ دکھایا پھر بھی ماننے کو تیار نہیں ہوئے، مولانا نے کہا کہ کہیں سے فتویٰ منگا لیا جائے، اگر مجھ سے غلطی ہو گئی ہوگی تو میں توبہ کرلوں گا، ورمفتی صاحب جو سزا دیں گے میں برداشت کروں گا، اس پر کمیٹی کے ہارون نے زوردار انداز میں کہا کہ کیا فتویٰ لے گا، میں فتویٰ نہیں مانوں گا، اور پیڑ کو روک کر رہوں گا، چاہے جو کچھ بھی ہو جائے اور ہارون کہتا ہے کہ انڈیا کا قانون ہے کہ قبرستان کا پیڑ کوئی نہیں کاٹ سکتا ہے، میں انڈیا کا قانون دیکھوں گا نہ کہ فتویٰ۔ ایسی صورت میں ہارون کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

(۴) ہمارے یہاں فطرہ کی رقم صدر سکریٹری وکمیٹی کے لوگ کافی اور دیگر ہر امیر اور غریب وصول کر کر کے اور اپنے مسجد مکتب پر ہر قسم کی رقم رکھتے ہیں، لوگوں کے کہنے پر اس میں سے تھوڑے رقم کسی مدرسہ کو دیتے ہیں، باقی رقم صدر وسکریٹری مصرف میں لاتے ہیں، جب کہ گاؤں کے لوگ حساب مانگتے مانگتے عاجز آچکے وہ لوگ حساب نہیں دیتے ہیں، گاؤں والوں نے کافی زور دیا تو مَن مانا حساب لکھ کر مسجد میں چسپاں کر دیا جو کسی کو سمجھ میں نہیں آتا اور کافی زحمت معلوم ہوتی ہے، عوام کے سامنے حساب بھی نہیں دیتے ہیں، ایسی صورت میں یہ لوگ صدر وسکریٹری کے لائق ہیں یا نہیں؟ اور یہی لوگ نماز جمعہ وغیرہ

بھی کبھی کبھی پڑھادیا کرتے ہیں ان کی اقتداء میں نماز کیسی ہے تحریر کریں۔

(۵) ایک مسجد زیر تعمیر ہے مسجد کا سامان کمیٹی کا ایک آدمی جب چاہتا ہے بلا اجازت کمیٹی اپنے مصرف میں صرف کرتا ہے، کمیٹی سے گاؤں والوں کو اس سے سخت تکلیف ہوتی ہے مگر وہ مانتا نہیں، یہ کیسا ہے؟ اور اس کو شریعت کیا کہتی ہے؟

(۶) کمیٹی کے دو تین آدمی جو کمیٹی کے خاص بھی ہیں انہیں لوگوں نے پورے عوام کو بھڑکا رکھا ہے اور ہنگامہ برپا کر رکھا ہے، چاہتے ہیں اور پورے گاؤں میں زبردست فتنہ وفساد پھیلا ہوا ہے، ایسے فتنہ وفساد پھیلانے والے کے متعلق قرآن وحدیث کا کیا حکم ہے؟

المستفتی، محمد عبدالعزیز مقام تیھیاں ڈیہ پوسٹ درھاؤ ضلع مونگیر

الجواب

(۱) قبرستان میں جو درخت کسی نے اپنے لیے لگایا اسی کا ہے۔ اور اس کے مرنے کے بعد اس کے وارث مالک ہوں گے، لیکن چونکہ قبرستان کی تر گھاس اور ہرے درخت کا کاٹنا منع ہے تو مالکان اسی وقت اس درخت کو اپنے تصرف میں لاسکتے ہیں جب کہ وہ سوکھ جائے۔

(۲) مسجد کی زمین وقف ہونے کے بعد بندوں کی ملکیت سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہو جاتی ہے، اس پر واقف کا دعویٰ بھی نہیں رہتا تو اس کا لڑکا کیا دعویٰ کرے گا، لڑکے کا دعویٰ غلط و بے بنیاد ہے وہ خاطی اور گناہ گار ہے، اسے اپنی حرکت سے توبہ کرنی چاہئے۔

(۳) شرع کے فتویٰ کا انکار اور دنیاوی قانون کے مقابلہ فتویٰ شرعی نہ ماننے کی بات کفر ہے متعلقہ شخص کو توبہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا چاہئے۔

(۴) فطرہ کی رقم کے مستحق فقراؤ مساکین ہیں، اس کو کسی دوسرے مصرف میں صرف کرنا یا مالداروں کا اپنے استعمال میں لانا ناجائز وحرام ہے، اگر منتظمین کمیٹی کا جرم ثابت ہو تو ان کو کمیٹی سے علحدہ کردیا جائے، باقی صرف غبن معلوم ہونے سے کام نہیں چلے گا جس طرح منتظمین کی ذمہ داری ہے کہ وہ پائی پائی کا حساب دیں اسی طرح جو غبن کا مدعی ہے اس کو ثابت کرے۔

(۵) بر تقدیر صدق مستفتی ایسے شخص کو کمیٹی سے علحدہ کردیا جائے۔

(۶) قرآن عظیم میں فتنہ کو قتل سے بڑا گناہ کہا گیا ہے مگر آدمی کو خود اپنے عیوب پر بھی نگاہ رکھنی چاہئے کہ کہیں ہم بھی تو اسی جرم میں مبتلا نہیں ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۸ صفر المظفر ۱۴۰۵ھ

(۲۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام درج ذیل مسئلہ میں کہ

ایک قبرستان جو کہ گنجان آبادی کے بیچ واقع ہے، اس کے تین طرف رہائشی مکان ہیں اور ایک جانب مسجد ہے۔ جس میں باقاعدہ پنج وقتہ نماز ہوتی ہے، وضو اور استنجے کا پانی اور اطراف کے مکانات کے گندے پانی کا بہاؤ اس قبرستان میں ہے۔ قبرستان مذکور کے عین وسط سے ایک بہت ہی قدیم عام راستہ ہے اور اسی سے محرم کے زمانہ میں عوام کے تعزیے گزرتے ہیں، اسی راستہ کے اوپر سے برقی تار اور زیر زمین جل نگم کے پائپ ہیں، انہیں اسباب کے پیش نظر درمیان میں راستہ کی زمین پر مردوں کی تدفین نہیں ہوئی اور یہ امر تحقیقی ہے۔ اب گرام پنچایت اسی راستہ سے گندے پانی کی نکاسی کیلیے سیور لائین لے جانا چاہتی ہے تا کہ قبرستان پوری طرح گندے پانیوں سے محفوظ و مامون رہے۔

چونکہ دوسری کسی اور جانب سے سیور لائین لے جانا ناممکن ہے، لیکن جن لوگوں کے تصرف میں قبرستان ہے وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کے مکانات اسی قبرستان کی زمین پر واقع ہیں اور ان کے مکانات کے گندے پانی نکاسی کے لیے معقول جگہ نہ ہونے کی صورت میں اسی قبرستان میں بہتے ہیں۔ انھیں لوگوں نے عدالت میں نالش کردی ہے۔ اور عدالت کے روبرو قبرستان کے ساتھ ساتھ مسجد اور مسجد سے متصل کنویں کو جس کا پانی عام لوگوں کے ساتھ ساتھ مسجد کے مقتدی حضرات بھی استعمال کرتے ہیں۔

اپنی ملکیت بتاتے ہیں جب کہ حکومت کے نقشہ میں اس کا اندارج ہے اور جسے سنی وقف بورڈ نے بھی اسے سرکاری گزٹ (اتر پردیش گورنمنٹ سے جاری شدہ اندراج کیا ہے۔ جو لوگ قبرستان کی زمین پر رہائش پذیر ہیں ان کی سکونت سے بہت پہلے مسجد کا قیام عمل میں آیا ہے۔

اوپر درج شدہ مسئلہ میں ذیل کے سوالوں کا جواب کتاب وسنن اور احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں مفصل ومدلل ارسال فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

(۱) ان دعویداروں پر کیا حد شرعی قائم ہوتی ہے۔ جو خانہ خدا کو اپنی نجی ملکیت میں شمار کرتے ہیں

(۲) اس مسجد میں صلوۃ وقیام کا کیا حکم ہے جن لوگوں نے اب تک اس مسجد میں نماز ادا کی اور کر رہے ہیں کیسا ہے؟

(۳) قبرستان اور مسجد پر ان لوگوں کے دعویٰ کی کیا حیثیت ہے؟ جب کہ وہ پہلے سے ہی سنی وقف بورڈ میں درج ہے۔

(۴) عام قبرستان کا احترام اور حرمت کے ذمہ کون سی باتیں آتی ہیں۔

(۵) قبرستان مذکور سے سیور لائن لے جانا کیسا ہے؟ جبکہ اسکا متبادل ممکن نہیں ہے، ان حالات

کے تحت ہم کس طریقہ سے گندے پانی کا نکاس کریں۔

(۶) کتاب وسنت کی روشنی میں یہ بتائیں کہ قبرستان میں رہائش اور سکونت کا کیا حکم شرعی ہے؟

ارسال کنندہ، خان ذولفقار احمد قادری رضوی ساکن رحیم پور وارانسی

الجواب

حقیقت یہ ہے کہ کسی وقف کو اس کی ہیأت سے بدلنا جائز نہیں عالمگیری میں ہے "لا یجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ" تو جب سوال میں ذکر کی ہوئی زمین عہد قدیم سے قبرستان ہے تو اس میں اپنا مکان بنانا تو بڑی بات ہے کوئی دینی عمارت بھی تعمیر نہیں ہو سکتی۔ مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۳۴۷ میں فرماتے ہیں:

"اگر وہ تکیہ وقف ہے تو نہ اس میں اس فقیر کو اپنا مکان بنانے کی اجازت تھی نہ وہ مسجد بنانا جائز ہے نہ اس مکان کی زمین بیچی جا سکتی ہے "لان الوقف لا یوقف ولان الوقف لا یملك "قبرستان میں مکان بنانے والوں کے لیے یہی حکم ہوگا کہ وہ اپنی تعمیر اٹھا لے جائیں اور قبرستان کی زمین خالی کریں ورنہ عذاب الٰہی میں سخت گرفتار ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے "جو بالشت بھر زمین ناحق دبالے گا قیامت کے دن اس حصہ زمین کے ساتوں طبق کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا"

اور عام مسلمانوں پر لازم ہے کہ قانونی چارہ جوئی سے وہ زمین آزاد کرالیں اور چار جانب سے اس کی احاطہ بندی کرا کے اسے غیروں کے دست برد اور بدرو نالیوں کی گندگی سے محفوظ کرلیں اور ایسے سر کش لوگ کلمہ گو ہی ہوں تو انکا معاشرتی بائیکاٹ کریں تا آنکہ وہ اس ظلم سے باز آ کر قبرستان کی زمین واگذار کریں۔ مسجد کے بارے میں تحقیق یہ معلوم ہو کہ وہ بعد میں قبرستان کی زمین میں ہی بنائی گئی ہے تو وہ مسجد ہی نہیں جیسا اوپر کی عبارتوں سے ظاہر ہے اور اگر اس بارے میں کوئی تحقیق نہ ہو لوگ قدیم زمانے سے اس مسجد کو دیکھتے اور اس میں نماز پڑھتے رہے ہیں تو وہ مسجد ہی ہے اور اس کی آبادی، تعمیری حفاظت مسلمانوں پر فرض ہے اور ان ظالموں کا دعویٰ اس مسجد پر بہر حال جائز نہ ہوگا اور عام مسلمانوں پر قبرستان کے ساتھ مسجد کی واگذاری بھی لازم وضروری ہوگی۔

قبرستان میں نیا راستہ نکالنا حرام ہے۔ ردالمحتار میں ہے: "ان المرور فی سکۃ حادث فیھا حرام" ہاں قدیم عہد سے راستہ قائم ہو تو اس میں تو جا سکتے ہیں، جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر اس پر بجلی کی لائن گذارنا یا پانی کے پائپ کی لائن لے جانا اور اب پائخانہ کی لائن (سیور لائن) گذارنا سب وقف کی زمین میں بیجا تصرف ہے اور خلاف شرع ہے جو ہوا اور ایسا کام جو آئندہ ہو غلط

ہوگا۔ اعلیٰ حضرت مولینا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۱۰۹ پر تحریر فرماتے ہیں: ''اگر قبرستان کے قریب مکان بنایا پاخانہ یا دھوبیوں کا غلیظ پانی کا بہاؤ یہ بھی سخت حرام ہے''

یہ کہنا کہ اب اس کے بہاؤ کی قبرستان کے درمیانی راستہ کے علاوہ کوئی اور جگہ نہیں عذر گناہ بدتر از گناہ ہے، خلاف شرع کوئی کام کرنا اور مجبوری کا عذر کرنا بھی عذر گناہ بدتر از گناہ ہے کہ ایک غلط کام کو دوسرے غلط کام کے لیے دلیل بناتا ہے، آخر لوگوں نے آپ اپنی گندی مہریوں کا رخ قبرستان کی طرف رکھا ہی کیوں؟ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید ایک نہایت ہی غریب خستہ تن مفلوک الحال شخص ہے۔ جو مزدوری کر کے گذر بسر کرتا ہے۔ اچانک اس کی موت ہوگئی، بعدازاں اس کو دفنانے کے وقت جماعت کے ناظم وصدر نے اسے رد کردیا، بایں وجہ کہ یہ ہماری جماعت وکمیٹی کا آدمی نہیں ہے، اس نے کبھی قبرستان ومسجد میں چندہ وغیرہ نہیں دیا۔

لہذا اسے ہم لوگ دفنانے نہیں دیں گے، واقعتًا اسے دفنانے بھی نہیں دیا گیا، ہاں بشرطیکہ اگر اس کی جماعت سے بارہ سو یا پانچ سو روپے ادا کیے جائیں تو ہم لوگ دفنانے دیں گے۔

لہذا ان اشخاص کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

المستفتی محمد رستم قادری منانی، محمد حشم سیدانی محمد عالم قادری

الجواب

مسلمانوں پر مسلمان مردے کا دفن کرنا فرض کفایہ ہے۔

شامی میں ہے: وهو فرض كفاية۔

اگر کوئی مسلمان مردہ بے دفن پڑا رہ گیا تو جتنے لوگوں کے علم میں یہ بات آئی اور انہوں نے اس کے دفن میں کوشش نہ کی تو سب گنہگار ہوئے۔ چہ جائیکہ مسلمان ہوکر ایک مسلمان کو دفن ہونے سے روکا جائے۔ عالمگیری میں ہے: لافرق فی الانتفاع فی مثل هذه الاشياء بين الغنى والفقير حتى جاز الدفن فی المقبرة۔ ایضا۔(ج ۲/ ۵۰۵)

اوقاف عام میں امیر وغریب دونوں برابر ہیں، یہاں تک کہ مقبرہ عام میں سب کو دفن ہونے کا حق ہے درمختار اور شامی میں ہے:

''يندب دفنه فی جهة موته، ای فی مقبرة اهل مكان الذی مات فيه''

مستحب یہ ہے کہ آدمی زندگی میں جس جگہ رہتا تھا۔ مرنے کے بعد وہیں کے مقبرہ میں دفن

کیا جائے۔ پس صورت مسئولہ میں ایک نادار و مفلس مسلمان کو ایسی جگہ سے روکنا جہاں دفن ہونے کا اس کو شرعا حق حاصل تھا۔

اور واقف کی طرف سے فیس وصول کرنے کی کوئی قید نہ تھی۔ بلکہ موجودہ منتظمین نے وقتی طور سے ایک مطالبہ کیا تھا، جیسا کہ سوال کی عبارت "اس نے کبھی قبرستان اور مسجد میں چندہ نہیں دیا ہے" سے ظاہر ہے تو اندریں حالات ذمہ داروں کا یہ فعل سخت جرم و گناہ اور ایک نادار مسلمان مردے پر ظلم و زیادتی۔ جس پر توبہ واستغفار اور آئندہ اس پر پرہیز ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ

(۲۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

ایک قصبہ میں دو مسجدیں ہیں، ایک جامع مسجد دوسری پھول مسجد موسوم بہ چھوٹی مسجد۔ جامع مسجد کی طرف سے مسلمان مردوں کو دفن کرنے کے لیے قبرستان ہے، مگر پھول مسجد کی طرف سے قبرستان نہیں ہے۔ کسی غیر قوم نے اپنی مالکی زمین کو حکومت ہند کو دے دیا، پھر وہی زمین حکومت نے بلا معاوضہ پھول مسجد کی طرف سے مسلمانوں کو قبرستان کے لیے دے دی۔ اب جامع مسجد کے لوگ اپنے قبرستان میں یہ کہہ کر کہ سرکار کی دی ہوئی زمین ہے، اس میں میرا حق ہے، مسلمان مردوں کو دفن کرتے ہیں، جامع مسجد کے لوگوں کو ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ بہتر کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر ہمایوں بن یعقوب شیخ محلدار محلہ شیوگڑھ کرناٹک

الجواب

حکم شرعی تو یہی ہے کہ قبرستان کا حکم عام ہے۔ واقف نے اسے خاص کسی محلہ والوں کے لیے ہی وقف کیوں نہ کیا ہو۔ اور سنی مسلمانوں کو کسی سنی قبرستان میں دفن کرنے سے روکنا جائز نہیں۔ فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۴۹ میں ہے: مقبرہ عام مسلمانوں کے لیے وقف ہوتا ہے اور ہر ایک مسلمان کو اس میں دفن ہونے کا حق ہے۔ عالمگیری میں ہے: لو بنی مسجدا لاهل محلة و قال جعلت هذا المسجد لاهل هذه المحلة خاصة كان لغير اهل تلك المحلة ان يصلى فيه ۔(ج۲/۴۹۹)

بلکہ مقبرہ کا حکم تو مسجد سے بھی عام ہے۔ مقبرہ اہل سنت میں کسی سنی مسلمان کی بھی ممانعت نہیں ہو سکتی۔ تو جس طرح سے بڑی مسجد کے حلقہ والوں کو مقبرہ چھوٹی مسجد میں دفن ہونے کا حق حاصل ہے، اسی طرح چھوٹی مسجد کے حلقہ والوں کو بڑی مسجد کے حلقہ کے مقبرہ میں دفن ہونے کا شرعا حق حاصل ہے۔ اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ ہم بڑی مسجد والے تو چھوٹی مسجد والوں کے مقبرہ میں دفن ہو سکتے ہیں اور وہ ہمارے

مقبرہ میں نہیں تو غلط اور خلاف شرع ہے۔

رہ گیا یہ سوال کہ کس کا کہاں دفن کرنا بہتر ہے۔ تو بہتر یہی ہے کہ جس کا جہاں قبرستان ہو وہ وہیں دفن کیا جائے۔ بہار شریعت حصہ چہارم ص ۱۵۵ میں ہے: جس شہر یا گاؤں میں انتقال ہوا وہیں کے قبرستان میں دفن کرنا مستحب ہے، بلکہ جس گھر میں انتقال ہوا اس گھر والوں کے قبرستان میں دفن کریں۔

اور مستحب تو یہ ہے کہ گھر والے کو اس کے عزیزوں کی قبروں کے آس پاس دفن کریں۔ مشکوۃ شریف ص ۱۴۱ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے سرہانے ایک بڑا پتھر رکھا اور فرمایا: بها اعرف قبر اخي و ادفن اليه من مات من اهلي۔ اور یہ بھی مستحب ہے کہ مردوں کو نیکوں کے پڑوس مین دفن کیا جائے۔ یعنی جہاں اللہ کے نیک بندوں کی قبریں ہوں۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق عطا کرے کہ ان بے مقصد جھگڑوں میں اپنی انرجی برباد نہ کریں۔ اس قبرستان والے دوسرے قبرستان میں کسی مجبوری سے دفن کریں تو کوئی بات نہیں۔ لیکن بلا مطلب اور بلا کسی مجبوری سے محض اس فاسد دلیل سے کہ گورنمنٹ نے زمین دیا ہے ایک غلط اور نامناسب بات ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۲ ر شعبان ۱۷ھ

(۲۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) کیا قبرستان کے اوپر مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید نے ایک مسجد کی بنیاد ایک قبرستان پر کھودی اور بنیاد کھودنے کے دوران دو تین جگہوں پر ہڈیاں بھی پائی گئیں، اس بنیاد کی دیوار کو تقریبا قبرستان سے چار پانچ ہاتھ اونچا کر کے زید نے اور دیگر معاونین مسلمانوں نے اس پر سلاپ لگوائی اور قبر سے جو چار پانچ ہاتھ کے اونچائی پر سیلاپ لگوائی گئی ہے، اس پر فی الحال تقریبا چار پانچ مہینوں پنج وقتہ نمازیں بھی ادا کی جا رہی ہیں اور مردے اس میں دفن ہونا بند ہو گئے ہیں اور اس چار پانچ ہاتھ اونچائی پر سلاپ لگانے کے انتظام میں تقریبا قبرستان کے اندر سے کئی متعدد بنیادی دیواریں چلائی گئیں جن میں کافی پرانی قبریں کھودنی پڑیں اور اب اس اونچائی سلاپ کی اوپر سے مسجد کے نقشے کی دیوار از سر نو چلائی جا رہی ہے، یعنی وہ پہلا سلاپ جو لگا ہے مسجد کی فرش کی جگہ مانی گئی اور ہے بھی، اور اس سلاپ یعنی فرش سے چار پانچ ہاتھ نیچے قبریں موجود ہیں، خلاصہ کیا کوئی صورت ہے قبرستان کے اوپر مسجد بنانے کی اور اگر بن گئی تو اس میں نماز پڑھی جا سکتی ہے کہ نہیں؟ بالتفصیل تحریر فرمائیں اور اس مسجد میں ابھی نماز جمعہ قائم نہیں کی گئی ہے۔ مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی جبریل تنویر مدرسہ عربیہ اہل سنت حمایت الاسلام محلہ انول بازار گورکھپور یوپی

الجواب

آپ نے قبرستان میں مسجد کی تعمیر کی جو تفصیل بتائی ، وہ متعدد شرعی قباحتوں اور ناکردنی کا مجموعہ ہے۔حدیث شریف میں ہے:نهى رسول الله ﷺ ان يحصص القبر وان يبنى عليه بناءً ان يقعد عليه ۔(تا ریخ بغداد للخطیب :ج۱۳/۲۱۳)

حضورعلیہ ﷺ نے قبر کا بالائی حصہ پختہ کرنے اور قبر کے اوپر تعمیر کرنے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا اور ایک روایت میں ہے۔"ان توطا"اور قبر کو روندنے سے منع فرمایا،ایک حدیث میں آپ نے فرمایاعلیہ ﷺ کسر عظم المیت ککسرہ حیا "میت کی ہڈی توڑنا ایسا ہی ہے جیسے اس کی زندگی میں اس کی ہڈی توڑی جائے

اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اگران لوگوں کا اس مسجد کے متعلق بیان صحیح نکلے کہ جابجا قبور برآمد ہوں تو وہ بے شک مسجد نہیں۔

فان الوقف لايوقف اخرى۔

اور یہ عمارت کہ حقیقۃ مسجد نہیں ضرور منہدم کردی جائے۔(فتاوی رضویہ حصہ ششم ص ۴۴۱)

ص ۴۹۳ میں اگر زمین مقبرہ کے لیے وقف ہو چکی تھی،اس کے بعد اس کے کسی حصہ کو مسجد کیا اگرچہ خود واقف نے تو وہ مسجد نہیں ہوسکتا،نہ آداب مسجد کا مستحق۔

اسی میں ص ۴۷۶ پر ہے مسلمانوں کی قبروں کا کھود ڈالنا ہرگز جائز نہ تھا ص ۴۷۷ مسلمان میت کے ساتھ ایسا کرنا حرام سخت حرام ہے۔

اسی میں ص ۴۹۱ پر ہے اگر وہ قبرستان وقف ہے جیسے کہ عام مقابر ہوتے ہیں۔توزمین وقف میں اس کے خلاف تصرف کی اجازت نہیں ہوسکتی۔

عالمگیری میں ہے: "لايجوز تغيير الوقف عن هيئته"(ج ۲/ ۵۰۸)

اب آپ غور فرمائیں کہ زید نے کتنے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا اور ان لوگوں نے بھی جنہوں نے اس کا ساتھ دیا۔

(۱) ایک قبرستان کو اس کی ہیأت سے بدلا (۲) اور بقول آپ کے اتنے ایرئے میں مردوں کا دفن بند کیا (۳) مسلمانوں کی قبروں کو کھودا (۴) ان کو روندا اور مزدوروں سے روندوایا۔(۵) اور جو جگہ مسجد نہیں ہوسکتی اس میں اپنایا مسلمانوں کا روپیہ ناجائز صرف کیا (۶) مسلمان مردوں کی ہڈیاں توڑوائیں اوران کو شدید ترین ایذا پہنچائی (۷) حضورعلیہ ﷺ نے قبر کے اوپر تعمیر سے منع فرمایا۔دیوبندیوں کے نزدیک اس سے مراد قبر کے اوپر قبہ یا گنبد ہے کہ وہ لوگ اس کی تعمیر سے منع کرتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک

خاص قبر کے اوپر دیوار جسے صاحب قبر کی ایذا کی وجہ سے ناجائز وحرام بتایا ہے۔

زید نے اہل سنت کے لیے بھی کوئی عذر نہیں چھوڑا اور خاص قبر کے اوپر کھدائی اور چنائی کر ڈالی معاذاللہ رب العلمین استغفر اللہ عن کل ذنب واتوب الیہ ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بے علمی کیوجہ سے یا تو زید نے از خود دھوکہ کھایا، یا کسی نے اس کو دھوکا دیا ،اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے فتاوی رضویہ حصہ ششم ص ۳۰۰ ر پر لکھا ہے کہ مسلمانوں کا قبرستان قدیم اگر قابل کار نہ رہا، یا اس سے استغنا ہوگیا جس کے سبب اب اس کام میں صرف نہیں ہوسکتا یا مسجد قدیم لب مقبرہ واقع ہے یہ بیرون حدود مقبرہ ستون قائم کرے اوپر کافی بلندی پر پاٹ کے چھت کو صحن سابق مسجد سے ملا کر مسجد کر دینا چاہتا ہے اس طرح کہ زمین مقبرہ نہ رکے نہ اس میں دفن موتی کرنے اور اس غرض سے آنے جانے کی راہ رکے نہ اس چھت کے ستون قبور مسلمین پر ہوں تو اس میں حرج نہیں، زید نے صرف حرج نہیں کا لفظ دیکھ لیا اور چھت کا لفظ دیکھ لیا اور بقیہ قیود کا خیال نہ کیا کہ ''اس مقبرہ میں اب دفن نہ ہو رہا ہو اور چھت بلندی پر ستونوں پر قائم ہو اور ستون قبروں سے علیحدہ زمین پر بنائے جائیں'' اور مقبرہ میں مسجد بنانے کی خواہش پوری کرلی۔

المختصر زید کا یہ کام خلاف شرع ہے وہ مسجد مسجد نہ ہوئی اس کو ڈھا دینا ہی بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۱۶ر محرم ۱۴۱۸ھ

(۲۵-۲۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) ایک عام قبرستان ہے جس میں کچھ درخت ہیں۔ ان درختوں کو فروخت کرکے اس رقم کو مسجد کی تعمیر یا دیگر کام میں لا سکتے ہیں کہ نہیں؟۔

(۲) تار ٹیلیفون، ٹیلیویژن وغیرہم سے رویت ہلال ثابت ہوسکتی ہے کہ نہیں؟ اگر انہیں کی اتباع کرکے نماز عیدین یا روزے کی ادائیگی کی جائے تو از روئے شرع کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی مسلمانان بلکٹری پوسٹ نونی ہارٹ ضلع دمکا بہار

الجواب

(۱) درخت اگر کسی آدمی نے قبرستان میں لگائے ہیں تو وہی ان کا مالک ہے، یعنی جب سوکھ جائیں تو وہ لے جائے اور اگر خودرو درخت ہیں تو قبرستان کے ہیں۔ جب تک ہرے ہوں کوئی نہیں کاٹ سکتا کہ قبرستان کے ہرے درخت کاٹنا منع ہے اور سوکھ جائیں تو انہیں بیچ کر قبرستان کی مرمت میں خرچ کیا جائے دوسرے کاموں میں نہیں لگ سکتا۔ عالمگیری میں ہے: ''مقبرة علیها اشجار عظیم ان علم

غارسها کانت للغارس وان لم يعلم فالحكم فى ذلك الى القاضى ان رأى بيعها وصرف ثمنها الى عمارة المقبرة فله ذلك ملخصا "(۲/۵۰۸)

(۲) تار، ٹیلیفون، ٹیلیویژن رویت ہلال کے بارے میں غیر معتبر ہیں، جن لوگوں نے ان کی خبر پر بھروسہ کر کے روزہ یا عید کی، حرام وگناہ کیا۔ حدیث شریف میں ہے: "صوموا لرويته وافطروا لرويته۔ (مسند امام احمد بن حنبل ج۶/۴۰۹)"۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ　　۲۹؍شوال المکرم ۱۴۰۸ھ

(۲۷) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

مسلمانوں کی پوری آبادی کے لیے گورنمنٹ کی جانب سے برائے قبرستان کچھ زمین دی گئی ہے، جس میں آبادی کے پورے مسلمان اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں، زید کی والدہ کا انتقال ہوا، پوری آبادی کے مسلمانوں سے زید نے اپنی والدہ کی قبر پر شناخت کیلیے ایک چہاردیواری کھنچوانے کی اجازت چاہی تمام لوگوں نے متفقہ طور پر اجازت بھی دے دی۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید اپنی والدہ مرحومہ کی قبر کے اردگرد چہاردیواری کرواسکتا ہے یانہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں آگاہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی قطب الدین مدرسہ انوارالعلوم گولہ بازار گورکھپور

الجواب

مذکورہ زمین پر قبضہ کر کے جب مسلمانوں نے اس کو قبرستان قرار دیا تو وہ زمین موقوفہ قبرستان ہوگئی، شرع شریف میں عام مسلمانوں کی قبر پر کسی قسم کی تعمیر منع ہے۔

درمختار میں ہے: "ولا يرفع عليه بناء"

اسی کے حاشیہ شامی میں ہے: "اى يحرم لو للزينة ويكره لو لاحكام بعد الدفن"

اسی میں ہے: "اما بناء عليه فلم ارمن اختار جوازه وفى شرح المنية عن منية المفتى المختار انه لايكره التطين وعن ابى حنيفة يكره ان يبنى عليه بناء من بيت او قبة اونحو ذلك لماروى جابر نهى رسول الله ﷺ ان تحصص القبور وان يكتب عليها وان يبنى عليها رواه مسلم وغيره"

اسی میں ہے: "وقيل لايكره البناء اذا كان الميت من المشائخ والعلماء والسادات قلت لكن هذا فى غير مقابر المسبلة"　　(جلد اول ص۶۰۱)

اور چہار دیواری ضرور تعمیر ہے۔

درمختار میں ہے: "ویهال التراب علیه وتکره الزیادة علیه لانه بمنزلة البناء" (۱ / ۶۰۰)

اور قبر پر تعمیر نہیں کی جائے گی، یعنی وہ تعمیر آرائش کے ارادہ سے ہو تو حرام ہے اور قبر کی مضبوطی ہو تو مکروہ (تحریمی) ہے اور قبر پر تعمیر کا جائز ہونا میں نے کسی کو پسند کرتے نہیں دیکھا، شرح منیہ میں منیۃ المفتی سے مذکور ہے کہ قبر کو مٹی سے لیپنا مکروہ نہیں اور امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ قبر پر گھر یا قبہ وغیرہ بنانا مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نے قبر کو پختہ کرنے اس پر کچھ لکھنے اور اس پر تعمیر کرنے سے منع فرمایا، اس حدیث کو امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا۔

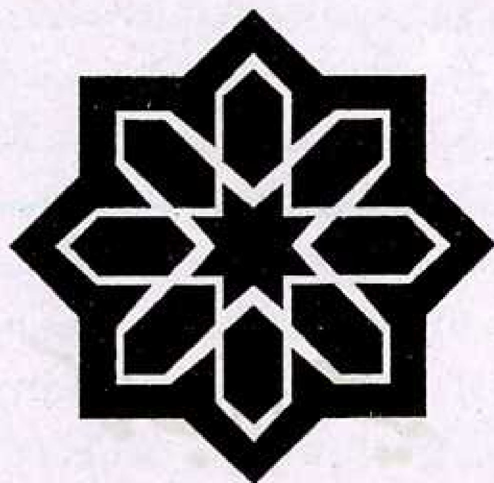
کچھ علماء نے فرمایا کہ میت جب علماء و مشائخ و سادات کی ہو تو اس پر تعمیر کرنے میں حرج نہیں، علامہ شامی کہتے ہیں کہ وقفی قبرستان میں علماء وغیرہ کے لیے بھی تعمیر جائز نہیں (کہ یہ وقف کو اس کے مصرف سے پھیرنا ہے) درمختار ص ۶۰۰ میں ہے کہ قبر پر نکلی ہوئی مٹی سے زیادہ نہ ڈالی جائے کہ یہ بھی تعمیر کے حکم میں ہے۔

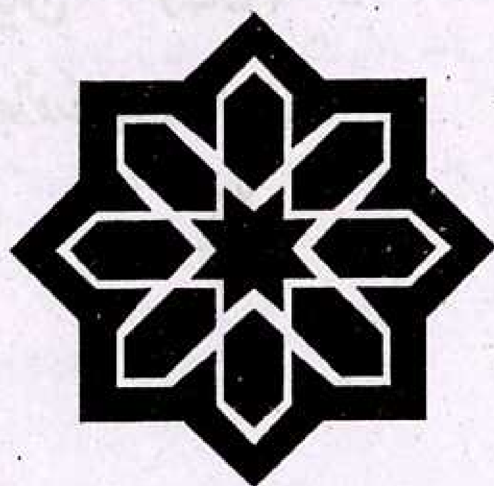
پس صورت مسئولہ میں زید کی والدہ کی قبر پر چہار دیواری کی تعمیر دو طرح سے ممنوع اور ناجائز ہوئی اور زید کی والدہ عالمہ فاضلہ یا ولیہ نہ تھیں کہ علماء و مشائخ کے ساتھ والی رعایت میں شامل ہوں اور قبرستان زید کا ذاتی نہیں وقفی ہے اور اس میں کسی ممنوع تصرف کی اجازت دینے کا واقفین کو بھی اختیار نہیں

شناخت کے لیے حضور ﷺ سے صرف اتنا ثابت ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے سرہانے ایک بوجھل پتھر رکھدیا اور فرمایا: "به اعلم قبر اخی وادفن حوله من مات من اهلی" اتنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۳۰ / ربیع الآخر ۱۴۱۹ھ

کتاب الاضحیہ





قربانی کا بیان

(۱-۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

خدمت مقدسہ میں مودبانہ گزارش یہ ہے کہ چند مسائل ہیں، آپ جواب مرحمت فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

(۱) گھر کا مالک ہے اور اپنے نام سے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ قربانی کر چکا ہو، اس کے بعد اپنے نام سے نہ کرا کر اپنے گھر کے کسی آدمی کے نام سے قربانی کرانا چاہتا ہے تو قربانی جائز ہوگی یا نہیں؟

(۲) مچھلی کھانا کب سے جائز ہوا اور کیسے ہوا، اس کو تفصیلات کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

(۳) حضرت علی کے لڑکے محمد حنیف ہیں کہ نہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیونی سے عقد کئے تھے کہ نہیں؟ اور کئے تھے تو فاطمہ کی موجودگی میں کئے یا بعد میں؟ اس کا جواب آپ تفصیل سے فرمائیں گے۔

(۴) اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جبرئیل علیہ السلام سلام لے کر حضور ﷺ کے پاس آتے تھے تو حضور ﷺ کیا جواب دیتے تھے۔

(۵) مخنث اگر مسلمان ہے تو مرنے کے بعد جنازہ کے اندر کون سی دعا پڑھی جائے اور مخنث نابالغ ہے تو کون سی دعا پڑھی جائے۔

المستفتی عبدالغفور رضوی مدرسہ غوثیہ رضویہ بیجا تھپر پوسٹ سیکھونیان ضلع دیوریا

الجواب

(۱) قربانی تو جس کے نام سے کریں ہوجائے گی، لیکن مالک کے سر پر نہ کرنے کا گناہ لادا جائے گا، کیونکہ واجب اسی پر تھی۔

فتاوی رضویہ میں ہے: ایک قربانی نہ سب کی طرف سے ہوسکتی ہے۔ نہ سوا مالک نصاب کے کسی اور پر واجب ہے۔ تو گھر کا مالک جس پر واجب تھی اس نے کیا نہیں اور جس پر واجب نہیں اس کے نام کردیا تو اس کے سر سے بوجھ نہیں اترا۔

(۲) قرآن وحدیث کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں شروع ہی سے مچھلی حلال رہی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمِن كُلٍّ تَأْكُلُونَ لَحْماً طَرِيّاً﴾ (الفاطر:۱۲)

بلکہ حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کے واقعہ میں بھی مچھلی کو توشہ بنانے کا ذکر ہے، اس سے معلوم

ہوا کہ ان کی شریعت میں بھی حلال تھی۔ اور حلال وحرام کا دارومدار خدا اور رسول کے حکم پر ہے۔

(۳) محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے شک حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں، آپ کی والدہ کا نام خولہ تھا، آپ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد شادی کی تھی اور دیونی والی بات بالکل جھوٹ ہے۔

(۴) یہ کہ رسول اللہ ﷺ اس کے جواب میں والسلام علی اللہ نہیں کہتے تھے۔ کیونکہ حدیث شریف میں اس طرح کہنے کی ممانعت ہے۔ رہی یہ بات کہ رسول اللہ ﷺ اس کے جواب میں کچھ کہتے تھے یا نہیں؟ اس کی تصریح احادیث میں نظر سے نہیں گزری۔

(۵) بالغوں کے لیے مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ایک دعا ہے، وہی مخنث کے لیے کافی ہوگی اور بچوں والی دعا جس صیغے سے بھی پڑھے نماز ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید کا کہنا ہے کہ شوہر کے رہتے ہوئے عورت کے نام سے قربانی نہیں ہوگی، قربانی ایک ساتھ کرنا پڑے گی۔

(۲) عمر کا کہنا ہے قربانی شوہر کے نام سے ہو چکی ہے، آپ میری عورت کے نام سے قربانی کر دیجئے مگر حافظ صاحب جن کی داڑھی ایک انچ لمبی ہے وہ کہتے ہیں کہ بغیر دو قربانی کئے ہوئے قربانی عورت کے نام سے نہیں ہوگی۔

المستفتی فقیر فتح محمد بانس ڈیہہ

الجواب

زید قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ کے خلاف افتراء کر رہا ہے کہیں یہ لکھا نہیں ہے کہ عورت کے لیے یہ ضروری ہے کہ اپنے ساتھ شوہر کے نام کی قربانی بھی کرے، عورت پر اگر قربانی واجب ہے تو واجب ادا ہوگی اور واجب نہ ہو تو مستحب ادا ہوگی اور ایک ہی قربانی کرنے سے ہو جائے گی۔ دو قربانی کرنا ضروری نہیں۔ ممکن ہے زید کو اس مسئلہ سے دھوکہ ہوا ہو کہ دیہاتوں میں عام طور سے گھر کا مالک شوہر ہوتا ہے۔ جس پر قربانی واجب ہوتی ہے۔ اور وہ بجائے اپنی طرف سے کرنے کے کہتا ہے پارسال ہمارے نام ہو چکی ہے امسال عورت کے نام کرا دیں، اس پر اس کو مسئلہ بتایا جاتا ہے کہ تم مالک ہو تو عورت کے نام قربانی کرا دینے سے تمہارا وجوب تمہارے سر سے اترے گا نہیں، اس لیے تم بھی اپنے نام کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۱ ر ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ

(۷۔۹) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے گاؤں میں ایک گائے میں چھ آدمی ایک ایک حصہ اور ساتویں حصہ میں دو آدمی مل کر اپنے والد یا کسی دوسرے آدمی کے نام سے قربانی دینا ہے۔ ان دونوں آدمیوں کو ساتویں حصہ گوشت کو دو برابر برابر حصہ کرنا ہے کیونکہ دونوں آدمی نے برابر برابر روپیہ دیا ہے۔ جبکہ دونوں بھائی اور باپ الگ الگ ہیں۔ یہ ہمارے گاؤں میں عام رواج ہے کہ دو یا تین آدمی مل کر ایک حصہ قربانی دیتا ہے روپیہ بھی برابر اور گوشت بھی برابر کرتا ہے لیکن نام ایک ہی شخص کا دیتا ہے۔

(۱) سبھی آدمی کی قربانی ہوئی یا نہیں؟

(۲) بیٹا اپنے والد کی موجودگی میں قربانی دے سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) بیٹا صاحب نصاب ہے تو اپنے نام پر قربانی نہ دے کر والد کے نام پر قربانی دینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد مشتاق چھٹ پور ڈاکخانہ وتھانہ پلاکسی ضلع ارریہ (بہار)

الجواب

اس صورت میں جس کی طرف سے قربانی کی اس کی اجازت اور رضا مندی ضروری ہے۔ فتاوی رضویہ جلد ہشتم ص ۴۶۵، میں ہے: قربانی اور صدقہ فطر عبادت ہے۔ اور عبادت میں نیت شرط ہے۔ تو بلا اجازت ناممکن۔ اور ص ۴۵۶، پر فرماتے ہیں: اللہ عزوجل کے نام گائے قربانی کرنے میں شریعت مطہرہ نے سات تک کی حد کردی ہے۔ اور سات آدمی ایک گائے کی قیمت کا چندہ نہ کرسکیں تو یہ ممکن ہے کہ سو آدمیوں سے چندہ لیں اور وہ چندہ دہندہ فقط سات یا کم آدمیوں کو اس چندے کا مالک کردیں۔ اور یہ لوگ گائے خرید کر اپنی طرف سے قربانی کریں۔ ان کو عین قربانی کا ثواب ملے گا۔ اور ان چندہ دینے والوں کو مدد قربانی کا۔

(۱) اگر سائل کی مراد "سب" سے چھ حصہ دار اور باپ اور دونوں بھائی جنہوں نے حصہ خریدا تو ہم اوپر بتا چکے ہیں قربانی کے بڑے جانور میں صرف سات شریک ہوسکتے ہیں۔ تو ان دونوں کی طرف سے کیسے قربانی ہوگی؟ یہ دونوں تو قربانی میں اپنے باپ کے مددگار ہوئے۔ عین قربانی کا ثواب تو باپ اور ان چھ حصہ داروں کو ملے گا۔ اور ان کو تو اپنے باپ کی قربانی میں مدد کرنے کا ثواب ہوگا۔

(۲) اگر لڑکے کے پاس اس کی ذاتی رقم باپ کی ملکیت سے الگ نصاب کے برابر ہے تو لڑکے پر الگ سے قربانی واجب ہے۔

(۳) اس صورت میں بیٹا واجب ترک کرنے کا گنہگار رہوا۔ باپ کے نام جو قربانی کی وہ باپ کی

طرف سے صحیح ہوئی۔ لیکن خود اپنے واجب کے ترک کا مجرم ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ضلع مئو ۲۱ رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ

(۱۰) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

اگر قربانی میں شرکا میں سے کسی نابالغ کا نام آجائے تو کیا مطلق کسی کی قربانی نہیں ہوگی، مثلاً زید نے قربانی دیا اس نے اپنے نابالغ بچے کا نام اس فہرست میں دے دیا ان سب کی قربانی ہوگی یا نہیں؟

(۲) بکر جو عالم دین ہے بتایا کہ اگر نابالغ بچوں کا نام شرکا میں ہے تو کسی کی قربانی نہیں ہوگی انہوں نے حوالہ بہار شریعت کا دیا:

''مسئلہ: اپنی طرف سے اور بچوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی اگر وہ نابالغ ہیں تو سب کی قربانیاں ناجائز ہیں اور بالغ ہیں اور سب لڑکوں نے کہدیا ہے تو سب کی طرف سے صحیح ہے، اور اگر انہوں نے کہا نہیں یا بعض نے کہا ہے تو کسی کی قربانی نہیں ہوئی۔ (بہار شریعت، پندرہواں حصہ صفحہ ۹۵)

(۳) اس سے قبل ایک اور مسئلہ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے اور نابالغ کی طرف سے اگرچہ قربانی واجب نہیں مگر کردینا بہتر ہے۔ (بہار شریعت ص ۶۸۵)

ان دونوں مسئلہ کے درمیان تطبیق کی کیا صورت ہے، کیا واقعی نابالغ کے نام سے قربانی دینے سے سب کی قربانی نہیں ہوتی، اگر نہ ہوتی ہے تو ہمارے علما اس مسئلہ کو علی الاعلان کیوں نہیں کہتے، عالی جناب میں گذارش ہے کہ مدلل ومستحکم مع الدلائل جواب مرحمت فرمائیں، کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد طاہر رضا شمسی صدر مدرس مدرسہ انوار العلوم سیلنگ کنی پاڑہ کیندراپارہ اڑیسہ

الجواب

آپ نے کسی غلط نسخے سے بہار شریعت کا یہ مسئلہ نقل کیا۔ ہمارے پاس رضوی کتب خانہ بازار صندل خاں بریلی شریف کا چھپا ہوا نسخہ ہے جس میں وہ عبارت مندرجہ طریقہ سے تحریر ہے:

کسی نے اپنی طرف سے اور بچوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی اگر وہ نابالغ ہیں تو سب کی قربانیاں جائز ہیں۔ بالغ ہیں اور سب لڑکوں نے کہدیا ہے تو سب کی طرف سے صحیح ہے۔ اور اگر انہوں نے کہا نہیں یا بعض نے نہیں کہا تو کسی کی قربانی نہیں ہوئی۔ ((عالمگیری) بہار شریعت ۱۵ رص ۱۴۲)

یہ مسئلہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عالمگیری سے نقل کیا ہے اس کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

لو ضحی بدنة عن نفسه و عرسه و اولاده لیس هذا فی ظاهر الروایة وقال الحسن بن زیاد فی کتاب الاضحیة ان کان اولاده صغارا جاز عنه وعنهم جمیعا فی قول ابی

حنیفہ و ابی یوسف رحمھما اللہ تعالیٰ وان کانوا کبارا ان فعل بامرھم جازعن الکل فی قول ابی حنیفۃ و ابی یوسف رحمھما اللہ تعالیٰ وان فعل بغیر امرھم اوبغیر امر بعضھم لاتجوزعنہ ولا عنھم فی قولھم جمیعا لان نصیب من لم یامر صارلحما فصار الکل لحما۔

(عالمگیری جلد پنجم ص ۳۰۲)

مزید قادری کتب خانہ بریلی شریف اور فاروقیہ کتب خانہ دہلی میں بھی وہی تحریر ہے جو ہم نے رضوی کتب خانہ کے حوالے سے لکھا، ہوسکتا ہے کہ آپ نے فرید بکڈپو دہلی کا نسخہ دیکھا ہو بہر حال کسی نے بے علمی یا بے توجہی یا معاند نے جائز کی جگہ ناجائز لکھدیا، اور آپ نے پریشان ہوکر ہم کو لکھدیا، آپ تو اپنے کو شمسی لکھ رہے ہیں پہلے آپ کو مختلف نسخوں سے مقابلہ ہی کر لینا چاہئے تھا تو حقیقت حال معلوم ہوجاتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۴رمحرم ۱۴۲۵ھ

(۱۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید ایک فیکٹری (Factory) میں کام سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد جو رقم ریٹائرڈ ہونے کے معاوضہ کے بطور دی گئی تھی اس سے صاحب نصاب کی حیثیت رکھتا ہے اور اس آمدنی کے بنا پر وہ ہر سال قربانی دیتا آیا ہے، مگر ایک سال خود اپنے نام پر اور دوسرے سال اپنی اہل خانہ کے نام پر، پھر اگلے سال اپنے نام اور دوسرے سال اپنے اہل خانہ کے نام پر، اس طرح سے قربانی کا سلسلہ چل رہا تھا اور امسال ۲۰۰۴/۲/۲ء کو قربانی کی باری زید کی اہل خانہ کے نام ہونی تھی کہ اچانک دار العلوم قادریہ ڈانڈیلی سے عید قربانی کی اپیل دستیاب ہوئی جس میں لکھا ہے: اگر کوئی مالک نصاب اپنی طرف سے قربانی کرنے کے بجائے دوسرے کی طرف سے کرے اور اپنے نام سے نہ کرے تو وہ گناہ گار ہوگا۔

مذکورہ اپیل پیش خدمت ہے اس سبب زید کو اپنے ارادہ سے ہٹ کر خود اپنے نام سے قربانی کرنی پڑی۔ زید کا ایک لڑکا ہے جو معمولی نوکری پر ہے اور بغیر شادی شدہ ہے اور اپنے والدین کے سایہ میں رہتا ہے، اب سوال پیدا ہوا:

(۱) کیا زید اگلے سالوں میں (انشاء اللہ) اپنے اہل خانہ کے نام یا اپنے بیٹے کے نام قربانی دے سکتا ہے؟ یا اس کو ہر سال اپنے نام سے قربانی دے کر پھر اور ایک بکرا اپنے اہل خانہ کے نام قربانی دینا ہوگا؟ اس پر شرعی حکم سے اطلاع دیں۔

المستفتی: سید عبدالرحیم

الجواب

قربانی ہر مالک نصاب پر مستقلا واجب ہے کہ وہ اپنی طرف سے کرے تو واجب کا بوجھ اترے

اور اپنی طرف سے نہ کرے یا اپنے بجائے دوسرے کی طرف سے کرے تو خود صاحب نصاب پر قربانی کا بوجھ لدا رہے گا۔ اور قیامت کے دن سوال ہوگا کہ تو نے اپنی قربانی کیوں نہیں کی؟ ہدایہ (۴۲۷) میں ہے:

الاضحیة واجبة علی کل حر مسلم مقیم موسر فی یوم الاضحی عن نفسه۔

قربانی واجب ہے ہر آزاد مسلمان مقیم مالدار (مالک نصاب) پر، بقرعید کے روز اپنی طرف سے

جس طرح نماز ہر عاقل بالغ مسلمان پر مستقلا فرض ہے کہ وہی پڑھے تو ادا ہوگی اور نہ پڑھے تو بوجھ اس پر لدا رہے گا۔ آپ نے اپنے مالک نصاب ہونے کا اقرار کیا ہے تو جب تک آپ کے پاس مال نصاب کے مقدار میں رہے گا مستقلا آپ پر سال بسال قربانی واجب رہے گی، جو آپ کے اپنے نام سے قربانی کرنے سے ادا ہوگی۔

آپ کی بیگم اگر ان کے پاس مقدار نصاب ان کا ذاتی مال نہ ہو تو ان پر قربانی واجب نہیں، اور اگر نصاب بھر ذاتی مال ہو یا تو ان کے پاس ان کا نجی پیسہ جیسے میکہ سے تقریبات اور تہوار پر ہر عورت پاتی ہے ۔یا آپ نے ان کی ضروریات کے نام سے وقتا فوقتا رقم دی ہو جس میں سے انہوں نے پس انداز کر رکھا ہو۔ یا ان کے پاس میکہ کے زیورات ہوں وغیرہ تو جب سے ان کے پاس نصاب بھر رقم ہوئی اور جب تک باقی رہی برابر ان پر سال بسال علیحدہ سے قربانی واجب ہے۔ اور یہی حکم بالغ بچہ کا بھی ہے۔

تو جیسے ہر بالغ مسلمان مرد وعورت پر ہر وقت کی نماز علیحدہ فرض ہے ایسا نہیں ہے کہ ایک وقت کی نماز صاحب پڑھیں اور دوسرے وقت کی نماز بیگم ادا کریں اور تیسرے وقت کی نماز صاجزادے۔ اسی طرح قربانی بھی ہر مالک نصاب پر الگ الگ واجب ہے اور جب تک اس کے نام سے قربانی نہیں ہوگی ادا نہیں ہو سکتی، البتہ چونکہ قربانی مالی عبادت ہے، اس لیے یہ آسانی ہے کہ چاہے تو ہر مالک نصاب قربانی کا جانور اپنی خاص رقم سے خرید کر یا ان میں ایک شخص سب کی طرف سے پیسہ دیدے اور جن کی طرف سے یہ پیسہ دے رہا ہے ان کی اجازت ہو۔

خلاصہ یہ کہ گھر میں تین مالک نصاب ہوں تو سب کے نام ایک ایک بکری یا بڑے جانور میں تین حصہ ہونا ضروری ہے۔ اور آپ نے اپنا جو دستور بنایا ہے اس میں تو یہ خرابی ہے کہ جس سال آپ اپنی طرف سے قربانی کرتے ہیں اس سال تو آپ کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے اور جس سال اپنے بجائے اپنی بیوی کی طرف سے قربانی کرتے ہیں تو اگر بیوی صاحب نصاب ہو تو اس کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے لیکن آپ اپنی قربانی نہ کرنے کے مجرم ہیں۔ (اسی کو اس اشتہار میں گنہگار لکھا ہے) اور آپ کی عورت اگر مالک نصاب نہ ہو تو اس پر قربانی تھی ہی نہیں تو یہ قربانی اس کی طرف سے نفل ہوگی اور آپ ویل وخسارے میں گرفتار

ہوں گے کہ جو قربانی واجب تھی وہ ادا نہیں کیا اور جو واجب نہیں تھی اس کو کیا۔ خیال فرمایئے وہ آدمی کتنے گھاٹے میں ہے، جو روزانہ ہر نماز کے وقت فرض چھوڑ کر صرف نفل پڑھے چلا جائے۔

ہماری اس تفصیل سے غالبا مسئلہ قربانی کی نوعیت آپ کی سمجھ میں آگئی ہوگی۔ آئندہ اگر گھر میں صرف آپ ہی مالک نصاب ہوں تو ہر سال اپنے ہی نام کی قربانی کریں دوسروں پر قربانی واجب ہی نہیں، آپ کی عورت اور آپ کا بیٹا تینوں مالک نصاب ہوں تو تین جانور یا بڑے جانور میں تین حصہ ہر سال تینوں کے نام ہونا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۲ رمحرم ۱۴۲۵ھ

(۱۲-۱۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) قربانی کے لیے گائے خریدی اور خریداری کے وقت یہ نیت کی کہ اگر کوئی مل گیا تو اس کو بھی گائے میں شریک کرلوں گا، اس کے بعد کچھ اور لوگ گائے میں شریک ہو گئے تو یہ درست ہے؟ اور اگر پوری گائے اپنی طرف سے کرنے کا ارادہ تھا تو اس میں کسی اور کو شریک کرنا بہتر نہیں؟

لیکن کسی کو شریک کرلیا تو یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ امیر ہے جس پر قربانی واجب ہے یا غریب ہے جس پر قربانی واجب نہیں۔ امیر ہے تو شرکت صحیح اور قربانی درست اور غریب ہے تو درست نہیں۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۴۶ر۴۷)

(۲) قربانی کا جانور کہیں گم ہو گیا، دوسرا خریدا، پھر پہلا بھی مل گیا، اگر امیر آدمی کو ایسا اتفاق ہوا تو اس پر ایک ہی قربانی واجب ہے اور غریب کو یہ اتفاق ہوا تو اس پر دونوں قربانیاں واجب ہو گئیں۔ (ایضا)

(۳) ہندہ مطلقہ ہے جس کی ایک لڑکی بھی ہے۔ زید چاہتا ہے کہ ہندہ سے خود نکاح کرے اور لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کرے ایسا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

اکبر علی خاں موضع سیدھی پوسٹ ہر پور تیوری ضلع گورکھپور ۲۶ رجون ۵۹ء

الجواب

(۱) قربانی کے دونوں مسئلے صحیح ہیں۔ پہلا عالمگیری میں ہے۔ اور دوسرا در مختار میں ہے۔

(۲) صورت مسئولہ میں دونوں نکاح درست ہیں۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (النساء : ٢٤)

(۳) محرمات کے علاوہ سے نکاح جائز ہے اور سوال میں درج کی ہوئی عورتیں نکاح کرنے والوں کی محرم نہیں، اس لیے یہ نکاح جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبد المنان اعظمی ۲۷ رمحرم ۱۳۷۹ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ

(۱۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید قوم بدیہ میں سے ہے، وہ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ صوم وصلوۃ کا پابند بھی ہے صرف فرق اتنا ہے کہ جب وہ قرأت کرتا ہے تو اس کی قرأت عجب طرح کی ہوا کرتی ہے۔

﴿فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ﴾ (البقرة:۱۵۲) کو "فاذ کرنی آذ کر کم" پڑھتا ہے کیا اس کے ساتھ قربانی میں شریک رہنا صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) یا اسکی قرات بالکل صحیح ہوتی ہے جس طرح عام سنی قرات کرتے ہیں، اسی طرح وہ بھی قرأت کرتا ہے مگر یہ قوم بدیہ سے ہے، اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

المستفتی محمد نور الدین مقام پیاز گاؤں پوسٹ منگنا بھیٹا ضلع مغربی دیناج پور بنگال

الجواب

بنگال کے سرحدی علاقہ میں جو بدیا قوم رہتی ہے اس کے بارے میں یہ معلوم ہوا کہ وہ سخت قسم کے غیر مقلد ہوتے ہیں۔ اور غیر مقلدین میں بہت سے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی گمراہی حد کفر کو پہنچی ہوتی ہے، اگر یہ بدیا بھی اس حد تک گمراہ ہوں تو ان کے ساتھ قربانی کرنے میں کسی کی قربانی نہ ہوگی

عالمگیری میں ہے: ولو كان احد الشركاء ذميا كتابيا او غير كتابي وهو يريد اللحم او يريد القربة في دينه لم يجز ئهم عتدنا لان الكافر لايتحقق منه القربة ۔(ج٥/٤٦٣)

اور درمختار میں ہے: لان الاراقة لايتجزأ۔

قربانی کے شریکوں میں سے ایک کافر ہو وہ گوشت کی خاطر شریک ہوا یا اپنے طور پر عبادت کی نیت سے کسی کی قربانی جائز نہ ہوگی کہ کافر اہل ثواب اور اہل قربتہ میں سے نہیں ہے۔ اور درمختار میں ہے: قربانی میں عبادت خون بہانا ہے۔ اور اس میں حصہ بخرہ نہیں تو کافر کی ناجائز تو سب کی ناجائز۔ اور گمراہی حد کفر کو نہ پہنچی تب بھی ان کو شریک نہ بنانے میں ہی احتیاط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۱۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید نے لڑکے کا عقیقہ کرایا، اس میں دونوں خصی ہی پر عقیقہ کرایا، دوسرا کہتا ہے کہ ہر لڑکے کے عقیقہ پر ایک نر اور ایک مادہ پر یعنی ایک بکری اور ایک بکرا پر عقیقہ درست ہے، مگر زید نے نروں پر ہی عقیقہ کرایا اور زید نے یہ کہا کہ عقیقہ کا گوشت ماں باپ نانا نانی کو نہ کھانا چاہئے۔

(۲) زید کہتا ہے کہ خصی بڑھیوں پر قربانی درست نہیں کیونکہ اس کے دونوں کپورے نکال دئے

جاتے ہیں اس لیے بوک (انڈو) پر قربانی ہونی چاہئے خصی (بدھیا) پر نہیں۔

(۳) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید کہتا ہے حضور پر نور سرکار دو عالم ﷺ کی معراج ہوئی، آپ جس وقت ام ہانی کے گھر آرام فرماتے تھے آپ چھت پھاڑ کر عرش معلیٰ پر گئے، دروازے سے نہیں، اس لیے زنجیر ہلنے کی کوئی ضرورت نہیں، زنجیر کا ہلنا غلط ہے اور خداوند کریم سے نوے (۹۰) باتیں ہوئیں جس میں سے کل ساٹھ باتوں کو ظاہر کیا اور تیس کو نہیں بلکہ چھپالیا۔

اس لیے آپ سے پر خلوص گزارش ہے کہ مذکورہ بالا مسئلوں کو حوالے کے ساتھ ساتھ تحریر فرمائیں عین کرم ہوگا۔

المستفتی، شکیل احمد انصاری

الجواب

زید نے سب مسئلے غلط بتائے اور جہالت کی باتیں کیں۔ بہار شریعت میں ہے لڑکے کے عقیقے میں دو بکرے اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکری یعنی لڑکے میں نر اور لڑکی میں مادہ مناسب ہے اور لڑکے میں بکریاں اور لڑکی میں بکرا کیا جب بھی حرج نہیں۔

اسی میں ہے عوام میں یہ بہت مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت بچہ کے ماں باپ اور دادا دادی نانا نانی نہ کھائیں غلط ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

بہار شریعت میں ہے: خصی یعنی جس کے خصیے نکال لیے گئے ہوں یا مجبوب جس کے خصیے اور عضو تناسل کاٹ لیے گئے ہوں ان کی قربانی جائز۔

بلکہ حدیث شریف میں ہے: کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے خصی کی قربانی کی۔

حدیث شریف میں جبریل امین کے بارے میں تو ہے کہ جب وہ رسول اللہ کو لینے کے لیے آئے تو دروازہ سے نہیں آئے گھر کی چھت پھاڑ کر آئے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ اس پھٹی ہوئی چھت کی راہ سے آسمان پر گئے یہ کسی روایت میں نہیں۔ یہ صرف زید کی انکل پچو ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقات میں اور شیخ محدث دہلوی نے لمعات میں لکھا ہے:

کہ روایتوں میں اس موقع پر کئی الفاظ آئے ہیں، کسی میں ہے میں حطیم میں سورہا تھا اور بعض میں ہے کہ میں بیت اللہ کے پاس تھا۔ اور بعض میں ہے کہ میرے گھر کی چھت کھلی اور میں مکہ میں تھا اور بعض میں ہے کہ آپ کی شعب ابی طالب سے معراج ہوئی اور بعض میں ہے کہ ام ہانی کے گھر سے، ان سب روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ یہ سب جگہیں قریب ہی ہیں، آپ ام ہانی کے گھر تھے۔ گھر کی چھت کھلی اور اس سے فرشتہ اترا۔ پھر وہ مجھے گھر سے بیت اللہ شریف میں لے آیا۔ دیکھئے صاف تحریر ہے کہ گھر میں سے کعبہ

شریف کے پاس لائے تو چھت پھاڑ کر کعبہ شریف کے پاس تشریف لانے کی کیا ضرورت تھی۔ زید کسی روایت میں یہ دکھا نہیں سکتا کہ حضور چھت پھاڑ کر عرش معلی پر گئے۔ آج لوگ دین اور مذہب سے دور ہو گئے ہیں بے پڑھے لکھے دینی معاملات میں دخل دینے لگے ہیں، خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ، ۷رذوالقعدہ ۱۴۰۵ھ

(۱۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

قربانی واجب ہے یا سنت؟ اگر واجب ہے تو اس کے وجوب پر کیا دلیل ہے؟ برائے مہربانی ارشاد فرمایئے۔ حافظ محمود صاحب

الجواب

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک واجب ہے۔ اس کی دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

"من وجد سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا (سنن الدار قطنی ٤/٢٧٧)" اس حدیث کو ابن ماجہ وابن ابی شیبہ وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنی اپنی کتابوں میں تحریر فرمایا۔ اس حدیث میں وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر وعید ہے اور یہ واجب کی شان ہے۔ آفندی کی روایت ہے: "اقام رسول الله ﷺ بالمدينة عشر سنين يضحى" اور کسی فعل پر سرکار کی مواظبت بغیر ترک کے وجوب کی دلیل ہے۔ یونہی حضور ﷺ کی حدیث ہے: "ضحوا فانها سنة ابيكم ابراهيم" اس حدیث میں ضحوا امر کا صیغہ ہے۔ امر وجوب کے لیے ہے، اسی سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاحب استطاعت پر قربانی کو واجب کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ

(۱۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے عیدالاضحیٰ پر قربانی کرنی چاہی اور ساتھ ہی ساتھ چھ حصہ دار مل گئے۔ اور زید نے دس روپے پہلے دے دیے تاکہ بھینس آج کے بعد جو حصہ سب لوگوں کے لیے ہوگا اس اعتبار سے سب لوگوں پر برابر روپیہ تقسیم ہو جائے گا۔ مگر سب حصہ داروں نے مخاصمت کے بنا پر زید سے کہا کہ آپ قرض دار ہیں آپ اگر شامل رہیں گے تو سب لوگوں کی قربانی ناجائز ہو جائے گی۔ اسی بنا پر لوگوں نے زید کا حصہ واپس کر دیا اور یہ بات بھی ضرور ہے کہ زید نے کسی سے قرض لیا ہے۔ مگر زید کے پاس قرض سے زیادہ سونا یا چاندی اور بھی دوسری چیزیں موجود ہیں جو قرض سے زیادہ ہیں۔ اور یہ قرض زید نے اپنی وقتی ضرورت کے

تحت کسی سے لیا تھا۔ اور زید نے جو پیسہ یا روپیہ قربانی کرنے کے لیے دیا تھا وہ روپیہ قرض کا نہ تھا بلکہ زید کا اپنا روپیہ تھا۔ اب اس صورت میں تمام حصہ داروں کی قربانی جائز ہوگی یا نہیں؟ اور زید کو نکالنے کے بعد انہیں حصہ داروں میں سے ایک نے زید کا حصہ لے لیا ہے۔ تو ان لوگوں کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔ اس طرح زید کی کافی بے عزتی ہے جس کا کافی غم ہے۔ اور اب اگر زید قربانی کرنا چاہے تو زید کے لیے قربانی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ابوالحسن محلہ کٹرہ

الجواب

لوگوں نے جو یہ مسئلہ بتایا کہ قرضدار قربانی نہیں کر سکتا اور وہ جن لوگوں کے ساتھ شریک ہوا ہے سب کی قربانی نا جائز ہوگی محض غلط اور بے بنیاد ہے۔ ان لوگوں نے اپنی حرکت اور اپنے طرز عمل سے جو تکلیف زید کو پہنچائی توبہ کرنی چاہئے اور زید سے معافی مانگنی چاہئے۔ ہاں زید کو نکالنے کے بعد بقیہ حصہ داروں نے جو جانور خریدا اس کی قربانی جائز ہوگی اس طرح اگر زید بھی قربانی کرنا چاہے تو اس کی قربانی جائز ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۷/ذوالحجہ ۸۵ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کے بالغ ونابالغ بھائی بہن بھی ہیں اور مختلف ذرائع سے یعنی تجارت وملازمت سے بھی کمائی کر کے جو کچھ آمدنی ہوتی ہے زید کے پاس جمع کرتے ہیں تا کہ وہ خانہ داری انجام کریں۔ جیسا کہ ہندوستان میں اکثر جگہوں پر طریقہ ہے کہ پورے کنبے کا مالک کسی ایک کو بنا دیا جاتا ہے اور آمد وخرچ سب کے مشترک رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر زید قربانی کے دنوں میں صاحب نصاب ہو جائے تو قربانی صرف زید کی طرف سے دی جائے یا فرداً فرداً سب پر واجب ہے۔ فقط والسلام محمد عباس

الجواب

صورت مسئولہ میں وہ مال سب کا مشترک ہے اگر اتنا ہو کہ سب کے حصہ میں اتنا اتنا آئے کہ سب اس دن نصاب کے مالک ہو جائیں تو سب بالغوں پر قربانی واجب ہوگی۔ اگر اتنا حصہ نہیں جو نصاب کو پہنچے تو کسی پر قربانی واجب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۲۰-۲۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) خصی کی اوجھڑی کھانا حرام ہے یا نہیں؟

(۲) زید مالک نصاب ہے خصی کی قربانی ہمیشہ کرتا ہے۔ اگر اس خصی کو دوسرے کے نام قربانی کرے اور اپنے نام نہ کرے تو جس کے نام قربانی کرے گا تو ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید اشفاق حسین موضع مجھورا ڈاک خانہ ہرپور ضلع گورکھپور

الجواب

(۱) قربانی دوسرے کے نام ہو جائے گی لیکن نصاب کا مالک جس پر قربانی واجب تھی اگر اس نے اپنے نام کی قربانی نہ کی تو اس کا وجوب اس کے اوپر رہ جائے گا۔

(۲) خصی کی اوجھڑی مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ مدرس اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۲۲-۲۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں۔

سوال نمبر ۱۔ زید کے والد ایک عام مسلمان تھے، زید نے اپنے والد کے انتقال کے بعد ان کے نام قربانی کی تو کیا اس قربانی کے گوشت کو ہر خاص وعام مسلمان کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال نمبر ۲۔ زید نے ہندہ کے ساتھ زنا کیا اور حمل بھی ہو گیا۔ اور حمل ہی کی حالت میں زید نے ہندہ سے نکاح کر لیا۔ لہٰذا اس بچے کو شرع کے حکم سے کیا سمجھیں گے۔

سوال نمبر ۳۔ زید اور اس کی بیوی خاص ایک کمرے میں رات گزارتے اور اس کے والد والدہ ہمیشہ ایک دوسرے خاص کمرے میں رات گزارتے۔ اتفاقاً ایک رات زید کے کمرے میں اس کی ماں سو گئی۔ اور اس کے والد کے کمرے میں زید کی بیوی، اب زید نے اپنی والدہ کے ساتھ ہمبستری کی اور اس کے والد نے بہو سے دونوں کو حمل ہو گیا۔ دونوں کو بچہ پیدا ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ اس کی ماں سے جو بچہ پیدا ہوا اس کی صورت زید سے مل رہی ہے۔ اور زید کی بیوی سے جو بچہ پیدا ہوا اس کی صورت اس کے والد سے مل رہی ہے، ایسی حالت میں شریعت کی رو سے بچہ کو کیا کہیں گے۔

سوال نمبر ۴۔ ہندہ کی وفات کے بعد زید نے اپنی ساس ہندہ کی والدہ سے زنا کیا تو کیا اپنی بیوی کے مال متروکہ سے حصہ وراثت لے سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی صلاح الدین ابن محمد افضل کریم الدین پور گھوسی

الجواب

(۱) میت کی طرف سے جو قربانی کی تو اس کے گوشت کا بھی وہی حکم ہے کہ خود کھائے اور دوست احباب کو دے۔ یہ ضروری نہیں کہ سارا گوشت فقیروں ہی کو دے۔ کیونکہ گوشت اس کی ملک ہے یہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ اور اگر میت نے کہدیا ہے کہ میری طرف سے قربانی کردینا۔ تو اس میں سے نہ کھائے بلکہ کل گوشت صدقہ کردے۔

شامی میں ہے: "من ضحی عن المیت کما یصنع فی اضحیة نفسه من التصدق والاکل والاجر للمیت والملك للذابح قال الصدر والمختارانه ان یأمر المیت لایاکل منها والایاکل۔ (ج۹/۳۹۵)

(۲) شریعت میں ثبوت نسب کا مدار نطفے ہی پر نہیں بلکہ اس کے لیے زوجیت اور رشتہ نکاح بھی ضروری ہے۔ ہدایہ میں ہے: "اذا تزوج الرجل امراة فجائت بولد لاقل من ستة اشهر منذ یوم تزوجها لم یثبت نسبه۔ وان جاءت به لستة اشهر فصاعداً یثبت نسبه"

جس نے کسی عورت سے شادی کی تو شادی کے بعد چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب ثابت نہیں ہے۔ اور چھ مہینے یا اس سے زائد میں بچہ پیدا ہوا تو بچہ ثابت النسب ہے۔ یہی حکم صورت مسئولہ میں بھی ہے۔

(۳) نسب کے ثبوت کا مدار مشابہت پر بھی نہیں۔ ورنہ خود زید کے لیے بھی کسی باپ کو تلاش کرنا پڑے گا۔ کیونکہ سوال کی عبارت سے ظاہر ہے کہ وہ خود اپنے باپ کے مشابہ نہیں۔

حدیث شریف میں ہے: "عن عائشة ان عبدبن زمعة وسعدبن وقاص اختصما الی النبی ﷺ فی ابن امة زمعة فقال سعد یارسول الله اوصانی اخی اذا قدمت ان انظر ابن امة زمعة فاقبضه فانه ابنی وقال عبدبن زمعة اخی وابن امة التی ولد علی فراش ابی فرائی النبی ﷺ شبها بیناً بعتبة۔ فقال هو لك یاعبدبن زمعة الولد للفراش وللعاهر حجر"

عبد بن زمعہ اور سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ کے پاس مقدمہ لائے۔ حضرت سعد نے کہا یارسول اللہ میرے بھائی عتبہ بن وقاص نے مجھے یہ وصیت کی کہ جب تم مکہ پہنچو تو زمعہ کی باندی کے بچے پر قبضہ کرلینا۔ وہ میرے نطفے سے ہے۔ اور عبد بن زمعہ نے کہا یارسول اللہ یہ میرا بھائی ہے کہ میرے باپ کی باندی کے بطن سے ہے جو اس کے تصرف میں تھیں۔ حضور ﷺ نے جب اس بچے کو دیکھا تو وہ بالکل عتبہ بن وقاص کے مشابہ تھا۔ آپ نے فرمایا اے عبد بن زمعہ یہ بچہ تمہارا بھائی ہے۔ بچہ

اسی مرد کا ہے جس کی بیوی ہو اور زانی کے لیے پتھر ہے۔

دیکھئے حضور ﷺ نے کس طرح عتبہ کے عین مشابہ ہونے کے باوجود زمعہ ہی کا لڑکا قرار دیا۔ پس یہاں بھی یہ لڑکے انہیں مردوں کے قرار دیئے جائیں گے۔ جن کی وہ بیویاں ہیں۔ البتہ ان کی اس حرکت ناشائستہ کی انہیں یہ سزا ملے گی کہ ان دونوں باپ بیٹے کی بیویاں ایک دوسرے پر تو پہلے ہی سے حرام تھیں۔ اب عورت خود اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔

ان دونوں کو لازم ہے کہ فوراً ان کو چھوڑیں اور اپنے سے علیحدہ کر دیں یہ سوال کسی امر واقعہ سے متعلق ہے تو سوا اس کے ہم کیا کہہ سکتے ہیں کہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور اگر فرضی ہے تو کسی گندے ذہن کی پیداوار ہے۔

(۴) ظاہر یہی ہے کہ زید کی اس ناپاک حرکت سے اس کی وراثت پر کچھ اثر نہیں پڑے گا کہ وہ بیوی کی موت کے بعد ثابت ہو چکی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۲۶) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے قربانی کی منت مانی تو اس قربانی کا گوشت خود کھا سکتا ہے کہ نہیں؟ مدلل تحریر فرمائیں عین کرم ہوگا۔

المستفتی مشہود احمد اعظمی دار العلوم ندائے حق اشرفیہ بوھل گنج ضلع گورکھپور

الجواب

چونکہ یہ منت منت شرعی نہیں اس لیے اس کو خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلا سکتا ہے۔

شامی میں ہے: "من ضحی عن المیت یصنع کمایصنع فی اضحیۃ نفسہ (ج۹/۳۹۵)"۔

واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۲۷-۳۰) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) حضور کی حدیث ہے کہ جب استنجاء کرنے جاؤ تو یہ دعا پڑھو۔

"اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث"

بذات خود حضور اس کو پڑھتے تھے، جب رسول اکرم معصوم ہیں اور آپ پر شیطان قدرت نہیں پاسکتا تو پھر حضور کیوں پناہ چاہتے تھے۔

(۲) قربانی واجب ہونے پر اعلیٰ حضرت فتاویٰ افریقہ میں لکھتے ہیں کہ ضروریات اصلیہ کے

علاوہ جو چھپن روپے کا مالک ہو اس پر قربانی واجب ہے۔

عالمگیری میں ہے کہ دوسو درہم کا جو مالک ہو اس پر قربانی واجب ہے۔ دوسو درہم کتنا ہوا اگر چھپن سے بڑھ جائے تو تطبیق کی کیا صورت ہے۔

(۳) قرآن میں ہے کہ: ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى. إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾ (النجم:۳)

اور مسلم کتاب العلم میں ہے کہ: "کلامی لاینسخ کلام الله"

اس کے حاشیہ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرا کلام اللہ کے کلام کو نسخ نہیں کرے گا۔ محدثین کے نزدیک اس سے مراد وہ ہے کہ جو حضور اپنے مرضی سے کلام کرتے ہوں، تطبیق دے کر واضح کردیں۔

(۴) اور یہ شعر "میان عاشق ومعشوق رمزیست — کراما کاتبیں راہم خبر نیست"

غلط ہے یا صحیح؟ جلد از جلد جواب سے نوازیں تا کہ مضطرد ل کو سکون قلبی حاصل ہو۔

آپ کا خاکپا رفیع احمد منانی مدرسہ علیمیہ انوار العلوم سرکاہی شریف پوسٹ قابل پور مظفر پور

الجواب

(۱) امام عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سوال کا جواب اپنی شرح میں دیا ہے جو شاید درس بخاری کے وقت بیان کیا جا چکا ہے۔ "ان الاستعاذة من النبی علیه الصلاة والسلام اظهار للعبودية وتعليمهم للامة والا فهو عليه السلام محفوظ من الجن والانس"۔ (عینی۔ج۲ص۲۷۲)

(۲) آپ اس بحث کو فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۴۴۱ رمیں دیکھ لیجئے۔ ۲ درم ہمارے زمانہ کے تولہ سے جو ۱۲ رماشے کا ہوتا ہے ساڑھے باون تولہ ہے اور اس روپیہ سے جو اعلیٰ حضرت کے زمانے میں رائج تھا جس کا وزن سوا گیارہ ماشہ ہوتا تھا۔ ۵۶ روپے بھر ہے تو اعلیحضرت نے جو چھپن بھر لکھا ہے تو قیمت کے اعتبار سے نہیں بلکہ وزن کے اعتبار سے، قیمت اس کی کم ہو یا زیادہ، آج کل چاندی کے دام بہت بڑھ گئے ہیں تو ۵۶ روپے بھر چاندی کی قیمت ہزاروں روپے ہوگی اور رائج روپیوں سے وہی مقدار نصاب ہوگی۔

(۳) حنفیوں کے نزدیک حدیث شریف سے کتاب اللہ کا نسخ جائز ہے۔

نور الانوار میں ہے: "والنسخ بالكتاب والسنة متفقا ومختلفا خلافا للشافعی"۔ ص ۲۱۰۔ وحسامی ص ۸۹ جیسا کہ آیت ﴿وما ينطق عن الهوىٰ﴾ ۔ کا مقتضا ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے۔ "احاديثنا ينسخ بعضه بعضا كنسخ القرآن"

ترجمہ: ہماری حدیث بعض بعض کو منسوخ کر دیتی ہے۔ قرآن کے نسخ کی طرح رہ گیا اس حدیث

کا جواب جو صاحب مرقات نے ابن حجر کا قول نقل کیا ہے۔

"والاصح انه یجوز نسخ کل بالآخر ولا یرد علیهم مافی الحدیث لتوقف ذلک علی صحته وحسنه" اس کا مطلب یہ ہے کہ ابن حجر کو اس حدیث کے قابل قبول ہونے میں کلام ہے، ایک تاویل یہ بھی کی ہے:"ویمکن تاویله بحمله علی انه لاینسخ للفظ ای تلاوته"

مطلب یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ بھی منزل من اللہ ہیں اور حدیث شریف کے الفاظ منزل من اللہ نہیں ہیں۔ تو حدیث شریف سے قرآن کی تلاوت منسوخ نہیں ہوسکتی اور آیت مبارک میں رسول اللہ کے الفاظ کو وحی نہیں فرمایا گیا ہے مفہوم اور مطلب کو وحی فرمایا گیا ہے، کیونکہ وحی متلو اور غیر متلو میں یہی بنیادی فرق ہے۔ کہ اول کے الفاظ و معانی دونوں منزل من اللہ ہیں اور ثانی کے صرف معانی تو ﴿ان هو الا وحی یوحیٰ﴾ میں احادیث کے الفاظ کو بھی وحی قرار دینا ظاہر کے خلاف ہے اور ظاہر کے خلاف کو آیت کا معنی بتانا غلط ہے، پس اس تقریر کی روشنی میں حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ حدیث کے ذریعہ قرآنی الفاظ کو منسوخ نہیں مانا جاسکتا تو فی الجملہ آیت اور حدیث دونوں کے معنی درست ہوگئے۔

شیخ محقق نے دو باتیں اور کہی ہیں:

(۱) حدیث "کلامی لاینسخ کلام الله" خود منسوخ ہے اور اس کی ناسخ دوسری حدیث ہے جس پر ہم نے لائن کھینچ دی اور مطلب بھی لکھ دیا ہے کہ ہماری حدیث سے یہ ظاہر ہے کہ حدیث رسول حدیث کی طرح قرآن کو بھی منسوخ کرتی ہے۔

(۲) آپ نے یہ مسئلہ پڑھا ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ کے اجتہاد میں غلطی ہوسکتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو اس پر باقی نہیں رکھتا، بلکہ اس کی تعلیم اور تنبیہ فرمادیتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے شہد اپنے اوپر حرام فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آیت اتاری۔ ﴿لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾ (التحریم: ۱)

حدیث میں ایسے ہی کلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ کلام اللہ کو منسوخ نہیں کرے گا، کیونکہ اس کا ناسخ تو خود قرآن میں اترنے والا ہے۔ اور جس کلام رسول کو وحی قرار دیا گیا ہے وہ اس کے علاوہ ہے تو آیت و حدیث کا محمل الگ الگ ہوگیا اور کوئی تعارض نہیں رہا اور یہ امر بالکل ظاہر ہے، کیونکہ احادیث کو آیت میں جو وحی کہا گیا ہے تو اس میں منسوخ حدیثیں قطعاً داخل نہیں۔

(۴) شعر کے صحیح معنی بنائے جاسکتے ہیں اور غلط بھی، صحیح تو اس طرح کہ محبوب و محب سے خاص رسول اللہ ﷺ اور ان کا چاہنے والا، اللہ تعالیٰ مراد لیا جائے تو بلاشبہ اللہ نے اپنے حبیب کو ایسے علوم کی بھی خبر دی جس کو کراماً کاتبین تو کیا جبرئیل و میکائیل کو بھی خبر نہیں، حالانکہ جبرئیل وحی لانے والے ہیں، اسی

طرح محبوب ومحب کو عام ہی رکھا جائے اور رمز سے مراد وہ معاملات لیے جائیں جن کا تعلق نفس کی لذت سے ہے تو کراما کاتبین یہ تو جائیں گے کہ ان دونوں نے یہ کام کیا لیکن ان باتوں سے جو ان کو نفسانی لذت حاصل ہوئی اس سے کس طرح آگاہ ہوں گے کہ وہ نفسانی لذتوں کے ادراک سے پاک ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان سے پاک اور مبرا فرمایا ہے۔

اور اگر عام بات مراد لی جائے اور عاشق ومعشوق سے عام چاہنے والے اور مطلب یہ کہ دو چاہنے والے اشارے اشارے میں ایسی باتیں کہہ جائیں جس سے کراما کاتبین بے خبر ہوں تو یہ غلط اور ناجائز ہے، عوام عام طور سے یہی آخری معنی مراد لیتے ہیں، اس لیے اس شعر سے احتراز ہی کیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۳۱/۷/۱۹۸۸ء

(۳۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید بریلوی مکتب فکر کا آدمی ہے اور عمر کا تعلق مسلک دیوبند سے ہے، دونوں ایک جانور میں مشترکہ قربانی کرنا چاہتے ہیں، کیا دونوں کی قربانی ایک ساتھ ادا ہوگی یا نہیں؟ جب کہ زید کہتا ہے کہ میری قربانی عمر کے ساتھ نہیں ہوگی کیونکہ وہ مسلک دیوبند سے تعلق رکھتا ہے۔

نیز عمر کی شادی ایک بریلوی مکتب فکر کے یہاں ہوئی ہے تو زید کے مذکورہ قول کے مطابق میری قربانی عمر کے ساتھ نہیں ہو سکتی تو عمر کے نکاح کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ المستفتی ابوسعید اعظمی نوادہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب

قربانی کے جانور میں دیوبندی شریک ہو تو سنی کی قربانی نہیں ہوگی، دیوبندیوں پر علمائے عرب وعجم نے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ اسی طرح سنی کی شادی بھی دیوبندی سے نہیں ہو سکتی مرد ہو یا عورت۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۷ رذوالحجہ ۱۴۰۸ھ

(۳۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید نے بکرے کی قربانی کرائی اور اپنی پسند کا گوشت جن ٹکڑوں کا پسند کیا نکال لیا، بعد میں بچے گوشت کی بوٹیاں تیار کرا کر اس کے دو حصے کیے غریبوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کرا دیا۔ اور جو پسندیدہ گوشت تھا گھر میں استعمال کیا۔ کیا ایسی حالت میں زید کی قربانی درست ہے۔ شکیل احمد انصاری، شہاب پور بارہ بنکی

الجواب

قربانی کے گوشت کا رشتہ داروں احباب اور فقیروں میں تقسیم کرنا ضروری نہیں۔ بہتر اور مستحب

ہے۔اگر کل گوشت زید خود ہی رکھ لیتا۔گھر میں ہی استعمال کر لیتا۔تو بھی اس کی قربانی صحیح ہوتی۔زیادہ سے زیادہ یہ بات غیر مناسب ہوگی۔کہ گوشت کا عمدہ حصہ اپنے لیے رکھ لیا۔

﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾(ال عمران:۹۲)۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو

(۳۳-۳۴)**مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) چھ آدمیوں نے مل کر ایک گائے خریدی، قیمت میں سب کے سب برابر کے شریک ہیں، ایک حصہ کو سب نے مل کر پیارے آقا ﷺ کے نام سے کیا، زید کہتا ہے کہ کسی کی جانب سے قربانی نہیں ہوئی۔

(۲) زید چار بھائی ہیں۔جس میں ایک نابالغ ہے اور چاروں نے اپنی ماں کو اپنے رقم کا مالک بنایا، اب چاروں کے روپیہ کے جانور خرید کر اپنے نام سے قربانی دے رہی ہے، کیا جائز ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔ المستفتی انعام الحق

الجواب

(۱) ایک جانور کی صرف سات آدمیوں کے نام سے قربانی کی جاسکتی ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے: اگر سات آدمی مل کر ایک گائے کی قیمت نہ ادا کر سکیں تو یہ ممکن ہے کہ دہ سو آدمیوں سے چندہ کریں اور سب مل کر ساتوں آدمیوں کو چندہ کا مالک کردیں اور وہ لوگ اپنی طرف سے قربانی کردیں، ساتوں کے نام قربانی ہوگئی، بقیہ لوگوں کو قربانی میں مدد کا ثواب ملے گا ظاہر ہے۔

اس صورت میں ایک حصہ میں آدمیوں کا پیسہ لگا ہے، چھ آدمیوں نے مل کر ایک حصہ کی رقم ادا کی اور قربانی اس کی حضور کے نام سے کردی تو قربانی ضرور ہوئی زید نے اپنی انکل سے غلط مسئلہ بتایا ہے۔

(۲) نابالغ اپنا پیسہ نہ خود کسی کو دے سکتا ہے نہ اس کی طرف سے اس کا ولی دے سکتا ہے۔

درمختار کتاب الہبہ میں ہے: "لایجوز ان یھب شیئامن مال طفلہ"(ج۸/۴۳۴)

باپ اپنے نابالغ لڑکے کا مال کسی کو ہبہ نہیں کرسکتا۔

عقود الدریہ میں ہے:"لوطلق الصبی زوجتہ اووھب مالہ لم یجز"

بچہ نے اپنی عورت کو طلاق دی یا اپنا مال کسی کو دیا تو یہ جائز نہ ہوا۔

ایسی صورت میں جب ماں کو رقم دینے والوں میں نابالغ تھا، ماں اس رقم کی مالک نہیں ہوئی تو اس رقم سے جانور خرید کر قربانی کیسے کرسکتی ہے؟ قربانی جائز نہ ہوگی۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۵/ذوالحجہ۱۴۱۹ھ

(۳۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

حضرت بات یہ ہے کہ آج کل فتنہ وہابی دیوبندی ہے جس میں پہلے کچھ لوگ اہل سنت تھے جس کے وہاں رشتہ داری پہلے سے تھی اب وہ لوگ وہابی ہو گئے ہیں، جب کہ مذہب اسلام انہیں کافر کہتا ہے اور شریعت کا فرمان ہے کہ قربانی کا گوشت کافر کو نہیں دینا چاہئے اور وہابی دیوبندی کا ذبیحہ کھانا حرام ہے تو اب ہم لوگ ان رشتہ داروں کو قربانی کا گوشت کیسے دیں اور ان کے وہاں کا گوشت کیسے کھایا جائے؟ اس میں شریعت کا کیا فرمان ہے؟

المستفتی منور علی

الجواب

صورت مسئولہ میں شریعت کا یہی حکم ہے کہ نہ ان کو اپنی قربانی کا گوشت دیں نہ ان کا ذبح کیا ہو اکسی قسم کا ذبیحہ آپ لیں اور کھائیں بلکہ آہستہ آہستہ دوسرے تعلقات بھی ختم کریں۔

حدیث شریف میں ہے: "ایاکم وایاھم لایضلونکم" (مشکل الا ثار:٤/٢٠٤)

ان کو اپنے سے دور رکھو اور ان سے اپنے کو بچاؤ کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ، ۶ر جمادی الاولی ۱۴۰۹ھ

(۳۶_۳۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) کہ زید جو اپنے کو اہل حدیث کہتا ہے اور کہتا ہے کہ قربانی کا گوشت ہندوستان کے کافروں کو دینا منع نہیں ہے اگر منع ہے تو ہم کو صرف قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب سے نوازیں۔ نیز قربانی کا چمڑا مسجد کے کاموں میں صرف کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) عیدین کی نماز میں ۶ر تکبیریں جو زائد ہیں کس حدیث سے ثابت ہیں۔ اور اگر امام ان تکبیروں سے تجاوز کرے تو مقتدیوں کو کتنی تکبیروں تک اس کی اقتداء درست ہے؟ حدیث شریف کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد معین الدین قادری مقام بر ہرام پور گھور کھپور

الجواب

(۱) قرآن عظیم میں ہے: ﴿إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ [الممتحنة:۹]

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کافروں (کے ساتھ بر وصلہ کرنے) سے تم کو روکتا ہے جو تم سے قتال کرتے ہیں۔ قربانی کا گوشت بر وصلہ کے طور پر ہی دیا جاسکتا ہے جس کو قرآن عظیم محاربین کے ساتھ منع

فرماتا ہے۔ اور یہاں کے غیر مسلموں کا محاربہ اہل اسلام سے اس زمانہ میں الم نشرح ہے۔ ایک حدیث میں صاف طور سے حضور علیہ مشرکین کو قربانی کا گوشت دینے سے منع فرماتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے امام بیہقی اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں ہم نے عرض کی یارسول اللہ ان کو اپنی قربانیوں میں سے دیں۔ فرمایا کہ مشرکین کو قربانیوں میں سے کچھ نہ دو۔

(۲) صرف کر سکتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

فكلوا وادخروا واتجروا ۔ (مسند احمد: ۵/۷۵، ۷۶)

قربانی میں سے کھاؤ اٹھار کھو اور ثواب کے کام میں خرچ کرو۔

(۳) عن ابی موسی الاشعری كيف كان رسول الله ﷺ يكبر فی الاضحی والفطر فقال ابو موسیٰ اربعا تكبيرة علی الجنائز ۔ رواه ابو داؤد وسكت عليه وسكوته تحسين منه وكذلك رواه عبد الرزاق عن ابن مسعود ۔

حضرت ابوموسیٰ کی حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ہر رکعت میں زائد تکبیریں تین تھیں۔ اور یہ کہ پہلی رکعت میں تکبیر اولی سے مل کر چار ہوئیں اور دوسری رکعت میں تکبیر رکوع سے مل کر چار ہوئیں، امام اگر تین تکبیر سے زائد کرے تو مقتدی کو اس کا ساتھ دینا چاہئے (ردالمحتار) اسی طرح امام اگر چھ ہی تکبیر کرے اور مقتدی زائد کا قائل ہو تو امام کی پیروی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ، ۲۰/۱/۵ھ

چرم قربانی کا بیان

(۳۹۔۴۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ہم مسلمانان نصوپور کی تقریبا ساٹھ گھر کی آبادی ہے جس میں امیر وغریب دونوں قسم کے لوگ مقیم ہیں، ایک چھوٹا سا مدرسہ چلا رہے ہیں جس میں تین مدرس کام کرتے ہیں، بہت کوشش کیا گیا ماہانہ چندہ لوگوں پر عائد کر کے چلایا جائے لیکن ایک دو ماہ تک کا چندہ بمشکل لوگ دیتے ہیں اس کے بعد ایک مدرس کی بھی تنخواہ نہیں اکٹھا ہو پاتی اور نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ مدرسہ بند ہو جاتا تھا، حالانکہ کچھ اردگرد کے بھی بچے پڑھنے آتے ہیں جیسے موضع ڈھولنا، نگہراں، بھات کول تک وفرید پور تک کے، اب آیا اس صورت میں ہم لوگ اپنا فطرہ زکوۃ چرم قربانی سے اپنے مدرسے کو چلا سکتے ہیں یا نہیں؟ اب اس صورت میں اگر اپنا فطرہ زکوۃ نہ لگائیں تو قوی امید ہے کہ یہ چھوٹا سا مدرسہ بند ہو جائے گا، دوسرے یہ رقم وصول کے بعد کچھ غریب

مسکین کو بھی دے دیا جاتا ہے، باقی اپنے مدرسے پر خرچ کیا جاتا ہے، اب اس صورت میں ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) دوسرے یہ کہ ایک آدمی ہمارے یہاں ایسا بھی ہے کہ اس کا جب کوئی ذاتی جھگڑا ہوتا ہے یا اس کے مزاج کے خلاف کسی سے کوئی بات ہوتی ہے تو پہلے وہ شخص مسجد و مدرسہ کا چندہ چنگی بند کر دیتا ہے اور دوسروں کو بھی ورغلاتا ہے کہ مسجد و مدرسہ کا چندہ و چنگی بند کرو۔ اب ایسے شخص کے لیے قرآن و حدیث کا کیا حکم ہے؟ نیز جو اس کے ورغلانے میں آ کر اس کی موافقت میں وہ بھی بند کر دے اس کا کیا حشر ہوگا۔

بینوا توجروا فقط والسلام مع الاحترام۔ مسلمانان نصوپور

الجواب

(۱) قربانی کی کھال کا صدقہ نفلی ہے، اس کو مدرسہ و مسجد کی تعمیر وغیرہ امور خیر میں صرف کیا جا سکتا ہے۔ زکوۃ اور صدقہ فطر کا مصرف اللہ تبارک وتعالی نے قرآن عظیم میں خود بیان فرمایا ہے:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ [التوبۃ: ۶۰]

اسی لیے ان صدقات واجبہ میں غریبوں کو ان کا مالک بنانا ضروری ہے۔ ہاں اگر کوئی مسکین جو زکوۃ کا مستحق ہو۔ ان صدقات کو وصول کر کے مسجد و مدرسہ کی تعمیر اور مدرسین کی تنخواہ کے لیے دیدے تو اس میں بھی صرف ہو سکتا ہے۔

عالمگیری میں ہے: "وكذالك من عليه الزكوة لو اراد صرفها فى بناء المسجد او الفطرة لايجوز فان اراد الحيلة فالحيلة يتصدق به المتولى على الفقراء ثم الفقراء يدفعونه على المتولى"

(۲) فساد پھیلانے کو اللہ تعالی نے قتل سے زیادہ سخت فرمایا ہے:

﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (البقرۃ: ۱۹۱)

تو جو لوگوں میں فساد پھیلائے اور لوگوں کو امر خیر سے روکے بلاشبہ سخت گنہگار ہے اور مجرم ہے۔

واللہ تعالی اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ، ۱۲/ ذوالقعدہ

(۴۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

قربانی کی کھال عرصہ دراز سے دینی مدرسہ میں دیا جاتا رہا، لیکن امسال مفتی جلال الدین کی تصنیف کردہ کتاب انوار شریعت میں لکھا ہوا پایا اس کی وجہ سے کچھ لوگوں نے اعلان کر دیا کہ قربانی کی

کھال مسجد میں دیا جائے اور کچھ لوگ مسجد میں اسال دیئے ہیں اور لوگوں میں اس کی وجہ سے انتشار ہے، نیز مسجد کی حالت اچھی طرح ٹھیک ہے، تعمیر مسجد کے لیے اچھی رقم گاؤں سے نکل سکتی ہے اور مدرسہ میں بیرونی طلبہ اچھی تعداد میں رہتے ہیں ایسی صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے بالتفصیل قلم بند فرمائیں۔عین کرم ہوگا۔ المستفتی ملا ثابت علی قادری، مقام سوابازار پوسٹ ہٹوا ضلع بستی

الجواب

مفتی جلال الدین صاحب امجدی زید مجدہم نے کتاب انوار شریعت میں یہ ہرگز نہیں لکھا ہوگا کہ مدرسہ میں نہ دی جائے، مسجد ہی میں دی جائے، انہوں نے یہ مسئلہ تحریر کیا ہوگا کہ قربانی کی کھال مال زکوۃ کی طرح نہیں کہ مسجد ومدرسہ کی تعمیر میں صرف نہ کیا جا سکے، اس کو مسجد کی تعمیر میں بھی صرف کیا جا سکتا ہے، اسی طرح یہ مدرسہ میں، مدرسین کی تنخواہ، کتابوں کی خریداری تعمیر اور دیگر ضروریات میں صرف کیا جا سکتا ہے۔

اس مسئلہ کو بہانہ بنا کر کوئی آدمی چرم قربانی مسجد میں دے تو اس کے لیے کیا کہا جا سکتا ہے مسجد کو چندہ کی ضرورت نہ ہو اور مدرسہ ضرورت مند تو اسی کو دینا افضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۷ ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ

(۴۳-۴۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ایک گاؤں کے کچھ لوگوں نے مل کر چرم قربانی کے فنڈ سے ایک کمیٹی قائم کی ہے، اس فنڈ میں چرم قربانی کے مد میں ہر سال تقریبا چھ ہزار سے سات ہزار روپے جمع ہوتے ہیں، اس طرح اس فنڈ میں ایک اچھی خاصی رقم جمع ہوگئی ہے، اس رقم سے قربانی کرنے والے اور نہیں کرنے والے لیے غریب حضرات شادی بیاہ کے موقع پر ایک مخصوص رقم کمیٹی کے متفقہ فیصلہ کے مطابق بطور قرض لیتے ہیں اور علاج ومعالجہ کے لیے بھی ناگہانی حالات میں قرض لیتے ہیں اور وقت معینہ پر قرض کی ادائیگی بھی ہوجاتی ہے، اس رقم کو شریعت کی رو سے قرض دینا کیسا ہے؟

(۲) ضلع بانکا (بہار) کے شمبھو گنج بلاک میں چوٹیا بلاری جوگنی، رحمت گڑھ، مسلمانوں کی آبادی ہے جن کے چاروں طرف غیر مسلموں کی آبادی ہے۔ ان میں چوٹیا کی آبادی سب سے [illegible] ہے، اور اکثر فسادات کے موقع پر اطراف واکناف کی چھوٹی آبادی کے لوگ اپنے آبائی جگہوں کو چھوڑ کر اپنی حفاظت کے لیے یہیں آباد ہوتے ہیں، اس گاؤں کی ماہانہ آمدنی بھی تقریبا دو ڈھائی لاکھ روپے سے اوپر ہے اور یہاں کی آبادی کسانوں پر مشتمل ہے جن کے پاس اپنی زمین ہیں اور حسب لیاقت یہاں کے لوگ اپنی ضرورت کے مطابق پکا مکان بنا رہے ہیں، ان سب وجوہات کے بنا پر چرم قربانی کی رقم سے

سامان دفع خریدنا کیسا ہے؟ اور جو خریدا جا چکا ہے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(۳) چرم قربانی کا استعمال تعمیر مسجد، شاہراہ، پل وغیرہ اور عوامی جگہوں پر، پانی وغیرہ کے لیے ٹیوب ویل لگانا کیسا ہے؟

ان تینوں سوالوں کے جواب مدلل اور تفصیلی دینے کی زحمت گوارہ کریں، اللہ آپ پر رحمت فرمائے۔

بینوا توجروا فقیر: عمر احمد اشرفی مقام، ڈاکخانہ چوٹیاں، وایا سھو گنج رحمت گڑھ بانکا (بہار)

الجواب

شادی میں عورت کو شوہر کی طرف سے جو زیور ملتے ہیں، ہندوستان کا عام عرف یہی ہے کہ عورت ان زیوروں کو پہن سکتی ہے، اپنے استعمال میں لاسکتی ہے، مگر وہ ان کی مالک نہیں ہوتی اس لیے جب میاں بیوی میں باہم جدائی اور طلاق کی نوبت آئے تو عورت کو وہ سارے زیورات شوہر کو واپس کرنے پڑتے ہیں، اور اسی طرح عورت کو اسی شادی میں باپ کی طرف سے جو ساز وسامان اور مال واسباب ملتا ہے لڑکی اس کی مالک ہوتی ہے خود باپ بھی لڑکی سے اس کو واپس لینا چاہے تو واپس نہیں لے سکتا۔

شریعت میں پہلے طور پر دینے کو اباحت کہتے ہیں، اور دوسرے طریقہ کو تملیک کہا جاتا ہے، زکوۃ وفطرہ ایسے صدقات واجبہ ہیں جن کو فقیر کو بطور تملیک دینا ضروری ہوتا ہے، اباحت کافی نہیں۔ اور چرم قربانی ایسے صدقات میں سے ہیں جن میں تملیک ضروری نہیں، اباحت کے طور پر کسی کو دے دیا تب بھی اس کی ادا صحیح ہو جاتی۔

اباحت اور تملیک کے اختلاف کی وجہ سے مختلف صدقات کے احکام میں بھی بڑا فرق ہو جاتا ہے مثلاً زکوۃ کی رقم سے آپ نے کھانا تیار کیا، تو چونکہ یہ زکوۃ کا کھانا ہے، اس لیے اگر اسے مالدار کو کھلایا تو زکوۃ ادا نہ ہوئی، قرآن عظیم میں ہے: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ [التوبة: ٦٠] زکوۃ کے مستحق فقراء مساکین وغیرہ محتاجوں کی سات قسمیں ہیں: مالدار اس کا حق دار نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ہم نے زکوۃ کے اس کھانے کی صرف فقیروں مسکینوں وغیرہ کو اجازت دی کہ تم یہاں بیٹھ کر جتنا کھا سکتے ہو کھا لو مگر اس میں سے ایک لقمہ بھی اٹھا کے ساتھ نہیں لے جا سکتے، ہم نے اس کھانے کا تم کو مالک نہیں بنایا ہے۔ تمہارے لیے صرف مباح کیا ہے۔ تب بھی زکوۃ ادا نہ ہوگی اگرچہ آپ نے ساری دیگ اس طرح کھلا دی ہو کہ زکوۃ کا دوسرا خصوصی حکم یہ ہے کہ فقیر کو اس کا مالک بنا دیا جائے، چاہے کھائے یا کسی اور کو کھلائے، یا اس کھانے کو کسی کے ہاتھ بیچ دے۔

یہ حکم بھی قرآن عظیم کی اسی آیت سے ثابت ہوا کہ فرمایا گیا: للفقراء ، عربی زبان میں حرف لام تملیک کا معنی دیتا ہے، کہا جاتا ہے: المال لزید، اس مال کا مالک زید ہے۔ تو "الصدقات للفقراء" کا معنی بھی یہی ہوگا کہ زکوۃ کے مالک فقرا ہیں، اس لیے زکوۃ کی ادائے گی کے لیے تملیک ضروری ہے۔

اور جہاں تملیک نہیں خواہ یوں کہ اس مصرف میں مالک ہونے کی صلاحیت ہی نہیں یا یہ کہ مصرف میں مالک بننے کی صلاحیت تو ہے مگر دینے والے نے بطور تملیک نہیں دیا بلکہ بطور اباحت دیا، دونوں صورتوں میں زکوۃ ادا نہ ہوگی، عالمگیری میں ہے:

لا یجوز ان یبنی بالزکوۃ المسجد وکذا القناطیر والسقایات واصلاح الکری والانہار و الطرقات وکل ما لا یملک (عالمگیری اول ص۸۸)

زکوۃ کی رقم سے مسجد کی تعمیر، پل، اور سبیل کی تیاری، راستوں کی درستگی، اور نہروں کی تیاری جائز نہیں، یہی حکم تمام مصارف کا ہے، جس میں تملیک ممکن نہیں۔

لیکن قربانی کی کھال اور اس کی قیمت ایسے صدقات میں سے ہے جو ہر کار خیر میں صرف ہو سکتی ہے اگر چہ اس میں تملیک نہ پائی جاتی ہو جیسے کہ تعمیر مسجد، پل، سبیل، کفن، دفن، اور رفاہ عامہ کے معاملات ابو داؤد شریف میں حضرت بیشہ ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں قربانی کے بارے میں حضور نے فرمایا: کھاؤ، محفوظ کر کے دوسرے وقت کے لیے رکھو، اور اس کے بدلے اجر وثواب کماؤ۔ حدیث شریف کا پہلا اور دوسرا ٹکڑا تو گوشت سے متعلق ہے اور تیسرا ٹکڑا کھال اور اس کی قیمت کے بارے میں، اور حدیث میں چونکہ مطلق کار خیر کا ذکر ہے تو اس رقم سے بھی قسم کے مصارف خیر میں خرچ کرنا جائز ہوگا، مزید تفصیل کے لیے امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا رسالہ "الصافیۃ الموحیہ" ملاحظہ کیا جائے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی آپ نے نمبر۲ اور نمبر۳ میں جن امور خیر کا ذکر کیا ہے وہ ضرور چرم قربانی سے ادا ہو سکتے ہیں، البتہ اس رقم سے ضرورت مندوں کو قرض دینے کے لیے اس رقم سے فنڈ جمع کرنا جائز نہ ہوگا کیونکہ قرض ادھار کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ آپ نے اس رقم کا ضرورت مند کو نہ مالک بنایا نہ اس رقم کو اس کے لیے مباح کیا بلکہ وہ رقم آپ اس سے واپس لیں گے جبکہ حکم رسول یہ ہے کہ وہ رقم کار ثواب میں خرچ کیا جائے۔

اس کام کے لیے تو آپ کو اسی نام سے ایک علیحدہ فنڈ قائم کرنا چاہئے اور فنڈ میں جس کا پیسہ لیں اس کو بتا دیں کہ ہم اس رقم سے یہ کام کرنا چاہتے ہیں بشرطیکہ آپ اس لین دین کو صرف بطور قرض حسنہ ادا

کریں، قرضدار سے چندہ یا اخراجات وغیرہ کے نام کچھ زائد رقم نہ وصول کریں۔

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۳۰ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ

(۴۵۔۴۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) تکبیرات تشریق اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ الااللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر، وللہ الحمد پڑھنا ایام تشریق میں فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟

(۲) نیز یہ بھی واضح کریں کہ دیہات میں جمعہ اور عیدین کی نماز واجب نہیں ہے، ان تسبیحات کا بولنا ضروری ہے یا ممنوع۔

(۳) ساتھ یہ بھی تحریر کریں کہ عورتوں کیلیے ان تسبیحات کا کیا حکم ہے؟

(۴) اور جماعت کی نماز کے بعد ہی پڑھنا چاہیے یا تنہا پڑھنے والوں کو بھی پڑھنا چاہیے، اگر پست آواز سے پڑھ لیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ المستفتی، محمد شائق موضع رسول پور ۱۸ ذالحجہ ۱۴۱۳ھ

الجواب

(۱) نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک شہر میں ہر نماز فرض پنج گانہ کے بعد جو جماعت مستحبہ کے ساتھ ادا کی گئی ایک بار بلند آواز سے تکبیر تشریق کہنا واجب ہے، وہ بھی فرض نماز کا سلام پھیرنے کے فوراً بعد اور تین بار افضل۔

(۲) تکبیر تشریق اس پر واجب ہے جو شہر میں مقیم ہو یا اس نے اس کی اقتداء کی اگرچہ عورت یا مسافر یا گاؤں کے رہنے والے ہوں۔ اور اگر یہ لوگ کسی مقیم شہری کی اقتداء نہ کریں تو ان پر واجب نہیں۔

(۳) اس کا جواب دوسرے نمبر میں گذرا۔

(۴) اسکا جواب پہلے نمبر میں گذرا۔ ان تاریخوں میں عوام اگر بازاروں میں بلند آواز سے تکبیر کہیں تو انکو روکا نہ جائے گا یہ تمام مسائل درمختار جلد اول صفحہ ۵۶۳، ۴۶۴ اور بحرالرائق جلد دوم صفحہ ۱۶۵،۱۶۴ پر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۸ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ

(۴۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

بکری کی قربانی کی گئی، اس کے شکم سے دو چھوٹے چھوٹے بچے نکلے، یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ گابھن ہے، ایسی صورت میں قربانی ہوئی یا نہیں؟ اور ایسی بکری کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی، نورالھدی شمس العلوم گھوسی

الجواب

صورت مسئولہ میں قربانی ہوگئی اور ایسی قربانی کے گوشت کھانے میں شرعاً قباحت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

(۵۰) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

کہ قربانی کے جانور کو کتے نے کاٹ لیا، معلوم ہونے کے باوجود جانور کے مالک نے اس کی قربانی کردی اور لوگوں کو اس کا گوشت کھلا دیا، قربانی ہوئی یا نہیں؟ اور اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی، نور الھدیٰ شمس العلوم گھوسی

الجواب

اگر ایسے جانور کا گوشت نقصان دہ ہو تو قربانی منع اور اس کا گوشت کھانا کھلانا منع ہے، ورنہ نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۳۰ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۱ھ

(۵۱-۵۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے متعلق کہ

(۱) قربانی کے گوشت کے متعلق اکابرین علمائے اہل سنت نے اپنی کتابوں میں تحریر فرمایا ہے کفار مشرکین کو نہ دیا جائے اور سختی سے منع فرمایا ہے اور یہی صحیح ہے، مگر نوعیت بدل کر یہ دریافت کرتا ہے کہ قربانی کا گوشت پکا کر اپنے یہاں کفار ومشرکین کو کھلا سکتے ہیں، دونوں صورتوں میں از روئے شرع توضیح فرمائیں۔

(۲) کیا عورتوں کو مسجد میں جانا مطلقاً حرام قطعی ہے، یا از روئے شرع مباح فعل کے لیے جا سکتی ہیں، دونوں صورتوں میں از روئے شرع توضیح فرمائیں؟

(۳) زید تارک صوم وصلوۃ ہے، نیز اللہ ورسول سے غافل مگر حلال روزی ذرائع سے حاصل کرتا ہے تو کیا ناجائز ہے، کیا حلال کام میں نہیں دے سکتا، ہر سوال میں جتنے شق ہو سکتے ہیں حدیث نص قطعی کی روشنی میں توضیح فرمائی۔ عین نوازش ہوگی۔

حضور کا خیر اندیش، المستفتی: محمد فخر عالم رضوی کھر سرا ضلع بلیا (یوپی)

الجواب

(۱) قربانی کے کچے اور پکے دونوں ہی قسم کے گوشت کا ایک ہی حکم ہے کہ یہاں کے غیر مسلموں کو نہیں کھلا سکتے۔

(۲) عورتوں کو مسجد میں جانا حرام قطعی نہیں، حضور ﷺ کے زمانے میں عورتیں باقاعدہ نماز میں حاضر ہوتی تھیں بعد میں جیسے جیسے زمانہ خراب ہوتا گیا عورتوں کو مسجد کی حاضری سے منع کیا گیا اور جب

جماعت کی حاضری منع ہوئی تو دوسرے کسی مباح کام کے لیے جانا بھی ایسا ہی ہوگیا، مسئلہ کی پوری تفصیل اعلیٰ حضرت کے رسالہ مروج النجاء میں دیکھی جائے۔

(۳) فاسق آدمی اگر حلال ذریعۂ آمدنی سے پیسہ کمائے تو ضرور وہ حلال کام میں لگ سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۱ رصفر المظفر ۱۴۱۲ھ

(۵۴-۵۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان دو استفتاء کے بارے میں کہ

(۱) قربانی کی کھال فروخت کر کے پیسہ تعمیر مسجد یا مدرسہ یا مدرس کی تنخواہ میں لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) امام صاحب نماز عصر پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص آ کر جماعت میں شامل ہوگیا، اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ کتنی رکعتیں ہو چکی ہیں، جب امام صاحب نے ایک طرف سلام پھیر کے سجدہ سہو کیا تو کیا وہ شخص بھی سجدہ سہو کرے گا، کیونکہ اس نے سب کے ساتھ سلام نہیں پھیرا تھا، اس لیے کہ اس کو باقی رکعتیں پوری کرنی تھیں مہربانی فرما کر قرآن سنت کی روشنی میں جواب دینے کی زحمت گوارا فرمائیں۔

المستفتی، حاجی رحمت اللہ انصاری نگوہی ضلع شاہ جہانپور

الجواب

(۱) قربانی کی کھال اگر اس حیثیت سے بیچی ہو کہ اس کی رقم اپنے صرفہ میں لائیں گے تو اس کو فقیر کو دینا واجب ہے، کسی دوسرے مصرف میں خرچ نہیں کر سکتے۔ "من باع جلد الاضحية فلا اضحية له اور اگر اس نیت سے بیچی ہو کہ اسے تعمیر مسجد یا مدرسہ یا کسی مصرف خیر میں صرف کریں گے یا کھال ہی ان مصارف خیر کے لیے دے دی تو جائز ہے، اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: " كلوا وادخروا واتجروا (مسند احمد: ۵/۷۵،۷۶)" کھاؤ جمع کرو اور کار ثواب میں صرف کرو۔

(۲) مسبوق کو امام کے ساتھ ایک طرف سلام پھیرے بغیر سجدہ سہو کرنا واجب ہے، اگر نہ کیا تو جب اپنی نماز پوری کرے اس وقت ایک طرف سلام پھیر کر دو سجدہ سہو کر کے پھر دونوں سلام پھیرے (در مختار بحوالۂ بہار شریعت)۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ

قربانی کے جانور کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

اگر کوئی مسلمان قربانی کے نام پر قصاب خانہ میں بھیج کر قربانی کے لیے قریب دو سال سے ایک پڑوار رکھا ہو اور جب قربانی کا دن قریب آگیا ہو اور وہ مسلمان گاؤں کے کچھ ہندوؤں کے کہنے اور دباؤ پر کہ

تم کو پڑوا قربانی کرنے نہیں دیا جائے گا۔ تم اس پڑوے کا مناسب دام لے کر ہم لوگوں کو دے دو ہم لوگ اسے اپنی کالی ماں کے نام پر کان کاٹ کر گاؤں میں چھوڑ دیں گے اور وہ مسلمان گاؤں کے دوسرے مسلمانوں کو بتائے بغیر جبکہ اس گاؤں میں سیکڑوں مسلمانوں کی آبادی ہے وہ پڑوا ہندوؤں کے حوالے کردے اور اس کا جو مناسب دام لگا ہو اس میں سے بھی اپنی خوشی سے کچھ روپیہ ہندوؤں کو دے اور ہندو اس پڑوے کو اپنی کالی ماں کے نام پر کان کاٹ کر گاؤں میں چھوڑ دیں اور اس کے بعد گاؤں کے مسلمان کو جانکاری ہونے پر اس مسلمان سے پوچھیں اور وہ جواب دے کہ ہماری چیز تھی جو چاہیں کریں۔ تو ایسی صورت میں شرع متین کا حکم اس شخص پر کیا عائد ہوتا ہے۔ مفتی صاحب سے گزارش ہے کہ جلد از جلد جواب دینے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔ فقط

محمد سلیم موضع آمڈری پوسٹ ساگر پالی بلیا

الجواب

جس شخص کا سوال میں ذکر کیا گیا ہے اگر وہ غریب ہو تو اس کے لیے اسی جانور کی قربانی ضروری تھی۔ اس کو بیچ کر اس نے سخت گناہ کیا اس پر ضروری ہے کہ وہ پورا پیسہ خدا کی راہ میں خیرات کرے اور اپنی حرکت سے توبہ کرے۔ عالمگیری میں ہے: "واما الذی یجب علی الفقیر دو ن الغنی فالمشتری معین للاضحیة "(ج ۵/ ۴۴۳)

اور اگر مالدار بھی ہو اور قربانی کی نیت سے خریدے تو اس کو بیچنا اچھا نہیں۔ اور کسی ایسے آدمی کے ہاتھ بیچنا جو اس کو بتوں پر چڑھائے یہ تو ناجائز اور حرام ہے۔ درمختار میں ہے:

"بخلاف بیع سلاح من اهل الفتنة لان المعصية تقوم بعينه"

اس شخص پر توبہ اور استغفار ضروری ہے۔ اور اگر وہ اس چڑھاوے سے راضی ہو اور اس کو اچھا سمجھتا ہو تب تو حکم بہت سخت ہوگا اس کو تجدید ایمان کرنا پڑے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی دارالعلوم شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ۔ یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

(۲۔۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) سیدی وسندی حضور مفتی صاحب دام ظلہ العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بعد خیر وخوبی عرض یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے مکان کے باہر ایک ایسی جگہ جہاں سے لوگوں کی آمد ورفت بھی رہتی ہے۔ ارتھنگ کا تار گاڑ رکھا تھا، بارش کی کثرت سے مکان کے قریب کا تالاب بڑھ کر گھر کے قریب آگیا، راستہ بھی پانی سے بھر گیا، لہٰذا ارتھنگ کا تار بھی پانی کے اندر ہوگیا، اچانک اس ارتھنگ کے تار میں کرنٹ اتر آیا بدقسمتی سے ایک صاحب نے قربانی کے لیے ایک ڈھائی ہزار کی بھینس

خریدی تھی، عین اسی وقت جب کہ ارتھنگ والے تار میں کرنٹ اتر آیا تھا پہنچ گئی اس تار میں پھنس کر مرگئی۔
اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جس مالک مکان نے ارتھنگ کا تار اپنے گھر سے باہر گاڑا تھا اس سے بطور ضمان بھینس کی قیمت وصول کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ شرعا جو حکم ہو مدلل بحوالہ فرمادیں۔

(۲) زید نے قربانی کے لیے ڈھائی ہزار کا ایک جانور خریدا، بکر نے اس جانور کو ہلاک کر ڈالا، بستی کے لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بکر زید کو بطور ضمان دو ہزار روپے دیدے، بکر نے بطور ضمان دو ہزار روپے دے دیئے، زید نے بکر کے دیئے ہوئے روپیوں میں سے صرف پندرہ سو (۱۵۰۰) روپے کا ایک جانور خریدا اور اپنی طرف سے نیز گھر کے دوسرے افراد کی طرف سے جو مالک نصاب نہ تھے قربانی کی، پھر باقی ماندہ پانچ سو روپیوں میں مزید کچھ اور روپے لگا کر چند چھوٹے جانور خریدے، مگر اپنی طرف سے قربانی نہ کی بلکہ اپنے شیوخ وغیرہ کی طرف سے کی تو معلوم یہ کرنا ہے کہ زید نے بطور ضمان جو روپے بکر سے وصول کیے تھے سب روپیوں کا جانور نہ خریدا بلکہ پندرہ سو کا ایک جانور خریدا اور اس کی قربانی اپنی طرف سے نہ کی، پانچ سو روپے سے قربانی کے لیے ایک جانور خریدا تو مگر قربانی اپنی طرف سے نہ کی تو آیا زید پر پانچ سو روپے کا تصدق واجب ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیوں اور نہیں تو کیوں؟ جو بھی حکم فرمائیں مدلل فرمائیں۔ جواب آج ہی کل میں تحریر فرمادیں تو بڑا کرم ہوگا۔ مدرسین سلام عرض کرتے ہیں۔ فقط والسلام
المستفتی خلیق احمد ۳ ستمبر ۱۹۸۵ء۔ جامعہ غوثیہ بجرڈیہہ بنارس یوپی

الجواب

(۱) عالمگیری میں ہے: "من حفر بيرا على قارعة الطريق فالقى فيه رجل حجرا فوقع فى البير وفى البير رجل اصابه الحجر الذى القاه فى البير فمات ان الدية على الحافر"

جس سے معلوم ہوا کہ عام راستہ پر کوئی ہلاکت چیز بنانے سے تاوان بنانے والے پر آتا ہے۔
تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ ارتھنگ جو شخص مذکور نے لگائی تھی وہ مہلک تھی اور اس میں ہر دم کرنٹ رہتا ہے بلکہ کرنٹ حاصل کرنے کے لیے ہی وہ ارتھنگ لگائی جاتی ہے۔ پس اس ارتھنگ سے ہلاک ہونے والی بھینس کی قیمت تاوان میں وصول کرنا صحیح ہے، بلکہ عالمگیری میں تو یہ ہے کہ آدمی اپنی ہی ملک میں کوئی غیر معمولی تصرف کرے جو پڑوس کے نقصان کا باعث بنے تو اس سے بھی تاوان وصول کیا جائے گا۔

"رجل اوقد فى تنوره نارا فالقى فيه من الحطب مالا يحتمله التنور فاحترقت بيته وتعدت النار الى دار جاره فاحترقتها يضمن صاحب التنور"

تو مسئلہ مذکور میں تو بدرجۂ اولی بھینس کا تاوان ارتھنگ والے سے وصول کیا جاسکتا ہے۔

(۲) چاہئے تو یہ یہی تھا کہ دوسرا جانور دو ہزار کا خریدتے لیکن اگر کم کا خریدا تو پانچ سو کا صدقہ کرنا چاہئے تھا اگر یہ نہیں کیا اور دوسرا جانور قربانی کیا اگرچہ دوسرے کے نام تو یہ قربانی صدقہ کے قائم مقام ہوگئی اگر اس میں سے پانچ سو روپے کا گوشت فقیروں کو تقسیم کر دیا ہو۔

شامی میں ہے: "وان ضحی بالثانیة وقیمتها اقل تصدق بالزائد"

یعنی اور اگر کھو جانے کے بعد دوسری قربانی کی اور اس کی قیمت پہلی والی سے کم ہے تو جس قدر کم ہے اتنی ہی رقم صدقہ کر دے۔

عالمگیری میں ہے: "اشتری شاة لیضحیٰ بها فلم یفعل حتی مضت ایام النحر تصدق بها حیّة ولایجوز الاکل منها فان باعها تصدق بثمنها فان ذبحها وتصدق بلحمها جاز" (ج ۵/ ۴۵۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی دار العلوم شمس العلوم گھوسی ضلع اعظم گڑھ ۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

(۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کے والدین زندہ ہیں، مگر گھر کی ساری ذمہ داری زید کے ہاتھ میں ہے اور زید قربانی کرنا چاہتا ہے تو کس کے نام سے کروائے، آیا اپنے نام سے یا والد کے نام سے۔ تحریر فرمائیں کرم ہوگا۔ فقط والسلام محمد عثمان غنی بڑھل گنج گورکھپور

الجواب

قربانی جو بھی کرے ہو جائے گی، مالدار ہے تو واجب ہوگی اور نصاب سے کم کا مالک ہے تو نفل ادا ہوگی۔ عالمگیری میں ہے: التطوع فاضحیة المسافر والفقیر الذی لایوجد منه النذر بالتضحیة (ج ۵/ ۴۴۳)

صورت مسئولہ میں گھر کی ذمہ داری لڑکے پر ہونے کا مطلب اگر یہ ہے کہ سارا کاروبار وہی کرتا ہے مگر مالک دراصل باپ ہی ہے، اس کو صرف لین دین بیچ کھوچ کا اختیار ہوتا ہے تب تو قربانی لڑکے پر واجب نہ ہوگی، والد پر ہی واجب ہوگی۔ اور لڑکے کو ذمہ دار بنا دینے کا یہ مطلب ہے کہ باپ نے اسی کو سب کچھ ہبہ کر دیا اور اس پر قبضہ دے دیا ہو، باپ کے مرنے کے بعد دوسرے بھائیوں کو کوئی حق نہ ملے گا، یہ مالک ہو گیا اور قربانی اس پر واجب ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲/ ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ

(۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید کی بکری کو ایک بھیڑیے نے زخمی کر ڈالا اور اتنا نقصان پہنچایا کہ اس کے گلے سے خون کا ظہور بھی ہو گیا نیز گلے میں سراخ بھی ہو گیا تو اب وہ بکری اپنی حالت اصلیہ پر آگئی ہے، یعنی بالکل درست ہو گئی ہے تو کیا زید کے لیے اسی بکری کی قربانی جائز ہے؟ فقط والسلام

المستفتی العبد محمد ظہیر الدین قادری مقام سکھا بازار گریڈی بہار

الجواب

قربانی کے جانور کو قربانی کے وقت عیوب سے پاک ہونا چاہئے، سوال میں جس بکری کا ذکر کیا گیا ہے اس کی قربانی جائز ہے۔ درمختار اور شامی میں ہے: "لو كانت معيبة وقت الشراء ثم زال اجزات (ج۹/ ۳۹٤)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲/ ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ

(۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کی بکری سولہ یا سترہ ذی الحجہ کو بچہ دی یعنی امسال بقرعید کے ایک ہفتہ بعد، تو کیا اس بچے کی قربانی آئندہ سال کی جاسکتی ہے؟ جبکہ ایک سال میں ایک ہفتہ کم ہو رہا ہے آئندہ بقرعید تک، جواب مفصل تحریر کریں۔

المستفتی: محمد جبرئیل تنویری پورب محلہ قصبہ انول پوسٹ قصبہ انول گورکھپور

الجواب

ایک ہفتہ کی کمی تو زیادہ ہے بکری کی عمر میں سال بھر میں ایک دن کی بھی کمی ہو تو قربانی جائز نہ ہوگی۔ عالمگیری میں ہے: حتیٰ لو ضحى باقل من ذلك شيا لا يجوز (ج۵/ ٤٥٣)۔ مذکورہ مقدار سے کچھ بھی کم ہو تو قربانی جائز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو

(۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید نے قربانی کے دنوں میں خصی کو قربانی کیا۔ زید نے اپنے غیر مسلم ملنے والوں کو قربانی کا گوشت دیا یہ فعل زید کا کہاں تک درست ہے؟ اگر درست نہیں ہے تو مدلل ثبوت حدیث کی روشنی میں پیش فرمایا جائے۔

(۲) یہ کہ قربانی کی اوجھڑی (یعنی پچونی) کھانا درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس حد تک ممانعت ہے، اس کا بھی مدلل ثبوت حدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

نوٹ۔ چونکہ فی زمانہ عام طور پر قربانی کی پچونی بہت شوق سے کھاتے ہیں۔ اگر اس کے خلاف

کوئی سخت حدیث ہے تو ہمارے علمانے اب تک کوئی قدم کیوں نہ اٹھایا۔ بینوا وتوجروا

الجواب

خصی کی قربانی جائز ہے۔ عالمگیری میں ہے: "ویدخل فی کل جنس نوعه و الذکر والانثی منه والخصی والفحل (ج ۵/۲۴۳) الخ" غیر مسلم ملنے والوں کو قربانی کا گوشت دینا ناجائز ہے۔

درمختار میں ہے: "اما الحربی ولو مستا منافجمیع الصدقات لا یجوز له اتفاقا" اوجھڑی کھانا مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۲؍صفر ۸۴ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید نے منت مانی اور ایک خصی ہے جسے منت سے پالا کہ امسال سرور کائنات ﷺ کے نام قربانی کروں گا، لیکن عیدالاضحیٰ کے موقع پر دوسری جگہ چلا گیا۔ اور کچھ ایسے امور میں مشغول ہو گیا کہ ایام نحر گذر گئے اور اس وقت قربانی نہ کر سکا۔

(۲) یہ کہ اب زید کا ارادہ ہے کہ اس بکرے کو آئندہ قربانی کے لیے چھوڑ دیں اور عیدالاضحیٰ کے موقع پر یہ منت پوری کریں۔

(۳) زید اہل نصاب اور مالدار غنی ہے کہ یہ دوسرا بکرا خرید سکتا ہے۔ ایسی صورت میں زید بکرے کو صدقہ کر دے یا آئندہ سال قربانی کے لیے رکھ چھوڑے؟ مسئلہ سے آگاہ فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں فقط والسلام سائل: محمد امین جان منصوری قصبہ اتسر ضلع بلیا

الجواب

صورت مسؤلہ میں اس بکرے کو صدقہ کر دینا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۲؍ربیع الاول ۸۴ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ

(۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

قربانی کے سلسلہ میں خصی جانور کا جواز کسی حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر فقہ کی کسی معتبر کتاب میں اس کی تصریح ہو تو حوالہ مع عبارت مطلوب ہے۔ نیز خصی ہونا جانوروں کے عیوب میں داخل

ہے یا نہیں؟ السائل: عبدالقوی پوری صوفی مبارک پور

الجواب

(۱) خصی کی قربانی جائز ہے اور حدیث سے ثابت ہے۔ عالمگیری میں ہے:

"اما جنسه فهو ان يكون من الاجناس الثلثة الغنم او الا بل او البقر و يدخل فى كل جنس نوعه الذكر والانثى منه الخصى و الفحل لا نطلا ق اسم الجنس على ذلك(ج ٥/٤٥٣)" واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۳ر صفر ۸۴ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ

(۱۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے ایک جانور عقیقہ کی نیت سے خریدا، دیکھنے میں دو سال کا معلوم ہوتا ہے مگر اتنا نہیں ہے، احادیث مخبر صادق ﷺ میں اس کے لیے کیا حکم ہے؟ فدا حسین انصاری محلہ حیدرآباد مبارک پور

الجواب

عقیقہ کے جانور کی عمر میں وہی شرائط ملحوظ ہیں جو قربانی کے جانور کے لیے ہیں۔ شامی میں ہے:

"وهى شاة تصلح الاضحية" اور قربانی کے جانور کے لیے حدیث شریف میں یہ حکم ہے:

"ضحوا بالبنات ولا تضحوا بالجذعان مسبعا هى انثى من الغنم عند اهل الفقه التى تمت له سنة" پس جب شریعت میں عمر کا اعتبار ہے۔ تو عمر پوری ہونا چاہیے، دیکھنے میں دو سال کا معلوم ہونے کا اعتبار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ

(۱۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کہ

ایک جانور مثلاً بیل یا گائے، بھینس یا بھینسا ہے۔ اس میں ایک یا دو نام یا چار نام یا پانچ نام یا چھ نام قربانی کے لوگ کرواتے ہیں اور اس میں ایک یا دو نام عقیقہ کرواتے ہیں، کیا درست ہے؟ بچی کے نام ایک بکری و بکرا کا عقیقہ ہوتا ہے، بڑے جانور کے لیے کیا حکم ہے؟ مثلاً بیل یا گائے میں کتنے آدمیوں کے نام عقیقہ درست ہے۔ حسن رضا موضع سرجن پور

الجواب

بھینس وغیرہ بڑے جانوروں میں قربانی کے ساتھ عقیقہ بھی ہوسکتا ہے۔لڑکی کے لیے ایک حصہ اور لڑکے کے لیے دو حصہ رکھنا چاہئے۔پورے بڑے جانور میں تین لڑکوں اور ایک لڑکی کا عقیقہ ہوسکے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۷ رذوالحجہ ۸۵ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک اونٹ کی قربانی میں کتنے اشخاص شریک ہوسکتے ہیں۔قرآن کی آیت اور حدیث نبوی کی روشنی میں مسئلہ مذکور کو مدلل طور پر واضح فرمائیں، کرم ہوگا۔کیونکہ ہمارے اطراف میں مسئلہ مذکور پر بہت نا اتفاقی پھیلی ہوئی ہے اور بہت سے مولوی صاحبان کا کہنا ہے کہ قربانی میں دس آدمی شریک ہوسکتے ہیں، کیا یہ مسئلہ صحیح ہے؟ واضح کریں۔ عبدالکریم غفرلہ

الجواب

اونٹ بھی سات آدمیوں کی طرف سے ہوسکتا ہے۔حدیث میں ہے:

"عن جابر ان النبی ﷺ قال البقرة عن سبعة والجزور عن سبعة رواه مسلم"

اور اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے ہوسکتا ہے۔ابتدائے اسلام میں اونٹ دس کی طرف سے ہوتا تھا، لیکن جمہور اہل اسلام کے نزدیک یہ حکم منسوخ ہوگیا۔اور اب وہی حکم ہے جو حدیث شریف میں صاف صاف مذکور ہے جو مولوی صاحب اس کے خلاف بتاتے ہیں خواہ مخواہ جھگڑا پیدا کرتے ہیں ان کی بات نہ مانی جائے۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۱ رذوالحجہ ۸۵ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ

زید کہتا ہے کہ خصی یعنی بدھیہ کی قربانی جائز نہیں، کیونکہ قربانی کا جانور بغیر عیب دار ہونا چاہئے اور اس میں کتنا بڑا عیب ہے کہ اس کے جسم کا ایک حصہ ختم کردیا جاتا ہے۔اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ یہ بدھیہ کرانے والا سخت گنہگار ہوگا۔جب اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت اس کے اولاد بڑھانے کی پیدا کی تھی تو اس کو انسان کیوں ختم کرتا ہے۔لہذا اس مسئلہ کو وضاحت کے ساتھ تحریر فرماکر مشکور فرمائیں کہ خصی کرانا جائز ہے؟

یاناجائز تو ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

آدمی کو خصی کرنا حرام ہے کہ اس میں ضرور ضرر ہے۔ گھوڑے خصی کرانے میں اختلاف ہے۔ بقیہ جانوروں میں خصی کرانے میں فائدہ ہو مثلاً گوشت عمدہ ہو جائیگا، کوئی جرم نہیں ہوگا۔ عالمگیری میں ہے:

خصاء بنی آدم حرام باتفاق واما خصاء الفرس فقد ذکر شمس الائمة الحلوانی فی شرحه انه لا بأس به عندا صحابنا وذکر شیخ الاسلام فی شرحه انه حرام واما فی غیره من البهائم فلا بأس به اذاکان فیه منفعة واذا لم یکن فیه منفعة او دفع ضرر فهو حرام۔ خصی بکرے کی قربانی چاہئے۔ اگر بوک بکرا ایسا ہے کہ اس کا گوشت بدبودار ہو گیا تو کھانا حرام ہے۔ درمختار میں ہے: "بالجماع و الخصی او الثولاء" واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۹؍ذوالحجہ ۸۵ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۴-۱۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایسی بکری یا ایسا بکرا جو دیکھنے میں ایک سال کے اوپر معلوم ہوتا ہو لیکن پورے ایک سال کا نہ ہو بلکہ ایک مہینہ یا دس پندرہ دن یا صرف دو ایک دن سال میں کم ہوں تو ایسے بکرے یا بکری کی قربانی درست ہے؟۔

یونہی اگر کوئی بچہ تیرہویں ذی الحجہ کے دن پیدا ہوا ہو تو کیا اسے دسویں یا گیارہویں ذی الحجہ کو قربانی کیا جاسکتا ہے؟۔

(۲) مسجد کی چہار دیواری کے اوپر گھاس پوس کا گٹھر رکھنا۔ یا بچھونا وغیرہ پھیلا دینا۔ اپنے ذاتی مکان کے چھپر کی اروتی کو مسجد کے اندر گرانا۔ مسجد کی دیوار کے قریب جانور باندھنا جس سے پیشاب کرنے پر چھینٹیں دیوار پر پڑنا اور جانور کے قریب میں بندھے ہونے سے اس کا اپنے جسم کو دیوار سے رگڑنا یہ ساری چیزیں ازروئے شرع کیا ہیں؟ نیز کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟۔

(۳) زید کے پاس لاؤڈ اسپیکر وغیرہ ہے۔ جس کو وہ غیر مسلموں کی درخواست پر رامائن بھاگوت یا بھجن وغیرہ میں استعمال کرنا چاہتا ہے یا کسی شخص نے خواہ مسلم ہو۔ یا غیر مسلم بوقت ضرورت بیٹری ٹی وی چلانے کے لیے طلب کرتا ہے اور یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جو روپے ہوں گے ہم دیں گے اور بیٹری چارج کرانے کے پیسے دے دیں گے تو آیا زید کو لاؤڈ اسپیکر وغیرہ رامائن بھاگوت وغیرہ میں استعمال کرنے او

ریبٹری ٹی وی چلانے کے لیے دینے کا اختیار ہے یا نہیں؟ اگر وہ دیتا ہے اور اس سے ملے ہوئے پیسوں کو لیتا ہے تو زید کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟۔ بینوا توجروا

المستفتی نور محمد نوری کہمارہ سیتاپوری ۱۵ رشوال المکرم بروز چہار شنبہ ۱۴۱۹ھ

الجواب

(۱) ایک سال سے کم بکری کے بچے کی قربانی جائز نہیں، چاہے ایک دن کی ہی کمی ہو۔

قاضی خاں میں ہے: "والشئ من المعز والغنم ماتمت له سنة وطعن فی الثانية"

تو سال میں ایک دن بھی کم ہو تو اس کا دوسرا سال شروع نہیں تو اس کی قربانی جائز نہیں، البتہ مینڈھے دنبہ کا چھ مہینہ کا بچہ جو دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہو اس کی قربانی ہوسکتی ہے۔

(۲) حجرہ مسجد پر اپنی دیوار بنانا حرام۔ فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۴۰۱

مسجد کی دیوار پر اپنی عمارت کے لیے کڑی ڈالنا حرام، (رر) بلا استحقاق مسجد کی دیوار سے ملا کر پرنالہ گرانا حرام (رر) مسجد کو بدبو اور نجاست سے بچانا فرض ہے۔ (رر ص ۳۸۱) ان دونوں مسئلوں سے مسجد کے قریب جانور باندھنے کے مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے۔ اگر وہ زمین جانور کے مالک کی ہے تو اس کو اپنی زمین میں تصرف کا حق تو ہے۔ لیکن اگر وہ مسلمان ہے۔ تو اس پر خود لازم ہے کہ ایسے تصرفات سے بچے جس سے مسجد میں بدبو یا نجاست جائے۔

فصیل (چہار دیواری) بعض باتوں میں مسجد کے حکم میں ہے کہ معتکف بلا ضرورت اس پر جاسکتا ہے۔ اس پر تھوکنے یا ناک صاف کرنے یا نجاست ڈالنے کی اجازت نہیں (رر ص ۴۷۳) تو گھاس کا گٹھا مستقل طور پر رکھنا ہو جس سے استحقاق کی صورت پیدا ہو اسی طرح گندے بستروں کو اس پر سوکھنے کے لیے ڈالنا ضرور منع ہوگا۔ ہاں کبھی کبھی ایسا ہو کہ گھاس کا بوجھ اس پر رکھدیا یا کپڑا دھو کر اس پر ڈالدیا تو یہ لائق چشم پوشی ہے۔ اپنی اولتی کا پانی مسجد میں گرانا حرام ہے۔

(۳) مشرکانہ پوجا پاٹ ہی نہیں کسی بھی ناجائز کام کے لیے مثلاً گانا بجانا اور لہو ولعب کے لیے لاؤڈ اسپیکر یا بیٹری وغیرہ دینا ناجائز وممنوع ہے کہ یہ ناجائز پر امداد واعانت ہے۔ خواہ مفت دیں یا کرایا ومعاوضہ لیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة:٢]

اور اس کے معاوضہ میں ملے ہوئے پیسے حرام ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۵ رذوالقعدہ ۱۴۱۹ھ

کتاب الاشربہ

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

اذْكُرُوا اللّٰهَ

ذِكْرًا كَثِيْرًا

تاڑی اور شراب کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

تاڑ کی تاڑی فی نفسہ حرام ہے یا نہیں؟ کیوں کہ وہ ایک پیڑ کا رس ہے۔ اور مسلمان کے لیے اس کا پینا اور اس کو بیچ کر روپیہ لینا درست ہے یا نہیں؟ اور تاڑ کا پھل کھانا کیسا ہے؟ اور تاڑی اتارنے والا پیڑ کے مالک کو اس تاڑی اتارنے کے بدلے میں کچھ روپیہ دیتا ہے۔

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسلمان کے لیے وہ روپیہ لینا جائز ہے کہ نہیں؟ اگر کوئی مسلمان اس روپیہ کو لیتا ہے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مطلوب ہے۔ فقط والسلام

المستفتی: حبیب احمد خادم مدرسہ علیمیہ رضاء العلوم مسنہ وفتحپور تال نرجا ضلع مؤ یوپی ۱۹/اپریل ۲۰۰۳ء

الجواب

تاڑ کا رس ہو یا کھجور کا یا سیندھی کا۔ جب اس میں نشہ پیدا ہو گیا تو اس کا پینا خود حرام اور دوسروں کو پلانا بھی حرام۔ حدیث شریف میں ہے: کل مسکر حرام (المعجم الصغیر للطبرانی ج۱ /۱۹۸)۔ ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔ اس کا بیچنا، خریدنا، اس کے درخت کو ٹھیکہ پر دینا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: نهى النبی ﷺ عن بیع الخمر فی المسجد۔ حضور ﷺ نے مسجد شریف میں اعلان فرمایا کہ نشہ پیدا کرنے والی چیز کو بیچنا خریدنا سب حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۱۶/صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

(۲-۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید افیون کی تجارت کرتا ہے اسکے علاوہ کوئی دوسرا ذریعۂ معاش نہیں تو کیا اس کے گھر کا کھانا کھایا جا سکتا ہے اور اگر وہ کوئی محفل خیر یعنی میلاد پاک وغیرہ کرائے تو اس کے یہاں میلاد پڑھنے کے لیے جانا چاہئے یا نہیں؟ اور اس رقم سے جو شیرینی وغیرہ تقسیم کرے اس کا لینا اور کھانا کسی طرح کا ہدیہ وغیرہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) تاڑی، شراب، بھانگ، چرس، گانجا یا اس قسم کی چیزیں پینے والے کے یہاں کھانے اور اسکے یہاں کا کسی طرح کا ہدیہ لینے اور کھانے کا کیا حکم ہے؟ نیز اس قسم کی رقم دینی مصرف میں لائی جا سکتی ہے یا نہیں؟

(۳) حالت روزہ میں انجکشن لینے کا کیا حکم ہے۔ اگر کوئی بحالت صوم انجکشن لے تو اسکا روزہ باقی رہے گا یا فاسد ہو جائے گا، اگر روزہ فاسد ہو جائے گا تو کیوں؟ اور فساد کی صورت میں روزہ کا کفارہ

بھی لازم ہے یا صرف قضا؟ با تفصیل جواب عنایت کریں کہ روزہ کی حالت میں قطعی طور پر انجکشن لینا منع ہے یا کوئی صورت جواز کی ہے؟ بینوا توجروا مولا سبحان اللہ جامع مسجد بشنی پور ضلع بلیا۔

الجواب

شراب کی تجارت مسلمانوں کو قطعا حرام۔ حدیث شریف میں ہے:"لعن الله فی الخمر عشرا شاربها وبائعها الخ(ترمذی: ۱۲۹۵)" اسلیے اس کی بیع سے جو آمدنی ہوگی یقیناً حرام ہوگی۔ اسکے علاوہ افیون، بھانگ، چرس وغیرہ جو خارجی طور پر دواؤں میں بھی استعمال ہوتے ہیں ان کی تجارت ایسے لوگوں کے ساتھ جو نشہ کرتے ہوں ناجائز ہے۔ اور اسکی آمدنی ناجائز۔ لیکن ایسے لوگوں سے جو دواؤں میں خارجی علاج کے طور پر استعمال کرتے ہوں جائز ہے۔ درمختار میں ہے:"والحاصل ان جواز البيع يدور مع حل الانتفاع" جس شخص کا کل مال یا اکثر حصہ حرام ہو اس کے یہاں دعوت کھانا یا اس کا ہدیہ قبول کرنا ناجائز ہے ورنہ جائز۔ عالمگیری میں ہے:"اهدى الى رجل شيئا او اضافه ان كان غالب ماله من الحلال فلا با س الا ان يعلم بانه حرام فان كان الغالب هو حرام ينبغى ان لا يقبل الهدية ولا ياكل الطعام الا ان يخبره بانه حلال" حرام مال کا حکم یہ ہے کہ تلاش کر کے اس کے اصلی مالک کو لوٹا دے اور وہ نہ ملے تو صدقہ کر دے۔ دیگر مصارف خیر میں اسے صرف کرنا اور امید ثواب رکھنا گناہ ہے۔

(۳) جو دوا انجکشن کے ذریعے جسم میں داخل کی جاتی ہے اگر جوف شکم یا دماغ میں پہنچ جاتی ہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔ احتیاط یہی ہے کہ روزہ میں اس سے بچا جائے۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ ۷ ارشوال ۸۰ھ

(۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک مسجد کے اندر پنجوقتی اذان ہوتی ہے۔ اس کے احاطہ کے اندر دو عدد تاڑ کے درخت ہیں۔ اس مسجد کی آمدنی کا ذریعہ اور کچھ نہیں۔ تاڑ بیچ دیا جائے تو سالانہ چالیس روپیہ آمدنی بڑھ سکتی ہے۔ کیا وہ آمدنی مسجد پر صرف کی جاسکتی ہے؟ حفیظ اللہ محلہ جہاز گھاٹ بیرہل بازار ضلع دیوریا۔

الجواب

غالباً سائل کا مطلب تاڑ فروخت کرنے سے اس کی تاڑی بیچنا ہے۔ جیسا کہ چالیس روپیہ سالانہ آمدنی کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہی ہے کہ جس طرح سے تاڑ بکتی ہے اسی طرح سے بیچی جائے گی

تو یہ نا جائز و حرام ہے۔حدیث شریف میں ہے:" لعن الله فی الخمر عشرا شاربها و ساقیها وبائعها و مبتاعها (ترمذی: ۱۲۹۵) " الخ۔اللہ تعالی نے شراب کے بارے میں دس آدمیوں پر لعنت فرمائی جس میں ایک بیچنے والا بھی ہے۔واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۶) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک حکیم صاحب جو مولانا بھی ہیں ان کی تشخیص ہے کہ اگر میں تاڑی کا بطور دوا کی مقدار میں استعمال کروں تو اس مرض سے نجات پا سکتا ہوں۔یہی جس سے سخت پریشان ہوں۔

الجواب

نشہ والی تاڑی حرام ہے۔حدیث شریف میں ہے:"کل مسکر خمر (سنن ابوداؤد : ۳۶۷۹)" اس کا استعمال دوا میں بھی حرام ہے۔حدیث شریف میں ہے "لن یجعل الله الشفاء فی حرام" واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۵ر جمادی الاخری ۸۴ھ
الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ

مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ

کتاب الدعویٰ والقضاء

دعوئ کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک مکان کا جھگڑا چچا بھتیجوں میں تھا، اسی مکان کے جھگڑے کے سلسلہ میں پنچایت بلائی گئی۔ اس پنچایت کے بیچ عبدالحق نے کہا، اگر محمد شریف قرآن شریف اٹھالے گا تو میں محمد شریف کو بازار کے مکان میں آدھا حصہ دے دوں گا۔ عبدالحق کے مطابق محمد شریف نے غسل کرنے کے بعد مسجد کے اندر جا کر قرآن پاک اٹھالیا اور کہا کہ بازار کے مکان میں میرا آدھا حصہ ہے۔ اسی پر پنچوں نے اپنا فیصلہ قسم پر دے دیا۔ لیکن کچھ دنوں بعد قسم توڑ کر عبدالحق نے محمد شریف کو حصہ نہیں دیا۔ پنچوں کے نام اس طرح ہیں۔

(۱) حاجی لعل محمد (۲) محمد شریف (۳) محمد ہاشم (۴) احسان الحق (۵) محمد مصطفیٰ (۶) نور الحق (۷) عبدالحق (۸) محمد حنیف (۹) عبدالکریم، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔ المستفتی محمد شریف مقام وپوسٹ وجیراگھوگڈھ ضلع جبلپور (ایم پی)

الجواب

صورت مسئولہ میں محمد شریف کو گواہ پیش کرنا چاہئے تھا اور اگر وہ گواہ پیش نہ کرتا تو عبدالحق سے قسم کھلانا چاہئے تھا، اگر وہ قسم کھالیتا محمد شریف کو کچھ نہ ملتا اور اگر قسم کھانے کا انکار کرتا تو محمد شریف کو اس کے دعوئ کے موافق دلایا جاتا۔ محمد شریف کی قسم پر جو فیصلہ ہوا غلط ہوا۔

حدیث شریف میں ہے: البینة علی المدعی والیمین علی من انکر (فتح الباری: ۲۸۲/۵)

اور اگر عبدالحق نے بے ایمانی کی ہے تو اس کو ہمارے اس فیصلہ پر خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ابھی سب سے بڑا فیصلہ ہونا باقی ہے۔ اس دن ظالم کے لیے بڑا دردناک عذاب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۶/ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

(۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

الحاج قاضی سید اعظم علی صاحب صوفی قادری ساکن مکان نمبر ۔ ۲۴۷-۱-۲۱، عقب بانگورٹ گھانسی بازار حیدر آباد آندھر پردیش (۵۰۰۰۰۲) نے مجھے نوٹس ذریعہ وکیل دی، جس کی بنیاد اس ادعا پر رکھی گئی کہ حضرت سیدنا غوث الاعظم کی دو کتب موسوم بہ "سر الاسرار" اور "کنز المعارف" کے ترجمے کے مسودے میں نے اس وعدے کے ساتھ ان سے حاصل کئے کہ وہ من وعن طبع کئے جائیں گے، برائے مقلدین وپیرو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے استفادہ کے لیے

(یہ بیان سراسر غلط اور بہتان اول ہے کیونکہ ایسا کوئی تحریری یا زبانی معاہدہ نہیں جسے وہ بطور ثبوت پیش کر سکیں) انہوں نے یہ اظہار کیا کہ میں نے ترجمے میں چند تبدیلیاں اور محذوفات بغیران کی آگہی اور مرضی کے کردیا۔ گو پہلی اشاعت مارچ ۱۹۸۹ء (مکتوبات غوث الاعظم) میں، میں نے ان کا نام سرورق پر بحیثیت مترجم طبع کیا، اوران کا مقدمہ بھی، لیکن بعد کی اشاعت میں میں نے ان کا نام حذف کردیا اوران کے مقدمے کو جناب سید محمود صاحب کے مقدمے سے بدل دیا

(ملاحظہ ہو نوٹس کا فقرہ نمبر ۲ ؍ جس کا اردو ترجمہ لکھا گیا ہے)

وضاحت (۱) صاحبزادہ خواجہ میر واصف علی خاں صاحب نقشبندی و قادری عرف حسن پاشا (ایم۔اے) لکچرار نے بعنوان "مکتوبات غوث الاعظم" (سرورق) اور اندورنی سرورق پر اردو ترجمہ کا نام "جواہر الاسرار" اور مترجم قاضی الحاج سید شاہ اعظم علی صاحب صوفی قادری کے نام اور مقدمے کے ساتھ مارچ ۱۹۸۹ء میں طبع کروایا (ملاحظہ ہو اشاعت اول کا سرورق اور اندرونی سرورق و نیز صفحات تین تا چھ) جس سے موصوف کا ادعا کہ میں نے طبع کروایا باطل ہو جاتا ہے کیونکہ پیش کردہ یعنی (پرنٹر، پبلیشر و ناشر) حسن پاشاہ صاحب ہیں، میں نہیں۔

(۲) کتاب یعنی مکتوبات غوث اعظم (اشاعت مارچ ۱۹۸۹ء) ناشر جناب حسن پاشاہ صاحب کے گھر سے اجراء ہوئی۔ رسم اجراء کے وقت قاضی صاحب شریک نہیں تھے۔ جب ناشر (حسن پاشاہ صاحب) نے مکتوبات غوث اعظم قاضی صاحب کے حوالے کیا تو موصوف نے ان سے حاصل کرلیا دوسرے دن مجھے ایک تحریر لکھی گئی (جس کی کاپی منسلک ہے) اظہار کیا گیا کہ مطبوعہ کتاب میں اغلاط بلکہ فاش غلطیاں ہیں، اس کا اجراء روک دیا جائے ورنہ موصوف کی بدنامی ہوگی، اغلاط نامہ شامل کرنے کے بعد کتاب جاری کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ موصوف نے طویل اغلاط نامہ تیار کیا، تسلسل مضمون تحریر ھذا میں قاضی صاحب نے لکھا ہے کہ ان کا لکھا ہوا مقدمہ بنام "عرض مترجم" برائے کتاب "سرالاسرار" پر حسن پاشاہ صاحب سخت ناراض ہوئے۔ حتی کہ چائے کی پیش کش کو قبول نہ کرتے ہوئے چلے گئے۔ یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے، چند دنوں سے قاضی صاحب کا مقدمہ 'عرض مترجم' ابوالفضل سید محمود قادری صاحب دیگر اصحاب بشمول میرے اعتراض کا مرکز بنا ہوا تھا، حسن پاشاہ صاحب کی ناراضگی قاضی صاحب کو چراغ پا کردی اور طنزیہ انداز اختیار کرتے ہوئے "عرض مترجم" کو "سرالاسرار" میں شامل نہ کرنے کی خواہش کی گئی اور خواہش کا لحاظ الحاج ابوالفضل سید محمود قادری صاحب جو ناشر، پبلیشر، پرنٹر و پیش کنندہ "سرالاسرار" نے کیا

مکتوبات غوث اعظم (مطبوعہ) تمام کتب کو تلف کرتے ہوئے ، ناشر اول جناب حسن پاشاہ نے مالی نقصان برداشت کیا اور قاضی صاحب کو بدنامی سے بچا کر ان پر احسان کیا نہ صرف اتنا بلکہ بجذبہ تبلیغ علم معارف اسلامیہ ٹرسٹ سے خواہش کی کہ وہ تصحیح شدہ مکتوبات کو طبع کر کے منظر عام پر لائے ۔ چنانچہ ابو الفضل سید محمود قادری موظف سشن جج ، وبانی صدر معارف اسلامیہ ٹرسٹ نے از سر نو پوری کتاب (مکتوبات) طبع کروادئے ۔ بحیثیت مترجم کے بانی ٹرسٹ نے اپنے مقدمہ میں نہ صرف ان کے نام کا اظہار کیا بلکہ شکریہ بھی ادا کیا ، (ملاحظہ ہو اشاعت منجانب ٹرسٹ کا ص ر۵ ر سطر ۱۴ ر تا ۱۹) (جواہر الاسرار) کا نام میرا تجویز کردہ تھا ۔ (ملاحظہ اشاعت مارچ ۱۹۸۹ء مقدمہ منجانب قاضی صاحب ص ر۶ ر سطر ۳ ر تا ۵) ٹرسٹ نے مکتوبات کا نام ۔ ”کنز المعارف“ خود تجویز کیا جس کا ذکر اشاعت ثانی کے ص ر۳ ر سطر ۷ ر ۸ میں موجود ہے ۔ اگر اعتراض پیدا ہو سکتا تھا تو یہ حق مجھے حاصل تھا ، کیونکہ میرا تجویز کردہ نام ملحوظ نہیں رکھا گیا ، لیکن ”جواہر الاسرار“ کے نام سے دوبارہ اشاعت پر قاضی صاحب کا اصرار قابل توجہ ہے ۔

”سر الاسرار“ کا ترجمہ ٹرسٹ کی خواہش پر قاضی صاحب نے کیا اور قاضی صاحب کی ہی ایماء پر ان کا مقدمہ ”عرض مترجم“ شامل کتاب نہیں کیا گیا ۔ یہ سارا فعل ٹرسٹ کا ہے کیونکہ پرنٹر ، پبلیشر ، ناشر بلکہ مختار حقیقی سب کچھ ٹرسٹ ہی ہے ۔ میرا حصہ صرف خدمت کی حد تک تھا ۔ مختار نہیں تھا ، صرف ایک ہی جملہ ” تمام معاملات سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی میں ذمہ دار ہوں“ کہہ کر بری الذمہ ہو سکتا تھا ، لیکن علم کا خدمتگار ہونے کی حیثیت سے میں تمام تفصیلات سے واقف تھا ، اس لیے اخلاقی فرض سمجھتے ہوئے ، حقائق کا اظہار کر رہا ہوں ۔

القصہ مختصر نوٹس کے صفحہ ۶ ر کی سطر ۸ ر تا ۱۴ میں قاضی صاحب نے جو دعا کیا ہے کہ میں بازار سے دو نوں کتب یعنی ”سر الاسرار“ و ”کنز المعارف“ (جس کا قانونی وشرعی مالک ٹرسٹ ہے) اٹھالوں اور دوبارہ ۔

ص ر۱ ”سر الاسرار“ کو مع قاضی صاحب کے مقدمے یعنی ”عرض مترجم“ اور سر ورق پر بحیثیت مترجم کے انکا نام طبع کرواؤں ۔

ص ر۱۱ ”کنز المعارف“ کا نام بدل کر جواہر الاسرار کے نام کے ساتھ قاضی صاحب کا مقدمہ اور سر ورق پر بحیثیت مترجم ان کا نام طبع کراؤں ۔

اگر ایسا کرنے میں میں ناکام رہوں تو وہ میرے خلاف فوجداری مقدمہ اور ۵۰ ہزار کا دعویٰ دائر کریں گے ، نوٹس کے اسی صفحہ پر ایک خاندانی عالم دین کا یہ قول بھی درج ہے کہ میں نے ان کے ساتھ دھوکا اور فریب کیا ، نیز موصوف کیلیے دماغی تکلیف اور رسوائی کا باعث بنا ۔

نوٹس کے متن کی روشنی میں اور مطبوعہ تینوں کتب کی موجودگی میں قاضی صاحب کی تحریر برائے عدم شمولیت مقدمہ کے ثبوت میں علمائے دین متین سے سوال کرتا ہوں کہ اس مسئلہ میں شرع شریف کی گرفت میں کون آتا ہے۔اور اس کی سزا کیا ہے۔" افتوا جزا کم الله خیر الجزاء؟"

(نوٹ) عجلت جواب کا متمنی ہوں کیونکہ میں نے بھی قانونی مشورہ کیا ہے۔اور ماہرین قانون نے مشورہ دیا ہے کہ مطبوعہ کتب اور قلمی تحریر کی روشنی میں قاضی صاحب کی دروغ گوئی اور ذوق خودنمائی کو عدالت فوجداری میں ثابت کیا جائے گا۔اور ازاں بعد مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی دائر کیا جائے گا۔کیونکہ اصل فریق ٹرسٹ ہے۔یہ فقیر نہیں۔

اس عاجز بندے کے پیش نظر یہی ہے کہ حضور سیدنا غوث اعظم کے پوشیدہ علوم (۸۱۔۲) صدیوں بعد اس فقیر کے ہاتھوں منظر عام پر آکر پہلی مرتبہ اہل ہند کے مسلمانوں کو متعارف کرانے کا شرف ملا، انہی ہاتھوں سے یہ کتب حکومتی عدالت میں پیش کر کے حرمت کتب کو مجروح ہونے سے روک رکھوں بایں وجہ میں علمائے دین متین سے رجوع کر رہا ہوں کہ بعجلت ممکنہ اندورن ۱۵ ریوم قانونی نوٹس کے پیش نظر) اس مسئلہ کی یکسوئی ہو جائے۔اور بات عدالت تک جانے نہ پائے۔

المستفتی میر بہادر علی اقبال حسابی۔۱۵؍۱۰؍۱۹۸۹ھ

فوٹو کاپی نوٹس بزبان انگریزی اجراء کردہ مورخہ۔۱۲؍۶؍۱۹۸۹ھ مطبوعہ تین کتب اور فوٹو کاپی قلمی تحریر مورخہ۔۲۳؍۴؍۱۹۸۹ھ تحریر کردہ قاضی صاحب منسلک ہیں۔

پتہ: میر بہادر علی اقبال حسابی۔مکان نمبر ۳۲۵۔۴؍۱۷ ریاقوت پورہ حیدرآباد (اے۔پی)

جناب میر بہادر علی اقبال حسابی صاحب زیدحبہ

سلام مسنون:: مزاج گرامی مکتوبات کی رسم اجراء کی تقریب آپ سب کو مبارک،آپ حضرات کی اپنی سہولتوں کے پیش نظر تعین کردہ غیر متوقع تاریخ وتعین کا علم مدنگل سے میری واپسی کے بعد یعنی تقریب کے وقت سے چند گھنٹہ پہلے ہوا۔اس کے مطابق میری سرکاری مصروفیت میں تبدیلی بالکل ناممکن تھی،اس لیے میں شرکت کے موقع میں نہیں تھا جس کا مجھے افسوس ہے۔رات میں گھر واپس ہوا تو جناب حسن پاشاہ صاحب اس کے فوراً بعد آئے تھے۔مکتوبات کے نسخہ جات دے گئے ہیں۔موصوف ایسا معلوم ہوتا ہے کہ"سرالاسرار" کے لکھے گئے میرے مقدمہ پر بہت ناراض تھے۔چنانچہ چائے کی میری پیش کش کو نہ قبول کرتے ہوئے وہ فوراً چلے گئے۔مکتوبات کے اندر ایک نظر طائرڈالا تو ایسا لگا کہ معترضین کو مذاق اڑانے کے لیے ہم نے ایک بہترین موقع فراہم کیا ہے۔

غالباً مکتوبات کی کتابت کے بعد اس کی پروف ریڈنگ یا تو بالکل نہیں ہوئی یا اگر ہوئی تو نہایت بے اعتنائی اور غیر ذمے داری سے، ابتدائی ۴/۵ صفحہ میں ۶۰/ سے زائد اغلاط پائے گئے، اس جرح سائی کا نشانہ کوئی اور تو نہیں صرف اور صرف میں ہی ہوں گا۔ نہ جانے پوری کتاب میں اور کتنی غلطیاں ہوں گی، لہٰذا ایک فی الوقت علاج یہ ہے کہ آپ حسن پاشاہ سے مل کر اس کی تقسیم کو فوراً رکوا دیجئے اور اس کا اغلاط نامہ ایک یا دو ورق پر آسکتا ہے۔ اولین فرصت میں طبع کر کے اس کو کتاب کے ساتھ منسلک کرنے کے بعد ہی کتاب کی تقسیم عمل میں آئے، اس کے لیے ہمارا مسودہ درکار ہے۔ تاکہ مطابقت قرات وسماعت کی جاسکے، سر الاسرار کا مقدمہ اگر آپ پریس کے حوالے نہیں فرمائیں تو روک لیجئے وہ بھی نہ دیجئے، آپ ہی کی تقریظ کافی ہے۔ عرض مترجم کو شامل کرنے کی ضرورت نہیں، میری تحریر کو مسخ کرنے اور دنیا بھر کی شاعری کرنے سے اس کا عدم شمول ہی مناسب ہے، اگر آپ کو وقت مل سکتا ہے تو دفتر جاتے جاتے آپ زحمت فرمائیں تاکہ دس بجے سے قبل میرے بجواڑے دورے پر روانگی سے قبل یہ سب ہو جاسکے۔

دستخط ۴/۱۳ ۸۹ء

سید عبد القدوس۔ بی۔ اے۔ ایل۔ بی۔ ایڈوکیٹ

بخدمت جناب میر بہادر علی اقبال حسابی مکان نمبر ۱۷/۴/۳۲۵۔ یاقوت پورہ حیدرآباد

جناب میرا موکل جناب قاضی سید اعظم علی صوفی صاحب جو جھانسی بازار حیدرآباد میں رہتے ہیں ان کی طرف سے میں آپ کو مندرجہ ذیل باتیں بتا رہا ہوں۔

(۱) آپ میرے موکل کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں اور آپ اکثر ان کے پاس آیا جایا کرتے تھے، ہمارے موکل سے کچھ سمجھنے بوجھنے کے لیے آیا جایا کرتے تھے، میرا موکل بہت ہی مشہور ہے اور انہوں نے بہت ہی مذہبی کتابوں کا ترجمہ کیا ہے، انہوں نے بہت سی صوفی صاحب کی کتابوں کو جو مکتوبات غوث اعظم کہلاتے ہیں ان کا ترجمہ کیا ہے جو فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا اور اس کا نام نور الانوار سے مشہور ہے۔

(۲) آپ نے ہمارے موکل سے دونوں کتابوں کا ترجمہ کیا ہوا یعنی دوسری کاپی لیا یہ وعدہ کرتے ہوئے کہ میں اسے حضرت غوث اعظم کے ماننے والوں میں پھیلاؤں گا اور اسی مذہب کا خیال کرتے ہوئے میرے موکل نے آپ کو یہ کتابیں دے دیں اور آپ نے اس کتاب کے ترجمے میں اپنی طرف سے بہت کچھ تبدیل کر کے چھپوا دیا، اس طرح اس کی پہلی چھپوائی مارچ ۱۹۸۹ء کو ہوئی، آپ نے میرے موکل کا نام کتاب کے اوپری صفحہ پر لکھا اور ترجمہ میں بھی انہیں کا نام رکھا، مگر اس کے بعد دوسری چھپائی میں کتاب کا نام ہی بدل دیا، جواہر الاسرار کنز المعارف کر دیا۔ اور اس ترجمہ میں جو میرے موکل کا

نام تھا، اس کو نکال کر جناب محمود قادری صاحب کر دیا۔

(۳) میرے مؤکل ایک خبر میرے پاس یہ لائے کہ سر الاسرار کے ترجمہ میں کچھ تبدیلی کر دیا جو کہ میرے مؤکل کے رائے کے بغیر ہے اور یہ ان سے بات بتائی نہیں گئی، اور اس کتاب میں میرے مؤکل کا نام چھاپا نہیں گیا، میرے مؤکل کے نام کی جگہ وہاں پر سید محمود قادری چھاپ دیا، آپ کا نام وہاں ترجمہ کرنے والے کی حیثیت سے نہیں ہونا چاہئے تھا، اور آپ نے ٹائٹل اس کا نور الانوار نہیں چھاپا میرے مؤکل ہی کا نام نہیں دیا۔ جنہوں نے اس کا ترجمہ کیا تھا۔

(۴) اس کے ساتھ ساتھ کتابوں میں جو ترجمے حاصل ہیں وہ میرے مؤکل کے ذریعہ ہے اور صرف انہوں نے ہی ترجمہ کیا ہے۔ اور وہی اس کے حق دار ہیں جو کہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں اور آپ نے میرے مؤکل کو بیوقوف بنایا ہے۔ ٹھگا ہے۔ اور عوام کو بھی بیوقوف بنایا ہے اور آپ کی اس طرح کی حرکت آپ کی دماغی الجھن ہے۔ میرے مؤکل آپ سے اس طرح کی امید نہیں رکھتے تھے، میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اس کتاب پر میرے مؤکل کا نام اس حیثیت سے دیں کہ انہوں ہی ترجمہ کیا ہے لکھ دیں۔ کنز المعارف اور نور الانوار میں اگر ایسا آپ نہیں کریں گے تو میرے مؤکل صاحب اس ظلم کے متعلق روپیہ ۵ رہزار آپ کے خلاف زبردست کارروائی کریں گے جو اس پر خرچ آئے گا اس کے ذمہ دار آپ ہی ہوں گے یعنی آپ ہی کو دینا ہوگا۔

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی اور بعد ملاحظہ کاغذات متعلقہ، نوٹس دہندہ کے بیان میں تضاد ظاہر ہے۔ ''مکتوبات غوث اعظم'' کے مقدمہ میں صوفی صاحب ناشر و طابع حسن پاشا کو بتائیں، اور نوٹس میں مسئولیت اقبال حسابی صاحب کے سر ڈالتے ہیں جبکہ کتاب کی دوبارہ اشاعت معارف اسلامیہ ٹرسٹ نے کی ہے۔

(۲) مذکورہ بالا اشاعت میں یہ بھی تصریح ہے کہ اردو ترجمہ کا نام ''جواہر الاسرار'' اقبال حسابی صاحب کا تجویز کردہ ہے اور کنز المعارف نام معارف اسلامیہ ٹرسٹ نے رکھا ہے۔ وہ بھی صوفی صاحب کے ترجمہ کا نہیں، اصل مکتوبات محبوب سبحانی کا، اس لیے نام بدلنے کی بات بھی کچھ برمحل نہیں معلوم ہوتی۔

(۳) اصل واقعہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ معارف اسلامیہ والوں نے دوسرے ایڈیشن میں اندرونی ٹائٹل پر ترجمہ کا نام ''جواہر الاسرار'' اور مترجم کا نام نہیں رکھا جو پہلی اشاعت میں تھا، لیکن اسے کنز المعارف شائع کرنے والوں کی بدنیتی پر محمول کرنا درست نہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنے مقدمہ میں صاف

اور صریح طور پر یہ اظہار کیا کہ یہ ترجمہ الحاج قاضی سید اعظم علی صاحب صوفی کا ہے۔

الغرض اس تبادلہ کے مسئلہ میں بھی (اگر اسے تبادلہ کہا جائے) مسئولیت سائل کی طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ اور جس نے بھی یہ کیا یہ فعل اتنا بڑا جرم نہیں بنتا کہ اس کو حضرت صوفی قادری صاحب پر ظلم قرار دیا جا سکے، کیونکہ اشاعت و طباعت میں دونوں ہی طریقے رائج ہیں۔ سرورق پر مترجم کا نام اور ترجمہ کا تشخص مذکور ہو اور کبھی یہ نہ کر کے کتاب کے اندر کہیں یہ تشریح کر دی جاتی ہے کہ ترجمہ فلاں صاحب کا ہے اہل ٹرسٹ نے دوسرا طریقہ اختیار کیا۔

(۴) جہاں تک پہلے ایڈیشن میں تغیر و تبدل کا معاملہ ہے اس پر حضرت مترجم کے فرمان کے موافق عمل درآمد ہوا، اور اس کتاب کی اشاعت روک دی گئی۔ اور دوسرے ایڈیشن میں، معارف اسلامیہ ٹرسٹ والوں نے بھی طباعت کرائی، غلطیوں کا اعتراف کر کے اس کا مداوا کر دیا۔

مقدمات میں تو رد و بدل خود مصنفین کرتے رہتے ہیں، حسن پاشا نے مقدمہ بھی حضرت صوفی قادری صاحب سے لکھوا دیا، معارف اسلامیہ نے اپنے رائٹر سے دوسرے ایڈیشن کے لیے دوسرا مقدمہ لکھوا دیا اس سے حضرت صوفی صاحب کی ذات بابرکات پر ہمارے نزدیک کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(۵) سرالاسرار کے سلسلہ میں بھی یہی معاملہ ہوا کہ سرورق پر مترجم اور ترجمہ کا نام درج نہیں، لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا، انہوں نے یہاں کچھ چھپایا نہیں، اس کے مقدمہ نویس سید محمود قادری تحریر کرتے ہیں "مولانا الحاج قاضی سید اعظم علی صاحب صوفی قادری کو ترجمہ کی زحمت دی گئی اور انہوں نے دیگر مصروفیات کے باوجود باحسن وجوہ از راہ عقیدت و حصول سعادت کام کی تکمیل کر دی، سرالاسرار حاضر ہے

الغرض ہمارے نزدیک اولاً تو یہ ظلم کا مقدمہ نہیں بنتا اور اگر بالفرض کچھ زیادتی ہے بھی تو اس کا جرمانہ وصول کرنا، جیسا کہ پچاس ہزار وصول کرنے کی دھمکی دی گئی ہے شرعاً ہرگز جائز نہیں۔ تنویر الابصار میں ہے: "لا یؤخذ المال فی المذھب" حنفی مذہب میں تعزیر بالمال جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۹ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

(۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

کچھ سال پہلے علاقہ نصر راجستھان میں بالغہ لڑکی کا نکاح جبراً پڑھا دیا گیا۔ لڑکی انکار کرتی رہی علاقہ کے پنچ لوگوں نے لڑکی کے باپ کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ نکاح کی اجازت دے دے، یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ لڑکی نابالغہ ہے۔ لیکن باپ اس بات کا انکار کرتے ہوئے خودکشی کے لیے دوڑ پڑا، تب چند لوگوں نے اسے پکڑ کر خودکشی سے محفوظ کیا۔ ادھر پنچ لوگوں نے ایک مولوی صاحب سے کہا کہ نکاح

پڑھاؤ تو اس نے کہا، بغیر ایجاب وقبول اور بغیر وکیل وگواہ کے میں نکاح کیسے پڑھاؤں، تب ایک ملا کو ڈرا دھمکا کر تیار کیا اس نے بغیر ایجاب وقبول کے صرف خطبہ پڑھا پس اعلان ہوا کہ نکاح ہو گیا۔

کچھ مدت گذر جانے کے بعد اسی لڑکی کا نکاح لڑکی کے والدین اور لڑکی کی اجازت سے دوسرے آدمی سے پڑھا دیا گیا۔ نکاح ہوتے ہی علاقہ کے چند شریر لوگوں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور ہنگامہ برپا ہو گیا۔ کہ نکاح پر نکاح ہوا حرام کام ہوا۔ پھر تصفیہ کے لیے علاقہ کے پنچ لوگ اور علمائے کرام اور علاقہ کے مفتی صاحب اور عوام الناس ایک جگہ جمع ہوئے، تمام لوگوں کی حاضری میں مفتی صاحب نے فریقین کے بیانات لیے کافی بحث اور مباحثہ کے بعد اور کافی تحقیق کے بعد نکاح اول کو باطل اور نکاح ثانی کو صحیح اور درست قرار دیا۔ لیکن نکاح اول جس لڑکے سے ہوا تھا۔ اس کے رشتہ داروں کو یہ فیصلہ اپنی پسند کے خلاف نظر آیا۔ بجائے فیصلہ کو ماننے کے مخالفت پر اتر آئے اور کچھ مفاد پرست علماء کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ علمائے کرام کے مذکورہ فیصلہ کا انکار کرتے ہوئے نکاح اول کو صحیح اور درست ثابت کرنے کی جدوجہد میں لگ گئے۔ من گھڑت سوالات بنا کر فتوی منگا کر لوگوں کو اس بات پر راضی کرتے رہے کہ پہلا نکاح درست تھا۔ دوسرا نکاح ہوا ہی نہیں۔ یہاں تک کہ جب لڑکی والوں نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا۔ تو ان لوگوں نے اپنی طرف سے لڑکی والوں سے قطع تعلق کا حکم جاری کر دیا۔

اب اگر کوئی عالم دین یا کوئی بزرگ یا کوئی شیخ طریقت یا کوئی دوسرا آدمی لڑکی والوں کے پاس گیا ان سے ملا تو وہ بھی اس حکم میں آ گیا۔ یعنی اس سے بھی قطع تعلق اور ان سے ملنے والے دینی اداروں کے بانی یا مہتمم ہیں۔ تو پورے علاقہ میں لوگوں کو قسمیں دے دے کر روکا جا رہا ہے۔ کہ کوئی انہیں چندہ نہ دے کیونکہ ادارے کے تمام اراکین سے قطع تعلق کا حکم ہے۔ ایک فریق نے اس بات کو اپنی انانیت کا سوال بنا دیا ہے۔ اور مسلمانوں میں زبردست انتشار پیدا کر دیا ہے۔

اب جواب طلب امر یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں نکاح اول درست ہوا یا نکاح ثانی اور جو افراد مسلمانوں کے درمیان اپنی بات رکھنے کے لیے عداوت وانتشار پیدا کر رہے ہیں اور مفتی شرع کے فیصلہ کو تسلیم نہ کر کے چند جہلا کے اشارے پر انتشار بین المسلمین کر رہے ہیں۔ ایسے افراد کے لیے اور جن لوگوں نے جبراً نکاح پڑھایا ان کے لیے شرع محمود کیا حکم نافذ کرتی ہے۔ بینوا توجروا

سائل: محمد ہاشم خان جودھ پوری دار العلوم فیض اکبری لونی شریف کچھ گجرات

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی صورت مسئولہ میں پہلا نکاح ہوا ہی نہیں۔ شرح وقایہ جلد ثانی میں ہے:

"وھو ینعقد بالایجاب والقبول (ص:۱۰)" نکاح کے لیے ایجاب وقبول ضروری ہے۔ اور یہاں صرف خطبہ پڑھایا گیا تو شرعا وہ ہرگز نکاح نہ ہوا۔

اور دوسرا نکاح جو والد کی مرضی اور لڑکی کی اجازت سے ہوا ضرور صحیح ہوا۔ غلط بیانی سے علماء سے اس کے خلاف فتوی حاصل کرنا ظلم اور گناہ ہے۔ اور جن علماء نے حقیقت جانتے ہوئے غلط فتوی دیا تو اس ظلم وگناہ میں ان کے شریک ہوئے، اور جن لوگوں نے بھی جان بوجھ کر ان کا بائیکاٹ کیا وہ سب ظلم وزیادتی کے مرتکب ہوئے۔ اور بے توبہ مرے تو عذاب الٰہی کے مرتکب ہوئے۔ قرآن شریف میں ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[المائدۃ:۲]

توبہ صادقہ یہ ہے کہ جن کا بائیکاٹ کیا سب لوگ ان سے معافی مانگیں اور بائیکاٹ ختم کریں۔

حدیث شریف میں ہے:"من کانت لہ مظلمۃ لاخیہ من عرضہ اوشیء فلیتحللہ منہ الیوم قبل ان لا یکون دینار لا درھم (قرطبی:۹/۲۶۲،۱۰/۲۵۵،۳۳۸)" جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی پر ظلم کیا تو وہ اس سے آج ہی چھٹکارا کرے، کیونکہ قیامت کے دن نہ درہم کام آئیں گے نہ اشرفی۔

اور آج جو لوگ ان مظلوموں کی مدد کرنے والوں کے خلاف فتنہ وفساد پھیلاتے ہیں۔ وہ خدا کے عذاب سے ڈریں وہ فرماتا ہے: ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾[البقرۃ:۱۹۱] فتنہ وفساد قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔ ہذا ماعندی واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۳ر جمادی الاول ۱۴۲۲ھ

(۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

لڑکی زبیدہ عمر تیس سال نے اپنے سگے چچا پچپن سال پر الزام لگایا کہ اس نے اس کو غلط نظر سے دیکھا اور اس کے ساتھ زنا کرنے کی کوشش کی۔ اور جب چچا زید سے اس بات کی تفتیش کی گئی تو اس نے سراسر انکار کیا۔ اور مسجد میں جا کر کئی لوگوں کے سامنے قرآن ہاتھ میں لے کر قسم کھائی کہ میرے اوپر جو الزام لگایا گیا ہے وہ غلط ہے۔ پھر جب دوبارہ لڑکی زبیدہ سے اس معاملے کے بارے میں بات کی گئی تو اس نے بھی مسجد میں جا کر چھ سات نمازیوں کے سامنے رو رو کر قسم کھائی کہ اگر میں نے چچا پر غلط الزام لگایا ہے تو میرے بچوں کی موت ہو جائے۔ مذکورہ معاملہ کو دیکھتے ہوئے معاشرہ دو حصوں میں بٹ گیا او رلڑکے کا معاشرتی طور پر بائیکاٹ کر دیا گیا ہے۔ اور اس بائیکاٹ کی مدت تقریبا دو سال ہو گئی ہے۔ تو کیا لڑکے کا سماجی طور پر بائیکاٹ درست ہے؟ علمائے کرام قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: شہاب الدین خان نیازی گلشن نگر سیوا سنگھ کیڈی کمپاؤنڈ گاندھی نگر کاندی ولی ویسٹ ممبئی ۶۷

الجواب

صورت مسئولہ میں شریعت کا حکم یہ تھا کہ زبیدہ سے گواہ طلب کئے جاتے جنہوں نے زبیدہ کو چھیڑتے ہوئے اس کے چچا کو دیکھا ہو۔ اگر وہ گواہ نہ پیش کرسکتی تو چچا سے قسم کھلائی جاتی۔ حدیث شریف میں ہے: البینة علی المدعی والیمین علی من انکر۔ (فتح البا ری: ۲۸۲/۵)

گواہ پیش کرنا مدعی کا کام ہے اور وہ گواہ نہ پیش کرسکے تو مدعی علیہ سے قسم کھلائی جائے۔

اگر مدعا علیہ انکار کرتا ہے تو اسے سزا دی جائے۔ اور یہاں مدعی کو بھی قسم کھلا کر مدعی علیہ پر سزا لاگو کردی گئی، یہ غلط اور خلاف شرع ہے۔ سزا کا فیصلہ کرنے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کو زبیدہ کے چچا سے معافی مانگنی چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرنا چاہیے کہ انہوں نے جرم کے ثبوت کے بغیر اس کو دو سال تک اذیت میں رکھا۔ سب لوگ فوراً اس کا بائیکاٹ ختم کریں اور اس سے کسی قسم کا مالی جرمانہ وصول نہ کریں۔ درمختار میں ہے: التعزیر بالمال لا یوخذ۔ مالی جرمانہ جائز نہیں۔ جب احکام شرع میں جاہل لوگ قاضی اور منصف بنائے جائیں تو یہی ہوگا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رؤسا جهالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا و اضلوا۔

جب علماء ربانی نہ رہیں گے تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے اور ان سے پوچھیں گے تو وہ غلط فتوی دیں گے، خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

جو بات فیصلہ کرنے سے پہلے پوچھنے کی تھی کہ شریعت کا مسئلہ پوچھ کر معاملہ کا فیصلہ کرتے۔ اب دو سال سزا دے لینے کے بعد ضرورت محسوس ہوئی۔

الحاصل بصورت موجودہ چچا اور اس کی بھتیجی زبیدہ ان دونوں میں کوئی ایک ضرور جھوٹا اور جھوٹی قسم کھانے والا ہے۔ اس لیے دونوں کو خدا کے خوف اور حشر کی پکڑ سے ڈرنا چاہیے اور جس نے جھوٹی قسم کھائی ہو تو اللہ سے توبہ بھی کرے اور دوسرے سے معافی بھی مانگے۔ اور ایسا نہ کریں گے تو اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۶؍صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

(۵) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید وعمرو ساتھ میں لکڑی کا کاروبار کرتے ہیں۔ انھوں نے سوا پانچ سو روپے میں کچھ لکڑی موہن خریدار کے ہاتھ فروخت کیا۔ اور اس نے مختلف تاریخوں میں مبلغ ایک سو پانچ روپے بدست زید شریک دار نمبر ایک کے ذریعہ کئی مرتبہ میں ادا کیا۔ اس کے پاس اب مبلغ تین سو دس روپے باقی ہیں۔ جس کے لیے اس نے وعدہ کیا کہ آپ لوگ اٹھارہ ۱۸؍تاریخ بروز جمعرات میرے مکان پر آکر لے جایئے۔

حسب وعدہ شریک دار نمبر ایک زید جب موہن مقروض خریدار کے یہاں روپیہ لینے گیا تو اس نے کہا ہم نے سترہ تاریخ بروز بدھ شریک نمبر دو عمرو کو دے دیا ہے۔ زید عمرو سے ملا اور واقعہ بیان کیا، عمرو نے روپیہ پانے سے انکار کیا اور دونوں مل کر موہن مقروض کے گھر گئے۔ پوچھنے پر اس نے ایک گواہ بنام ریتو پیش کیا، جس نے بیان کیا کہ موہن مقروض کہہ رہا تھا کہ مبلغ تین سو روپے مجھے ٹھیکیدار کو دینا ہے۔ لیکن ہم نہیں جانتے کہ دیا ہے یا نہیں؟ دوسری مرتبہ پوچھنے پر اس نے بیان کیا کہ انہوں نے دیا ہے۔ مگر ہم نہیں جانتے کہ کس کو دیا ہے؟ ابھی وہ شریک دار نمبر ایک کی تصدیق نہیں کرتا کہ روپیہ ان کو دیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ عمرو کو خوب جانتا ہے۔ شریک دار نمبر دو عمرو کا کہنا ہے کہ جس تاریخ کو آپ روپیہ لینے کو کہہ رہے تھے اس تاریخ میں یہاں موجود تھا۔ اس تاریخ کو آٹھ بجے دن سے چار بجے شام تک۔ جب کہ موہن نے روپیہ دینے کا وقت کبھی گیارہ بجے دن کبھی ایک بجے دن بتلایا ہے۔ موہن مقروض کہتا ہے میں ثبوت نہیں چاہتا ہوں لیکن اگر حلف اٹھالیں کہ مجھے روپے نہیں دیئے گئے ہیں تو میں آپ کو روپے دے دوں گا۔ ایسی صورت میں جبکہ شریک دار نمبر دو کو یقین ہے کہ مجھے روپیہ نہیں دیا گیا ہے۔ اور جو ثبوت موہن پیش کرتا ہے وہ اکیلا ہے۔ اور شریک دار نمبر دو کی پہچان بھی نہیں کرتا ہے۔ بیان میں اختلاف ہے تو اس کی گواہی کی کیا حیثیت ہوسکتی ہے۔ ایسی صورت میں شریک دار نمبر دو کا حلف لینا جائز ہے یا نہیں؟ صاف بیان فرمائیں کہ عمل کس پر کیا جائے۔ طرفین سے حلف لینے کی تاریخ ۱۳/ اکتوبر کو مقرر رہے۔ لہٰذا اس کے اندر جواب سے مشرف فرمائیں۔ بینوا وتوجروا شیخ عبد اللہ برانچ پوسٹ۔ ماسٹر میاں بازار گونڈہ

الجواب

صورت مسئولہ میں جبکہ موہن اس امر کا دعویٰ دار ہے کہ اس نے روپیہ ادا کر دیا۔ اور شریک ۲ دو اس سے انکار کر رہا ہے تو موہن پر ضروری تھا کہ گواہ پیش کرے لیکن وہ گواہ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اور جو گواہی دے رہا ہے وہ شرعاً گواہ نہیں کہ ﴿وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا﴾ [النساء: ۱۴۱] پھر اس کی گواہی میں سخت اختلاف ہے اس لیے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ آپ کا شریک نمبر دو قسم کھائے۔ حدیث شریف میں ہے: " البينة على المدعى و اليمين على من انكر (فتح البارى: ۸۲۸۲/۵)، مدعی پر گواہ پیش کرنا ہے ورنہ مدعیٰ علیہ قسم کھائے۔

چونکہ حلف ایک سچ بات کے لیے اٹھا رہا ہے اس لیے کوئی گناہ بھی نہ ہوگا۔ قرآن عظیم میں بلا ضرورت قسم کھانے کی ممانعت آئی ہے۔ ضرورت کے وقت قسم کھانے کا خود حکم فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۶ رجمادی الثانی ۸۵ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۶-۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

(۱) زید نے چرم دوماہ کے قرض (ادھار) پر بایں شرط کہ بکر کو اپنا ضامن دے گا۔ خالد سے خریدا مگر زید بکر کو ضامن نہ پیش کر سکا، خالد نے بخوف طوالت دوسرا ضامن بکر کے بدلے طلب کیا، زید نے عمر کو ضامن پیش کیا کاغذ کی خانہ پری جو دو ضامنوں کے ساتھ قانوناً مشروط ہے خالد نے اپنے اسٹاف میں سے فرضی ضامن مقرر کر کے کہ زید پر صرف خوف ودباؤ رہے گا تم سے کوئی علاقہ نہیں فیضان رضا کا نام کاغذ میں درج کر کے بغیر تحریر سنائے اور بغیر دکھائے اعتماد کی بنا پر فیضان رضا سے بجائے ضامن کے جو کہ حقیقت میں ضامن نہ تھا زید کا شریک ساتھی قرار دے کر اور ساتھی لکھکر انگوٹھا لگوالیا اور تنہا اسی سے ڈگری وصول کرنے کی اور کرانے کی کوشش کی گئی، فیضان رضا کی عزت پر حملہ کیا گیا، ایسی صورت میں از روئے شرع اس پیسے کی ادائیگی زید وعمر پر لازم ہوگی یا فیضان رضا پر بھی واجب ہوگی؟ جب کہ فیضان رضا بحلف اطمینان دلا رہا ہے کہ میں نہ پاٹنر نہ ضامن ہوں۔ تو خالد کے بارے میں جس نے مجھے ضامن بنا دیا ہے اور کذب سے کام لے رہا ہے بلکہ صرف ضامن ہی نہیں بلکہ شریک کیا گیا ہے اس کی یہ دونوں باتیں لغوگوئی پر مبنی ہیں، اس کے بارے میں اور کذب کے بارے میں شریعت محمدیہ کا کیا حکم ہے؟ تفصیل سے بیان فرمائیں۔

(۲) زید نے ایک جیوتشی (جو کہ مسلمان کہلاتا ہے) سے مقدمہ کے بارے میں پیشینگوئی دریافت کی کہ مدعی عبدالرزاق کامیاب ہوگا اور حالات آئندہ کیسے رہیں گے؟ اسے فن جیوتش کے حساب سے بیان فرمائیں اور وہ تحریر کسی نابکار نے فیضان رضا کی طرف منسوب کر دیا کہ سائل فیضان رضا ہے جب کہ وہ لاعلم ہے، کیا یہ پیشن گوئی کرانا دریافت کرنا جب کہ اس پر یقین بھی نہ ہو شریعت محمدیہ کا کیا حکم ہے؟ اور تہمت لگانے والے کا کیا حکم ہے؟ جب کہ بہت سے مسلمان حضرات علم الاعداد علم جفر علم رمل علم نجوم سے حسابات لگا کر پیشنگوئی کرتے ہیں اور اس پر اذعان یقین نہیں رکھتے، جیسا کہ شمع شبستان رضا مجموعہ اعمال رضا کہ اس کے آخر میں علم جفر کے اوراق شامل ہیں موجود ہیں، اور دیگر کتب ہیں ان کے مصنفین کے بارے میں کیا حکم ہے؟ یا ہمارے امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبل وصال جو تاریخ وصال بیان کی حضور تفصیل سے بیان فرمائیں۔

(۳) زید وہابی دیوبندی بدعقیدوں سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی نشست وبرخاست ہے اور اس سے تعاون حاصل کرتا اور کراتا ہے اور وہابی لڑکوں کا نکاح کلمہ طیبہ کا بہانہ لے کر کہ میں پہلے مسلمان کر لیتا ہوں، پڑھاتا ہے جب کہ لڑکا پہلے سے ہی بدعقیدہ ہے اور اسی پر بعد عقد نکاح بھی گامزن ہے کیا یہ تعلق

رکھنا اور وہابی کو کلمہ پڑھا کر نکاح پڑھانا جائز ہے؟ اگر نہیں تو کیا کفر ہے؟ اور بعد تو یہ تجدید نکاح لازم ہے؟ جیسا کہ حکم ہو تفصیل سے بیان فرمائیں۔ جب کہ یہ فعل زید کا بالقصد ہے سہوا نہیں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی ضمیر احمد اشرفی

الجواب

صورت مسئولہ میں فیضان رضا کو ضمانت کا اقرار ہے البتہ وہ یہ کہتا ہے کہ خالد نے یہ اطمینان دلایا تھا کہ تمہارا نام فرضی ڈال رہا ہوں، یعنی تم ضامن نہیں، اسی طرح اس کو شریک ہونے سے بھی انکار ہے پہلی بات کو اگر گواہوں سے ثابت کردے گا تو خالد کے دعوی سے بری ہوگا ورنہ نہیں۔

عالمگیری میں ہے: "رجل ادعى على آخر الف درهم بسبب الكفالة عن فلان لو ادعى الكفيل براة المدعى صح كذا فى الخلاصه۔

جھوٹ بولنے والوں پر خدا کی لعنت، یہ قرآن عظیم کا فیصلہ ہے، فریقین میں سے جو اس کا مرتکب ہو حکم شریعت اس پر لاگو ہوگا اور فیضان کی شرکت گواہوں سے ثابت ہوگی، صرف تحریر شرعا کافی نہیں اور گواہ پیش کرنے کی صورت میں فیضان رضا پر ضمانت کا بوجھ ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے: "البينة على المدعى واليمين على من انكر" (فتح البا ری:۵/۲۸۲)

(۲) علم شعبدہ علم نجوم کی وہ شاخ ہے جس کا تعلق پیشنگوئی سے ہو مجرد کہانت اور علم رمل سب کو درمختار میں حرام بتایا ہے اور علم جفر کا تعلق بزرگان دین کے مکاشفات سے ہے، ان حرام علوم کے نتائج پر اگر اعتبار ہو اس کو تو علماء نے کفر لکھا ہے اور اعتبار کے بغیر بھی ان سے پوچھ گچھ کرنے کو مکروہ گمراہی لکھا ہے

لمعات میں ہے: "اماما يخبر المنجمون ويحكمون بالاحكام من جريان الحوادث ان كانت والسودة والنحومة ويقيدها باحكامها فى كل جرية وسكتة فان اعتقد تاثيوها وفاعليتها حقيقة فهو كفر بلاشبهة والا فبدعة وضلال مخالف بطريق السين من علماء الدين۔ اور حدیث شریف میں ہے: "من اتى عرافا فسئله عن شئ لم تقبل له صلوة اربعين ليلة" (شرح السنة:۱۲/۱۲۸) امام نووی نے کہا: "والعرف من جملة انواع الكهان"

بزرگان دین کا کشف من جانب اللہ ہوتا ہے پھر بھی وہ دلیل شرعی نہیں ہے، اسکو کاہنوں کے ساتھ شمار کرنا برا ہے اور جب فیضان رضا کا جوتشی کے پاس جانے اور سوال کرنے سے انکار ہے تو اس کو کیا فکر پڑی ہے کہ اس جوتشی کی قباحت کے خلاف اعلیٰحضرت کے کشف سے معارضہ قائم کرتا ہے؟ غلط بہتان کسی پر لگانا شرعا حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے: "ولاتاتو ایھتان تفترونہ بین یلیکم۔ (مجمع الزوائد للھیثمی ج۶/۳۷)

(۳) برتقدیر صدق مستفتی زید کی یہ تاویل غلط ہے، کیونکہ کافر کے مسلمان کرنے کے لیے تو علماء نے یہ قرار دیا ہے کہ جس غلط بات کا وہ قائل تھا اس سے برات کرے۔

شامی میں بدائع کے حوالہ سے ہے:

"لواتی بالشھادتین یحکم بالاسلام حتی یبرأ عن دین الذی ھو علیہ"

پس زید نے جو نکاح پڑھایا اس میں ایک فعل کا مرتکب ہوا جس سے اس کو توبہ کرنی چاہئے۔

واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

قضا اور فیصلوں کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

علماء کے متعلق جو عوام کے سامنے اپنا فیصلہ کچھ اور سناتے ہیں اور تحریری شکل میں اپنے فیصلے کے مضمون کو بدل ڈالتے ہیں، جس سے ملت میں آپسی نفاق بڑھ جاتا ہے اور بھائی بھائی سے بچھڑ کر دو خیموں میں بٹ جاتے ہیں، اسی طرح کے فتوی سے متعلق ایک کاپی اور ایک خط کا مضمون پھر آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں جو اشتیاق عالم صاحب خانقاہ شہبازیہ اور مفتی شاہجہاں صاحب بھاگلپوری نے صادر فرمایا ہے۔ امید ہے کہ آپ قرآن اور سنت کی روشنی میں صحیح جواب سے مطلع فرمائیں گے۔ فقط والسلام

المستفتی خاکپائے محمود الحسین اشرفی بلوک نمبر ۶ ڈی اا پوسٹ فراکہ برج ضلع مرشد آباد

مکرمی مفتی صاحب وعلیکم السلام یاد فرمائی کا شکریہ۔

مجھ فقیر اور مفتی شاہجہاں صاحب کے متعلق جو سوال آپ تک پہنچا ہے اس کے تعلق سے صرف اتنا عرض کرنا کافی ہے کہ قاری عباس کسی صورت میں بھی سنی صحیح العقیدہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ بہروپیا ہے، جو سنیوں کے درمیان انتشار پھیلانے کے لیے در آیا ہے، ہمارے تعلق سے جو باتیں پیش کی گئی ہیں وہ مبنی بر تہمت کے سوا کچھ نہیں ہم لوگوں نے تحقیق وتفتیش ضروری کی تھی مگر اپنے فیصلے کو محفوظ رکھا اور تیقن حاصل ہونے کے بعد فیصلہ نافذ کیا گیا، خط کافی تاخیر سے آیا۔ حیدرآباد بنگلور کے سفر سے واپسی پر جواب حاضر کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ بعافیت ہوں گے۔ فقط والسلام

خلوص کار اشتیاق خانقاہ شہبازیہ بھاگل پور مورخہ ۷/۶/۱۹۹۶ء

الجواب

آپ لوگوں کا سوال عرصہ ہوا آیا تھا۔ ہر چند کے مفتی کی ذمہ داری واقعات کی تحقیق نہیں ہوتی وہ سوال کا جواب دیتا ہے۔ سوال کے جھوٹے سچے ہونے سے اس کو بحث نہیں ہوتی، اس لیے فتوی کے شروع میں عام طور سے لکھدیا جاتا ہے برتقدیر صدق مستفتی۔

لیکن آپ لوگوں کا سوال دو ایسے آدمیوں کی ذات سے متعلق تھا جو اہل سنت کے اداروں سے منسلک ہیں اور ان کے ساتھ بھی عوام اہل سنت کا ایک طبقہ ہے، اس لیے خیال ہوا کہ بے تحقیق جواب لکھنے میں کہیں ہمارا جواب اہل سنت میں تفریق کا باعث نہ بنے، یہ سوچکر ہم نے دونوں صاحبوں کو خط لکھا، مفتی شاہجہاں صاحب کا تو اب تک کوئی جواب نہیں آیا، مولانا اشتیاق عالم صاحب نے البتہ جواب بھیجا، ان کو آپ حضرات کے الزام سے یکسر انکار ہے جس کی فوٹو اسٹیٹ اس خط کی پشت پر ہے۔

ایسی صورت میں یہ سوال دارالافتاء سے نکل کر دارالقضا کے حدود میں داخل ہوگیا، آپ کے اطراف میں اگر کوئی سنی دیندار عالم ایسا ہو جو طرفین کے بیانات لے کر گواہوں کی تحقیق کر کے شریعت کے موافق فیصلہ کر سکے تو آپ وہیں اپنا معاملہ پیش کریں اور فیصلہ کرائیں۔ امام عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: اذا خلی الزمان من السلطان فالعلماء ورثۃ الاحکام فقط والسلام۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۴ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ

(۲-۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) مسجد، مدرسہ، یا کسی دینی معاملے میں کسی کافر کو ثالث مان کر یا بنا کر اس کو اپنا حکم (فیصلہ کرنے والا) ماننا کیسا ہے؟ اور جن لوگوں نے کافر کو اپنا حکم مانا اور اس کے فیصلہ کی تائید کی اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۲) کسی غیر عالم کو مسجد میں لوگوں کو وعظ ونصیحت قرآن وحدیث کی روشنی میں کرنا کیسا ہے؟

(۳) زید، بکر کو زانی، غنڈا اور خائن کہتا تھا، مگر پھر اپنے فائدے کے لیے زید نے بکر کو اپنا سرپرست تسلیم کر لیا، اور بکر کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرتا ہے (جبکہ بکر ایسا نہیں تھا) تو زید کے لیے کیا حکم ہے؟

برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی اور ائمہ کرام کے اقوال کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

دلشاد احمد اعظمی

الجواب

(۱) ایسے مسائل میں مبہم سوال کا جواب نہیں دیا جا سکتا، اس خاص مسئلہ کی تفصیل ضروری تھی تاکہ

دیکھا جاتا کہ اس کا تعلق کس حد تک دین سے ہے، پھر اس غیر مسلم کی تفصیل کرنی تھی کہ کیونکہ آج کل یہاں جمہوری حکومت ہے، محکمہ تعلیم یا اوقاف میں غیر مسلم افسر ہوں تو قہری حکومت ہے، ہم مانیں یا نہ مانیں، گورنمنٹ نے جس کو حاکم مقرر کر دیا اسے زبردستی متعلقہ امور کا اختیار ہوگا۔ فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۱۷؍ پر ایک ایسے ہی شخص کا جواب دیتے ہوئے (جس نے انگریزی کچہریوں میں مقدمہ فیصلہ کرانے کو کفر کہا تھا؟ فرماتے ہیں:

جو مدعی حق پر ہیں۔ وہ غیر مسلموں کو حکم نہیں بناتے، بلکہ اپنا حق کہ جو بے زور حکومت نہیں مل سکتا نکلوانا چاہتے ہیں، اور ص ۱۴۷، ۱۴۸ پر فرماتے ہیں: باختیار خود کسی ہندو یا رافضی یا وہابی یا قادیانی کو مدرسہ دینیہ اسلامیہ پر افسر مقرر کیا گیا ہو شریعت مطہرہ نے اسلامی کام پر باختیار خود اس طرح کا افسر مقرر کرنا ہی کب جائز رکھا ہے؟

الغرض پہلو دار مسائل میں بے تفصیل و تحقیق مبہم الفاظ میں سوال کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔

(۳) آپ کا یہ سوال بھی سابقہ سوال کی طرح ہی ہے، آپ کو یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ فلاں نے مسجد میں یہ وعظ کیا اور یہ مسئلہ بیان کیا صحیح ہے یا غلط؟ اگر غلط ہے تو ایسا مسئلہ بیان کرنے والے پر کیا حکم ہے؟ تو جواب آسان تھا موجودہ صورت میں تو اس سوال کا جواب یہ ہے:

سند کوئی چیز نہیں، بہتیرے سند یافتہ محض بے بہرہ ہوتے ہیں اور جنہوں نے سند نہیں لی ہے ان کی شاگردی کی لیاقت بھی ان سند یافتوں میں نہیں ہوتی۔ علم ہونا چاہئے اور علم فتوی پڑھنے سے نہیں آتا۔ جب تک کہ مدتہا کسی طبیب حاذق کا مطب نہ کیا ہو۔ مفتیان کامل کے بعض صحبت یافتہ کہ ظاہر درس و تدریس میں پورے نہ تھے مگر خدمت علمائے کرام میں اکثر حاضر رہتے تھے۔ اور تحقیق مسائل کا شغل انکا وظیفہ تھا، فقیر نے دیکھا کہ وہ مسائل کہیں آج کل کے صدہا فارغ التحصیل بلکہ مدرسوں بلکہ نام کے مفتیوں سے بدرجہا افضل تھے۔ پس اگر شخص مذکور فی السوال بذات خود خواہ بفیض صحبت علمائے کاملین علم کافی رکھتا ہے جو بیان کرتا ہے غالبا صحیح ہوتا ہے اس کے خطا سے اس کی صواب زیادہ ہے۔ تو حرج نہیں اور اگر دونوں وجوہ سے علم سے عاری ہے، صرف بطور خود اردو فارسی کی کتابیں دیکھ کر مسائل بتائے اور قرآن کا مطلب بتانے پر جرأت کرتا ہے تو یہ سخت اشد کبیرہ ہے، نہ اس کے فتوی پر عمل جائز نہ اس کے بیان قرآن وحدیث سننے کی اجازت'' (فتاوی رضویہ جلد دہم نصف اول ص: ۲۳۱)

یہ پوری عبارت جو کوڈ کے درمیان ہے آپ کے سوال کا جواب ہے، یہ اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے۔

(۴) برتقدیر صدق مستفتی زید کو بکر سے معافی مانگنی چاہئے اور اس کے خلاف جو بہتان تراشی کی اس سے توبہ کرنی چاہئے اور جائز بات ہر آدمی کو ہر آدمی کی ماننی چاہئے۔ اس میں بکر کی کوئی تخصیص نہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۰ر جمادی الاولی ۱۴۱۸ھ

(۵) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔

زید اپنے دادا کو اللہ میاں کہتا ہے اور ان تمام اکابر واصاغر علماء ومفتیان کرام اور حضور مفتی اعظم ہند علیہم رحمۃ المنعام جنہوں نے اللہ، میاں بندے کو کہنا ناجائز وحرام لکھا ان سب فتاوی کو غلط کہتا ہے اور اس کے پیر صاحب کی خانقاہ میں یہ شعر تقریبا انیس سال سے لاؤڈ اسپیکر پر پڑھا جاتا ہے۔
کوئی بدعت سمجھے یا کفر اے شیخ حرم۔ ہم تو یونہی اللہ، میاں کہتے جائیں گے۔

اس شعر سے ان تمام علمائے کرام ومفتیان عظام کے فتاوی کا رد کیا جاتا ہے اور زید بھی اس شعر کو اور اس عمل کو پسند کرتا ہے، اسی بناء پر ایک مولانا صاحب نے زید سے ترک تعلق اور زید کے ساتھ مجالس میں شرکت سے پرہیز اور اجتناب کیا مولانا صاحب مذکور کے اس پرہیز اور اجتناب کو جو زید مذکور سے تھا ایک مفتی صاحب سے بکر نے معلوم کیا تو مفتی صاحب مذکور نے فتویٰ دیا کہ مولانا صاحب مذکور کا عمل درست ہے نیز یہ کہ زید کے ساتھ لینت اور نرمی تقریبا انیس سال سے اہل علم کی جانب سے بامید اصلاح وہدایت بھی ہوتی رہی، اس کے باوجود زید بجائے توبہ ورجوع وقبول حق اپنے اس عمل وقول میں سختی اختیار کرتا رہا، اب سوال جواب طلب یہ ہے کہ مفتی صاحب مذکور کا فتوائے مذکور صحیح ہے یا غلط؟۔ بینوا توجروا

استفتاء مرسل ہے جلد جواب سے نوازیں اور جواب بیرنگ ہی بھیج دیں۔
المستفتی محمد اختر رضا خاں غفرلہ

الجواب

صورت مسئولہ میں مولانا کا یہ عمل درست ہے اور مفتی صاحب کی تصدیق وتائید بھی موافق شرع ہے۔ قرآن شریف میں ہے:﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (الانعام:۶۸) واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۴ر صفر ۱۹۸۷ء

(۶۔۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) چند طرح کی حاجتیں ایک معاملے میں لے کر ضرورت کے برابر ہیں یا نہیں؟

(۲) موجودہ دور کے مفتیان کرام ضرورت شرعیہ کا تعین کر سکتے ہیں یا نہیں؟
المستفتی محمد عابد حسین تیغی ۱۱۵ کوتن اسٹریٹ کلکتہ

الجواب

(۱) آپ نے سوال گول مول کیا ہے، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فتاوی رضویہ جلد ششم میں فرماتے ہیں، گول مول سوال کا جواب نہیں دیا جاسکتا۔ آج کل کسی دار الافتاء کے بارے میں یہ اجمالی حکم کیسے دیا جاسکتا ہے کہ ہم سب کی تغلیط کریں گے۔ یا تصحیح کریں گے، سر کا نہی شریف کے استفساء میں البتہ خاص فتوے کی نشاندہی کی تھی اس کے لیے البتہ ہم نے لکھدیا تھا کہ اس مسئلہ میں ہم اعلیٰ حضرت کے فتوے پر عمل کرتے ہیں۔ اور یہی فتوے دیتے ہیں، اہل مبار کپور کے فتوے کی تصدیق ہم نہیں کر سکتے۔

(۲) مراتب پانچ ہیں۔ ضرورت۔ حاجت۔ منفعت۔ زینت۔ فضول، اور جو چیز ضروری ہو فرض ہے اور جو حاجت ہو واجب اور سنت موکدہ ہے۔ منفعت اور زینت والی چیزیں سنت غیر موکدہ و مستحب ہیں فضول مکروہ تنزیہی ہے۔ یہ تو ایجاب کا پہلو ہوا اور سلب کی صورت میں ضرورت سے حرام حلال ہو جاتا ہے، جیسے مضطر کو مردار کھانا حلال اور حاجت ہو تو مکروہ تحریمی حلال، بلکہ فرض میں تاخیر اور سہولت ہو جاتی ہے، جیسے مریض کو روزہ میں تخفیف اور منفعت وزینت کے لیے نہ حرام حلال ہو نہ مکروہ جائز، ہاں سنن زوائد یا مستحبات وآداب ترک کر سکتے ہیں اور فضول کے لیے کچھ نہیں، نہ حرام نہ حلال، نہ کسی حلال کی کراہت، ان مراتب پنج گانہ کا لحاظ بھی پانچ ہی امور کے لیے ہے۔ دین، عقل، نسب، نفس، مال، یہ بنیادی باتیں ہوئیں، اب ہم اصول کے سلسلے میں بھی کچھ عرض کرتے ہیں، ضرورت کی تعریف یہ ہے کہ: "بلوغه حدا ان لم يناول الممنوع لهلك شيء من امور الخمسة التي ذكرناه سابقا من الدين والعقل وغيره"

اور قارب الہلاک ضرورت کا حکم یہ ہے۔

"هذايبيح تناول الحرام" ۔ (حموی شرح اشباہ ص ۱۴)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کی توضیح فرماتے ہیں۔ کہ وہ تمام ممنوعات کہ کسی حال میں قابل اباحت یا متحمل رخصت ہوں۔ مباح یا مرخص ہو جاتے ہیں، نہ مثل زنا و ناحق قتل مسلم کہ کسی شدید ضرورت کے لیے مرخص نہیں ہو سکتے۔ (فتاوی رضویہ جلد دہم نصف آخر ص ۱۹۹)

جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ضرورت کا حکم بھی کلی نہیں، بلکہ کچھ حرام و گناہ اس حکم سے بھی مستثنیٰ ہیں کہ وہ کسی ضرورت سے حلال نہیں ہوتے۔ ہمارے خیال سے یہ استثناء اس قاعدۂ کلیہ کے تحت ہے۔

"اذا ابتليتم ببليتين فاختاروا ادونهما"

اور زنا اور قتل نفس مسلم جان کے خوف سے نہ ادون نہ مساوی بلکہ اعلیٰ ہیں اس لیے ان کی حرمت کا

حکم کسی ضرورت کے تحت حلال نہ ہوگا۔

حاجت کی تعریف یہ کی گئی۔

"کالجائع لو لم یوجد مایا کلہ لم یھلک غیر انہ یکون فی جھد و مشقة"

اس کا حکم یہ ہے: "ھذا لایبیح الحرام ویبیح الفطر فی الصوم"

اس سے معلوم ہوا کہ حاجت سے حرام حلال نہ ہوگا، ہاں وہ فرائض جن میں مشقت کی وجہ سے رخصت ہو وہ حاجت کی وجہ سے معاف یا مرخص ہو جاتے ہیں، ابتدا کلام میں ہم نے ضرورت اور حاجت کی جو تفصیلات ذکر کیں، ان سے ظاہر ہے کہ حاجت سے مکروہ تحریمی حلال ہو جاتا ہے، یہاں حاجت کے حکم کے بیان سے یہ قرینہ معلوم ہوا کہ حرام حلال تو نہیں ہوتا لیکن فرائض میں تخفیف ہو جاتی ہے اور ہمارے خیال میں یہ اس لیے کہ قاعدہ اصولیہ درء المفاسد اولیٰ من جلب المنفعة تو روزہ سے ایک فائدہ اخروی ہے اور روزہ میں مثلاً مرض کی مشقت ایک مفسدہ جسمی ہے۔

الاشباہ والنظائر میں حاجت کے باب میں ایک استثناء اور بھی ہے:

الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة کانت او خاصة۔

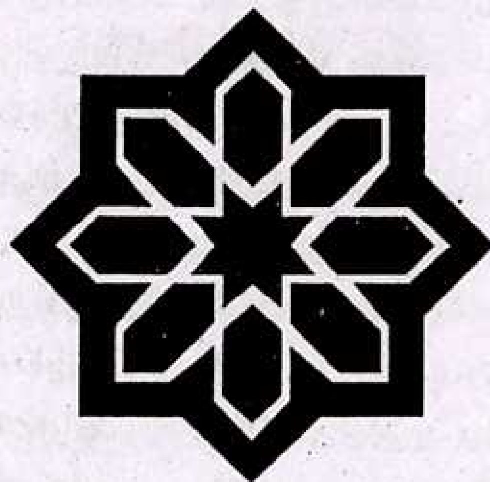
اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کبھی حاجت کے لیے حرام بھی حلال ہو جاتا ہے، مگر اس قاعدے کے ضمن میں علامہ نجم نے کل آٹھ مثالیں دی ہیں جن میں سے صرف ایک آخری مثال کہ محتاج کو سودی قرض لینا جائز ہے یہ ایسی مثال ہے کہ بحاجت حرام قطعی حلال ہوا، بقیہ یہ باب واضح نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ حاجت ضرورت کے قائم مقام ہوتی ہے۔ یہ قاعدہ تو بتایا لیکن اس کے حدود اور شرائط کیا ہیں؟ ان پر کچھ روشنی نہیں ڈالی؟

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ چند حاجتیں کیا، ایک حاجت ہی ضرورت کے قائم مقام ہو سکتی ہے لیکن اس کے حدود اور شرائط کی تعیین ضروری ہے۔ اور علمائے راسخین کلام علماء میں غور کریں تو تعیین بھی ممکن ہے، لیکن یہ کام بے حد مشکل، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے پاسپورٹ کی غرض سے تصویر کی ضرورت کی بعض صورتوں کی تعیین کی ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں: "فان اصبت فمن ربی وله الحمد وان اخطأت فمنی ومن الشیطان ۔ واللہ تعالیٰ علم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۳ رجب المرجب ۱۴۱۳ھ

کتاب الحظر والاباحۃ



جائز اور ناجائز چیزوں کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

شب معراج حضور ﷺ جس براق سے تشریف لے گئے تھے۔ اس کا قد اور صورت وشکل کیسی تھی، چہرہ اگر انسان کا تھا تو مرد کا تھا یا عورت کا، اور اس کی تفصیل کس کتاب میں ملے گی۔ ایک صاحب مجھ سے یہاں بار بار دریافت کر رہے ہیں، میں نے کہدیا ہے کہ میں حضرت کے پاس لکھ کر معلوم کرتا ہوں اس کے بعد تمہیں بتاؤں گا۔ گذشتہ جنوری سے میں یہاں بگان کی بڑی مسجد میں پیش امام ہوں، یہاں پہلے مولوی امین الدین صاحب تھے، جواب ذرا جلد ہی عنایت فرمائیں۔ کرم ہوگا۔ فقط

اقبال احمد ساکن رشڑ حال مقیم ہوڑہ

الجواب

ایک بات تو آپ قطعی طور پر جان لیں کہ یہ صورت جو براق النبی کے نام سے بناتے ہیں قطعی غلط اور بے بنیاد ہے، کیونکہ براق کو صرف رسول اللہ ﷺ نے دیکھا اور حضور کے عہد مبارک میں اس کی کوئی تصویر ہی نہیں کہ تصویر بنانا حرام ہے تو آج کل جو یہ لوگ بناتے ہیں جھوٹ ہی ہوتی ہے۔ اب کتابوں میں جو کچھ ملا ہے وہ پڑھئے۔

(۱) عن ابن مسعود البراق هی دابة التی کا نت تحمل علیها الانبیاء تضع حافرها منتهی طرفها۔ (ابن ہشام: ج۲/ص۳)

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ ایسا جانور تھا کہ اس پر انبیاء سوار ہوتے تھے۔ جہاں تک نگاہ جاتی ہے وہاں قدم رکھتا تھا۔

(۲) عن ابن عباس دابة البیض بین البغل والحمار فی فخذیه جناحان یحر ك بها رجلیه یضع قدمیه منتهیٰ طرفها۔

براق گدھے اور خچر کے بیچ میں ایک سفید جانور تھا جس کی رانوں میں پر تھے جس سے پاؤں کو حرکت دیتا، جہاں نظر پڑتی وہاں قدم رکھتا تھا۔

(۳) عن ابن مسعود اذا اتی علی جبل ارتفعت یداه واذا هبط ارتفعت رجلاه۔

پہاڑ پر چڑھتا تو اگلے دونوں پاؤں چھوٹے ہوتے اور اترتا تو پچھلے۔

(٤) عن ابن عباس بسند ضعیف لها خد ان کخد الانسان وعرف کالفرس وقوائم کالابل والاظلاف والذنب کالبقر۔

ضعیف روایت میں ہے کہ چہرہ انسان کا سا اور گردن کے بال گھوڑے جیسے پاؤں اونٹ جیسے کھر اور دم گائے جیسی۔

(۵) عن ابی سعید کان الذی امسك بر کا به جبرئیل و بزمام البراق اسرافیل۔
براق کی رکاب جبرئیل تھامے تھے اور لگام اسرافیل۔

(۶) وعن انس اتی بالبراق مسرجا وملجما۔

آخری چاروں روایتیں فتح الباری جلد ۷ ص ۲۰۶۔ میں ہیں، یہاں سے معلوم ہوا کہ براق کا رخسار آدمی جیسا تھا اور روایتوں میں ہر جگہ براق کو مؤنث کے صیغہ سے بیان کیا گیا۔ جس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ جانور مادہ ہی تھا۔ وہوتعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

(۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں۔

(۱) تعزیہ وچوک کی تعظیم اور اس کا احترام کرنا کیسا ہے؟ (۲) چوک کے پاس علم اور شدے نصب کرنے کے بعد یا چوک پر تعزیہ اور شیرنی وغیرہ رکھ کر فاتحہ دینا اور دلانا کیسا ہے؟ (۳) صورت مذکورہ میں فاتحہ دینے اور دلانے والے کے متعلق عندالشرع کیا حکم ہے؟ (۴) تعزیہ وچوک کی تعظیم واحترام نہ کرنے والوں کو یزیدی اور کافر کہنا کیسا ہے؟ (۵) تعزیہ کا گشت جس میں ڈھول تاشے اور جھانجھنیں بجیں اور نوحہ خوانی ہو ساتھ ساتھ مرد وعورت کا میل بھی ہو اس جلوس میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ اس میں شریک ہونے والے اور اسے جائز جاننے والے کی امامت میں کراہت ہے یا نہیں؟ (۶) تعزیہ بنانا عندالشرع کیسا ہے؟ بینوا توجروا المستفتی عبدالحق عظمت نگر اعظم گڑھ ۱۰ر جولائی ۱۹۸۶ء

الجواب

آپ نے سوال میں جن چیزوں کا ذکر کیا ہے مروجہ تعزیہ داری میں آتی ہیں۔ جن میں کچھ امور عبث اور بے فائدہ ہیں۔ کچھ کی صاف ممانعت ہے۔ اور بیشتر میں تشبہ بالروافض ہے یہ سب امور ناجائز وحرام ہیں۔ ان کا علی الاعلان کرنے والا فاسق معلن اور ان امور کے بارے میں کچھ غلط عقیدہ رکھتا ہو مثلاً انہیں فرض یا ضروری قرار دے تو گمراہ بھی ہے۔

جو شخص مروجہ تعزیہ داری سے پرہیز کرے اس کو یزیدی اور کافر کہنے والے گمراہ اور خود بدعقیدہ ہیں، انہیں توبہ کرنی چاہئے اور شخص مذکور سے معافی مانگنی چاہئے۔ ہاں اپنے گھر میں (چوک پر گئے بغیر) امامین کریمین کے نام کی فاتحہ کرنی۔ سبیل لگانی۔ سچے شہادت ناموں سے ان کے ذکر کی مجلس قائم کرنی بلاشبہ باعث اجر وثواب ہے۔ مسئلہ کی زیادہ تفصیل مولانا احمد رضا خانصاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رسالہ

تعزیہ داری میں دیکھی جائے۔ عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۲-۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

سوال نمبر (۱) عرض یہ ہے کہ حجام برادری کی عورتیں بے پردہ ادھر ادھر دوڑتی رہتی ہیں۔ دوسروں کے گھروں میں جاتی ہیں اور ایک پیشہ اختیار کئے ہوئے ہیں جس کو روکنے کے متعلق فتوی کی ضرورت ہے، زحمت کریں میں آپ کا بڑا مشکور ہوں گا اور قوم پر احسان عظیم ہوگا۔ حجام نائی کی عورتیں جو پیشہ اختیار کئے ہوئے ہیں دولہا کے تیل بکوا لگوانا اور غیر محرم کا پیٹ مالش کرنا۔ اور غیر کے گھر میں بے پردہ جانا، ہنسی مذاق اور طرح طرح کی پھوہڑ گفتگو عورتوں اور مردوں سے کرنا جائز ہے ناجائز؟ ان کی کمائی حلال یا حرام؟

سوال نمبر (۲) جو عورتیں یہ پیشہ اختیار کئے ہوئے ہیں ان کے اور ان کے خاوند کے اور (جو اپنی عورت کو بے پردہ بھیجتے ہیں) اس کا کتنا بڑا عذاب ہوگا۔ فقط

آپ کا خادم ماسٹر سعید احمد اسلامک چلڈرن اکیڈمی نیپال گنج نیپال۔

الجواب

ان عورتوں کا اجنبی مردوں کا پاؤں دابنا، ان کی مالش کرنا اپٹن لگانا، ناجائز وحرام ہے۔ اور اس کا معاوضہ اور مزدوری بھی ناجائز اور ممنوع ہے۔

ہدایہ میں ہے: لایجوز الاستیجار علی الغناء والنوح وکذا سائر الملاھی لأنہ استیجار علی المعصیة والمعصیة لاتستحق بالعقد۔ (ج ۲/ ۲۸۷)

گناہ کی اجرت حرام ہے۔

(۲) ایسے شوہر جو اپنی عورتوں کو اجنبی مردوں کے ساتھ ایسی حرکت کرنے سے راضی ہوں شریعت میں ان کو دیوث کہا جاتا ہے۔ یہ بھی سخت گنہگار اور فاسق ہیں، ان پر لازم ہے کہ توبہ کریں اور اپنی عورتوں کو ایسا پیشہ کرنے سے منع کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

ایک رنڈی پیشہ ور داخل اسلام ہو کر تائب ہوگئی۔ اب اس کی جائداد منقولہ غیر منقولہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ مذکورہ مسلمان عورت اپنی مالیت کو مدارس، مساجد نیز دیگر امور میں صرف کرنا چاہتی ہے اس کا کیا طریقہ ہے۔ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ ابتدائے اسلام میں جو کفار مشرف باسلام ہوئے ان کی مالیت حالت کفر کی کس مصرف میں خرچ ہوئی بصورت دیگر وہ مال کیا ہوئے۔

المستفتی حافظ نور محمد بستی پور یدانی بازار ضلع گونڈہ

الجواب

اس کی پوری کمائی حرام کی ہی تھی تو اصل تو یہ ہے کہ گناہ کی زندگی سے باز آنے کے ساتھ وہ رقم بھی اس کے مالکوں کو واپس کرے۔ اگر اس کے مالک نہ ملیں تو فقیروں کو توبہ کی نیت سے دے ثواب حاصل کرنے کی نیت سے نہیں۔ فتاوی رضویہ میں ہے: لانہ لم یندم علی الماضی ولاترک الآتی ولم یمح الباقی فلم یوخذ شیء من ارکان توبتہ۔

عالمگیری میں ہے: من تصدق علی فقیر شیئا من مال الحرام ویرجوالثواب یکفر۔

اور اگر وہ کمائی ایام کفر کی ہو تو اس کی اس کمائی سے اسلام کوئی تعرض نہیں کرتا کہ: الاسلام یھدم ما کان قبلہ" واللہ تعالیٰ اعلم　　عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۶) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل صورت میں کہ

ایک ایسی عورت ہے جس سے ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ اگر تم زندگی چاہتی ہو تو تمہیں بچہ جننا روکنا ہوگا، کیونکہ وہ ہمیشہ عجیب مرض مبتلا رہتی ہے اور بچہ کو بند کرنے کے لیے آپریشن کرانا ہوگا، ڈاکٹر بار بار یہی اصرار کرتا ہے کہ آپریشن کرالیا جائے ورنہ جونہی بچہ پیدا ہوا کہ زندگی سے ہاتھ دھونا پڑے گا، صورت مسئولہ میں شریعت کیا حکم دیتی ہے، مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں گے کرم ہوگا۔ فقط

المستفتی محمد رفیق عالم قادری مقام وپوسٹ ڈبری ۸/شوال ۱۴۰۶ھ ضلع گریڈی بہار

الجواب

جان بچانے کے لیے شریعت حمل سے نجات حاصل کرنے کی اجازت دیتی ہے۔

شامی میں ہے: وجاز لعذر کالمرضعة اذا ظهر بها حبل والقطع لبنها وتخاف هلاك الولد قالوا يباح لها ان تعالج فی استزال الدم مادام الحمل مضغة او علقة ولم يخلق له عضو وجاز لانه ليس بآدمی وفيه صيانة الآدمی۔

دودھ پلانے والی کو حمل ظاہر ہو اور دودھ خشک ہو جائے اور دودھ پینے والے بچہ کی جان کو خوف ہو تو عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ علاج کے ذریعہ حمل کو ساقط کرالے جب تک کہ حمل گوشت یا لوتھڑے کی شکل میں ہو اور اس کے اعضاء نہ بنے ہوں کیونکہ وہ حمل ابھی آدمی نہیں ہے اور ادھر آدمی کی جان خطرہ میں ہے جس کا بچانا ضروری ہے۔

اسی میں ہے: "ان لها سدفم الرحم كما تفعله النساء"

اگر کسی عذر کی وجہ سے عورت علوق سے بچنے کے لیے رحم کا منھ بند کرے تو جائز ہے۔ صورت

مسئولہ میں بھی اگر اس بات کا ظن غالب ہو کہ استقرار حمل کی صورت میں اس کی جان کو خطرہ قوی ہے اور آج کل استقرار حمل سے بچنے کے لیے آپریشن کے علاوہ دوسرے ذرائع بھی ایجاد ہو گئے ہیں تو انہیں طریقوں کو کام لایا جائے، اس کے بعد بھی کام نہ چلے اور بغیر کسی ضرر شدید کے اسقاط ہو سکتا ہے تو جان بچانے کے لیے اعضاء بننے سے قبل حمل کو ساقط بھی کر سکتی ہے۔ الغرض آپریشن کی اجازت بالکل مجبوری اور آخری درجہ میں دی جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۵ر محرم الحرام ۷ھ

(۷) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین حضرات اس مسئلہ پر کہ

زید نے کہا خداوند قدوس نے امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیدا کیا تھا قتل کروانے کے لیے؟ کیا ایسا کہنا چاہیے؟ محبوب اشرف روڈویز گھوسی

الجواب

اگر اس بات کا یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی اور عظمت و کبریائی بیان کرنا ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ صاحب عناصر الشہادتین اسی مضمون کو اس طرح ادا کرتے ہیں۔

تعالیٰ اللہ کیا کیا قدرتیں اپنی دکھاتا ہے ☆ کہ پتلے نور کے بنوا کے مٹی میں ملاتا ہے

کبھی حسین کو کاندھے پر حضرت کے چڑھاتا ہے ☆ کبھی سر ان کا نیزے پر چڑھا در در پھراتا ہے

اور اگر اس جملہ کا مطلب خدا پر اعتراض کرنا ہو کہ کیا غلط کام کیا معاذ اللہ۔ تو یہ کلمۂ کفر ہوگا۔ اور کہنے والے پر تجدید ایمان تجدید نکاح تو بہ ضروری ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۱ر صفر ۱۴۰۷ھ

(۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ ذیل میں جب کہ

زید اپنی بیوی عائشہ کو مزار پر لے جانے کے لیے بضد ہے اور بیوی جانے سے انکار کرتی ہے، اس کشمش کی وجہ سے رشتہ منقطع ہو جانے کا اندیشہ ہے، عائشہ کہتی ہے کہ قبرستان یا مزار پر عورتوں کا جانا درست نہیں ہے اور عائشہ یہ بھی سوچتی ہے کہ شوہر کی فرمانبرداری لازم ہے، برائے کرم کتاب وسنت کے حوالے سے جواب سے مطلع فرمائیں کہ ایسی حالت میں کون حق پر ہے کون ناحق پر ہے؟

نصر الدین کاری ساٹھ گھوسی اعظم گڑھ

الجواب

بے شک عورتوں کی قبر پر حاضری ناجائز وحرام ہے اور حدیث شریف میں ہے:

لاطاعة لمخلوق فی معصیة الله ۔
اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی فرماں برداری نہیں۔
لیکن عورت کو رشتہ منقطع ہونے کا خطرہ ہے تو وہاں تک جائے، خاص قبر کے پاس نہ جائے جیسے کچھوچھہ شریف عرس میں عورتوں کو قبر پر جانے نہیں دیا جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ، ۱۳/ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ

(۹۔۱۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
(۱) حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی حسن سنجری ثم اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ سلطان التارکین شیخ صوفی حمید الدین ناگوری کی خانقاہ شریف کی جمیع رسومات جو عین شرع شریف کے مطابق ہیں۔
(۲) اگر زید اپنی جانب سے نئی نئی رسمیں ایجاد کرے۔ جو شرع شریف کے عین خلاف ہیں۔
(۳) (ا) نیز بقول عوام وخواص زید نے نسبندی کرا رکھی ہے۔ (ب) زید نے کسی پیر کامل کی بیعت وخلافت بھی حاصل نہیں کی ہے (ت) ایسے شخص کے لیے کسی شخص کو بیعت کرنا۔ امامت کرنا، سجادگی پر فائز ہونا وغیرہ؟ حکم شرع شریف کے نزدیک۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔
"العبد المذنب طالب دعا" سجادہ نشین پیر حکیم محمد صابر چشتی فاروقی نظامی ناگور شریف

الجواب

(۱۔۲) آپ نے ان نئی رسموں کی تفصیل نہیں لکھی کہ فیصلہ کیا جاتا کہ ان کی شرعی حقیقت کیا ہے۔ بر تقدیر صدق مستفتی وہ خلاف شرع ہیں تو بدعت سیئہ اور گناہ ہیں۔
حدیث شریف میں ہے: من احدث فی امرنا مالیس منه فهو رد ۔
(۳) (الف) اس سوال میں بھی بقول عوام لکھ کر شبہ ڈال دیا ہے۔ نس بندی حرام اور اس کا علی الاعلان کرانے والا فاسق معلن ۔ (ب) مرید ہونا شرعا ضروری نہیں۔ یہ ایک مستحب اور نیک کام ہے۔ (ت) فاسق اور جس کا سلسلہ متصل نہ ہو۔ پیر بنانے کے لائق نہیں۔ فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے سجادہ نشین ہونے کیلیے کسی پیر کامل سے ارادت اور اس کا خلیفۂ مجاز ہونا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۰/شوال المکرم ۱۴۰۷ھ

(۱۲) **مسئلہ**: ضروری گزارش خدمت عالیہ میں ہے کہ
ایک شخص مرد چوڑی فروش گاؤں اور قصبہ میں گھوم گھوم کر عورتوں کے ہاتھ میں چوڑی پہناتا ہے

اور یہی اس کا پیشہ ہے جس سے اپنے بال بچوں کا خرچ چلاتا ہے کیا وہ شخص دوسری عورتوں کے ہاتھ میں چوڑی پہنا سکتا ہے یا نہیں مذہب اسلام کی طرف سے جائز ہے یا نہیں۔　المستفتی　فاطمہ بیگم

الجواب

غیر محرم عورتوں کا ہاتھ پکڑ کر انہیں چوڑی پہنانا حرام اور جو شخص اس طرح روزی کمائے اس کی کمائی حرام ہے مسلمانوں کو اس سے احتراز لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی دار الافتاء دار العلوم شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۱۳۔۱۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مندرجہ مسائل کے کتب فقہیہ کی روشنی میں اطمینان بخش جوابات عنایت فرمائیں رب قدیر اپنے حبیب پاک صاحب لولاک کے طفیل آپ کو صحت وسلامتی کے ساتھ تا دیر برائے خدمت دین وسنیت قائم رکھے۔ والسلام　محمد علی قاضی فاضل اشرفیہ

(۱) زید عمرو، بکر ائمہ مساجد نے متعدد بار اپنی زبان سے تنظیم باغی علمائے اہل سنت قائم کرنے کا اظہار کیا ہے از روئے شرع اس طرح کے کلمات بولنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو مذکورہ اشخاص جنہوں نے ایسے جملے دہرائے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ نیز ان کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

(۲) زید عمرو بکر ائمہ مساجد ایسی محفلوں میں نکاح پڑھاتے ہیں اور شرکت کرتے ہیں جن میں باوجود منع کرنے کے تصویر کشی کی جاتی ہے اور بعض اوقات محفل نکاح کی ویڈیو فلم بھی بنائی جاتی ہے تو ایسی محفلوں میں نکاح پڑھانا یا شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز مذکورہ اشخاص کبھی بغرض ضرورت دنیوی مثلاً امتحان گاڑی کا لائسنس وغیرہ اور کبھی بغیر ضرورت یاری دوستی میں تصویر کشی کراتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا اشخاص کو مسجد کا امام بنانا یا ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ ایسے اشخاص کا حکم کیا ہے؟۔

(۳) کیا اپنی بھابھی، خالہ زاد بہن، پھوپھی زاد بہن، اور چچا زاد بہن سے بے پردہ بات چیت کرنا اور ان سے ملنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر ایسا شخص جو مذکورہ بالا غیر محرمات سے بے پردہ ملتا ہو یا بات چیت کرتا ہو اس کا کیا حکم ہے؟ اسکے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟۔

(۴) زید امام مسجد ہے اور علم دین کا جاننے والا ہے باوجود اس کے رمضان میں معاوضہ کے عوض نماز تراویح کے لیے حفاظ کا مساجد میں تقرر کرتا ہے اس کا یہ فعل جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو پھر ایسے شخص کا کیا حکم ہے اور اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

(۵) جو شخص یہ کہتا ہے کہ مولویوں سے مجھے نفرت ہے یا اس قسم کے توہین آمیز کلمات علماء وحفاظ

کے متعلق دہراتا رہتا ہے ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ نیز اسے مسجد کا امام بنانا درست ہے یا نہیں؟۔

(۶) زید عمرو بکر ائمہ مساجد فساق معلنین کو سلام کرتے ہیں اور ان کا احترام واکرام کرتے ہیں مذکورہ بالا اشخاص کا کیا حکم ہے؟۔امید کہ حضور جوابا بکاملہ مطمئنہ سے نوازیں گے عین کرم ہوگا

الجواب

(۱) بغاوت کے لفظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ائمہ مساجد خود بھی علماء اہل سنت سے ہیں تو ان کا یہ ارادۂ بغاوت علماء اہل سنت کے کسی خاص طبقہ کے خلاف اور کسی ایسے امر کے سلسلہ میں ہے جو واقعی شرعا قابل گرفت ہے جب تو ان کو اس سے اختلاف کرنا ہی چاہئے خواہ منظم طریقہ پر ہو یا غیر منظم طریقہ پر پس اس کا اظہار جرم نہ ہوگا۔

قرآن عظیم میں ہے:﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾[آل عمران: ۱۱۰]

اور اگر عام اور تمام علمائے اہل سنت کے خلاف انہوں نے یہ ارادہ ظاہر کیا اور صرف اسی حد تک ان کا یہ اظہار رہا تو گو علماء اہل سنت کی بغاوت سخت گناہ بلکہ بعض حالات میں کفر بھی ہو سکتی ہے لیکن شرع کا مسئلہ معلوم ومعروف ہے کہ صرف نیت وارادہ پر مواخذہ نہیں۔

حموی میں ہے:"الفعل لایتم بمحرد النیة"

تو جب تک ان کا یہ ارادہ، ارادہ کی منزل میں ہے ان پر فسق یا کفر کا حکم نہیں لگایا جا سکتا البتہ اس قسم کی بات پر ان کی سخت سرزنش ہونی چاہئے۔

(۲) جس مجلس کے لیے پہلے سے ہی معلوم ہو کہ وہاں ضرور تصویر کشی ہوگی وہاں جانا ناجائز ہے۔

قرآن عظیم میں ہے:﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾(الانعام:۶۸)

یونہی تصویر کھینچنا کھنچوانا بلا ضرورت حرام ہے ہی، اور جن ضرورتوں کا ذکر سوال میں ہے وہ بھی شرعی ضروریات نہیں ہیں تو ایسے لوگوں کا امام بنانا گناہ اور ان کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

(۳) یہ عورتیں محارم میں سے نہیں ہیں، اس لیے ان مردوں کے سامنے یہ عورتیں صرف چہرہ اور ہتھیلی کھول سکتی ہیں اور بقدر ضرورت بات بھی ہو سکتی ہے اس سے زائد حرام وناجائز اور مرتکبین فاسق۔

اور بھاوج کے بارے میں تو حدیث شریف میں آیا ہے:"الحمو الموت" دیور موت ہے۔

فاسق کی امامت مکروہ اوراس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

(۴) تراویح میں قرآن سنانے کی اجرت کوعلماء نے ناجائز لکھا ہے، پس جوامام ایسا معاملہ کرتا ہے ضرور ناجائز کا مرتکب ہے۔

(۵) علمائے دین کی اہانت کوفقہاء نے کفر لکھا ہے۔

(۶) سلام کے مسئلہ میں تفصیل ہے کوئی مصلحت دینی ہوتو جائز ورنہ مکروہ، فتاوی رضویہ میں فاسق معلن کی امامت ناجائز ہونے کی نص فقہی یہ ہے۔

"ومشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم"(در مختار: ج۲/۲۰۰)"۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ　　۲۲ر ربیع الاول ۱۴۰۹ھ

(۲۰) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے زبان سے مندرجہ ذیل باتیں کہیں اور تحریری طور پر بھی لکھ کر دیا۔ حافظ افضل حسین اور حافظ الیاس کے سامنے ایک مسئلہ کی وضاحت کررہا تھا، اسی درمیان سیدی استاذی حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے ایک مخصوص فعل کو بطور دلیل پیش کیا گیا تو میری زبان سے یہ جملہ صادر ہوا کہ میں حضرت مجاہد ملت کے اقوال کو مانتا ہوں اور وہ افعال جوشریعت مطہر کے متعارض ہوں وہ قابل عمل نہیں، اسے نہیں مانتا، بربنائے حدیث: "لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق" (الدر المنثور: ۲/۱۷۷)

دستخط۔ محمد عبد القدوس غفرلہ مرزاپور

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ (۱) کیا ایسا کہنا حضور مجاہد ملت کی توہین ہے؟ (۲) کیا ایسے کہنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے؟ (۳) کیا ان سے سلام وکلام ناجائز ہے؟　المستفتی: عثمان علی حبیبی

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی زید نے اگر صرف وہی باتیں کہیں جوسوال میں تحریر ہیں تو اس میں نہ مجاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توہین ہے نہ شریعت کی مخالفت، صرف اتنا کہنے پر اس کا شوشل بائیکاٹ یا امامت سے علیحدہ کرنا ضرور ظلم ہوگا۔ زید نے وہی کہا جوشریعت کا حکم ہے۔ اور حضور مجاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بھی آقا ومولیٰ حضور محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان واجب الاذعان ہے۔

"لاطاعة لمخلوق فی معصية الله (البدایه: ۸/۴۷)" خلاف شرع بات میں کسی کی پیروی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم　　عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ　　۵ر ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ

(۲۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے لڑکے بکر سے تنگ آکر غصہ میں یہ کہا کہ تم میری اولاد نہیں ہو بلکہ تم حرامی ہو، اور کافر ہو، زید کے اس جملہ پر عندالشرع کیا حکم عائد ہوگا۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالمعید کریم الدین پور گھوسی

الجواب

سوال سے ظاہر ہے کہ زید نے یہ الفاظ غصہ میں کہے تھے۔ غصہ کی حالت میں ان الفاظ کے حقیقی معنی مراد نہیں ہوئے بلکہ گالی دینا مقصود ہوتا ہے۔ زید کو اس فحش کلامی سے باز رہنا چاہئے۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ﴾ (الحجرات: ۱۱) کسی کو برے الفاظ سے نہ پکارو یہ فسق کا کام ہے۔

گالی گلوج مسلمان کا کام نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "ولا فاحشا ولا متفحشا"

اور لڑکے کو چاہئے کہ اس کے جواب میں باپ کو کچھ نہ کہے۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا﴾ (الاسراء: ۱۷) نہ انہیں اف کہو نہ جھڑکو، بچپن میں اس نے ان پر کتنی دفعہ پیشاب پیخانہ کیا ہوگا۔ انہوں نے تب اس کا برا نہیں مانا تو اب یہ ان کی اس بات کا کیوں برا مانے، والدین کے حقوق بہت عظیم ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۶ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

(۲۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ کسی امتی کا خیر البشر نام رکھنا عندالشرع جائز ہے یا نہیں۔ مع دلائل وبراہین کے بیان فرمایا جائے۔ بینوا توجروا

المستفتی محمد خورشید اشرفی سنبھل مراد آباد جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

الجواب

اگرچہ صحیح یہ ہے کہ اس قسم کے اسماء میں اس لفظ کے حقیقی معنی مراد نہیں ہوتے، پھر بھی حدیث شریف میں ایسے نام رکھنے کی ممانعت آئی ہے جن سے اپنے نفس کی بڑائی وبزرگی ثابت ہو۔

حدیث شریف میں ہے: "لاتزکوا انفسکم" (الدر المنثور: ۶/ ۱۲۸)

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے برہ کا نام بدل کر زینب رکھا اور وہی بات ارشاد فرمائی کہ: "فلاتزکوا انفسکم اللہ اعلم باھل البر منکم" (الدر المنثور: ۶/ ۱۲۸)

خیر البشر میں تو اس سے بہت زیادہ تعلّی ہے کہ یہ حضور ﷺ کا لقب ہے، اس لیے اس نام کو بدل

کرغلام خیر البشر کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۱ر رجب ۱۹۸۹ء

(۲۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

بکر جس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ وہ دیوبندی ہے عرصۂ دراز سے مدرسہ اہل سنت سلیم کی مالی امداد زیادہ سے زیادہ کرتا رہا ہے، یہ عید قربان پر جانور مدرسہ کے مدرسین کے حوالہ کر دیتا ہے کہ ذبح کر کے گوشت اپنے استعمال میں لائیں، مدرسین اور طلبہ نے گوشت استعمال بھی کیا، رمضان المبارک میں مدرسہ مذکور میں طلبہ اور مدرسین اور کمرہٹی کے ائمہ مساجد کی خدمت میں بطور ہدیہ دودھ پیش کرتا رہتا ہے اور یہ لوگ استعمال کرتے رہتے ہیں۔

اب زید نے جو عالم کہلاتا ہے فتوی دیا ہے کہ جن امام لوگوں نے اس کا دودھ استعمال کیا ہے ان کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ مشرکین بدمذہبوں یعنی دیوبندی شیعہ غیر مقلد کی طرف سے ہدیہ ہو تو اس کا لینا کیسا ہے؟ ہدیہ قبول کرنے والے پر کون سا شرعی حکم عائد ہوتا ہے؟ جن لوگوں نے اس کے ہدیہ کئے ہوئے جانور کا گوشت کھایا ان کیلیے کیا حکم ہے؟ جانور بھی اس نے ہدیہ ہی کیا تھا۔ بینوا توجروا

المستفتی حافظ محمد ولی اللہ

الجواب

شریعت میں گمراہوں اور بدمذہبوں سے پرہیز کا حکم آیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے: "ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم"

اور حکم ہوا: "لا تواکلوھم ولا تشاربوھم" (تذکرۃ الموضوعات: ۱۰۹۵)

ان کو اپنے سے دور رکھو، اپنے کو ان سے دور رکھو، ان سے کھانے پینے کا تعلق نہ رکھو، کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں، کہیں وہ فتنہ میں نہ ڈالیں۔ جن حضرات نے غفلت یا شرما حضوری میں ایسا کام کیا اگر اپنے فعل سے خدا کے دربار میں معذرت کریں۔ اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عزم کریں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ" (الترغیب: ۴/۷) گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ ہو جاتا ہے۔ مشرکین کا معاملہ علیحدہ ہے، احتیاط ان سے بھی بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۸ر ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ

(۲۴) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

تعزیہ داری مسلک اہل سنت میں جائز ہے کہ نہیں؟ زید کہتا ہے کہ تعزیہ داری کرنا ماتم ونوحہ خوانی کرنا مسلک اہل سنت میں جائز نہیں۔ اعلیحضرت صاحب نے مرثیہ خوانی ونوحہ وسینہ کوبی کرنا تعزیہ کی طرف بنظر تعظیم یا تحقیر ناجائز ہے۔ بلکہ حرام ہے اور صدر الشریعہ نے بھی تعزیہ داری کو ناجائز لکھا ہے۔

آیا زید کا قول صحیح ہے یا ناجائز وبہتان ہے؟ حقیقت سے مع حوالہ کتب آگاہ فرمائیں بکر کہتا ہے چاہے جو کچھ بھی ہو یہ ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں۔ ہم بھی کریں گے۔ واضح فرمایا جائے کہ حقیقۃً تعزیہ داری جائز ہے یا نہیں؟ بکر کا قول کیسا ہے؟ اس کے اوپر کیا حکم ہے۔

الجواب

مروجہ تعزیہ داری ناجائز ہے۔ البتہ ان ایام میں ذکر شہادت کی مجلس قائم کرنا، شہدائے کربلا کے نام ایصال ثواب کرنا۔ ان کے نام کی سبیل لگانا مستحسن اور باعث ثواب ہے اس کے علاوہ ماتم مرثیہ تعزیہ اور اس کا گشت سب ناجائز وغلط ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رسالہ تعزیہ داری اور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے: باپ دادا کی ان رسموں پر عمل کرنا چاہیے جو شرع کے موافق ہیں۔ ان رسموں کی پابندی ناجائز اور غلط ہے جو خلاف شرع ہوں۔ ہاں اتنی احتیاط ضروری ہے کہ شرع کا مسئلہ کسی سنی مستند ادارے سے حاصل کیا جائے۔ دیوبندی اور غیر مقلد حضرات گمراہ فرقوں کے مولوی صاحبان جھوٹ موٹ ہر بات کو ناجائز وحرام بلکہ شرک وبدعت تک کہہ دیتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۱۹ر صفر المظفر ۱۰ھ

(۲۵) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

زید بطور تضحیک ہمیشہ بکر کو جاہل کہتا ہے، اس کا حافظ قرآن کی شان میں جہالت کا جملہ استعمال کرنا کیسا ہے؟ نیز جاہل کی تعریف بتائی جائے کہ جاہل کس کو کہا جاسکتا ہے؟ اور اس کے ساتھ مذاق اڑانے والے پر بجانب شرع کیا حکم صادر ہوگا۔ بحوالۂ قرآن وکتب کبیر حل فرمائیں۔ المستفتی محمد عبد اللہ پلاموں

الجواب

کسی مسلمان کو برے نام اور لقب سے یاد کرنا ناجائز ہے۔ وہ بھی جب ایذا اور چڑھانے کی نیت سے ہو۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ﴾ (الحجرات: ۱۱)

حکومت اسلامیہ ہوتی تو ایسے شخص کو سزا دی جاتی۔ اس پر لازم ہے کہ حافظ صاحب مذکور سے

معافی مانگے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۹ رصفر ۱۰ھ

(۲۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کہتا ہے کہ کچھ گناہ ایسے ہوتے ہیں جس کو خداوند قدوس معاف کرنے سے بے بس ومجبور ہے۔ اور زید وبکر میں تکرار ہوئی بکر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجبور وبے بس نہیں ہے بکر نے زید سے توبہ کرنے کو کہا، لیکن زید نے نہیں کیا، بلکہ باربار یہی کہہ رہا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو اختیار نہیں ہے۔ بکر نے کہا آپ نے یہ غلط کہا۔ زید نے کہا میں اس کی دلیل قرآن وحدیث سے پیش کروں گا۔ بکر نے دلیل طلب کی لیکن زید دلیل پیش کرنے سے قاصر رہا۔ اس نے ایک واقعہ بیان کیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور اوریا کا کہ داؤد علیہ السلام اوریا کی بیوی پر عاشق ہو گئے اور اوریا کو جہاد کے لیے بھیجا۔ تا کہ وہ شہید ہو جائیں تو میں اوریا کی بیوی سے شادی کرسکوں اور وہ جنگ میں شہید ہو گیا اور حضرت داؤد علیہ السلام نے اوریا کی بیوی سے شادی کر لی بعدہ دو فرشتے آپس میں جھگڑتے داؤد علیہ السلام کے پاس آئے، ایک کے پاس ۹۹ ر بھیڑیں تھیں اور دوسرے کے پاس ایک، ۹۹ ر والا کہہ رہا تھا کہ تمہارے پاس ایک ہے تم ہمیں وہ دے دو تا کہ میرے پاس سو ہو جائیں۔ اور ایک والا کہہ رہا تھا کہ میں نہ دوں گا کیونکہ میرے پاس تو ایک ہے۔ اسی سے میں گذر بسر کرتا ہوں۔ داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے پاس ۹۹ ر بھیڑیں ہیں اور اس کے پاس ایک ہے، وہ اسی میں گذر بسر کرے، ننانوے والے فرشتے نے جواب دیا کہ آپ کیا فیصلہ کریں گے، آپ نے تو خود اوریا کا حق مارا ہے کہ آپ کے پاس ننانوے بیویاں تھیں، آپ نے اوریا کو شہید کروا کے اس کی بیوی سے نکاح کر لیا، داؤد علیہ السلام اپنی غلطی پر نادم ہوئے اور بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو بھیجا کہ داؤد علیہ السلام سے کہو کہ اس سے معافی مانگے داؤد علیہ السلام اس کی قبر پر گئے اور کہا کہ اے اوریا میں تم سے معافی مانگنے آیا ہوں۔ اوریا نے کہا کس چیز کی معافی؟ آپ نے فرمایا! میں نے تمہاری بیوی سے نکاح کر لیا۔ تو اس نے کہا کہ میرے بعد کوئی نہ کوئی اس سے نکاح کرتا ہی میں نے معاف کیا۔ خداوند قدوس نے جبریل علیہ السلام کو بھیجا کہ اس طرح سے نہیں دل کی خواہش ظاہر کر کے مانگو، جب داؤد علیہ السلام نے خواہش ظاہر کی، تو اس نے کہا کہ میں قیامت تک نہیں معاف کروں گا۔ زید کا کہنا ہے کہ جب تک اوریا معاف نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرسکتا۔ بے بس ومجبور ہے۔

زید نے کہا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جنت میں ایک خوبصورت باغ تیار کرے گا جس کو دیکھ کر وہ ساری باتیں بھول جائے گا، اور داؤد علیہ السلام کو معاف کر دے گا، بکر نے کہا کہ اللہ کو بے بس ومجبور نہ کہو زید نے کہا کہ اگر وہ مجبور نہیں ہے تو نبی آخر الزماں کے بعد دوسرا پیغمبر بھیجدے۔ جواب سے مطلع

فرمائیں۔

دستخط گواہان: علاء الدین شجا گنج، ظہیر احمد گوبے پور

نشان انگوٹھا جان محمد حیات نگر

نشان انگوٹھا محمد عثمان مجالا

الجواب

سوال میں جو بے سروپا قصہ بیان کیا گیا ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس سلسلے میں ایک روایت ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کے قصہ میں وہ باتیں روایت کرے جس کو قصہ گو بیان کرتے ہیں تو میں اس کو ۱۶۰ ر کوڑے ماروں گا۔ پیغمبر پر جھوٹ باندھنے کی یہی سزا ہے۔ پھر اس بے سروپا قصہ کی بنیاد پر ایک عقیدہ گڑھنا کہاں کی ایمان داری ہے؟

قرآن عظیم میں تو اس موقع پر فرمایا گیا: ﴿وَخَرَّ رَاكِعاً وَأَنَابَ . فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ﴾ [ص: ۲۴. ۲۵] حضرت داؤد علیہ السلام سجدے میں گر پڑے اور توبہ کی، ہم نے ان کی وہ زلت معاف کردی۔ اور یہ مفتری کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرسکتا۔ معاذاللہ رب العلمین

تفسیر خزائن العرفان اردو کی معتبر تفسیر ہے اس میں دو روایتیں بیان کی ہیں، حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک ایسی عورت کو شادی کا پیغام دیا جس کو دوسرے نے بھی پیغام دیا تھا، دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت نے اپنے ایک مصاحب سے درخواست کی تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو تو میں اس سے شادی کرلوں۔ یہ اس زمانہ میں رواج تھا۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کی شریعت میں یہ جائز بھی تھا، اس لیے اس حالت میں حضرت داؤد علیہ السلام پر کوئی جرم بنتا ہی نہیں۔

اس پر سوال ہوا کہ پھر آپ نے یہ کس چیز سے لیا۔ اور اللہ پاک نے بخشا، فرماتے ہیں یہ بات شرعاً نہ تو ناجائز ہے اور نہ اس زمانہ کی رسم وعادت کے خلاف، لیکن شان انبیاء بہت ارفع واعلیٰ ہوتی ہے اس لیے یہ ان کے منصب عالی کے لائق نہ تھا، گویا یہ وہ بات تھی جس کو شاعر نے کہا: جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے۔

اب زید کا حکم سنئے! اس قسم کی بات گمراہ فرقوں میں سے معتزلہ نے کہی۔ مثلاً وہ کہتے ہیں: جس مسلمان نے اسلام کے تمام احکام پر عمل کیا اللہ تعالیٰ خواہی نہ خواہی اس کو جنت میں ہی بھیجے گا، لیکن ان کی جرأت یہ بھی نہ ہوئی کہ اس کو وہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی مجبوری کہیں، اس کو وہ اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف سے تعبیر کرتے ہیں۔ زید جو اس درجہ سرکش ومتکبر ہے سمجھانے کے بعد بھی اپنی حرکت سے باز نہیں آتا اور

اللہ تعالیٰ کی شان میں توہین آمیز الفاظ بولتا ہے اور اگر یہی سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری طرح مجبور ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کو عیب لگاتا ہے اور کفر ہے، مسلمان ایسے شخص کا بائیکاٹ کریں۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾(الانعام:۶۸)

کچھ موجود واجب ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات۔ بعض موجود ممکن ہیں، جیسے ہم اور آپ۔ بعض باتیں محال ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا شریک۔ نبی آخر الزماں کے بعد دوسرے نبی کا وجود۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تعلق صرف ممکنات سے ہے، واجب اور محال اس کی قدرت کے احاطہ سے باہر ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کوئی نقصان قصور یا مجبوری نہیں، اگر اس کے خلاف ہوتا تب البتہ قصور اور عیب ہوتا۔ جیسے اللہ کی قدرت کا مطلب یہ ہو کہ وہ اپنے کو مار دے، اپنا جیسا پیدا کر دے، خاتم النبیین کے بعد دوسرا نبی بھیجے، جیسا کہ سورج کی روشنی ساری دنیا میں اجالا پھیلاتی ہے۔ تہہ خانہ والے کہیں کہ اس نے ہمارا تہہ خانہ روشن نہیں کیا تو اس کا کیا کمال۔ تو کیا یہ کہنے سے سورج کی روشنی ناقص اور عیب دار ہو جائے گی؟ اس کا کام تو روشن کرنا ہے اب یہ تہہ خانہ کا نصیب ہے کہ اس سے فیض نہ اٹھا سکا تو قصور اس محال کا ہے کہ اللہ کی قدرت کا اس کے ساتھ تعلق قائم نہ ہوگا یہ اس لائق ہی نہیں کہ اس سے فیض اٹھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی عفی عنہ شمس العلوم گھوسی ضلع مؤ ۳ ربیع الاول ۱۰ھ

(۲۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کہتا ہے کہ روشنائی ناپاک ہے اور بکر کہتا ہے کہ اگر روشنائی ناپاک ہوتی تو اس سے کیسے قرآن لکھا جاتا اور دیگر کتابیں بھی لکھی جاتی ہیں جبکہ ناپاک چیز سے قرآن لکھنا اور دین کی دوسری کتابیں کیسے لکھی جاتی ہیں حرام چیز سے؟ بکر کہتا ہے کہ ناپاک نہیں، زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا؟

المستفتی نور الاسلام گھوسی مئو

الجواب

جس روشنائی میں اسپریٹ ڈالی جاتی ہے وہ ضرور ناپاک ہے، اگر یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ یہ روشنائی ایسی ہے تو اس سے قرآن شریف لکھنا ضرور گناہ ہوگا اور جس کے تمام اجزاء پاک ہوں وہ پاک ہو گی، یہ ایک بے کار سی بحث ہے، ناپاک روشنائی سے اگر کوئی قرآن لکھ دے تو وہ پاک نہ ہو جائے گی، بلکہ اس سے قرآن شریف لکھنا ہی گناہ ہوگا تو اس کو سند بنانا غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۱۴ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

(۲۷-۲۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید جاہل ہے۔ صوم وصلوٰۃ کا پابند نہیں اور داڑھی بھی حد شرع نہیں۔ مگر بکر عارضی امام ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ عمرو کی موجودگی میں بکر بھی عمرو کی اقتداء میں نماز ادا کرتا ہے، زید بکر کو ڈراتا ہے کہ آپ عمرو کی اقتدا میں نماز نہ پڑھیں چونکہ زید کو عمرو سے ذاتی بغض وعناد ہے، جیسا کہ ظاہر ہے، مگر بکر کو ڈرانے پر بھی عمرو کی اقتدا میں نماز پڑھتا ہے۔ ظاہر ہے جو لوگ نہیں پڑھتے ہیں اس کا سبب بغض وعناد ہے، زید ڈاڑھی کے متعلق ایک فتویٰ علمائے کرام اہل سنت والجماعت کے دربار سے منگوایا اور قرب وجوار کے ایک مولانا کے ذریعہ عوام کو سنوایا، اور پھر یہاں بنفسہٖ خود جمعہ کی نماز پڑھا کر سنایا، چند لوگوں نے اعتراض کیا، کہ آپ کو از روئے شرع فتویٰ پڑھکر سنانے کا ادھیکار نہیں ہے۔

زیادہ لوگوں نے اسی اعتراض پر اتفاق کیا، بعدہ جمعہ کی نماز وہی عارضی امام پڑھایا۔ ظاہر ہے کہ زید کا قول وفعل تضاد بظاہر مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے۔ اور خود گرفت میں آتا ہے۔ مگر ایسا ہو رہا ہے کیا از روئے شرع زید کو ایسے فتویٰ سنانے کا حق ہے؟ اور اس جسارت سے اسے کیا کہا جائے۔ بغض میں ایسا اندھا پن ہے۔ لہٰذا حضور سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ شدت کے ساتھ از روئے شرع جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) عمرو عرصہ دراز سے عیدین کی نماز پنج وقتی نماز اور جمعہ وغیرہ کی نماز پڑھا کرتا تھا، جبکہ کوئی مستقل امام نہیں ہوتا تھا مگر زید کو عمرو سے ذاتی بغض وعناد کی بنیاد پر گزشتہ سال ۸۸ء میں سازش کر کے عید کی نماز پڑھانے کے لیے باہر سے دوسرے امام کو لایا، عین موقع پر جبکہ عمرو حسب سابق تقریر کر رہا تھا بعدہٗ نماز پڑھاتا، جونہی نماز کی نوبت آئی کہ زید نے کہا کہ یہ پڑھائیں گے اچانک یہ معاملہ ظاہر ہوا جو سازش کے طور پر تھا۔ لوگ ایک دوسرے کا منھ تاکنے لگے، چنانچہ کافی زور وشور کے بعد عمر ہی نے نماز پڑھائی اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس علاقے کا داروغہ انچارج مسلمان عید کی نماز میں شریک تھے۔ لہٰذا ان کی وجہ سے چند ہندو پولس والے بھی ڈیوٹی پر تعینات تھے۔ چنانچہ ان کی معرفت سے معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ ورنہ فساد یقینی تھا۔

دو روز کے بعد پھر جمعہ کی نماز میں خلفشار مچایا، بالآخر عمرو ہی نے جمعہ پڑھایا اور زید لغویات بک کر مسجد سے باہر چلا گیا، اور جمعہ کی نماز نہیں پڑھی، مگر عید کی نماز دو روز پہلے بکر کی اقتداء میں پڑھایا، اور زید کی خصوصیت یہ ہے کہ صوم وصلوٰۃ ادا نہیں کرتا، جبکہ اس کا مکان مسجد سے قریب ہے، اور یہی نہیں بلکہ اسی سال رمضان المبارک میں بر سر ظاہر تاڑی استعمال کیا۔ خدانخواستہ عمرو کے عرض کے خلاف سازش کے طو

رپر عید کی نماز ہوتی تو کیا نماز ادا نہیں ہوتی، لہذا زید اور جو سازش میں شریک ہوں ان کے اوپر شریعت کیا احکام نافذ کرتی ہے؟ شدت کے ساتھ از روئے شرع جواب عنایت فرمائیں!

(۳) ایک گاؤں میں مکتب اور مسجد متصل ہے۔ عرصہ سے یہاں امام زید وغیرہ جو رکھے جاتے ہیں وہ مکتب میں بچوں کی تعلیم اور مسجد میں پنجوقتی نما، جمعہ وغیرہ کی امامت کرتے ہیں، مگر واقعہ یہ ہے کہ امامت کے معاملے میں نااہل رہتے ہیں۔ از روئے شرع، چنانچہ یہاں ایک مذہبی میٹنگ میں دوران گفتگو میں عمرو نے کہدیا کہ یہاں جتنے لوگ رکھے جاتے ہیں سب کاٹھ کے الو ہیں امامت کے معاملے میں، چونکہ عمرو عالم دین ہے اس جملہ پر کچھ لوگ خفا ہو گئے، اور تنقید بھی کیے مگر فوراً بیٹھک ختم ہو گئی مگر عمرو اپنے موقف پر قائم ہے اور کہہ دیا کہ میں اس کی پوری توضیح کر سکتا ہوں، لہذا از روئے شرع عمرو کے لیے کوئی مواخذہ ہو تو عنایت فرمائیں۔

(۴) زید جاہل ہے اور عمرو عالم دین ہے، عمرو جمعہ کی نماز میں دوران تقریر کہا کہ کچھ لوگ اس مسجد کو بابری مسجد بنانا چاہتے ہیں چونکہ یہاں نفسانی عناد عرصہ دراز سے ہے چنانچہ زید اسی بنا پر عمرو کی اقتدا میں نماز پڑھنے سے گریز کرتا ہے جبکہ عمرو اس کی توضیح کے لیے ہمہ وقت تیار، ہے لہذا اگر کوئی شرعی قباحت عمرو کے لیے ہو تو عنایت فرمائیں۔ اور زید کے لیے کیا حکم ہے؟

(۵) یہاں جمعہ کی نماز کا وقت ایک بجے اذان خطبہ ہوتی ہے مگر بارہا ایسا ہوا کہ تقریری پروگرام میں کچھ تاخیر ہو گئی، چنانچہ کبھی ایک بیس کبھی ایک پچیس کبھی ڈیڑھ بج جاتا ہے، چنانچہ فی الحال جمعہ کی نماز ٹھیک ڈیڑھ بجے ختم ہو گئی مگر زید اسی جماعت میں تھا، ظہر کی نماز پڑھی چونکہ زید جونہی جمعہ کی نماز شروع کیا اسی کے درمیان فوراً خطبہ شروع ہوا، اور نماز ختم ہو گئی۔ لہذا زید کے اوپر کیا شریعت احکام نافذ کرتی ہے؟ اور ایسا فعل کیسا ہے؟ کیا زید کی اقتدا میں نماز پڑھی جا سکتی ہے؟

(۶) زید وغیرہ کو عمرو سے ذاتی بغض وعناد کی بناء پر نماز جماعت سے پرہیز کرتے ہیں، جبکہ جماعت میں چند منٹ باقی ہے یا اذان ہو رہی ہے تو کچھ لوگ چلے جاتے ہیں یا جماعت کے بعد پڑھتے ہیں، بلکہ جماعت ہو رہی ہے اور الگ پڑھتے ہیں تنہا، جبکہ وہی زید وغیرہ پہلے دیری تک جماعت کا انتظار کرتے تھے، اور جماعت کے ساتھ پڑھتے تھے مگر فی الحال احتراز کرتے ہیں، لہذا زید وغیرہ کے اوپر شریعت کیا احکام نافذ کرتی ہے؟

(۷) زید جاہل ہے داڑھی حد شرع نہیں ہے اور عمرو عالم ہے اس کی داڑھی بھی حد شرعی نہیں ہے ان دونوں کی امامت میں کس کو فوقیت دی جائے گی، چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ سب لوگ زید کی اقتدا میں نماز

پڑھتے ہیں جبکہ کچھ جاہل ایسے بھی ہیں جن کی داڑھی حد شرع ہے وہ بھی پڑھتے ہیں۔ مگر چند لوگ عمرو کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کرتے ہیں۔ وہ مستقلاً صوم صلوٰۃ کے پابند نہیں ہیں، لہٰذا ان لوگوں کے اوپر شریعت کیا احکام نافذ کرتی ہے؟

(۸) زید جاہل ہے اور داڑھی حد شرع ہے اور مسائل شرعیہ کچھ نہیں جانتا) اور عمرو عالم دین ہے مگر داڑھی حد شرع نہیں ہے اور امامت میں کس کو فوقیت دی جائے گی۔؟

(۹) کیا مستورات اپنی جماعت قائم کر کے جمعہ وعیدین، پنجوقتی نماز تراویح یا سورۃ تراویح پڑھ سکتے ہیں۔؟

(۱۰) زید مقامی ہے زید کی اقتداء میں سارے لوگ جمعہ پنجوقتی وغیرہ نماز ادا کرتے ہیں، مگر عمرو وغیرہ سے خورد ونوش یا میلاد وغیرہ کے پروگرام میں شرکت سے پرہیز کرتے ہیں۔ لہٰذا ازروئے شرع عمرو وغیرہ کے اوپر شریعت کیا احکام نافذ کرتی ہے؟ لہٰذا حضور سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ یہ سوال کے جزئیات کی توضیح نص قطعی اور حدیث وفقہ کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔ عین نوازش وکرم ہوگا۔ فقط والسلام

حضور کا خیر اندیش، المستفتی نیاز احمد مقام وپوسٹ کھرسرا، بلیا، یوپی

الجواب

(۱) ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا یا بالکل منڈوا دینا حرام ہے۔ درمختار میں ہے: "السنة فيه القبضة و يحرم قطعها (شامی: ج۹/۴۹۸)" اور حرام کا ارتکاب کرنے والا عالم ہو یا جاہل، فاسق معلن ہے جس کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور ایسے کو امام بنانا گناہ ہے۔ اسی میں ہے: "و مشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم" (در مختار: ۲/۲۵۵)، پس صورت مسئولہ میں زید، عمرو، بکر کسی کی امامت جائز نہیں، اور اسلام میں کسی بھی نیک سچی بات کے بتانے کا کسی کا اجارہ نہیں کہ فلاں ہی بتائے، عالم وجاہل جو بھی جانے بتا سکتا ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف﴾ (آل عمران: ۱۱۰) زید خود اس پر عمل نہیں کرتا، اس کا وبال اس پر ہوگا، زید کا عمرو کی امامت سے انکار کرنا اگر شرعی بنیاد پر تھا تب تو وہی لوگ مجرم ہوئے جنہوں نے زبردستی عمرو سے نماز پڑھائی اور اگر ازراہ شرارت اور فساد انگیزی تھا تو اس کا یہ فعل بھی ناجائز وحرام تھا اور اس کے فسق میں اور اضافہ ہوگیا، اگر زید اپنے گناہوں سے توبہ کے بغیر دنیا سے گیا تو سخت عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگا۔

(۳) کاٹھ کا الو ایک سخت جملہ ہے، عمرو کو نرمی سے کہنا چاہئے تھا کہ وہ لوگ امامت کے اہل نہیں ہیں، اگر اس جملہ سے متعلقہ اماموں کی دل شکنی ہوتی ہو تو عمرو کا ان سے معذرت کر لینا کافی ہے۔ حدیث

شریف میں ہے: "من کانت له مظلمة لاخيه فليتحلله منه اليوم" (قرطبی: ۹/۲۶۲)

(۴) اگر عمرو میں کوئی ایسی خرابی نہ ہو جس سے اس کی امامت میں خلل پڑتا ہو تو صرف اتنی سی بات پر اس کی امامت سے انکار کرنا شرعاً ناجائز ہے، مگر عمرو کو بھی وعظ وہدایت میں دل آزار بات بولنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ قرآن شریف میں ہے: ﴿وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ [النحل: ۱۲۵]

(۵۔۶) ان دونوں سوالوں کا جواب۔ جواب نمبر ۴ر کے ابتدائی حصہ سے ہوا وہ لوگ ترک جمعہ و جماعت کے مجرم ہوئے، امام صاحب کو وعظ لمبا نہیں کہنا چاہئے۔!

(۷) اس کا جواب نمبر اول سے ظاہر۔

(۸) اگر امامت کے تمام شرائط جاہل میں پائے جاتے ہیں تو داڑھی والے جاہل کے ہوتے ہوئے داڑھی کم رکھنے والے عالم کو امامت کا ہرگز حق نہیں، بلکہ ان کی امامت تو مطلقاً ناجائز ہے، جیسا کہ سوال کے جواب سے ظاہر ہوا۔

(۹) تنہا عورتوں کی جماعت مکروہ جمعہ وعیدین کی حاضری ان کے لیے ضروری نہیں ہے۔

(۱۰) دشمنی وعناد یہ ایک علیحدہ گناہ ہے۔ اس میں جو فریق زیادتی پر ہوگا وہ عنداللہ وعندالشرع مجرم ہوگا۔ رہ گیا دعوت میلاد میں شریک ہونا تو یہ کوئی امر وجوبی نہیں ہے کہ اس کے ترک پر شرعی حد لاگو ہو۔ فقط عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۰ر ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

(۳۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس کا ہمزاد بھی پیدا فرماتا ہے آیا اس کی وفات کے بعد وہ ہمزاد قید کر دیا جاتا ہے یا آزاد رہتا ہے؟

(۲) مومن اور کافر دونوں کے ہمزاد پیدا کئے ہیں تو ہمزاد کے قید اور آزاد کے بارے میں ان دونوں کا ایک ہی حکم ہے یا الگ الگ؟ مفصل اور حوالے کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں کرم ہوگا۔ فقط والسلام المستفتی محمد طیب علی رضوی گورکھپوری موضع چھپیا بازار ضلع گورکھپور (یوپی)

الجواب

مشکوٰۃ شریف ص ۱۸ر میں مسلم کے حوالہ سے ایک حدیث ہے: "ما منكم من احد الا وقد وكل به قرينه من الجن وقرينه من الملائكة" اس کی شرح مرقاۃ میں ہے: "فقرينه من الملائكة يامره بالخير واسمه الملهم وقرينه من الشياطين يامره بالشر اسمه وسواس" ہر آدمی کے دو ساتھی بنائے گئے، ایک جن سے، ایک فرشتہ سے، فرشتہ اچھی باتوں کا حکم کرتا ہے اس کا نام ملہم ہے اور

شیطان بری باتوں کا حکم کرتا ہے اور اس کا نام وسواس ہے۔

اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کی تفسیر میں ہے: ''در بعض روایت آمدہ است کہ زائیدہ نہ می شود آدمی را فرزندے مگر آں کہ زائیدہ میشود از جن مانند آں وو ے را ہمزادی گویند'' (جلد اول ص ۸۷) آدمی کے بچہ پیدا ہوتے ہی اسی کی طرح ایک جن پیدا ہوتا ہے جس کو اس آدمی کا ہمزاد کہتے ہیں۔

مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے: " اسمه الوسواس وهو ولد يولد لا بليس حين يولد بنى آدم "
(جلد اول ص ۱۱۶)

اس کو وسواس کہتے ہیں اور وہ ابلیس سے اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کوئی بنی آدم پیدا ہوتا ہے۔

ان تشریحات سے یہ امر واضح ہوا کہ ہمزاد کی حقیقت ہے اور شیطان کی نسل سے ہے اور جب آدمی پیدا ہوتا ہے تو شیطان کے یہاں اس کا ہمزاد پیدا ہوتا ہے اور یہ بات مسلمان و کافر سب کے ساتھ ہے۔ باقی آدمی کے مرنے کے بعد اس کے ہمزاد کا کیا ہوتا ہے، قید ہوتا ہے یا آزاد رہتا ہے، یا مر جاتا ہے؟ اس کی تفصیل کسی معتبر کتاب میں نظر سے نہیں گذری اور یہ بات قیاس سے بتانے کی نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۱۴ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ

(۳۹-۴۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) اولیاء کرام وشہداء عظام کے مزارات شریفہ پر پیش کی ہوئی چادریں غرباء مساکین اور مدرسہ کے نادار طلبہ کو برائے استعمال دی جاسکتی ہے کہ نہیں، جیسے کرتا یا پاجامہ شلوار، قمیص بنوا کر پہن سکتے ہیں کہ نہیں، مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ دیگر مسلمانان باعث تبرک بستر ولحاف کی شکل میں استعمال کر سکتے ہیں کہ نہیں؟

(۲) زید کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیوں کہتے ہیں جبکہ صحابہ کے علاوہ کسی غوث قطب سالک مجذوب ولی کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں کہہ سکتے۔ از روئے شرع مکمل ومدلل جواب سے نوازیں عین مہربانی ہوگی۔

خاکسار: محمد محبوب احمد صراف نگراں، کمیٹی درگاہ حضرت بابا مبارک خاں شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متصل ناریل اسکول گورکھپور وقف نمبر ۱۵۱

الجواب

(۱) عرف یہی ہے کہ مزارات کی چادروں کو مجاور اور متولی ہی لیتے ہیں اور دینے والوں کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ چادریں قبر پر ہی پڑی رہیں تو اس کے وہی لوگ مالک ہوگئے جو مزارات کے مجا

وراو رنگراں ہیں اور وہ ان کو جس مصرف میں چاہیں صرف کر سکتے ہیں۔

(فتاوی رضویہ)

(۲) اللہ تعالیٰ آدمی کو جہالت سے بچائے۔زید کا یہ قول کہ صحابہ کے علاوہ کسی کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں کہہ سکتے۔اسی جہالت کی پیداوار ہے،قرآن عظیم میں ہے:﴿ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ﴾[البینۃ:۸] اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے یہ سب ان لوگوں کے لیے ہے،جو خدا سے ڈریں۔درمختار جلد پنجم ص ۴۸۰ رمیں ہے:" ویستحب الترضی للصحابة والترحم للتابعین من بعد هم من العلماء والعباد و سائر الاختیار و کذا یجوز عکسه ،وهو الترحم للصحابة والترضی للتابعین من بعد هم " مستحب یہ ہے کہ صحابہ کے لیے رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تابعین اور ان کے بعد علماء عابدوں اور صالحین کے لیے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہیں اور اس کا الٹا بھی جائز ہے کہ صحابہ کو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور بعد والوں کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یاد کریں۔

معلوم ہوا کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے شرعاً کوئی ممانعت نہیں کہ غیر صحابہ کو نہیں کہا جائے۔غیر صحابہ کو جس طرح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہنا جائز ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کہنا جائز ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو۔ ۱۸ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ

(۴۱۔۴۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) ایک عالم دین کا تنہائی میں غیر محرم بے پردہ عورت کے یہاں ساتھ بیٹھنا اور مذاق وہنسی کی منزلیں طے کرنا اور چائے نوشی کرنا،وہ بے پردہ عورت شادی شدہ ہے اور تین چار بچوں کی ماں بھی ہے،وہ عالم دین شریعت کے خلاف داڑھی کٹواتا ہے اور وقتاً فوقتاً امامت بھی کرتا ہے تو علمائے دین ومفتیان کرام ایسے عالم کی امامت کے بارے میں اور اس کی تقریر کے بارے کیا حکم ہے۔اس کے بارے میں؟

(۲) عالم دین نے بکر کو اپنے دار العلوم کے چندہ کے واسطے پردیس بھیجا اور بکر نے تین ہزار روپیہ کی رقم وصول کی بچوں کے نام پر اور لاکر عالم دین کو دیا،عالم دین نے اس رقم کو اپنے ذاتی کاموں میں خرچ کر لیا تو بچوں،یتیموں اور مسکینوں کا حق مارنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟ جبکہ بکر جاہل ہے اور اسلامی حقوق کا پابند شخص ہے،بکر نے اپنی ذاتی کمائی کو مدرسہ مسجد میں صرف کیا ہے۔جواب عطا ہو؟

(۳) بکر نے عالم کو ہندہ کے ساتھ دار العلوم کے دفتر میں زنا کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا،اور دیکھنے والا ثابت کرنے کو کلام پاک اٹھانے کو تیار ہے اور بکر نے اس کو لوگوں سے کہا،لیکن اس کی بات کو جھٹلا دیا۔جس کی بنا پر بکر نے اپنی داڑھی منڈا دی اور دینداری سے دور ہو گیا،کیونکہ وہ جاہل ہے یہ وہ

جاہل ہے جس کا ذکر سوال نمبر (۲) میں آیا ہے اور یہ عالم دار العلوم کا ناظم اعلیٰ ہے۔

(۴) ایک عالم دین کے پاس بکر عالم صاحب سے فاتحہ کرنے کے لیے درخواست کرتا ہے، حضور میرے گھر پر چل کر فاتحہ بائیسویں ۲۲ ر شریف کی دے دیجئے گا، عالم صاحب بکر سے کہتے ہیں کہ میں فاتحہ دینے کا نذرانہ لوں گا، یہ بات عالم صاحب کی سنکر واپس ہو گیا، عالم دین ومفتیان کرام سے درخواست کرتا ہوں کہ ان چاروں سوالات کے جوابات عنایت ہوں۔ مہربانی ہوگی۔ فقط محمد ہاشم

الجواب

(۱) سوال میں جس کا ذکر ہے اگر سائل سچا ہے تو ایسا شخص فاسق معلن اور مرتکب کبیرہ ہے۔ نہ اس کی امامت جائز ہے نہ اس کا وعظ کرنا جائز ہے۔ شامی میں ہے:" مشی فی شرح المنية علی ان کراهة تقديمه کراهة تحريم(در مختار: ۲/ ۲۵۵)" اور حدیث شریف میں ہے:" ان هذا العلم دين فانظرو اعمن تاخذون دينک(مشکوة: ۳۷)"

(۲) بے شک وہ عالم دین جو طلبہ کا حق مار کر کھا جائے اس کا ہرگز اہل نہیں ہے کہ اس کو ادارہ اسلامیہ کا ناظم بنایا جائے۔

(۳) زنا کا ثبوت شرعا چار گواہوں سے ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں ہے:﴿ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَداً وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴾(النور : ٤)" اگر اکیلے ہونے کی وجہ سے بکر کی گواہی نہ سنی گئی تو اس پر بکر کو وہ اقدام نہیں کرنا چاہئے، داڑھی حد شرع سے کم رکھنا یا منڈانا شرعا حرام ہے۔ در مختار میں ہے:" السنة فيه القبضة ويحرم قطعها " (شامی ج۹/ ۴۹۸) بکر بھی اپنی اس حرکت کی وجہ سے فاسق ہو گیا۔

(۴) ایصال ثواب ایک کار خیر ہے اس پر اجرت طلب کرنا ناجائز ہے۔ عالم صاحب نے ایصال ثواب کا نذرانہ مانگ کر ناجائز کام کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو، ۲۶ ر ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ

(۴۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

الحاج بدر الدین بھائی کا نکاح رشیدہ شیخ کے ساتھ ہوا جن سے کوئی اولاد نہیں۔ بعدہ ایک لڑکی گود لیے جس کا نام نفیسہ ہے۔ جو رشیدہ کے ساتھ رہتی ہے جن کا نکاح ہو چکا ہے۔ شوہر بھی ساتھ میں رہتے ہیں۔ دوسرا نکاح صغرا جی کے ساتھ ہوا جن سے دو بچیاں ہیں جن کا نکاح باقی ہے۔ جو دونوں بچیاں ٹیسٹ

ٹیوپ بچیاں ہیں۔ بدرالدین بھائی کا انتقال ہوگیا ہے۔ مرحوم کی کچھ جائداد ماہم میں ہے۔ جس پر رشیدہ اور نفیسہ کا قبضہ ہے۔ اور کچھ جائداد مالونی میں ہے جس پر صغراجی اور ان کی بچیوں کا قبضہ ہے۔ مرحوم پر لگ بھگ چھ لاکھ کے قریب قرضہ ہے۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ شریعت کے مطابق مرحوم کی دونوں بیویوں کو اور بچیوں کو کتنا ملے گا۔ ٹیسٹ ٹیوپ بچیوں کو کیا ملے گا۔

پتہ بانور پلاٹ نمبر۱۲/۲ گیٹ نمبر۶ مالونی کالونا ملاڈ ویسٹ ممبئی ۹۵ دار العلوم بندہ نواز نورانی مسجد

الجواب

اسلام میں گود لینے یا کسی کو منہ بولا بیٹا بنانے کی کوئی حقیقت نہیں۔ سورہ احزاب شریف پارہ پندرہ میں ہے: ﴿وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَ كُمْ أَبْنَاءَ كُمْ ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُم بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ ۔ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ﴾(الاحزاب:٤)

(اللہ تعالیٰ) نے تمہارے پالکوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا۔ یہ تو تمہارے منہ کی بات ہے۔

فتاوی رضویہ نہم مطبوعہ بریلی ص/۲۰۲، پر حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''شوہر کا بھتیجا یا اپنا متبنی شرعا وارث نہیں''۔ اس لیے صورت مسئولہ میں الحاج بدرالدین کی میراث میں مسماۃ نفیسہ کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ البتہ ان کی دونوں بیبیاں اور ان کی دونوں ٹسٹ ٹیوب بچیاں جو صغرا بی کے بطن سے ہیں وارث ہوں گی۔

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتاوی رضویہ حصہ ششم ص/۶۶۶، اور ۶۷۷، میں حدیث صحیح: الولد للفراش وللعاھر الحجر ۔ لکھ کر فرماتے ہیں (یعنی صحیح حدیث شریف میں ہے کہ بچہ شوہر کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہے) عورت کو صرف گھر سے نکال دینے سے زید کے نکاح میں کچھ فرق نہیں آیا، لڑکی زید کی ہی قرار پائے گی، اگر چہ ایام آوارگی میں یہ عورت کبھی زید کے پاس نہ آئی۔ (ص ۶۶۶) نیز فرماتے ہیں بحکم حدیث صحیح متواتر وہ لڑکا شرعا اسی بدایونی کا قرار پائے گا۔ جب تک کہ لعان کے ذریعہ اس کو اپنی اولاد ہونے سے انکار نہ کردیا ہو۔ سوال کی عبارت سے یہی ظاہر ہے کہ الحاج بدرالدین صاحب زندگی بھر ان کو اپنی لڑکیاں ہی سمجھتے رہے۔

پس صورت مسئولہ میں الحاج بدرالدین کے ترکہ سے اولا ان کا قرضہ ادا کیا جائے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾[النساء:١٢] ادائگی قرض کے بعد اگر کچھ ترکہ بچے تو اس کا آٹھواں حصہ دونوں عورتوں کو ملے گا۔ اور بقیہ پورا جو کچھ بچے کل دونوں ٹسٹ ٹیوب بچیوں کو دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۰/شوال ۱۴۲۱ھ

(۴۶-۵۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

کسی عالم اور مفتی یا عام مسلمان کو مندرجہ ذیل امور کرنا کیسا ہے؟

(۱) دوسرے وہابی مولوی کی عورت کو دھرم بیٹی بنا کر اس سے پیر دبوانا اور دیگر خدمتیں لینا غیر محرم عورتوں سے ہنسی مذاق کرنا؟

(۲) مصنوعی قبر بنانا اور اس کے ساتھ بزرگوں کے مزارات کا سا سلوک کرنا مثلاً چادر، فاتحہ، زیارت، کرنا کرانا؟

(۳) مختلف دھات کی کئی کئی انگوٹھیاں پہننا؟

(۴) نمبر ایک اور دو افعال کے متصف متولی کی تعظیم کرنا اور اس کی مسجد میں امامت کرنا؟

(۵) کسی عالم ومفتی کا سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کی دینی کانفرنس کے مدعو علما کو خط لکھ کر روک دینا؟

(۶) وہابی مفتی سے یارانہ کھانا پینا اور ان کے یہاں آنا جانا؟

(۷) برات میں بینڈ باجا لے کر جانا اور زبردستی فرمائش کر کے جہیز میں موٹر سائکل وغیرہ لینا؟

(۸) کمیشن پر مدرسہ کا چندہ وصول کرنا؟

(۹) پیر کی عورت کا اپنے بالغ بیٹے کے ساتھ مریدوں کے یہاں دورہ کرنا ان کو اوراد وظائف بتانا، ان کے لیے دعا کرنا، اور مریدوں کا ان سے درخواست دعا کرنا؟

(۱۰) داڑھی منڈے سیدزادے کی تعظیم وتوقیر کرنا۔

المستفتی: محمد فیاض کوثر القادری الرضوی خادم مدرسہ مدینۃ العلوم چورو راجستھان ۱۲ر مئی ۲۰۰۳ء

الجواب

(۱) غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا حرام ہے، چاہے وہ عورت مسلمان ہو یا وہابی یا ہندو۔ فتاوی رضویہ جلد دہم نصف ثانی ص ۷ میں ہے: اجنبیہ کے ساتھ خلوت حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لایخلون رجل بامرأة (مشکوۃ: ۲۰۱۳)۔ ترجمہ: کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے۔ و فی الاشباہ: وتحرم الخلوۃ بالاجنبیۃ ویکرہ الکلام معہا۔

اجنبی عورت کے ساتھ خلوت حرام اور اس سے بات چیت مکروہ۔ اور غیر محرم عورتوں کو بنص قرآن ستر واجب ہے اور جوان عورت کو اس زمانہ میں حجاب لازم، چاہے اسکو دھرم بیٹی بنائے چاہے اور کچھ۔

نیز اسی کتاب میں ص ۱۶۹ پر ہے:

اجنبی جوان عورت کو جوان مرد کے ہاتھ پیر چھونا جائز نہیں اگر چہ پیر ہو۔ بات چیت کا حکم اوپر

مذکور ہوا، اس سے ہنسی مذاق کا حکم بھی ظاہر ہے کہ فحش اور جھوٹا اور تکلیف دہ مذاق تو مردوں کے ساتھ بھی جائز نہیں تو عورتوں کے ساتھ کب روا ہوگا۔ ان امور کو علی الاعلان کرنے والا فاسق معلن، اس کے پیچھے نماز ناجائز، اور اس کو کوئی باعزت عہدہ دینا منع۔ شامی میں ہے:

و مشیٰ فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم (ج ٢/٢٥٥)

فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ١١٥ ر میں ہے: فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے۔ اس سے ١٢ سطر نیچے ہے، قبر بلا مقبور کی زیارت کی طرف بلانا اور اس کے ساتھ وہ افعال کرنا گناہ ہے۔

مرد کو زیور پہننا مطلقا حرام ہے، صرف چاندی کی ایک انگوٹھی جائز ہے جو وزن میں ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو (بہارشریعت حصہ سولہ ص ٥٢ بحوالہ درمختار) فتاوی رضویہ دہم اول ص ٥ پر شامی کے حوالہ سے ہے: التختم بالحدید و الصفر و النحاس و الرصاص مکروہ للرجال و النساء. و فیھا عن غایۃالبیان التختم بالذھب و الحدید و الصفر حرام للرجال۔

لوہا پیتل جستہ اور رانگ کی انگوٹھیاں مرد عورت دونوں کے لیے حرام ہیں۔ اور غایۃ بیان میں ہے کہ سونے کی انگوٹھی مرد کے لیے حرام ہے۔

(۴) نمبر (۲) اور نمبر (۳) کا علی الاعلان کرنے والا فاسق معلن ہے۔ جس کا حکم نمبر (١) سے معلوم ہو چکا ہے۔ البتہ ایسی مسجد میں امامت کرنا جائز ہے۔

(۵) سنیوں کے دینی تبلیغی جلسوں میں رخنہ ڈالنا مسلم یا غیر مسلم جو بھی رخنہ ڈالے فتنہ ہے۔ اور قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (البقرۃ: ١٩١) فتنہ پیدا کرنا قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔

(٦) وہابی، دیوبندی عالم و مفتی یا جاہل سے میل جول رکھنا، ان کے ساتھ خاندان، رسم ورواج، اور دوستی کرنا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لایفتنونکم۔ اپنے کو ان سے دور رکھو اور ان کو اپنے سے دور رکھو وہ کہیں تم کو گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈالدیں۔ بضرورت معاملات بیع و شراء یا اجارہ منع نہیں، حتی الامکان معاملات میں بھی ان سے پرہیز بہتر ہے۔

(٧) بینڈ باجا، لہو ولعب میں داخل ہے۔ حدیث شریف میں ہے: کل لھولھا بہ المومن باطل الامن ثلث (الدر المنثور: ٣/١٩٣)، جتنی چیزوں سے آدمی لہو کرتا ہے باطل ہیں مگر تیر چلانا، گھوڑے کو ادب دینا اور اپنی بیوی کے ساتھ ملاعبت کرنا۔ اس کا برات میں لے جانا حرام، بلکہ ایسی

بارات میں شامل ہونا بھی ناجائز ہے۔جہیز کے لیے جبر واکراہ ناجائز اور وہ تو عورت کی ملک ہے شوہر یا سسرال والوں کا اس میں حصہ نہیں۔

(۸) جتنا چندہ وصول کیا کل رقم لاکر مدرسہ کے خزانے میں داخل کردے اور مدرسہ والے اپنی طرف سے اسکو رقم بطور انعام دیں تو حرج نہیں۔البتہ وصول کرنے والے کو نصف سے زائد دینا نہیں چاہئے۔

(۹) یہ تو صحیح ہے کہ کسی ضرورت شرعیہ پر عورت اپنے محرم کیساتھ مدت سفر سے زائد بھی سفر کرسکتی ہے اور یہ بھی صحیح کہ کوئی اگر اس سے کوئی دعا پوچھے تو اس کو دعا بتاسکتی ہے اور دعا کرنے کی درخواست کرے تو اللہ کے دربار میں اس کے لیے درخواست بھی کرسکتی ہے۔لیکن جو صورت آپنے لکھی ہے اس سے مروجہ عام پیر صاحبان کے دورے کی شکل ظاہر ہوتی ہے کہ آج کل عموما پیر صاحبان سال چھ مہینے کے بعد اپنے مریدین کے حلقے میں دورہ کرتے ہیں،کبھی بلائے اور کبھی بن بلائے اور مریدوں پر خواہی نخواہی بوجھ بنتے ہیں۔ایسے دورے مرد پیروں کو بھی نہ کرنا چاہئے۔"فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم کتاب الحظر والاباحہ" میں فرماتے ہیں:

پیر ہو کر سوال کرنا سخت معیوب ہے اور بلا دعوت مرید کے یہاں جانے میں کوئی حرج نہیں،مگر اس کو حرج میں ڈال دینا ضرور حرج ہے۔یونہی اس کے یہاں میلاد پڑھنا یا وعظ کہنا سب برکت ہے۔مگر میٹھا وغیرہ کی تکلیف دینا جب کے اس کی خود خواہش نہ ہو نہیں چاہئے۔

تو ایسا دورہ جو خلاف طبیعت بار ڈالنے والا ہو پیرانی صاحبہ کو کب جائز ہوگا۔اور صرف دعا کرنے یا دعا بتانے کے لیے سفر عورت کے لیے ضرورت شرعی بھی نہ ہوگا کہ باجماع اہل طریقت عورت نہ پیر بن سکتی ہے۔نہ سلسلہ طریقت کی داعیہ،اس کے لیے یہی کافی ہے کہ کسی اللہ والے کی مرید ہو جائے اور عبادت وریاضت کرے،امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور کتاب میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں: "قد اجمع اهل الكشف على اشتراط الذكورة فى كل داع الى الله ولم يبلغنا ان احدا من النساء السلف الصالح تصدرت لتربية المريدين ابدا لنقص النساء فى الدرجة وان ورد الكمال فى بعضهن كمريم بنت عمران وآسية امرأة فرعون وذلك كمال بالنسبة الى التقوى لا بالنسبة للحكم بين الناس وتسليكهم فى مقامات ولاية وغاية امر المرأة عابدة زاهدة كرابعة العدوية۔ رہ گئی پیرانی صاحبہ کی امداد واعانت تو یہ تو بذریعہ ڈاک یا خود پیر صاحب کے یہاں جاکر بھی ہوسکتی ہے۔

(۱۰) یہ صحیح ہے کہ سادات کی تعظیم صرف ان کے تقوی اور بزرگی کی وجہ سے نہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبی تعلق کی بنا پر بھی ہوتی ہے،وہ فاسق ہوں تب بھی ان کی تعظیم کرنا چاہئے۔لیکن اس

کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ نہایت نرمی اور ادب سے ان سے گزارش کی جائے کہ داڑھی آپ کے نانا کی سنت ہے اور اس کا منڈوانا حرام ہے۔ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۶ رجمادی الاخری ۱۴۲۴ھ

(۵۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

جن کتابوں میں جانداروں کی تصویریں موجود ہوں مثلا القراءۃ الراشیدہ وغیرہ اسلامی درسگاہوں میں خصوص جہاں قرآن وحدیث کے درس ہوتے ہیں وہاں مذکورہ کتابوں کا پڑھانا اور نصاب میں داخل کرنا کیسا ہے۔

الجواب

نمایاں تصویریں منع ہیں، اس میں کتاب القراءۃ الراشیدہ بھی داخل ہے۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "انا لا ندخل بیتا فیھا کلب او تصاویر۔" اگر چہرہ بگاڑ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی مبارکپور اعظم گڑھ ۱۲ رجمادی الاخری ۸۲ھ،

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہٗ

(۵۷۔۵۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) اسلام کا دشمن مردہ باد' رسول کا دشمن مردہ باد' غوث کا دشمن مردہ باد' خواجہ کا دشمن مردہ باد' اعلیٰ حضرت کا دشمن مردہ باد' شیر بیشۂ سنت کا دشمن مردہ باد' نام نہاد جماعت اسلامی مردہ باد' وہابی پارٹی مردہ باد اور دیوبندی پارٹی مردہ باد کے نعرے لگانا شرعا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) سیدنا شیر بیشۂ سنت' مظہر اعلیٰ حضرت' شیخ ملت، مجاہد اعظم ابوالفتح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تصلب فی الدین کو شرعا برا کہنے جاننے اور ماننے والا کیسا ہے؟ اور اعلیٰ حضرت صاحب قدس سرہ العزیز کا تصلب فی الدین کیسا ہے؟

(۳) ایسے نعرے سے اگر طاغوتی طاقتیں خائف اور اہل سنت والجماعت غالب ہوں، اس کے باوجود مجمع عام میں اپنے کو خالص ومخلص کٹر سنی' رضوی کہلانے والا کوئی پر اثر اور بارسوخ مسلمان نعرہ لگانے والے پر اعتراض کرے جس سے وہابیہ کو شہ ملنے کا اندیشہ ہو ایسی صورت میں معترض پر شرعا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا عبدالحمید انصاری خادم مدرسہ انوار القرآن بلرامپور'

الجواب

(۱) فی نفسہ جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں، لیکن جہاں یہ شبہ ہو کہ وہ لوگ پلٹ کر ہمارے بزرگوں کو

ایسا ہی کہنے لگیں گے یا فتنہ وفساد کا ڈر ہو تو اس سے بچا جائے ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾[البقرۃ:۱۹۱]
اور قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾(الانعام:۱۰۸)

(۳/۲) بلاشبہ ہر مسلمان کو دین میں ایسا ہی تصلب رکھنا چاہئے۔ ہاں اس تصلب کے طریقہ اظہار میں اختلاف کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ اسلیے ایک دوسرے پر اعتراض نامحمود ہے، ہر ایک اپنی نیت میں مخلص ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی مبارکپور اعظم گڑھ ۶ / رجمادی الاخری ۸۲ھ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ

(۶۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
زید کہتا ہے کہ کمیونسٹ پارٹی کو ووٹ دینے سے مسلمان لامذہب ہو جائے گا۔ بکر کہتا ہے کہ ہرگز نہیں۔ اسلیے کہ کمیونسٹ پارٹی کوئی مذہب نہیں۔ بلکہ ان کا مذہب ایک خاص اصول ہے، جس کی لڑائی آئینی ہوتی ہے اور پارٹیوں کے اصول کے مدمقابل ہوتی ہے۔ جیسے مقابل کی پارٹیاں کانگریس ہے یا پرجا شوسلسٹ یا سوتنتر پارٹی۔ زید کہتا ہے کہ کمیونسٹ کے اصول لامذہب ہیں، بکر کہتا ہے کہ اصول کانگریس کا ہو یا انگریز کا ہو یا جن سنگھ کا یا اور کسی پارٹی کا سب لامذہب ہیں۔ عمر کہتا ہے کہ ووٹ دینا ضروری ہے۔ کیونکہ ووٹ کے ذریعے حکومت بنتی ہے۔ اسلیے کسی نہ کسی پارٹی کو نمائندہ چننا ہے۔ ایسی صورت میں بکر کمیونسٹ پارٹی کو ووٹ دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی لکھئے کہ ان پارٹیوں میں سے کس کو ووٹ دینے سے مسلمان لامذہب نہیں ہوں گے۔

المستفتی غلام محمد انصاری بھیرہ ۴ / رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء

الجواب

آپ نے کئی سوال ایک ساتھ کر ڈالے ہیں۔ پہلے اسکو الگ الگ سنئے، پھر جواب ملاحظہ فرمایئے (۱) ووٹ دینا کیا شرعا ضروری ہے؟ آیا جائز بھی ہے یا نہیں؟ (۲) کمیونسٹ اور دوسری سیاسی پارٹیوں کی شرعی پوزیشن کیا ہے۔

الجواب۔ موجودہ حکومت کے ذریعہ دنیوی حکومت وجود میں آتی ہے۔ جس کا قیام نہ ہم پر واجب نہ فرض نہ سنت۔ بلکہ اگر کچھ ہے تو اس کے خلاف ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: "ان الحکم الا للہ" پس جب شرعا اس حکومت کا قیام ضروری نہیں تو اسکے قیام کے لیے ووٹ دینا کس طرح ضروری ہوگا۔ اور کسی شخص کو ووٹ دینے کا مطلب اسے اپنا نمائندہ بنانا ہے: بالفاظ دیگر وہ با اختیار ہو کہ حق یا ناحق جو کرے

اسکی ذمے داری ایک طرح ووٹ دینے والے پر بھی عائد ہوگی۔ پس اگر کنڈیڈیٹ دیندار نیک مزاج حق پرست ہو جس کے بارے میں گمان غالب ہو کہ اسمبلی میں پہنچ کر دین و دنیا دونوں کے لیے مفید ہوگا۔ تو اسکو ووٹ دینا جائز ہوگا۔ اور اگر امیدوار اس کے برخلاف ظالم، جفاجو، ناحق شناس ہو تو اسکو ووٹ دینا حرام اور حرام کی اعانت ہوگی۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (المائدۃ: ۲)" ووٹروں کا حال جیسا آج کل ہے کسی بھی جماعت کو ووٹ دینے والا صرف ووٹ دینے سے لامذہب نہیں ہوگا جب تک کہ کسی لامذہب پارٹی کے غلط اصولوں پر بھی اعتقاد نہ رکھے۔ ہم نے تمام پارٹیوں کے دستور اور فلسفے پڑھے نہیں۔ نہ ہم تفصیل سے واضح کرسکیں کہ کس پارٹی کا کون سا اصول مذہب کے متصادم ہے اور کون سی پارٹی کا نہیں۔ ہاں عام المعلومات کی بنا پر اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ روس چین وغیرہ میں کیمونسٹوں کی پالسی مذہب دشمنی کی ہے اور ہندوستان کے کیمونسٹوں کی بھی اپنے سابق الذکر قائدین سے متاثر ہونا ضروری ہے اس لیے بنسبت دوسری پارٹیوں کے کیمونسٹ پارٹی زیادہ مذہب دشمن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم　　عبدالمنان اعظمی مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ۔ ۲۳ رمحرم ۸۳ھ　　الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ

(۶۱)　**مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک مولوی صاحب نے ایک کتاب دکھائی جس میں محض ترجمہ تھا، کلام مجید کا یعنی عربی عبارت کہیں بھی نہ تھی، بلکہ انجیل کے ترجمے وغیرہ کے مانند ایک گورکھپور کے وکیل نے مختلف تراجم قران سے اخذ کر کے لکھا ہے، اس پر مولوی صاحب نے مجھے فرمایا کہ جناب والا کو لکھوں کہ اس مترجم پر تکفیر کا فتویٰ جناب والا لگائیں۔ میں نے عرض کیا کہ تکفیر کا فتوی لگانا (تو کسی مسلمان پر تاوقتیکہ کوئی امر صریح نہ پایا جائے) مناسب نہیں، ہاں اس مذموم سے روکنا ضرور ہے تو جناب والا سے گزارش ہے اس امر کے متعلق کچھ ارشاد اور تحریر فرمائیں۔ نصوص صریحہ شرعیہ سے اہل باطل کی مشابہت اختیار کرنا منع ہے۔ چاہے وہ اہل باطل مسلمان ہو یا اہل کتاب، اور وہ امور دینی ہوں یا دنیاوی۔ حدیث شریف میں ہے: "من تشبہ بقوم فھو منھم (نصب الرایہ ۴/ ۳۴۷ جو جس قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں شمار ہوگا۔

دوسری حدیث میں مسلمانوں کو ان کی بے راہ روی سے ڈراتے ہوئے فرمایا: "لتر کبن سنن من کان قبلکم (مسند احمد: ۵/ ۲۱۸)" البتہ تم ضرور ضرور گذشتہ قوموں کی قدم بقدم پیروی کرو گے۔ ان حدیثوں سے یہ ثابت ہوا کہ غیر اقوام کے ساتھ مشابہت اور ان کے عقائد ورسوم کی اتباع اور پیروی شرعا سخت ممنوع اور گناہ ہے۔

الجواب

اپنی مذہبی کتابوں کو نازل شدہ زبان کے علاوہ دوسری زبانوں میں علیحدہ شائع کرنا گذشتہ اہل کتاب کا طریقہ تھا اور نوبت اس جگہ پہونچی تھی کہ خود کتاب کے ماننے والوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ اصل کتاب کس زبان میں نازل ہوئی تھی۔ سب کے سب اصل متن سے معرّا رائج الوقت زبانوں کے ترجموں سے ہی کام چلاتے تھے۔ چنانچہ عینی جلد اول ص ۵۲ پر ہے:" قال التیمی الکلام العبرانی الذی انزل به جمیع الکتب کالتورات والانجیل ونحوهما۔ وقال الکرمانی ان الانجیل عبرانی قلت لیس کذالك بل التوراة عبرانی والانجیل سریانة"

علامہ تیمی فرماتے ہیں کہ عبرانی زبان میں ہی توراۃ وانجیل وغیرہ آسمانی کتابیں نازل ہوئیں۔ اور کرمانی کہتے ہیں انجیل سریانی زبان میں نازل ہوئی۔

اور جب انگریز قوم نے مسیحی مذہب قبول کیا تو انگریزی میں انجیل پڑھنا شروع کیا اور جب ہندوستانیوں کو عیسائی بنانا ہوا تو اردو انجیل دی۔ اور آج یہ حال ہے کہ قسم قسم کی انجیلیں پھیل گئیں ہیں کہ فیصلہ ہی مشکل ہے کہ کلام الٰہی کیا تھا؟ اور اتنا تو آپ نے بھی اپنے سوال میں تحریر کیا ہے۔ آپ کو جو اردو ترجمہ دکھایا گیا وہ اسلامی طریقہ پر حامل متن نہیں تھا۔ بلکہ عیسائیوں کے انجیلی ترجمہ کے مانند تھا۔ الغرض قرآن عظیم کا معریٰ اردو ترجمہ شائع کرنا۔ اہل کتاب کی تقلید، ان کی اتباع، اور ان کے ساتھ مشابہت ہے، اور مشابہت اور پیروی حسب فرمان رسول ممنوع اور منکر ہے۔

پس صورت مسئولہ میں پہلی خرابی تو یہ ہے کہ ایسا کرنا فرمان رسول کے خلاف ہے اور دوسری خرابی یہ ہے کہ خدانخواستہ اگر یہ طریقہ مروج ہوگیا تو توریت وانجیل کی مثل خطرہ ہے کہ اصل قرآن مجید ہی ضائع نہ ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

(۶۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ۔

صفر کے آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟ بہت سی جگہ لوگ بڑے اہتمام سے وضو کرتے ہیں۔ پرانے برتنوں کو توڑتے ہیں اور نئے برتنوں میں عمدہ کھانا پکاتے ہیں اور روح اقدس ﷺ کو نیاز کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اسی دن حضور ﷺ کو صحت حاصل ہوئی تھی۔ حضور اقدس ﷺ نے غسل صحت فرمایا اور صحابۂ کرام کے ساتھ جنگل میں تشریف لے گئے۔ بعض دوسرے لوگ یہ کہتے ہیں کہ آخری بدھ کو حضور اقدس ﷺ کو مرض وصال شروع ہوا تھا، اس دن مدینہ کے یہودیوں نے خوشی منائی تھی، صحیح کیا ہے؟ مطلع کریں۔ المستفتی ممتاز احمد۔ محمد آبادی

الجواب

آخری چہار شنبہ کے نام پر مسلمانوں نے جو رسمیں ایجاد کر لی ہیں۔ شریعت میں ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ حدیث شریف سے اس کے خلاف ثابت ہے ارشاد نبوی ہے: "لا ھامۃ ولا صفر (مشکوۃ حدیث ۴۵۷۷)" الو کے بول اور صفر کوئی چیز نہیں، ہاں روایتوں سے ثابت یہ ہے کہ اس دن رسول اللہ ﷺ کا مرض بڑھ گیا تھا۔ واللہ تعالی اعلم عبد المنان اعظمی مبارکپور اعظم گڑھ ۲۳ر صفر ۳۸ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ

(۶۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ڈرامہ کرنا کیسا ہے؟ اور ڈرامہ لکھنا کیا ہے؟ اگر جائز ہے تو کیسے ڈرامے ہوں؟ اور ناجائز ہے تو کیوں؟ اس کے کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟ المستفتی: حاجی ابو الکلام

الجواب

ڈرامہ اگر شرعی معائب سے پاک اور عبرت وبصیرت کا حامل ہو تو اس کے لکھنے اور پڑھنے میں حرج نہیں جس طرح مثنوی شریف میں بیشمار قصے عبرت وبصیرت کے لیے درج ہیں۔ ڈرامہ کرنا ناجائز حرام، کیونکہ جو ڈرامے آج کل مروج ہیں ان میں ناچ، فحش گانے، عورتوں کی شہوانیت انگیز نمائش، مزامیر سارے ہی خرافات ہوتے ہیں۔ انمیں سے ہر ایک از روئے شرع ناجائز وحرام ہے: "کل لھو لھا بہ المومن حرام الامن ثلثۃ ملا عبۃ اھلہ وتادیبہ لفرسہ ومناصلۃ لقوسہ (الدر المنثور: ۱۹۳/۳)" مسلمانوں کا لہو ولعب حرام ہے سوائے تین باتوں کے۔ بیویوں سے خوش فعلیاں، گھوڑے کی سواری اور تیر بازی۔ شامی میں ہے:" ولا طلاق شامل نفس الفعل والسماعۃ کالرقص والسخریہ والتصفیق وضرب الاوطار" اور حدیث شریف میں جو ممانعت ہے وہ ایسے افعال کرنے اور ان کے سننے دونوں کو شامل ہے پس ناچ۔ مذاق، تال پیٹنا اور ستار وغیرہ بجانا بھی ناجائز اور اسکو دیکھ کر لطف اندوز ہونا بھی ناجائز۔ قرآن عظیم میں عورتوں کو حکم ہے: ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ﴾ (النور: ۳۱) الآیۃ اپنی آرائش کی جگہوں کو کسی کو مت دکھاؤ ہاں شوہروں وغیرہ کا استثنا ہے۔ اور مردوں کو حکم ہے: ﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ﴾ (النور: ۳۰) مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اس لیے اس مجموعی خرافات کے جواز کی کوئی صورت نہیں اگر بالفرض کوئی ڈرامہ ایسا ہو جس میں منہیات شرعیہ بالکل نہ ہوں جس کے پلاٹ اور مکالمے بھی اخلاقی اور اصلاحی ہوں، صرف مرد ہی جس کے اداکار ہوں اور بقیہ مناہی از قسم ناچ باجہ اختلاط مرد وزن وغیرہ بھی نہ ہو

تب بھی لہو ولعب ہونے کی ایسی چھاپ اس پر لگی ہوئی ہے کہ شرعًا اس کے جواز کا حکم نہیں دیا جا سکتا کہ تھیٹر کی بنا ہی لہو ولعب کیلیے ہے۔ جس طرح گراموفون سے قرآن کی آیات بجوانا منع ہے کہ اسکی بنا ہی لہو کے لیے ہے۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی دار العلوم اشرفیہ ۱۳ شوال ۸۱ھ

(۶۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید اپنے گھر ہی تھا، اس کے مرنے کے بعد چہارم ہوتا ہے اس میں کھانا پکتا ہے اور وہ کھانا اس نیت سے پکتا ہے فقیر کھائیں گے اور ثواب ملے گا، مردے کے اس کھانے میں اگر خاندان والے کھائیں تو کیا یہ درست ہے؟ اور اگر کھاتا ہے تو کھانے میں کراہیت معلوم ہوتی ہے کھانے کو طبیعت نہیں کہتی ہے۔ بینواوتوجروا۔ مناخاں موضع چلبلواپوسٹ بھٹہٹ ضلع گورکھپور

الجواب

عام مردوں کی فاتحہ کا کھانا گھر والے یا عزیز واقارب نہ کھائیں۔ صرف فقیر وغریب ہی کھائیں۔ ہاں اگر کوئی قریبی محتاج ہو تو اس کے کھانے میں حرج نہیں کہ وہ تو اس کا حق ہی ہے۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی دار العلوم اشرفیہ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، ۲ ذی الحجہ ۸۱ھ

(۶۵۔۸۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) مصیبت یا تکلیف کے وقت کسی ولی یا پیر سے مدد مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) پیروں کی منت مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لیے علم غیب ماننا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) جنازہ کے آگے پیچھے باآواز میلاد پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

۵) میت کو قبرستان لیجاتے وقت میلاد شریف پڑھنا کیسا ہے؟

(۶) مرد کے لیے کفن ساڑھے بارہ گز ہوتا ہے۔ یا اس سے زائد؟

(۷) قبر پختہ بنانا اور اس پر پھول چڑھانا۔ اور پیر اولیاء کی قبر پر عرس قائم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۸) زیارت قبور کا کیا حکم ہے؟ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے حکم بتائیں؟

(۹) تعزیہ داری، اسکی منت، تعزیوں سے مراد مانگنی۔ عورتوں اور مردوں کے لیے ماتم کا کیا حکم ہے؟

(۱۰) مجلس میلاد شریف اور قیام وسلام کا کیا حکم ہے؟

(۱۱) عیدگاہ ہوتے ہوئے آبادی کے اندر مسجدوں میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۱۲) دفن میت کے وقت قبر میں عہدنامہ اور مٹی پر قل پڑھنا۔ قبر میں رکھنا کیسا ہے؟

(۱۳) وعظ اور مولودخوانی کے لیے فیس مقرر کرنا معاوضہ لینا کیسا ہے؟

(۱۴) میت پر شال اور اوڑھنی وغیرہ ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۵) ایصال ثواب کے لیے تیجہ، دسواں، بیسواں کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۶) گیارہویں، بارہویں کی منت اور اس کا کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۷) مذکورہ بالا تمام امور کو ناجائز کہنے والے مولوی کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

حاجی محمد عثمان متولی مدینہ مسجد۔ جیت پور کاٹھیاوار

الجواب

(۱/ ۲/ ۳) جائز ہے۔

(۴/ ۵) چونکہ آجکل لوگ بالعموم جنازہ کی ہمراہی میں بھی دنیا کی باتوں میں مصروف رہتے ہیں اس کے بجائے اللہ اور رسول کا ذکر کرنا ٹھیک ہے کہ لوگ اسی بہانے غلط بکواس سے بچے رہیں گے۔

(۶) مرد کے لیے سنت تین کپڑے ہیں۔ (۱) چوڑی اتنی لمبی کے میت کے قد پر پوری آئے۔ اور دونوں طرف کچھ زیادہ ہو جو باندھنے میں کام آے۔ چادر اتنی کہ دونوں طرف سے اسمیں مرد کو لپیٹا جاسکے (۲) چادر (ازار) میت کے قد کے برابر۔ (۳) کفنی میت کی گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک۔ ان تینوں میں جتنا گز کپڑا لگے لگانا چاہیے اس سے زیادہ کفن دینا مولوی ہو یا جاہل سب کے لیے منع اور ناجائز ہے عورتوں کے لیے پانچ کپڑے سنت ہیں۔ اوڑھنی اور سینہ بند اور تین کپڑے وہی ہیں جن کا ذکر اوپر ہوا۔ مزید دو کپڑوں میں جتنا زائد لگے عورتوں کے کفن میں اس کا بھی اضافہ کیا جاے۔

(۷۔۸) قبر ہر چہار جانب سے پختہ ہو یہ مکروہ ہے، اور کنارے کنارے حاشیہ پختہ ہو۔ اور بیچ میں کچی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ قبروں پر پھول ڈالنا۔ مزار کی زیارت بالخصوص اولیائے کرام کی اور ان کا عرس کرنا جائز ہے۔ البتہ زیارت قبر اور رسوم اعراس دونوں میں شرعی منہیات سے بچنا چاہیے۔ عورتوں کو قبر کی زیارت نہ کرنا چاہیے۔

(۹) یہ سب امور جائز ہیں۔

(۱۰) میلاد و قیام نہ صرف جائز بلکہ باعث اجر و ثواب ہے۔

(۱۱) جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ معذوروں کے سوا لوگ عیدگاہ میں ہی پڑھیں۔

(۱۲) عہد نامہ رکھنا جائز ہے۔ مٹی میں احتیاط اولی ہے۔

(۱۳) میلاد کا معاوضہ ناجائز ہے۔ وعظ کا معاوضہ لے سکتے ہیں۔ بہتر اس میں بھی یہی ہے کہ خالصا لوجہ اللہ کیا جائے، بے طلب مل جائے تو لینے میں حرج نہیں۔

(۱۴) جنازہ پر شال اور اوڑھنی پردہ پوشی اور اکرام مومن کی نیت سے ہو تو جائز ہے۔

(۱۵) جائز ہے مگر کھانا غریبوں کو کھلانا چاہئے، امیروں یا رشتہ داروں کو اس موقع پر دعوت نہ دی جائے۔

(۱۶) علمائے دیوبند کا یہ طریقہ ہے کہ کچھ ناجائز چیزوں کا سہارہ لے کر (جو بدقسمتی سے عوام میں رائج ہوگئی ہیں) بہت سی مباح بلکہ مستحب و مستحسن بلکہ مسنون امور کا انکار کرتے اور ان کے ناجائز و حرام بلکہ شرک و بدعت کا فتویٰ دیتے ہیں، اور اصلاح امت کے نام پر فساد بین المسلمین برپا رکھتے ہیں۔

(۱۷) ہم بالیقین تو نہیں کہہ سکتے۔ مگر سوال میں جن مولوی صاحب کا ذکر کیا گیا ہے۔ دیوبندی یا وہابی معلوم ہوتے ہیں۔ آپ بطور خود ان کے عقائد کا پتہ چلائیں اور اساطین علمائے دیوبند کے بارے میں ان سے سوال کیجئے۔ اور ان کے عقائد کفریہ انھیں بتایئے۔ اگر وہ بھی انھیں کے ہم خیال ثابت ہوں۔ تو ان کو ضرور امامت سے علیحدہ کر دیجئے، بلکہ ان سے بالکلیہ پرہیز کیجئے۔ حدیث شریف میں ہے: "ایاکم وایاھم لا یضلونکم و لا یفتنو نکم" واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی دار العلوم اشرفیہ۔ الجواب صحیح عبد الرؤف غفر

(۸۲-۸۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید ایک زانی شخص ہے، اس لیے کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق تحریری دیا جس میں امام مسجد اور جماعت شریک تھی۔ زید تین ہفتہ بعد آکر کہنے لگا کہ طلاق غلط ہوئی، میں نے ایک رشتہ دار کے کہنے سے طلاق دی تھی۔ ورنہ میری مرضی نہیں تھی، اس پر ناگپور کے مفتی صاحب اور چند علماء بلائے گئے، انھوں نے طلاق نامہ دیکھا اور گواہوں کا بیان سن لیا، پھر فیصلہ دیا کہ طلاق ہوگئی، اب کوئی صورت بغیر حلالہ نہیں۔ حاضرین میں ہی امام بھی موجود تھے۔ اس کے دو روز بعد زید نے طلاق شدہ لڑکی کے بھائی اور ماں کو نہ جانے کیا سمجھا کر لڑکی کو لے کر چل دیا، وہاں اسکے کسی رشتہ دار نے یہ حقیقت معلوم ہوتے ہوئے بھی اس کا نکاح زید کے ساتھ پڑھا دیا۔ تین یوم بعد بکر نے جو حافظ قرآن ہے امام مسجد ہے عقاید بھی صحیح ہیں، طلاق کا پورا معاملہ معلوم ہوتے ہوئے بھی اپنی لڑکی کی شادی کی تقریب میں زید کو مدعو کیا، اس لوگوں نے کہا، زید یہاں کیسے آیا بکر سے پوچھا گیا تو کہا میں نے اسے دعوت دی ہے، کہا گیا اسے شریک نہ کرو تو اس نے جواب دیا کہ اگر اسے نکال دیں تو وہ مجھ پر عزت کا دعویٰ کریں گے تو میرا کیا حال ہوگا، اس

تقریب میں بہت سے لوگ زانی بھی شرابی جواری بھی سود خور بھی ہوں گے، اب کس کس کو نکالو گے، تقریب میں چند علماء بھی شریک تھے، ان سے پوچھا گیا، کہا ہم زید کے ساتھ شریک ہو سکتے ہیں، ہمیں شریک ہونے والوں کو نہ دیکھنا چاہیے، بلکہ صاحب خانہ کی طرف دیکھنا چاہیے کہ وہ کیسا آدمی ہے؟ جب کہ وہ متقی پرہیزگار ہے تو شرکت کرنا چاہیے جان بوجھ کر زید کو مدعو نہیں کرنا چاہیے تھا، علماء اور چند لوگ شریک ہوئے اور کچھ لوگ شریک نہیں ہوئے۔

(۱)۔ گزارش ہے کہ کیا یہ علماء کا قول ٹھیک ہے اگر ٹھیک نہیں تو ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

(۲) بکر کا زید کو سب میں دعوت دے کر بلوانا شرعا کیسا ہے؟

(۳) جس شخص نے طلاق کی حقیقت معلوم ہوتے ہوئے بھی نکاح پڑھا دیا اور گواہوں اور وکیل اور لڑکی کے بھائی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ شرعا جواب سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی عبد السلام عطر فروش ناگپور۔

الجواب

(۱۔۲) علما نے زانی کو دعوت میں شریک کرنے کی جو مذمت کی ٹھیک فرمایا۔ اور جب صاحب خانہ نے اس کو دعوت میں شریک کرلیا تو دوسرے مسلمانوں کو اس میں شریک نہ ہونا چاہیے اس تقریب سے شرعی تعزیر بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے، اس لیے ایسی دعوت میں شرکت شرع کے خلاف ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (الانعام:۶۸)

(۳) ایسا نکاح پڑھانے والے گواہ اور اسمیں مدد دینے والے اور شرکت کرنے والے گنہگار ہوئے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدۃ:۲] ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی ۲۹ / ربیع الاول ۸۴ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ — الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ

(۸۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) بیوی کے ساتھ جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) کن کن مواقع میں جھوٹ بولا جاسکتا ہے

الجواب

جھوٹ بولنا حرام قطعی ہے اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ﴾ [آل عمران:۶۱] ہاں (الف) اپنا حق حاصل کرنے کیلیے (ب) دو مسلمانوں میں صلح کرانے کے لیے (ج) عالم جہاد میں دشمن کے مقابلہ میں (د) بیوی کو راضی کرنے کے لیے ایسی پہلودا

رہا بات کہنی کہ جس کا ظاہر کچھ ہو اور باطن کچھ اور، جائز ہے۔ وہ بھی اس وقت کہ اس پہلو دار بات کے سواوہ جائز مقصد حاصل کرنے کے لیے اور کوئی ذریعہ نہ ہو۔ ترمذی شریف میں ہے: "عن اسماء بنت یزید قالت کان رسول اللہ ﷺ لا یحل الکذب الا فی ثلث یحدث الرجل امرأته لیرضیها و الکذب فی الحرب والکذب لیصلح بین الناس۔ مبسوط باب الحیل جلد سوم میں ہے: "والذی یروی ان رسول اللہ ﷺ رخص فی الکذب تاویله فی استعمال معاریض الرجال الکلام فان صریح الکذب لا یحل هنا کما لا یحل فی غیره۔ رسول اللہ ﷺ سے جھوٹ کے بارے میں جو روایت ہے اس کا مطلب توریہ اور تعریض ہے، کیونکہ صریح جھوٹ تو بالکل جائز ہی نہیں۔ شامی میں ہے: "والضابطة ان کل محمود یمکن التوصل الیه بالصدق و الکذب جمیعا فالکذب فیه حرام وان امکن التوصل الیه بالکذب وحده فمباح ان ابیح تحصیل ذلك المقصود وواجب ان وجب کما لو رأی معصوما اختفی من الظالم لم یرید قتلهٗ او ایذائهٗ۔ نیک مقصد جھوٹ اور سچ دونوں سے حاصل ہو سکتا ہے تو جھوٹ بولنا حرام ہے۔ اور صرف جھوٹ بولنے سے حصول ممکن ہو تو مقصد کی اہمیت کے پیش نظر اس کا حکم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی ۲۹ ربیع الاول ۸۴ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ　　　الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۸۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ [

داڑھی منڈانا کیسا ہے؟ اور کتروانا کیسا ہے؟ اور آجکل جو لوگ صرف تھوڑی سی داڑھی رکھتے ہیں جیسے فرنچ کٹ کہا جاتا ہے، ان کا یہ فعل کیسا ہے؟ ان لوگوں کے لیے کیا حکم ہے؟ المستفتی عبداللہ کانپوری

الجواب

داڑھی کا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے۔ درمختار میں ہے: "السنة فیه القبضة و یحرم علی الرجل قطع لحیته (شامی ج۹/ ۴۹۸)۔ ایسا شخص فاسق معلن ہے، اس کی تعظیم وتوقیر ناجائز اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ شامی میں ہے: "واما الفاسق فقد عللوا الکراهة تقدیمه بانه لا یهتم لامر دینه و بأن فی تقدیمه للامامة تعظیمه و قد امرنا باهانته فهو کالمبتدع تکره امامته بکل حال بل مشی فی المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم (ج۲/ ۲۵۵)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی ۲۴ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ　　　الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۸۷۔۸۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) چین والی گھڑی پہننا کیسا ہے، چین والی گھڑی پہن کر نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوتی ہے تو جو نماز لاعلمی میں ادا کی جا چکی ہے ان کیلیے کیا حکم ہے؟ بالتصریح قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں۔

(۲) بالغہ لڑکی کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے لڑکی کے باپ نے نشہ کی حالت میں ایک شخص سے نکاح پڑھا دیا اور لڑکی کو لڑکا قطعا پسند نہیں ہے۔ لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ لڑکی کا نکاح بغیر اس کی اجازت ورضامندی کے ہوا یا نہیں؟ صاف جواب تحریر فرمائیں۔

(۳) نیز دریافت طلب امر یہ۔ ہے کہ بعض اخبار رسائل میں دیکھا گیا ہے کہ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی، لہذا بتایا جائے کہ اپنے علماء کے مسلک میں کیا حکم ہے؟ فقط

سائل مسعود احمد موضع سنگا چوری پوسٹ بدھ نگر ضلع مظفر پور

الجواب

(۱) اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس گھڑی کے استعمال کو ناجائز بتایا ہے اور اس کو پہن کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے جس کو لوٹانا ہوگا۔ شامی میں ہے:" کل صلواۃ ادیت مع الکراھۃ تجب اعادتھا " ۔(درمختار:۲/۱۳۰)

(۲) صورت مسئولہ میں نکاح صحیح نہیں ہوا۔ اگر لڑکی نے اطلاع پاتے ہی انکار کر دیا ہو تو۔ در مختار میں ہے:" لا تجبر البالغۃ علی النکاح فان استاذنھا او زوجھا ولیھا واخبرھا رسولہ او فضولی عدل فسکتت فھو اذن ".

(۳) انجکشن کی دوا اگر جوف دماغ یا جوف شکم میں پہنچتی ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۱۱ر محرم ۸۵ھ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۹۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

کہ وہ مدارس عربیہ جنکا الحاق الہ آباد بورڈ سے ہے اور باقاعدہ مدرسین کو گورنمنٹ سے تنخواہیں ملتی ہیں، لیکن مدرسہ کا ریکارڈ کل یا بعض فرضی بنانا ہوتا ہے، کہیں مدرسین کی تعداد کہیں طلبہ کی تعداد اور ان کی حاضریاں حتی کہ داخلہ خارجہ بھی تقریباً سب فرضی ہوتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں از روئے شرع جائز ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو زید کے اس قول کا کیا جواب ہوگا " کہ یہ سب جھوٹ اور غدر ہے " اور اس طرح تو حربی کافر کا مال بھی لینا جائز نہیں؟ چہ جائیکہ ایسی حکومت جو مسلم وکافر حربی دونوں

کے درمیان مشترک ہے، لہٰذا تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں، تا کہ زید کو مطمئن کیا جا سکے، ورنہ بصورت دیگر خود اطمینان حاصل ہو" بینوا توجروا۔

المستفتی محمد ضمیر۔ بریلی شریف

الجواب

حکومت سے مدارس کو جو امداد ملتی ہے اس کے قواعد ناممکن العمل نہیں ہیں، بہت سے مدارس قواعد وضوابط کی پابندی کر کے واقعی اندراجات اور حقیقی کاروائی کے موافق ایڈ حاصل کرتے ہیں (زید کا اگر یہ خیال ہے کہ فرضی ریکاڈ بنائے بغیر ایڈ کا حصول ممکن نہیں تو یہ غلط ہے) ایسے مدارس کا حکومت سے امداد وصول کرنا جائز ہے، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب اپنے فتاویٰ جلد ہشتم صفحہ ۱۸۴ میں لکھتے ہیں "اصل یہ ہے کہ بیت المال خواہ اسلامی ہو یا اسلامی نہ ہو جب انتظامات شرعیہ کا اتباع نہ کرے تو اہل استحقاق مثلاً طلبہ علم دین وعلمائے دین کہ اپنا وقت خدمات دینیہ مثلاً درس وتدریس، وعظ وافتاء وتصنیف میں صرف کر رہے ہوں اگر چہ لکھوکھا روپیہ کے مالک اغنیاء کثیر المال ہوں جو کچھ اس میں سے برضائے سلطنت بے غدر وفتنہ وارتکاب جرائم پائیں ان کے لیے جائز ہے۔ اور آج کل جیسا کہ ہر محکمہ میں ہو گیا ہے بغیر پیسہ لیے کوئی کام نہیں کرتے، ایسی صورت میں اپنا حق حاصل کرنے کے لیے رشوت بھی دے سکتے ہیں اس کا گناہ لینے والے پر ہوگا۔ ہاں جو مدرسین یا مدارس پیسہ وصول کرنے کے لیے غلط خانہ پری کرتے ہیں یا روپیہ وصول کرنے کے لیے فرضی تقرریاں کرتے اور اس کے لیے رشوت دیتے ہیں تو انکا یہ لینا دینا دونوں ناجائز ہے، کہ جو دیا واقعی حق وصول کرنے کے لیے نہیں، فرضی حق بنا کر اور جو لیا اس میں غدر وفتنہ اور چھنگ بازی کیا یہ ضرور ناجائز وحرام ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت کی مذکورہ بالا عبارت بے غدر وفتنہ وارتکاب جرائم کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۰ محرام الحرام ۱۴۱۳ھ

(۹۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل میں کہ

(۱) ایک لڑکی تقریباً آٹھ سال کی ہے اس کو تقریر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) مردوں کے مجمع میں ممبر رسول پر تقریر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۳) لڑکی کس عمر سے بالغ ہوتی ہے اور لڑکی کو کس عمر سے پردہ کرانے کی عادت ڈالنی چاہئے اور نماز کی؟ (۴) قریب بلوغ لڑکی کو دیکھنا اور اس کی آواز سننا مجمع عام میں نعت وتقریر کروانا جائز ہے یا نہیں؟ غیر عالم کو تقریر کرنا کیسا ہے؟ اور عالم کون ہے؟ جو شخص یہ کہے کہ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۱ سال کی لڑکی سے تقریر ونعت سنی ہے، لہٰذا گیارہ سال کی لڑکی تقریر

ونعت پڑھ سکتی ہے؟ اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ یہ حضرت پر الزام ہے یا نہیں؟ دلائل کے ساتھ جواب دیں
المستفتی، محمد احمد محلہ فیل پیلی بھیت

الجواب

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ نے نو سال کی لڑکی کو مشتہاۃ لکھا ہے اور عالمگیری میں ہے" والتی بلغت حد الشھوۃ کالبالغ "تو شہوت کے ساتھ ایسی لڑکی کو دیکھنا اور اس کی بات سننا ضرور حرام ہوگا اور شہوت نہ ہو مگر یہ گمان ہو کہ جب اس کو دیکھوں گا یا بات سنوں گا تو شہوت ہو جائے گی، اس کے لیے بھی حرمت کا حکم ہے۔

عالمگیری جلد۵/ ۳۲۹) میں ہے: "اذا غلب علی ظنہ انہ یشتھی فھو حرام " آج کل حالت ایسی ہے کہ پانچ سال کی بچیوں سے بھی لوگ منہ کالا کرتے ہیں اور آسودہ حال گھرانوں کی بچیاں ۷-۸ سال میں بھی ہاتھ پاؤں نکال لیتی ہیں تو کچھ ہونے کا انتظار نہ کیا جائے، بلکہ پہلے ہی سے احتیاط برتی جائے۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے بارے میں اگر چہ یہ روایت بھی قابل بھروسہ نہیں معلوم ہوتی کہ انھوں نے گیارہ سال کی اجنبی لڑکی کو دیکھا اور اس سے نظم سنی ہو، میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ دو عورتیں بے برقعہ تعویذ لینے کے لیے آئیں، آپ نے فوراً نگاہیں نیچی کرلیں اور پندرہ منٹ تک سر جھکا کر ان پر سرزنش کرتے رہے، اب کوئی اس کو سند پکڑے کہ مفتی اعظم نے بے پردہ غیر محرم کو تعویذ لکھ کر دیا اور ان کو دیکھا اور ان کی بات سنی تو بڑی کم نصیبی کی بات ہوگی ان کی جناب بہت عالی تھی، ان کی جناب میں ایسی بدگمانی بری بات ہے۔ مگر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ بیان کرنے والے نے حضور مفتی اعظم ہند پر الزام قائم کیا، اس لیے کہ عالمگیری میں ہے" وکذالک اذا کان شیخاً یامن علی نفسہ وعلیھا فلا باس بان یصافحھا وان کان لا یامن علی نفسہ علیھا فلیجتنب " ایسا بڈھا جو قابل شہوت نہ رہ گیا ہو اور اسے اطمینان ہو کہ شہوت نہ ہوگی تو ایسی صورت میں اجنبی عورت سے مصافحہ میں حرج نہیں۔ تا بہ شنیدن چہ رسید اگر مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی ایسی مامون ہستی نہ مانا جائے تو کون ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۰ شوال المکرم ۱۴۱۲ھ

(۹۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

کہ زید شرع کے دائرے میں رہکر برائے خدمت خلق نیک نیتی کے ساتھ آیات قرآن کے ذریعہ دعا تعویذ کیا کرتا ہے، آیا وہ کامل مؤمن ہے یا نہیں؟ اور امامت کرسکتا ہے کہ نہیں؟ اگر کوئی اعتراض

کرے کہ زید کی امامت درست نہیں تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ معترض کے نزدیک زید قابل ملامت وقابل اعتراض ہے یہ دعاء تعویذ کی وجہ سے ہے، اگر یہ عیب ہے تو بے شک وہ قابل ملامت ہے اور اگر یہ عیب نہیں ہے پھر عیب نکالنے والے کیلیے کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں نوزش ہوگی

المستفتی، محمد وکیل احمد متولی جامع مسجد گھوسی (مئو)

الجواب

سفلی اعمال کے ذریعہ جو تعویذ تیار کیئے جاتے ہیں وہ ناجائز وحرام بلکہ کفر بھی ہو سکتے ہیں اور آیات قرآنی وادعیۂ ماثورہ سے جو تعویذ تیار کئے جاتے ہیں وہ جائز بلکہ باعث اجر وثواب بھی ہو سکتے ہیں جب کہ اغراض صحیحہ شرعیہ کے ماتحت لکھے گئے ہوں اور ایسے تعویز لکھنے والے کی امامت میں ایسے تعویذ کی وجہ سے کوئی خلل نہیں۔ ایسے امام کو ملامت کرنے والا خود قابل ملامت ہے، ہاں آیات واحادیث ماثورہ کا ہی تعویذ کیوں نہ ہو کسی ناجائز اور غیر شرعی مقصد کیلیے لکھا جائے تو مقصد کی کراہت وحرمت کے لحاظ سے اس کے بھی ناجائز وحرام ہونے کا حکم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۵ھ

(۹۳) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مسلمان مرنے کے بعد کیا بھوت ہوسکتا ہے؟ زید پر کچھ اثر ہے، ادھر ادھر کی باتیں بولتا ہے جب اس کے کان میں آیت الکرسی وغیرہ پڑھ کر تیل ڈالا گیا تو اس نے فلاں مسلمان مرحوم کا نام لیا تو اس وفات شدہ مسلمان کو کیا بولا جائے گا جو مسلمان کسی مرحوم مسلمان کو اس قسم کی حرکت دیکھ کر بھوت کہدے اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی، محمد کبیر الدین جامع مسجد ساول پور ضلع چورو راجستھان

الجواب

مسلمان کی روح انتقال کے بعد جہاں چاہے جاسکتی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ کتاب الشتیٰ صفحہ ۶۳)

اور کافروں کی روح مقید ہے، صالحین کی روح کو دنیا میں لوگوں کی مدد کرنے کی بھی قدرت ہے۔

(کتاب مذکور صفحہ ۱۰۴)

لیکن گذرے ہوئے آدمیوں کی روح بھوت بن کر دنیا میں آئے اور کسی کو اذیت دے یہ سراسر اصول اسلام کے خلاف ہے، شیطان جو انسانوں پر سوار ہو کر انہیں اذیت دیتے ہیں وہی یہ باتیں جھوٹ موٹ اڑا دیتے ہیں کہ میں فلاں ہوں اور فلاں وجہ سے سوار ہوں وغیرہ وغیرہ، یہ سب خرافات ہے اس

کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے، حدیث شریف میں ہے کہ مسلمان مردوں کو برائی سے یاد کرنا ممنوع ہے، اس جھوٹ کہنے والے کو توبہ کرنی چاہئے۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۸ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ

(۹۴-۹۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں

(۱) پوسٹ مارٹم جائز ہے یا نہیں؟ اور پوسٹ مارٹم کرنا کرانا مداخلت فی الدین ہے یا نہیں؟

(۲) قربانی گاؤ پر پابندی مداخلت فی الدین ہے یا نہیں؟

(۳) ہندوستانی مسلمانوں پر اسلامی معاملہ وتعزیرات کے قاضی مقرر کرنا لازم ہے کہ نہیں؟

اثبات ونفی ہر صورت میں جواب مع دلائل ہوں اور اگر اس سلسلہ میں حکومت مداخلت کرے تو مسلمانوں پر کہاں تک کوشش کرنا لازم ہے۔ بینوا وتوجروا۔

المستفتی، احمد انصاری کھیرودی ساکن ولید پور اعظم گڈھ ۲۷ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ

الجواب

(۱) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو زندگی اور موت ہر حال میں محترم بنایا ارشاد الٰہی ہے ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ﴾ [الاسراء: ۷] ہم نے انسانوں کو محترم ومکرم بنایا، اسی لیے اسلام نے زندگی میں بھی اس کی تعظیم وتوقیر ضروری قرار دی اور موت کے بعد بھی اس کی عزت حرمت کو باقی رکھا۔

حدیث شریف میں ہے: کسر عظم المیت ککسر عظم الحی (رواء الغلیل للالبانی ۳/۲۱۳) (موطاء) اذیٰ المومن فی مماتہ کاذاہ فی حیاتہ (مصنف ابن ابی شیبہ) مردہ کی ہڈی توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کی طرح ہے، مومن کو اس کی موت کی حالت میں اذیت دینا اس کی زندگی میں اذیت دینے کی طرح ہے۔

ہاں اس کی ذات سے کسی دوسرے آدمی کا حق متعلق ہو یا اپنی کسی غلط حرکت سے آدمی خود ہی اپنے وجود کو لائق تعزیر وتحقیر بنالے تو اور بات ہے، ان مسائل کی تفصیل کتاب الحدود والقصاص اور کتاب الجنائز میں دیکھی جاسکتی ہے۔

موت کے بعد آدمی کے جسم کی چیر پھاڑ بھی اس کی تحقیر وتذلیل اور لاش کی بے حرمتی ہے، اس لیے شریعت نے عام حالات میں اس کی اجازت نہیں دی، جیسا کہ مذکورہ بالا احادیث سے ظاہر ہے، ہاں بعض ناگزیر ضرورتوں میں اس کی اجازت ہے۔ بحر الرائق جلد ہشتم صفحہ ۵۰۲ میں ہے: "امرأۃ حامل ماتت فاضطربت الولد فی بطنھافان کان اکبر رأیہ أنہ حي فی بطنہ یشق بطنھا لان ذلک

سبب فی احیاء نفس محترمة یترك به تعظیم المیت - وعن محمد رجل ابتلع درة او دنانیر لآخر فمات المبتلع ولم یترك مالاً فعلیه القیمة ولا یشق بطنه لان لا یجوز ابطال حرمة الذات لاجل الاموال ونقل الجرجانی شق البطن للحال لان حق الآدمی مقدم علی حق المیت (ملخصاً) تو معلوم ہوا کہ بعض ناگزیر ضرورتوں میں مردہ کے جسم کو بقدر ضرورت پھاڑا جاسکتا ہے۔

لیکن پوسٹ مارٹم کسی ایسی ضرورت کے لیے نہیں ہوتا، ہم نے ڈاکٹروں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ آجکل تمام محکموں کی طرح اس محکمہ میں بھی دھاندھلیاں ہورہی ہیں، اس کے پیش نظر تو یہ ایک بے سود عمل ہے، ہاں اگر دیانت داری سے پوسٹ مارٹم کیا جائے تو اس سے موت کے سبب اور اس کے وقوع کے وقت پر روشنی پڑسکتی ہے جس سے کبھی بھی مجرم کے پکڑنے یا مظلوم کو چھڑانے اور حاکم کے فیصلہ میں اصابت اور سہولت کا امکان ہے، مگر یہ فوائد پوسٹ مارٹم کے لیے لازم نہیں ہیں، اس سے صاف ظاہر ہے کہ پوسٹ مارٹم کسی ضرورت شرعیہ کے لیے نہیں ہوتا۔ (یعنی جسے شریعت ضرورت تسلیم کرتی ہو) اور جن فوائد کے لیے کیا جاتا ہے نہ وہ اتنے اہم ہیں، نہ پوسٹ مارٹم سے ان کا حصول یقینی ہے تو اس کے لیے انسان کی تحقیر وتذلیل شرعاً جائز نہ ہوگی اور ہر حال میں اس کا قانوناً لازم کرنا ضرور مداخلت فی الدین ہے،

(۲) اسی طرح قربانی گاؤ بھی بلا شبہ اسلامی شعائر میں سے ہے، تو قانوناً اس کی ممانعت بھی مداخلت فی الدین ہوگی۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُم مِّن شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ [الحج:۳۶] تفسیر قادری میں اس کا ترجمہ کیا: اونٹ اور گائے جو قربانی کے لیے ہانک کر لے جائے جاتے ہیں کردیا ہم نے انہیں یعنی ان کے ذبح کو دین الٰہی کی نشانی۔

ایسے امور میں علماء نے سلامت روی کے ساتھ قانونی چارہ جوئی کو آخری حد تک ہونے کا حکم دیا ہے، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "ابانة المتواری" میں فرماتے ہیں:

حدود وسلامت روی کے اندر رہ کر گورنمنٹ پر اس امر کا خلاف قوانین اسلام ہونا ظاہر کریں اور گورنمنٹ کے مستمر قانون کہ مذہبی دست اندازی نہ کریں گے کو یاد دلا کر بے ضرر واضرار فائدہ پائیں"۔

مگر اس کے لیے فتنہ پردازی اور امن عام میں خلل اندازی اور عام مسلمانوں کو بلا اور تذلیل کے لیے پیش کرنے کی اجازت نہیں، حضرت مولینا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "ہاں اتنا امر واضح اور روشن ہے کہ فتنہ پروری امن عام میں خلل اندازی اور مسلمانوں کو بلا اور اسلام کو توہین کے لیے پیش کرنا نہ تو شرعاً جائز نہ عقلاً ٹھیک ہے۔ قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ []۔ ﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ

إِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾[البقرة:١٩٥] اور جہاں گورنمنٹ نے جبراً کوئی قانون خلاف اسلام بنادیا ہوتو ہم شرعا معذور ہوں گے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں "مسلمانان ہند کو جہاد کا حکم ہرگز نہیں، قانون جن امور کو روکتا ہے ان کو نہ کرنے میں ہم کو عذر ہے (رضویہ ششم صفحہ ۸۷-۹۸) بلاشبہ مسلمانوں پر قاضی ہی نہیں، امیر عام اور سلطان اسلام کا قیام بھی واجب ہے۔ والمسلمون لا بد لهم من امام يقوم بنفسه احكامهم واقامة حدودهم الخ　　(کتاب مذکور صفحہ ۱۰۳)

مگر اس کے لیے سیاسی غلبہ ضروری ہے جس کو سیاسی غلبہ نہیں وہ معذور ہے، ان پر اقامت امام ضروری نہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں مگر یہ تکلف بقدر استطاعت اور ہر فرض بقدر قدرت ہے، نا مقدوربات پر مسلمان کو ابھارنا اور جو نہ ہوسکے اور ضرر دے اسے فرض ٹھہرانا شریعت پر افتراء اور مسلمانوں کی بدخواہی ہے۔ قال الله تعالیٰ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا ﴾[البقرة:٢٨٦]
(فتاوی رضویہ ششم صفحہ ۳)

صفحہ ۲۱ پر آپ فرماتے ہیں:- ائمہ نے تصریح فرمائی کہ عدم سلطان کے وقت مسلمانوں پر ایسا والی تلاش کرنا واجب مگر ہر واجب بقدر قدرت ہوتا ہے اور ہر فرض بقدر استطاعت، یہاں مسلمان ایسا والی مقرر کرنے پر ہرگز قادر نہیں۔

یہی حال تعزیرات کا ہے بہت ساری مسلم حکومتوں میں بھی تعزیرات عرصہ سے معطل ہیں۔ تو ہندوستان میں اکیلا قاضی جس کے پاس نہ شوکت نہ حشمت نہ حکومت کیسے حدود و تعزیرات پر نافذ کرسکتا ہے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

اسلامی حکومت ہوتی تو زانی سزا پاتا، اب اس قدر ہوسکتا ہے کہ مسلمان اسے برادری سے خارج کردیں اور میل جول چھوڑ دیں، معاملات کے لیے انہیں بلاشبہ قاضی مقرر کرنا چاہئے اور مسلمان یہ طے کریں تو علمائے بلد والی احکام و قاضی اسلام ہیں۔ امام عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" اذا خلا الزمان عن السلطان فالعلماء ولاة الاحكام "اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

عدم سلطان کی حالت میں مسلمانوں پر اپنے امور دینیہ میں متدین معتمد علمائے اہل سنت کی طرف رجوع کرنا اور بھی لازم ہوجاتا ہے کہ بعض خاص دینی احکام جنہیں ولاۃ و قضاۃ اٹھائے ہوئے ہیں ان میں بھی تاحد ممکن انہیں کے احکام کی تعمیل کرنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی　　۱۴ رجب المرجب ۱۴۱۶ھ

(۹۶-۹۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام مندرجہ ذیل سوالات کے بارے میں کہ

(۱) زید کا کہنا ہے کہ ہر وقت منھ سے اچھی بات نکالنی ٹھیک ہے. بکر نے کہا کہ کہنا اور بات ہے اور کرنا اور بات ہے۔

(۲) زید نے کہا کہ اچھی چیز کا دیکھنا کام آئے گا، بکر نے کہا دیکھنا اور بات ادا کرنا اور بات ہے۔

(۳) زید نے داڑھی رکھانے کے بارے میں زور دیا۔ بکر نے کہا ہم تمہاری داڑھی دیکھ رہے ہیں۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ بات کا نکالنا اور دیکھنا کام آئے گا یا نہیں؟

المستفتی، محمد رفیق طرف بابو بندر پور کھیڑہ سنبھل

الجواب

(۱) زید اور بکر دونوں کی باتیں اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہیں ان میں کوئی تعارض نہیں۔ بلاشبہ بری بات اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ قرآن عظیم میں ہے ﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوٓءِ مِنَ الْقَوْلِ﴾ (النساء:۱۴۸) اللہ تعالیٰ کو بری بات کا اظہار ناپسند ہے۔

اور فرماتا ہے ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ (الفاطر: ۱۰) اللہ تعالیٰ پاک باتوں کو قبول کرتا ہے۔ تو بلاشبہ اچھی بات کا بولنا انسان کے کام آئے گا۔

جن چیزوں کا دیکھنا جائز ہے ان کا دیکھنا بھی باعث اجر وثواب ہے۔ جیسے ایک آدمی نے درود شریف پڑھا کسی کے حق میں دعائے خیر کی سچی گواہی دی۔ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کیا۔ یہ سارے امور بولنے میں داخل ہیں اور باعث اجر وثواب ہیں۔ یا جیسے احادیث کریمہ میں ہے ”کعبہ شریف کو دیکھنا عبادت ہے، عالم کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے، اور اپنے بھائی سے خوشروئی سے ملنا صدقہ ہے۔“ تو یہ وہ دیکھنا ہے جو کام آئے گا۔

زید کی پہلی بات (منہ سے اچھی بات نکالنا ٹھیک ہے) بول چال میں ایسے موقعہ پر بولی جاتی ہے جب کوئی بدزبان اول فول بک رہا ہو تو اس کو منع کرنے کے لیے کہا جاتا ہے کہ اچھی بات بولنا چاہئے۔ کہ ارشاد الٰہی ہے ﴿مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ (ق:۱۸) ہر بات پر نگراں مقرر ہے، بولتے وقت لکھ لیتے ہیں۔ اور بری ہو تو عذاب ہوگا اور اچھی ہو تو ثواب ملے گا تو اگر زید نے کسی ایسے موقع پر یہ بات کہی بالکل درست ہے۔ اور بکر نے اس کے جواب میں جو عمل کی بات چھیڑ دی یہ بے موقع اور غلط ہوئی۔ یہاں عمل کا تو کوئی ذکر ہی نہ تھا موقع تو ایک بدکلام کو روکنے اور منع کرنے کا تھا۔

اور اگر زید خالی گفتار کا غازی ہو، اور عمل خیر سے جی چراتا ہو۔ اس پر کسی نے اس کو ٹوکا۔ تو اس نے سخن سازی شروع کی کہ منہ سے ہر وقت اچھی بات نکالنا ٹھیک ہے یعنی میرا اچھی بات کرنا ہی کافی ہے۔

عمل خیر کرنے کی ضرورت نہیں۔تو اب زید کا یہ جملہ بے عمل اور جاہلانہ ہے۔بلاشبہ خالی باتوں سے ہی کام نہیں چلے گا عمل کرنا بھی ضروری ہے۔اور اب بکر کا قول برمحل ہے۔

(۲) اسی طرح دیکھنے اور کرنے میں بھی مختلف پہلو نکلتے ہیں۔

(۳) ڈاڑھی کو حد شرع کے اندر رکھنا ضروری ہے۔اور اس سے کم کرنا یا منڈانا حرام ہے۔در مختار پنجم صفحہ ۲۶۱ میں ہے "السنة فيه القبضة ويحرم على الرجل قطعه "اور اس کا مذاق اڑانا حرام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ششم صفحہ ۱۸۲)

تو ڈاڑھی کی تلقین پر بکر کا یہ کہنا کہ ہم تمہاری ڈاڑھی دیکھ رہے ہیں، اگر ڈاڑھی کے انکار کے طور پر ہے تو کفر ہے جس کا حکم توبہ تجدید ایمان وتجدید نکاح ہے۔اور اگر یہ مطلب ہے کہ زید نے دیکھنے کو باعث ثواب کہا ہے تو ہم زید کی ڈاڑھی دیکھ لیا کرتے ہیں ہم کو ثواب ملے گا ہمیں ڈاڑھی رکھنے کی ضرورت نہیں؟ تو یہ جہالت اور بکواس ہے۔

ہر مسلمان جانتا ہے کہ پرائی عورت کو بری نظر سے دیکھنا حرام ہے۔سنیما، کھیل تماشے دیکھنا ناجائز وگناہ ہے۔اور کعبہ شریف، عالم، اور قرآن شریف کا دیکھنا کار ثواب تو زید کی اس بات کا مطلب (کہ اچھی چیز کا دیکھنا کام آئیگا) کون یہ سمجھے گا کہ کسی آدمی کی ڈاڑھی دیکھنے سے بھی کام چل جائے گا۔ڈاڑھی رکھنے کی ضرورت نہیں۔یہ کٹ حجتی اور شریعت پر جرأت ہے۔

المختصر رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کی کٹ حجتی اور قیل وقال اور کثرت سوال سے منع کیا ہے۔
حدیث شریف میں ہے: "نهى النبي ﷺ عن كثرة سوال وقيل وقال (او كما قال)۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۳ رجب المرجب ۱۴۱۶ھ

(۹۹۔۱۰۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید نے سانڈ کے متعلق کہا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے۔زید نے بھی ایسے ہی نقل کر دیا اور فتاویٰ رضویہ کا حوالہ دیا، فتاویٰ رضویہ ششم میں قرآن مجید کی آیت سانڈ سے متعلق صفحہ ۳۳۸ پر تحریر ہے ﴿ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة ولا وصيلة ولا حام﴾ [المائدة: ۱۰۳] فتاویٰ رضویہ میں تحریر موجود ہے، جیسی تحریر ہے ویسی ہی زید نے تحریر کر دیا اس پر بکر نے کہا کہ قرآن شریف میں وصیلہ (ص) سے ہے آپ نے (ص) کے بجائے (س) لکھا، اس لیے تحریف قرآن لازم آئی ہے، اس پر زید نے جواب دیا کہ یہ ذمہ داری حضرت مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ کی ہے اور آپ کی جانب سے توجیہ یہ ہے کہ وسیلہ کا معنی ذریعہ تقرب ہے اور وصیلہ کا معنی وہ بکری جو سات

دفعہ بچہ جنے اور ساتواں بچہ مذکر نہ ہو تو اس کو مرد کھائے، زید نے یہ خیال کر کے کہ جیسے وسیلہ کے معنی تقرب ہے اور وصیلہ کہ اگر چہ سات بار بکری بچہ جنے کفار اسے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اس کو بھی ذریعہ تقرب سمجھ ہی کر اس مناسبت سے زید نے کہا کہ ہو سکتا ہے مفتی صاحب قبلہ فتاویٰ رضویہ کی اس آیت کو کاتب نے جیسی تحریر کیا تھا چھوڑ دیئے ہوں اور مفتی صاحب قبلہ فتاویٰ رضویہ ششم کے ابتدائیہ میں صفحہ۱۲ پر خود لکھتے ہیں۔

کہ گذشتہ جلدوں کی طرح اس جلد میں بھی بہت سی جگہ الفاظ کی عبارت اندازہ سے درست کی گئی ہے اور جہاں کوئی حوالہ کی عبارت تھی اصل کتاب سے مقابلہ کر کے اس کی تصحیح کی گئی، جہاں کتابت کی غلطی معلوم ہوئی اسے بھی درست کیا گیا چند جگہیں ایسی بھی ہیں کہ وہاں ہم کوئی فیصلہ نہ کر پائے، سارے مواقع پر حاشیہ میں صورت حال کی تشریح کر دی گئی" زید نے کہا مفتی صاحب قبلہ جب خود رقمطراز ہیں کہ میں نے اصل کتاب کا مقابلہ کر کے اس کی تصحیح کی، جہاں کتابت کی غلطی معلوم ہوئی اسے بھی درست کیا اور چند جگہیں ایسی بھی ہیں کہ فیصلہ نہ کر پائے، زید نے کہا جب مفتی صاحب قبلہ فتائی رضویہ ششم کا اصل سے مقابلہ کر چکے اور کتاب کی غلطی درست کر چکے تو میں ان سے زیادہ قابل نہیں ہوں، میں کیسے بدل سکتا ہوں کہ میری گرفت ہو، اس کے ذمہ دار مفتی صاحب قبلہ ہیں، اس پر بکر نے زید سے کہا کہ آپ کی توجیہ سے قرآن کی تحریف لازم آتی ہے، آپ نے قصداً (ص) کو (س) لکھا ہے، اس لیے آپ دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے، لہٰذا توبہ فرض اور احتیاطاً تجدید ایمان اور تجدید نکاح کر لیں، لہٰذا زید نے توبہ واستغفار کر لیا ایسی صورت میں حقیقت حالت سے روشناش کیا جاے اور زید بکر کے درمیانی اختلافات کو دفع کیا جائے نیز زید کی مذکورہ توجیہ پر شرع مطہرہ کا زید پر اگر وہ حکم عائد ہو جائے تو حضرت کی ابتدائیہ عبارت کا کیا مطلب ہوگا۔

(۲) حالت نماز میں امام اگر (ص) کے بجائے (س) پڑھے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

المستفتی، عبدالرحیم قادری، جھریا دھنباد

الجواب

(۱) آپ نے آیت مبارکہ ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِن بَحِيرَةٍ وَلَا سَآئِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ﴾[المائدۃ:۱۰۳] کے لیے فتاویٰ رضویہ جلد ششم کا حوالہ دیا، مگر ہم کو وہ آٹھویں جلد میں ملی اور بلا شبہ یہاں آیت کی تحریر میں کاتب سے غلطی ہو گئی ہے اور تصحیح کے وقت ہم اس غلطی کو پکڑ نہ سکے، یہ ہماری کوتاہی ہے، ایسے موقعہ پر آدمی کو نہ اپنی بات پالنا چاہئے نہ اس کی تاویل کرنی چاہئے، آپ کو صاف

صاف اقرار کرنا چاہئے کہ کتابت کی غلطی پر مفتی صاحب کسی طرح متنبہ نہ ہو سکے، اللہ تعالیٰ معاف کرے۔ میں نے کتاب کی تصحیح کے بارے میں جو کچھ لکھا اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب اس کتاب میں غلطی ناممکن ہے کہ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان مطلب یہ ہے کہ میں نے تصحیح میں پوری پوری کوشش کی ہے رہ گیا بکر صاحب کا اس کو تحریف قرار دینا تو یہ بھی سراسر غلط و بے جا ہے، تحریف کے لیے جان بوجھ کر الفاظ قرآن بدلنا اور متنبہ کے بعد اس پر اڑے رہنا ضروری ہے اور بکر صاحب کا اس کو کفر قرار دینا زیادتی ہے زید آیت کو تو (ص) سے ہی مانتا ہے البتہ میری کوتاہی کی اپنی سمجھ کے موافق توجیہ کرتا ہے، پھر اس کو تحریف قرار دینا اور اس بنیاد پر کفر کا فتویٰ دینا غلط ہے اور زید کا توبہ واستغفار کرنا، ایک مسلمان کی شان ہے، میں بھی اپنی اس غفلت پر توبہ کرتا ہوں، آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو جائے گی، اور آپ کو گواہ بناتا ہوں اور آپ کے ساتھ بکر صاحب سے گذارش ہے کہ آپ فتاویٰ رضویہ کو غور سے پڑھیں اور جو غلطی نظر آئے مجھے مطلع کریں، میں شکریہ کے ساتھ قبول کروں گا۔

(۲) قرآنی آیت میں نماز کے اندر قصداً کسی لفظ کے بدلنے کا حکم تو بتا دیا گیا ہے کہ سخت گناہ یا کفر ہے، نماز ہونے کی ابابت یہ ہے کہ بھول کر ایسا پڑھا تو یہ دیکھا جائے گا کہ معنیٰ فاسد ہوئے کہ نہیں معنیٰ فاسد ہو تو نماز فاسد ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم　عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۴ جمادی الآخرہ ۱۶/۱۴ھ

(۱۰۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

کیا یہ کہنا کفر ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت دیتے تو یزید سے بہتر ہوتا۔　المستفتی　محبوب اشرف

الجواب

بلاشبہ اگر یزید کے بجائے سیدنا امام حسین خلیفہ ہوتے تو یہ اس کے حق دار تھے اور مذکورہ بالا قول اپنے ظاہر کے اعتبار سے کفر نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۱۰۲۔۱۰۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) اگر شوہر و بیوی دونوں جوان ہوں اور شوہر کے بال سفید ہو گئے ہوں اور بیوی کسی تقریب میں اپنے شوہر کے ساتھ جانے میں اپنی بے عزتی محسوس کرتی ہو، ایسی حالت میں شوہر کو اپنے بال کالا کرنے یا مہندی یا خضاب کا استعمال کیسا ہے۔

(۲) کہیں یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جمعہ کی نماز میں بعد جمعہ دعا مانگنے سے پہلے کچھ لوگ رومال

لے کر صف کے بیچ گھوم گھوم کر مسجد کے لیے پیسہ وصول کرتے ہیں۔ اس کے لیے شرع کا کیا حکم ہے؟

(۳) عید بقر عید کے موقع پر عیدگاہ میں بھاڑے کے ترپال لاکر بچھانا۔ اور اس پر نماز پڑھنا۔ جب کہ بظاہر نجاست نہ لگی ہو جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی محمد نصیر کراف کیولا اسٹورس نیونش مارکیٹ ہوٹل مدراس لائن

الجواب

(۱) سیاہ خضاب لگانا منع ہے، مہندی کا خضاب لگانا جائز ہے۔ جوان اور بوڑھے کی کوئی قید نہیں۔

(۲) جن نمازوں کے بعد سنت ہے، ان کے بعد جلد دعا مانگنے کا حکم ہے۔ لیکن مسجد کی ضرورت کی وجہ سے اگر کچھ تاخیر ہو تو شرعا جرم نہیں۔

(۳) پورے فرش کے ناپاک ہونے کا علم ویقین ہو تو کسی کی نماز نہیں ہوئی۔ اور کوئی خاص حصہ ناپاک ہو تو اس پر پڑھنے والوں کی نماز نہ ہوگی۔ اور بالیقین معلوم نہ ہو تو نماز پڑھنے میں جرم نہیں۔ مشتبہ فرش نماز کے لیے لایا ہی نہ جائے اور شبہ ہو تو نمازی اس پر اپنا رومال بچھالیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۲۳ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ

(۱۰۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

وفات یافتہ بزرگوں کا کسی زندہ پر سوار ہونا اور اس سے خلاف شرع حرکات کرانا۔ اور دعا ترکیبوں کے ذریعہ علاج کرنا صحیح ہے یا غلط؟

المستفتی رفیق احمد کریم نگر کچی سرائے تاج گنج آگرہ ۱۲ جولائی ۱۹۹۶ء

الجواب

وفات یافتہ بزرگان دین اور اولیائے صالحین کا کسی آدمی پر سوار ہونا اور اس سے طرح طرح کی ناشائستہ حرکات کرانا شرعا صحیح نہیں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ خبیث جن اس طرح انسانوں کو قابو میں لے کر کے ان پر تصرف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم فلاں بزرگ ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود عورت ہی ایسا سوانگ رچاتی ہو۔ مسلمانوں کو نہ ان کی باتوں کا اعتبار کرنا چاہئے نہ اس پر عمل کرنا چاہئے۔

بلاؤں سے بچنے کے لیے نماز کی پابندی کرنی چاہئے اور حدیث شریف میں جو دعائیں آئی ہیں انہیں پڑھنا چاہئے، رات میں سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھ کر سینہ پر دم کریں، ہر رات سورۃ ملک شریف پڑھیں اور ہر روز بعد نماز مغرب سورہ بقرہ شریف اتنی آواز سے پڑھی جائے کہ آواز پورے گھر میں پہونچ جائے۔ (فتاوی رضویہ دہم نصف آخر ص ۲۰۸) واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۵ ربیع الاول شریف ۱۴۱۷ھ

(۱۰۶) **مسئلہ**: الف) زید پہلے سے ہی یہ بات کہتا تھا کہ کبھی کبھی فتوی کچھ اور ہوتا ہے مگر حقیقت کچھ اور ہوتی ہے، لہذا شرعا تو کوئی بزرگ کسی مرد وعورت پر آنہیں سکتے، مگر دیکھا گیا ہے کہ آتے ہیں، کیونکہ روح کے بارے میں کسی کو علم نہیں کہ وہ کہاں جاسکتی ہے۔ اور کہاں نہیں جاسکتی ہے، قرآن میں اس بارے میں کوئی ذکر نہیں، لہذا بزرگان دین کی ارواح کسی بھی مرد وعورت پر آسکتی ہیں اور اس مرد وعورت کی زبان سے بات کرسکتی ہیں، اس بارے میں کیا ارشاد ہے زید کا کہنا درست ہے یا نہیں؟ کیا آپ کے فتوی کی مذکورہ عبارت سے زید کے قول کی توثیق وتصدیق ہوتی ہے یا نہیں؟۔

نیز کیا آپ کے فتوی کی مذکورہ عبارت کا یہ مطلب ہے کہ وفات یافتہ بزرگان دین اور اولیائے صالحین کا کسی آدمی پر آکر سوار ہونا شرعا صحیح نہیں مگر سوار ہو سکتے ہیں۔

(ب) کیا کسی عورت پر نیک ودیندار مومن جن آسکتا ہے یا نہیں؟ اگر آسکتا ہے تو کیا اس جن کی تعظیم وتکریم کرنا اور اس کو بزرگان دین کی سی حیثیت واہمیت دینا اور اس کو اپنی فریاد سنانا اور اس سے کچھ بات پوچھنا درست ہے یا نہیں؟ بکر کہتا ہے کہ جنات ابلیس کی اولاد ہیں اور انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور انسان اشرف المخلوقات ہیں مگر جن اشرف الخلق نہیں، لہذا مومن جن کو بزرگان دین کی سی حیثیت واہمیت دینا درست نہیں۔ اور کسی کو شفا دینا جنات کے اختیار میں نہیں اور جنات کو علم غیب نہیں، لہذا اس سے کچھ غیب کی بات پوچھنا جائز نہیں، اس بارے میں کیا ارشاد ہے بکر کا کہنا درست یا نہیں؟۔

(ج) مسان۔ آسیب، بلیات یہ کیا ہیں اس بارے میں کچھ تحریر فرمائیں؟۔

(د) ایک عورت پر نہ معلوم کوئی سوار ہوتا ہے، مگر وہ اپنے کو بزرگ کہتا ہے مگر بکر کہتا ہے کہ بزرگ نہیں بلکہ کوئی خبیث ہے، اس پر بکر میں اور اس عورت میں روزانہ جھگڑا ہوتا ہے اور جب جھگڑا ہوتا ہے تو اس عورت کی حالت بگڑنے لگتی ہے۔ اور وہ جھومنے لگتی ہے اور جنون سا سوار ہونے لگتا ہے اور اس کے اوپر جو سوار ہوتا ہے وہ سوار ہوجاتا ہے اور بکر سے کہتا ہے کہ میں تجھے برباد کردوں گا اب اس کے بارے میں کچھ فرمائیں کہ اس عورت سے اور اس کے اوپر سوار ہونے والے سے کس طرح نپٹا جائے اور بکر کو کیا کرنا چاہئے۔

(س) عوام میں مشہور ہے کہ فلاں مرد یا عورت پر آٹھ تھے بدایوں شریف میں چار کو پھانسی دی گئی یا جلایا گیا۔ اس بارے میں کیا ارشاد ہے کیا روحوں کو پھانسی دی جاسکتی ہے ان کو جلایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی آپ کا عقیدتمند ونیازمند محمد ظفر آگرہ ۳۱ر جولائی ۱۹۹۶ء

الجواب

(الف) اسلام میں کسی انسان کے بزرگ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس نے اپنی زندگی میں حقوق اللہ وحقوق العباد اور حق نفس شریعت کی روشنی میں پوری طرح ادا کئے۔ جو شخص زندگی میں ان حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا وہ بزرگ نہیں۔ چہ جائے کہ کسی دوسرے پر زیادتی یا بے جا تصرف کرے۔ تو جو دنیاوی زندگی میں کسی پر زیادتی کا مرتکب نہ ہوا وہ مرنے کے بعد برزخی زندگی میں کسی پر کیسے زیادتی کرے۔ کسی پر سوار ہونا اور اس کی ذات میں تصرف کرنا یا کسی کو تباہ و برباد کرنے کی دھمکی دینا۔ کسی بزرگ کی روح کی حرکت نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ہماری عبارت سے "مگر سوار ہو سکتے ہیں" کا پچر علیحدہ رکھئے پھر اس سلسلے میں زید کے خیالات جو ظاہر کئے گئے گمراہانہ اور خلاف اسلام ہیں۔

(ب) جو جن نیک اور دیندار ہونگے وہ عورت پر سوار ہو ہی نہیں سکتے۔ کہ یہ حرکت نیکی کے منافی ہے۔ جو جن ایسا کرے گا وہ فاسق و فاجر اور گنہگار ہوگا۔

جن خواہ نیک ہو خواہ بد، ان سے دوستی یا تعلق یا اعمال کے ذریعہ ان کی تسخیر منع ہے، مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے فتاوی اور دیگر کتابوں میں تصریح فرمائی ہے کہ کم سے کم ضرر جو جن کی صحبت سے آدمی میں ہوتا ہے یہ ہے کہ آدمی متکبر ہو جاتا ہے۔ تو راہ سلامت اس سے مجانبت اور دوری میں ہی ہے۔ جن کو اپنی فریاد سنانا اس سے غیب کی بات پوچھنا جائز نہیں۔

(ج) ہم نے آپ کے پوچھے ہوئے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس قسم کے کچھ دوسرے الفاظ کے معانی بھی فرہنگ آصفیہ اور دوسری معروف لغات سے لکھ دے ہیں۔ جن میں سے کچھ تو ہندوانہ معتقدات کی پیداوار ہیں۔ جو اوروں میں بھی رائج ہیں۔ جیسے بھوت کے بارے میں یہ خیال ہندو مذہب کے موافق ہے کہ جسم چھوڑ نیکے بعد جو روح بھٹکتی پھرتی ہے وہ بھوت ہے، اسلامی عقیدہ کے موافق تو کافر کی روح مرنے کے بعد مقید ہوتی ہے اور اہل اسلام کی روح اپنے اعمال کے موافق درجات عالیہ میں مقیم ہوتی ہے، البتہ اس کو آنے جانے کی آزادی ہوتی ہے، مگر وہ کسی پر سوار نہیں ہوتی۔ منجد میں بھوت کے لیے ہی کہا ہے کہ ایسا حیوان جس کا وجود نہیں، یعنی بالکل خیالی بات ہے۔ یہی حال مسان کا ہے اور دیگر الفاظ کا تعلق جنوں کے ساتھ ہے کہ ان میں سرکشوں کافروں کو شیطان خبیث آسیب پری وغیرہ کہا جاتا ہے۔

(د) اس سوال کا جواب ہم پہلی تحریر میں دے چکے ہیں کہ عورت کا مکر بھی ہو سکتا ہے اور خلل دماغ بیماری بھی ہو سکتی ہے۔ اور جنوں کا خلل بھی ممکن ہے۔ اس کا علاج دعا دوا اور تدبیر ہے نہ کہ روزانہ کا بحث ومباحثہ اور جھگڑا، کیونکہ جھگڑے والا اگر عورت کا غیر محرم ہو تو ڈر ہے کہ وہ بدنظری یا بدنیتی کا مجرم نہ ہو جائے۔

اورمحرم ہوتب بھی اس موضوع پر جتلا سے بحث ومباحثہ بے کار ہے۔

(س) صورت مسئولہ میں یہ ضروری نہیں کہ جو کچھ عوام میں مشہور ہو وہ صحیح ہی ہو۔ اگر سوار ہونے والے جن ہوں تو وہ بھی تو فانی ہی ہیں، ان کو کیوں پھانسی نہیں ہو سکتی اور کیوں جلایا نہیں جا سکتا۔

آسیب ☆ جن، بھوت، پری، پریت۔ (فرہنگ آصفیہ جلد اول ص ۱۷۹)

بھوت ☆ وہ بدروح جو جسم چھوڑنے کے بعد دنیا میں بھٹکتی پھرے۔

پریت ☆ خبیث، شیطان۔ (جلد اول ص ۴۵۱)

بلا ☆ ڈائن، چڑیل، سایہ جن وپری، آسیب، ڈنکنی، بھتنی۔

چڑیل ☆ بھتنی، پچھلپاتی، مادہ غول۔ ڈائن۔

پری ☆ ایک قسم کی جناتیاں جو نہایت خوبصورت خیال کیجاتی ہیں پروالی ہوتی ہیں۔

پچھلپائی ☆ چڑیل بھتنی مسان ☆ ستیلا دیوی سات بہنوں میں سے ایک، شیاطین وخبائث۔

الغول ☆ جمع اغوال، وغیلان۔ الداھیہ وحیوان لاوجود لہ، بلا۔ وہ حیوان جن کا وجود نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۲ رربیع الاول ۱۴۱۷ھ

(۱۰۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید ایک عالم دین اور مفتی ہونے کے باوجود اس نے اپنی تقریر میں دیوبندیوں کے بارے میں کہا کہ انکا عقیدہ ہے کہ اگر حضور ﷺ کا خیال نماز میں آجائے تو گدھے بیل سور کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے، ان کی ایسی نماز پہ پیشاب کردینا چاہئے، پھر جب زید سے پوچھا گیا کہ آپ نے نماز کے بارے میں ایسا جملہ کیوں استعمال کیا تو زید نے جواب میں پھر وہی جواب دیا ان کی ایسی نماز پہ کروڑوں بار پیشاب کرتا ہوں تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید نے دیوبندیوں وہابیوں کی نماز پر پیشاب کرنے کے لیے کہا تو اس پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ شخص لائق ملامت ہے یا نہیں؟۔

المستفتی رئیس احمد بھاٹکول دھواہرہ ضلع مئو

الجواب

نماز ہو یا کوئی عبادت جب اس میں کوئی ایسا امر کیا جائے جو شریعت کے نزدیک ممنوع اور ناجائز ہو اور اس کی وجہ سے وہ عمل بے کار و برباد ہو جائے تو ایسے عمل سے نفرت دلانے کے لیے احادیث کریمہ میں اس کو حقیر اور قابل نفرت چیزوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

سوال چونکہ نماز کا ہے، اس لیے ہم اس سلسلہ کی مثال احادیث کریمہ سے پیش کر رہے ہیں۔

حضور علیہ ﷺ فرماتے ہیں: یہ منافق کی نماز ہے کہ وہ سورج کا انتظار کرتا ہے اور جب وہ ڈوبنے کے قریب ہوجاتا ہے اور شیطان کی دونوں سینگوں کے درمیان ہوجاتا ہے تو یہ اٹھکر (مرغ کی طرح چار چونچ مارلیتا ہے۔ (مشکوۃ باب التعجیل فی الصلوۃ)

حضور نے ایسی نماز کو جسے مکروہ وقت میں تعدیل ارکان کے بغیر پڑھا گیا منافق کی نماز کہا اور اس کو پرندہ کے جلد جلد دانہ چگنے سے تشبیہ دی۔

تعدیل ارکان کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے تمام افعال کو اطمینان اور سکون سے ادا کیا جائے، یہ بعض ائمہ کے نزدیک فرض ہے کہ اس کے بغیر نماز ہی نہ ہوگی، ائمہ احناف کے نزدیک واجب ہے تو اس کے ترک پر نماز کا اعادہ کا حکم ہے۔

تو ایسی نماز سے نفرت دلانے کے لیے حضور نے مرغ کے ٹھونگ مارنے سے تشبیہ دی۔ مطلب یہ کہ ایسی نماز نہ پڑھی جائے، دوسری حدیث میں حضرت جابر ابن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حجرہ سے باہر تشریف لائے اور فرمایا تم لوگ نماز میں بے قرار گھوڑے کی دم کی طرح ہاتھ جھاڑتے رہتے ہو، نماز سکون سے پڑھو، دیکھئے یہاں نماز میں بار بار ہاتھ اٹھانے کو گھوڑوں کے دم جھاڑنے سے تشبیہ دی، ظاہر ہے کہ گھورے کا یہ فعل پسندیدہ نہیں ہے، اس طرح نماز میں ہاتھ جھاڑنے کو حضور نے منع فرمایا۔

ایک حدیث میں سجدہ کی حال میں کہنی زمین پر بچھانے کو لومڑی کے ہاتھ بچھانے سے تشبیہ دی، ایک اور حدیث میں تشہد کی حالت میں سرین زمین پر رکھکر دونوں گھٹنے کھڑے کر کے زمین پر دونوں ہاتھ ٹیکنے کو کتے کے بیٹھنے سے تشبیہ دی۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز جیسی عبادت میں ممنوع چیزوں سے نفرت دلانے کے لیے اس کو ناپسندیدہ اور حقیر چیزوں سے تشبیہ دی جاسکتی ہے، لیکن اس کے لیے شائستہ الفاظ زبان سے ادا کرنا چاہئے فحش الفاظ منہ سے نہیں نکالنا چاہئے۔

ہمیں نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس مقدس وادی میں فحش گفتاری اور بدزبانی کے موجد یا مروج مولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے نماز میں حضور ﷺ کا خیال دل میں لانے کو گائے اور گدھے کے خیال میں ڈوبنے سے بدتر بتایا تو اب نماز کی دو قسم ہوگئی، ایک گائے اور گدھے کے خیال والی نماز جس کو اسماعیل صاحب نے صرف بد بتایا اور دوسری رسول اللہ ﷺ کے خیال والی نماز جو بقول اسماعیل دہلوی پہلی قسم کی نماز سے بدتر ہے۔

حالانکہ اس نماز کے بارے میں اعلام اسلام میں سے چار جلیل القدر علمائے کرام حجۃ الاسلام امام

غزالی، صاحب درمختار علاء الدین حصکفی، صاحب ردالمحتار، علامہ محمد بن عابدین شامی، حضرت شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

تشہد میں حضور ﷺ پر سلام پڑھتے ہوئے حضور ﷺ کو مخاطب کرنا، انہیں اپنے دل میں حاضر کر کے کہنا السلام علیک اس لیے کہ حضور تمہاری ذات میں حاضر ہیں۔

تو ایک ایسی نماز کو جس کے بجالانے کا حکم علمائے امت کی تحریروں اور کتب فقہ کی تصریح میں ہو، جس کو وہ غایت درجہ حضور قلب کی نماز اور عبادت مقبولہ قرار دیں، تنہا مولوی اسماعیل دہلوی اس کو بدترین وسوسے والی نماز قرار دیں اور گائے اور گدھے کے خیال میں ڈوب کر پڑھی جانے والی نماز سے بھی بدتر کہیں، ان علمائے کرام کے مقابلہ میں مولوی اسماعیل دہلوی کس شمار وقطار میں ہیں کہ ان کے اختلاف کی کوئی شرعی حیثیت ہو اور علمائے اسلام کے اچھا کہنے کے باوجود مولوی اسماعیل کے بری کہنے سے وہ بری ہو تو ایسی مبارک ومسعود نماز کو گائے گدھے والی نماز سے بدتر کہنا، مولوی اسماعیل کی گندہ ذہنی اور فحش کلامی ہے تو اگر اس کے جواب میں گائے گدھے والی نماز کو جسے مولوی اسماعیل بھی بری ہی کہتے ہیں (یعنی بالاتفاق متفقہ طور پر دو فریق کے نزدیک بری ہے) کسی سنی مقرر نے پیشاب کے لائق کہہ دیا تو کیا غلط کہا۔

فرہنگ آصفیہ جلد اول ص ۵۸۳ میں ہے:

پیشاب کرنا (۱) موتنا (۲) حقیقت نہ سمجھنا، خاطر میں نہ لانا، پہلے معنی حقیقی ہیں اور دوسرے معنی مجازی قاعدہ یہ ہے کہ معنی حقیقی نہ بن سکیں تو معنی مجازی مراد لیے جائیں، نماز پر موتنا حقیقتاً ناممکن ہے، کیونکہ پیشاب جگہ پر یا ظرف میں ہوتا ہے اور نماز تو چند مخصوص افعال کا نام ہے پر جو مادہ اور جسم نہیں رکھتے ان پر پیشاب ہو ہی نہیں سکتا تو لامحالہ اس لفظ کے جو مقرر نے کہا یہ معنی ہونگے میں ایسی نماز کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتا اس کو خاطر میں نہیں لاتا تو ایسی نماز کو جسے دونوں فریق برا سمجھتے ہیں بے حقیقت کہنا کیا برا ہے؟ ہاں اتنی بات ہے کہ جس بات کو ایک شائستہ انداز میں کہہ سکتے ہیں اس کے ادا کرنے کا یہ طریقہ فحش اور انداز بازاری ہیں، کسی عالم کی شان کے لائق نہیں، لڑائی جھگڑے کے وقت ایسی زبان بازاری لوگ جاہل اور گنوار بولتے ہیں۔

لیکن اس کے لیے فتویٰ پوچھنے کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ آج کل عام طور سے کسی کے خلاف فتویٰ پوچھنے کا مطلب اس کی کوتاہی کی تشہیر اور اس کی غیبت وخردہ گیری ہوتی ہے جس کے لیے مولانا امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

(عالم) نے بلاوجہ محض اس سے کج خلقی کی تو ضرور اس کا الزام اس عالم پر ہے مگر اسے (عوام)

اس پر خطا گیری اور اعتراض حرام ہے، اس لیے اولا آپ کو ان کے خلاف فتوی نہیں پوچھنا چاہئے تھا اور اب کہ پوچھ لیا اور جواب بھی مل گیا تو گزارش یہ ہے کہ اس کو آپ اسی مقرر کے پاس بھیج دیجئے، اس کی کوئی تشہیر نہ کیجئے کہ مقصد اصلاح ہے، نہ کہ کسی کی تحقیر وتذلیل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو　　۸؍ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ

(۱۰۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید کی بیوی مسماۃ خالدہ نے کوئیں میں کود کر خودکشی کرلی اور جب گھر والوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس کو کوئیں سے نکال کر غسل وکفن نماز جنازہ کے بعد دفن کردیا۔ بعض مخالفین نے تھانہ میں کیس درج کرایا کہ اس کو پھانسی دیکر مارا گیا ہے۔ تھانے دار نے اس کی لاش کو قبر سے نکال کر پوسٹ مارٹم کے لیے بھیج دیا اور اس لاش کو دوبارہ دوسری جگہ دفن کیا گیا۔ لہذا آپ سے معلوم کرنا ہے کہ از روئے شرع لاش کو قبر سے نکال کر پوسٹ مارٹم کے لیے بھیجنا اور اس کے بعد دوسری جگہ دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ واضح دلائل کی روشنی میں اس کا جواب عنایت فرمائیں۔　　المستفتی: سید محمد اشرف حسین مقام چھوٹی تکیہ پوسٹ چین پور ضلع بھبھوا کیمور بہار

الجواب

حدیث شریف میں ہے: کسر عظم المیت ککسرہ حیا۔ (قر طبی: ۱/۲۲۹، ۲/۲۲۹)

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان میت کا چیر پھاڑ ظلم اور حرام ہے۔ چونکہ یہ کام حکومت کے ذمہ داروں نے کیا تھا، اس لیے اس کا الزام دوسروں پر نہیں، البتہ جو لوگ اس کے لیے جدوجہد کرنے والے اور اس پر راضی ہونے والے ہیں ان پر ضرور الزام ہے، اگر یوں بھی قبر کھل جائے اور میت ظاہر ہوجائے تو اس کو مٹی ڈالکر دفن کرنا مسلمانوں پر ضروری ہے۔ اور دوسری جگہ دفن کرنے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۷؍ارجمادی الاولی ۷اھ

(۱۰۹) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید کی لڑکی آسیب زدہ تھی، اسے کسی شخص نے کسی اوجھا کے بارے میں مشورہ دے دیا۔ زید بلا کر لایا سوکھا کام کرنے لگا۔ جب تک زید کا والد بازار سے آگیا اور اس نے زید کو پھٹکارا اور برا بھلا کہا۔ اتنے میں محلے کے لوگ بھی اکھٹے ہوگئے اور سب نے اس فعل کو برا کہا۔ زید کے والد نے اہل محلہ کو اکٹھا کر کے اپنے لڑکے کے اس برے فعل سے ندامت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ شریعت کا جو حکم ہو اسے پورا کرنے کے لیے تیار ہوں، لہذا اس صورت میں زید کے لیے کیا حکم نافذ ہوتا ہے مطلع کیا جائے؟

المستفتی محمد کلیم انصاری قصبہ رودر پور ضلع دیوریا

الجواب

اوجھا کے پاس جانا اور اس کی باتوں پر اعتبار کرنا سخت گناہ اور گمرہی ہے، بلکہ بعض صورتوں میں کفر ہے۔

حدیث شریف میں ہے: من اتی کاھنا فقد کفر بما انزل علی محمد۔(التاریخ الکبیر:۳/۱۷)

اس لیے زید پر اپنے اس گناہ سے توبہ واستغفار ضروری ہے اور آئندہ کے لیے یہ عہد کرنا ضروری ہے کہ میں اب کبھی ایسا نہیں کروں گا اور اگر اس نے بھی کوئی ایسا منتر پڑھا ہو جس میں دیوتاؤں کی فریاد ہو یا زید ان کی پوجا پاٹ میں شریک ہو تو یہ کفر ہوا، ایسی صورت میں اس کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا بھی ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۲۳ر محرم ۱۴۱۸ھ

(۱۱۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے ایک مکان بنوانا چاہا، مگر زید کے مکان کے پاس ایک برم استھان ہے۔ جو زید کے مکان بنوانے میں کجی لا رہا تھا، زید نے کچھ لوگوں سے مشورہ لے کر برم استھان کے چاروں طرف اینٹ سے گھراؤ کرا دیا اور اپنا مکان بنوالیا، مگر بکر کا کہنا ہے کہ ایک مسلمان کو برم استھان بنوانا قطعا غلط ہے۔ اور زید کا کہنا ہے کہ ہم نے ہندوں سے جھگڑا بچانے کے لیے مصلحتا کیا ہے مگر بکر اور جملہ مسلمانوں نے زید کا بائیکاٹ کر دیا۔ دو چار مسلمانوں نے جب زید کا ساتھ دیا تو ان لوگوں کا بھی بائیکاٹ کر دیا۔ صورت مسئولہ میں زید کے لیے کیا حکم ہے؟ اور زید کا ساتھ دینے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟ نیز بکر کا کہنا یا بائیکاٹ کرنا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد قیام الدین بھیرا پور ضلع گورکھپور یوپی

الجواب

مشرکوں کے عبادت خانوں کی تعمیر ومرمت اور حفاظت وخدمت اگرچہ کسی مصلحت کی وجہ سے ہو اور بتوں کی عبادت یا کار خیر سمجھ کر نہ ہو تب بھی گناہ ہے۔

پس صورت مسئولہ میں زید پر توبہ واستغفار ضروری اور یہ عہد کرنا بھی ضروری ہے کہ آئندہ میں ایسا گناہ نہیں کروں گا اگر زید عام مسلمانوں کے سامنے توبہ واستغفار اللہ تعالیٰ سے کرے تو بائیکاٹ بند کر دینا چاہئے۔ حدیث شریف میں ہے: التائب من الذنب کمن لا ذنب له(الترغیب:۴/۷)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مؤ ۵ر ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ

(۱۱۱-۱۱۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) شریعت میں کہیں ایسا بھی ہے کہ اپنی زندگی بچانے کے واسطے حرام کھا پی کر (خنزیر کا گوشت،

شراب) اپنے کو بچا سکتے ہیں اور اسلام میں رہنے کا دعوی بھی کر سکتے ہیں؟

(۲) ماجد اور ساجد کے درمیان بہت ہی زبردست جھگڑا ہوا، صرف مصافحہ کرتے وقت ماجد نے انگوٹھا دبانے کے لیے کہا، لیکن ساجد نے انگوٹھا دبانے سے انکار کرتے ہوئے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ میں اسکو نہیں مانتا ہوں۔ اس پر ماجد اتنا لال پیلا ہوئے کہ مت پوچھیے، اور بد کلامی کرنا شروع کر دیئے، جہاں تک آیا الٹا سیدھا بک گئے۔ یہاں تک کہ ساجد کو مردود وغیرہ بھی بنانا شروع کر دیئے اور ساجد کو خاموش ہونا پڑا۔ اگر ساجد ان کے ہر بات کا جواب دیتے ہوتے تو کہیں ایسا بھی تھا کہ ساجد کو موت کے گھاٹ اترنا پڑ جاتا۔ تو یہ انگوٹھا دبانا قرآن وحدیث میں ہے؟ یا عالموں کے نزدیک بہتر ہے؟

سوال یہ بھی ہے کہ مردود ساجد ہے یا ماجد؟ مذہب اسلام میں الٹا سیدھا بکنا بد الفاظ کہنا کیسا ہے؟ انگوٹھے کا دبانا مصافحہ میں سنت موکدہ ہے یا غیر موکدہ؟ اس میں سزا ماجد کو ملنا چاہیے یا ساجد کو؟ یا اس کا کوئی اور راستہ ہے۔ ابو الکلام آزاد سورج پور ضلع مئو

الجواب

(۱) اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حال پر رحم فرمائے۔ دینی تعلیم اور اسلامی معلومات سے کوسوں دور اور اپنی جہالت میں مست مگن، یہ مسئلہ قرآن شریف کے دوسرے پارے اکیسویں رکوع میں ان الفاظ میں مذکور ہے: ﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [البقرۃ: ۱۷۳]

اس نے (اللہ تعالیٰ نے) یہی تم پر حرام کئے ہیں، مردار، اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو (یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح نہ کیا گیا ہو بلکہ اللہ کے بجائے کسی دوسرے کا نام لیا گیا ہو) تو جو مجبور ہو اور نہ خواہش سے نہ ضرورت سے زیادہ کھائے تو اس پر گناہ نہیں بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

قرآن شریف کی اس آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر مردار وخون اور سور کا گوشت اور ایسے جانور کا گوشت جس کے ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو جیسے ہندو اپنے دیوی دیوتا کا نام لے کر جھٹکا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ان چیزوں کو حرام کیا۔ لیکن کوئی مسلمان اگر ایسی جگہ میں مجبور پھنس گیا جہاں کھانے کو کوئی حلال چیز نہیں مل رہی ہو اور بھوک سے اس کی جان نکل رہی ہو تو ایسی حالت میں وہ حرام کھانے یا پینے کی چیز دلی رغبت سے نہیں صرف جان بچانے کی خاطر اتنی تھوڑی مقدار میں کہ جان بچ جائے کھالے تو اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو پکڑے گا نہیں، معاف کر دے گا۔

اور اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔

تو یہ مسئلہ مجبوری کی حالت کا ہے جیسے آدمی بیمار ہے روزہ نہیں رکھ سکتا۔ ایسی حالت میں حکم ہے کہ روزہ چھوڑ دو جب اچھے ہو جاؤ گے تو یہ روزہ رکھ لینا تو یہ حکم بھی بیماروں اور مجبوروں کا ہے، تندرستوں کا نہیں۔

اسی طرح حرام کھانے پینے کا مسئلہ بھی مجبور پھنس جانے اور جان بچانے کا ہے عام حالات میں یہ حکم نہیں۔

(۲) اسی طرح مصافحہ کے مسئلہ میں بھی جہالت طرفین کے آڑے آئی اور اس نے ان دونوں صاحبوں کو اس منزل پر پہونچا دیا کہ حدیث شریف میں مصافحہ جس کو طرفین کے درمیان محبت، پیدا کرنے کا ذریعہ بنایا گیا ہے ساجد و ماجد کے درمیان لڑائی جھگڑا اور فتنہ وفساد کا ذریعہ بن گیا۔

ساجد کو اگر انگوٹھا دبانے کے بارے میں معلوم نہ تھا تو اس نے اس کا انکار کیسے کردیا۔ زیادہ سے زیادہ اپنی لاعلمی کا اظہار کرتا کہ بھائی مجھے تو نہیں معلوم کہ اس طرح بھی مصافحہ کیا جاتا ہے۔ اور اگر ساجد نے اپنی حد سے آگے بڑھ کر، میں نہیں مانتا' کہہ دیا تو ماجد کو بھی تو نہیں معلوم کہ مصافحہ کی یہ مخصوص صورت فرض ہے یا واجب یا سنت مؤکدہ یا غیر موکدہ۔ تو اس کے منکر کو مردود تک کیسے کہدیا؟

اگر اسلامی حکومت ہوتی اور مقدمہ قاضی اسلام کے سامنے پیش ہوتا تو وہ ساجد کو تو تنبیہ کرتا اور اسے اپنے قول سے رجوع کراتا اور ماجد سے معافی منگواتا اور وہ معافی مانگنے پر تیار نہ ہوتا تو ساجد سے کہتا کہ تم وہی الفاظ جو ماجد نے تمہیں کہے ماجد کو کہہ کر بدلہ لے لو یا ماجد کی کوئی مناسب تعزیر کرتا، مگر آج کل جبکہ کسی اسلامی حکم کو نافذ کرنے کی طاقت مسلمانوں میں نہیں، ہمارا مشورہ یہ ہے کہ دونوں آپس میں صلح صفائی کرلیں، ورنہ ابھی تو معاملہ زبان تک ہے آگے لاٹھی اور ڈنڈے تک نوبت پہنچے گی جس کے متعلق قرآن شریف میں ہے: ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ [البقرۃ: ۱۹۱] فتنہ وفساد قتل سے بھی برا ہے۔

ہمیں نہایت افسوس ہے کہ یہ دونوں صاحبان اسی علاقہ کے عالم اہل سنت علامہ جلیل حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مشہور زمانہ تصنیف "بہار شریعت" سے بھی بے خبر ہیں۔ ذیل میں ہم اس کے سولہویں حصے سے مصافحہ کی تفصیلات نقل کرتے ہیں:

"مصافحہ سنت ہے۔ مصافحہ کا ایک طریقہ وہ ہے جو بخاری شریف وغیرہ میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کا دست مبارک ان کے ہاتھوں کے درمیان میں تھا یعنی ہر ایک کا ایک ہاتھ دوسرے کے دونوں ہاتھ کے بیچ میں ہو اور دوسرا طریقہ جس کو بعض فقہا نے بیان کیا اور اس کی نسبت وہ کہتے ہیں کہ وہ حدیث سے ثابت ہے کہ ہر ایک اپنا داہنا ہاتھ دوسرے کے داہنے سے اور بایاں بائیں سے ملائے اور انگوٹھے کو دبائے کہ انگوٹھے میں ایک رگ ہے جس کو پکڑنے سے محبت ہوتی ہے۔ (ج۱۶: ص۸۴)

اس عبارت سے ظاہر ہوا کہ مصافحہ نہ فرض ہے نہ واجب بلکہ سنت ہے۔ سنت موکدہ یا غیر موکدہ کی تفصیل صدر الشریعہ نے نہیں لکھی، اتنا ظاہر ہے کہ مصافحہ کا تعلق آداب واخلاق اور معاملات سے ہے، عبادات سے نہیں، اسی سے یہ بھی پتہ چلا کہ مصافحہ کے دونوں ہی طریقے ہیں ایک وہ جس پر عام طور سے اس علاقہ میں عمل ہوتا ہے اور دوسرا طریقہ اس سے ذرا مختلف جس میں انگوٹھا دبانے کا ذکر ہے۔ دونوں ہی طریقے جائز اور حدیثوں سے ثابت ہے۔ اس لیے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ یہ کہے کہ میں اس طریقے کو نہیں مانتا، عمل چاہے جس طریقے پر کرے مگر دوسرے طریقے کا انکار نہیں کرسکتا۔

اور اسی سے یہ بھی پتہ چلا کہ جب دونوں ہی طریقہ جائز ہیں تو کسی ایک ہی طریقے پر اصرار کرنا اور اس پر عمل نہ کرنے والے پر آگ بگولہ ہو جانا اور اول فول بکنا بھی غلط اور ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو یکم ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ

(۱۱۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے بکر کے لڑکے کی شادی ایک جگہ طے کی، یہ شادی بکر کو پسند نہیں آئی۔ جس کی وجہ سے اس نے انکار کردیا۔ اب زید کا کام ہے کہ جس جگہ بکر اپنے لڑکے کی شادی طے کررہا ہے تو زید وہاں پہنچ کر اس رشتہ کو توڑ دے رہا ہے۔ ادھر ادھر کی باتیں کر کے بکر اس معاملہ سے بہت پریشان ہے، کئی جگہ بکر نے شادی طے کی مگر ہر جگہ وہ کاٹ رہا ہے۔ حالانکہ لڑکی والے اور لڑکے والے رشتہ پر خوش رہتے ہیں، منگنی بھی ہو جاتی ہے۔ عنقریب شادی کے یہ رشتہ توڑ دیتا ہے۔ اب زید کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ اس کا یہ رشتہ توڑنا کیسا ہے؟ انوار الحق مقام پورہ بندھول پوسٹ مدھوبن ضلع مئو یوپی

الجواب

میاں بیوی میں تفریق ڈالنے کو حدیث شریف میں شیطانی کام قرار دیا گیا ہے۔ مشکوۃ شریف میں ہے: ثم یجئی احدھم لیقول ما ترکتہ حتی فرقت بینہ وبین امرأتہ قال فیدنیہ منہ فیقول نعم انت۔

میاں بیوی میں تفریق کرادینے والے شیطان کو ابلیس اپنے گلے لگالیتا ہے کہ تو نے کارنامہ کیا کہ طے شدہ رشتہ کو توڑوایا، میاں بیوی کے درمیان فساد ڈالا ہے۔

تو اس کا حکم بھی وہی ہوگا کہ یہ شیطانی کام ہے۔ یہ فساد بین المسلمین ہے۔ اس کے لیے حدیث شریف میں ہے: الفساد ذات البین ھی الحالقۃ۔ (اتحاف السادۃ المتقین: ۶/۲۶۷) دو آدمیوں کے

بیچ فساد ڈالنا نیکیوں کو تباہ کرنے والی چیز ہے۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (البقرة: ۱۹۱)۔ فتنہ قتل سے بھی برا ہے۔

المختصر یہ کام گناہ کا ہے اس سے آدمی حقوق العباد میں گرفتار ہوتا ہے۔ اور عذاب الٰہی کا مستحق ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۷ رجمادی الاخری ۱۴۱۸ھ

(۱۱۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے والد اور ہمارے سسر دونوں خلیرے بھائی تھے۔ ہماری شادی ہوئی اور ہمارے چار لڑکے دو لڑکیاں ہیں۔ ہماری بیوی سے برابر ان بن رہتی ہے۔ اس کو برابر ڈراتے رہتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ تم کو ہم طلاق دے دیں اس کا جواب وہ دیتی تھی کہ ہم کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ہم تو اسے پر ہیں ہم کو جو کچھ اپنے باپ کی جائداد سے ملا وہ بھی ہم نے اپنے سسرال میں خرچ کر دیا۔ اب ہم نے اس کو یعنی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیا ہے اور ہم دوسری جگہ رہ رہے ہیں۔ ہمارے دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی کی شادی ہونے والی ہے۔ اب ہم کو آپ مسئلہ کے حساب سے یہ بتائیں کہ ہم اس مکان میں جاسکتے ہیں اور وہاں کھانا کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ لوگوں نے کہا کہ جا کر مسئلہ سمجھ کر آؤ اس لیے آپ کے یہاں آئے ہیں۔

رحیم خان، راج براج، سپتری نیپال

الجواب

صورت مسئولہ میں آپ اپنے بچوں کی شادی میں ضرور شریک ہوسکتے ہیں اور کھانا کھا سکتے ہیں البتہ اس بات کی احتیاط ضروری ہے کہ مطلقہ عورت سے ملاقات بات نہ کریں۔ لڑکا اور لڑکی ضرور آپ کے ہیں، مگر مطلقہ عورت اب اجنبی ہوگئی ہے، اس لیے وہاں جا کر آپ اجنبیوں کی طرح ہی رہ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۸ رجمادی الاولی ۱۴۱۸ھ

(۱۱۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک مولانا صاحب نے دوران تقریر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا ایک واقعہ یوں ذکر کیا کہ ”جناب موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک فاحشہ عورت آئی اور اپنے گناہ کی مغفرت کرانے کی درخواست کی، جناب موسیٰ علیہ السلام یہ سن کر جلال میں آجاتے ہیں اور اسے اپنی بارگاہ سے نکال دیتے ہیں وہ عورت مایوس ہو کر چلی جاتی ہے۔ بعد ازاں خداوند قدوس نے حضرت جبریل امین کو یہ پیغام دے کر بھیجا۔ اے موسیٰ! تو نے اس فاحشہ کو اپنی بارگاہ سے نکال دیا، کیا تجھے معلوم نہیں جو باجماعت نماز چھوڑ دیتا ہے گویا کہ اپنی ماں سے وہ ستر بار زنا کرتا ہے۔

لہذا حضور والا سے گذارش ہے کہ مذکورہ واقعہ کا حقیقت سے کوئی تعلق ہے کہ نہیں؟ اور اس کا تذکرہ کسی کتاب میں ہوا ہے یا نہیں؟ اور عدم ذکر کی صورت میں موصوف گرامی پر کون سا حکم شرع شریف نافذ ہوتا ہے؟ مفصل ومدلل جواب تحریر فرمائیں، کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد نور العین قصبہ سلیم پور دیوریا یوپی

الجواب

اللہ رحم فرمائے۔ مولوی صاحبان بے جانے بوجھے اور بے سوچے سمجھے تقریر کر دیتے ہیں اور عوام سن لیتے ہیں، پھر اس مولوی سے نہیں پوچھتے آپ نے کہاں سے بیان فرمایا؟ اور مفتی کو پریشان کرتے ہیں کہ مکمل مدلل جواب دیجئے۔ سوال کا پرچہ لانے والے صاحب نے بتایا کہ اردو کی کسی کتاب میں اسی واقعہ سے ملتا جلتا ایک واقعہ ہے۔ کسی نے بتایا کہ اس کتاب کا نام 'بہار اسلام' ہے۔ پاکستان کی تبلیغی جماعت (دعوت اسلامی) کے امیر مولانا الیاس قادری ہیں جو ایک سنی عالم ہیں، کتاب کے صفحہ ۶۰ پر یہ واقعہ حضرت موسی علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔ اور فاحشہ عورت کی تفصیل یہ ہے کہ اس نے زنا کیا اور بچہ ہوا جس کو اس نے مار ڈالا اور یہ مذکورہ عورت اپنے اس گناہ سے توبہ کی اجازت حضرت موسی علیہ السلام سے چاہی، آپ نے اس عورت کو اپنی مجلس سے ڈانٹ کر بھگا دیا۔ اس پر بارگاہ رب العالمین سے حضرت موسی علیہ السلام کو تنبیہ ہوئی کہ تم نے ایک توبہ چاہنے والی عورت کو کیوں نکال دیا؟ زنا کار سے برا تو قصداً نماز چھوڑنے والا ہے۔

خیال ہوا کہ آپ کے مولانا صاحب نے یہ روایت بہار اسلام سے ہی بیان کی ہے۔ بیان میں انہوں نے دو باتوں میں سے کسی ایک پر بد احتیاطی یا بھول چوک کی، اس کی وجہ سے فرق پڑ گیا۔ روایت میں مطلقاً نماز چھوڑنے کا ذکر ہے اور مولوی صاحب نے باجماعت نماز چھوڑنے کی بات کہی۔ لیکن یہ کوئی زیادہ اہم بات نہیں جب مطلقاً قصداً نماز چھوڑنا زنا سے برا ہے تو باجماعت نماز چھوڑنا اور زیادہ برا ہوگا۔ دوسری بات البتہ قابل غور ہے کہ اس روایت میں ماں کے ساتھ ستر بار زنا کرنے کا ذکر نہیں پھر خیال ہوا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتاوی رضویہ جلد ہشتم میں ایسی دس حدیثوں کا حوالہ دیا ہے جس میں تصریح ہے کہ سود کا ایک درہم کھانا ستر گناہوں کے برابر ہے جس میں سب سے چھوٹا گناہ ماں سے زنا کے برابر ہے۔ تو خیال ہوا کہ آپ کے مولوی صاحب نے بد احتیاطی یا بھول سے اس سود والی حدیث کو نماز والی حدیث سے جوڑ دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مولوی الیاس صاحب نے اپنی کتاب میں حوالہ میں 'مکاشفۃ القلوب' اور 'زواجر' کا نام دیا تھا۔

زواجر فی الوقت یہاں نہیں ملی اور مکاشفۃ القلوب میں واقعہ تو بعینہ ویسا ہی لکھا ہے۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف نسبت کر کے نہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے کہ ایک زنا کار اور زنا سے پیدا ہونے والے بچہ کو قتل کرنے والی عورت نے حضرت ابو ہریرہ سے توبہ کی درخواست کی تو آپ نے اس کو بھگا دیا۔ حضور ﷺ سے ذکر کیا تو فرمایا تم نے برا کیا۔

(مکاشفۃ القلوب ص ۷۶)

الختصر حضرات علمائے کرام کو احتیاط چاہئے۔ روایت میں اپنی طرف سے کچھ ملانا نہیں چاہئے۔ اور یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ کون سی روایت کہاں بیان کرنے کی ہے اور کون سی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: کلموا الناس علی قدر عقولھم۔ اور عام مسلمانوں کو بھی فوراً مشتعل نہیں ہونا چاہئے، ترک نماز کا گناہ زنا سے زیادہ ہونے کی تو روایت ہے ہی۔ ایک درہم سود کھانے کا گناہ ستر بار ماں کے ساتھ زنا کرنے سے زیادہ برا ہے یہ بھی حدیثوں سے ثابت ہے۔ فقہ کی تمام کتابوں میں لکھا ہے کہ قصداً جماعت چھوڑنے والا فاسق ہے۔ ہم لوگ غفلت میں نماز ہی نہیں پڑھتے تو ترک جماعت کا گناہ سنکر گھبراتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۴ر جمادی الاخری ۱۴۱۸ھ

(۱۱۶۔۱۱۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) مسجد میں اگر کوئی شخص سنت یا نفل پڑھ رہا ہے تو با آواز بلند کلام مجید پڑھنا کیسا ہے؟

(۲) صحیح حدیث کتنی ہیں؟ اور ان کے نام کیا ہیں؟ فقہ اور تقریر کی کتابیں میں بھی تحریر کریں جو مسلمانوں کے نزدیک مستند ہوں۔

(۳) وہ مسلمان جو نماز پڑھ رہا ہو اور رمضان شریف کے روزے بھی رکھتا ہو اور نصاب پر پہنچ کر زکوۃ بھی ادا کرتا ہو اور حج کا فریضہ بھی ادا کرتا ہو، ایسے مسلمان کو کافر اور بے دین کہنا کہاں تک درست ہے۔ امید ہے کہ پہلی فرصت میں جواب سے نوازیں گے۔

دعا کا طالب: غلام محمد مدنی

الجواب

(۱) منع ہے۔

(۲) حدیث کی چھ کتابوں بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے علاوہ کتابوں میں صحیح حدیثیں نہیں۔ ہاں ان میں اکثر حدیثیں صحیح ہیں اور معمول بہا ہیں، ان کے علاوہ اور حدیثوں کی کتابوں میں بھی صحیح حدیثیں ہیں۔ اور خود ان کتابوں میں

بھی ضعیف اور غیر معمول بہا حدیثیں ہیں۔

(۳) وہ مسلمان ان فرائض کی ادائگی کے ساتھ ضرویات دین میں سے کسی کا انکار کرتا ہے تو کافر کہا جائے گا ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۴ رمحرم ۸۵ھ

الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ

(۱۱۹۔۱۲۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ہر حکم کی پوری عربی عبارت معہ اعراب، بحوالہ کتب تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔ جواب کے لیے بیرنگ لفافہ ارسال خدمت ہے۔ فقط والسلام

(۱) زاغ معروفہ یعنی کالا کوا کا کھانا حلال ہی نہیں بلکہ ثواب بھی ہے اور کس ذبیحہ کی انتڑی پانچونی، بٹ چتہ اور چربودھا بھی کھانا حلال ہے، لیکن ان چھ چیزوں کا حلال ہونا کن کن آیات کریمہ یا احادیث مقدسہ اقوال ائمہ سے ثابت ہے۔ اور کن کن بزرگان دین نے کب کب استعمال کیا ہے؟ تا کہ ہم بھی ثواب حاصل کریں۔

(۲) منافق کی صحیح تعریف اور پہچان کیا ہے اور اس حدیث کی پوری عبارت عربی معہ اعراب و حوالہ کتب کیا ہے؟ جس میں حضور علیہ السلام نے اس مسلمان کو منافق ہونے کا حکم دیا ہے جس میں علامات نفاق پائی جاویں۔ لیکن وہ مسلمان نائب رسول یعنی عالم دین ہے۔ تو اسے اس حکم سے مستثنیٰ فرمایا۔

(۳) نائب رسول ہم ایک سندیافتہ عالم کو کہتے ہیں خواہ وہ کسی بھی دار العلوم سے فارغ ہوا ہو اور حتی الامکان اس کی خدمت اور عزت کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم نے ایک حدیث سنی جس کی عبارت معہ حوالہ کتاب کے لیے جناب والا سے عاجزانہ درخواست کرتے ہیں امید ہے کہ محروم نہ کیا جائے۔

حدیث شریف میں یہ ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے کسی بھی عالم دین کی کوئی ادنی خدمت بھی کی ہوگی حتی کہ انہیں ایک لوٹا پانی یا ایک نیا پیسہ بھی دیا ہوگا یا صرف ان کی جوتی بھی سیدھی کردی ہوگی۔ پھر اگر قیامت کے دن اس شخص کو اس کے گناہوں کے پاداش میں حکم ہو جائے گا تو وہ شخص عالم صاحب سے عرض کرے گا کہ اے حضرت کیا آپ مجھے پہچانتے نہیں ہیں کہ میں نے فلاں مقام پر آپ کی فلاں خدمت کی تھی۔ تو وہ عالم صاحب فرمائیں گے ہاں ہاں میں تجھے پہچانتا ہوں کہ تو نے میری یہ خدمت کی تھی۔ اور پھر اس شخص کی شفاعت فرمائیں گے۔ اور اگر اس شخص کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا تو بھی عالم صاحب اسے دوزخ سے نکلوا کر جنت دلوائیں گے۔

(۴) چونکہ ایک حدیث میں ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص امام سے سبقت کرے گا کسی رکن نماز میں تو قیامت کے دن وہ گدھے کی شکل میں اٹھایا جائے گا۔ اس لیے سوال ۲، ۳، ۴ سامنے رکھ کر ہم پوچھنا چاہتے ہیں اگر خدانخواستہ نائب رسول کی خدمت کرنے والے کو بجرم سبقت امام بشکل خرمحشور کرنے کے بعد بجرم نفاق درک اسفل میں ڈال دیا جائے گا تو کیا اس وقت بھی وہ ان عالم صاحب سے اپنی شفاعت کی درخواست کر سکے گا۔ اور کیا وہ عالم صاحب اس کو درک اسفل سے نکلوا کر اور اس کو اصلی شکل میں تبدیل کرا کے جنت میں بھجوا سکیں گے۔ فقط امیدوار جواب باصواب

الجواب

(۱) زاغ معروفہ حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "خمس فواسق يقتلن في الحل و الحرام الحية و الغراب الا بقع والفارة الخ" (مشكاة: باب المحرم. ۲۶۹۹)

عالمگیری میں ہے: "وما يا كل الجيف كالغداف و الغراب الا بقع مستخبث" (كتاب الذبائح: ۵/۴۳۹)

بقیہ جن چیزوں کا آپ نے ذکر کیا ہے ان کے کھانے کو علماء نے مکروہ لکھا ہے۔

(۲) نفاق کی دو قسمیں ہیں۔ نفاق اعتقادی اور نفاق عملی۔

آج کل کسی کو منافق نہیں کہہ سکتے، کیوں کہ ہمارے پاس دلوں کا حال جاننے کا کوئی ایسا ذریعہ نہیں جس سے دل میں چھپے ہوئے کفر کا پتہ چلایا جائے۔ آج تو مسلمان ہو گا یا کافر۔ بخاری شریف میں ہے:

"عن حذيفة قال انما النفاق كان على عهد رسول الله ﷺ فاليوم اربع من كن فيه كان منافقا خالصا ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة النفاق حتى يدعها اذا أو تمن خان واذا حدث كذب واذا عاهد غدر و اذا خاصم فجر (بخاری: ج۱/ ۱۵)"

جس میں چار باتیں ہوں وہ منافق خالص ہے۔ اگر اس میں کوئی ایک بات ہو تو اس میں ایک علامت منافقت کی ہے۔ وہ چاروں باتیں یہ ہیں جب اس کے یہاں امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرے اور بات کرے تو جھوٹ بولے اور وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور جھگڑا کرے تو گالی گلوج پر اتر آئے۔ اس حدیث میں عالم دین کا کوئی استثناء نہیں اور کوئی حدیث ہماری نظر سے نہیں گذری جس میں عالم دین کا استثنا ہو۔

(۳) خالی سند حاصل کر لینے سے آدمی نائب رسول نہیں ہوتا اعتقاد اور عمل بھی درست ہونا چاہیے۔ اگر گمراہ اور بدعمل ہے تو ہرگز نائب رسول نہیں، نہ وہ اس تعظیم و تکریم کا مستحق ہے جو احادیث میں

علماء کے لیے آئی ہے۔ علماء کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں ہیں، لیکن اس مضمون کی کوئی حدیث ہم نے نہیں پڑھی ہے جو آپ نے اس نمبر کے ضمن میں تحریر کی ہے۔

(۴) اس حدیث کو بخاری نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے:

"قال قال رسول الله ﷺ اما یخشی الذی یرفع راس قبل الامام ان یحول الله راسہ راس حمار" جو رکوع سے سر اٹھانے میں امام سے سبقت کرے وہ اس بات سے نہیں خوف کھاتا کہ اللہ پاک اس کے سر کو مسخ کر کے گدھے کی طرح بنا دے۔

جو لوگ شفاعت کے اہل ہیں وہ صغائر و کبائر سبھی کی شفاعت فرمائیں گے۔ اس لیے ان جرموں کی بھی شفاعت کریں گے جن کا ذکر کیا گیا۔ لیکن اگر کسی کو یہ جرأت ہو کہ میری تو شفاعت ہو جائے گی میں خوب جرم کروں تو ایسے سرکش کو شاید شفاعت کا کوئی حصہ نہ ملے کہ یہ گناہ پر اصرار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲/رجب ۸۳ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۲۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کے یہاں قربانی کی نیت سے ایک پڑوا تھا، اس میں عیب پیدا ہو گیا۔ اس پالتو جانور کو زید نے فروخت کر دیا اور اس رقم سے قربانی کے لیے دوسرا جانور خرید لیا ہے۔ فروخت شدہ جانور کی رقم سے کچھ روپیہ بچ گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ زید اس رقم کو اپنے مصرف میں لا سکتا ہے یا صدقہ دینا واجب ہے؟ جواب سے ممنون فرمائیں۔ العبد جمیل احمد رضوی جین پور اعظم گڈھ

الجواب

اپنے صرف میں لا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۷/ذوالحجہ ۸۳ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۲۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس امر میں کہ

مسٹر محمد علی جناح کی بنائی ہوئی پارٹی بنام مسلم لیگ ہمارے شہر کڑپہ میں دوبارہ ایجاد ہوئی ہے۔ اراکین مسلم لیگ سب کو ممبر بنا رہے ہیں۔ لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسلم لیگ کے مقاصد کیا ہیں؟ اصول کیا ہیں عقیدے کیا ہیں؟ مسٹر محمد علی جناح کیا مذہب رکھتے تھے۔ از روئے شریعت ممبر بن سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا و توجروا المستفتی: ابو برکات کلیم غلام محی الدین سنی حنفی قادری چشتی

الجواب

ہم کو اس نئی مسلم لیگ کے اصول وضابطہ کی اطلاع نہیں۔ لیکن یہ اصولی باتیں جان لی جائیں کہ مسلمان ہر عالم میں اور ہر جگہ مسلمان ہی ہے۔ لہذا کبھی بھی ایسی حرکت کرنے کی اجازت نہیں جو خلاف اسلام ہو، اگر اس نئی مسلم لیگ کی ممبری کے بعد بھی کسی خلاف اسلام امر کی تسلیم یا خلاف شرع فعل کا ارتکاب لازم آئے تو یہ شرکت ناجائز اور منع ہوگی۔ جناح اور ان کی مسلم لیگ میں تو بے شمار باتیں خلاف اسلام تھیں۔ اس لیے علمائے اسلام نے اس کی شرکت سے مسلمانوں کو منع کیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۸ر جمادی الاولی

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۲۵۔۱۲۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) شادی بیاہ کے موقع پر گانا اور ڈھول وغیرہ بجانا درست ہے یا نہیں؟

ترمذی شریف کتاب النکاح کی ایک حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر گانا بجانا جائز ہے۔ نیز ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی ایک رشتہ دار عورت کا نکاح کر کے اس کو رخصت کیا تو حضور نے فرمایا کہ عائشہ تم لوگوں کے پاس گیت نہیں تھا؟ کیونکہ انصار کو گیت پسند ہے۔ اس سے بھی جواز کی صورت نکلتی ہے اور فی زمانہ اس سے منع کیا جاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟

(۲) آنحضرت ﷺ نے کبھی اپنا میلاد شریف آج کل کے مروجہ طریقوں پر کیا یا نہیں؟ یا خلفائے راشدین یا آپ کے اہل بیت نے یا کسی صحابی نے کبھی میلاد شریف کا کوئی جلسہ کیا یا نہیں؟ اگر کیا تو کس ماہ وتاریخ میں کیا؟ یا صحابہ کرام کے بعد تمام اہل سنت کے امام مثلاً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یا ان کے شاگردوں نے کبھی میلاد شریف خود کیا یا نہیں؟ ان تمام لوگوں نے قیام وسلام کے ساتھ کیا یا نہیں؟

(۳) نیاز وفاتحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مردے کے نام پر محلہ اور رشتہ داروں کو کھانا کھلانا کیسا ہے؟

(۴) تعزیہ بنانا اور اس کی تجارت کرنا نیز اسی روز لاٹھی کھیلنا اور کھچڑا و مالیدہ بنانا گھروں میں چراغاں کرنا کیسا ہے؟

(۵) قبروں کو پختہ بنانا نیز اس پر چادر چڑھانا، مرغا ذبح کرنا، دیگ چڑھانا، شرینی چڑھانا اور اگربتیاں جلانا کیسا ہے؟

برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل ومدلل سوالات کا جواب دیکر شکریہ کا موقع دیں۔

مستفتی: محمد نظام الدین چھپاری مقام وپوسٹ جگدیش پور بہار

الجواب

(۱) حدیث میں دف اور صوت سے مراد اعلان نکاح ہے۔ جیسا کہ ترمذی شریف کی ہی دوسری حدیث میں اس کی تفسیر موجود ہے: "اعلنوا ھذ النکاح واجعلوہ فی المساجد واضربوا علیہ بالدفوف." (حلیۃ الاولیا:۳/۲۶۵)

اور گانا بے مزامیر ہو اور مزامیر خلاف شرع نہ ہو تو اس میں حرج نہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آج کل بارات کے ساتھ کچھ لوگ محبت اور حمایت کے اشعار پڑھے جاتے ہیں۔ یا محفل نکاح میں سہرا سنایا جاتا ہے اور یہی اس حدیث کا مطلب ہے جو آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کیوں کہ اس میں یہ بھی ہے تم نے اس کے ساتھ کسی کو بھیجا جو کہتا ہوا جائے:

"اتینا کم اتینا کم فحیانا و حیاکم ولولا الحنطۃ السمراء لم تثمن عذاریکم

آج کل کے گانے اور باجے کو حدیث کریمہ سے جائز ثابت کرنا زیادتی ہے۔

(۲) آپ کے اس سوال نے کئی دوسرے سوال پیدا کیے، کیا حضور ﷺ نے مروجہ طریقہ پر سبقا وسبقا درس بخاری دیا۔ اور اسی طرح دور کرا کر سند عطا فرمائی، اور دستار بندی فرمائی، اور اس کا جلسہ کیا کسی صحابی نے ایسا کیا، اور اگر کیا تو کس ماہ کس سال میں اور کس تاریخ میں؟ پھر کیا مسلمانوں کے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا۔

پھر تبلیغ کے نام پر یہ مروجہ چلنا پھرنا، وہ بھی تبلیغی نمبروں کے ساتھ خود حضور ﷺ نے کیا، امام ابو حنیفہ نے کیا تاریخ وماہ وسال بتاؤ۔ پس جو جواب ان امور کے بارے میں دیا جائے وہی میلاد شریف کے بارے میں بھی سمجھ لینا چاہئے۔

اصل یہ ہے کہ اس قسم کے لایعنی سوال ان بے نصیب حضرات کا حصہ ہیں جو ان امور خیر کو تو منع کرتے ہیں اور خود اسی قسم کے سینکڑوں کام مذہب اور ثواب کے نام پر کرتے ہیں اور ان کے لیے لوگوں سے رقمیں وصول کرتے ہیں۔ ورنہ کسی فعل کے جواز کا دارومدار اس بات پر نہیں کہ فلاں نے یہ کام کیا کہ نہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ جس امر کی دلیل کتاب وسنت میں ملتی ہے یا وہ مخالف سنت نہ ہو تو جائز ہے۔ خواہ کوئی ایجاد کرے۔

حدیث شریف میں ہے: "من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا و اجر من عمل بھا" اور اسی میں ہے: "من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد"

اگر اسی حیثیت سے دیکھا جائے تو بلا شبہ قرآن اور حدیث کے بے شمار دلائل اس ذکر خیر کی تائید میں موجود ہیں۔ اور تفصیلات سے قطع نظر ذکر ولادت یقیناً حضور ﷺ سے ثابت ہے۔

خصائص کبری میں ہے:" خرج نور اضاء فیہ قصور بصری " باقی تفصیل انوار ساطعہ در بیان میلاد وفاتحہ میں ملاحظہ کریں۔

(۳) نیاز وفاتحہ ضرور جائز ہے کہ یہ ایصال ثواب ہے جو شرعا محمود و مستحسن ہے۔ ہدایہ میں ہے:

"ان للانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوۃ او صدقۃ او صوما او غیرھا عند اھل السنۃ والجماعۃ"

بزرگوں کی فاتحہ کا کھانا سب کھا سکتے ہیں، عام مردوں کی فاتحہ غریبوں کو کھلانے میں زیادہ ثواب ہے۔

(۴) مروجہ تعزیہ داری جس میں مختلف قسم کی رسمیں بناتے اور ان کا گشت کرتے ہیں، ڈھول تاشہ بجاتے ہیں، سینہ کوبی کرتے ہیں، یہ سب حرام وناجائز ہیں۔ اور ایسے تعزیہ کی تجارت بھی منع ہے، یہ سب افعال عبث ہیں اور تشبہ بہ روافض میں داخل ہیں اور کچھ امور سوگ کے ضمن میں آتے ہیں جن کی احادیث میں ممانعت آئی ہے۔

بقیہ روضۂ سید الشہداء کی صحیح نقل بنا کر تبرکا گھر میں رکھنا مالیدہ شربت یا اور کوئی کھانا بنا کر نیاز شہداء کربلا کے نام کی فاتحہ دینا، ان کے نام کی سبیل لگانا، ان کے ذکر کی مجلس قائم کرنے کے لیے یہ آیت کافی ہے۔ ﴿وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللّٰهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ﴾ (ابراھیم:۵)

اور حادثۂ کربلا بلاشبہ ایام الہی میں ہے۔ یہاں یہ بات خوب محفوظ رہے کہ علمائے دیوبند تعزیہ داری کی قبیح رسموں کے ساتھ جائز ومستحب افعال کو بھی حرام وبدعت بتاتے ہیں، مثلاً ان کے نزدیک سبیل کا شربت اور نیاز کا مالیدہ حرام ہے، مگر ہولی اور دیوالی کی پوری مٹھائی حلال ہے اور یہ بات عداوت اہل سنت کا مظہر ہے۔ لاٹھی کھیلنا مروجہ تعزیہ کے گشت کے ساتھ نہیں چاہئے ویسے کوئی حرج نہیں کہ خود مسجد نبوی میں اہل حبشہ نے ایسا مظاہرہ کیا، حضور نے مشاہدہ کیا، اظہار مسرت کے موقع پر چراغاں میں بھی حرج نہیں ہے۔

(۵) قبروں کو پختہ نہیں کرنا چاہئے، لیکن ان کو کھودا، یا ڈھایا بھی نہ جائے، اس پر چادر ڈالنا جائز ہے جبکہ بزرگوں کی قبریں ہوں اور نیت یہ ہو کہ اس سے نظر عوام میں ان کی وقعت ہوگی۔ شامی میں ہے:

"فی فتوی الحجۃ تکرہ الستور علی القبور لکن نحن نقول الآن اذا قصد بہ التعظیم فی عیون العامۃ حتی لا تحقروا صاحب القبر و تجلب الخشوع و الادب للعاملین

الزائرین محمود جائز لان الاعمال بالنیات"

مرغ اور دیگ وغیرہ فاتحہ کے لیے ہے، جس کا بیان جواب نمبر ۳، میں گذرا اور اگربتی خوشبو ہے اس کے روشن کرنے میں کوئی حرج نہیں، قبر کے تعویذ پر نہ رکھی جائے، ہم نے اشارے دیئے ہیں تفصیل انوار ساطعہ وغیرہ کتابوں میں دیکھی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲ ربیع الاول ۹۱ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۳۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ

آپ حضرات کی خدمت میں یہ کارڈ ارسال کرتا ہوں بہت ضروری مسئلہ ہے۔ بہت جلد قرآن و حدیث کے حوالے اور ساتھ ساتھ دیوبندیوں اور وہابیوں کی کتابوں کے ساتھ ہو۔ اور سنی کتاب کا حوالہ الگ ہو۔ مسئلہ یہ ہے کہ محرم اور دسویں تاریخ کو ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ چوک پر تعزیہ رکھا ہو اور چوک پر کھچڑا ہو فاتحہ کرنا ناجائز بلکہ فاتحہ بھی کرنا حرام قطعی ہے۔ جیسے انہوں نے کہا ہے ویسا ہی تحریر کرتا ہوں اس کا جواب جلد آنا چاہئے۔ تعزیہ رکھنا اور چوک پر کھچڑا اور مالیدہ فاتحہ کرنا جائز ہے کہ ناجائز؟ صاف صاف تحریر کے ساتھ مہر کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔ جوابی کارڈ کے ساتھ آنا چاہئے۔

الجواب

قرآن وحدیث کارڈ پر نہیں لکھی جاتی۔ شہدائے کربلا کی نیاز مالیدہ کھچڑا وغیرہ پر فاتحہ گھر میں دیں، تعزیہ یا چوک کے پاس نہ جائیں۔ شاہ عبد العزیز صاحب اپنے فتوی میں تحریر فرماتے ہیں "فاتحہ درود جائے باید خواند کہ طاہر باشد از نجاست حقیقی وحکمی" واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲ ربیع الاول ۹۱ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۳۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مسجد کا امام بھی ہے۔ کاروبار کے لیے چوڑی کی ایک دوکان کھولی ہے، اس پر مقتدی حضرات میں چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ کیوں کہ اس دوکان پر خود زید بیٹھتا ہے اور مسلم غیر مسلم مستورات چوڑی پہننے کے لیے آتی ہیں۔ تو خود ہی زید چوڑی پہناتا ہے۔

از روئے شرع کیا ایک عالم دین اور امام کو اس قسم کی حرکت کرنا یعنی مسلم اور غیر مسلم عورتوں کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اور مل کر چوڑی پہنانا جائز ہے؟۔ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب

مرحمت فرمایا جائے اور ایک عظیم فتنہ کا سد باب فرمائیں، کرم ہوگا۔

المستفتی: عبدالنعیم، عبدالستار صاحب بڑے گھر والے سید حفیظ صوفی

الجواب

مرد کا چوڑی پہنانے کے لیے غیر محرم عورتوں کو دیکھنا اور ان کو چھونا جائز نہیں، نص قرآنی ہے:
﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ﴾ (النور: ۳۰) اس لیے امام صاحب جب تک اس حرکت سے باز نہ آئیں، توبہ نہیں کریں ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ شامی میں ہے:

"مشی فی شرح المنية علی ان كراهة تقديمه كراهة تحريم" (شامی: ۲/۲۵۵)

واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۷/ جمادی الاولی ۹۱ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۳۲۔۱۳۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) خداوند قدوس کے لیے لفظ میاں، یا اللہ فرماتے ہیں، کہنا کیسا ہے؟ مثلا اللہ میاں فرماتے ہیں۔ لہذا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں مرحمت فرمائیں۔

(۲) زید اپنی دوران تقریر میں یہ کہہ گیا کہ عید قربانی فرض ہے بکر نے بعد اختتام واعظ زید سے سوال کیا کہ قربانی فرض ہے یا واجب؟ تو زید نے کہا کہ قربانی واجب ہے۔ اس کے بعد بکر کا کہنا ہے کہ زید لاؤڈ اسپیکر کے سامنے معافی کا طالب ہو۔ غرض یہ ہے کہ کیا اس جملے سے زید پر لوگوں کے سامنے معافی مانگنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۳) زید کہتا ہے کہ حضور کو علم غیب نہیں تھا اگر ہوتا تو حضرت عائشہ صدیقہ کے ہار کھو جانے کی اطلاع آپ فورا ہی دیتے۔ اور دوسرے یہ کہ آیت کریمہ پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ حضور کو علم غیب نہیں، اس سے ثابت ہے آیت کریمہ: ﴿قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ﴾ (الانعام: ۵۰)

(۴) ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾ (النساء: ۱۱۳)"
حضور کے لیے فرمایا گیا ہے، کیا اس میں قیامت کا علم داخل ہے یا نہیں؟ اور ماں کے پیٹ میں کیا ہے بچہ یا بچی اس کا علم بھی اس ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ میں داخل ہے؟

(۵) زید بعد اختتام تقریر یہ شعر پڑھتا ہے:

آپ مانیں نہ مانیں آپ خود مختار ہیں — مرا کام فقط پہونچانا تھا پیغام کا

اس شعر کے متعلق بکر کا کہنا ہے کہ اس شعر کا پڑھنا زید کے لیے مناسب نہیں ہے، اس لیے کہ عالم کا کام پیغام پہنچانے کے ساتھ عمل کروانا بھی ہے۔ لہٰذا حضور سے یہ عرض ہے کہ عالم کے لیے پیغام پہنچانا فرض ہے یا عمل بھی کرانا۔

(۶) جمعہ میں خطبے کے وقت عصا لے کر خطبہ دینا کیسا ہے؟ حضور اکرم نے عصا لیا تھا یا نہیں؟ حضور نے عصا لیا تھا تو بحالت تندرستی میں لیا تھا یا ضعیفی کی حالت میں۔ حضور کی خدمت میں یہ چند باتیں عرض ہیں۔ لہٰذا حضور سے خادمانہ عرض ہے کہ جواب جہاں تک ہو جلد سے جلد عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔ مولانا محمد بن حسن رضوی یہاں سے علیحدہ ہو چکے ہیں۔ ان کی جگہ میں کام انجام دے رہا ہوں، دعا فرمائیں۔

نوٹ۔ میں سید محمد حسینی مجددی اشرفی فاضل اشرفیہ راپچوری کا بھائی ہوں،
جواب کے لیے جوابی لفافہ موجود ہے۔

الجواب

اللہ تعالیٰ کے لیے میاں لفظ نہیں بولنا چاہئے کہ اس لفظ کے ایسے معانی بھی آتے ہیں جن کا اطلاق باری تعالیٰ پر جائز نہیں۔

(۲) غلطی سے اگر کوئی لفظ منہ سے نکل گیا تو اس پر کسی سے معافی مانگنے کی ضرورت نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "رفع عن امتی الخطاء والنسیان" (فتح الباری: ۴۳۹/۱)' ہاں اس مسئلہ کی تصحیح ضروری ہے کہ یہ بات یوں نہیں ہونا چاہئے اور صورت مسؤلہ میں تو یہ کوئی ایسی بڑی غلطی نہیں ہے واجب، بول کر شریعت میں فرض مراد لیتے ہیں اور واجب عملاً فرض کے حکم میں ہوتا ہے۔

(۳/۴) بعض آیتوں میں حضور ﷺ سے غیب کی نفی ہے جیسے آیت ﴿قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمْ عِندِى خَزَآئِنُ اللَّهِ وَلَآ أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ اور بعض آیتوں میں اس کا ارشاد ہے جیسے:

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا. إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ﴾ (الجن: ۲۶) یا آیت ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ﴾ (النساء: ۱۱۳)

اسی لیے علماء فرماتے ہیں کہ جن آیتوں میں نفی ہے ان سے مراد یہ ہے کہ ذاتی، علم غیب سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔ اور جن آیتوں میں ثبوت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عطائی اور خدا کے بتانے سے حضور اور دیگر انبیاء کو بھی علم غیب ہے۔ اور پیغمبر ﷺ سے مطلقاً غیب کا انکار علماء نے کفر تحریر فرمایا ہے، اس مسئلہ کی پوری بحث کتاب 'الکلمۃ العلیا' میں دیکھی جائے۔

(۵) بلاشبہ ہر عالم بلکہ ہر نبی کا کام پیغام سنانا ہے اس پر عمل کرانا ضروری نہیں۔ زید شعر پڑھنے میں حق بجانب ہے۔ اگر چہ شعر کو توڑ مروڑ کر کے خراب کر دیا۔ صحیح شعر اس طرح ہے:

ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں ۔۔۔ مانیں نہ مانیں آپ کو یہ اختیار ہے

(۶) خطبہ کے وقت عصا ہاتھ میں لینے کو درست لکھا ہے اور بعض نے مکروہ لکھا، بغیر عصا خطبہ پڑھا تو حرج نہیں بلکہ فتاوی رضویہ میں اسی کو اولیٰ لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۱/ذوالحجہ ۸۹

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۳۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید ایک دوا بنانا چاہتا ہے جس میں بہت سی دواؤں کے ساتھ خنزیر کی چربی شامل ہوتی ہے ۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ دوا مذکورہ کا استعمال جائز ہے یا ناجائز؟۔ اور اس کو لگا کر بغیر غسل کئے ہوئے نماز پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں؟

محمد عثمان پورہ صوفی

الجواب

سور کے تمام اجزاء نجس العین ہیں، اس کا خارجی داخلی کسی طرح بھی استعمال ناجائز وحرام ہے چاہے دوا ہی کیوں نہ ہو اس کا استعمال حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۴/محرم ۹۰ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۳۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید اپنے عزیز دار کے یہاں سے ایک طلاق شدہ عورت اپنے نکاح کرنے کے لیے لایا زید کے گاؤں میں ایک مولوی صاحب بچوں کو دینی تعلیم دیتے ہیں اور امامت بھی کرتے ہیں۔ زید نے مولوی صاحب سے نکاح پڑھانے کے لیے کہا تو مولوی صاحب نے کہا کہ صحیح ثبوت لاؤ کہ عورت کے مطلقہ ہونے میں شبہ نہیں۔ زید نہ مانا دوسرے آدمی سے نکاح پڑھا کر عورت کو پردیس لے کر چلا گیا۔ مولوی صاحب اور گاؤں والوں نے زید کے گھر والوں کے ساتھ میل جول کھانا پینا ترک کر دیا، زید کا بھائی فورا اپنے عزیز دار کے یہاں گیا اور عورت کے طلاق کا صحیح تحریری ثبوت لاکر مولوی صاحب کو دیا، مولوی صاحب نے بروز جمعہ مسجد میں اعلان کیا کہ زید کا نکاح درست ہے مگر اس کے بعد پھر مولوی صاحب اور گاؤں والوں نے زید اور اس کے گھر والوں کے ساتھ کھانا پینا میل جول ترک کر دیا ہے۔ تو کیا زید اور اس

کے بھائی نکاح درست ہو جانے کے بعد بھی شرعی مجرم ہیں؟

(۲) زید کا نکاح درست ہو جانے کے بعد زید کا بھائی اور سب ساتھی مولوی صاحب اور گاؤں والوں کے ساتھ توبہ بھی کیا۔ کیا نکاح درست ہو جانے کے بعد توبہ ضروری تھا؟ اگر ضروری تھا تو اس کے بعد بھی زید اور اس کے بھائی سزا کے مستحق ہیں؟

(۳) زید اور اس کے سب ساتھیوں نے توبہ کیا مگر اب مولوی صاحب کہتے ہیں کہ تین آدمی کی توبہ قبول نہیں ہے۔ اس کے ساتھ کھانا پینا میل جول رکھنے والے گنہگار ہیں۔ مولوی صاحب کی اس بات سے گاؤں کے سنیوں میں دو پارٹی ہوگئی ہے، مولوی صاحب اکثریت کے ساتھ ہیں۔

لہذا ایسی باتیں کہہ کر اقلیت کو دبانا چاہئے اور روزہ نماز حج وزکوۃ توبہ وغیرہ بارگاہ الٰہی میں قبول ہونے نہ ہونے کا پتہ کیا مجھ جیسے گنہگار انسانوں کو بھی معلوم ہو جاتا ہے؟ تو مولوی صاحب کا کہنا سچ ہے کہ ثبوت سچ ہے اگر جھوٹ ہے تو فتنہ انگیزوں کے لیے کیا حکم ہے؟

(۴) گناہ کبیرہ وصغیرہ کرنے والے کے یہاں میلاد شریف پڑھنا اور کھانا پینا کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص ایسے آدمی کے یہاں میلاد پڑھنے سے روکے یا منع کرے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ برائے کرم جواب عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام شمشیر علی صدیقی ابوالحسن فیاض خاں پوسٹ مقام پچھریا گونڈہ

الجواب

اگر سائل کا سوال سچا ہے تو جب تک اس نے طلاق نامہ کا تحریری ثبوت نہیں پیش کیا تھا اس وقت اگر مولوی صاحب اور ان کے ساتھیوں نے قطع تعلق کیا تھا تو وہ لوگ معذور تھے، لیکن ثبوت پیش کرنے کے بعد اور جامع مسجد میں نکاح درست ہونے کا اعلان کرنے کے بعد زید اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ میل جول ترک کرنا اس نکاح کی بنیاد پر سخت ظلم وزیادتی ہے۔

مولوی صاحب اور ان کے ساتھیوں کو اپنے اس فعل سے توبہ کرنا چاہئے اور زید وغیرہ سے معافی مانگنی چاہئے اور مقاطعہ فوراً ختم کرنا چاہئے اور جب زید اس کے ساتھیوں نے نکاح کر کے کوئی جرم نہیں کیا تو ان پر توبہ کیسی؟ ویسے اگر ان لوگوں نے توبہ کیا تو انسان بھول چوک کا پتلا ہے۔ وہ خدا کے حضور توبہ استغفار کر کے ہی پناہ چاہے۔ جو شخص علی الاعلان گناہ کبیرہ کرے اگر اس سے پرہیز کیا جائے تو شرعاً محمود ہے۔ تا آنکہ وہ اپنے جرم سے توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۴۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کی بیوی ہندہ آسیب کی بیماری میں مبتلا ہوئی، حالت آسیب میں کچھ باتیں ایسی بکیں جو صحیح ثابت ہوئیں۔ ترتیب وار تعویذ کرنے سے مریضہ اچھی ہوگئی، پھر آٹھ دنوں کے بعد دوسرے مرض میں مبتلا ہوئی۔ جس کا کئی ڈاکٹروں سے علاج کرانے پر کچھ افاقہ نظر نہ آیا۔ بعدہ ایک منشی جی نے ماجرا سنا تو بتایا کہ یہ سحر ہے۔ آپ اپنے کنویں میں دیکھئے کوئی چیز اس میں گری ہوئی ہے۔ دیکھ بھال کرنے پر ایک چھوٹی سے بوٹی کپڑے میں بندھی ہوئی سوئی اور سر کے بال گیٹ کے ٹکڑے جڑی وغیرہ نکلی، نکلنے کے بعد مریضہ صحت پا گئی۔

کچھ دنوں کے بعد پھر مریضہ پر دورہ پڑ گیا جس میں کہنے لگے کہ فلاں شخص نے یہ ساری چیزیں جادو میں بیان کیا، کنوئیں میں ہندہ کو جادو پریشان کرنے کے خیال سے ڈلوایا تھا۔ تو اب حضور والا سے عرض ہے کہ مریضہ اب اپنی حالت میں جو بھی بکواس بکی ہیں ان کی بات کہاں تک مانی جائے از روئے شرع کیا حکم وارد ہوتا ہے۔ المستفتی: محمد احسان الحق رضوی موضع بانسیاڑی بازار، پوسٹ واکسی بازار پورنیہ بہار

الجواب

اصطلاح شرع میں اس کو جنون کہتے ہیں۔ شامی میں تلویح ۲/۴۲۶ سے ہے:

"الجنون اختلال القوة المميزة بين الصور الحسنة والقبيحة المدركة للعواقب بان لا تظهر آثارها و تتعطل افعالها اما لنقصان جبل عليه دماغه فی اصل الخلقة اما لخروج المزاج الدماغ عن الاعتدال بسبب خلط او انه اما لابتلاء الشيطان والقاء خيالات فاسدة عليه" اسی لیے ان باتوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۳۰ رزو القعدہ ۹۱ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۴۱-۱۴۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس طرح تمام صحابہ کرام کو کہا جاتا ہے اور علیہ السلام نہیں کہا جاتا ہے، اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جائے اور علیہ السلام نہ کہا جائے، اہل سنت کا کیا طریقہ ہے؟ نیز کہنے والے کہتے ہیں کہ خلفائے راشدین افضل الامت ہیں، پر ان کے اسماء کے ساتھ علیہ السلام کا استعمال نہیں اور خاص کر حضرت حسین کے ساتھ استعمال میں کیا مصلحت ہے؟

(۲) کیا کربلا کی لڑائی کفر واسلام کی لڑائی نہ تھی؟

المستفتی: عبد الرحیم صاحب ٹیلر ماسٹر موضع ڈاکخانہ پلیا ضلع اعظم گڑھ

الجواب

(۱) علیہ السلام کا لفظ غیر نبی پر بولا جائے یا نہ بولا جائے، تصریحات علماء میں دونوں ہی رخ کی تائید ملتی ہے۔ قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں: "کذلك یجب تخصیص النبی ﷺ و سائر الانبیاء بالصلاۃ والسلام" (شرح شفا للقاری ۲؍۱۴۷)

اس سے معلوم ہوا کہ صلاۃ وسلام صرف انبیاء کے ساتھ خاص ہے۔ دوسروں کے لیے اس کا استعمال ممنوع ہے۔ لیکن ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں امام مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں: "و فی الخلاصة "ان فی الاجناس عن ابی حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه لا یصلی علی غیر الانبیاء و الملائکة و من صلی علی غیرهما لا علی وجه التبعیة فهی غال من الشیعة التی نسمیها الروافض انتهی مفهومه ان حکم السلام لیس کذلك و لعل وجهه ان السلام تحیة اهل السلام لا فرق بین السلام علیه و علیه السلام" (شرح فقہ اکبر ص ۲۰۰)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہوا کہ غیر انبیاء کو علیہ السلام کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ پس جن لوگوں کے نزدیک علیہ السلام کا اطلاق غیر نبی کے لیے منع ہے تو حضرات حسنین کریمین، شیخین طیبین سبھی کے لیے منع ہوگا، جن کے نزدیک سلام کی خصوصیت نہیں وہ سب کے لیے جائز قرار دیں گے، یہ سوال کہ حضرات حسنین کو ہی کیوں کہا جاتا ہے شیخین وغیرہ اور صحابہ کرام کو کیوں نہیں، بے معنی ہے۔ آخر آپ کو کس نے روکا ہے آپ حضرات صحابہ کو علیہ السلام نہ کہیں، ہمیں تو سوال سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ منشاء صحابہ کو علیہ السلام کہلانا نہیں۔ ائمہ اہل بیت سے اس کو روکنا ہے۔ "لا لحب علی بل لبغض معاویة"۔

ایسا سوچنا ٹھیک نہیں آخر کرم اللہ وجہہ الکریم میں تو کوئی خصوصیت نہیں۔ پھر حضرت علی کے ساتھ کیوں بولا جاتا ہے۔ یہاں تک ہم نے جو کہا نفس مسئلہ سے بحث تھی خاص کر ائمہ اہل بیت کے لیے ان الفاظ کے اطلاق پر کچھ ردو کد نہیں تھی۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے:

"لکن علیه السلام شعار اهل البدع" (شرح فقہ اکبر ص ۲۰۰)

علامہ شامی فرماتے ہیں: "والظاهر عن العلة فی منع السلام ما قاله النووی فی علة منع الصلوۃ ان ذلك شعار اهل البدع ولان ذلك مخصوص فی لسان السلف بالانبیاء علیهم الصلاۃ والسلام کما ان قولنا عز و جل مخصوص بالله تعالیٰ فلا یقال محمد عز وجل وان کان عزیزا جلیلا" (شامی خامس ص ۴۹۶)

یہ عبارتیں ممانعت کو راجح کر رہی ہیں، لیکن شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کو اس کے شعار روافض

ہونے میں کلام ہے، انہوں نے خود تحفۂ اثنا عشریہ میں جگہ جگہ ائمہ اہل بیت کو علیہ السلام لکھا ہے، اس پر کسی نے خود ان سے اس باب میں استفسار کیا وہ جواب ارشاد فرماتے ہیں سلام کا لفظ غیر انبیاء کی شان میں کہہ سکتے ہیں، اس کی سند یہ ہے کہ اہل سنت کی کتب قدیمہ میں علی الخصوص ابوداؤد اور صحیح بخاری میں حضرت علی اور حضرات حسنین اور فاطمہ اور حضرت خدیجہ اور حضرت عباس کے ذکر کے بعد لفظ علیہ السلام ہے۔ اصول الشاشی میں ابوحنیفہ کے لیے یہ لکھا ہے:

”والسلام علی ابی حنیفۃ و احبابہ“ (فتاوی عزیزیہ جلد اول ص ۱۶۵)

ان تمام تفصیلات کی روشنی میں معلوم یہ ہوتا ہے کہ حکم یہی ہے کہ غیر نبی کو خواہ وہ اہل سنت ہی کیوں نہ ہوں علیہ السلام نہ کہا جائے۔ شامی میں ہے:

”اما السلام فنقل اللقانی فی شرح جواهر التوحید عن الامام الجوینی انه فی معنی الصلاة یستعمل فی غائب و لا غیر الانبیاء فلا یقال علیه السلام“

لیکن یہ حکم اتنا سخت نہیں کہ اگر کسی سنی نے تشبہ روافض کے خیال سے نہیں نہ اس خیال سے کہ معاذ اللہ اہل بیت میں کچھ شائبہ نبوت ہے، بلکہ اس خیال سے کہ یہ محبوب کے محبوب کو خلفاء راشدین سے افضل نہیں۔ پھر بھی قرابت رسول کا خیال کر کے، خود خلفائے راشدین عمر فاروق نے ان کو دوسروں پر ترجیح دی، ان کو علیہ السلام کہہ دیا تو اتنا بڑا جرم ہو جائے کہ اس پر شرعی فرد جرم عائد کی جائے۔ کیونکہ خود اس کے اطلاق کے حکم میں اختلاف ہے، امام نووی نے مکروہ تنزیہی بتایا ہے، شرح اشباہ میں مکروہ تحریمی بتایا ہے، اور خود ہمارے علماء احناف مثلاً شامی اور ملا علی قاری کے اشاروں سے خلاف اولی معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے اس قسم کے مسائل میں کسی قسم کی ہنگامہ آرائی بے سود بلکہ باعث فتنہ ہے جس سے رافضیوں یا خارجیوں کو تو کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے، اہل سنت و جماعت کو نہیں۔

(۲) یہ لڑائی کفر و اسلام کی نہ تھی، حق و باطل کی تھی کہ امام عالی مقام حق پر تھے اور یزید باطل پر۔

واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۳؍ جمادی الاولی ۹۰ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۴۳۔۱۴۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید امام عالی مقام امام حسین کے ساتھ علیہ السلام کہتا ہے، لیکن عمر اسے منع کرتا ہے، زید کہتا ہے کہ علمائے اہل سنت اور ارباب فتوی تو صلاۃ پر پابندی لگاتے ہیں کہ غیر انبیاء کو اصالتاً صلاۃ نہیں بھیج سکتے، علیہ السلام پر کوئی پابندی نہیں لگائی ہے۔ کتب فقہ شامی و عالمگیری وغیرہ نیز حضرات حسنین کو علیہ

السلام کہنے کے بہت سے دلائل ہیں۔ چنانچہ آیت قرآنی ﴿سَلَامٌ عَلٰی اِلْ یَاسِیْنَ﴾ [الصافات:۱۳۰] کی دوسری قرأت امام نافع مدنی اور ابن عامر سے ﴿سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ یَاسِیْنَ﴾ ہے۔ جس کی تفسیر علامہ ابن کثیر یعنی آل محمد لکھتے ہیں اور تفسیر ابن عباس میں ایسا ہی ہے چونکہ حضرات حسنین آل محمد ﷺ ہیں لہذا ان کے ساتھ علیہ السلام کہنا قرآن سے ثابت ہے۔

(۲) مفسر امام رازی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی وغیرہ نے اپنی تفسیروں میں حضرات حسنین کے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھا ہے، امام ابوبکر رازی جو فقہ حنفی میں صاحب ہدایہ سے بھی بلند پایہ ہیں، انہوں نے احکام القرآن میں جا بجا حضرت علی کو علیہ السلام لکھا ہے۔

(۳) امام بخاری جو بالاتفاق امام المحدثین ہیں انہوں نے بھی اپنی کتاب صحیح بخاری شریف میں متعدد جگہیں حضرت فاطمہ کے ساتھ علیہا السلام لکھا ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری فتح الباری جلد ایک ص ۵۱۲/۵۴۳ (ج ۲) ص ۵۷۲/۶۱۰ (ج ۷) ۵۳/۱۱۴/۲۳۶/۳۳۵/۳۵۵/۳۵۷۔

(۴) امام بخاری نے الادب المفرد مطبوعہ دار الاشاعت مولوی مسافر خانہ بندر روڈ کراچی میں لکھا "عن عدی بن ثابت قال سمعت رسول اللہ ﷺ والحسن صلوۃ اللہ علیہ علی عاتقہ وھو یقول اللھم انی احبہ فاحبہ"

(۵) امام ابوداؤد اپنی کتاب سنن ابی داؤد شریف میں لکھتے ہیں من حسین بن علی علیہ السلام سنن ابی داؤد مطبوعہ قادری جلد اول ص ۹۳/۹۴

(۶) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شرح تراجم ابواب بخاری میں لکھتے ہیں "من قتل الحسین علیہ السلام" دیکھو شرح تراجم ابواب بخاری ص ۳۲ ہمراہ صحیح بخاری مطبوعہ رشیدیہ کتب خانہ دہلی۔

ان کے علاوہ اس کثرت سے علمائے اہل سنت نے حضرات حسنین کے ساتھ علیہ السلام لکھا ہے جن کا شمار کرنا مشکل ہے۔ علمائے دور حاضر کے محققین نے بھی ان حضرات کو علیہ السلام لکھا ہے۔ شبلی نعمانی سیرۃ النبی میں، سید سلیمان ندوی خطبات مدراس میں، مولانا ابوالکلام آزاد شہید اعظم میں، عبد السلام ندوی اسوۂ صحابہ میں، ڈاکٹر میر ولی الدین وغیرہ وغیرہ، مذکورہ بالا دلائل کے ہوتے ہوئے علیہ السلام کہنے سے روکنا صحیح ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث وفقہ کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام سراجی چھتن پورا بنارس

الجواب

میں نے علیہ السلام سے متعلق ایک مفصل فتویٰ لکھا ہے جو ساتھ بھیج رہا ہوں آپ

السلام غیر نبی کے لیے جائز ہونے کی تائید میں جو نکتے تحریر کیے ہیں، ان پر حسب ذیل وضاحت:

(۱) شامی میں اس امر کی تصریح ہے کہ علیہ السلام غیر نبی کو نہیں کہہ سکتے ہیں:

"الظاهر عن العلة فی منع السلام ما قال النووی فی علة منع الصلوة ان ذلك شعار اهل البدع و لان ذلك مخصوص فی لسان السلف بالانبياء عليهم الصلوة والسلام"

(جلد ٥ ص ٧٠)

(۲) ارباب فتویٰ کی تصریح ہوتے ہوئے ہم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ براہ راست قرآن سے ان کی تصریحات کے خلاف استدلال کریں۔ شامی میں ہے:

"قد استقرای الا صوليون علی ان المفتی هو المجتهد فا ما غير المجتهد فمن اقوال المجتهدين فليس بمفت والواجب عليه اذا سئله ان يذكر قول المجتهد ين"

(جلد اول ص / ٤٩۔)

دوسری جگہ درمختار میں فرماتے ہیں: "اما نحن فعلينا اتباع ماخرجوا كما لو اتوافی حياتهم"۔ اور آپ لوگ خود ہی آگاہ ہوں گے کہ مقلد کا منصب براہ راست آیت قرآنی سے استدلال نہیں ہے۔ پھر اگر اس سے قطع نظر آیت سے استدلال کیا بھی تو اس کی قرأت اور اس سے متعلق تفسیر کی اسنادی حیثیت اور اس کی ترجیح دیگر تفاسیر سے بھی ثابت کرنے میں لوہے لگ جائیں گے، اور اگر کسی طرح اس منزل سے بھی آپ عہدہ برآ ہولیں تو زیادہ سے زیادہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آل محمد پر سلام فرمایا لیکن اب تک یہی منقح نہیں ہے کہ آل کا اطلاق کس کس پر ہوتا ہے۔ ملا علی قاری شرح شفاء میں فرماتے ہیں

"وعلی آل محمد قيل المراد بهم اتباعه الی يوم القيامة و قيل مسئله و قيل آل بيته ای اقاربه و ازواجه و ذريته و قيل الاتباع و الرهط و العشيرة ای محبيهم و قيل اهله الذين حرمت عليهم الصدقة و فی الرواية عن الانس سئل النبی ﷺ من آل قال كل تقی ويجئ علی مذهب الحسن الظاهر انه حسن البصری ان المراد بآل محمد محمد نفسه"

(شفاء ثانی ص / ١٤٧)

اب بیٹھ کر آل محمد کی تحقیق کرتے ہیں یا تو پھر کبھی کو علیہ السلام کہیے، یعنی خود اپنے کو بھی، یا آخری تعریف کی بنیاد پر آل محمد نفسہ مان کر کسی کو نہ کہیے اور اگر آپ نے آل کی تحقیق میں بھی مقصد برابری کر لی تو مخالف کو پھر اس پر یہ کہنے کا موقع ہے کہ جس طرح صلاۃ غیر انبیاء کے علاوہ اور کسی کو نہیں کہی جاسکتی مگر خود حضور نے "اللهم صل علی آل ابی اوفی" فرمایا اسی طرح سلام بھی خود خدا اور رسول جس پر چاہیں

بھیجیں، مگر ہم کو جب ممانعت کا حکم ہے ہم ایسا کیوں کریں۔علامہ شامی فرماتے ہیں:" الصلاة حقة فله ان يصلى على غير ابتداء اما الغير فلا" یا پھر صلاۃ کو بھی سب کے لیے عام کیجئے کہ قرآن عظیم میں ہے: ﴿هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ﴾[الاحزاب:۴۳]

(۳) علماء کا ان بزرگوں کے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھنا بلکہ ان کی کتابوں میں یہ ہونا اس بات کی قطعی دلیل نہیں، اور اگر انہوں نے ایسا کیا بھی ہو تو حکم منصوص کے بعد اس کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے۔ جبکہ ایسا کرنا خلاف اولی اور مکروہ تنزیہی ہے، پھر ایک جواب وہ بھی ہے جو شیخ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرح مشکوۃ اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۴۰۵ میں ہے:

"اختلاف آوردہ اند کہ آیا جائز است صلاۃ وسلام بر غیر انبیاء بالاستقلال یا نے ومختار جمہور آنست کہ مخصوص است با نبیاء وشارک نیست باایشاں جز ایشاں بلکہ ذکر کردہ شود بہ مغفرت ورضوان نقل کردہ است بیہقی کہ آں خلاف اولی است وبعض گفتہ اند حرام است یا مکروہ بکراہت تنزیہی ومعارف ومعتدین براہل بیت رسول از ذریت وازواج مطہرات ودر کتب قدیمہ از مشائخ اہل سنت وجماعت کتابت آں یافتہ شود ودر متاخرین کتابت آں متروک است"۔

بقیہ دور حاضر میں جن لوگوں کا آپ نے ذکر کیا ہے ان میں بعض کو ہم علماء کی صف میں بھی شمار نہیں کر سکتے چہ جائیکہ محققین دور حاضر شمار کریں اور ان کی سند تو دور کی بات ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ　۲۸/ جمادالاولی ۹۰ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۴۶۔۱۴۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ۔

(۱) مرد کو سونا استعمال کرنا کیسا ہے؟۔

(۲) مرد سونے کی چین کو کلائی کے اوپر کپڑا باندھ کر استعمال کر سکتے ہیں؟

(۳) مرد شیروانی کے اوپر سونے کا پھول یا سونے کا لکھا ہوا کلمہ شریف ٹانک کر استعمال کر سکتا ہے؟

(۴) مرد سونے کا دانت کسی بیماری کی وجہ سے منھ میں لگوائے تو درست ہوگا؟

برائے کرم ہر سوال کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں معہ حوالہ کتب درج کریں۔

الجواب

(۱) حرام ہے۔ہدایہ میں ہے: "لا یجوز للرجال التحلی بالذھب"۔

(۲،۳) حدیث شریف میں ہے: "احل الذهب و الحرير للاناث من امتى و حرام على ذكورها" (نصب الرايه: ٤/ ٢٤)

لہذا حرام ہے۔ ہدایہ میں ہے: "لان التحريم لما ثبت فى حق الذكور و حرم اللبس وحرم الالباس" اوراس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ سب پہننے میں داخل ہے۔ ہاں بٹن جو لباس میں لگا ہوا ہو اس کی اجازت ہے۔ جبکہ بلا زنجیر ہو۔

(۴) بلا ضرورت ہے، اس لیے ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۰/ رجب ۹۰ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۵۰) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علما و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میں خیریت سے رہکر آپ بزرگ حضرات کی خیریت خدا کے فضل سے ہمیشہ نیک چاہتا ہوں۔ گذارش یہ ہے کہ مدرسہ سراج العلوم مہراج گنج کا سند یافتہ ہوں، حفظ کیا اور حضور کے دست مبارک کے فیض سے ابھی تک کامیاب ہوں۔ اور میں حافظ عبد الشکور صاحب ابھی جو بہرائچ شریف چھوٹی تکیہ میں ہیں انہیں کا اپنا بھائی حقیقی ہوں، خیر میں یہاں انترگنج مدرسہ ضلع بلاسپور میں کام کر رہا ہوں مگر یہاں امارت شرعیہ سنی حنفی ہیں یا نہیں؟ کون مذہب ہیں آگاہ فرمائیں۔

(۲) سوال بڑے پیر حضرت محی الدین عبد القادر جیلانی کے نام ایک شخص کچھ روپے نکالتا ہے۔ اور وہ روپیہ مدرسہ کے مصرف میں آسکتے ہیں کہ نہیں؟ یا اور کسی مصرف میں آسکتا ہے یا نہیں؟۔ جواب دیں۔

میلاد اکبر کتاب کا نام میلاد مصطفیٰ میں ہے۔ یا ہر کتاب میلاد کی کتاب میں دیکھا گیا ہے کہ یہ روایت ہے کہ ہجوم میں ایک آواز آوے گی کہ اے محشریوں اپنی اپنی آنکھیں بند کرلو، جائے ادب ہے۔ ہمارے محبوب کی بیٹی فاطمہ ادھر تشریف لاتی ہیں، حالانکہ عورتوں سے عورت کا کوئی پردہ نہیں، مگر مصلحت یہ ہے کہ اس طرح سے آئینگی حوریں بھی دیکھنے کی متحمل ہوں گی۔

اب سنئے کس طرح سے آواز آئے گی اللہ اکبر اللہ اکبر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کرتہ زہر آلودہ ایک کاندھے پر ڈالے اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کرتہ خون آلودہ دوسرے کاندھے پر رکھے، اس کا کیا حکم ہے؟

(۳) سوال ظالین پڑھنے والے کا کیا حکم ہے؟ یہ تینوں سوالوں کا جواب بہت جلد دینے کی کوشش کریں کرم ہوگا۔ غلطی کو معاف کریں۔

(۴) گھڑی کی چین باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) خطبہ کے اندر اردو تقریر کرے ایسا کرنا کیسا ہے؟ جمعہ میں خطبہ کے وقت مسجد میں اذان دینا کیسا ہے؟

(۶) لوگ کہتے ہیں کہ گائے یا بھینس کی قربانی نہ دینا چاہئے، کیونکہ گورنمنٹ کے قانون کے خلاف ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

آپ کا ناچیز حافظ شوکت مدرسہ تعلیم الاسلام مقام و پوسٹ اتر گنج بلاسپور بہار

الجواب

(۱) امارت شرعیہ بہار بدعقیدہ لوگوں کا اڈہ ہے، مسلمانوں کو ان لوگوں سے بچنا چاہئے۔

(۲) اس قسم کی روایت عربی کی ایک کتاب ''نور العین فی الحسین'' میں ملی جس کے مصنف مولانا امام اسحاق اسفرائنی ہیں مگر اس میں سند اور سلسلہ روایت نہیں ہے۔ اس لیے ہم اس کے بارے میں تحقیق نہ کرسکے کہ یہ روایت کیسی ہے؟ ویسے اس مضمون میں کوئی شرعی قباحت نہیں معلوم ہوتی۔

(۳) جس نے بالقصد ظا پڑھا، اس کی نماز نہیں ہوئی۔

(۴) گھڑی کی چین جب کسی دھات کی ہو تو اس کو پہننا منع ہے اور اس کو پہنکر نماز مکروہ ہوگی۔

(۵) جمعہ کے خطبہ کے اندر اردو یا فارسی وغیرہ عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان کا استعمال سنت متوارثہ کے خلاف ہے؟

(۶) گورنمنٹ بااختیار ہے اور ہم کو اس سے مقاومت کی طاقت نہیں، ایسی صورت میں گائے ذبح کر کے اپنی بربادی کے علاوہ اور کیا حاصل، اس لیے مجبوری کی صورت میں سوائے رک جانے کے اور کیا چارہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۴؍رمضان ۹۱ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۵۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

شوہر و بیوی میں جھگڑا ہوا۔ بیوی نے شوہر سے کہا کہ مسلمان ہو تو میرے پاس مت آنا۔ تو اس پر شوہر نے کہا کہ اگر میں مسلمان ہوں گا تو تمہارے پاس نہیں آؤں گا اور نہ تمہارے ہاتھ کا چھوا ہوا پانی پیوں گا۔

اس کے بعد اپنی بیوی سے کلام وغیرہ نہیں کرتا تھا۔ لیکن محلہ والوں کے کہنے اور سمجھانے پر اس نے اپنی بیوی کے ہاتھ کا دیا ہوا پانی ایک مرتبہ پی لیا۔ مگر پھر اس کے دل کو اطمینان نہیں ہوا اور کہتا ہے کہ

جب تک شریعت کا حکم معلوم نہیں ہو جائے گا، اس وقت تک میں رکا رہوں گا۔ لہذا شریعت کا کیا حکم ہے؟
بینوا توجروا المستفتی: منشی خاں کرہاں اعظم گڑھ

الجواب

زید نے بہت سخت کلمہ اپنی زبان سے ادا کیا۔ اس کو توبہ کرنا چاہئے، اپنی بیوی کا دیا ہوا کھا پی سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۹ر جمادی الاول ۸۶ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۵۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک مجذوب کی پہچان کیا ہے؟ ایک فقیر جو پہلے مجذوب تھے، بعد میں سالک ہوئے۔ جن کو ہم لوگ جانتے ہیں اور ان کی فقیری کے ہم قائل ہیں اور ان سے فرید وہ آج کل بالکل پاگل کی شکل میں ہیں اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر اور پاخانہ کو مل کر پانی میں ڈالتے ہے۔ تندرستی ایک پہلوان جیسی ہے۔ بتلائیں کہ فقیر کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا المستفتی: ڈاکٹر مجیب اللہ بارہ ضلع غازی پور

الجواب

جس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا۔ ہم دین داروں کا سالم مسلک یہ ہے کہ اللہ والوں کے بارے میں سکوت کریں، کہ ہوسکتا ہے کہ نرا پاگل ہو اور ہوسکتا ہے کہ صوفیہ فرقہ ملامتی سے تعلق رکھتا ہو۔ ہم کو کسی ایسی علامت کا علم نہیں جس سے ہم فیصلہ کریں کہ وہ کون ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۹ر جمادی الاول ۸۶ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۵۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کو مسجد کی تعمیرات دیکھنے کے لیے بلایا گیا۔ دوران معائنہ میں ان کے ساتھ مسجد دیکھ رہا تھا، مسجد کے نقش ونگار جو کہ محرابوں کے اوپر بنے ہوئے تھے دیکھ کر زید نے کہا کہ اسے تو بالکل گوالیار کے راجا کے محل کی طرح پھول پتیاں بنا دیئے ہیں، پھر تھوڑی دیر دوسری چیزوں کے دیکھنے کے بعد دوبارہ انہوں نے یہی جملہ دہرایا، یہ سن کر مجھے بہت افسوس ہوا اور میں ان سے جدا ہو گیا تو از روئے شرع ایسا کہنا جائز ہے یا نہیں؟ ایسے شخص کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے۔ المستفتی محمد سلطان احمد قادری

الجواب

اس جملہ کے دو پہلو ہیں (۱) بطور انکار کہتا ہو کہ یہ نقش ونگار ہندوانہ بن گئے، مسجد میں ایسا نہیں بنانا چاہئے تو اس جملہ کے کہنے میں شرعا کوئی قباحت نہیں، کیونکہ وہ شخص مسجد کی توہین نہیں کر رہا ہے۔اس کے نقش ونگار کو مسجد کے شایان نہیں سمجھ رہا ہے البتہ مسلمانوں کو ایسی مشابہت سے بچنا چاہئے۔

(۲) بطور تعریف کہہ رہا ہے یعنی یہ نقش ونگار بہت عمدہ بنے ہیں جیسا کہ اس راجا کے محل کے نقش ونگار شاندار ہیں تو اس میں تو مسجد میں اس کے نقش ونگار کی تعریف ہوئی زیادہ سے زیادہ یہ ہوا کہ مقام تعریف میں ایک ایسی عمارت کا نام لے دیا جس کا نام لینا مناسب نہ تھا تو یہ کوئی اتنا برا جرم نہیں ہے کہ اس کے خلاف شرعی حکم دیا جائے، بس یہ ہے کہ ایسا جملہ بولنے سے احتیاط چاہئے جس سے کچھ لوگوں کو غلط فہمی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ، ۲۱ رذوالحجہ ۱۴۰۷ھ

(۱۵۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ہوا، زید کے گھر والوں نے پہلے اس مسئلہ کی وضاحت کر لی تھی کہ ہندہ کے گھر والے اہل السنۃ والجماعت سے ہیں حتی کہ ہندہ کے والد نے جو کلام عظیم دیا جیسا کہ دستور ہے کہ لڑکی کے ساتھ کلام پاک بھی دیتے ہیں۔ وہ بھی ترجمہ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ رحمۃ ربہ القوی تھا، شادی سے پہلے ہندہ کا سگا بہنوئی زید کا گھر دیکھنے کو آیا۔ تو باتوں میں مسئلہ توسل نکلا، ہندہ کا بہنوئی توسل کا قائل نہیں تھا۔ جس کی وجہ سے زید کے بھائی نے ہندہ کے والد سے گفتگو کی کہ کہیں آپ لوگ دیوبندی فرقے سے متعلق تو نہیں ہیں۔ اس پر ہندہ کے والد نے کہا نہیں ہم لوگ دیوبندی نہیں بلکہ سنی ہیں ہندہ کا بہنوئی پاگل ہے۔ اس کی باتوں میں آپ نہ آئیں۔ وہ ایسی ہی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ شادی کے بعد زید کو ہندہ اور اپنی سسرال والوں پر شک ہوا کہ یہ فرقہ دیوبندیہ سے متعلق ہیں۔ زید نے جب ہندہ سے ہندہ اور اس کے والدین کے عقائد کے متعلق گفتگو کی تو ہندہ نے بتایا کہ اس کے والد جماعت اسلامی کے ممبر رہ چکے ہیں، وہ جماعت اسلامی کے اہم کارکن تھے۔ اندرا گاندھی کی دور حکومت میں جب جماعت اسلامی پر چھاپے پڑے تھے۔ تو اس دور میں ہندہ کے والد پر بھی چھاپہ پڑا تھا جس وجہ سے وہ ادھر ادھر بھاگے بھاگے پھر رہے تھے۔ زید نے جب ہندہ سے توسل وغیرہ پر گفتگو کی تو ہندہ نے کہا کہ آپ تو بریلوی کی کتابیں پڑھتے ہیں ہم لوگ دیوبندی کی کتابیں پڑھتے ہیں، ایک دن زید نے کہا کہ تم حضور اکرم ﷺ کے وسیلہ سے دعاء مانگا کرو مگر ہندہ نے اس پر عمل نہیں کیا جس کی وجہ سے زید نے ہندہ کو مار بھی لگائی اور بار بار دیوبندیہ کے اقوال خبیثہ اس کے سامنے بیان کئے، مگر اس کے رویئے میں کوئی فرق نہیں آیا۔ زید جب سسرال گیا تو وہاں سب جماعت اسلامی کی ہی کتابیں دیکھیں، مار لگانے کے بعد زید جب ہندہ سے

عقیدے کے متعلق بات کرتا ہے۔ تو ہندہ کہتی ہے کہ ہم لوگ وہابی نہیں ہیں، اب تو ہم آپ کے نکاح میں ہیں۔ جیسا آپ چلائیں گے ویسا ہم چلیں گے۔ مگر اس کے اقوال وافعال میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آتی۔ جب کبھی سرور کائنات ﷺ یا اولیاء اللہ کے فضائل میں گفتگو ہوتی ہے۔ تو اٹھ کر ادھر ادھر چلی جاتی ہے، اس میں کوئی دلچسپی نہیں لیتی ہے۔ اور نہ ہی اس کے چہرے سے بشاشت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ۔ زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ہوا یا نہیں؟ اگر نکاح نہیں ہوا تو زید اور اس کے گھر والوں پر حکم شریعت کیا ہے؟ جتنے دن زید ہندہ کے ساتھ رہا کیا یہ صریح زنا کاری ہے؟ اس سے جو اولاد پیدا ہوئی کیا وہ حرامی ہیں؟ اگر ایسا ہے تو زید اور اس کے گھر والوں کو شرعی حکم کے مطابق کیا کرنا چاہئے۔ بینوا توجروا

المستفتی محمد یاسین غفرلہ ۳ رذوالحجہ ۱۴۰۷ھ

الجواب

ہندہ کے گھر والے کیسے ہیں؟ یہ بات شادی سے قبل دیکھنے کی تھی۔ اب تو اس کا علاج اس طرح ممکن ہے کہ زید اپنی سسرال سے آمد ورفت کے تعلقات نہ رکھے۔ اور بیوی کو بھی ان سے خلا ملا سے روک دے۔ اب اصل بات دیکھنے کی یہ ہے کہ خود ہندہ کا عقیدہ کیا ہے تو جیسا کہ سوال کی عبارت سے ظاہر ہے ہندہ خود وہابی ہونے سے انکار کرتی ہے۔ دیگر اعمال مثلاً حضور علیہ السلام کے وسیلہ سے دعاء مانگنا یا اولیاء اور انبیاء کے ذکر پر خوش اعتقادی کا اظہار نہ کرنا۔ وہاں سے اٹھ کر چلا جانا یہ بات گمراہی کی ضرور ہے۔ لیکن یہ بات حد کفر میں داخل نہیں۔ کہ اس کی وجہ سے نکاح ٹوٹے یا سرے سے نکاح ہی نہ ہونے کا حکم لگایا جائے۔ مگر سوال میں زید نے یہ بھی لکھا ہے کہ علمائے دیوبند کے اقوال کفریہ اس کو سنائے اس سے بھی اس کے رویہ میں فرق نہیں آیا، اس کا مطلب اگر یہ ہے کہ ان اقوال کو سنکر مسلمان جانتی رہے تب تو وہ کافر ہوگئی۔ اور نکاح سے نکل گئی مگر اس حال میں بھی عورت کو مجبور کیا جائے گا۔ کہ توبہ کرے اور ان کے کفر کا حکم کرے، پھر زید اس سے نیا نکاح کرے۔

درمختار میں ہے: "تجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجرا لها بمهر تیسیرا"

اور اگر یہ مطلب ہے کہ ان خبیث اقوال کو سنکر ان اقوال کے بارے میں یا ان کے قائلین کے بارے میں تو کوئی رائے ظاہر نہ کی اور اپنے سابقہ طرز عمل پر قائم رہی تو صرف اتنی بات سے بھی اس کو کافر نہیں کہا جا سکتا اور وہ نکاح سے نہیں نکلے گی۔ رہ گیا آپ کا یہ سوال کہ ہندہ کے ساتھ زید کی شادی ہوئی یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہندہ کے بارے میں سوالات میں جو تفصیلات درج ہیں، ان سے اس کا کفر ثابت نہیں ہوتا اور وہ خود مدعی اسلام ہے، اس لیے شادی ہوگئی۔

مشورہ۔ اس معاملہ میں ہمارا مشورہ یہ ہے کہ مار پیٹ سے کام لینے کی ضرورت نہیں، نہایت سنجیدگی کے ساتھ معاملات طے کرنے کی ضرورت ہے، ہندہ آپ کے تصرف میں ہے۔ نہایت نرمی سے اپنی مجبوری ظاہر کریں کہ میں ہر چیز چھوڑ سکتا ہوں لیکن اللہ ورسول کو نہیں چھوڑ سکتا۔ علمائے دیوبند کے جن ملعون کفریات کو میں نے سنایا ہے۔ ان کی وجہ سے علماء مکہ ومدینہ نے ان کے کفر کا حکم صادر کیا ہے اور جو ان کے ان اقوال پر مطلع ہوکر ان کو مسلمان سمجھے وہ بھی کافر ہے۔ تم تمام نشیب وفراز سوچ کر فیصلہ کرو ان لوگوں کو مسلمان سمجھتی ہو یا کافر اور غور وفکر کے لیے اس کو موقعہ دیجئے۔ اور اس دوران میں بھی اس کو نرمی سے سمجھاتے رہئے۔ کہ میرے اور تمہارے آئندہ تعلقات کا دارومدار فیصلہ پر ہے۔ اگر ان سب باتوں کے بعد بھی وہ یہی کہے کہ میں تو ان کو مسلمان ہی سمجھتی ہوں۔ تو اب اس کو اپنے سے علیحدہ کردیں۔ اور اب تک جو کچھ ہوا اس میں افسوس نہ کیجئے کہ اگر واقعۃً پہلے ہی سے وہ کافر رہی ہو تب بھی آپ کو لاعلمی دھوکہ میں اس نے رکھا، اس لیے اس کا وبال آپ پر نہ ہوگا۔ اور اگر ہندہ اس قول کے موافق کہ جیسا آپ چلائیں گے میں چلوں گی۔ ان کے کفر کا حکم کردیتی ہے۔ تو وہ بدستور آپ کی بیوی ہے۔

رہ گئیں وہ کوتاہیاں جن کا ذکر زید نے کیا ہے۔ ان کے خلاف آپ حسن تدبیر سے اپنی جدوجہد جاری رکھیں۔ انشاء اللہ آپ کا اخلاص اور حسن عمل ہندہ کی اصلاح کردے گا اور اللہ تعالیٰ سے اس کی ہدایت کے لیے دعا بھی کرتے رہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی کے لیے کثرت سے درود شریف پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ، ۲۸؍ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ

(۱۵۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی تقریر میں کہا کہ سمندر وسورج وغیرہ پانی وروشنی محدود ہے یا لامحدود، پھر کہا کہ لامحدود ہے۔ تقریر ختم ہونے کے بعد ایک صاحب نے کہا کہ سمندر کے پانی اور سورج کی روشنی کو لامحدود کس معنی میں کہا گیا ہے اور اس سے کیا مراد ہے تو مقرر نے کہا کہ حقیقی نہیں بلکہ عرفی مراد ہے، یعنی کثرت۔ اور یونہی حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب علیہ الرحمہ نے بھی اپنی تفسیر میں لکھا ہے جسے خود پوچھنے والے صاحب نے دیکھا ہے لہٰذا اس صورت میں مقرر پر کیا حکم ہے۔؟

نوٹ:۔ پوچھنے والے صاحب نے لوگوں کے سامنے پوچھا اور مقرر نے لوگوں کی موجودگی میں اپنی مراد بتائی۔ المستفتی محمد عبدالرحمٰن رضوی ۷؍جولائی ۱۹۸۸ء

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی جب بولنے والے نے اپنی مراد بتادی اور عرف عام میں کثیر کو بے شمار کہہ

دیا جاتا ہے تو قائل پر کوئی جرم عائد نہیں ہوگا، پھر بھی بولنے میں احتیاط ضروری ہے ایسا جملہ بولا ہی کیوں جائے کہ اس کی مراد بیان کرنی پڑے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ، ۱۸رذوالحجہ ۱۴۰۸ھ یکم اگست ۱۹۸۸ء

(۱۵٦) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے بکر کو خط دیا کہ عمر کو دے دینا۔ بکر جو حافظ اور ایک مسجد کا امام ہے اس نے خط کو پڑھا اور بلا اجازت عمر، پھر اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھ لیا اس کے بعد خط عمر کو دیا۔ بکر کی اقتداء کے متعلق عندالشرع کیا حکم ہے۔

المستفتی: کمال مڑیاں مہو، ۱۹رشوال ۱۲ھ

الجواب

صورت مستفسرہ میں بکر گنہگار اور مستحق وعید ہے۔

حدیث شریف میں ہے: من نظر فی کتاب اخیه بغیر اذنه فانما ینظر الی النار۔

اپنی اس حرکت سے توبہ کرنی چاہئے۔ اور زید سے اس کو معافی مانگنی چاہئے۔ اگر ایسا کر لیتا ہے تو اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مؤ ۵رذوالقعدہ ۱۲ھ

(۱۵۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید مہندی لگا کر امامت کرتا ہے اور پوچھنے پر جواز کا حکم بھی دیتا ہے، لہذا ایسے امام کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟ نیز چین والی گھڑی بھی بوقت نماز استعمال کرتا ہے اور پوچھنے پر جواز کا حکم دیتا ہے۔

لہذا ایسے شخص کے بارے میں شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: عبدالقدوس شاہ، مقام چچورہ۔ پوسٹ چنوا ضلع چھپرہ بہار

الجواب

ہاتھ پاؤں میں مہندی کی رنگت مرد کے لیے حرام ہے۔ اور سر اور داڑھی میں مستحب ہے۔ صحیح احادیث میں ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں کی وضع بنائیں۔ (فتاوی رضویہ جلد دہم)

گھڑی اگر کسی دھات سونے چاندی، پیتل وغیرہ سے بندھی ہے تو نماز مکروہ ہوگی۔

(فتاوی رضویہ جلد اول)

جو شخص اس حالت میں نماز پڑھاتا ہے بلکہ اس کے جواز کا فتوی دیتا ہے اس کی اقتداء ناجائز اور اس کو امام بنانا گناہ ہے۔

شامی میں ہے: ومشی فی شرح المنية علی ان کراهة تقديمه کراهة تحريم (ج ۲/ ۲۵۵) واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مؤ ۲۰ ر ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ

(۱۵۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید نے دوران تقریر شوہروں کی اہمیت وافضلیت بیان کرتے ہوئے بیویوں کے لیے شوہروں کو ثانی خدا قرار دیا۔ ایسا کہنا جائز ہے، اگر جائز نہیں تو شریعت کا کیا حکم ہے؟ مفصل ومدلل جواب عنایت فرمائیں۔ المستفتی محمد صفی اللہ قصبہ گجپور ضلع گورکھپور یوپی ۲۳ ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

الجواب

غیر خدا کو خدا کہنا چاہے اول خدا کہے چاہے ثانی علماء نے کفر لکھا ہے، برتقدیر صدق مستفتی زید پر توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۲۶ ر جمادی الاولی ۱۴۱۳ھ

(۱۵۹۔۱۶۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ غلط لکھا ہے کہ میں پونے چودہ برس کی عمر ہی سے بتاتا رہا اور اس وقت پھر یہی عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی حمایت کے لیے کسی بندے کو کھڑا کردے گا، مگر نہیں معلوم کہ میرے بعد جو آئے کیسا ہو اور تمہیں کیا بتائے الخ معترض کو خط کشیدہ عبارت پر یہ اعتراض ہے کہ اس عبارت کا مطلب یہی ہوا کہ آنے والے مجدد ین قرآن وحدیث پاک کے خلاف بتائیں گے۔ لیکن کوئی بھی مجدد قیامت تک ایسا نہ ہوگا۔

لہذا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ عبارت ہی کتاب وصایا میں غلط لکھی ہے۔ اور اگر صحیح ہے تو دلیل کیا ہے؟ المستفتی فقیر قریشی قادری جمیل اختر رضوی مصطفوی ۴/ ۵/ ۱۴۱۳ھ

الجواب

زید نے وصایا کی مذکورہ عبارت سے غلط الزام اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لگایا ہے۔ اس عبارت کا ہرگز وہ مطلب نہیں جو زید نے بتایا ہے۔ خود وصایا کی وہ عبارت اس مطلب کو جھٹلا رہی ہے کیونکہ اس میں ہے۔

(۱) مجھے نہیں معلوم کہ میرے بعد جو آئے وہ کیسا ہو۔ اور تمہیں کیا بتائے" تو جس کے بارے میں انہیں کچھ معلوم نہیں تب اس کے بارے میں قرآن وحدیث کے مخالف ہونے کی اطلاع کیسے دے سکتے ہیں اس لیے اس عبارت کا یہ مطلب بنا کر زید نے بددیانتی سے کام لیا ہے اور "نہیں معلوم" کو "معلوم ہے" بنادیا۔

(۲) ''کیسا ہو اور کیا بتائے'' یہ جملہ استفہامیہ ہے۔ اس کا بھی صاف مطلب ہے کہ کہنے والے کو پتہ نہیں، تب اس عبارت کا یہ مطلب کیسے ہوگا کہ آنے والا قرآن وحدیث کے خلاف بتانے والا ہوگا۔ یہاں بھی زید نے دو تحریفیں کی۔ جملۂ استفہامیہ کو جملہ خبریہ بنا دیا اور ''کیسا ہوگا'' کا معنی مخالف قرآن وحدیث لیا حالانکہ اس لفظ کے یہ معنی لغت کی کسی کتاب میں نہیں۔ یہ صرف زید کی ایجاد بندہ اور بس گندہ ہے۔ دیکھئے زید جیسا ناسمجھ جسے اردو عبارت سمجھنے کا بھی سلیقہ نہیں، وہ بھی اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ قیامت تک کوئی مجدد قرآن وحدیث کے خلاف نہیں ہوگا۔ یعنی جو قرآن وحدیث کے خلاف بتانے والا ہو وہ مجدد ہی نہیں اور اعلیٰ حضرت اپنے بعد آنے والے مجدد کے لیے ہی وہ بات کہہ رہے ہیں تو اس کو مجدد کہہ کر اعلیٰ حضرت نے تصریح کر دی کہ قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہوگا کہ مجدد کے لیے یہی ضروری ہے۔ تو اس کے فوراً بعد کی عبارت ''کیسا ہو'' اور ''کیا بتائے'' کا مطلب ''قرآن وحدیث کے خلاف ہوگا'' کیسے ہوگا؟ اس عبارت کے کئی ایک صحیح مطلب ہیں جسے زید جان نہ سکا یا جان بوجھ کر انجان بنا۔

''کیسا ہوگا'' یعنی تمہارے خاندان سے ہوگا۔ خاندان کے باہر سے ہوگا۔ ہندوستان کا باشندہ ہو یا دنیا کے اور کسی علاقے کا ہو۔ تمہاری زبان بولتا ہو۔ یا کوئی اور زبان بولنے والا ہو۔ اس کی طبیعت میں شدت اور جلال ہو جیسے نبیوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور امتیوں میں عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یا نرم دلی ہو جیسے حضور ﷺ یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ سب کیسا ہوگا کے صحیح مطالب ہیں جو مراد لیے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح ''کیا بتائے گا'' کے کئی صحیح مطالب ہو سکتے ہیں۔ بعض مجدد زندگی کے کسی ایک ہی پہلو کی تجدید کے لیے آتے ہیں۔ اور بعض تمام پہلوؤں کے لیے۔ جزئی شعبوں میں بھی مختلف نوعیں ہوتی ہیں، اعلیٰ حضرت کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ نہیں معلوم عمومی مجدد ہو یا خصوصی مجدد ہو۔ اور خصوصی ہو تو نہ معلوم کہ کس شعبۂ زندگی کا ہو۔ اتنے سارے صحیح معنی سے قطع نظر کر کے بر خود غلط ایک ایسے معنی مراد لینا جس سے عبارت کا سیاق وسباق انکار کرے جس سے اس مختصر سی عبارت میں بھی تعارض پیدا ہو دانشمندی نہیں۔ ہم زید اور اپنے لیے دعا کرتے ہیں۔ اللھم ارنا الحق حقا وارنا الباطل باطلا واجعلنا من المھتدین بجاہ حبیبک سید المرسلین ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۲۵ رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

(۱۶۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مسلمان اور کافر ومشرک کے پاس سلام لکھنے کا طریقہ کیا ہے؟ دونوں میں کیا فرق ہے؟

المستفتی محمد الیاس خاں

الجواب

بہار شریعت میں عالمگیری کے حوالہ سے ہے "کفار کو سلام نہ کرے اگر وہ سلام کریں تو جواب دے سکتا ہے، مگر جواب میں صرف علیکم کہے۔ اگر ایسی جگہ گذر رہا ہو جہاں مسلم و کافر دونوں ہیں تو السلام علیکم کہے۔ اور مسلمانوں پر سلام کا ارادہ کرے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ السلام علی من اتبع الھدی' کہے۔ (بہار شریعت سولہواں حصہ ص ۷۸)

فتاوی رضویہ میں ہے:

کافر کو بے ضرورت ابتدا بسلام نا جائز ہے۔ نص علیہ فی الحدیث والفقہ۔

اور ہندوستان میں وہ طرق تحیت جاری ہیں کہ بضرورت بھی انہیں سلام شرعی کرنے کی حاجت نہیں۔ مثلا یہی کافی کہ لالہ صاحب، بابو صاحب، منشی صاحب یا بے سر جھکائے سر پر ہاتھ رکھ لینا وغیر ذلک، کافر اگر بے لفظ سلام سلام کرے تو ایسے ہی الفاظ رائجہ جواب میں بس ہیں۔

(جلد دہم نصف اول ص ۶۵)

ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی قسم کے لفظ جن سے ان کی تعظیم ظاہر نہ ہو لکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح سلام مسنون کا لفظ بھی لکھا جا سکتا ہے کہ ایسے لوگوں کے لیے حدیث میں جو سلام ثابت ہے وہ جائز ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ ﷺ نے بادشاہ روم کو السلام علی من اتبع الھدی لکھا۔ واللہ تعالی اعلم عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۶ر جمادی الاخریٰ ۱۴۱۳ھ

(۱۶۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید کہتا ہے کہ ترجمہ والا قرآن پاک غیر ترجمہ والے قرآن پاک کے اوپر نہیں رکھا جائے گا کیونکہ ترجمہ میں غلطی کا امکان ہے اسلیے اس کا اوپر رکھنا نا جائز و گناہ ہے، اگر چہ ترجمہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کا ہو۔ عمرو کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کا ترجمہ، قرآن پاک اوپر رکھنا ہرگز ہرگز نا جائز و گناہ نہیں، کیونکہ موصوف قدس سرہ کا ترجمہ مذہب اہل سنت کے عین مطابق حق و صحیح ہے، ہاں اگر بد عقیدہ لوگوں کا ترجمہ اول تو رکھنا ہی نا جائز ہو تو اسے اوپر رکھنا جائز نہ ہو اور بات ہے لہذا حضور حق پر کون ہے؟ المستفتی الفقیر محمد جمیل اختر الرضوی عفی عنہ پوسٹ بارا ضلع کانپور

الجواب

بہار شریعت میں عالمگیری کے حوالہ سے ہے:

لغت اور نحو و صرف کا ایک رتبہ ہے، ان میں سے ہر ایک کتاب دوسری کتاب پر رکھ سکتے ہیں اور

ان سے اوپر علم کلام کی کتابیں رکھی جائیں، ان کے اوپر فقہ، اور احادیث اور مواعظ اور دعوات ماثورہ فقہ سے اوپر، اور تفسیر کو ان کے اوپر، اور قرآن مجید کو سب کے اوپر رکھیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید معری ہی ترجمہ والے سے اوپر رکھا جائے گا، جیسے قرآن تفسیر کے اوپر رکھنے کا حکم ہے حالانکہ تفسیر بھی قرآن شریف کا ترجمہ اور مطلب ہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ

(۱۶۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک غیر مسلم نے چند مسلمانوں کے درمیان یہ سوال کیا کہ خنزیر کا گوشت کیسے حلال ہوگا؟ ایک مسلمان اس پر ناراض ہوگئے اور بات بڑھ گئی تو دوسرے مسلمان نے کہا کہ ہوجائے گا، اس پر بات جب بڑھ گئی تو زید صفائی دیتے ہوئے کہتا ہے کہ جیسے مرغا خنزیر کے گوشت کو کھالے اور مسلمان مرغ کو کھاجائے تو جائز ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو مسلمان حلال جانے اور اس کے لیے مثالیں پیش کرے تو از روئے شرع اس کے لیے شرعی حکم کیا ہے۔

المستفتی امتیاز احمد سپاہ ابراہیم آباد مؤ ۲۸ر اگست ۱۹۹۸ء

الجواب

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو دینی مسائل میں حجت وتکرار اور بے فائدہ قیل وقال سے منع فرمایا حدیث شریف میں ہے: "نهى النبي ﷺ عن قيل وقال و كثرة السوال" (ہروی: ۲/۴۸) بالخصوص ہندو صاحبان سے کہ بہت جلدی ماحول سنجیدہ اور گمبھیر ہوجاتا ہے۔

اور اگر اتفاق سے مسلمانوں میں آپس میں اختلاف ہوجائے تو اللہ ورسول کا فرمان تلاش کرنے کا حکم ہے۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ (النساء:۵۹)

اگر کسی مسئلہ میں آپس میں الجھ جاؤ تو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو۔ اور اگر تم میں خود اس کی صلاحیت نہ ہو کہ اللہ ورسول کے حکم کو سمجھو! تو جاننے والے علماء ربانیین سے پوچھو، حکم یہی ہے۔ ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [النحل:۴۳]

پھر قرآن شریف کی کسی آیت کے بارے میں تو عقلی گھوڑا دوڑانے والے کے لیے خواہ وہ پڑھا لکھا اور دانشمند ہی کیوں نہ ہو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من قال في القرآن برايه فا صاب فقد اخطاء" (طبری: ۲/۱۷۵)

قرآن شریف کی کسی آیت کا مطلب کسی نے اپنی عقل سے بیان کیا تو گو کہ فی الواقع اس نے صحیح مطلب بیان کیا ہو، یہ حرکت اس کی غلطی ہے، وہ قرآن میں بے جا دخل اندازی کا مجرم ہوا۔

اور ایسے جاہل اور نا سمجھ جنہیں علم وعقل سے سروکار نہ ہو، اور قرآن وحدیث کے علم سے آگاہ نہ ہوں اور دینی مسائل میں عقلی گدے لگاتے ہیں اور الٹے سیدھے فتوے جھاڑتے ہیں، ان کے بارے میں ارشاد ہوا: "ان اللہ یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالماً اتخذالناس رؤسا جھالا فسألو ھم فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا"

اللہ تعالیٰ عالموں کو اٹھالے گا (وفات دیدے گا) جب عالم نہیں رہ جائیں گے تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے تو وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے تو خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔

ان احکامات خدا ورسول کے پیش نظر ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ لوگ اللہ ورسول سے ڈرتے اور شرعی احکامات میں بے جا دخل در معقولات سے پرہیز کرتے، لیکن ڈیڑھ دو سو سال ہوئے ہیں، دلی کے مشہور علمی ودینی خاندان ولی اللہی میں ایک شخص محمد اسماعیل نام کا پیدا ہوا جو بدنام کنندۂ نیکونامے چند ثابت ہوا۔ اس نے پورے ہندوستان کے جاہلوں کو یہ سبق پڑھادیا کہ یہ خیال غلط ہے کہ رسول اللہ اور اللہ کے کلام کو سمجھنے کیلیے بہت علم چاہئے، رسول اللہ ﷺ تو جاہلوں کو سمجھانے کے لیے ہی آئے تھے، پس ہندوستان کے جاہلوں نے سمجھانے والے کو بھی چھوڑ دیا اور خود ہی پڑھ پڑھ کر قرآن وحدیث سمجھنے لگے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان نادان مولویوں نے مذہب اور شریعت کا حلیہ بدل دیا۔ اور دوسری طرف بالکل جاہل گنوار صوفی قرآن وحدیث کی روح کشید کرنے لگے اور بے پڑھے لکھے مسلمانوں کو حقیقت ومعرفت کے نام پر شتر بے مہار بنادیا" انا للہ وانا الیہ راجعون "حقیقت روایات میں کھوگئی۔ یہ امت خرافات میں کھوگئی۔

آپ کے یہ دوسرے مسلمان بھی اسی قسم کے جاہل اور بے وقوف معلوم ہوتے ہیں، انہیں ذرا بھی ہوش ہوتا تو پتہ چلتا کہ انہوں نے کتنی گندی بات کہدی ہے۔

آپ ان سے پوچھیں مرغ صرف سور کا گوشت ہی کھاتا ہے غلاظت نہیں کھاتا، خون، پیپ کچلہو نہیں کھاتا، مردار، چھپکلی، چوہیا، چھچھوندر، کیڑے مکوڑے نہیں کھاتا، بلغم، ناک کی رینٹھ، تھوک نہیں کھاتا، سڑے گلے پھل اور خراب کھانا نہیں کھاتا۔ المختصر کون سی گندگی ہے جسے وہ نہیں کھاتا اور کون سی آلودگی ہے جسے وہ استعمال نہیں کرتا۔ اور تم مرغ کا گوشت کھاتے ہو۔ تمہاری دلیل یہ ہے کہ مرغ سور کا گوشت کھائے اور مسلمان وہ مرغ کھالے تو مسلمان نے سور کا گوشت کھایا اور اس حیلہ سے سور کا گوشت حلال ہو گیا تو اس میں سور کے گوشت کی کیا تخصیص ہے۔ جتنی چیزوں کا نام ہم نے ذکر کیا اور اس کے علاوہ بھی بہت

ساری گندی اور غلیظ چیزیں ہیں اس کو مرغ نے کھایا۔ اور تم نے مرغ کھایا تو کیا تم غلاظت خور ہو گئے اور غلاظت حلال ہو گئی۔

تم لہو، پیپ اور کچلہو ہو خور ہو گئے اور یہ سب حلال ہو گئیں۔ الغرض بقول تمہارے دنیا میں کوئی چیز حرام نہ رہ گئی سبھی چیزیں مرغ کے واسطے سے حلال ہو گئیں اور یہی شوق ہے تو کچھ دنوں بعد واسطے کی بھی ضرورت نہیں رہے گی ڈائرکٹ اگھوری ہو جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ قدرت نے جس کو حلال قرار دے دیا جب تک وہ اپنی اصل حالت پر ہے کوئی اسے حرام نہیں کر سکتا اور جو چیزیں حرام قرار دے دیں جب تک وہ اپنی اصل حالت پر ہیں کوئی ان کو حلال نہیں قرار دے سکتا، رہ گیا قلب ماہیت اور کون وفساد اور تغیر و تبدل تو یہ قدرت کی کرشمہ سازی اور اس کی صناعی کی ایجاد ہے۔

خود فرماتا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ﴾ [الانعام: ۹۵]

اللہ تعالیٰ بے جان اور ناپاک قطرۂ منی سے زندہ و جاندار طیب و طاہر انسان بناتا ہے، پھر انسان سے ہی اس قطرۂ ناپاک کو وجود دیتا ہے تو یہ اس کی قدرت تخلیق کا کرشمہ ہے، تم کہاں اوندھے ہوئے ہو۔

تم نے دیکھا نہیں ایک کسان سال بھر اپنے گھر یا کھیت کے آس پاس گوبر کوڑا کرکٹ راکھ گندی مٹی گھاس پات جمع کرتا ہے، کتے بلی سور تک بلکہ انسان تک اس میں غلاظت کرتے رہتے ہیں، بار بار بارش ہوتی ہے، دھوپ اسے خشک کرتی ہے۔ اور وہ سب گندگیاں گل سڑ کر ایک جان ہو جاتی ہیں۔ اتنی بدبو کہ پاس سے گذرنا مشکل، لیکن اب سوکھ کر وہ کھاد بن جاتی ہے اور کسان اسے پورے کھیت میں بکھیر دیتا ہے۔ بارش پورے کھیت کو گیلا کر دیتی ہے اور کسان ہل سے زمین الٹ پلٹ دیتا ہے جس سے اس کھاد کی نیستی اور تبدیل کا ایک دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ مختلف جوت اور ہنگائی کے بعد وہ بالکل نرم ملائم زمین ہو جاتی ہے کہ اس میں سے کھاد کی تمیز مشکل ہو جاتی ہے، کسان نے کھیت میں بیج ڈالا اور کارخانۂ تخلیق میں کون وفساد کا ایک نیا کاروبار شروع ہوا۔ دانہ اور اس سے پیدا ہونے والی چیزوں کے ذریعہ اسی ملی جلی زمین کے اجزاء اور نمی نے حیات کا ایک نیا لبادہ اوڑھ لیا اور اہل زبان کے ہاتھ وہ زمین کی زندگی کا افسانہ آیا۔ پھر پانی پھر دانہ اور کسان کی جدوجہد سے غذا کا جگمگاتا ہوا انبار جمع ہو گیا۔ گندگی اور ناپاک خاک کے ذروں سے دانہ گندم تک کون فساد، وجود، عدم، تغیر و تبدیل، قوت حیات کی کتنی ہیئتیں قائم ہوئیں اس پر پیر انجسٹ اور طہارت کی کئی چھٹیاں بھڑیں، لیکن اس کا آپ کو احساس نہیں اور آپ نے گیہوں کا

دانہ ہاتھ میں لے کر کہدیا یہ تو وہی غلاظت کا ڈھیر ہے جو کسان نے گڈھے میں جمع کیا تھا۔ مرغ کے پاک اور طیب اور خوشگوار گوشت کو دیکھا اور طبیعت کی گندگی چلا اٹھی، یہ تو اسی نجس العین سور کا گوشت ہے جسے مرغ نے کھایا تھا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

دام ہر موج میں ہے حلقہ صد کام نہنگ جانے کیا گذرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

الغرض اللہ تعالیٰ دماغ کی آوارگی اور زبان کی بدلگامی سے ہم کو آپ کو اور سب مسلمانوں کو محفوظ رکھے ابں دوسرے مسلمان نے ضرور ایک غلط اور ناجائز اور گمرہی کی بات کہی، اسے صدق دلی سے اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفا کرنا چاہئے اور عہد کرنا چاہئے کہ آئندہ کبھی میں اس قسم کی بے ہودہ بات نہیں کہوں گا، اگر وہ ایسا کر لیتا ہے تو ٹھیک ہے۔

حدیث شریف میں ہے: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له" (نصب السرايه: ٤/٧)
گناہ سے صدق دل سے توبہ کرنے والا بے گناہ کی طرح ہے۔

اور اگر بدستور وہ اپنی ضد اور ہٹ پر اڑا ہوا ہے تو اس کی صحبت سے پرہیز کریں جس محفل میں وہ ہو وہاں جائیں ہی نہیں اور جس محفل میں آپ ہو وہ آجائے تو آپ وہاں سے اٹھ آئیں۔

حضرت سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

زنہار از قرین بد زنہار وقنا ربنا عذاب النار

برے ساتھی سے سخت پرہیز کر، اے ہمارے رب تو ہمیں عذاب جہنم سے بچا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (الانعام: ٦٨)

یاد دلانے پر ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۳۰ر جمادی الاولی ۱۴۱۹ھ

(۱۶۴۔۱۶۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) منبر رسول یا اسٹیج پر ہنسانے والی بات یا مذاق کی بات یا لطیفہ یا دنیاوی بات سے دینی بات تشبیہ دینا کیسا ہے ایک عالم یا کسی بھی مومن کے لیے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) نعت رسول فلمی یا اور بھی دنیاوی گانے کے طرز پر پڑھنا کیسا ہے؟

(۳) اسٹیج پر کسی مولوی کا در حسینہ آئی لیو نہ کہو بلکہ مدینہ آئی لیو کہو' ایسا لفظ بولنا کیسا ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی محمد وکیل احمد انصاری قادری رضوی

الجواب

(۱) حدیث شریف میں ہے:"انما الاعمال بالنیات "(مشکوۃ:۱۱)

اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ بہار شریعت جلد ۱۶ص ۲۱۶ پر ہے:

عجیب وغریب قصہ کہانی تفریح کے طور پر سننا جائز ہے، جب کہ ان کا جھوٹا ہونا یقینی نہ ہو، بلکہ ان کا جھوٹا ہونا یقینی ہو پھر بھی سنا جا سکتا ہے، جب کہ بطور ضرب المثل ہوں، یا ان سے نصیحت مقصود ہو جیسا کہ مثنوی شریف میں وعظ و پند کے لیے لکھے گئے ہیں۔ اور کنکر پتھر وغیرہ کی باتیں فرضی طور پر بیان کرنا اور سننا بھی جائز ہے جیسا کہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے گلستاں میں لکھا ہے۔

گلے خوشبوئے درحمام روزے رسید از دست محبوب بدستم

بد و گفتم کی مشکی یا عبیری کہ از بوئے دل آویز تو مستم

بگفتا من گلے نا چیز بوم ولیکن مدتے باگل نشستم

جمال ہم نشیں درمن اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ایک خوشبودار مٹی بطور تحفہ میرے دوست نے دی، میں نے اس مٹی سے پوچھا کہ تو مشک ہے یا عنبر؟ کہ میں تری خوشبو سے مست ہوں۔ مٹی نے جواب دیا کہ میں تو وہی بے حقیقت مٹی ہوں، مگر کچھ دنوں پھولوں کی صحبت میں رہکر میں بھی خوشبودار ہوگئی۔ مذاق کا بھی یہی حال ہے کسی مسلمان کی تحقیر یا تذلیل کیلیے ہو تو منع ہے اور تفریح خاطر کے لیے یا عبرت کے لیے کوئی ہنسنے والی بات کہی تو اس میں کوئی حرج نہیں، خود رسول اللہ ﷺ سے ایسی دلچسپ اور پر مذاق باتیں مروی ہیں۔

(۲) اشعار اور گیتوں کے مختلف وزن اور بحریں ہوتی ہیں، جن میں ہر قسم کے مضمون نظم کئے جا سکتے ہیں اور مختلف لہجہ اور دھن میں اس کو گایا جا سکتا ہے، اس کے لیے کوئی قاعدۂ کلیہ نہیں بتایا جا سکتا کہ فلاں بحر فلاں طرز پر نعت نہیں پڑھی جانی چاہئے اور فلاں طرز پر پڑھی جائے گی۔ ہاں نعت شریف کے لیے پروقار سنجیدہ لب ولہجہ ہونا چاہئے اور مبتذل غیر مہذب لب ولہجہ سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(۳) اس سوال سے سائل کی مراد واضح نہیں ہے۔ اور خط کشیدہ الفاظ کا مفہوم غیر واضح ہے۔ اس لیے جواب نہیں دیا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۴ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

(۱۶۷) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

تاجر نے چائے کی پتی کو ڈال کر ظاہر تجارت میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ عام لوگ اسقدر ملاوٹ

کی چائے پسند کرتے ہیں ہاں یہ حکم دار چائے نقصان ثابت کر چکی ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس قدر ملاوٹ کی تجارت کیا جائز ہے؟

الجواب

ہر ایسا کام جس میں دھوکا ہو اسلام میں منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو

(۱۶۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

سلمان رشدی پر جو فتوی ایران کے شیعہ مذہب کے رہبر نے صادر کیا ہے تو اس فتوے پر دنیائے اہل سنت کا عقیدہ کیا ہونا چاہئے؟ کیوں کہ مذہب شیعہ اور مذہب اہل سنت میں کافی فرق ہے۔

الجواب

شیعہ اور سنی مذہب میں ضرور فرق ہے۔ مگر سلمان رشدی پر جو حکم لگایا گیا ہے مذہب اہل سنت وجماعت کے موافق ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو

(۱۶۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے یا بعد میں پیش اماموں نے سامعین کے روبرو جو لمبی چوڑی تقاریر کرنا شروع کی ہیں جس سے مختصر لوگوں کو کچھ فائدہ ثابت ہوتا ہے، لیکن کثیر تعداد میں لوگوں کی ضرورت کے خلاف یہ تقریر یعنی فضول ہوتی ہے، ایسی تقاریروں کے بجائے نہ ہونا کیسا ہے؟ آج کل امام اپنے نام اونچا کرنے کی غرض میں یہ ضرورت بیان کرتے ہیں، حالانکہ لوگوں کو طہارت ونماز کے مسائل لباس درست رکھنا وقت نماز تک کا بھی علم نہیں، اس ضرورت کو پورا کرنے کا خیال ہی نہیں، کیا ایسی تقریر کو بحث کہیں گے یا بکواس؟۔

الجواب

علماء اپنی صوابدید کے موافق اگر صحیح تقریر کرتے ہیں۔ تو عوام کو اس کو خلاف مصلحت یا بکواس کہنا گناہ ہے۔ جن مسائل کی ضرورت ہو ان کی یاددہانی امام صاحب کو کرا دینی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو

(۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید کی لڑکی کو ناجائز حمل تھا جب اس کو لڑکا پیدا ہوا تو اس نے یعنی زید کی لڑکی نے لڑکے کے منھ میں مٹی ٹھوس کر مار ڈالا، اب مسلم برادری زید اور زید کے گھر والوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کریں، قرآن

وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) عمرو کی لڑکی ایک بار گھر سے بغیر کسی کو بتائے بھاگ کر فرار ہوگئی، پھر کچھ روز کے بعد گھر والے کھوج کر اس کو گھر لائے، پھر کچھ دن بعد وہ لڑکی گھر کا روپیہ اور کچھ زیورات لے کر فرار ہوگئی، پھر اس کے گھر والے اس کو پکڑ کر لائے اب اس جگہ کی مسلم برادری عمرو کے گھر سے کیسا برتاؤ کریں۔

(۳) ہندہ کی شادی بکر سے ہوئی اور بکر سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، کچھ سال کے بعد بکر کا انتقال ہوگیا، ہندہ نے پھر دوسری شادی کرلی اور اپنی سسرال ہندہ اپنی لڑکی کو لے کر گئی، ہندہ کی سسرال میں ہندہ کی لڑکی کو ناجائز لڑکا پیدا ہوا اور چھ ماہ کے بعد لڑکا انتقال ہوگیا، اب ہندہ کے سسرال والے ہندہ کے میکے اس کی لڑکی کو بھیج دیئے، اب ہندہ کے سسرال والوں کے ساتھ مسلم برادری کیسا برتاؤ کریں اور نیز ان برائیوں سے بچنے کا ذریعہ کیا ہے؟ یا ان برائیوں کو کیسے روکا جائے؟ جواب سے نوازیں مہربانی ہوگی۔

المستفتی غلام مصطفیٰ رسڑا بلیا

الجواب

(۱) صورت مسئولہ میں زید کی لڑکی اور اس کے ساتھ منہ کالا کرنے والے دونوں نے بہت بڑا جرم وگناہ کیا، اگر حکومت اسلامیہ ہوتی اور جرم ثابت ہوجاتا تو دونوں کو سنگسار کردیا جاتا، یا سو کوڑے مارے جاتے، ان کے شادی شدہ ہونے اور نہ ہونے کے اعتبار سے۔

لیکن موجودہ صورت حال میں جب کہ شرعی حد قائم کرنا ممکن نہیں ہے زانی اور زانیہ دونوں پر توبۂ صادقہ لازم ہے۔ اور چونکہ زید کی لڑکی نے ایک بے گناہ بچے کی جان بھی لی ہے اس لیے اس پر اس گناہ سے بھی توبہ ضروری ہے کہ وہ صدق دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور ان گناہوں پر نادم ہو توبۂ صادقہ کرے کہ یا اللہ آئندہ ہم کبھی بھی یہ گناہ نہ کریں گے تو اپنے کرم سے ہمارے گناہ معاف کر۔

اگر وہ اتنا کرلیتے ہیں اور نیک چلنی کے عہد پر قائم رہتے ہیں تو ان سے کوئی چھیڑ چھاڑ جائز نہیں،

حدیث شریف میں ہے: التائب من الذنب کمن لا ذنب له ۔(نصب الرایۃ:۴/۷)

اور اگر توبہ کے بعد بھی بے راہ روی اور آوارگی پر قائم رہے تو سب مسلمان اس لڑکی کا اور اس کے گھر میں جو لوگ اس کا ساتھ دیں یا باہر کے لوگ گناہ میں اس کے ساتھی ہوں سب کا بائیکاٹ کریں۔ اور اس وقت تک جاری رکھیں کہ وہ لوگ راہ راست پر آجائیں۔ برادری میں شریک کرنے کیلیے عام طور سے گاؤں کی پنچایت میں جو مالی جرمانہ مقرر کیا جائے شرعاً منع اور ناجائز ہے۔

(۲) اگر یہ ثابت ہو کہ اس لڑکی کے بھاگنے میں گھر والے شریک یا راضی ہیں تو مسلمان ان

کا بائیکاٹ کر سکتے ہیں۔اور گھر والوں کی شرکت یا رضا ثابت نہ ہو تو ان کا کوئی جرم نہیں۔

البتہ گھر والوں پر لازم ہے کہ اس لڑکی کو ہر طرح سے قابو میں رکھنے کی کوشش کریں،شادی سے اس کی اصلاح ممکن ہو تو کہیں اس کی شادی کر دیں۔اور نا قابل اصلاح ہو تو اس کے پاؤں میں لوہے کی بیڑی ڈال کر گھر میں قید کر دیں۔الغرض گھر والوں کا جرم ثابت ہوئے بغیر ان کے ساتھ سختی سے پیش آنے کی اجازت نہیں۔

قرآن شریف میں ہے:﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾[الانعام:۱۶۵]

(۳) نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کو ابتداء میں آزاد چھوڑ دیتے ہیں اور جب وہ گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں تو قوم کے لوگ ان کے متعلقین کے بارے میں مسئلہ پوچھتے ہیں۔اس مسئلہ کا جواب بھی وہی ہے جن لوگوں کی شرکت یا رضا اس گناہ میں ثابت ہو ان کا بائیکاٹ کریں،ورنہ نہیں،پہلے ان سے توبۂ صادقہ کرالیں تو بہ کر لیتے ہیں تو بائیکاٹ والی سزا نہیں۔

اصلاح کا طریقہ اسلامی طور طریق پر عمل درآمد ہے۔مسلمان مردوں اور عورتوں میں اسلامی تعلیم عام کی جائے اسلامی پردہ کو سختی سے رواج دیا جائے۔بالغ لڑکی کو کسی بھی نامحرم کے سامنے نہ آنے دیا جائے،گھر کے بڑے بوڑھے نوعمروں کی نگرانی کریں،کسی غلط اقدام کا اندازہ ہو تو سختی سے اسے روکیں اور بالغ ہوتے ہی لڑکوں لڑکیوں کی شادی کر دی جائے۔

حدیث شریف میں ہے:فانه اغض للبصر واحصن للفرج (طبری:۱۰/۱۴۹)۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو،۲۰ر ذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ

مباح چیزوں کا بیان

(۱-۱۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) ہم لوگ جب بھی مسلم شریف،ابوداؤد شریف،ترمذی شریف،بخاری شریف کا مطالعہ کرتے ہیں تو جہاں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو وہاں پر یہ لکھا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،لیکن تبلیغی نصاب جو آج کل بہت سی مسجدوں میں بعد نماز عصر پڑھی جاتی ہے،اس کتاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کے بجائے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لکھا ہوا ہوتا ہے،جب کہ خداوند قدوس واحد ہے تو کیا اس کو جمع کے جملوں میں پکارا جاسکتا ہے؟۔

(۲) اذان میں حضور اکرم ﷺ کا نام پاک سنکر انگوٹھے چومنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث

کی روشنی میں جواب دیا جائے۔

(۳) یارسول اللہ ﷺ یاغوث المدد یا علی مشکل کشا وغیرہ جیسے الفاظ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ آیا صیغۂ نداء کے ذریعہ مخاطب کرنا کیسا ہے؟ تبلیغی جماعت کا کہنا ہے کہ استمداد بالغیر ناجائز ہے، لہذا بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں۔

(۴) ہمارے یہاں کی جامع مسجد میں بعد نماز فجر اور عشاء حضور اکرم ﷺ کی شان اقدس میں بآواز بلند سلام پڑھا جاتا ہے، عشاء کی نماز میں جولوگ تاخیر سے آتے ہیں وہ حضرات ایک طرف نماز پڑھتے ہیں اور ہم لوگ حسب عادت صلوۃ وسلام پڑھتے ہیں تو کیا مسجد میں سلام پڑھنا جائز ہے؟

(۵) آج کل تبلیغی جماعت کے لوگ گاؤں گاؤں شہر شہر نماز کی تبلیغ کرتے پھرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ حضور نے بھی تبلیغ کی ہے تو کیا ان کا گھریلو زندگی کو خیر باد کہنا اور خود کے کاروبار کو ترک کر کے تبلیغ کرنا جائز ہے اور کیا یہ نماز کی تبلیغ کرتے ہیں یا نظریہ کی تبلیغ کرتے ہیں؟ بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں۔

(۶) بعد نماز فرض دعا مانگی جاتی ہے اور اس کے بعد سنت نفل ادا کر لیتے ہیں اور امام صاحب دعائے ثانی مانگتے ہیں تو کیا سنت نفل کے بعد دعائے ثانی مانگنا جائز ہے؟ از روئے شرع جواب عنایت فرمائیں۔

(۷) ہر نماز کے بعد امام ومقتدی آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو کیا مصافحہ کرنا جائز ہے؟

(۸) کیا کسی بھی ولی اللہ یا بزرگ کے نام کے آگے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا جائز ہے اور زبان سے ادا کرنا کیسا ہے؟ اور غیر صحابی کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا درست ہے؟ قرآن وسنت کے ذریعہ جواب عنایت فرمائیں۔

(۹) یہاں کی جامع مسجد میں صبح میں مدرسہ تعلیم القرآن کے نام پر مدرسہ رکھا ہے جس میں ابتدائی تعلیم دی جاتی ہے تو کیا ہمارے مدرسہ کو چرم قربانی وعقیقہ لینا جائز ہے؟۔ اگر لینا جائز ہے تو کس صورت میں؟ اور بچوں کو عم پارہ قاعدہ بغدادی اور دوسری کتابیں مفت دی جاتی ہیں۔

(۱۰) ہمارے یہاں کے چند اراکین اور چند مقتدی امام صاحب کی غلطی پر پردہ ڈالے ہوئے ہیں اور چند ان کی غلطی سے ناراض ہیں، جب کہ امام صاحب کے بہت سے معاملہ کی تصدیق ہونے پر سامنے بھی آئی، اس کے بعد بھی ہمارے صدر غلطی مانتے نہیں ہیں تو ایسے امام اور ایسے صدر کے لیے کیا حکم ہے؟

(۱۱) ایک وقت کا واقعہ ہے کہ مغرب کا وضو کر کے ہم لوگ امام صاحب کے کمرہ میں بیٹھے، امام صاحب نے ترمذی شریف کا مسئلہ پڑھ کر سنایا کہ عورتوں کو مزارات پر نہیں جانا چاہئے، اس کے بعد امام

صاحب نے کہا کہ یہاں کے کیسے لوگ ہیں کہ جنہیں پاخانے کا مقام دھونا یاد نہیں کہ گرمی میں کیسے اور سردی میں کیسے میں دھونا چاہئے، (یہاں غیر مہذب لفظ تھا اس کی جگہ ''پاخانہ کا مقام'' لکھ دیا گیا ہے مرتب) اس کے بعد اذان ہوئی اور امام صاحب نے سیدھے مصلے پر جا کر امامت کی، یہ معاملہ کمیٹی کے سامنے آیا تو موصوف نے اپنی غلطی ماننے سے انکار کر دیا کہ یہ جملہ نماز کے بعد کہا گیا ہے۔اور وہ آج تک امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں اس بات کے دو گواہ موجود ہیں، ایسی بہت سی باتیں ہیں جس کی وجہ سے تقریباً ۱۲ مقتدی ایک سال سے نماز ادا نہیں کر رہے ہیں تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ کیونکہ انہوں نے سراسر جھوٹ بولا اور آج تک جھوٹ پر قائم ہیں۔

(۱۲) ہمارے امام صاحب کی عمر تقریباً ۲۵ رسال ہے اور اب تک ان کی شادی نہیں ہوئی ہے اور وہ اپنی عمر کو چھپاتے ہیں، کئی بار ان کی زبان سے غلط جملے نکلے جسے ہم لکھنا ادب کے خلاف سمجھتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا اپنے نفس پر کنٹرول نہیں ہے تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

(۱۳) شب معراج شب قدر و عید میلاد النبی کی شب کو مسجد میں روشنی کرنا جائز ہے؟۔

ان سارے مندرجہ بالا مسائل کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں عنایت فرما کر شکریہ کا موقع مرحمت فرمایا جائے۔

المستفتی عیسیٰ خاں نائب صدر رحمت خاں نائب سکیٹری انجمن فلاح المسلمین پبلک ٹرسٹ لال باغ برہنپور۔ایم۔پی

الجواب

(۱) اگر اللہ تعالیٰ کی تعظیم مقصود ہو تو اس کے لیے جمع کا صیغہ بھی بول سکتے ہیں بہتر یہی ہے کہ واحد کا صیغہ بولا جائے۔فتاوی رضویہ جلد ششم میں ہے اللہ عزوجل کو ضمائر مفرد سے یاد کرنا مناسب ہے کہ وہ واحد ہے، احد، فرد، وتر ہے تعظیما جمع میں بھی حرج نہیں۔

(۲) اذان میں نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر رکھنا مستحب ہے۔

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے:یستحب ان یقول عند سماع الاولیٰ من الشهادتين للنبي ﷺ علیك يارسول الله وعند سماع الثانی قرة عينی بك يارسول الله اللهم متعنى بالسمع والبصر بعد وضع ابهاميه على عينه ۔

اور ایک حدیث بھی نقل کی ہے۔جس میں چومنے کا ذکر ہے۔

(۳) اللہ کے نیک بندوں کو ''یا'' کے لفظ سے یاد کرنا احادیث کریمہ سے ثابت ہے۔اس مسئلہ

کی پوری وضاحت کتاب مبارک انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ میں ہے۔اور انبیاء اور اولیاء سے مدد مانگنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

امام غزالی فرماتے ہیں: من یستمد به فی حیاته یستمد به بعد وفاته ۔

(۴) صلوۃ وسلام مطلقا جائز ہے۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿یا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْماً﴾[الاحزاب:۵٦]

نماز کے بعد مسجد میں بھی پڑھا جاسکتا ہے۔اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ نماز پڑھنے والوں کو خلل نہ ہو۔

(۵) تبلیغی جماعت گمراہوں کا ایک ٹولہ ہے۔ یہ لوگ کلمہ اور نماز کے نام پر مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں، ان کا تفصیلی بیان مولانا ارشد القادری صاحب کی تصنیف تبلیغی جماعت میں دیکھا جائے اور ان لوگوں سے دور بھاگا جائے۔

حدیث شریف میں ہے: ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم ۔

ان سے دور بھاگو اور ان کو اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں۔

(٦) دکھن میں دعائے ثانی کا رواج ہے۔اور حاضرین کو ناگوار نہ ہو تو محمود و مستحسن ہے۔

حدیث شریف میں ہے: الدعاء مخ العبادة ۔

دعاء عبادت کا مغز ہے۔

(۷) بعد نماز باہم مصافحہ میں کوئی حرج نہیں۔

درمختار میں ہے: واطلاق المصنف یفید جوازها ولو بعد العصر وقولهم انه بدعة ای مباحة حسنة ۔

(۸) اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں کے نام کے بعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا جاسکتا ہے آیت قرآنی سے یہی متبادر ہے:

﴿إِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولٰئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ . جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِیْنَ فِیْهَا أَبَداً رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهُ﴾[البینة:۷۔۸]

(۹) قربانی اور عقیقہ کی کھال مسجد اور مدرسہ دینیہ کی تعمیر، مدرسین کی تنخواہ اور دینی کتابوں کی خریداری سبھی نیک کاموں میں خرچ ہوسکتی ہے۔فتاوی رضویہ

(۱۰ و ۱۱) مبہم سوال کا جواب نہیں دیا جاسکتا ہے۔اب یہی دیکھ لیجئے امام نے ایک لفظ استعمال کیا

اور آپ نے اس کو اس کی اتنی بڑی غلطی مان لیا کہ جس سے امام پر وضوء یا کم از کم غسل ضروری ہو، حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں۔ امام صاحب کو وہ بات اس بھونڈی طرح نہیں کہنا چاہئے۔ اسی بات کو سلیقہ سے کہہ سکتے تھے کہ ایسے لوگ ہیں جن کو استنجا پاک کرنا نہیں آتا۔ لیکن ایسی بات کرنے سے طہارت میں خلل نہیں پڑتا۔ ہاں اگر انہوں نے یہ بات نماز سے پہلے کہی ہو اور مکر گئے ہوں اور کہتے ہوں کہ نماز کے بعد کہی تو سخت گناہ، امام صاحب کو اس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ اور اس عذر کی بنیاد پر اگر کچھ لوگ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تو ٹھیک کرتے ہیں۔

(۱۲) ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ جب تک آپ بات صاف صاف نہیں لکھیں گے جواب نہیں دیا جاسکتا۔ امام کے لیے شادی کرنا ضروری نہیں۔ غیر شادی شدہ بھی امام ہوسکتا ہے۔ عمر کم بتانا جھوٹ ہے لیکن اس میں امکان دوسرے پہلو کا بھی ہے کہ عام طور پر ہر شخص کو اپنی صحیح عمر معلوم نہیں ہوتی اندازہ سے کچھ کم وبیش بتاتا ہے۔ ایک بات یاد رکھئے کہ جس طرح کسی امام کا فحش وفجور میں مبتلا ہونا بری بات ہے اسی طرح دنیاوی دشمنی کو دینی جھگڑے کا روپ دینا بھی بہت برا ہے، عام طور سے جس سے بگڑ گئے تو اس میں خواہ مخواہ کا عیب ڈھونڈھنے لگتے ہیں، حالانکہ خود اس سے بھی بڑے مجرم ہوتے ہیں۔

(۱۳) اگر وقف نامہ میں ان مصارف کا ذکر نہیں ہے تو مسجد کی آمدنی سے روشنی نہیں کرسکتے، ہاں اپنے پیسے سے ایسا کرنے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۹ رشوال المکرم ۱۴۰۷ھ

(۱۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) مسجد کے مؤذن کو مدرسہ سے تنخواہ دی جاسکتی ہے کہ نہیں؟

(۲) مسجد میں مؤذن رکھا گیا، کام مسجد کا بھی کرے گا اور مدرسہ اور قبرستان کے کام بھی انجام دے گا اور تنخواہ مدرسہ سے ملے گی۔ یہ جائز ہے؟

(۳) مسجد کی قلیل آمدنی کی وجہ سے تنخواہ مؤذن کی مسجد سے نہیں دی جاسکتی ہے تو مدرسہ سے تنخواہ لینے کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔ کوئی طریقہ حل فرمائیں۔

المستفتی: سلامت اللہ حشمتی نائب صدر مدرسہ اصلاح العلوم رام پور بنگھر ضلع گونڈہ

الجواب

چندہ جس کام کے لیے وصول کیا جائے اسی میں صرف کرنا چاہئے، کسی دوسرے کام میں صرف کرنا جائز نہیں۔ اگر چہ یہ دوسرا کام بھی کار خیر ہو، پس اگر مانگتے وقت چندہ دینے والوں کو یہ بتا دیا گیا ہے

کہ مسجد و مدرسہ دونوں کا انتظام کمیٹی کے ذمہ ہے تو اس آمدنی سے مؤذن کی تنخواہ دی جاسکتی ہے۔ لیکن یہ خیال رہے کہ زکوۃ کا مال نہ مدرسین کی تنخواہ میں دیا جائے نہ مؤذن کی۔ اور اگر پہلے سے نہ معلوم ہو تو اب چندہ دینے والوں سے اجازت لے لی جائے وہ اجازت دیں تو مدرسہ کی آمدنی مؤذن کی تنخواہ میں صرف ہو سکے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۱۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر اسٹیج سجاتے وقت زید نے بکر سے کہا کہ کیا یہ سب رام لیلا کی طرح سجا رہے ہو، اگر اس کو صرف لمبائی میں سجاتے تو کتنا اچھا لگتا۔ جواب طلب یہ امر ہے کہ زید پر شرعی حکم کیا ہوگا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا تو جروا

المستفتی: تحسین رضا ادری

الجواب

قائل کی مراد اس قول سے جلسۂ میلاد کے اسٹیج کی توہین نہیں معلوم ہوتی، بلکہ وہ یہ کہہ رہا ہے کہ تم اس مقدس اسٹیج کو رام لیلا کے اسٹیج کی طرح مت سجاؤ۔ تاکہ اسلامی اسٹیج کو اس سے امتیاز رہے، اس پر کوئی حکم شرعی نہیں لگے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ، ۵؍ربیع الاول ۱۴۰۹ھ

(۱۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید اور بکر میں اتنی دوستی ہے کہ جس کی بنیاد پر زید بکر کو خدا کی کتاب سے تشبیہ دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میرا بکر خدا کی کتاب جیسا ہے، لہذا زید پر کیا حکم صادر ہوتا ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی عمر تراب بڑا گاؤں گھوسی مو

الجواب

اگر بکر کوئی معظم دینی نہیں ہے تو اس کو خدا کی کتاب سے تشبیہ دینے میں مبالغہ کذب ہوگا جو گناہ ہے، باقی یہ کہنے سے وہ اسلام سے نکل جائے ایسا نہیں۔ کہ اس تشبیہ میں قرآن کی کوئی توہین نہیں ہے تشبیہ میں ادنیٰ کو اعلیٰ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے: "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل"

مولا علی نے فرمایا: "ھذا صامت وانا ناطق"۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم مو، ۷؍صفر المظفر ۱۰ھ

(۱۷) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید ایک بڑے آستانے کا جاروب کش اور اور خود ساختہ سجادہ نشین ہے، آستانے کے بزرگ سلسلۂ نقشبندیہ سے تعلق رکھتے ہیں، پہلے صاحب مزار کے عرس کے موقع پر ختم خواجگان فاتحہ وعظ حلقۂ ذکر اور قل ہوا کرتا تھا، لیکن اب عرس کے اندر زید نے ایسی چیزیں شامل کردی ہیں جسے بھی اہل عقیدت خصوصا رامپور کے عقید تمندوں کو قلبی تکلیف ہے۔ مثلا

(۱) فلم۔ علماء سلف نے فوٹو اور فلم سے ہمیشہ نفرت کی ہے اور اسے حرام قرار دیا ہے، لیکن اس عرس میں فلم بنانے کا اہتمام کیا جاتا ہے، فوٹو کھینچے جاتے ہیں، سمجھانے کے باوجود بھی سجادہ صاحب کے عمل میں کوئی فرق نہیں آیا۔

(۲) آستانے سے تقریبا ایک میل کی دوری پہ قلعہ ہے، اس قلعہ کے اندر زید کے زیر اہتمام ایک میلہ لگتا ہے، جس میں بازار لگائے جاتے ہیں، جنسی کشش کا سامان ہوتا ہے، عورتوں اور مردوں کی بے حیائی اور بدکرداری نظر آتی ہے، صاحب مزار سے عقیدت کا کوئی جذبہ اس میلہ میں نہیں ہوتا۔

(۳) صاحب مزار کے عرس کے پروگراموں میں پہلے کسی صاحب سجادہ نے چہار بیت کو داخل نہیں کیا تھا، لیکن اب عرس کا آغاز لذت نفس کے لیے چہار بیت سے ہونے لگا۔

(۴) قوالی۔ ہمیں یہ معلوم ہے کہ قوالی کی اجازت کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ قوالوں اور سامعین کو کم سے کم تہجد گزار ہونا چاہئے اور یہ بھی ہے کہ اگر کوئی صوم وصال رکھتا ہو۔ یعنی بغیر افطار کے تین روزہ سے اس نے کچھ نہ کھایا ہو اور اس کے سامنے ایک طرف کھانا اور ایک طرف محفل سماع ہو تو اس کا طبعی میلان قوالی کی طرف ہو اور کھانے سے نفرت تو اس کے لیے قوالی جائز ہوسکتی ہے، بزرگوں نے یہ بھی بتایا ہے جو قوالی سننے یا سنانے کا اہل ہو اس کے لیے قوالی جائز ہے اور غیر اہل کے لیے حرام ہے۔

مندرجہ قوالی میں شرائط نہیں پائی جاتیں۔ لہذا جو شخص فوٹو کھینچنے اور کھنچوانے کے سامان مہیا کرتا ہے۔ میلا لگواتا ہے، صاحب مزار کے مقدس عرس میں ڈھول تاشے کا انتظام کرتا ہے، اس کے لیے از روئے شرع متین کیا حکم ہے اور یہ سب امور عند الشرع جائز ہیں یا ناجائز وحرام؟

المستفتیان: احمد یار خاں، چھٹن خاں، محمد ہارون صابری گریاں تالاب رامپور

الجواب

چہار بیت اور پٹھان راگ کیا ہے اس کی تفصیل سے ہم آگاہ نہیں اس لیے اس کا حکم نہیں بتا سکتے، قوالی میں اگر اشعار فحش ہوں تو بلا ساز کے بھی حرام وناجائز ہے۔ اور مضامین ٹھیک ہوں لیکن مزامیر

اور ساز کے ساتھ گائے جائیں یہ بھی حرام ہے۔ تفصیل اعلیحضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتوی میں دیکھی جائے۔

فلم اتارنا اور فوٹو تیار کرنا بلاشبہ حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے:"لعن الله المصورين"(قرطبی:١٤/٢٣٨)

اہتمام عرس اس میں جو باتیں حرام اور ناجائز ہوں یقیناً ان سے روکنا اور منع کرنا چاہئے۔ اور عورتوں کو قبر پر حاضر ہونا ہی شرعاً منع ہے۔ حدیث شریف میں ہے:"لعن الله زوارات القبور"

لیکن اگر آپ کا یہ منشا ہے کہ چونکہ عرس کے نام پر یہ خرابیاں کی جارہی ہیں اس لیے عرس بند کردیا جائے۔ (حالانکہ مزارات پر ایصال ثواب کے لیے مردوں کی حاضری وہاں قرآن خوانی اور وعظ وتقریر کی محفل جو در حقیقت کار ثواب ہے) تو یہ ایک غلط سوچ ہے اور شرعاً اس کی اجازت نہیں۔ لوگوں کو ان برائیوں سے روکنا چاہئے جو انہوں نے عرس کے نام پر رائج کر رکھی ہیں۔ اور جو امور وہاں شرعاً جائز ہیں۔ ان کو کرنا چاہئے، بلکہ ایسا کرنے والوں کی مدد کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ١٨ر صفر المظفر ١٠ھ

(١٨_١٩)**مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(١) دھات کی چین والی گھڑی پہننا کیسا ہے؟ اگر چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟ اور اتار کر پڑھے تو کیا حکم ہے؟

(٢) جیون بیمہ جو ہندوستان میں رائج ہے، اس کا کرنا یا کرانا کیسا ہے؟ بیمہ میں جمع شدہ رقم پر جو اضافہ ملتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام

محمد الیاس اشرفی مدرسہ اسلامیہ شمس العلوم کھہاری ناگور

الجواب

(١) فتاویٰ امجدیہ صفحہ ١٩٧/١٩٨ میں ہے:

سوال: ہاتھ میں گھڑی لگا کر نماز پڑھنا، اقامت کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر گھڑی چمڑے کے تسمہ یا فیتہ سے بندھی ہو تو باندھ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر کسی دھات سونے، چاندی، پیتل وغیرہ سے بندھی ہے تو نماز مکروہ ہوگی، اسے اتار کر نماز پڑھی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

ہمارا جواب بھی یہی ہے اور ایسے شخص کی اقتداء بھی نہ کرنی چاہئے جو دھات کی چین باندھنے کا عا

دی ہو، اگرچہ حالت نماز میں اتار دیتا ہو۔

(۲) احکام شریعت ص ۱۸۲ ر میں ہے: سوال: زندگی کا بیما شرعا جائز یا حرام؟

جواب: جب کہ یہ بیما صرف گورنمنٹ کرتی ہو اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے۔

اس مسئلہ کی مزید تفصیل فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ص ۱۱۳ ر میں کی گئی ہے۔ یہ بالکل قمار ہے۔ محض باطل، کسی عقد شرعی کے تحت داخل نہیں، ایسی جگہ غیر مسلموں سے جو عقود فاسدہ بغیر غدر کے جواجازت دی گئی ہے وہ اسی شرط سے مقید ہے کہ ہر طرح اپنا ہی نفع ہو۔ اعلیٰ حضرت کے زمانے میں چونکہ گورنمنٹ غیر مسلم عیسائیوں کی تھی، اس لیے اسے نفع کے ساتھ اجازت دی گئی تھی۔ اور اب جبکہ حکومت جمہوری ہے جس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں کی شرکت تو وہ اب ہر طرح ہی ناجائز ہے۔ جواز کی کوئی سبیل نہیں۔ فقط

والسلام واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۸ ر شعبان ۱۴۲۱ھ

(۲۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک ہندو سنار مر گیا۔ اس نے نابالغ لڑکا چھوڑا اور کچھ زمین لڑکے کے رشتہ داروں نے اس کے نابالغ ہونے کی وجہ سے زمین حکومت کو سپرد کر دیا، لڑکے کے بالغ ہونے تک کیلیے۔ گورمنٹ نے وہ زمین ایک مسلمان کو کچھ سالانہ مقرر کر کے دے دیا۔ لڑکے نے اس زمین کی واپسی کیلیے گورمنٹ سے درخواست کی، گورمنٹ نے اپنے اس قاعدہ کی وجہ سے کہ تمہاری آمدنی خرچ سے زائد ہے، اس لیے زمین واپس نہ ہوگی البتہ مقررہ سالانہ کی رقم کے تم حقدار ہو۔ سوال یہ ہے کہ وہ زمین گورمنٹ نے دی، واپسی پر وہ ہم سے مطالبہ کر سکتی ہے تو کیا شرعا اس زمین کو اس لڑکے کو واپس کرنا ضروری ہے؟ فقط

ولی محمد گواجی مقام و پوسٹ کنتھاریہ ضلع بھروچ۔

الجواب

جبکہ یہ زمین حکومت اپنے قانون کے مطابق مسلمان کو دے رہی ہے اور اس صورت میں مسلمان کی عزت کے خطرہ میں پڑنے کا کوئی امکان نہیں لہٰذا جائز ہے۔ کتبہ عبد العزیز عفی عنہ

الجواب صحیح عبد المنان اعظمی، الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ

(۲۱-۲۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) یہاں ایک مولوی صاحب ہیں جو کہتے ہیں کہ اگر بکر اپنی بیوی کے ساتھ شب میں صحبت کرنا چاہتا ہے اور ایک دفعہ صحبت کرنے کے بعد بغیر غسل کے پھر دوسری بار صحبت کرتا ہے، اگر دوسری بار سے

حمل ٹھہر گیا تو لڑکا حرامی ہوگا، کیونکہ صحبت کرنے کے بعد غسل کرنا فرض ہو جاتا ہے اور بغیر غسل کے دوسری بار صحبت نہیں کر سکتے۔

(۲) یہاں قیام وسلام کا جھگڑا بھی ہے، یہاں کی مسجد کے جو امام ہیں وہ میلاد میں قیام نہیں کرتے بلکہ جب قیام کا وقت آتا ہے تو اٹھ کر چلے جاتے ہیں اور بعض مرتبہ رہتے ہیں بوقت قیام وہ تنہا بیٹھے رہتے ہیں اور بقیہ سب لوگ قیام کرتے ہیں۔ان کے پیچھے نماز پنج گانہ یا جمعہ وغیرہ جائز ہے یا نہیں۔

بینوا توجروا المستفتی محمد بدر الھدی غفرلہ۔او۔اے آئی۔سینٹر سیرواں سال ۱۰ راگست ۵۹ء

الجواب

(۱) مولوی صاحب نے جو مسئلہ بتایا غلط اور جھوٹ ہے۔خود رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے ایک ہی غسل سے کئی بار صحبت فرمائی حدیث شریف میں ہے: "عن انس قال کان النبی ﷺ یطوف علی نساءہ بغسل واحد،، (مسند احمد:۳/۹۹) ہاں افضل اور بہتر یہ ہے کہ ایک بار صحبت کے بعد دوبارہ صحبت کرنا ہو تو کم از کم وضو کرے یا کلی کر کے ہاتھ منہ دھولے۔

(۲) آجکل قیام وسلام وغیرہ مبرات سے انکار وہابیہ دیوبندیہ وغیرہ گمراہ فرقوں کا شعار بن چکا ہے،اس لیے آپ اپنے امام کے بارے میں تحقیق کریں۔اگر اس کی گمراہی حد کفر کو پہنچ چکی ہو تو اس کے پیچھے نماز باطل ہوگی اور اگر اس کی گمراہی اس حد تک نہ پہنچی ہو تو نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔بشرط استطاعت ایسے شخص کو امامت سے علیحدہ کرنا واجب ہوگا۔

عالم گیری میں: " وحاصلہ ان کان ہویٰ لا یکفر صاحبہ تجوز الصلاۃ خلفہ مع الکراھۃ والافلا ،،(عالمگیری ۱/۱۰۷) ۔واللہ تعالی اعلم۔

عبدالمنان اعظمی مبارکپور اعظم گڑھ ۶ رجمادی الآخر ۵۷ھ

(۲۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

مسجد میں سہرا وغیرہ نکاح کے موقع پر چند آدمیوں کا آواز ملا کر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟۔

المستفتی شکر اللہ، ابراہیم پور اعظم گڑھ

الجواب

سہرے میں اگر کوئی بات منافی شرع نہیں تو اس کا مسجد میں پڑھنا جائز ہے۔شامی میں ہے:" فما کان منہ الوعظ والحکم وذکر نعم اللہ تعالی وصفتہ المتیقن فھو حسن وما کان من ذکر الاطلال والازمان والامم فمباح وما کان من ھجو و سخف فحرام وما کان من

وصف الخدود والقدود والشعور فمکروہ ،، یونہی اگر بقیہ سامعین اور چند آدمی ایک ساتھ مل کر پڑھ رہے ہوں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ "فقد اخرج الطحاوی فی شرح معانی الاثار انه ﷺ نهی ان تنشد الاشعار فی المسجد ثم وفق بینه وبین ما ورد انه ﷺ وضع لحسان ينشد عليه على ما كانت قريش تهجو به ونحوه فما فيه ضرب او على ما يغلب على المسجد حتى يكون اكثر من فيه متشاغلا به فما غلب عليه كره وما لا فلا ۔ دیکھو کس طرح امام طحاوی فرماتے ہیں کہ مسجد میں جتنے لوگ ہیں ان میں کے بیشتر شعر ہی پڑھنے لگیں تو مکروہ، اگر ایسا نہ ہو دو چار آدمی ہی پڑھیں تو کراہت نہیں۔ عبدالمنان اعظمی مبارکپور اعظم گڑھ

(۲۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

بعد سلام کے واضح ہو کہ آپ کی خدمت میں ایک مسئلہ پیش کر رہا ہوں امید ہے جواب سے نوازیں گے، کچھ لوگ کہتے ہیں جرسی گائے کا دودھ مکروہ ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اور اس کا دودھ پینا درست ہے یا نہیں؟ اور رہن کھیت کے بارے میں کیا حکم ہے؟ رہن کھیت لے سکتے ہیں یا نہیں؟ زیادہ کیا عرض کروں بندہ جواب کا منتظر رہے گا۔ المستفتی محمد اسرائیل اردو بازار چوک۔ مورخہ ۱۳ محرم الحرام

الجواب

جرسی گائے کے بارے میں ہماری کوئی تحقیق نہیں۔ سنا جاتا ہے کہ نر خنزیر سے جفتی کے نتیجہ میں ہی یہ نسل وجود میں آتی ہے، اگر واقعہ یہی ہو تو بھی جرسی گائے اور اس کا دودھ حلال ہے کہ شریعت میں جانوروں کا نسب ماں کی طرف سے مانا جاتا ہے، ماں گائے ہے تو اس کا بچہ بھی گائے ہی ہے۔ جو حکم اس کا وہی حکم بچہ کا، باپ حلال جانور ہو یا حرام اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ حکم فتویٰ کا ہے، اگر کسی کی طبیعت اس دودھ سے انکار کرتی ہے تو اس پر بھی جبر اور زبردستی نہیں۔

کھیت رہن رکھنا جائز لیکن جس کے پاس کھیت رکھا گیا اس کا کھیت سے بلا معاوضہ فائدہ اٹھانا جائز نہیں، ہاں الگ سے انتفاع کا معاوضہ ادا کیا کرے تو اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۶ محرام الحرام ۱۴۱۵ھ

(۲۵۔۲۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) گیس کا استعمال جائز ہے یا ناجائز؟ کیا گیس پاک ہے؟ مدلل جواب سے نوازیں۔

(۲) فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ نمبر ۲۵۱ میں تحریر کہ "کما بيناه فی اجل التحبير فی حكم السماع بالمزامير" یہ عبارت کس کتاب سے اخذ ہے حوالہ دینے کی زحمت کریں۔

(۳) امام صاحب ایک رکعت میں کم سے کم تین بار کھنکارتے ہیں جس سے مقتدیوں کو گھبراہٹ ہوتی ہے، ویسے ماشاء اللہ نوعمر ہیں اور تندرست، امام صاحب کو دو سال ہو رہا ہے، داڑھی کو اس طرح رکھتے ہیں کہ ہے، صرف آڑی والی قینچی سے مونچھ قدرے کترواتے ہیں، چہرہ نہیں بنواتے آڑی والی قینچی سے داڑھی کافی چھوٹی رکھتے ہیں، جیسا کہ آج کل فیشن والی داڑھی اسکول والے لڑکے مسلم وغیر مسلم رکھتے ہیں، ایک مشت سے بہت ہی کم ہے، فیشن والی داڑھی، ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں جواب سے نوازیں۔

المستفتی محمد نادر حسین شاہ جہاں پور (یوپی)

الجواب

جو گیس زمین سے قدرتی طور پر نکلتی ہے اس کو پاک ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُم مَّا فِى الْأَرْضِ جَمِيْعاً﴾ [البقرة: ۲۹] اور آج کل کچھ گیس نجس چیزوں سے بھی حاصل کی جاتی ہے، بہر حال یہ گیس ہو یا وہ گیس دونوں کا استعمال جائز ہے اور اس سے جو کپڑا، یا کھانا جو پکا یا ناپاک اور ناجائز نہیں ہوتا۔ بہار شریعت میں عالم گیری اور شامی کے مسائل نقل کئے ناپاک چیز کا دھواں کپڑے یا بدن کو لگے تو ناپاک نہیں۔ ناپاک چیز کے جلانے سے جو بخارات اٹھیں ان سے بھی نجس نہ ہوگا، اگر چہ کپڑا نم ہو جائے، ہاں نجاست کا اثر اس میں ظاہر ہو تو نجس ہو جائے گا، آگ کا دھواں روٹی میں لگا تو روٹی ناپاک نہ ہوگی تو گوبر گیس کے استعمال میں بھی حرج نہیں ہوگا۔

(۲) یہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ کے ایک رسالہ کا نام ہے جو مزامیر کے ساتھ سماع سننے کے موضوع پر ہے۔

(۳) بہار شریعت میں درمختار سے مسئلہ ہے، کھنکارنے میں جب دو حرف ظاہر ہوں جیسے آخ تو مفسد نماز ہے جب کہ نہ کوئی عذر ہو نہ کوئی صحیح غرض، اگر عذر سے ہو مثلاً طبیعت کا تقاضا ہو یا کسی صحیح غرض کے لیے مثلاً آواز صاف کرنے کے لیے یا امام سے غلطی ہوگئی ہے اس لیے کھنکار رہا ہے کہ درست کر لے یا اس لیے کھنکار رہا ہے کہ دوسرے کو اس کا نماز میں ہونا معلوم ہو ان صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوئی، آپ اپنے امام صاحب سے کہئے کہ غلط عادت ترک کریں، داڑھی حد شرع سے کم رکھنے والا فاسق معلن ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے کہ پڑھ لیا تو دہرائے، ایسے آدمی کو امام بنانا گناہ اور امام ہو گیا ہو تو بشرط استطاعت اس کو امامت سے علاحدہ کرنا واجب ہے۔ شامی میں ہے: "مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم "(شامی: ج۲/ ۲۰۰) واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۷ جمادی الاخری ۱۴۱۵ھ

(۲۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید بکر کو اپنے ساتھ پڑھنے کے لیے لایا، زید بکر کے ساتھ کھاتا پیتا گھومتا ہے اور بکر الگ کمرے میں رہتا ہے، زید کا کسی بچے سے جھگڑا ہو گیا تو اس بچے نے زید پر یہ الزام لگایا کہ زید بکر سے غلط محبت کرتا ہے، یہ شکایت استاذ کے روبرو پہنچی، استاذ نے تمام بچوں کو بلا کر پوچھا کہ بتاؤ کہ زید بکر سے اچھی محبت کرتا ہے یا بری؟ کچھ بچوں کا بیان ہے کہ زید بکر سے اچھی محبت کرتا ہے اور کچھ بچوں کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کو کچھ معلوم نہیں ہے، زید بکر سے اچھی محبت کرتا ہے یا بری اور چار بچوں کا یہ بیان ہے کہ زید بکر سے بری محبت کرتا ہے۔ زید اور بکر کا یہ بیان ہے کہ میں اللہ ورسول ﷺ کو حاضر وناظر سمجھ کر کہتا ہوں کہ بری محبت نہیں کرتا ہوں، بلکہ سچی محبت کرتا ہوں۔ فیصلہ کرنے والوں نے زید وبکر کی بات کو نہ مانا بلکہ چار بچوں کی گواہی کو مانا اور اس پر فیصلہ کر دیا اور یہ سزا مقرر کر دیا (۱) زید بکر سے بلا وجہ نہ بول سکتا ہے نہ ساتھ کھانا کھا سکتا ہے نہ گھوم پھر سکتا ہے نہ کوئی کام کر سکتا ہے۔ (۲) زید کمرے سے نکل جائے۔ (۳) زید اعلانیہ توبہ کرے (۴) زید اٹھ بیٹھ کرے۔ زید اور بکر نے بمشکل یہ تمام سزائیں حل کیا ہے، لہٰذا آپ سے عاجزانہ درخواست ہے کہ غلط گواہی دینے والے پر اور غلط فیصلہ کرنے والے پر از روئے قرآن وحدیث ان لوگوں پر کیا حکم ہے؟ مفصل اور مدلل جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی، محمد شرف عالم دار العلوم سرکار آسی سکندر پور ضلع بلیا یوپی

الجواب

صورت مسئولہ میں طلبہ کے اس فریق کا ذکر بیکار ہی ہے جو نفی اور اثبات کسی قسم کی شہادت نہیں دیتا بلکہ اپنی لاعلمی ظاہر کرتا ہے، اس لیے اس امر کی تنقیح بھی غیر ضروری ہے کہ زید وبکر میں محبت ہے یا نہیں؟ کیونکہ دونوں نے ہی قسم کھا کر اس کا اقرار کیا ہے کہ ہم بری محبت نہیں کرتے سچی محبت کرتے ہیں، اس لیے طلبہ کے وہ دونوں فریق جن میں ایک زید وبکر کے درمیان اچھی محبت کی گواہی دیتا ہے اور دوسرا بری محبت کی تو بظاہر دونوں جماعتوں کی گواہی میں تعارض نظر آتا ہے، لیکن حقیقت میں ان میں کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ محبت۔ دل کے میلان کا نام ہے تو کوئی دوسرا شخص زید کے میلان طبع کے بارے میں اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ تو بیرونی مظاہر اور خارجی اثرات سے ہی کر سکتا ہے یعنی اگر کسی نے زید وبکر کو باہم بری حرکتیں کرتے ہوئے نہیں دیکھا یا جب دیکھا تو ان کے اختلاط اور بات چیت کو حدود شرع کے اندر ہی دیکھا تو وہ کہے گا کہ ان دونوں میں اچھی محبت ہے۔ اور جو بری حرکتیں کرتے دیکھے گا تو کہے گا کہ ان دونوں میں بری محبت ہے۔ تو اس تفصیل کی روشنی میں یہ ظاہر ہو گیا کہ جن لوگوں نے یہ کہا کہ اچھی محبت ہے ان لو

گوں نے دراصل یہ گواہی دی ہے کہ ہم لوگوں نے ان کو کبھی بری حالت میں نہیں دیکھا ہے۔ اور جن لوگوں نے یہ گواہی دی ہے کہ ان میں بری محبت ہے تو انھوں نے بھی دراصل یہ گواہی دی ہے کہ ہم نے ان کو بری حالت میں دیکھا ہے۔ ان دونوں نے اپنے اپنے مشاہدہ کی گواہی دی ہے تو ان دونوں باتوں میں کہاں تعارض ہے؟ لیکن ایک فریق کے نہ دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان دونوں میں برا تعلق ہے ہی نہیں، خصوصاً اس صورت میں کہ چار آدمی بری حالت میں دیکھنے کی گواہی دے رہے ہیں اس لیے کہ فقہاء وائمہ فرماتے ہیں کہ نفی کی گواہی گواہی ہی نہیں (بہار شریعت۔ درمختار) پس اچھی محبت کی گواہی دینے والے بھی چونکہ نفی کے گواہ ہیں، اس لیے فریق اول کی طرح ان کی گواہی بھی بیکار گئی۔ رہ گئے وہ چار طالب علم جو بری محبت ہونے کی گواہی دے رہے ہیں تو ان میں اگر وہ ہی عاقل بالغ اور عادل ہیں تو ان کی گواہی معتبر ہے اور زید و بکر لاکھ قسم کھائیں سزا کے مستحق ہیں۔ اور اگر گواہ قابل بھروسہ نہ ہوں تو قسم کے بعد زید و بکر کا قول معتبر ہوگا۔ اور واقعۃ ان دونوں گروہ میں کون جھوٹا اور کون سچا ہے اس کا معاملہ خدا پر چھوڑا جائے گا۔ اور بالفرض زید و بکر کو ہی سچا مان لیا جائے تو استاذ نے ان کو کیا غلط سزا دی ہے جو کہ انھیں اٹھنے بیٹھنے کی سزا دی ہے اس کا تو استاذ کو حق حاصل ہے۔ عینی میں حدیث ضغطہ جبرئیل کی شرح میں ہے: "لا یضرب الصبی الا ثلثا" طالب علم کو تین بار ہلکی مار مارا جا سکتا ہے۔

شامی میں ہے: "المعلم الما مو ر یضر به بنیا بته عن الا دب لمصلحة والمعلم یضرب بحکم الملك"۔ (جلد سوم ص ۱۸۹)

معلم جسے باپ نے اجازت دی ہو باپ کی نیابت میں مصلحتاً اور بادشاہ کے حکم سے مار سکتا ہے، تمام مدارس کا عرف یہی ہے کہ ان کے سرپرستوں کی طرف سے استاذوں کو سرزنش اور تنبیہ کی اجازت ہوتی ہے۔

بادشاہ پسر بہ مکتب داد — لوح سیمینش در کنار نہاد

برسر لوح او نبشتہ بزر — جور استاد بہ ز مہر پدر

اور یہاں مارنا تو دور رہا بیچارے استاذ نے کان پکڑی کرادی تو سعادت مند شاگرد کی طرف سے مسئلہ پوچھا جا رہا ہے۔ بقیہ جن باتوں کی ہدایت کی گئی ہے ان پر تو زید کو از خود عمل کرنا چاہئے تھا۔ حدیث شریف میں ہے کہ۔ اتقوا موا ضع التهم (اتحاف السادۃ المتقین: ۷۸۳/۱) ۔ تہمت کی جگہ سے بچو واضح ہو کہ شریعت میں اس قسم کی ڈانٹ پھٹکار۔ روک ٹوک مار پیٹ کو تعزیر کہا جاتا ہے، اس لیے یہ ضروری نہیں کہ متعلقہ شخص شرعی مجرم ہی ہو۔ شامی میں ہے۔ انه قد تکون بدون المعصیة کضرب الصبی

والمتھم کنفی من خیف من فتنتہ بجمالہ تعزیر۔ صرف گناہ ہی پر نہیں ہوتی بغیر گناہ کے بھی تعزیر کی جاتی ہے جیسے چھوٹے بچے کو مارتے ہیں اور خوبصورتی کی وجہ سے فتنہ کا ڈر ہو تو گھومنے پھرنے یا کسی جگہ آنے جانے سے روک دیا جاتا ہے، یہ خاص اس مسئلہ کا جزیہ ہوا۔ الغرض استاذ نے زید و بکر کو رہائش کی جن احتیاطوں کا حکم دیا ہے موجودہ بدنامی کی صورت میں بہت مناسب ہے، اگر انہیں یہ بھی قبول نہیں تو ان کو مدرسہ میں رہنے کی کیا ضرورت ہے؟ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۲ر رجب ۱۴۱۵ھ

(۲۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

کہ مشورہ لینا سنت الٰہیہ ہے، ایسا کہنا کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز؟ اور ایسا کہنے والا کیسا ہے؟ از روئے شرع کوئی حکم عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ ایک عالم نے مشورہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے کہا کہ مشورہ سنت الٰہیہ بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے مشورہ لیا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ ﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ [البقرة: ۳۰] اس پر ایک آدمی نے کہا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مشورہ کا محتاج ہے۔ عالم نے جواب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ مشورہ کا محتاج نہیں۔ بلکہ بندوں کے لیے اس میں تعلیم ہے۔ لیکن وہ نہیں مانا۔ اور عالم کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دیا۔

لہٰذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا واقعی عالم کے پیچھے نماز جائز نہیں؟ کیا عالم پر توبہ وغیرہ لازم ہے یا معترض کا اعتراض غلط ہے، شریعت کی روشنی میں وضاحت کے طور پر جواب ارشاد فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی، محمد الیاس اشرفی مدرسہ شمس العلوم گھوسی

الجواب

مشورہ لینے کو سنت الٰہیہ کہنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۱۲۴ میں ہے، اتنی سی بات ایسی نہیں کہ جس کے سبب اس کے ہاتھ پر بیعت ناجائز ہو۔ خصوصاً جب کہ اسنے تصریح کر دی ہے کہ اسے حاجت مشورہ نہیں، بندوں کے ارشاد کے لیے ایسا کیا تو اس سے جو وہم پیدا ہوتا وہ بھی اس نے دفع کر دیا، صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں "استشارنی ربی فی امتی ثلاثا"۔ مجھ سے میرے رب نے میری امت کے بارے میں تین بار مشورہ چاہا۔

پس معترض کا اس عالم پر اعتراض غلط اور اس بنیاد پر عالم کے پیچھے نماز چھوڑنی جہالت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو، ۹ شعبان ۱۴۱۶ھ

(۳۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین نقشہ ذیل کے بارے میں کہ

۲ ۴ ۴ ۳ ۴ ۳

فجر ظہر عصر مغرب عشاء وتر

۶ نمبر تہجد ایمرجنسی میں ملائیں اور تمام پریشانیاں فوراً حل کرائیں

نوٹ:- دو آنسوؤں کا ٹوکن ڈالنا نہ بھولیں۔

۳۰ سنت مؤکدہ اور نوافل کے ذریعہ کنکشن بڑھایا جاسکتا ہے۔

نمبر خصوصی سروس کے (رمضان المبارک) کو یاد رکھیں

پیش کش:- عبد الرحمن نفیس

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ

زید نے مندرجہ بالا نقش بنا کر عوام کو نماز کی طرف راغب کرنے کی غرض سے مسجد کی دیوار پر چسپاں کر دیا، ایسا نقش بنانا اور مسجد کی دیور پر چسپاں کرنے کے فعل کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی، فیضان احمد علی گنج بازار چھپرا ضلع باداں راجستھان۔ ۲۸ جولائی ۱۹۹۳ء

الجواب

سوال کے ساتھ منسلک پرچہ میں لوگوں کو نماز وروزہ کی طرف متوجہ کرنے کے لیے ان عبارتوں کو رسل رسائل کے مروجہ اصطلاحی ناموں کے ساتھ موسوم کیا گیا، ہمارے نزدیک اس میں کوئی قباحت نہیں، کہ تعبیر کرنے والے کا مقصد بھی اچھا ہے اور تعبیر بھی قبیح نہیں، خود حدیث شریف میں ہے حالت نماز کو اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، ارشاد نبوی ہے: "فانه يناجي ربه" اور اصطلاح میں فون بھی بات چیت کا ایک آلہ ہے جس سے ایک شخص دور کے مخاطب سے بات کرتا ہے اور نماز تہجد اور ماہ رمضان المبارک بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے قریب کرنے کا خاص موسم ہے، اس لیے اس پرچے کے شائع کرنے والے پر کوئی شرعی حکم لاگو نہیں ہوتا۔ ہاں اگر سیدھی سادھی اسلامی تعبیریں ہوتیں تو اور بہتر تھا واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۲ر صفر المظفر ۱۴۱۴ھ

(۳۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) زید لیٹے لیٹے کتب بینی کرتا ہے تو عمرو کا کہنا ہے کہ اس طرح سے کتب بینی کرنے سے بینائی کم ہو جائے گی اور خالد کہتا ہے کہ لیٹے لیٹے کتب بینی کرنے سے بینائی نہیں جاتی البتہ جب لیٹ کر کتاب پڑھے تو بائیں طرف چراغ رکھے، داہنی طرف چراغ رکھنے سے بینائی کم ہو جاتی ہے، اب دونوں میں کس

کا قول صحیح ہے اور صحیح طریقہ کیا ہے۔

(۲) زید کے کبوتر بلی نے پکڑ کر کھا لیے تو عمرو نے بلی کو لاٹھی ماری، بلی مرگئی، اب عمرو پریشان ہے کہ میں نے غصے میں بڑی غلطی کی، لہٰذا حضور اب عمرو کو کیا کرنا چاہئے، اگر کفارہ واجب ہے تو تفصیل سے پورا طریقہ تحریر فرمائیں، نیز جن لوگوں کے ہاں کبوتر مرغی وغیرہ پلتے ہیں وہ لوگ بلیوں کو خاص طور سے تلاش کر کے مارتے ہیں، ان لوگوں کے لیے کیا حکم ہے؟ ۲۱ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ

الجواب

(۱) اس مسئلہ کی تصریح حدیث وفقہ کی کتابوں میں ہماری نظر سے نہیں گذری، ان امور کا تعلق آداب سے ہے بزرگوں سے سنا ہے کہ بعد عصر غروب آفتاب کے قریب لکھنا پڑھنا منع ہے، ایک حدیث بھی سناتے ہیں "من احب کریمتیه فلا یکتبن بعد العصر " مگر اس کا حوالہ مجھے نہیں ملا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب احیاء العلوم جلد ثانی میں ہے "اربعة تقوی البصر. الجلوس نحو القبله والکحل عند النوم ، والنظرة الی الخضرة. وتنظیف الملبس " چار چیزیں نظر کو تقویت دیتی ہیں ، قبلہ رخ بیٹھنا، سوتے وقت سرمہ لگانا، ہریالی دیکھنا، اور لباس صاف ستھرا رکھنا، اسی طرح چار چیزیں نظر کو کمزور کر دیتی ہیں۔ غلاظت دیکھنا، سولی پر چڑھے ہوئے آدمی کو دیکھنا، عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا، اور قبلہ کی طرف پشت کر کے بیٹھنے کی عادت ڈالنا۔

یہ بھی سنا یا دیکھا کہ سورج کی طرف تاکنے سے نظر جاتی رہتی ہے اور چاند اور مصحف شریف کو دیکھنے سے روشنی بڑھتی ہے، آپ نے سوال میں جو بات ذکر کی اس کا ذکر آج کل کی طبی کتاب میں ملا کہ کم روشنی میں یا بہت باریک تحریر پڑھنے سے روشنی کم ہو جاتی ہے۔ پڑھتے وقت روشنی بائیں کندھے کے اوپر سے آنی چاہئے، سامنے یا داہنی طرف سے ہرگز نہیں آنی چاہئے، روشنی کی چمک سے آنکھوں کو بچانا چاہئے پڑھتے لکھتے وقت زیادہ جھکنا نہیں چاہئے اور کتاب کو آنکھ سے تیرہ انچ کے فاصلہ پر رکھنا چاہئے۔

(رہبر صحت صفحہ ۷۹)

یہ سب باتیں تجربیات اور ظنیات سے تعلق رکھتی ہیں، ان پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۲) عالمگیری میں ہے " الهرة اذا کانت موذیة لا تضرب ولا تعرك اذنها بل یذبح بسکین حاد"

بہار شریعت میں اس کا ترجمہ ہے اگر بلی ایذا پہنچاتی ہے تو اسے تیز چھری سے ذبح کر ڈالیں اسے ایذا دے کر نہ ماریں۔ اگر کبوتر صرف دل بہلانے کے لیے پالا تھا، اس کو اڑاتا نہ تھا تو بلی کا اس کو کھانا ایذا

دینا ہے اور اگر کبوتر بازی کرتا تھا تو خود کبوتروں کو ذبح کرنے کا حکم ہے تو بلی نے اسے کھا کر کچھ ایذا نہ پہنچائی، اسی اصول سے آپ بلی کا حکم نکال لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(۳۲۔۳۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ

جگر پور شہر کے مسلمانون میں ایک فرقہ ایسا ہے جو اپنے آپ کو تیلی مسلمان سچا اور پکا سنی صحیح العقیدہ کہتا ہے، یہ فرقہ نئی نئی شریعتیں گڑھ کر ہمیشہ ہی شہر کے مسلمانون کو آپسی انتشار میں مبتلا رکھتا ہے، اپنے مفاد کے لیے ہمیشہ نئی نئی حدیثیں پیش کرتا رہتا ہے، اس کی وجہ سے آج عام مسلمانوں کا جینا دشوار ہوگیا ہے، اس لیے گذارش ہے نیچے لکھے گئے سوالوں کا جواب شریعت۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں کھلے الفاظ میں دینے کی مہربانی فرمائیں تا کہ عوام کے ذہن میں آسانی سے سمجھ آسکے، امید ہے کہ اسلام کی حفاظت اور آنے والی نسلوں کو گمراہی اور گناہوں سے بچانے کے لیے آپ اس معاملہ میں ہماری مدد فرمائیں گے۔ آپ کی اس مدد کا صلہ پروردگار عطا کرے گا اور شہر جگر پور کی مسلم سنی جماعت آپ کی تا قیامت احسان مند رہے گی۔

(۱) تیلی جماعت وبرادری کے لوگ اپنے ناموں کے ساتھ ترپن (۵۳) گوتر لگاتے ہیں جیسے نروان، چوہان، بھنڈ، سراں وغیرہ تو کیا اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے؟ گوتر کے لگانے پر کیا حکم عائد ہوگا؟

(۲) اسلام نے جن رشتوں میں نکاح حلال قرر دیا ہے اسے یہ لوگ حرام قرار دتے ہیں اور ایک گوتر میں آپس میں رشتہ نہیں کرتے جیسے کہ بھائی بھائی، بھائی بہن، یا ماموں خالہ، کی اولاد اگر ایک ہی گوتر سے ہیں تو ان کی شادی بیاہ کو حرام قرار دیتے ہیں، علمائے دین کا اس پر کیا فرمان ہے۔

المستفتی، سلیم رضا

الجواب

(۱) اپنے نام کے ساتھ خاندان کا سر نیم لگانا شرعاً منع نہیں۔ قرآن شریف میں ہے:

﴿یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاکُمْ﴾ (الحجرات:۱۳) " البتہ خاندان وبرادری پر فخر کرنا ناجائز اور منع ہے اور حتی الامکان حالت کفر کے القاب سے پرہیز چاہئے۔

(۲) کسی جائز کام پر عمل نہ کرنا اور بات ہے اور اس کو حرام سمجھنا اور بات ہے، اگر آپ کے وہاں

کے تیلیوں میں یہ رسم کہ چچازاد بھائی بہنوں میں شادی نہیں کرتے تو یہ ایک رسم ہے اور اگر ایسی رشتہ داری کو وہ حرام سمجھتے ہیں جیسا کہ سائل کی تحریر ہے تو یہ قرآن شریف کا انکار اور کفر ہے۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ [النساء: ٢٤]

واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی

(۳۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ

زید نے دوران تقریر کہا کہ تیرے رسول نے ارشاد فرمایا بکر نے اعتراض کیا کہ ایسا کہنا جائز نہیں، کیونکہ وہ اللہ کے رسول ہیں دلیل میں بکر نے کلمہ طیبہ کا حوالہ پیش کیا کہ وہ تو اللہ کے رسول ہیں تو کیا بکر کا قول درست ہے؟

المستفتی مولینا رضوی صاحب رامپور پوسٹ نیر ضلع بیساء

الجواب

رسولوں کا تعلق خدا اور بندہ دونوں سے ہوتا ہے، اس لیے ان کی نسبت بھی دونوں طرف کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف بھیجنے والے کی حیثیت سے اور بندوں کی طرف اس حیثیت سے کہ ان کے پاس ان کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا۔

مشکوۃ شریف باب عذاب القبر میں ہے جب قبر میں فرشتے "من ربك وما تقول فی هذا الرجل" کہیں گے تو بندہ جواب میں نبی محمد ﷺ کہے گا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ التحیۃ والثناء کو امتی میرے نبی اور میرے رسول کہہ سکتا ہے۔

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی واللہ تعالیٰ اعلم ۱۰ جمادی الاولی ۱۴۱۶ھ

(۳۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ زید کہتا ہے کہ فٹ بال جیسے عام طور پر کھیلا جاتا ہے، جائز ہے، ستر کو چھپا کر اور بکر کہتا ہے کہ جائز نہیں، عام ازیں چاہے ستر ڈھکا ہو یا نہیں۔ خصوصاً امام کے لیے اور اس کے پیچھے نماز کی درستگی کیسی ہے مہربانی کر کے جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی محمد سلطان رضا مقام برواڈیہ پورب کیشواری وایا سریا ضلع گرڈیہہ (جھارکھنڈ)

الجواب

فٹ بال کو کھیل کو دسمجھ کر بطور لہو ولعب کھیلنا جس کا مقصد تفریح اور نمائش ہو جیسا کہ آج کل عام طور پر ہوتا ہے ناجائز ہے۔ حدیث شریف میں ہے "کل لهو المسلم حرام" والله تعالى اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ

(۳۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

ایک تحریک دعوت اسلامی جس کے امیر مولانا محمد الیاس قادری اور سرپرست مفتی عبدالحلیم صاحب ناگپوری ہیں، اپنے سنی صحیح العقیدہ اور مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہونے کا دعویٰ کرتی ہے تو کیا اس تحریک کا تعاون کیا جاسکتا ہے؟ اس کے اجتماعات میں شرکت کی اجازت ہے؟ جواب باصواب مرحمت فرمائیں۔ عند اللہ عزوجل وعند الرسول ﷺ ماجور ہوں۔

المستفتی محمد نیر رضا آنولوی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

الجواب

مجھے امیر جماعت دعوت اسلامی کی ذاتی معرفت نہیں، حضرت مولانا وقار الدین صاحب مفتی دارالعلوم امجدیہ کراچی اور مولوی قاری حافظ رضاء المصطفی خطیب میمن مسجد کراچی نے ان کے سنی صحیح العقیدہ ہونے کی تصدیق کی ہے، اول الذکر نے اپنی تحریر میں ان پر بدمذہبی کا الزام لگانے والوں کی مذمت کی تھی، ثانی الذکر نے زبانی بات چیت میں بتایا، آپ کے ادارہ کے نائب مفتی حضرت مولانا نظام الدین صاحب سے ان کی ملاقات ہے، آپ مزید معلومات ان سے کریں۔

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۲ر محرم الحرام ۱۴۱۷ھ

(۳۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) کہ "۷۸۶" اور "۹۲" لکھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۲) کیا "بسم اللہ الرحمن الرحیم کی جگہ ۷۸۶، اور محمد ﷺ کی جگہ ۹۲ لکھنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو اس کی نوعیت کیا ہے؟ اس کے اعداد کس طرح نکالے جائیں گے۔

(۳) بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ۷۸۶ یہ دراصل اہل ہنود کے بھگوان ہرے کرشنا، کے نام کے اعداد ہیں، اس کے تمام نمبروں ٹوٹل کرنے سے ۷۸۶ ہوتا ہے، لہذا ۷۸۶ لکھنا یا بولنا شرک وبدعت ہے تو ایسے شخص پر شرعی حکم کیا ہے؟

نوٹ: ان سوالات کے جواب حتی المقدور قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل طریقے سے تحریر فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔ المستفتی: محمد اصغر رضا القادری، متعلم جامعہ امجدیہ گھوسی

الجواب

حدیث شریف میں ہے: ہر اچھے کام کی ابتدا بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کرنی چاہئے:

کل امر ذی بال لا یبدأ فیہ ببسم اللہ فھو اقطع۔ (الدر المنثور: ۱/۱۰)

اس حدیث کی امام عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی شرح بخاری کی ابتدا میں تصریح فرمائی ہے۔
تحریری کام کی ابتدا میں اس کو قلم سے لکھنا ضروری نہیں۔ زبان سے بھی کہہ دیا جائے تو سنت ادا ہو جائے گی اس امر کی تصریح بخاری کی شرح میں امام عینی نے کی، اور حضرت مولانا عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح جامی میں فرمائی، لیکن القلم احد اللسانین۔ تحریر کی ابتدا میں افضل یہ ہوگا کہ دونوں ہی طریقوں سے اس مبارک کلمہ کو ادا کیا جائے۔ اور تحریر کی صورت میں کسی ایک رسم الخط کی پابندی نہیں، آدمی کسی بھی رسم الخط میں لکھ سکتا ہے، یہ کہنا کہ صرف عربی رسم الخط ہونا چاہئے، ہندی میں لکھنا بدعت ہے، اپنی جہالت کا ثبوت ہے۔

عددی تحریر کا نام رمزی رسم الخط ہے۔ جس میں تمام حروف تہجی کے لیے اعداد کا استعمال ہوتا ہے جیسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی رمزی تحریر کی تفصیل اس طرح ہوگی۔

۲،۶۰،۴۰،۱،۳۰،۳۰،۵،۱،۳۰،۲۰۰،۸،۴۰،۵۰،۱،۳۰،۲۰۰،۸،۱۰،۴۰۔

ان اعداد کی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے مفردات پر دلالت التزامی ہے۔ دلالت التزامی کی بھی وہ قسم جس میں لازم وملزوم کے تصور سے جزم باللزوم ہوتا ہے، ان اعداد کو اسی ترکیب سے لکھا دیکھ کر یہ پتہ چل جائے گا کہ بسم اللہ شریف کی رمزی تحریر ہے۔ اور ان اعداد کا مجموعہ بسم اللہ شریف کا اجمال ہے، تو یہ عددی تحریر بھی ایک رسم الخط ہی ہے، اور اس تحریر میں لکھنا بھی ابتدا بسم اللہ کے عموم میں داخل ہے تو اس کو بدعت ممنوعہ میں داخل کرنا نری جہالت اور لاعلمی ہوگی۔

مذکورہ بالا تفصیل سے ظاہر ہوا کہ عددی تحریر کے لیے وضع جدید اور اصطلاح ومحاورہ خاص کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ اصحاب علم تکسیر نقوش کے لیے آیات واسمائے الٰہی کے اعداد نکال کر اسی اصول پر تعویذوں کی خانہ پوری کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فتاوی رضویہ نہم ص ۱۱۲ پر فرماتے ہیں:

کفار کو اگر نقوش دیئے جائیں تو مضمر، انہیں مظہر کی اجازت نہیں۔

اور تاریخ گو اد باو شعرا بھی انہیں خطوط پر اشیاء اور حوادث کی تاریخ بیان کرتے ہیں۔ اور اختصار و اجمال کا یہ طریقہ خاص طور سے اہل اسلام میں شائع وذائع ہے۔ بلکہ خود معاملات شرع میں بھی حروف تہجی کے ذریعہ یہ اجمال واختصار جاری وساری ہے، عام طور سے لفظ "حوقل" سے لاحول ولاقوۃ کے کہنے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ لفظ "تہلیل" سے لا الہ الا اللہ کہنے کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور لفظ "استرجع" کہہ کر یہ مراد لیا جاتا ہے کہ میں "انا للہ وانا الیہ راجعون" کہتا ہوں۔ تو اس طرح کے اختصار واجمال کا استعمال بوقت ضرورت شرعاً ناجائز وممنوع نہ ہوا۔

اور ہرے کرشنا کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔

اولا: ۷۸۶ کے عدد کو ہرے کرشنا کے لیے نہ مسلمانوں نے وضع کیا ہے نہ ہندوؤں نے۔ بلکہ ہندو تو رمز واجمال کی اس صنعت سے ہی نابلد ہیں۔ پس بسم اللہ کے لیے، ۷۸۶ کی طرح 'ہری کرشنا' کے لیے نہ تو اس کی جدید وضع ہوئی، نہ اصطلاح خاص بنی، اور جب ۷۸۶ لفظ ہرے کرشنا کے لیے وضع ہی نہیں ہوا، تو اعداد کے اس اتفاقی اتحاد واشتراک کو شرک کہنا علم ودیانت سے کوسوں دور ہے۔

ثانیا: یہ اتفاقی اتحاد بھی صرف رمز واجمال میں ہے، مرتبہ تفصیل میں ان دونوں میں کوئی مطابقت نہیں۔ بسم اللہ شریف کا تفصیلی رمز ہم اوپر لکھ آئے، ہری کرشنا کا اولا نہ تو کوئی اجمالی مضمر ہے نہ تفصیلی۔ اگر اہل تکسیر کی اصطلاح پر قیاس کر کے اس کی رمزی تفصیل نکالی جائے تو اس طرح ہوگی، ۵، ۲۰۰، ۱۰، ۲۰، ۲۰۰، ۳۰۰، ۵۰، ۱، تو بسم اللہ الخ اور ہری کرشنا کے رمز اجمالی گو متفق ہوں تفصیلی مضمر میں کوئی مطابقت نہیں۔ بسم اللہ شریف کا رمزی عدد دو سے شروع ہو کر عدد چالیس پر ختم ہوتا ہے اور ہری کرشنا، ۵، سے شروع ہو کر ایک پر ختم ہوتا ہے۔ ہری کرشنا کے مفردات کل ۸ ہیں، اور بسم اللہ شریف کے ۱۹۔ پس جن دو چیزوں کے مرتبہ تفصیل میں یہ اختلافات ہوں، ان کے اجمالوں کو حکم میں کس طرح متفق اور متحد قرار دیا جاسکتا ہے؟ پس اسے بلا کسی دلیل کے شرک قرار دینا وہابیت کی بیماری ہے، کہ

ہر چہ پیدا می شود از دور پندارم توئی

ثالثا: تفصیل کے اس تضاد واختلاف کے بعد اجمال کے اتحاد کی وجہ سے دونوں کا حکم ایک نہیں۔ بلکہ ہر اجمال کا حکم اس کی حقیقت کے اعتبار سے ہوگا۔ دیکھئے! پیشاب اور زعفران کا پانی دونوں کا رنگ ایک (پیلا) ہوتا ہے، لیکن ایک رنگ کو تبنی اور دوسرے کو زعفرانی، ایک ناپاک غلیظ بدبودار، اور مضر دوسرا طیب وخوشبودار، اور جسم وروح کو تقویت دینے والا ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

سوال: ایک رافضی نے کہا آیت کریمہ ﴿إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ﴾[السجدة: ۲۲] کے عدد، ۱۲۰۲، ہیں اور یہی عدد ابوبکر عمر عثمان، کے ہیں۔

جواب: روافض لعنہم اللہ کی بنائے مذہب ایسے ہی اوہام بے سروپا۔ پادر ہوا پر ہے۔ ہر آیت عذاب کے عدد اسمائے اخیار سے مطابق کر سکتے ہیں، اور ہر آیت ثواب کے اسمائے کفار سے۔ جس طرح اس آیت عذاب کے اعداد اس نے خلفائے راشدین کے اسما کے مطابق بتائے، یہی عدد مندرجہ ذیل اسما کے ہیں: ابلیس، ابن زیاد، شیطان، الطاق، کلینی، ابن بابویہ، قمی، طوسی، حلی وغیرہ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے تین صاحب زادوں کے نام ابوبکر وعمر وعثمان ہیں۔ رافضی نے آیت کو ادھر پھیرا، کوئی ناصبی ادھر پھیر دے گا۔ الغرض ایسے اتفاقی اتحاد اعدادی سے ایک کو دوسرے پر محمول کرنا، یا ایک کا حکم دوسرے پر لگانا صحیح نہیں۔

اب صرف ایک سوال کا جواب رہ گیا ہے۔ آخر اہل اسلام نے اجمال واختصار کا یہ طریقہ کیوں اختیار کیا، سنئے: قرآن کے بارے میں حکم ہے کہ

﴿لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾[الواقعۃ: ۷۹] اس کو پاک لوگ ہی چھوئیں۔ اور تعویذ یا خطوط وغیرہ پر اصل آیات واسما لکھنے سے یہ احترام باقی نہیں رہے گا۔ پاک وناپاک ہر شخص اسے چھوتا ہے، اور بھلی اور بری جگہ وہ پڑتا ہے، اس رمزی تحریر سے تبرک وتاثیر کا فائدہ حاصل ہو جاتا ہے، اور آدمی توہین اور بے حرمتی سے بچ بھی جاتا ہے کہ اس کے بارے میں مظہر اور مضمر کا حکم علیحدہ علیحدہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۱ر جمادی الاخری ۷ اھ

(۳۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید کے محلہ کے مسجد میں زمانہ دراز سے بعد نماز فجر سرکار دوعالم تاجدار عرب وعجم محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا جاتا تھا۔ لیکن ادھر چند روز سے بکر کی ضد کے بنا پر بعد نماز فجر حدیث شریف پڑھائی جاتی ہے۔ اب آپ شریعت کی روشنی میں یہ بتائیں کہ مندرجہ ذیل درود وسلام حدیث شریف میں کسے پہلے پڑھنا صحیح ہے۔

دعاؤں کا طالب: عظیم اللہ خان محلہ عمر گنج ڈاکخانہ صدر ضلع بلیا

الجواب

یہ درود وسلام اور قرأت حدیث امر مستحب اور کار ثواب ہے، فرض وواجب نہیں ہے۔ نہ شرع کی طرف سے ان کا کوئی وقت مقرر ہے۔ اختلاف ہو تو قرعہ ڈال لیا جائے۔ کثرت رائے سے جس کلمے کے بارے میں فیصلہ ہو وہی پہلے پڑھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۷ر جمادی الاخری ۷ اھ

(۳۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید کہتا ہے کہ میں کافی دنوں سے بیمار ہوں، مجھ پر کسی نے سفلی کرا دیا ہے۔ جب تک اس کی کاٹ نہیں ہوگی ڈاکٹری دوا کچھ اثر نہیں کرے گی۔ بکر کہتا ہے کہ کوئی کسی پر سفلی نہیں کراتا ہے، یہ سب بکواس ہے، زید جیسی جہالت نیچے درجے کے لوگوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ زید حق بجانب ہے یا بکر؟

زید کہتا ہے کہ سفلی گندہ ہوتا ہے اور گندہ ہی کاٹ سکتا ہے۔فلاں ہندو یا بھنگی کاٹ سکتا ہے مولانا نہیں کاٹ سکتا۔زید کا قول درست ہے یا نہیں۔اس بارے میں کوئی تعویذ ہو تو تحریر فرمائیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب شبستان رضا اور مجموعہ اعمال رضا لوگ اپنے پاس رکھتے ہیں۔اسی سے تعویذ نقل کرتے ہیں اور کچھ لے لیتے ہیں،ان کتابوں سے تعویذ نقل کر کے دینے کی عام اجازت ہے یا نہیں؟ کیا اس کے لیے کچھ عمل کی ضرورت ہوتی ہے،تعویذ کے بدلے پیسہ لینا کیسا ہے؟
المستفتی ظفر احمد

الجواب

اللہ تعالیٰ بلا شرکت غیر تمام عالم کا خالق اور اس کا مالک حقیقی ہے۔اس لیے وہ سب کا مدبر اور موثر حقیقی ہے،دنیا میں جو اچھا یا برا ہو رہا ہے،سب اسی کی تدبیر وتصرف سے ہے۔لیکن عالم اسباب میں اس نے اپنی ہر تدبیر وتصرف کے لیے اسباب وذرائع بنا رکھے ہیں۔

قرآن میں ہے:﴿فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا﴾[النازعات:۵]

ہمارے حکم کی تدبیر کرنے والوں کی قسم

اسی طرح رنج وتکلیف اور اذیت ومصائب کو بھی اسباب ذرائع کے ساتھ مربوط کر رکھا ہے کہ سنکھیا انسان کی موت کا باعث ہے۔اس طرح جادو بھی ان اسباب میں سے ایک ہے جس سے انسان کے جسم وجان اور مال اسباب پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

قرآن عظیم سورۃ بقرہ رکوع ۱۲ کی آیتیں ہیں۔

﴿وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ﴾[البقرة:۱۰۲]

اور اہل کتاب اس کے پیرو ہوئے جو شیطان پڑھا کرتے تھے سلطنت سلیمان کے زمانہ میں،اور سلیمان نے کفر نہ کیا ہاں شیاطین کافر ہوئے،لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں اور وہ (جادو) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اترا اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو نری آزمائش ہیں تو اپنا ایمان نہ کھو تو ان سے یہ سیکھتے جس سے میاں بیوی میں جدائی ڈالدیں مگر اس سے کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکتے مگر خدا کے حکم سے۔

اس آیت مبارکہ سے جادو کا موثر ہونا ثابت ہوا۔ اور اس سے پہنچنے والے ضرر میں سے بعض کا علم بھی ہوا۔ بخاری شریف جلد دوم ص ۸۵۰:

"بلغنا ان رسول الله ﷺ قد صنع له و كان من اهل الكتاب وعن عائشة ان النبى ﷺ سحر حتى يخيل انه صنع ولم يصنع"

ایک یہودی نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کر دیا تھا جس سے آپ کی یادداشت متاثر تھی، کسی کام کے لیے خیال ہوتا کہ میں کر چکا ہوں، حالانکہ آپ نے نہیں کیا ہوتا۔

روایتوں میں ہے کہ آپ پر قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کی سورتیں نازل ہوئیں۔ اور ان کے پڑھنے کی برکت سے جادو کا اثر دور ہو گیا۔ ان روایتوں سے جادو، اس کی تاثیر اور اس کے دفعیہ کا طریقہ سب معلوم ہوا۔

فقہ کی کتابوں میں ہے جادو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا حرام۔ ان کے پاس جانا اور ان پر اعتبار کرنا حرام، اور اگر اس میں کوئی قول یا فعل ضروریات دین وایمان کے خلاف ہو تو کفر ہے۔ ساحر جو اپنے جادو سے فساد پھیلائے اس کی سزا قتل ہے۔

مذکورہ بالا حوالوں سے زید کی صرف اتنی بات صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جادو میں تاثیر ہے۔ رہ گئی اس کی یہ بات کہ اس کو سفلی عمل ہی کاٹ سکتا ہے۔ بداھۃً غلط ہے۔

سفلی جادوگری اور جادوگر کے احکام سے آگاہی ہو چکی۔ اور یہ بھی حدیث شریف سے ثابت ہے کہ معوذتان سے جادو کا اثر زائل ہو گیا۔

بکر صاحب کا مطلب اگر یہ ہے کہ جو قرآن شریف میں ہے۔

﴿وَمَا هُم بِضَآرِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ [البقرة:۱۰۲]

تو درست اور صحیح ہے کہ بے حکم خدا کے کوئی ذرہ نہیں ٹلتا۔ لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ دفع ضرر کی کوئی تدبیر بھی نہ کی جائے۔

حدیث شریف میں ہے: یارسول الله ارأيت رقى نسترقيه و دواء نتداوى به وتقاة نتقى هل ترد من قضائه الله شيئا قال هى من قدر الله۔ (مشکوۃ شریف ص ۲۲)

یارسول اللہ ﷺ یہ جو ہم جھاڑ پھونک کرتے ہیں یا دوا کراتے ہیں یا تدبیریں کرتے ہیں کیا یہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کو بدل سکتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ یہ بھی خدا کے فیصلہ سے ہی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی تقدیر یوں بھی ہے کہ یہ مریض یا مصیبت زدہ رقیہ، دوا، تدبیر کرے گا۔ تو اچھا ہوگا۔ تو اس پر بھی عمل کرتے

رہنا چاہئے۔

اور اگر یہ مطلب ہے کہ بکر صاحب سرے سے اس کے قائل ہی نہین ہیں۔ اور اس کو ایک ڈھکوسلہ سمجھتے ہیں۔ تو یہ روشن دماغی ہے جس کے بارے میں کسی نے کہا ہے۔

ع: روشنی لائی ہے منزل سے بہت دور مجھے

اعلیٰ حضرت کی کسی ایسی مطبوعہ تحریر کا مجھے علم نہیں جو خاص اعلیٰ حضرت کی تصنیف ہو اور اعمال واذکار میں ہو۔ وہ لوگوں کو دعا وتعویذ دیتے تھے تو یہ عملیات ان کے پاس ضرور رہے ہوں گے۔ شمع شبستان رضا وغیرہ کو صوفی عزیز احمد مرحوم اور ان کے صاحبزادے صوفی اقبال صاحب وغیرہ نے شائع کیا ہے۔ یہ انہیں کی مرتبہ کتابیں ہیں۔ ان میں ان صاحبان نے اجازتیں بھی دی ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ ادعیہ اور تعویذ اعلیٰ حضرت کے معمولات میں سے ہیں۔ تعویذ کی اجرت شرعا جائز ہے۔ مگر اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سے سخت پرہیز تھا۔ آپ اسے محض خدمت خلق کی غرض سے کرتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مو ۸ر محرم ۱۴۱۸ھ

(۴۰_۴۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) حضور علیہ السلام کے پاس جب جب حضرت جبرئیل وحی لے کر آتے تھے تو خدائے تعالیٰ کی طرف سے سلام کہتے تھے۔ اور حضور خدا کے سلام کا جواب کس طرح دیا کرتے تھے؟ اگر خدا کے سلام کا جواب حضور دیتے تھے تو کیا خدا بھی سلام کے جواب کا محتاج ہے؟ حالانکہ وہ ذات محتاجگی سے پاک ہے۔

(۲) کافر اور مسلم کب سے شروع ہوا؟

(۳) حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پاک کے پاس جنتی دروازہ کا نام جنتی دروازہ کیوں ہوا؟ وجہ بتائیں؟

(۴) عیدگاہ ہوتے ہوئے عید بقرعید کی نماز مسجد میں ادا کرنا کیسا ہے؟ چار حصہ میں سے تین حصہ انسان عید کی نماز عیدگاہ میں ادا کرتے ہیں، صرف ایک ہی حصہ مسجد میں ادا کرتے ہیں۔

(۵) حضور علیہ السلام کس ماہ اور کس تاریخ کو انتقال ہوئے تھے اور کس تاریخ کو قبر انور میں دفنائے گئے تھے؟

(۶) شادی ہونے والے نوشہ کو سہرا باندھنے سے قبل پانچ انسان کے سر میں سہرا کو ٹیک کر پھر نوشہ کو باندھنا کیسا ہے؟ بلکہ میں نے پیر طریقت کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔ اور ان پر کیا حکم ہے؟

تمام سوالوں کے جوابات قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں، کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد حسین نیپالی۔ نہاں بھگوانپور ضلع مظفر پور بہار

الجواب

(۱) اللہ تعالیٰ کے سلام کے جواب میں سلام کرنا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ہم لوگ التحیات میں السلام علی اللہ کہا کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ ان اللہ ھو السلام، اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے۔ تو اس پر سلام کیا؟ بندوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے لیے حمد و شکر اور اس کی عبادت ہے۔ التحیات میں یہی ہے کہ رسول ﷺ نے عرض کی التحیات للہ والصلوات والطیبات تو رب تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا: السلام علیک ایھا النبی۔

(۲) کافر کے معنی انکار کرنے والا اور مسلمان کے معنی فرمانبردار، اس معنی کر تو کافر اور مسلم حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت سے ہوا اور اللہ تعالیٰ نے شیطان کے لیے فرمایا: ﴿وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ﴾ [البقرة: ٣٤] اور آدم علیہ السلام پہلے مسلمان۔ بلکہ آدمیوں کی تخلیق سے پہلے یہاں جنوں کا عمل دخل تھا، وہ خدا کے سرکش، نافرمان اور کافر بندے تھے۔ اور فرشتہ فرمانبردار مسلمان تھے اور اسلام کے ماننے والوں اور انکار کرنے والوں پر ان لفظوں کا اطلاق رسول اللہ ﷺ کے اعلان نبوت کے وقت سے ہوا۔

(۳) اجمیر شریف کے اس جنتی دروازے کے متعلق کوئی معلومات حاصل نہ ہو سکی، البتہ پاک پٹن پنجاب میں حضرت شیخ الاسلام بابا فرید الدین گنج شکر کے روضۂ مبارکہ میں بھی جنوبی دروازہ کو جنتی دروازہ کہتے ہیں۔ آپ کے تذکرہ میں آج کل پاکستان سے ایک کتاب "مقام گنج شکر" شائع ہوئی جس کے ص ۲۰۱ ر پر تحریر ہے کہ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء نے اپنے پیر گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا روضۂ مبارکہ بنوایا، ایک دفعہ اجودھن (پاک پٹن) پہنچے تو فرمایا کہ حضور ﷺ کی روحانیت نے مجھ سے اس دروازہ کے لیے فرمایا: ﴿وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ آمِنًا﴾ [آل عمران: ٩٧] جو اس دروازہ سے داخل ہو مامون ہوا۔ (اسی لیے اس کا نام بھی جنتی دروازہ ہوا، پاک پٹن میں بھی عرس کے موقع پر لوگ اس دروازہ سے گذرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اسی طرح کی کوئی روایت اجمیری دروازہ کے لیے ہو۔)

(۴) عید کی نماز شہر سے باہر مصلی عید میں پڑھنا افضل ہے۔ کمزور بیماروں اور ضرورت مندوں کو شہر میں بھی پڑھنے کی اجازت ہے، اپنے زمانہ خلافت میں حضرت مولا علی عام مسلمانوں کے ساتھ شہر کوفہ سے باہر نکل جاتے اور شہر میں کمزوروں کے لیے ایک امام کو مقرر کر جاتے۔

(۵) حضور ﷺ کی وفات ۱۲ ربیع الاول ۱۰ ہجری بروز دوشنبہ چاشت کے وقت ہوئی، منگل کے دن ظہر بعد سے آپ کے غسل و کفن اور باری باری جوق در جوق مدینہ شریف کے مردوں عورتوں اور بچوں

نے نماز جنازہ جو بشکل درود وسلام فردا فردا تھی، پڑھی جس میں منگل کا دن ڈوب گیا، اور دفن کرتے کرتے آدھی رات گذار گئی، یہ تفصیلات تاریخ ابن ہشام میں درج ہیں۔ بخاری شریف کی حدیث ہے، ام المومنین حضرت عائشہ کہتی ہیں، منگل کا دن گذر کر آدھی رات میں جب ہم نے پھاوڑے سے حضور کی قبر شریف کو برابر کرنے کی آواز سنی تو ہمیں معلوم ہوا کہ آپ ﷺ دفن ہو گئے۔

(۶) دولہا کو پھول کا سہرا پہنانا جائز ہے۔ (بہار شریعت ہفتم ص ۹۵) باقی یہ تفصیل کہ کس طرح پہنے، کون پہنائے۔ اور پہننے سے پہلے کسی اور کوئی چھلائے یا نہ چھلائے۔ اس کی تفصیل کہیں نظر سے نہیں گذری۔ آپ نے جو تفصیل ذکر کی اگر اس سے مقصد نیک فالی ہو تو حرج نہیں اور اس کو ضروری سمجھے یا اس سے کوئی غلط نیت ہو تو ممنوع ہونا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۵ر جمادی الاولی ۱۴۱۸ھ

(۴۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

فتاوی رضویہ جلد ہشتم ص ۳۸۵ پر لکھا ہے کہ ناخن وخط بنوالے، اکتالیسواں دن ہو جائے گا اور چالیس دن سے زیادہ نہ بنوانا گناہ ہے۔

اس پر عرض ہے کہ ناخن کے ساتھ لفظ خط سے کیا مراد ہے، اگر داڑھی کا خط مراد ہے تو کیا داڑھی کا خط بھی چالیس دن کے اندر بنوانا ضروری ہے، کہ جبکہ داڑھی کا خط چالیس دن کے اندر بنوانا کسی کتاب میں نہیں دیکھا، نہ ہی خط نہ بنوانے پر حکم گناہ، بلکہ خط بنوانے کی مذکورہ شرط کے ساتھ کہیں ذکر بھی نہیں ملتا، جیسا کہ خود فتاوی رضویہ جلد دہم نصف اخیر ص ۱۲۸/۳۹۲ پر لکھا ہے چالیس روز سے زیادہ ناخن یا موئے بغل یا موئے زیر ناف رکھنے کی اجازت نہیں۔ بعد چالیس روز کے گنہگار ہوں گے۔ لہذا تسلی بخش جواب سے نوازیں تاکہ خلجان نہ رہے۔

المستفتی: جمیل اختر رضوی تحریک تلاش کتب رضویہ گرام و پوسٹ بارہ کانپور

الجواب

خط بنانا، حجامت بنانا، فیروز اللغات ص ۳۱۶۔ معلوم ہوا کہ چہرہ پر داڑھی کا دائرہ ہوتا ہے اس کو خط کہتے ہیں اور اسی کو قینچی اور استرے سے قاعدے کے ساتھ اندر کرنا خط بنانا ہے۔

اس بات کا نہایت افسوس ہے کہ جو بات آپ کو نظر نہ آئے یا نہ ملے اور آپ اس کی تلاش کے لیے کوشش بھی نہ کریں، اسے بھی آپ پورے اعتماد اور وثوق سے لکھتے ہیں کہ شاید آپ نے ساری کتابیں پڑھ لی ہیں، مگر آپ کو وہ بات کہیں نہیں ملی۔

بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۱۶۴ پر ہے: صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی کہتے ہیں کہ مونچھیں اور ناخن تراشنے اور بغل کے بال اکھاڑنے اور موئے زیر ناف مونڈنے میں ہمارے لیے یہ وقت مقرر کیا گیا ہے کہ چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑیں یعنی چالیس دن کے اندر ان کاموں کو ضرور کرلیں۔ مونچھ کی درستگی خط میں شامل ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۵ رمحرم الحرام ۱۴۱۸ھ

(۴۷) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کا کہنا ہے کہ غیر مسلموں کے حق میں دعا کی ممانعت ہے، اس کا لحاظ کرتے ہوئے عموماً مسجد کے دروازوں پر مسلم بچوں کے علاوہ کثیر تعداد غیر مسلم بچوں کو بھی ان کے سرپرست دعا کرانے کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ مصلیوں کو جائز نہیں کہ ان کے لیے دعا کریں۔ اس کے برخلاف بکر مدعی ہے کہ بچے مسلم ہوں یا غیر مسلم معصوم ہوتے ہیں، جن کے بارے میں روایت ہے:

"كل مولود يولد على فطرة الاسلام وابواه يهودانه و ينصرانه او يمجسانه" (بخاری: ۱۲۵/۲)

علاوہ بریں صداقت کلام ربانی کا یقین ان کو مسجد کے دروازوں پر لاتا ہے۔ اس کے علاوہ غیر مسلموں کے دل میں صداقت اسلام کا سکہ بٹھانے کا خاموش ذریعہ ہے۔ لہٰذا غیر مسلم بچوں کے حق میں دعاء صحت کرنا مستحسن ہے۔ بینوا توجروا المستفتی: وصی احمد گورکھپور

الجواب

غیر مسلموں کے لیے ایسی دعائیں کرنے کی ممانعت ہے جس کا تعلق فلاح دارین سے ہو۔ باقی شفائے امراض یا دنیا کی معمولی بھلائی جس کا تعلق انسانی مروت سے ہو، یا ان کے لیے ہدایت کی دعا کرنے کی ہرگز ممانعت نہیں۔ متعدد حدیثوں سے غیر مسلموں کے لیے ایسی دعا دینے کا پتہ چلتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڈھ ۱۹ رذی الحجہ ۸۶ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۴۸-۴۹) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) بعض لوگ کہتے ہیں کہ عورت کو اس کا شوہر کندھا نہیں دے سکتا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ صاف صاف جواب دیں۔

(۲) ایک شخص ایک آدمی کو ایک روپیہ قرض دیتا ہے مگر وہ ایک رضیہ دھان بھی لیتا ہے اور اپنا روپیہ بھی لیتا ہے منافع سمجھ کر۔ اور ایک شخص ایک من آٹھ رضیہ دھان لیتا ہے۔ اور ایک شخص روپیہ دیتا ہے مگر وہ اس شرط پر دیتا ہے کہ آج ہی طے کر لیتا ہے۔ اس طرح پر طے کر لیتا ہے کہ گیارہ روپیہ من یا بارہ روپیہ من دھان لوں گا۔ دینے والا اقرار کرتا ہے کہ اسی شرط پر وہ گیارہ روپیہ یا بارہ روپیہ دے دیتا ہے اور ایک من دھان لیتا ہے، چاہے کنوار میں ایک روپیہ من دھان بکے چاہے آٹھ روپیہ من دھان بکے مگر لیتا اتنا ہی جتنا کہ طے کر لیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ آج ہی خریداری کر لیا ہے۔ اب یہ بتلائیں کہ کون مسئلہ جائز ہے اور کون ناجائز؟

الجواب

(۱) عورت کے جنازہ کو اس کا شوہر کندھا ضرور دے سکتا ہے۔

(۲) صرف اخیر والی صورت جائز ہے جب کہ تفصیل کے ساتھ یہ طے ہو جائے کہ دھان کی قسم کیا ہوگی؟ من کی تفصیل طے ہو کہ نمبری سے ہوگا یا اور کسی سے، یونہی ادائیگی کے وقت کی بھی تفصیل طے ہو جانا ضروری ہے، اس کے علاوہ جتنی صورتیں تحریر ہیں سب ناجائز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ

(۵۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید سند یافتہ مولوی ہے، مگر انہوں نے بوڑھے بیل کو فروخت کرنے یا کسی غریب و مقیم کو دینے کے بجائے ہندوؤں کے گوشالہ میں دینے لے کر چلے، راستہ میں ضعیفی کی وجہ سے بیل بیٹھ گیا۔ چنداں کوشش کے بعد بھی نہ جانے پر مجبور ہو کر اثنائے راہ میں قمر سے ملاقات ہوئی، قمر نے زید سے دریافت کیا کہ اس بیل کو کہاں لیے جا رہے ہو، جواب دیا کہ اسے گوشالہ میں دینے جا رہا ہوں مگر بیٹھ جاتا ہے۔

قمر نے کہا آپ مجھے ہی دے دیں۔ زید قمر کی باتیں سن کر بولے جب یہ چلتا ہی نہیں ہے تو مجبوری کی حالت میں آپ ہی لے لیں۔ قمر بیل کو اپنے اختیار میں لے لیا۔ اور زید چھٹکارا پا گیا۔

ہم مسلمانوں کو زید کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے۔ نماز کھانا میل جول وغیرہ میں شامل حال رہنا چاہئے یا منقطع حال؟

محمد معین الدین انصاری

الجواب

گوشالہ جہاں گایوں کی پرورش ہوتی ہے اس جگہ ناکارہ جانور کو دے دیا کوئی جرم نہیں۔ اس

لیے مولوی صاحب مذکور پر کوئی مواخذۂ شرعی نہیں۔ نہ مسلمان ان کے ساتھ کسی قسم کا مقاطعہ وغیرہ کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۴؍محرم ۸۵ھ

الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح: عبد الرؤف

(۵۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے موضع میں ایک بزرگ کا مزار ہے۔ عوام خواص سب ان کے معتقد ہیں۔ ایک ہندو نے از روئے عقیدت اس مزار کے نام پر ایک گائے وقف کر دیا تھا، کئی دنوں تک تندرست رہی، لیکن اتفاق سے ایک کمرے میں گر کر پیر ٹوٹ گئے، کافی علاج کے بعد تندرست نہ ہوئی۔ قریب المرگ کی صورت میں گاؤں کے رکھوالے مسلمانوں نے آکر ذبح کر دیا، گوشت کاٹے اور درگاہ کے لیے وقف کر دیا۔ گاؤں کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کو ذبح نہ کرنا تھا بلکہ درگاہ کے صحن میں دفن کر دینا تھا۔ فساد کا خطرہ ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں گائے ذبح کرنا تھا یا مرنے کے بعد دفن کرنا تھا؟ بینوا توجروا۔ حضرت صاحب فخر الدین پور لکشمی شود ضلع دھاروار

الجواب

ہندوستان میں بیشتر جگہ گائے کا ذبیحہ قانونا ممنوع ہے، اور آئے دن اس کے فرضی واقعات پر بھی فتنہ، فساد اور قتل وغارت ہوتی ہے۔ اس لیے عام حالت میں کوئی ایسی بات نہ کرنی چاہئے جس سے امن وامان میں خلل ہو۔ نیز شرعا اس میں کوئی حرج نہیں تھا کہ مرنے کے بعد دفن کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور

الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ

(۵۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک اہل ہنود نے ایک خصی بر نگ سرخ بعمر ایک سال اپنے دیوتا یعنی کالی کے نام سے چھوڑا تھا۔ بعد چند مہینہ کے اس خصی کو حسب اجازت ایک مسلمان شخص نے ذبح کرایا، اور اس مسلمان نے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جس کا گوشت چند مسلمانوں نے کھایا۔ اب اہل برادری میں سخت نفاق ہو رہا ہے۔ لہذا برائے کرام ونوازش یہ فرمایا جائے کہ اس کا گوشت حرام ہوا یا حلال؟ فقط والسلام بینوا توجروا

المستفتی: مولوی شاہ محمد اختر نعمانی قادری سجادہ نشین خانقاہ قادریہ قصبہ ولید پور اعظم گڈھ

الجواب

صورت مسؤلہ میں اس جانور کا گوشت مسلمانوں کے لیے حرام نہیں۔

قرآن عظیم میں ہے:﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنۡ بَحِيۡرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيۡلَةٍ وَّلَا حَامٍ﴾[المائدۃ:۱۰۳]

واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۷/ذوالحجہ ۸۲ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ

(۵۳۔۵۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید نے اپنی زوجہ خالدہ کے ساتھ مستی میں پستان منھ میں لیے اور منھ میں دودھ آگیا اور حلق سے نیچے اتر گیا تو نکاح ٹوٹا یا نہیں؟ اور زوجہ شوہر کے لیے حلال ہوئی یا حرام؟

(۲) اور زوجہ انتقال کرگئی تو شوہر اسے چھوسکتا ہے یا نہیں؟ شرعی حکم سے جلد مطلع فرمائیں، عین کرم ہوگا۔ فقط والسلام پھول محمد

الجواب

(۱) عورت کا دودھ حلق سے نیچے اتر جانے سے نکاح میں کوئی فرق نہیں پڑا، وہ بدستور اس کی بیوی ہے۔

(۲) عورت کے انتقال کے بعد مرد اس کا جسم نہیں چھوسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ یکم محرم ۹۰ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۵۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) انگریزی دواؤں کا استعمال کرنا اور خریدنا جائز ہے کہ نہیں؟

(۲) فونٹن پین کی روشنائی جس میں اسپرٹ ملی ہوتی ہے جو بازاروں میں فروخت کی جاتی ہے اس کا بیچنا اور استعمال کرنا کیسا ہے؟

(۳) چونکہ فی زمانہ تقریباً تمام ہی لوگ مذکورہ بالا چیزوں کو استعمال کرتے ہیں ان کو بیچتے اور خریدتے ہیں۔ لہٰذا ان لوگوں کے متعلق بھی تشریح فرمائیں کہ ان لوگوں کا کیا حکم ہے؟

(۴) عدم جواز کی صورت میں علمائے کرام اور ائمہ مساجد کے لیے کیا حکم ہوگا، دینی مسئلہ میں ان پر اعتماد کرنا ان کی اقتدا میں نماز پڑھنی جائز ہوگی یا نہیں؟ ایسے حضرات کی شہادت دربارۂ رویت ہلال و دیگر معاملات شرعیہ میں قابل قبول ہوگی یا نہیں؟۔ فقط والسلام

فقیر محمد کیراف مولانا حبیب اشرف صاحب بڑی مسجد شطرنجی ناگپور

الجواب

انگریزی دوائیں یا فونٹن پین کی روشنائی اولا یہی ثابت نہیں کہ اس کے ہر فرد میں اسپرٹ ملائی جاتی ہے، اس کا ثبوت یقینی نہیں اور اس صورت میں اس کا استعمال حرام نہیں۔ امام محمد فرماتے ہیں:

"به نا خذ مالم تعرف شيئا حرام بعينه وهو قول ابى حنيفة و اصحابه"

ہاں اگر کسی فرد کے متعلق بالیقین معلوم ہو جائے تو اس کا استعمال البتہ ممنوع ہوگا، تفصیل کے لیے اعلی حضرت کا رسالہ 'الاحلی من السکر' ملاحظہ کریں اور تداوی بالحرام میں تو علماء کا اختلاف ہے، اگر چہ ظاہر مذہب یہی ہے لیکن اس عموم بلوی میں مباشرین کو اس اختلاف کا فائدہ ضرور حاصل ہوگا اور نمبر (۴) میں جس تشدید کلی کا امکان سائل نے پیدا کیا ہے وہ نہیں لکھا جا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبار کپور اعظم گڈھ ۲؍ رجب ۹۲ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبار کپور اعظم گڈھ

(۵۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے گذشتہ سال اینٹ کا بھٹہ چلایا، اینٹ پر جے بھارت لکھا ہوا تھا اور امسال اینٹ پر این اے لکھا ہوا ہے۔ زید سے پوچھا گیا۔ این اے کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا نام ہے نذیر احمد اسی نام کی تخفیف ہے۔ ان تمام مسلمانوں کو معلوم ہو رہا ہے کہ اس مارکہ کا مطلب نذیر احمد ہے تو کیا اس اینٹ کے خریدنے سے لوگ پرہیز کریں۔ کیونکہ اینٹ ہر جگہ لگائی جا سکتی ہے۔ جس سے نام کی توہین ظاہر ہے۔ برائے کرم جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب

پورے نام کا جو حکم ہے وہ مخفف کر دینے کے بعد باقی نہیں رہے گا۔ اور این اے جب دوسرے رسم الخط میں ہوں تو ان کا وہ احترام نہیں ہوگا جو عربی حروف تہجی کا ہے۔ اس لیے اس کے استعمال میں شرعی قباحت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبار کپور اعظم گڈھ ۶؍ ذوالحجہ ۸۶ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبار کپور اعظم گڈھ

(۵۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہندہ ایک کافر کی جیپ سے اکسیڈنٹ ہو گئی جس کی وجہ سے وہ انتقال کر گئی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر اس سے کیس لڑیں تو پچاس یا ساٹھ ہزار روپیہ مل سکتا ہے۔ تو شریعت کی رو سے اس روپے

کا لینا جائز ہوگا یا نہیں اور قیامت کے دن ہندہ اپنے خون کا مواخذہ کرسکتی ہے؟ تو جوان کے اولاد روپے لیں ان پر مواخذہ ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ اور جیپ والا بری الذمہ ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی شیخ محمد متعلم مدرسہ ہذا

الجواب

صورت مسئولہ میں اس غیر مسلم سے وہ روپیہ وصول کرنے میں شرعا کوئی ممانعت نہیں۔ بلکہ مسلمان بھی کسی کو غلطی سے قتل کردے تو اس سے بھی قیمت وصولی جاسکتی ہے۔ قابل مواخذہ قتل عمد ہے قتل خطاء نہیں، اور ظاہر ہے کہ اکسیڈنٹ جان بوجھکر نہیں ہوتا، پھر مواخذہ ہو بھی تو کافر کے مواخذہ سے آپ کو کیا ہمدردی؟ اس کے مواخذہ کے لیے اس کا کفر ہی کافی ہے اور اولاد کا روپیہ لینا جب شرعا جائز ہے تو ان سے کیسے مواخذہ ہوگا؟ کیا جائز فعل پر بھی مواخذہ ممکن ہے؟ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو

(۵۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میں محلہ کی مسجد کا پیش امام ہوں، ۱۹۸۷ء کو میں بنارس کے ہندو مسلم لڑائی میں محلہ دیوناتھ پورہ میں ہندوؤں کے ہاتھ سے بری طرح مار کھایا، تقریباً پچیس (۲۵) ہندوؤں نے جان سے مارنے کا ارادہ کیا، لوہے کی راڈ سے بری طرح مار رہے تھے، ان کا ارادہ مار کر نل میں ٹھونسنے کا تھا، اتفاقاً تین دوسرے ہندو آئے میرے رونے گڑگڑانے پر کہ میں بجرڈیہ کا رہنے والا ہوں، ان لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا، میرا پورا جسم توڑ دیا گیا، ایک مہینہ اسپتال میں موت وزیست کی کشمکش میں مبتلا رہا، اسپتال میں محلہ کی عورتیں آئیں، انہوں نے از راہ ہمدردی میری ماں اور بھائی وغیرہ کو مالش کرتا دیکھ کر ہاتھ پاؤں دبانے لگیں جس کا مجھے کچھ علم نہیں، اللہ گواہ ہے کہ میں نے نہ تو انہیں مالش کا حکم دیا اور نہ ہی مجھ کو اس کا علم ہے، اسپتال میں پچیس بوتل پانی چڑھایا گیا، میرا حال یہ تھا کہ پائخانہ کے راستے پیشاب کے راستے منھ کے راستے اور ناک کے راستے مسلسل خون جاری تھا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روئے شرع میرے اوپر کچھ جرم عائد ہوتا ہے کہ نہیں؟ بری الذمہ ہوں اگر جرم ثابت ہوتا ہے تو میں توبہ کرنے کے لیے تیار ہوں، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔ اور عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی قاری محمد ذکریا ساکن بجرڈیہ مورخہ ۱۵ر جون ۱۹۸۸ء

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی صورت مسئولہ میں مستفتی پر کوئی جرم عائد نہیں ہوتا۔

"رفع القلم عن ثلث عن النائم حتی استیقظ وعن الصبی حتی یبلغ وعن المعتوہ حتی یعقل"۔ (مشکوۃ شریف ص ۲۸۴ کتاب الطلاق) اور بلاشبہ سائل بے ہوشی کے عالم میں معتوہ کے حکم میں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم　عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ　۵رذوقعدہ ۱۴۰۸ھ

(۵۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ حسب ذیل میں کہ

زید وبکر میں کھیت کے معاملہ میں کچھ حجت ہوئی، بات ہی بات میں زید نے بکر سے کہا کہ تم آدھا کے مالک تھے تو تم نے کیوں تین حصہ لے لیا، جب کہ بکر اپنے بھائی کا دومنڈا کھیت زبردستی سے جوت لیا تھا، جب پنچایت ہوئی تو اس نے کہا ہم بیساکھ میں چھوڑ دیں گے، ایسی صورت حال بکر کی دیکھ کر زید نے کہا تم اپنے بھائی کے نہیں ہوئے تو تمہارا کیا بسواش تو اس پر وہ قسم کھایا تو زید نے کہا کہ تم قرآن لے کر بولو گے تو بسواش نہیں ہے۔ بینوا توجروا　المستفتی　نوشاد علی رضوی　موضع رہرولی

الجواب

صورت مسئولہ میں زید نے قرآن شریف کا انکار نہیں کیا ہے بلکہ بکر پر بے اعتباری ظاہر کی ہے، اس لیے زید پر کوئی شرعی حکم لاگو نہیں ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ، ۲۳رمحرم الحرام ۱۴۰۹ھ

(۶۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

یوم عاشورہ کو حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر کے لیے ایک جلسہ منعقد کیا گیا اور اس کا پوسٹر جشن شہید اکبر کے عنوان سے شائع ہوا، بعض لوگوں نے اس عنوان پر اعتراض کیا، خالد نے بھی اس عنوان کو قابل اعتراض قرار دیا اور کہا کہ یوم عاشورہ کے موقع پر ذکر شہادت امام عالی مقام کے سلسلہ میں منعقد ہونے والے جلسہ کو جشن کے ساتھ موسوم کرنا درست نہیں، کیونکہ جشن خوشی کی محفل کو کہتے ہیں اور یوم عاشورہ کو جس طرح تکلف غم تصنع الم سوگ اور نوحہ ناجائز اور رافضیوں کا طریقہ ہے، اسی طرح اس دن خوشی ومسرت کا اظہار کرنا اور جشن منانا بھی خلاف شرع اور خارجیوں ناصبیوں کا شیوہ ہے، چونکہ جشن شہید اکبر سے ذہن اس طرف جاتا ہے کہ یہ اجلاس واقعہ کربلا پر خوشی منانے کے لیے منعقد کیا گیا ہے، اس لیے اس اجلاس کا یہ عنوان رکھنا درست نہیں اور مقصود ہی شہادت امام عالی مقام کی خوشی منانا اور اس پر مسرت کا اظہار کرنا ہو تو یہ ناجائز وحرام ہے۔

زید نے اس پر معارضہ پیش کیا کہ عرس بھی بمعنی خوشی آتا ہے اور یہ بھی اولیاء کرام کے وصال کی تاریخوں میں منایا جاتا ہے، نیز یوم عاشورہ باعتبار شہادت امام عالی مقام اور یوم عرس باعتبار وصال اولیاء کرام کے درمیان کوئی فرق نہیں، بکر نے بھی زید کے اس موقف کی تائید کی اور اس اجلاس کا عنوان شہید اکبر درست بتاتے ہوئے کہا کہ اگر چہ بظاہر یوم عاشورہ غم والم کا دن ہے لیکن فی الحقیقت یہ دن ہمارے لیے مسرت وشادمانی کا ہے۔

اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ مومن کے لیے شہادت بلند ترین درجہ ہے کہ صحابہ کرام نے اپنی زندگی میں بار بار تمنا کی، اور یوم عاشورہ میں امام عالی مقام کی شہادت سے اسلام کو جو سربلندی حاصل ہوئی وہ کسی پر مخفی نہیں، خالد نے بکر کے موقف کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اپنے نظریہ پر قائم رہتے ہوئے اس کی تائید میں یہ دلائل پیش کیے۔

حضرت شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ ما ثبت بالسنۃ میں صواعق محرقہ کے ارشاد کے حوالہ سے فرماتے ہیں: "ولا یشتغل ذلك الیوم الا بذلك ونحوہ من عظائم الطاعات كالصوم وایاہ ثم ایاہ ان یشتغل ببدع الروافضة ونحوہ من الندب والنیاحة والحزن اذ لیس ذلك من اخلاق المؤمنین والا كان یوم وفات رسول الله ﷺ اولی بذلك او ببدع الناصبة المتعصب علی اهل البیت او الجهال المتقابلین بالفاسد والبدعة بالبدعة والشر بالشر من اظهار غایة الفرح والسرور واتخاذہ عیدا واظهار الزینة فیه (الی ان قال) فصار هو لاء بجهلهم یتخذونه موسما واولئك لرفضهم یاخذونه ماتماً وكلاهما مخطی مخالف لسنة ۔ (ص ۱۱-۱۲)

شیخ محقق کا یہ ارشاد اس بات پر نص ہے کہ یوم عاشورہ کو اظہار غم تصنع الم اور نوحہ وماتم کا دن بنانا بھی خلاف شریعت وناجائز ہے اور موسم فرح وخوشی اور یوم جشن مسرت بنانا بھی خلاف شریعت ہے جس طرح اس دن میں نوحہ وماتم اور جھوٹا غم ظاہر کرنے والے خطا کار اور سنت کی خلاف ورزی کے مرتکب ہیں اسی طرح خوشی کا مظاہرہ کرنے والے اور جشن منانے والے بھی خطا کار اور سنت کے خلاف عمل کرنے والے ہیں۔

(۲) امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: مسلمان کو چاہیے کہ عشرۂ مبارک میں تین رنگوں سے بچے۔ سیاہ، سبز، سرخ، سیاہ وسبز کی وجہیں تو معلوم ہو گئیں اور سرخ آج کل ناصبی خبیث خوشی کی نیت سے پہنتے ہیں، سیاہ میں نیلا کاسنی سبز میں کاہی دھانی پستی سرخ میں گلابی عنابی نارنگی سب داخل ہیں، غرض جس پر ان میں سے کوئی رنگ صادق آئے، اگر سوگ یا خوشی کی

نیت سے پہنے جب خود علی حرام ہے ورنہ اس کی مشابہت سے بچنا بہتر ہے۔

(فتاوی رضویہ دہم نصف آخر ص ۳۷)

جب عشرہ محرم میں بہ نیت خوشی سرخ یا اس سے ملتے جلتے رنگ کا کپڑا پہننا حرام ہے تو عاشورہ کے دن جشن منانا اور اس کو مسرت وشادمانی کا دن قرار دینا کیسے جائز ہوگا؟

(۳) فاضل بریلوی سے سوال ہوا کہ اہل سنت وجماعت کو عشرہ محرم الحرام میں رنج وغم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کون سنی ہوگا جسے واقعہ کربلا کا غم نہیں، یا اس کی یاد سے دل محزون اور آنکھ پرنم نہیں؟ ہاں مصائب میں ہم کو صبر کا حکم فرمایا ہے، جزع فزع کو شریعت منع فرماتی ہے اور جسے واقعی دل میں غم نہ ہو اسے جھوٹا اظہار غم ریا ہے اور قصدا غم آوری وغم پروری خلاف رضا ہے جسے اس کا غم نہ ہو اسے باغم رہنا چاہئے، بلکہ اس غم نہ ہونے کا غم چاہئے کہ اس کی محبت ناقص ہے اور جس کی محبت ناقص اس کا ایمان ناقص۔ (فتاوی رضویہ دہم نصف آخر ص ۱۳۸)

زید وبکر کا موقف فاضل بریلوی کے اس ارشاد کے سراسر خلاف ہے، کیونکہ جب واقعہ کربلا ایسا غم انگیز ہے کہ جس دن کے ساتھ اس واقعہ کی یاد وابستہ ہوگی وہ دن بھی رنج وغم کا دن ہی ہوگا۔ خوشی ومسرت کا نہیں، یہ اور بات ہے کہ غم کا تصنع اور رنج والم کا بالقصد اظہار جائز نہیں، بکر نے جب اس دن کو فی الحقیقت مسرت وشادمانی کا دن بتایا اور اس دن میں واقعہ کربلا کی یاد کے جلسہ کو جشن کے ساتھ موسوم کرنا جائز قرار دیا تو گویا اس کے نزدیک واقعہ کربلا ایک مسرت انگیز اور خوشی پیدا کرنے والا واقعہ ہوا جس کی یاد دل کی محزونی اور آنکھوں کی اشکباری کا نہیں بلکہ مسرت وشادمانی کا سبب ہے اور فاضل بریلوی کے نزدیک جب واقعہ کربلا پر صرف غم کا نہ ہونا نقصان محبت کا سبب اور وہ نقصان ایمان کی دلیل ہے تو اس واقعہ پر خوشی کا اظہار کرنا اس کی یاد میں جشن منانا اور اس کے دن مسرت وشادمانی کا دن قرار دینا فاضل بریلوی کے نزدیک کیا حکم رکھے گا؟ مومن کے لیے شہادت یقیناً بلند ترین درجہ ہے اور امام عالی مقام کی شہادت سے اسلام کو جو سربلندی حاصل ہوئی اس میں بھی کوئی شک نہیں، مگر یہ حقیقت بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ سرور کائنات ﷺ اس واقعہ کو یاد کر کے غمگین اور اشکبار ہو جاتے تھے نیز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفین کو جاتے ہوئے جب کربلا سے گزرے تو واقعہ شہادت کو یاد کر کے اتنا روئے کہ زمین تر ہوگئی خود واقعہ شہادت کے دن حضرت ام سلمہ اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خواب میں سرکار کو انتہائی رنج وغم کی کیفیت میں دیکھا حالانکہ بکر کی بیان کردہ وجوہات سے سرکار اور حضرت علی دونوں ہی واقف تھے اگر ان وجوہات کی بنا پر واقعہ شہادت مسرت انگیز واقعہ ہو جاتا تو یہ حضرات اس پر غم

کا اظہار کیوں کرتے۔

(۵) عرس سے معارضہ پیش کرنا بھی درست نہیں کیونکہ عرس کے مروجہ معنی میں اظہار مسرت ملحوظ نہیں ہوتا، بلکہ لفظ عرس سے نکیرین کے قول نم کنومۃ العروس کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے یعنی یوم عروس معنی یہ ہوتے ہیں کہ یہ وہ دن ہے جس دن انہیں عروس کہا گیا یہ مراد نہیں ہوتا کہ یہ دن ان کی وفات کی خوشی منانے کا دن ہے، پھر یوم وصال اولیاء کرام میں خوشی منانا کسی گمراہ فرقہ کا شعار نہیں، جب کہ یوم واقعہ کربلا میں خوشی منانا اور اظہار شادمانی کرنا ناصبیوں کا طریقہ ہے لہذا خوشی کے سلسلہ میں یوم عاشورہ کو یوم عروس پر قیاس کرنا بھی صحیح نہیں زید وبکر اور خالد کے نظریات ودلائل کا خلاصہ آپ کے سامنے حاضر ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ۔

(۱) زید وبکر کے اقوال از روئے شرع درست ہیں یا خالد کے؟

(۲) واقعۂ کربلا غم انگیز واقعہ ہے یا مسرت انگیز۔

(۳) شہادت امام عالی مقام کے دن تکلف غم تصنع الم نوحہ گری ماتم سازی اور بالقصد غم پروری و غم آوری یقیناً ناجائز ہے مگر اس میں خوشی ومسرت کا اظہار اور خوشی کا مظاہرہ بھی درست ہے یا نہیں؟۔

(۴) یوم عاشورہ فی الحقیقت رنج وغم کا دن ہے یا مسرت وشادمانی کا؟

(۵) یوم عاشورہ میں شہادت حسین کا جشن منانا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) یوم عاشورہ ذکر واقعہ کربلا کے لیے منعقد ہونے والے جلسہ کا عنوان جشن شہید اکبر رکھنا کیسا ہے؟

(۷) عرس سے معارضہ پیش کرنا اور خوشی منانے کے سلسلہ میں یوم شہادت کو یوم عرس پر قیاس کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا　　السائل　صغیر احمد رضوی قصبہ رچھا بریلی شریف

الجواب

(۱) سائل نے حوالوں کی تلاش میں بڑی جدوجہد اور کاوش کی ہے جو قابل تعریف ہے، کاش اس نے فتاوی رضویہ دہم کا نصف اول اور اس کا ص ۶۲ بھی دیکھ لیا ہوتا تو مسئلہ کی پوری تفصیل سامنے آگئی ہوتی۔ہم اعلیٰحضرت کی عبارت بقدر ضرورت نقل کرتے ہیں۔

”یونہی جب کہ اس سے مقصود غم پروری وتصنع وحزن ہو تو یہ نیت بھی شرعاً نامحمود ہے۔ شرع مطہرہ غم میں صبر وتسلیم اور غم موجود کو حتی المقدور دل سے دور کرنے کا حکم دیا ہے نہ کہ غم معدوم بہ تکلف وزور لانا، نہ کہ بہ تصنع وزور بنانا، نہ کہ اسے باعث قربت وثواب ٹھہرانا، یہ سب بدعات شنیعۂ روافض ہیں، جن سے سنی کو احتراز لازم، حاشا للہ اس میں کوئی خوبی ہوتی تو حضور پرنور سید الانام ﷺ کی وفات اقدس کی غم

پروری سب سے زیادہ اہم وضروری ہوتی، دیکھو حضور اقدس ﷺ کا ماہ ولادت ووفات وہی ماہ مبارک ربیع الاول شریف ہے، پھر علمائے امت وحامیان سنت نے ماتم وفات نہ ٹھہرایا بلکہ موسم شادی ولادت اقدس بنایا" امام ممدوح (ابن حجر مکی قدس سرہ) کتاب (صواعق محرقہ) میں فرماتے ہیں:

"ایاہ ثم ایاہ ان یشغلہ (ای یوم عاشورہ) ببدع الرافضۃ۔ ونحوھم من الندب والنیاحۃ والحزن اذ لیس ذلک من اخلاق المؤمنین والا لکان یوم وفاتہ ﷺ اولی بذلک واحری"

عوام مجلس خوان اگرچہ بالفرض صرف روایات صحیحہ بروجہ صحیح پڑھیں تاہم جوان کے حال سے آگاہ ہے خوب جانتا ہے کہ ذکر شہادت شریف پڑھنے سے ان کا مطلب یہی بہ تصنع رونا بہ تکلف رلانا ہے اوراس رونے رلانے سے رنگ جماتا ہے۔اس کی شناعت میں کیا شبہ۔ چند سطر بعد۔

علامہ محدث سیدی محمد طاہر فتنی قدس سرہ کتاب مستطاب مجمع البحار شریف میں فرماتے ہیں:

"شهر السرو رو البهجة منبع الانوار والرحمة شهر ربيع الاول فانه شهر امرنا باظهار الحبور فيه كل عام فلانكد ره باسم الوفات فانه يشبه تجديد الماتم قد نصوا على كراهة كل عام فى سيدنا الحسين مع انه ليس له اصل فى امهات البلاد الاسلامية وقد تحاشوا من اسمه فى اعراس الاولياء فكيف به سيدالانبياء اولىٰ "۔(فتاوی رضویہ دہم نصف اول ص ۶۳)

ان عبارتوں سے مندرجہ ذیل باتیں ظاہر ہوئیں کہ ایام محرم میں غم پروری ناجائز ہے۔ اورغم پروری کی حسب ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) مخصوص افعال کے ذریعہ سے "هو بدع الروافض ونحوهم من الندب والنياحة"

(عبارت شیخ منقولہ سائل)

(۲) روایات ذکر کربلا کواس نیت سے مجلس میں پڑھنا اور سننا کہ غم تازہ ہوگا اور رونا رلانا ہوگا" تاہم جوان کے حال سے آگاہ ہے خوب جانتا ہے کہ ذکر شہادت شریف پڑھنے سے ان کا مطلب ہی بہ تصنع رونا بہ تکلف رلانا اوراس رونے رلانے سے رنگ جماتا ہے،اس کی شناعت میں کیا شبہ ہے"۔

(فتاوی رضویہ دہم نصف اول ص ۶۳)

(۳) اس دن کا نام یوم غم رکھنا بھی تجدید ماتم ہوکر غم پروری میں شامل ہے۔

"فلا نكدر باسم الوفات فانه يشبه تجديد الماتم"

(علامہ طاہر فتنی از فتاوی رضویہ دہم نصف اول ص ۶۴)

(۲) عبارت منقولہ نصف آخر ص ۱۳۸۔ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عشرہ محرم میں غم کرنے کی تو اجازت نہیں، لیکن غم کا لاحق ہونا اور آنکھ کا پرنم ہونا قابل ملامت نہیں۔

"وما کان من العین و القلب فمن اللہ"۔ (رواہ احمد مشکوۃ ص ۱۵۲)

بلکہ باعث اجر وثواب ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

"مامن مسلم ومسلمة یصاب بمصیبة فیذکرها وان طال عهدها یحدث لذلك استرجا عاجدد الله تعالیٰ له عند ذلك فاعطاه من اجرها یوم اصیب بها"۔

(رواہ احمد مشکوۃ شریف ص ۱۵۳)

نمبر ایک سے ظاہر ہو چکا کہ غم پروری کی مذکورہ بالا تینوں شکلیں ناجائز ومکروہ ہیں تو یہ امر ان تینوں طریقوں سے الگ ہے، یعنی از خود غم ہونا اور بات ہے اور غم پروری اور بات ہے۔ حرام غم پروری ہے، فطری غم لاحق ہونا حرام نہیں۔ اس سے یہ امر بھی ظاہر ہوا کہ کسی دن کوئی غم انگیز حادثہ ہو یا کسی غم انگیز حادثہ کی یاد سے غم لاحق ہو تو وہ دن یوم غم نہ ہوگا اور اس کو یوم غم قرار دینا صحیح نہ ہوگا۔ کسی دن میں غم کا پایا جانا اور بات ہے اور اس کا یوم غم ہونا اور بات ہے، اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں کہ اس دن سے اس غم انگیز واقعہ کی یاد وابستہ ہوئی تو وہ دن رنج وغم کا دن ہی ہوگا۔

(۳) اعلیٰ حضرت کی عبارت (مذکورہ بالا نصف اول ص ۶۳) سے یہ ظاہر ہوا کہ کوئی مہینہ یا تاریخ اگر ایسی ہو کہ اس میں مسرت انگیز اور غم افروز دونوں قسم کے واقعات وقوع پذیر ہوں تو اس مہینہ یا دن کو ہمیں غم ظاہر کرنے کا حکم نہیں ہے، بلکہ واقعۂ مسرت کی وجہ سے ہم اظہار مسرت کے لیے مامور ہیں، اس کو یوم غم قرار نہیں دیں گے، بلکہ یوم السرور والبہجہ کہیں گے، جیسا کہ سرکار کے یوم ولادت اور ماہ پیدائش اور اولیائے کرام کے ایام اعراس کے سلسلہ میں سیدی علامہ طاہر فتنی قدس سرہ نے بارہ وفات اور اعراس کو ایام وفات کہنے سے منع فرمایا۔ اس موقع پر ہم سائل کے ایک شبہ کا ازالہ ضروری سمجھتے ہیں، آپ لکھتے ہیں کہ عرس کے مروجہ معنی میں اظہار مسرت ملحوظ نہیں ہوتا، نکیرین کے قول نم کنومۃ العروس کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

اولا:- ہم کو یہ تسلیم نہیں کہ فرشتوں نے مردوں کو جو عروس کہدیا تو ان اعراس کے ایام کا عرس نام رکھتے وقت اس لفظ سے مسرت کے معنیٰ کی تجرید کرلی گئی ہے۔

کیونکہ شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں:

پس میگوید میت باز برگردم وبروم بسوئے اہل خانہ خویش وخبر دہم ایشاں را از حال خوش خود۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے وقت مرگ ارشاد فرمایا:

"واطرباه اذالقى الاحبة محمدا وصحبه" سبحان اللہ

آ گئی ہے ترے بیمار کے منہ پر رونق جان کیا جسم سے نکلی کوئی ارماں نکلا

اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ وقت مسلمان مردوں کے لیے شادمانی کا ہوتا ہے، اس کا لحاظ کر کے فرشتے کہتے ہیں، زندگی کا اہم ترین مسرت کا موقع جو صرف دولہا دلہن کو نصیب ہوتا ہے، اس مسرت کے عالم میں آرام کرو، پس جب فرشتوں نے اس وقت کی مسرت کا لحاظ کر کے عروس کہا تو ہمیں اس کا لحاظ کر کے اس موقع پر لفظ عرس بولنے میں کیا شرعی قباحت ہے اور مسرت کے معنی سے قطع نظر کی کیا ضرورت ہے۔

ثانیا:- سائل کی مذکورہ بالا مقولہ سے اگر یہی مراد ہے کہ بزرگوں کا یوم وصال دراصل ہے تو یوم غم لیکن اظہار مسرت کے ارادے کے بغیر فرشتوں کی اتباع میں اس کو یوم مسرت کہدیا گیا۔ تو میں عرض کروں گا کہ سائل نے اپنی اس بات سے زید وبکر کو ان کے اشتہار متنازعہ کے جواز کے لیے ایک دلیل دے دی، وہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ذکر شہادت کو جشن شہید اکبر ہم نے اظہار مسرت کے ارادے سے نہیں کہا اس سے اظہار مسرت کے معنی کی تجرید کی ہے اور یہ لفظ یہاں مجلس کے معنی پر لایا گیا ہے۔ پھر حقیقت امر یہ ہے کہ زید وبکر کے اس قول کی تائید میں زبان وبیان کی شہادتیں بھی ہیں۔ اردو زبان کی بنیادی لغت فرہنگ آصفیہ جلد دوم ص ۱۴۱ پر ہے:

جشن: کامرانی، فرخندہ فالی، لہر بہر، بول بالا، تاریخ تخت نشینی کا جلسہ، یا مہمانی کی مجلس۔

دیکھئے یہاں آخری معنی مجلس بالکل موزوں اور چسپاں ہے یعنی جشن شہید اکبر بمعنی مجلس شہید اکبر یا کامرانی شہید اکبر یا جشن شہید اکبر بمعنی شہید اکبر کا بول بالا، اس معنی میں بالکل مسرت کا معنی نہیں، یہ تجرید موید بہ تائید لغوی ہے، پس اس پر حرمت کا حکم کیسے لگایا جائے گا۔

ثالثا:- بزرگوں کے یوم وصال کو عرس کہنے کی توجیہ خالد نے غالبا مولانا احمد یار خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب جاء الحق سے لی ہے تو اس میں تو صرف یہی نہیں لکھا ہے کہ فرشتوں کے قول کی وجہ سے کہا جاسکتا ہے، یہ بھی تو تحریر ہے۔ یا اس لیے کہ وہ جمال مصطفیٰ کے دیکھنے کا دن ہے اور وصال محبوب کا دن عرس کا دن ہے، لہذا یہ دن عرس کا دن کہلایا۔ (جاء الحق جلد اول ص ۳۲۳)

اور یہ بات صرف مولانا احمد یار خاں صاحب ہی نہیں فرماتے بزرگوں کا عام مقولہ ہے:

"الموت جسر يوصل الحبيب الى الحبيب"

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں عاصی گور کی رات ہے اس گل سے ملاقات کی رات

بھلا وصال محبوب کے دن سے بڑا اور کون سا مسرت کا دن ہوگا۔

رابعاً:۔ عرس کو مسرت سے خالی مانکر صرف بزرگان دین کی فاتحہ کا دن قرار دینا اور اس کو معنی عرفی بتانا لغت کے خلاف ہے:

مجازاً بزرگوں یا مرشدوں کی سالانہ فاتحہ کی مجلس جو تاریخ وفات کو کرتے ہیں چونکہ خدا رسیدوں اور عاشقان الٰہی کی اس غمکدۂ دنیا سے رخصت بمنزل شادی عرس ہے اس وجہ سے مرنے کو وصال اور مجلس فاتحہ کو عرس کہنے لگے۔

چنانچہ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

عروسی بود نوبت ماتمت — اگر نیک روزی بود خاتمت

حوالہ مذکورہ بالا

الغرض ایک ثابت شدہ امر ہے کہ بزرگوں کے یوم وفات میں اجتماع کو عرس کہنے میں مسرت کے معنی ملحوظ ہیں۔ علامہ طاہر فتنی فرماتے ہیں:

اس دن اظہار مسرت ہی کرنا چاہئے، اس دن کا نام یوم وفات اور یوم غم رکھ کر اس دن کی خوشی مکدر نہ کرنا چاہئے اور تجدید ماتم سے پرہیز کرنا چاہئے۔

تو اس حکم کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہم یوم شہادت شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اس مرتبۂ عظمیٰ پر فائز ہونے کی وجہ سے خوشی کا دن قرار دیتے اور اظہار مسرت کا حکم دیتے، لیکن دو باتیں اس امر سے مانع ہیں۔

(۱) تقاضائے فطرت جس کی تعبیر اعلیٰحضرت نے ان الفاظ میں کی ہے۔

کون سا سنی ہوگا جسے واقعۂ کربلا کا غم نہیں یا اس کی یاد سے اس کا دل محزون اور آنکھ پرنم نہ ہو؟ اور جسے غم نہ ہوا سے غم نہ ہونے کا غم ہونا چاہئے کہ اس کی محبت ناقص اس کا ایمان ناقص۔

(حوالہ نصف آخر ص ۱۳۸)

تو دسویں محرم غم کا دن نہیں، بلکہ مسرت کا دن ہو تب بھی اسلامی فطرۃ کا تقاضا ہے کہ شہدائے کربلا کی یاد آئے تو دل دکھے اور آنکھ پرنم ہو۔

"العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا مایرضی ربنا ونحن بفراقك لمحزونون یاابراھیم" (الطبقات الکبریٰ: ۸۹۷۱/۱)

تو اسے یوم السرور کہنا دردمندوں کو اظہار مسرت کا حکم تکلیف مالایطاق اور جذبات فطریہ کا گلا گھونٹنے کے مرادف ہوگا۔

(۲) تشبہ بالنواصب جس کی تعبیر اعلیٰحضرت نے ان الفاظ میں کی ہے۔

سرخ رنگ آج کل (عشرہ میں) ناصبی خبیث پہنتے ہیں تو اگر خوشی کی نیت سے پہنے جب تو خود ہی حرام ہے، ورنہ ان کی مشابہت سے بچنا بہتر ہے۔ (فتاوی رضویہ دہم نصف آخر ۳۷)

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا ایک گمراہ فرقہ (ناصبی) اس دن اہل بیت کی بربادی پر خوش ہوتا ہے اور شہادت حسین پر فتح کے قہقہے لگاتا ہے تو ان کی طرح خوش ہونا حرام ہے، اس لیے کہ اظہار سے بچنا چاہئے اور ہماری نیت ان کی طرح خوشی ہونے کی نہ ہوتب بھی ان کی مشابہت سے بچنا بہتر ہے، مثلا سرخ رنگ کا کپڑا ان دنوں پہننا ان کا طریقہ ہے، تم اگرچہ خوشی منانے کی نیت نہ کرو مگر بہتر یہ ہے کہ نہ پہنو، اگر بے نیت اظہار مسرت نہیں کیا تو حرام نہ ہوا، نہ ناجائز ہوا، صرف مکروہ اور خلاف اولیٰ ہے۔

پس انہیں وجوہ سے ہم بھی ان ایام میں اظہار مسرت کو ناجائز وممنوع کہتے ہیں، اب آیئے دیکھا جائے کہ جلسہ ذکر شہادت کو جشن شہید اکبر کہنا ممانعت کی ان وجوہ میں سے کسی کے ذیل میں آتا ہے یا نہیں؟

ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ ایام عاشورہ کو ایام غم قرار دینا شرعاً ممنوع ہے، تو اب یہ صورت حال ہوئی کہ یہ دن یا تو ایام مسرت ہیں یا ایام سادہ۔ یعنی مسرت وغم دونوں سے خالی، اس روشنی میں وجہ اول کا مفاد یہ ہوا کہ ان دنوں میں نہ اظہار غم جائز ہے نہ اظہار مسرت، صرف ظہور غم ہو تو اس پر کوئی شرعی قدغن نہیں، کہ یہ فطری جذبہ ہے اور یہ ایمان کامل کی علامت ہے، شریعت نہ جذبہ فطری گلا گھونٹتی ہے اور نہ ایمان کے کمال پر بریک لگاتی ہے۔ یہاں یہ خیال کہ اس دن کے یوم مسرت ہونے کی صورت میں ظہور غم ممکن نہ ہوگا صحیح نہیں، کیونکہ ان دونوں میں کوئی منافات نہیں، روزانہ کا مشاہدہ ہے کہ عین مسرتوں کے ہجوم میں کوئی الم انگیز یاد بے قرار کر دیتی ہے، آنکھیں بھیگ جاتی ہیں دل بھر آتا ہے۔

چنانچہ انہیں ایام محرم میں ظہور غم کا باعث اجر ہونا آپ سن چکے، غنیۃ الطالبین جلد دوم ص ۷۵۷ پر ہے، جو غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے، امام عالی مقام کے اس منزل رفیع پر ہم کو خوش ہونا چاہئے نہ کہ جزع فزع اور اظہار رنج والم"

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدعی کے واسطے دار ورسن کہاں

تو ان دونوں بزرگوں کے قول سے غم ومسرت کا ساتھ ساتھ ہونا ثابت ہوا، بلکہ خود سائل نے بھی اس کی وضاحت کی ہے کہ بلاشبہ مومن کے لیے درجہ شہادت بلند ترین درجہ ہے اور شہادت امام حسین سے اسلام کو جو سربلندی حاصل ہوئی اس میں کوئی شک نہیں، یہ اس امر کا اعتراف ہے کہ یہ شہادت عظمیٰ

مسلمانوں کے لیے فخر و مسرت کا سبب ہے اور اسی کے ساتھ انہوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ اس کی یاد سے سرکار مصطفیٰ علیہ السلام آبدیدہ ہو گئے اور مولا علی کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی تو اسی واقعہ ہائلہ میں انہوں نے ایک ساتھ دونوں پہلوؤں کا اقرار کیا۔

پس ثابت ہوا کہ اس کے یوم مسرت ہونے میں اور ظہور غم کا وقت ہونے میں کوئی منافات نہیں اس لیے یہ سوچنا صحیح نہیں کہ اس دن کو کسی نے یوم مسرت یا جلسہ شہادت کو جشن شہید اکبر کہہ دیا تو امام احمد رضا فاضل بریلوی اس دن کو جس میں ظہور غم کو کمال ایمان کی علامت کہتے ہیں اس کا تحقق ناممکن ہو جائے گا اور اس جلسہ میں صرف قہقہہ اور تالی ہی کی گنجائش رہ جائے گی۔

دوسری وجہ کا فساد یہ ہے کہ یوم عاشورہ کے اس واقعہ میں مسرت مشروع کے ساتھ قبیح اور مذموم مسرت بھی فرقہ ناصبہ نے شامل کر لی ہے، وہ آل عباس کی بربادی کو حق بجانب سمجھ کر غیر معمولی خوشی کا اظہار کرتے ہیں، اس دن کو یوم عید قرار دیتے ہیں، اظہار سرور کے لیے سرخ رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں، ان ایام میں اس نیت قبیحہ مذمومہ کے ساتھ مسلمانوں کو یہ افعال فرح وسرور کے ساتھ ادا کرنے حرام ہیں اور نیت مذمومہ نہ ہو تب بھی ان کی ظاہر مشابہت سے بچنا چاہئے اور ایسا نہ کرنا چاہئے، پھر بھی اگر کسی نے اس نیت کے بغیر ایسا کر لیا تو ناجائز ہوا نہ حرام، صرف خلاف اولیٰ ہوگا، اس وجہ کی روشنی میں جس جگہ جشن شہید کربلا کہنا اگر اسی مسرت مذمومہ کا اظہار قرار دیا جائے تب تو حرام ہوگا ورنہ نہیں اور یہ کہنا کہ اشتہار مرتب کرنے والے کی نیت اس لفظ کے لکھتے وقت اسی مسرت مذموم کی تھی، بڑی زیادتی ہوگی بھلا کون سنی ایسا سوچ سکتا ہے؟

حدیث شریف میں ہے: "هلا شققت قلبه"

پس جیسا کہ ہم نے اوپر تحریر کیا اشتہار مرتب کرنے والے کی نظر میں اگر فرہنگ آصفیہ کی مذکورہ تفصیل رہی ہو یا انہوں نے یہ خیال کیا ہو کہ آج کل ہر بڑے جلسے کو کانفرنس کہا جاتا ہے اور ہر جلسے کے پوسٹر کا عنوان جشن کے لفظ سے مزین ہوتا ہے اور ہمارے نزدیک یہی زیادہ قرین قیاس کہ مرتبین نے بلا لحاظ غم و مسرت اس لفظ کو ایک شاندار لفظ خیال کر کے لکھ دیا، تب تو اس لفظ کو اظہار یا ظہور مسرت سے دور کا واسطہ بھی نہیں، نہ اس کے خلاف کوئی شرعی حکم لگ سکتا ہے، اور اگر مسرت کے معنیٰ کا لحاظ کر کے جشن کہہ دیا ہو کہ اس میں مسلمانوں کے لیے بھی یک گونہ خوشی کی بات ہے، تب بھی ایسا لکھنا حرام نہ ہوگا، جب تک اس کے ساتھ وہ مذموم نیت نواصب نہ ہو اور ہم بتا چکے کہ مسلمانوں کے ساتھ ایسا گمان کرنا خود جرم ہے، المختصر اس جلسہ کو جشن کہنا حرام نہیں اور اس پر حرمت کا حکم لگانا صحیح نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ

بلحاظ معلومات عامہ اس جلسے کی تعبیر اس لفظ سے بہتر نہیں، اس طرح یہ مسئلہ ہمارے نزدیک حلت وحرمت کے بجائے زبان وبیان سے تعلق رکھتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ، ۴؍ربیع الاول ۱۴۰۹ھ

(۶۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

اہل سنت وجماعت کی جانب سے ایک پوسٹر بعنوان جشن شہید اکبر شائع ہوا۔ جس پر بعض لوگوں نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ یہ ناجائز وحرام ہے۔ اور کسی طرح جائز نہیں۔ بلکہ یہاں تک کہا کہ ایسا وہی لکھے گا جو یزیدی یا ناصبی اور خارجی ہوگا۔ اس کے پیچھے بغیر توبہ نماز جائز نہیں اور منبر وعظ وغیرہ پر بٹھانا بھی ناجائز ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روئے شرع یہ عنوان درست ہے یا نہیں۔ نیز جن لوگوں نے اسے ناجائز کہا اور مشتہر کو یزیدی ناصبی وخارجی کہا ان کے لیے شریعت مطہرہ میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا المستفتی عزیز الرحمٰن منانی بریلوی مدرس الجامعۃ القادریہ رچھا اسٹیشن بریلی شریف

الجواب

(۱) جشن کا لفظ اردو زبان میں جلسۂ مسرت کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ اور مجلس، کامرانی، اور بول بالا کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ فرہنگ آصفیہ جلد دوم ص ۴۱۔ اور لکھنے والے چونکہ سنی ہیں۔ اس لیے یہ قرینہ ہے کہ انہوں نے موخر الذکر تینوں معنی ہی مراد لیے۔ یعنی کامرانی شہید اکبر، مجلس شہید اکبر اور شہید اکبر کا بول بالا۔ اس لیے اس لفظ کے اطلاق کے شرعا حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

(۲) اور جلسہ مسرت کے معنی میں بھی لیا جائے تو بلاشبہ رتبۂ شہادت مومن کی معراج اور وجہ سرور قلب وروح ہے تو اس درجۂ علیا پر امام عالی مقام کی سرفرازی بلاشک تمام اہل اسلام کے لیے وجہ مسرت ہے، اور ہم کو حق ہے کہ اگر کسی دن غم ومسرت دونوں قسم کے واقعات سے پالا پڑے تو غم پر صبر کریں اور انعام ملنے کی خوشی ظاہر کریں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف اول ۶۲و۶۳)

اس لیے پوسٹر شائع کرنے والوں کے خلاف شرعا کوئی الزام قائم نہیں ہوگا۔ اس کو ناجائز وحرام کہنا غلط ہے۔ اور شائع کرنے والے سنیوں کو ناصبی خارجی یا یزیدی کہنا زیادتی اور قابل تعزیر جرم ہے۔

ان لوگوں کو مشتہرین سے معافی مانگنا چاہئے۔ مشتہرین کی قیادت وامامت میں کوئی حرج نہیں۔

اتنی بات ہے کہ جو لوگ جشن کے معانی سے آگاہ نہیں اور اس لفظ کو صرف جلسۂ مسرت کے معنی میں (اپنی غلطی فہمی سے) محدود سمجھتے ہیں اور اس موقع پر مسرت کو بھی اس غلط معنی پر محمول کرتے ہیں جو ان دنوں میں خارجیوں کی علامت ہے۔ ان کو اس لفظ سے غلط فہمی ہوگی۔ اس لیے احتیاط کا تقاضا تھا کہ اس

موقع پر یہ لفظ نہ بولا جاتا۔ یعنی یہ لفظ جلسہ ذکر شہادت۔ کے لیے بولنا خلاف اولیٰ تھا۔ حرام وناجائز نہیں
واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ، ۱۲؍ربیع الاول ۱۴۰۹ھ

(۶۲۔۶۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ

(۱) کسی پھل دار درخت یا پودے کی سینچائی تاڑی یا شراب سے کی جائے تو اس درخت کا پھل کھانا کیسا ہے؟۔

(۲) عمامہ کا طول وعرض کم سے کم کتنا ہونا چاہئے؟۔

(۳) یہاں گنگا کا پانی مچھلی کے شکار کے لیے گرام پنچایت سے معمولی قیمت پر مسجد یا مدرسہ کے نام لے لیا جاتا ہے۔ پھر آپس میں مسلمان بولی بولتے ہیں۔ اور پیسہ بولی میں جو بڑھ جاتا ہے نقد ادا کردیتے ہیں۔ اگر شکار قاعدے سے اور مستقل ہوتا رہتا ہے۔ تو خسارہ کبھی نہیں ہوتا۔ اس شکل میں بڑھے ہوئے پیسے مسجد کی تعمیر یا مدرسہ کے اخراجات میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟۔

(۴) موجودہ دور میں لوگ بنک کے ذریعہ جیون بیمہ کراتے ہیں۔ یا فکسڈ ڈپازٹ کراتے ہیں۔ پانچ سال کے بعد دوگنا ملتا ہے ایسا کرنا اور بنک سے جو زائد رقم ملتی ہے اس کو لینا اور اپنے مصرف یا کسی نیک جگہ مثلاً مسجد یا مدرسہ کی تعمیر میں لگانا درست ہے یا نہیں؟

نیز آج کل کاروباری حضرات زیادہ تر بنک ہی کے ذریعہ کاروبار کرتے ہیں جس میں سود دینا پڑتی ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو کاروبار ختم ہوجاتا ہے۔ دریں صورت کیا کیا جائے؟۔

(۵) مردے کو دفنانے کے کتنی دیر بعد اور قبر کے کتنے فاصلہ سے کھڑے ہوکر اذان دینا چاہئے؟ نیز لوگ وہاں سے چلے جائیں تو اذان دینی چاہئے۔ یا لوگوں کی موجودگی میں بھی اذان دے سکتے ہیں۔
بینوا توجروا المستفتی ابوالکلام احمد غفرلہ مقام وپوسٹ کسم کھور ضلع فرآباد یوپی

الجواب

(۱) جائز ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

عن ابی مسعود الزروع المستقیة بالنجاسات لاتکره ولاتحرم عند اکثر الفقهاء۔

(۲) عمامہ کے عرض کی تصریح کہیں نظر سے نہیں گزری طول کے بارے میں فتاوی رضویہ میں ہے۔ عمامہ میں سنت یہ ہے کہ ڈھائی گز سے کم نہ ہو نہ چھ گز سے زیادہ۔ [جلد دہم نصف اخیر ص ۹۳]

(۳) مسجد نے گنگا کے پانی کو مچھلی مارنے کے لیے ٹھیکہ پر پھر دوسروں نے مسجد سے جو ٹھیکہ کیا ناجائز اور ایسا پیسہ نہ مسجد کی تعمیر میں لگ سکتا ہے نہ مدرسہ میں استعمال ہوسکتا ہے۔

عالمگیری میں ہے: لایجوز اجارۃ الاجام والانہار للسمك وغیرہ۔

(۴) بیمہ زندگی کا ہو یا کاروبار کا اصلا جوا ہے۔ اور روپیہ جمع کر کے اس پر منافع لینا یا قرض لے کر منافع دینا سود۔ لیکن یہاں سرکاری بنکوں سے ان معاملات کو علماء نے جائز بتایا ہے کہ مسلم اور حربی کے درمیان سود کا تحقق ہی نہیں ہوتا۔ پھر بھی ہمارے نزدیک احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے بچا جائے اور ایسے معاملات سے جو زائد رقم ملے اس کو فقراء اور ضرورت مندوں کو دے دیا جائے۔

(۵) لوگوں کے رہنے یا جانے سے اس میں کچھ فرق نہیں پڑتا، دفن سے پوری طرح فارغ ہو کر اذان دی جا سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۱۳ر شوال ۱۲ھ

(۶۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

ایک عالم پیش امام نے نماز میں خطبہ کے پہلے بھری مسجد کے اندر مسجد کے صدر کے خلاف صرف ذاتی رنجش کی بنا پر بہت گستاخانہ اور ادب سے گری ہوئی باتیں کہیں، جیسے ایسے جاہل صدر کو ہاتھ پکڑ کر باہر نکال دینا چاہئے۔ مسجد کا صدر عالم ہونا چاہئے۔ ایسا جاہل صدر نہیں ہوسکتا ہے وغیرہ وغیرہ بہت سی غلط قسم کی باتیں کہیں۔ اور جمعہ کے ٹائم سے ۵ سات منٹ سے زیادہ بولتے ہیں، ان کی اس گستاخانہ تقریر سے اور خاص کر مسجد کے اندر اس قسم کی بات سے مسجد کے اندر بہت سے لوگ ناراض ہیں۔ اور کچھ لوگوں نے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ پیش امام صاحب اس قسم کی غلط تقریر کر کے کہ صدر عالم ہونا چاہئے مسلمانوں میں تفرقہ ڈال کر دو پارٹی کرنا چاہتے ہیں۔ تو پہلی امر طلب بات یہ ہے کہ ایسے پیش امام کے پیچھے جو صرف ذاتی رنجش کی بنا پر بھری مسجد میں کسی کو بے عزت کرے۔ اور مسلمانوں کو اپنی غلط باتوں سے گمراہ کرنا چاہے۔ اور دو پارٹی کرانا چاہے۔ نماز جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دینے کی زحمت فرمائیں۔

(۲) اور دوسری امر طلب بات یہ ہے کہ ایک مائک اسی مندرجہ بالا صدر نے دوڑ دھوپ کر عوام کے چندہ سے اس خیال سے خریدا کہ اس مائک سے مسجد کے اذان و جمعہ کے دن خطبہ اور تقریر وغیرہ کا بھی کام چلے گا۔ اور عوام کی ضرورت کی باتیں بھی اعلان کیا جائے گا۔ جیسے کسی کا انتقال ہوگیا تو مسجد سے اعلان کیا جاتا ہے۔ گاؤں میں سستے غلہ کی دوکان پر چینی آگئی۔ تو اعلان ہوتا ہے۔ کوئی بچہ بھول جائے یا کچھ اور بھول جانے کی صورت میں کچھ روپیہ ہدیہ لے کر مسجد سے اعلان کیا جاتا ہے۔ تو مندرجہ بالا مائک پر اعلان کرنے کے لیے صدر سے پیش امام کو اجازت لینی پڑے گی؟ یا پیش امام سے صدر کو اجازت لینی پڑے گی؟ قرآن عظیم وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

المستفتی عظیم اللہ خاں مدرسہ اسلامیہ عربیہ فیض العلوم محلہ عمر گنج ڈاکئی پرا ی ضلع بلیا

الجواب

مبہم الزام کا شرعی حکم بتانا مشکل ہے۔ہاں جو بات پیش امام کی طرف منسوب کی گئی ہے۔مثلا صدر کا جاہل ہونا تو اگر واقعۃً صدر جاہل ہو اور اپنی جہالت اور ضد سے غلط کام کرتا ہو۔یا اس میں ایسے عیوب ہوں جن کی وجہ سے اس کا ایسی باعزت جگہ پر رہنا شرعا جائز نہ ہو۔تو امام نے اس کا اعلان کرکے کوئی غلطی نہیں کی۔ حدیث شریف میں ہے:

من رأى منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه[البداية:۲۵۸/۸] ۔

جو کوئی خلاف شرع کام دیکھے تو اس کے ہاتھ سے بن سکتا ہو تو ہاتھ سے درست کردے اور زبان سے ہوسکتا ہو تو زبان سے درست کرے۔

اور اگر صدر نیک وصالح اور بے عیب ہے اور امام نے از راہ سرکشی اس کے خلاف یہ مہم شروع کی ہو تو یہ بے شک ایذائے مسلم اور ظلم و گناہ ہے۔امام کو صدر سے معافی مانگی چاہئے۔اور معافی مانگنے کے بعد لوگوں کو اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے۔

مگر ہمارا تجربہ یہ ہے کہ آج کل ہم لوگوں کی مصیبت یہ ہے کہ ایسے معاملات میں عموما کوتاہیاں دونوں طرف سے ہوتی ہیں اور ہر آدمی دوسرے کا قصور دیکھتا ہے۔اور اپنی کوتاہیوں پر اسکی نظر ہوتی ہی نہیں جب لاؤڈ اسپیکر اسی صحیح مقصد میں استعمال ہوا ہے۔جس کے لیے وہ لایا گیا ہے۔تو یہ سوال ہی غلط ہے کہ کون کس سے پوچھے صدر کے منتظم ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ امام کو جمعہ کے دن خطبہ دینا ہو تو وہ صدر سے پوچھے کہ لاؤڈ اسپیکر چالو کیا جائے کہ نہیں یا پنج وقتہ اذان دینا ہو تو صدر سے اجازت لے اور وہ اجازت دے تب اذان ہو۔اسی طرح کوئی کسی جائز بات کا اعلان کرایا جائے اور امام جو وقت پر موجود تھا اس نے اعلان کردیا۔اور معاوضہ لے کر مسجد میں دے دیا تو امام کے خلاف جرم بنے کہ صدر سے کیوں پوچھا نہیں، یونہی یہ بات بھی غلط ہے کہ امام صدر پر اپنا غلط حکم چلائے، مسجد کا انتظام ضرور اس کی رائے مشورہ سے ہوگا۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۶ رشوال ۱۲ھ

(۶۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید تقریر میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف، توصیف میں مندرجہ ذیل واقعہ کو بیان کر رہا تھا کہ ایک بار حضرت بلال اذان پڑھ رہے تھے۔مگر لفظ شین صحیح طریقہ پر ادا نہیں کرپارہے تھے۔جس پر کچھ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بارگاہ نبوت میں شکایت کی کہ کوئی دوسرا مؤذن مقرر

کردیا جائے۔ سرور کائنات ﷺ نے دوسرا موذن مقرر فرمایا۔ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان نہ دی تو صبح نہ ہوئی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں یارسول اللہ ﷺ بستر پر کروٹ بدلتے بدلتے پیٹھ دکھنے لگی مگر صبح ہو ہی نہیں رہی ہے۔ اتنے میں جبرئیل امین حاضر ہوتے ہیں۔ اور عرض کرتے ہیں یارسول اللہ جب تک بلال اذان نہ دیں گے صبح نہیں ہوسکتی۔" سین بلال عنداللہ شین " اتنے میں بکر کہتا ہے کہ مولانا یہ واقعہ معتبر نہیں، لوگوں کو قصہ کہانی سنانے آتے ہیں۔ اس واقعہ کی کہیں حدیث میں تذکرہ نہیں ہے۔

لہٰذا مدلل تحریر فرمائیں کہ زید کا بیان درست ہے یا نہیں؟ اور اگر درست ہے تو یہ واقعہ کس حدیث میں ہے۔ عین نوازش ہوگی۔ المستفتی محمد ہارون مدرس ندائے حق اشرفیہ بربل گنج یکم ربیع الثانی

الجواب

ہمارے پاس فی الوقت ایسی کوئی کتاب نہیں جس سے اس واقعہ کی تحقیق کریں۔ البتہ موضوعات میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ص ۴۳ پر تحریر فرمایا۔

حدیث:" سین بلال عنداللہ شین " یعنی بلال کی سین اللہ کے نزدیک شین ہے، اس کی کوئی اصل نہیں، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ بے اصل ہی ہے۔ واقعۂ زید کو ایسی بات نہیں بیان کرنی چاہئے جس کا ثبوت نہ مل سکے۔ زید سے دریافت کیا جائے کہ حضرت بلال کے اذان نہ دینے سے صبح نہ ہوئی، یہ کس حدیث یا تاریخ کی کتاب میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۵ رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

(۶۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ نماز پڑھنے کا حکم پہلے یا سیکھنے کا؟

الجواب

اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے کا حکم دیا اور پڑھنے کے لیے سیکھنا ضروری ہے تو سیکھو بھی۔ ہاں یہ کوئی عذر کرے کہ نماز سیکھ لیں گے تو پڑھنا شروع کریں گے تو غلط ہے، نماز کی نیت سے لوگوں کے ساتھ اٹھ بیٹھ تو سکتے ہیں، وہی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ

(۷۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ وضو کرکے مسجد میں داخل ہوکر پہلے بیٹھ جانا پھر کھڑے ہونا نماز کے لیے یہ شروع میں بیٹھنا کیسا ہے؟

الجواب

مسجد میں داخل ہوکر اگر کھڑے کھڑے کوئی نماز شروع کردی تو اسی نماز سے تحیۃ المسجد کا بھی ثواب مل جائے گا۔

(۷۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ

کتنے فاصلہ پر شروع ہوتا ہے مقام حضر؟ ظہر کی فرض سے پہلے چار رکعت سنت تکان کی وجہ چھوڑنے سے کیا گناہ ہے؟

الجواب

فاصلہ حضر کے لیے نہیں ہے سفر کے لیے ہے، جب آدمی کسی آبادی میں پندرہ دن اقامت کی نیت کرے یا وطن لوٹ آئے تو حضر ہوگیا۔ جو شخص ایک بار بھی بلا عذر یہ سنت چھوڑے مستحق ملامت ہے اور جو اس کی عادت بنالے فاسق ہے۔

(۷۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ

زمانہ کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے فتوی میں نرمی یا تبدیلی کا اختیار حاصل ہے جیسے مفقود الخبر کے مسئلہ میں مالکی مذہب پر فتوی دیا جاتا ہے۔ اسی طرح چونکہ زمانہ حاضرہ میں سنیت کے دشمنوں میں مشرکوں کی تعلیم بہت زیادہ ہوگئی ہے، مذہبی تحریکیں بہت چل پڑی ہیں۔ ان تحریکوں میں عورتوں کو اپنے محرم کے ساتھ دوسرے ملکوں تک لے جایا جارہا ہے اور عورتوں کو خطاب کرنے کے پروگرام کثرت سے رکھے جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں گھر کے مرد اور اولاد سب بدمذہبیت کی طرف راغب ہوگئے ہیں اور سرعت کے ساتھ راغب ہورہے ہیں۔ ان حالات میں اگر سنیوں میں خواتین کو علمائے کرام کے خطاب سے بھی محروم کردیا گیا تو کچھ بھی نہ ہوسکے گا۔ درخت کو اندر سے گھن کھانے کے بعد گرنے کا انتظار کرنا پڑے گا۔ سائل: مقبول پاشاہ قادری، بنگلور ۱/۸ تیسرا کراس مسجد روڈ جے سی نگر بنگلور

الجواب

کوئی مرد عورتوں کو وعظ، نصیحت اور انہیں دین کی تعلیم دے یہ امر شرعا جائز اور حضور ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے۔ بخاری شریف جلد اول ص۲۰ پر ہے: "عن ابن عباس ان النبی ﷺ خرج ومعه بلال فظن انه لم یسمع النساء فوعظهن وامرهن بالصدقة"

حضور ﷺ نے ایک دفعہ لوگوں کو وعظ ونصیحت کی۔ عورتوں کا مجمع کچھ دور تھا آپ کو خیال ہوا کہ عورتوں نے میری باتیں نہیں سنیں تو رسول اللہ ﷺ حضرت بلال کو ساتھ لے کر عورتوں کے اجتماع میں گئے

انہیں ہدایت کی اور وعظ فرمایا۔ اور انہیں صدقہ کرنے کی تلقین کی۔

اسی جلد اور صفحہ پر دوسری حدیث شریف ہے

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں: "قال النساء للنبی ﷺ غلبنا علیك الرجال فاجعل لنا یوما من نفسك فوعدهن یوما لیجمعن فیه فوعظهن وامرهن"۔

صحابی عورتوں نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی یا رسول اللہ مرد ہی ہر وقت آپ کو گھیرے رہتے ہیں اور انہوں نے ہم کو آپ کے وعظ و نصیحت سے محروم کر دیا ہے تو آپ ایک دن ہمارے لیے مخصوص کر دیجئے، جب صرف ہم عورتیں ہی آپ سے تعلیم و ہدایت و فیض اٹھائیں تو آپ نے ان عورتوں کی فرمائش کے مطابق دن مقرر کر دیا، اس وقت وہی جمع ہوتیں اور آپ وہاں جا کر ان کو وعظ و نصیحت کرتے۔

تو عورتوں کو خاص طور سے نصیحت تلقین کرنا جائز ہوا، لیکن اس کے لیے کچھ شرائط ہیں، ہر طرح پردہ کا مکمل انتظام ہو اور کسی قسم کے فتنہ کا کوئی احتمال نہ ہو۔ دیکھئے۔

حضور ﷺ کے عہد مبارک میں عورتیں مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جاتی تھیں، لیکن بعد میں جب لوگوں میں فساد آیا تو علماء نے ان کا مسجدوں میں جانا موقوف کیا، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مسجد میں دینی جلسہ میں عورتوں کی شرکت سے سوال ہوا تو آپ نے تحریر فرمایا۔ عورتیں نماز مسجد سے ممنوع ہیں۔ اور واعظ یا میلاد خواں اگر عالم سنی صحیح العقیدہ ہو اور اس کا وعظ و بیان صحیح و مطابق شرع ہو۔ اور جانے میں کامل احتیاط اور پورا پردہ ہو۔ اور کوئی احتمال فتنہ نہ ہو اور مجلس رجال سے دور ان کی نشست ہو تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو، ۱۵ ر محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

(۳۷۴۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) زید امام ہے اور اس کے پانچ بیٹے ہیں، جن میں سے دو بالغ ہیں، ایک لڑکے کی عمر ۲۰ سال ہے اور دوسرے کی ۱۷ سال اور باقی لڑکوں کی عمر دس سال سے اوپر ہے، ان پانچ لڑکوں میں سے کسی کا ختنہ نہیں ہوا ہے۔ امام صاحب سے جب پوچھا گیا کہ ختنہ کیوں نہیں کروائے تو جواب ملا کہ مجبوری ہے یعنی دھوم دھام سے کرنے کی استطاعت نہیں ہے۔ تو ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسا شخص امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور اب ان لڑکوں کا ختنہ کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ جب کہ لڑکے بالغ ہو چکے ہیں۔ شرع کے مطابق مسئلہ سے آگاہ کریں۔

(۲) زید کہتا ہے کہ جو قرآن عربی کے بجائے ہندی میں لکھا ہے اور عربی عبارت نہیں ہے بلکہ سب ہندی ہے تو اگر کوئی شخص ہندی میں لکھا ہوا قرآن شریف تلاوت کرے۔ تو اس کو ثواب ملے گا یا نہیں

محمد محرم خاں تخت پور ضلع بلاسپور ایم پی ۱۷ ر رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ

الجواب

(۱) ختنہ سنت موکدہ اور شعار اسلام ہے۔ (فتاوی افریقہ ص ۳۶) اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک نومسلم کو حکم فرمایا۔ الق عنك شعر الكفر ثم اختتن [سنن ابی داؤد: ۳۵٦] ۔

زمانۂ کفر کے بال اتار اور اپنا ختنہ کرا۔ (احمد وابوداؤد)

ختنہ کی مدت سات سال سے ۱۲ ر سال کی عمر تک ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ولادت کے سات دن بعد ہو ۱۲ ر سال تک۔ (بہار شریعت جلد ۱۵ ص ۱۷۱)

عالمگیری میں ہے: ابتداء وقت المستحب للختان من سبع سنين الى اثنتى عشرة سنة وقال بعضهم يجوز بعد سبعة ايام من وقت الولادت ۔ (جلد ۵ ص ۳۵۷)

اس مدت میں ختنہ کرانا باپ کا کام ہے۔

وللاب ان يختن ولده الصغير ۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

زید مذکور اتنے دنوں تک یہ سنت انبیاء ترک کر کے بے شک شعار اسلام کا تارک اور مستحق عذاب الہی ہوا۔ کہ عادۃ سنت موکدہ ترک کرنے والے کا یہی حکم ہے (فتاوی رضویہ جلد اول ص ۱۸۸)

زید پر واجب ہے کہ اپنی اس حرکت سے توبۂ صادقہ کرے اور نابالغ لڑکوں کا ختنہ فورا کرائے مسئلہ جان لینے کے بعد بھی اگر وہ اپنی اس حرکت سے باز نہ آئے تو مسلمان اس کو ضرور امامت سے علیحدہ کردیں۔ ومشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم [شامی: ج ۲/ ۲۵۵] ۔

شرح منیہ میں لکھا ہے کہ فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

اور سوال میں اس نے جو مجبوری بتائی شریعت میں اس کا اعتبار کچھ نہیں، ختنہ کے لیے دعوت عام اور دھوم دھام کچھ ضروری نہیں۔ جو لڑکے بالغ ہو گئے ہیں وہ اگر اپنا ختنہ کر سکتے ہیں ہوں تو کریں۔ اور نہ کر سکتے ہوں تو ایک روایت میں ہے کہ معاف ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ کسی دوسرے جانکار آدمی سے کرا سکتے ہیں۔ جو ختنہ کرنا جانتا ہو۔

(۲) دنیا کی کسی زبان کا رسم الخط (لپی) خود نہ تو اچھا ہے نہ برا کہ وہ مختلف آوازوں کی علامت ہے، اس کی اچھائی یا برائی کا حکم اس مضمون کے اعتبار سے ہوگا جو اس رسم الخط کے ذریعہ لکھے گئے، مضمون

اچھا ہے تو وہ عبارت اچھی ہے خواہ کسی رسم الخط میں لکھی گئی۔ اور مضمون برا ہے تو عبارت بری۔

پس اگر ہندی رسم الخط میں قرآن شریف لکھا گیا ہے تو وہ قرآن ہوگا۔ اور اس کا پڑھنا تلاوت ہی کہا جائے گا اور اگر صحیح پڑھا تو اجر و ثواب کی بھی امید ہے، لیکن ہندی رسم الخط میں یہ کمی ہے کہ اس میں عربی زبان کے بہت سارے حرفوں کی حروف تہجی (علامت) نہیں ہے، اس لیے صرف ہندی رسم الخط کے ذریعہ قرآن شریف پڑھنے والا قرآن عظیم صحیح تلفظ نہیں کرسکتا۔ جب کہ قرآن کو صحیح پڑھنا ضروری ہے اور غلط پڑھنا گناہ اس لیے عام مسلمانوں پر لازم ہے کہ قرآن عظیم کو عربی رسم الخط کے ساتھ صحیح صحیح سیکھیں اور چھاپنے والے بھی صرف ہندی رسم الخط میں نہ چھاپیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ، ۱۲ر شوال المکرم ۱۴۱۳ھ

(۷۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ

داڑھی مشت برابر رکھنے کے مسئلے میں چاروں اماموں میں کن کا اتفاق ہے؟ اور اختلاف ہے تو کن سے اور کیوں؟

الجواب

امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذہب میں تو ایک مشت داڑھی رکھنے کا حکم صریحی ہے، اور امام مالک اور امام شافعی کے وہاں (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) مطلقا بڑھانے کا حکم ہے، جب زیادہ لمبی ہوجائے تو داڑھ کے نیچے ڈاڑھ ڈاڑھ کے حدود کی لمبائی اور چوڑائی سے کچھ کاٹنے کا حکم ہے۔

(۷۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ

جمیع امت مسلمین میں فرق مرتبہ کا ہے تو کس وجہ سے ہے؟ اور صحابہ، تابعین، امام وشہداء کرام اولیاء اللہ ان کے سوا فرق عام لوگوں میں مرتبہ دریافت طلب امر درکار ہے تو کون سا اور کیسے؟

الجواب

اس سوال کا جواب بہت طولانی ہے۔ مختصر یہ سمجھئے کہ جو جتنا نیک ہے وہ اتنا ہی افضل ہے واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو

کسب کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

دار العلوم اہل سنت شمس العلوم گھوسی ضلع مئو کے دار الافتاء سے جاری شدہ فتوی (۱۴ر شوال

۱۴۰۹ھ حوالہ نمبر ۱۸۸) میں "اور لڑکا باپ کے عیال میں ہو"۔ درج ہے مذکورہ فتوی کی افادیت میں اضافہ کی غرض سے وضاحت طلب ہے کہ

(۱) لڑکا باپ کی پرورش میں کب تک رہتا ہے؟

(۲) لڑکے کو اپنے باپ کی پرورش میں کب تک رہنا ہوگا؟

(۳) باپ کو اپنی پرورش میں لڑکے کو کب تک رکھنے کا اختیار باقی ہے؟

(۴) عیال کسے کہتے ہیں اور دور عیال کب تک رہتا ہے؟۔

(۵) کن صورتوں میں پرورش "اور عیال" کی اصطلاح جائز ہوگی؟ اور کن صورتوں میں ناجائز؟

دلائل عقلیہ ونقلیہ کے ساتھ حکم شرعی مرحمت فرمائیں۔ عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی عالم ریڈی منڈیا بازار بیکن گنج کان پور

الجواب

منجد میں ہے: "عائلة الرجل زوجته واولاده ومن تكفل به واقاربه لابيه"

آدمی کی عیال میں اس کی بیوی اور اولاد اور وہ جس کے ضروریات کی ذمہ داری اس پر ہے اور باپ کی طرف سے آدمی کے رشتہ دار داخل ہیں۔ عیال داری کے معنی ہیں، "کفالھم ومعاشھم"

ان کی معیشت کی ذمہ داری۔ اس سے معلوم ہوا کہ عیال میں ہونے کے لیے کسی عمر کی قید نہیں ہے، بڑا لڑکا بھی باپ کی عیال میں داخل ہے، اگر باپ اس کی معیشت کی کفالت کر رہا ہے، اس بات کی طرف ہدایہ کی عبارت رہنمائی کرتی ہے: "ولا عن اولاده الكبار وان كانوا فى عياله"

باپ اپنے بالغ لڑکوں کی طرف سے صدقہ فطرہ نہیں ادا کرے گا، اگرچہ وہ بڑے لڑکے باپ کی پرورش میں ہوں۔ میرے خیال میں آپ کے تمامی سوالوں کا بنیادی محور یہی تھا جس کی وضاحت میں نے کی۔ اس کو اس مثال سے سمجھیں۔ ایک آدمی اپنے بال بچوں کے ساتھ رہتا ہے، ان کے خورد ونوش کپڑے لتے کا والد کفیل ہے بچے سب چھوٹے ہیں، لیکن وہ بھی باپ کے ساتھ کام میں لگے رہتے ہیں۔ اس وقت باپ لڑکوں کے کام کا کوئی حساب نہیں رکھتا کہ فلاں نے اتنا کام کیا اور اس کا معاوضہ اتنا ہوا جس کا فلاں مالک ہوا، بلکہ سب کی مشترکہ محنت سے جو کچھ حاصل ہوا سب باپ کا ہی ہوتا ہے۔ بچے جیوں جیوں بڑھتے گئے۔ کام کی نوعیت میں فرق آتا گیا، اب زیادہ کام لڑکے کرتے ہیں اور باپ صرف نگرانی کرتا ہے کبھی کبھی وہ بھی اس کے بس سے باہر ہوتا ہے لیکن کمائی سب کی سب اب بھی باپ کی مانی جاتی ہے۔ اور سارے لوگ باپ کے مددگار تصور کیے جاتے ہیں۔ اور باپ کے انتقال کے بعد سب کا حصہ تقسیم وراثت

مقرر ہوتا ہے۔ اب باپ اپنی زندگی میں اپنے کسی ایک لڑکے کو اپنا وارث قرار دے شرعا یہ صحیح نہیں، جب تک وہ رہائش معیشت میں باپ کی نگرانی میں ہے۔ اگر چہ بالغ اور بڑا ہو، ماں باپ کی عیالداری سے الگ ہو کر اپنی معیشت علیحدہ کرے تو اور بات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو

(۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید عرصۂ دراز سے بیمار ہے اور وہ اس لائق نہیں ہے کوئی کام کر سکے۔ زید کا بیٹا عمر کاروبار کرتا ہے اور بزعم خود اپنے کو مالک کہہ رہا ہے اور اپنے باپ زید کو مملوک۔ زید جب سے بیمار ہے عمر نے زید کے نام قربانی نہیں کی ہے تو کیا زید کے نام عمر کا قربانی نہ کرنا از روئے شرع درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ریاض الاسلام رضا نگرادری مئو

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر سرمایہ (مال) باپ کا ہو اور باپ نے اپنی سہولت کے لیے کاروبار کے لائق بچوں کو جو اس کے ساتھ رہتے ہیں کاروبار سونپ دیا کہ اب تم اس کو سنبھالو یا چلاؤ یا کسی ایک ہی لڑکے کو جو صلاحیت زیادہ رکھتا ہو کاروبار سونپ دیا تو لڑکا مالک نہیں سمجھا جائے گا، بلکہ وہ باپ کا مددگار ہوگا اور کل سرمایہ باپ کا ہی ہوگا۔

خیریہ میں عن قنیۃ امام عمر النسفی ہے:

امر اولادہ ان یقسموا ارضہ الذی فی ناحیۃ فلان ففعلوا لایثبت الملک لھم ، باپ نے اپنی اولاد کو حکم دیا کہ میری زمین فلاں علاقہ میں تم لوگ آپس میں بانٹ لو اور لڑکوں نے ایسا کر بھی لیا، ان کی ملک نہیں ہوگی، بلکہ مطلب یہ ہوگا کہ باپ نے اس علاقہ کا انتظام ان لڑکوں کو سونپا ہے، زمین باپ کی رہے گی۔　(فتاوی رضویہ جلد ہشتم ص ۳۴۹)

یا یہ صورت ہو کہ باپ بیٹے میں کسی کے پاس سرمایہ نہیں، مگر دونوں مل کر کماتے ہیں تو دونوں نے جو کمایا باپ کا ہی ہوگا لڑکا باپ کا معین ومددگار سمجھا جائے گا۔ فی القنیۃ الاب وابنہ یکتسبان فی صنعۃ واحدۃ فلم یکن لھما شیء، فالکسب کلہ للاب ان کان الابن فی عیالہ لکونہ معینا۔

(فتاوی شامی جلد سوم ص ۳۴۹)

ان دونوں صورتوں میں پہلی صورت کی مثال ہمارے دیار میں یہ ہے کہ باپ کے پاس سرمایہ ہوتا ہے جس کو وہ کاروبار میں لگاتا رہتا ہے، اس کے لڑکے بھی باپ کے کاروبار میں ہاتھ بٹاتے رہتے ہیں

جب لڑکے ہوشیار ہو جاتے ہیں، باپ صرف بالائی دیکھ ریکھ رکھتا ہے، بلکہ بالکل فارغ البال ہو کر سارا کام ان لڑکوں پر چھوڑ دیتا ہے۔ یا ان میں سے جو ہوشیار ہو تو اسے اختیار دے دیتا ہے اور بقیہ لڑکے اسی کی نگرانی میں اسی کاروبار میں لگے رہتے ہیں۔ اور جس کا صرف ایک لڑکا ہو وہ اس کو سپرد کر دیتا ہے، ایسی صورت میں ساری جائداد باپ کی ہی مانی جاتی ہے جیسا کہ فتاوی رضویہ سے حوالہ گذرا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ غریب عیالدار آدمی اپنے عیال کی پرورش کے لیے گھر سے باہر نکل کر محنت و مزدوری یا اجرت پر کام گھر لا کر کرتا ہے اور ہر حالت میں بچے بیوی بھی اس کے ساتھ مل جل کر کام کرتے ہیں انہیں میں جو لڑکا بڑا اور سلیقہ مند ہوتا ہے وہ باپ کی جگہ کام کاج کی ذمہ داری بھی لیتا ہے اور اسی کام کو جو باپ کرتا ہے اسی کو آگے بڑھاتا ہے، اس صورت میں بھی جو آمدنی ہو وہ باپ کی مانی جاتی ہے اور سب بیوی بچے خانہ مالک کے مددگار سمجھے جاتے ہیں۔

پس صورت مسئولہ میں مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت بھی زید و عمر کے معاملات کی ہو تو جو آمدنی اس کاروبار سے ہوگی سب کا مالک باپ زید ہوگا۔ اور اس کا بیٹا عمر اس کا مددگار رہوگا۔ مال کا مالک نہ ہوگا، باپ کے کمزور اور بیمار ہونے سے اس کی ملک پر کوئی اثر نہ پڑے گا اور اس حالت میں ضروریات زندگی سے فاضل رقم گھر میں ہو تو باپ پر قربانی واجب ہوگی اور جان بوجھ کر بیٹا باپ کی طرف سے قربانی نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا کہ فی الوقت گھر کا انتظام اسی کے ذریعہ انجام پا رہا ہے اور اگر عمر اپنے باپ سے علیحدہ کوئی کام کرتا رہا ہے اور زید کی مجبوری کا فائدہ اٹھا کر گھر سے الگ تھلگ کوئی دوسرا کام کرتا ہو تو اس صورت میں اس کی یہ چالاکی ضرور قابل شکایت ہوگی مگر مال کا مالک وہی ہوگا۔ شامی میں تحریر ہے: الا اذا کان لھا کسب علیحدۃ فھو لھا۔ اب اگر باپ کے پاس مقدار نصاب سرمایہ ہو تو قربانی اس پر واجب ہے۔ اور وہ مالک نصاب نہ ہو تو قربانی اس پر واجب نہ ہوگی، البتہ زید محتاج ہو تو عمرو پر اس کا نان نفقہ ضرور واجب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی یکم ۱۴ ذیقعدہ ۱۴۲۳ھ

(۳۔۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) زید ایسی جگہ مزدوری کرتا ہے جہاں کہ معلوم ہے کہ وہاں کے لوگ ناجائز اور حرام طریقہ سے مال حاصل کرتے ہیں اور ان کی کھیتی باڑی کپڑے اور مکان حتی کہ ان کا کھانا پینا بھی رزق حرام سے منسلک ہے اور زید ان کی ساری حالت سے واقف ہے تو اب زید کا ان سے بطور ھدیہ صدقہ اور اجرت وزکوۃ وفطرہ کا مال و دولت لینا یا کھانا پینا حلال ہے یا حرام؟

(۲) یہ کہ بکر نے رزق حرام سے کھیتی باڑی دوکانداری یا اور دوسرے ذرائع پیدا کر لیے اور اب حرام رزق کو چھوڑ چکا ہے اور اس سے تائب ہو گیا تو کیا وہ حاصل شدہ ذرائع اس کے لیے حلال ہو جائیں گے یا حرام ہی رہیں گے؟

(۳) یہ کہ عمر کی کھیتی باڑی وغیرہ رزق حلال سے تھی، لیکن اب اس میں بطور بیج اناج یا پانی کے مال حرام کی بھی آمیزش قدرے کرتا ہے تو کیا اس کھیت سے حاصل شدہ اناج حلال ہوگا یا حرام؟

المستفتی، محمد افروز عالم مقام وپوسٹ رخ پور وایا پرتاب گڑھ ضلع جتوڑ گڑھ راجستھان

الجواب

(۱) جس چیز کا بعینہ مال حرام ہونا معلوم ہو اس کو خریدنا، اجرت میں لینا، یا ہدیہ قبول کرنا یا دعوت کی ہو تو کھانا ناجائز اور حرام ہے اور جس کے مال کا اکثر حصہ حرام ہو اس کا بھی حکم یہی ہے، معلوم نہ ہو تو لینے میں حرج نہیں، مگر مشتبہ لوگوں سے احتیاط ہی بہتر ہے (بہار شریعت)

(۲) حرام روپیہ دکھا کر چیز خریدی اور وہی حرام روپیہ قیمت میں ادا بھی کر دیا جس کو عقد ونقد حرام پر جمع ہونا کہتے ہیں تو اس حرام مال کے بدلہ میں جو چیز حاصل کی وہ بھی حرام ہی ہوئی اور اس کا حکم بھی وہی ہے جو نمبر اول میں مذکور ہوا، اور حرام مال دکھائے بغیر معاملہ کیا کہ یہ چیز کتنے میں بیچتے ہو، بیچنے والے نے کہا ہزار روپے، میں مشتری نے منظور کر لیا اور چیز لے لی تو قیمت ادا کرتے وقت گو حرام مال ہی دیا ہو خریدی ہوئی چیز حلال ہو گئی، ہاں حرام مال کی ادائیگی کا گناہ علیحدہ خریدار پر ہوگا (بہار شریعت)

(۳) کھیت میں حرام بیج بویا، حرام پانی دیا تو جب تک بیج اور پانی والے کو اس کا تاوان نہ دے لے گا پیداوار حرام ہی ہوگی، ہاں بیج اور پانی کا تاوان ادا کر دیا، مالک کو یونہی راضی کر لیا تو حاصل شدہ غلہ حلال ہو جائے گا۔ فقط (بہار شریعت) واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

۱۴۱۵ھ

(۶) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ

ملتمس ہوں کہ براہ کرم مسئلہ ذیل میں حکم شرعی سے آگاہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں، مسئلہ یہ ہے کہ مقامی جامع مسجد مہراج گنج پر اہل سنت والجماعت کا عمل دخل ہے اور موجودہ پیش امام مسجد ھذا کے حافظ نور الحق صاحب بھی عقیدہ اہل سنت والجماعت کے ہیں، عرصہ دو ماہ قبل ایک مسلمان کے کاروبار لین دین کے سلسلہ میں سود خوری کا فتویٰ آچکا ہے مگر مذکور پیش امام حضرت نور الحق صاحب اس شخص کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے ہیں، امام صاحب سے یہ استدعاء کی گئی کہ جس پر سود خوری عائد ہو چکی ہے، اس کے

یہاں آپ مت کھائیں، اور انہیں فتویٰ دکھایا گیا جس کو انھوں نے اطمینان سے پڑھا بھی، یہ بھی بتایا کہ متعلقہ شخص نے توبہ بھی نہیں کیا ہے اور فتویٰ آنے کے بعد بھی سود لے رہا ہے، پھر بھی امام مذکور نے صاف صاف کہا کہ میں اکثریت کا رویہ اور رائے دیکھوں گا تبھی کوئی قدم اٹھاؤں گا، کئی بار تاکید اور استدعاء کرنے پر امام صاحب نے کہا کہ میں پرہیز کرنے کی کوشش کروں گا لیکن اب تک انھوں نے پرہیز نہیں کیا، واضح ہو کہ ان ساری باتوں کے وقت کئی لوگ موجود تھے، کیا ایسے شخص کو پیش امامت کرنے کا شرعی جواز حاصل ہے اور کیا جواز امامت کے لیے امام مذکور پر توبہ وکفارہ ہے یا کوئی اور شرعی طریقہ کار اپنانا ہوگا اور کیا مسلمان بلا کسی کراہت کے امام مذکور کی اقتداء میں نماز با جماعت ادا کر سکتے، ہیں متمنی ہوں جواب شرعی سے آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں فقط۔

المستفتی، محمد ظہیر

الجواب

یہاں دو باتیں ہیں (۱) حرام آمدنی والے کے یہاں کھانا (۲) اس سے بات چیت اور ملاقات رکھنا، ان دونوں باتوں کا جواب مولٰنا احمد رضا خاں صاحب نے مندرجہ ذیل عبارت میں ظاہر فرمایا ہے "جائز بایں معنیٰ تو ہے کہ کھالے گا تو کوئی شئے حرام نہ کھائی، جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ شئے جو میرے سامنے آئی ہے بعینہ حرام ہے " به ناخذ مالم نعلم شيأحراماً بعينه نص عليه محرز المذهب الامام محمد رحمة الله تعالىٰ عليه كما فى الذخيرة وغيرها " مگر احتراز اولیٰ، خصوصاً جبکہ غالب حرام ہو " خروجا عن الخلاف و كمافى رد المحتار عن الذخيرة عن الامام ابى جعفر احب الىٰ فى دينه ان لاياكل ويسعه حكماان لم يكن ذالك الطعام غصباًور شوة الخ " خصوصاً جب کہ یہ شخص سود اور رشوت لینے کے باعث نہ صرف فاسق بلکہ عباد اللہ پر ظالم ہے، ایسے فاسق سے اظہار بغض ونفرت پر سلف صالح کا اجماع قائم ہے، امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں " طرق السلف قد اختلفت فى اظهار البغيض مع اهل المعاصى وكلهم اتفقوا علىٰ اظهار البغض للظلمة المبتدعة وكل من عصى الله تعالىٰ بمعصية متعددة الى غيره الخ " تو اس کے یہاں کھانے سے اور زیادہ احتراز چاہئے خصوصاً اس کے ساتھ کھانے سے"

اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے ایسے لوگوں کے ساتھ معاملات رکھنے میں اور ان کے وہاں کھانے میں دونوں ہی احتمال ہیں کہ خود فاسق اور ظالم ہو جائے اور اس کی امامت ناجائز ہو اور یہ بھی کہ فسق اور ظلم تک نہ پہنچے تو امام صاحب مصلحت اندیشی چھوڑیں اور اس سود خور سے علحدہ ہو جائیں، یہی سالم طریقہ

ہے، خود مقتدیوں کے لیے بھی یہی حکم ہے، یہ نہیں کہ امام صاحب کو تو علیحدگی پر مجبور کریں اور خود اس سے ہر قسم کے تعلقات رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ

(۷) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید سونے چاندی کی مورتیوں پر پالش کرتا ہے، اسے سنوارتا ہے، مگر اس کی عظمت اپنے دل میں نہیں رکھتا اور ساتھ ساتھ دوسرے زیورات اور برتنوں پر بھی پالش کرتا ہے تو کیا ان اشیاء کی ملنے والی مزدوری کی رقم سے وہ زکوۃ اور فطرہ دے سکتا ہے کہ نہیں؟ اور اس رقم سے اپنے والدین کو حج کے لیے بھیج سکتا ہے کہ نہیں؟ اور اس رقم سے کپڑے وغیرہ پہن کر نماز پڑھ سکتا ہے کہ نہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی، مقیم الدین امام نورانی مسجد میوارہ واسکوگوا

الجواب

مورتیوں پر پالش کرنا اور سنوارنا بھی مورت بنانے میں داخل ہے اس لیے اس کا معاوضہ ناجائز وحرام ہوگا، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۱۶۶ میں فرماتے ہیں ''اجرت جو کسی فعل حرام کے مقابل نہ ہو حرام نہیں'' اور صفحہ ۱۷۳ میں فرماتے ہیں ''جس میں خود ناجائز کام کرنا پڑے ایسی ملازمت حرام ہے''

اس لیے زید اگر کسی ایسے کارخانے میں ملازم ہے جہاں مورتیوں کی پالش بھی ضرور کرنی پڑتی ہے تو یہ ملازمت ہی حرام ہے اور اس سے حاصل ہونے والا پیسہ بھی حرام ہے۔ لہٰذا نہ اس سے فطرہ ادا کرنا جائز اور نہ حج کو بھیجنا درست، بلکہ اس پیسے کا استعمال کسی طریقے سے جائز نہیں۔

اور اگر خود اپنا کاروبار کرتا ہے تو برتنوں اور زیوروں کی پالش کا معاوضہ جائز ہوگا اور مورتیوں کا نہیں؟ حرام رقم سے کسی چیز کی خریداری کا معاملہ یہ ہے کہ اگر دکان دار کو حرام رقم دکھا کر کہا کہ اس روپے کے بدلے میں یہ کپڑا یا غلہ مجھے دو اس نے وہ چیز اس کو دی، پھر خریدار نے وہی رقم جسے دکھا کر معاملہ کیا تھا، اسی کو ادا کی تو اب جو مال خریدا وہ حرام، اس کا استعمال بھی حرام، اور خریداری مذکورہ بالا طریقہ سے نہ ہو اور آج کل عام طور سے اسی طرح خریداری ہوتی ہے یعنی خریداری کی بات کرتے وقت رقم دکھا کر نہ کہا ہو کہ اس روپے کے بدلے فلاں چیز دو تو اس طرح سے جو چیز خریدی گئی وہ حلال ہوگی، اگرچہ دام حرام مال سے ہی ادا کیا گیا ہو اور اس کا استعمال بھی حلال ہی رہے گا، ہاں اس نے حرام رقم کو بدلے میں دیا، اس کا گناہ اس پر علیحدہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

(۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ
زید اور اس کی بہن ہندہ جو ایک ہی گھر میں رہتے تھے، ہندہ بھی بنائی کرتی اور اس کی کمائی زید اپنی کمائی ساتھ خرچ کیا کرتا تھا، دونوں کی کمائی سے ایک قطعہ زمین زید نے اپنے نام سے خریدا، تو کہا کہ میں ہندہ کو بہن نہیں بلکہ بھائی سمجھتا ہوں، یہ میرے ساتھ آدھے کی شریک ہے دوسرے بھائیوں نے ہندہ سے کہا کہ تم کو اتنی محنت کرنے سے کیا ملے گا تو اس پر زید نے وہی بات دہرائی کہ میں اس کو بھائی سمجھتا ہوں یہ میری جائداد میں آدھے کی مالک ہے، سوال یہ ہے کہ زید کی خرید کردہ زمین میں ہندہ شرعاً مالکہ ہے کہ نہیں؟ اور اگر ہوئی تو کتنے کی؟ جواب باصواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی، سائرہ خاتون مبارک پور

الجواب

صورت مسئولہ میں زید اور اس کی بہن نے ایک ساتھ رہ کر مال میں اضافہ کیا، اس میں دونوں برابر شریک ہوئے، بہار شریعت میں ہے، ہندوستان میں عموماً ایسا ہوتا ہے کہ باپ کے مر جانے کے بعد اس کے تمام ترکہ پر قابض ہوتے اور یکجائی شرکت پر کام کرتے ہیں لینا، دینا، تجارت، زراعت، کھانا، پینا ایک ساتھ مدتوں رہتا ہے، اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ بڑا لڑکا خود مختار ہوتا ہے، وہ خود جو چاہتا ہے کرتا ہے، اور اس کے چھوٹے بھائی اس کی ماتحتی میں اس بڑے کی رائے مشورہ سے کام کرتے ہیں، یہ شرکت ملک ہے اور اس صورت میں جو کچھ تجارت وزراعت وکاروبار کے ذریعے اضافہ کریں گے سب برابر کے شریک ہیں، اگرچہ کسی نے زیادہ کام کیا ہے اور کسی نے کم، کوئی دانائی و ہوشیاری سے کام کرتا ہے اور کوئی ایسا نہیں، اگر ان شرکاء میں سے بعض نے کوئی چیز خاص اپنے لیے خریدی اور قیمت مال شرکت سے ادا کی تو یہ چیز اسی کی ہوگی، مگر قیمت چونکہ مال شرکت سے ادا کی ہے لہٰذا بقیہ حصہ داروں کو معاوضہ ادا کرے (بہار شریعت دہم صفحہ ۲۲) بالخصوص اس صورت میں کہ زید بار بار یہ کہا کہ یہ میرے ساتھ آدھے کی شریک ہے۔ خیر یہ جلد اول میں بھی یہی لکھا ہے، پانچ بھائی ایک ساتھ رہتے ہیں، ساتھ ہی کماتے ہیں اور مال جمع کر لیتے ہیں تو اس مال میں پانچوں کا برابر حصہ ہوگا۔ اھ جلد ۳ صفحہ ۳۳۵ سائل کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کچھ اور بھائی بھی تھے جو علحدہ ہو گئے تھے تو اس سے صورت حال پر اثر نہیں پڑے گا کہ شرکت کا سوال ان کے لیے ہے جو ایک ساتھ رہتے اور ساتھ ہی کماتے تھے، اور جب زید اور ہندہ دونوں بھائی بہنوں کا معاملہ یکجائی تھا، کمائے ہوئے مال میں ضرور وہ آدھے کی شریک ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ

(۹) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ زید اور خالد دوست ہیں، زید وکالت کا پیشہ کرتا ہے۔ بقول زید اسے جھوٹ بھی بولنا پڑتا ہے اور ایک بار دوران گفتگو خالد نے زید سے کہا تھا، تمہارا پیشہ ناجائز ہے، اور کمائی حرام ہے، زید نے خالد سے کہا کہ تم اگر شرعاً ثابت کردو تو میں اس پیشہ کو ترک کردوں گا۔ برائے کرم شرع کی روشنی میں آپ اس کا جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: ریاض الحق محلہ رحمت گنج گاندھی نگر ضلع بستی

الجواب

فتاوی رضویہ جلد ہشتم ص ۲ باب الوکالۃ میں ہے: وکالت جس طرح رائج ہے کہ حق کو ناحق اور ناحق کو حق کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اگر سچ بلوانا چاہے تو کہتے ہیں، اگر سچ بولو گے تو تمہارا مقدمہ سرسبز نہ ہوگا، جھوٹی گواہیاں دلواتے ہیں، جھوٹے حلف اٹھواتے ہیں، قطعی حرام ہے۔ اور ایسی ہی وکالت آج کل فروغ پاتی ہے، وہ جو کامل تحقیقات کے بعد جسے حق پر جان لے صرف اس کی وکالت محض بطور حق کرے، جھوٹ بولنے اور بلوانے سے پرہیز کرے، ایسی وکالت اس زمانے میں اصلاً نہیں چل سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۳ر شوال ۱۴۱۸ھ

(۱۰) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین

اس پیش امام حافظ کے بارے میں جو جان بوجھ کر ایک شراب فروش یعنی شراب کی تجارت کرنے والے جس کا ذریعہ معاش شراب فروشی ہے۔ اس کے یہاں کھانا کھاتے ہیں، اور اس سے تنخواہ لیتے ہیں۔ کیا ایسے حافظ کی اقتدا میں نماز ہوجائے گی؟ اور نماز تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے حافظ کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب

جس کا غالب ذریعہ آمدنی حرام ہو اس کی دعوت قبول کرنا جائز نہیں۔ عالمگیری میں ہے:

"ان کان الغالب هو الحرام لا يقبل الهدية و لا ياكل الطعام الا ان الجيزه بانه حلال"

پس اگر صورت یہی ہے کہ جان بوجھ کر حافظ صاحب علی الاعلان حرام سے فائدہ اٹھاتے ہیں تو ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ شامی میں ہے: "مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم" [ج دوم/ ۲۵۵) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دار الافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ　الجواب صحیح: عبدالرؤف

(۱۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ

جناب ناظم اعلیٰ اشرفیہ خدمت عالیہ میں گذارش یہ ہے کہ

ہم اس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جس کو حلال خور کہتے ہیں۔ ہمارا پیشہ ہمارے بزرگوں نے بنا یا تھا کہ دنیا میں بڑے لوگوں کا وہ کام کرنا جو نجاست ہے، پاخانہ اور کچڑا پھینکنا اور ہم اس کام کو پسند نہیں کرتے۔ ہم ایک اسکول کے ماسٹر ہیں، ہماری ذات سے یہ کام ختم ہوجائے گا صرف ایک مجبوری یہ ہے کہ ہماری ماں جو ضعیف کے قریب پہنچ چکی ہے وہ اس کام کو انجام دیتی ہے۔

کیونکہ ہمارے گاؤں میں ایک راجہ صاحب ہیں، ان کی یہ خدمت اب بھی جاری ہے۔ اپنی ہماری ماں ان لوگوں کا پاخانہ صاف کرتی ہے بوجہ مجبوری۔ اگر ہم چھوڑتے ہیں تو بہت برائی ہوگی ہمارے مسلمانوں پر۔ صرف ہماری ماں جب تک زندہ ہیں وہیں تک یہ کام ہوگا، اس کے مرنے کے بعد یہ کام ہمارے خاندان سے دور ہوجائے گا۔ اور ہماری ماں جو ہے اسلامی قانون کے مطابق نماز پڑھتی ہے، روزہ رکھتی ہے اور ہم بھی نماز پڑھتے ہیں، اور روزہ رکھتے ہیں۔ اور احکام اسلام کو اتنا ہی ادا کرتے ہیں کہ جتنا یہاں کے ہر مسلمان ادا کرتے ہیں۔ مسجد مدرسہ کار خیر میں ہمارا اتنا ہی حصہ ہے جتنا ہر مسلمانوں کا ہے۔ لیکن کوئی مسلمان اپنے ساتھ بیٹھ کر کھلانا پسند نہیں کرتا۔ آپ فتوی دیجئے کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھا سکتے ہیں کہ نہیں؟ جواب ارسال ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

آپ نے اپنے بارے میں جو تفصیل درج کی ہے، ہاں بلاشبہ آپ سب مسلمانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھا سکتے ہیں۔ اسلام میں چھوت چھات کی کوئی حقیقت نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "کہ تم میں ہر ایک آدم کی اولاد میں سے ہے اور آدم مٹی سے تھے"۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۴؍ رجماد الاولی ۹۱ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک شخص ہوٹل چلاتا ہے، اس ہوٹل میں جو لوگ نوکری کرتے ہیں، وہ لوگ عورتوں کو لاکر ناجائز کام کرواتے ہیں۔ کچھ پیسہ ان عورتوں سے لیتے ہیں، کچھ پیسہ ان لوگوں سے لیتے ہیں جو لوگ اس ہوٹل میں آتے ہیں، اور ان کو مالک ہوٹل سے کچھ تنخواہ بھی ملتی ہے۔

مالک ہوٹل اس ناجائز حرکت کو جانتا ہے، لیکن ان عورتوں سے کوئی پیسہ نہیں لیتا، صرف جو لوگ

آتے ہیں اور کمرہ کرایہ پر لیتے ہیں، انہی سے کرایہ لیتا ہے۔اب بتایئے کہ جو شخص اس ہوٹل میں کام کرتے ہیں ان کا اور مالک ہوٹل کا پیسہ دینی ادارہ یعنی جیسے ہم ایک انجمن قائم کیے ہیں، اسی انجمن کے ذریعہ گاؤں میں دینی کام بھی کرتے ہیں اور غریب یتیم کی مدد بھی کرتے ہیں، اور ممبران انجمن اگر کوئی ناگہانی مصیبت میں پڑ جائے اس کی مدد کرتے ہیں۔ایسے ادارہ میں ان لوگوں کا پیسہ لینا جائز ہے یا ناجائز؟ آپ کا: ثناء اللہ ۸۹۴ پن اسٹریٹ کلکتہ ۱۶

الجواب

حرام کمائی کا پیسہ کسی کار خیر میں ثواب کی نیت سے خرچ کرنا علماء نے اس کو کفر لکھا ہے۔حرام کمائی کا حکم یہی ہے جس سے لیا ہے اس کو واپس کردے۔اگر اپنی حلال کمائی سے وہ لوگ دینی ادارہ میں پیسہ دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبار کپور اعظم گڈھ ۴ ذوالحجہ ۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبار کپور اعظم گڈھ

(۱۳۔۱۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید شراب، گانجہ، چرس کی تجارت کرتا ہے۔اگر وہ مسجد میں تعمیر یا مسجد کی چٹائی کے لیے چندہ وضو بنانے کے لیے لوٹا دے تو نمازیوں کے لیے ان چیزوں کا استعمال کرنا کیسا ہے؟۔اور مسجد میں وہ پیسہ لگایا جاسکتا ہے کہ نہیں؟اور شراب کے پیسے سے جانماز بنایا جاسکتا ہے کہ نہیں؟

(۲) مذکورہ بالا چیزوں کی تجارت کرنے والوں سے قرآن وحدیث پڑھنے کے لیے چٹائی یا مدرسہ بنانے کے لیے چندہ لیا جائے یا نہیں؟

(۳) سنیما گھروں میں نوکری کرنے والا اپنی تنخواہ سے اور فاحشہ عورت اپنی کمائی سے مسجد میں جانماز اور قرآن وحدیث پڑھنے کے لیے چٹائی یا فرش دے تو لینا کیسا ہے؟

(۴) توریت انجیل اور زبور کس زبان میں نازل ہوئی؟

المستفتی: محمد یاسین انصاری، کمال الدین بھاگلپور

الجواب

(۱ر۲) آپ کے تینوں سوالوں کا جواب یہ ہے کہ حرام کمائی خواہ منشیات کی تجارت سے ہو یا زنا کی ہو، خواہ سنیما کی نوکری سے ہو، مسجد میں کسی طرح بھی اس کا استعمال منع ہے۔شامی میں ہے:

"ان اللہ تعالیٰ طیب فلا یقبل الا الطیب فیکرہ تلویث بیتہ بما لا یقبلہ"

اسی میں ہے: "اما لو انفق ما لا خبیثا و ما لا سببه الخبیث والطیب فیکره"

لیکن کہیں گر ایسا حادثہ ہو جائے تو اس کی وجہ سے مسجد میں نماز پڑھنا منع نہ ہوگا کہ عام طور سے لوگ حرام پیسہ دکھا کر سامان نہیں خریدتے ہیں۔

(۳) ناجائز ہے۔

(۴) تورات وانجیل کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ عبرانی اور سریانی زبان میں نازل ہوئیں زبور کے بارے میں اطلاع نہ ہو سکی، اس پر ایمان لانے کے لیے یہ معلوم کرنا ضروری نہیں، صرف اتنا جان لینا ضروری ہے کہ ہر پیغمبر پر صحیفۂ آسمانی اسی کی قوم کی زبان میں اتارا گیا۔

اور یہ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ﴾ [ابراهيم: ٤]

واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۶ رشوال ۱۳۹۲

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۷۔۲۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک شخص کلکتہ میں پندرہ کمروں کا ہوٹل چلاتا ہے۔ فی کمرہ کا کرایہ پندرہ روپیہ سے لے کر پچیس روپیہ تک لیتا ہے اور اس پورے ہوٹل کا ماہوار کرایہ سولہ سو روپیہ ادا کرتا ہے۔ اس ہوٹل میں روزانہ طرح طرح کے لوگ اچھے اور برے سب ہی آیا کرتے ہیں اور صرف ایک روز رہ کر چلے جایا کرتے ہیں۔ اگر وہ شخص اس کمائی کا پیسہ مسجد یا مدرسہ یا عیدگاہ میں دینا چاہے تو کیا جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) ایک مہاجن یا ساہوکار چھوٹے چھوٹے کاروبار کو ایک ہزاری روپیہ کا معاوضہ لیتا ہے۔ اور جو اصل روپیہ ایک ہزار ہے سابق کا دستور ہے وہ مہاجن کا ہوگا، اس قسم کی آمدنی کا پیسہ مسجد یا مدرسہ یا عیدگاہ میں دینا چاہتا ہے، وہ پیسہ اس نیک کام کے لیے جائز ہوگا یا ناجائز؟

(۳) کچھ ایسے لوگ ہیں جو ضرورت مند لوگوں کو یا کاروباری کو سو روپیہ بطور قرض دیتے ہیں اور اصل سو روپیہ چھوڑ کر ہر ہفتہ دو روپیہ معاوضہ اس سو روپیہ کا لیتے ہیں، اس قسم کے لوگ اپنی آمدنی کا پیسہ مسجد یا مدرسہ یا عیدگاہ میں دینا چاہیں تو وہ جائز ہوگا یا ناجائز؟

(۴) ایک شخص بکری کا آڑھت دار ہے اور اس کے کچھ نوکر ماہواری پر کام کرتے ہیں۔ اور اس آڑھت سے بکر قصاب بکری خریدتے ہیں تو اس کے ماہوار نوکر مالک کی نظر بچا کر کچھ ناجائز پیسہ قصابوں سے لیتے ہیں۔ اور وہ لوگ مسجد مدرسہ عیدگاہ میں چندہ دینا چاہتے ہیں، وہ پیسہ لینا جائز ہوگا یا نہیں؟

(۵) ایک حاجی صاحب کے کسی مہاجن کے ساتھ اچھے تعلقات ہیں۔ مہاجن ایک روز جھوٹ بات

کہہ کر حاجی صاحب کو کسی شخص کو مارنے کے لیے کہتا ہے وہ حاجی صاحب مہاجن کی بات پر اس شخص کا پیچھا کر کے دو میل پر جا کر اس کو مارتا ہے اور گالی گلوج کرتا ہے۔ حاجی صاحب کے واسطے اسلامی قانون کیا ہے؟

(۶) کچھ لوگ جو کسی ناجائز بات پر تجارت پر قبلہ کی طرف ہاتھ اٹھا کر قسم کھاتے ہیں کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں ہوگی اور پھر وہی کام کرتے ہیں جس سے قسم کھائی ہے ان کے واسطے اسلامی قوانین کیا ہیں؟

(۷) ایک ہندو مہاجن سے کچھ لوگ ہمارے گاؤں کے ادھار قرض روپیہ لیتے ہیں اور اس پیسے سے گاؤں میں کاروبار کرتے ہیں اور اس مہاجن کو اس کا روپیہ واپس نہیں کرتے نہ کریں گے یہ سمجھیں کہ بے ایمانی کریں گے۔ اب وہ لوگ اس کاروبار کے پیسے سے مدرسہ، عیدگاہ، مسجد میں چندہ دینا چاہتے ہیں وہ پیسہ نیک کام کے لیے جائز ہوگا یا ناجائز؟

(۸) اگر کسی شخص کا کوئی عزیز یا خاص ماں باپ انتقال کر جائے اور وہ شخص اس مردے کے نام پر ہر سال کھانا کھلائے وہ کھانا ہر مسلمان کے لیے جائز ہے یا ناجائز؟ اور اگر وہ شخص کھانا بند کر کے اسی رقم کو مسجد میں دے دے تو کیا لینا جائز ہے یا ناجائز؟

(۹) ایک بکری آڑھت کا مالک اور اس کے کچھ لوگ جھوٹی بات کہہ کر دلالی کر کے کچھ پیسہ آمدنی کرتے ہیں اور اس پیسے کو مسجد مدرسہ، عیدگاہ میں دینا چاہتے ہیں وہ پیسہ جائز ہے یا ناجائز؟

(۱۰) ایک یہودی کا کاروبار کوئی مسلمان مکاری یا دھوکا بازی سے ہڑپ کر جائے اور وہ مسلمان اسی کاروبار کی آمدنی کا پیسہ مسجد مدرسہ عیدگاہ میں دینا چاہے جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتی: زین اللہ خاں کیراف اسٹریٹ کلکتہ

الجواب

(۱) اللہ تعالیٰ دلوں کا حال جانتا ہے، بظاہر اس آمدنی میں کوئی شرعی قباحت نظر نہیں آتی اس لیے تمام امور خیر میں اس آمدنی کا پیسہ صرف ہو سکتا ہے۔

(۲) یہ سود ہے اور ناجائز وحرام ہے۔ ایسا پیسہ امور خیر میں ثواب کی نیت سے دیں تو علماء نے کفر لکھا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جس سے لیا ہے اس کو واپس کر دے وہ نہ رہا ہو تو اس کے ورثہ کو اور اس کے ورثہ نہ ملیں تو محتاجوں میں تقسیم کر دے۔

(۳) اس کا جواب سوال نمبر دو میں معلوم ہو گیا۔ یہ لوگ اگر حلال آمدنی بھی کرتے ہوں اور اس سے دیں تو ان کا چندہ لیا جا سکتا ہے۔

(۴) اس کا حکم ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ اپنی حلال کمائی سے دے تو جائز ہوگا ورنہ منع ہے۔

(۵) اگر حاجی صاحب نے ظلماً اس شخص کو مارا ہے تو اس شخص سے معافی مانگیں اور توبہ کریں ورنہ سخت عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے: "من كانت له مظلمة لاخيه من عرضه او شيء فليتحلله منه اليوم قبل ان لا يكون دينار و لا درهم. [بخاری: ۱۷۰/۳]

(۶) آپ کا سوال نہایت ہی مبہم ہے، معلوم نہیں ان کی یہ حرکت حقوق العباد میں سے ہے یا حقوق اللہ میں سے ہے۔ ہر ایک کا حکم الگ الگ ہے۔ تفصیل کیجیے تو جواب دیا جائے گا۔ قسم توڑنے کا یہ ہے کہ کفارہ دے۔

(۷) اس کا حکم پہلے سے معلوم ہو چکا ہے۔

(۸) عام مردوں کی فاتحہ کا کھانا فقیر کو کھلائے، امیر نہ کھائے اور رقم کو ماں باپ کے ایصال ثواب کی نیت سے مسجد میں صرف کر سکتا ہے۔

(۹) جھوٹ بولنا ضرور گناہ عظیم ہے اور جو شخص جھوٹ بول کر مال بیچتا ہے سخت گناہ کرتا ہے۔ حدیث شریف میں اس کی بہت برائی ہے:

"ثلث لا يكلمه الله يوم القيامة و لا ينظر اليهم ولا يزكيهم ولهم عذاب اليم المسبل والمنان والمنفق سلعته بالحلف الكاذب" [سنن ابو داؤد ۴۰۸۷، ۴۰۸۸]۔

لیکن روپیہ چونکہ مال کے بدلے میں حاصل ہوتا ہے اور کمیشن اسی میں سے لیتا ہے، اس لیے یہ جائز ہے اور یہ روپیہ کار خیر میں صرف ہو سکتا ہے۔

(۱۰) اس کا حکم بھی نمبر دو سے معلوم ہوا۔ اصول ہم نے آپ کو ذکر کر دیا ہے۔ اس سے جزئیات کا فیصلہ کر لیجیے ہر ہر جز کے لیے کہاں تک استفتاء کیجیے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۹۲

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۲۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ بکر برابر والدین کے ساتھ بود و باش کرتے ہوئے کافی کمائی کیا۔ بہر حال جو کچھ کمایا بکر کی کمائی کی ذاتی رقم والدین کی ہو گی یا نہیں؟ شرح محمدیہ کا حوالہ دیکر جواب عنایت فرمائیں۔

عبد الصمد صاحب بقلم ایم شمیم بک لال چوک مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب

اس مسئلہ میں تفصیل ہے۔ یعنی ایسا نہیں کہ لڑکے کی کمائی چاہے کسی حالت میں ہو اور کسی قسم کی ہو

صرف باپ کے عیال میں ہونے کی وجہ سے باپ کی قرار دی جائے گی۔

اس کے لیے علماء نے کچھ باتیں ضروری قرار دی ہیں۔ باپ کے عیال میں ہو، باپ اور بیٹے کا کام ایک ہی قسم کا ہو، ان دونوں میں سے کسی کے پاس اپنا ذاتی مال نہ ہو جس میں محنت کر کے اضافہ کرتے اگر یہ باتیں پائی جائیں گی تو لڑکے کی کمائی باپ کی ملک قرار دی جائے گی اور لڑکا اس کاروبار میں باپ کا مددگار تصور کیا جائے گا۔ اور اگر یہ باتیں نہ پائی جائیں تو لڑکے کی کمائی باپ کے ساتھ بود و باش کرتے ہوئے بھی باپ کی قرار نہ دیجائے گی۔

"اما قول علمائنا اب و ابن یکتسبان فی صنعة واحدة و لم یکن لھما شی، ثم اجتمع بھما مال یکون کله للاب اذا کان الابن فی عیاله فھو مشروط کما یعلم من عبار اتھم یشترط منھا اتحادا لصنعة و عدم مال سابق لھما و کون الاب فی عیال ابیه فاذا عدم واحد منھا لا یکون کسب الابن للاب" (فتاوی خیریہ) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۲۸_۳۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

ایک شخص تاڑ اور کھجور کی ٹھیکداری لیتا ہے، تا کہ اس کی تاڑی فروخت کر کے روزی حاصل کرے لیکن خود اپنے ہاتھ سے تاڑی نہیں ٹپکاتا اور نہ اپنے ہاتھ سے اس تاڑی کو فروخت کرتا ہے بلکہ فی تاڑ اور کھجور روزانہ روپے متعین کر کے دوسرے پیشہ ور لوگوں کو دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ پیشہ ور لوگ روزانہ تاڑی ٹپکا کر فروخت کر کے متعین کردہ روپے کو ٹھیکدار تک پہنچا دیتے ہیں۔

(۱) مندرجہ بالا صورت سے تاڑ اور کھجور کے ٹھیکدار کے لیے روزی حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایسے شخص کا دیا ہوا چندہ مسجد اور مدرسہ میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) ایسے لوگوں کی اولاد بالغ ہو تو اولاد کو از روئے شرع کیا کرنا چاہئے؟

(۴) اور اگر نا جائز پیشہ ہے تو اگر اس پیشہ سے کمائے ہوئے روپے سے دوسرا جائز کاروبار کرنا چاہے تو کر سکتا ہے کہ نہیں؟۔ بینوا توجروا فقط

المستفتی: محمد غلام غوث جیلانی میڈیکل اسٹور راجہ پٹی کوٹھی گوپال گنج (بہار)

الجواب

(۱) رسول اللہ ﷺ نے شراب کے سلسلہ میں جن دس آدمیوں پر لعنت فرمائی ہے ٹھیکداران

میں آتا ہے، اس لیے تاڑی کے ذریعہ سے روزی حاصل ناجائز وحرام ہے۔

(۲) مسجد میں حرام کی کمائی کا پیسہ نہیں لگ سکتا ہے۔

شامی میں ہے: "ان اللہ طیب فلا یقبل الا الطیب"

اور مدرسہ میں اگر اس طور پر دے کہ وہ پیسے جن لوگوں سے لیے سب کو تلاش کر کے دینا ممکن نہیں اور ایسے مال کا مصرف محتاج ہیں، اس لیے میں مدرسے کے محتاج طالب علم کو یہ پیسہ دیتا ہوں، اس طرح سے غریب طالب علموں پر وہ روپیہ خرچ ہوسکتا ہے۔

(۳) قرآن شریف میں ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة:۲]

اگر باپ حرام کمائی سے باز نہیں آتا ہے تو لڑکوں پر واجب ہے کہ اس سے الگ ہو کر کسب حلال کی تدبیر کریں۔

(۴) حکم تو یہی ہے کہ وہ پیسہ اپنے اصل مالکوں کو لوٹایا جائے۔ یہ نہ ہو تو محتاجوں کو دیا جائے۔ اس سے کوئی کاروبار کرنا گناہ ہے۔ لیکن اگر کاروبار کر لیا تو اس کے نتیجے میں جو پیسہ حاصل ہوگا وہ حرام نہ ہوگا جبکہ عقد ونقد دونوں مال حرام پر نہ جمع ہوئے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۳۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید نے اپنے شہر میں سنیما ہال کھول رکھا ہے اور اس کی کمائی سے اپنے بال بچوں کی پرورش کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کا ذریعۂ معاش کچھ نہیں ہے، اب زید چاہتا ہے کہ سنیما ہال کی آمدنی سے مدارس عربیہ اور غرباء وفقراء کی امداد کرے، سوال ہے کہ زید مسلمان کے لیے یہ کام کرنا کہاں تک صحیح ہے؟ اور اس کی آمدنی دینا مدارس عربیہ میں روا ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں، کافی مشکور وممنون ہوں گے۔

المستفتی: محمد اسرائیل رضوی غفرلہ القوی گلاب پور، کٹیاں ضلع مہوتری نیپال ۴؍ جون ۱۹۹۲ء

الجواب

حرام کمائی کا حکم یہ ہے کہ اس کو جس سے لیا ہے اس کو واپس کیا جائے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو وہ رقم محتاجوں اور فقیروں کو اس نیت سے دی جائے کہ اس رقم کی توبہ اور کفارہ یہی ہے کہ اس کو فقیروں کو ادا کیا جائے۔ اسکو فقیروں کو طلب ثواب کی نیت سے دینے یعنی جس طرح مسلمان اپنی حلال کمائی کو بہ امید

ثواب کارخیر میں خرچ کرتا ہے، اس طرح رقم کو فقیروں کو دینے کو بہت سخت گناہ بلکہ بعض صورتوں میں کفر لکھا ہے۔ تو مدرسہ میں غریب ونادار طلبہ ہوں اور وہ رقم انہیں کے مصرف میں آتی ہے تو بطور کفارہ گناہ، نہ بنیت تقرب وثواب، اس کا لینا دینا جائز، یونہی دیگر فقیروں کے لیے بھی یہی حکم ہے، باقی دیگر مصارف خیر کے لیے اس کا دینا اور جان بوجھ کر لینا دونوں منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۵؍ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ

(۳۳-۳۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ہذا میں کہ

(۱) ایک شخص مشرع ومصلی ہے اور ٹی وی کی مرمت کا کام کرتا ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شخص مذکور اس کام کے علاوہ دوسرا کوئی مشغلہ نہیں جانتا ہے، لہذا ٹی وی کی مرمت کا یہ شخص کام کرسکتا ہے؟ عندالشرع شریف کیا حکم ہے۔ خلاصہ فرمائیں بینوا توجروا

(۲) مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مرقوم ہے کہ آپ کا وجود مقدس مابقیہ طینت مطفویہ سے خدائے تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے لہذا اصل حقیقت کیا ہے؟ مطلع فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی العبد العاصی محتاج الدعاء کھتری عبدالقادر عفی عنہ۔ جواب اس پتہ پر رویل الیکٹرونکس کھڑک مسجد کے پاس کھتری چوک مقام بھوج کچھ گجرات

الجواب

(۱) سنیما، ٹیلی ویزن، ویڈیو اور ریڈیو کا استعمال عام طور سے لہو ولعب، ارتکاب حرام، عیاشی اور فحاشی کے لیے ہوتا ہے، اس لیے اس کا بنانا بیچنا، خریدنا اور اس کی مرمت کرنا سب گناہ پر مدد کرنا ہے اور ناجائز وحرام ہے۔

قرآن شریف میں ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[المائدة:۲]

کسی اور کام کے نہ جاننے کا عذر معقول نہیں جس طرح ٹی وی بنانا سیکھا، اسی طرح کوئی جائز کسب کا طریقہ سیکھتے۔ تب نہیں سیکھا تو جب سے اللہ تعالیٰ نے حرام وحلال کی تمیز بخشی جب سے سیکھیں۔

(۲) آپ نے حوالہ میں جو عبارت پیش کی ہے وہ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نہیں ہے، فی الوقت ہمارے پاس مکتوبات کے اس نسخہ کا عکس ہے جو ۱۳۳۱ میں امرتسر سے شائع ہوا تھا، اس میں دفتر اول کے شروع میں بصیرت کے عنوان سے کسی نے ایک تحریر شامل کی ہے اس کی تیسری بصیرت میں

آپ کا مذکورہ مضمون ہے۔ البتہ خود حضرت مجدد صاحب قدس سرہ نے مکتوبات دفتر سوم کے صفحات ۴۹۴ اور ۵۱۹ پر اس قسم کی باتیں تحریر فرمائی ہیں، لیکن وہ عبارتیں تمامتر تشبیہ وتمثیل مجاز واستعارہ اور اشارہ وکنایہ کی زبان میں ہے، سہل الفاظ میں اس کی کوئی ایسی تعبیر جو حضرت کے بیان کی تمام جزئیات پر مشتمل ہو، بہت مشکل ہے، خصوصا میرے جیسے انسان کے لیے جو تصوف کی ابجد سے بھی آگاہ نہ ہو، اور نہ صوفیۂ کرام کی اصطلاحات پر مطلع، ان کے مقام ومراتب کی آگاہی تو بڑی بات ہے۔

رہ گئی یہ بات کے جو کچھ حضرت نے تحریر فرمایا ہے اس کو مانا جائے یا نہ مانا جائے تو مذکورہ مضمون نہ تو کوئی قرآنی آیت کا ترجمہ ہے، نہ کسی حدیث شریف کا مطلب، بلکہ حضرت مجدد صاحب قدس سرہ کا کشف والہام ہے جس کو علماء اسلام نے شرعی دلیل نہیں تسلیم کیا ہے، کہ ہر مکلف کا اس پر ایمان لانا ضروری ہو۔

شرح عقائد نسفی ص ۲۲ میں ہے: "الهام ليس من اسباب المعرفة بصحة الشى عند اهل الحق" اہل حق کے نزدیک الہام سے شی کا علم نہیں ہوتا۔

اس لیے اگر کوئی شخص اسے تسلیم نہیں کرتا تو آپ زبردستی اس کو مت منوایئے اور اگر آپ اس کو خود مانتے ہیں تو مانئے، اور ہماری طرح ہیں تو یہ اعتراف کیجئے کہ اس کے معنی ومطلب سے ہم کما حقہ آگاہ نہیں ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مو ۱۰ ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

(۳۵۔۳۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) زید جو نمازی ہے اور مسجد ومدرسہ میں عہدہ دار بھی ہے۔ ایسا شخص کیا چوڑی کی دوکان لگا کر غیر عورتوں کو اپنے ہاتھ سے چوڑیاں پہنا سکتا ہے؟۔

(۲) کیا مسلم عورت چوڑی کی دوکان پر بے پردہ بیٹھ سکتی ہے۔ اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟۔

(۳) زید نے اپنے بچوں کی شادی میں مندر کے صحن میں کھانا کھلایا، جب کہ ہمارے یہاں جماعت خانہ ہے تو زید کے لیے کیا حکم ہے؟

(۴) زید کا لڑکا جو کہ شرابی ہے، بہت دنوں سے یہ سب جانتے ہوئے بھی زید اپنے لڑکے کو ہمراہ رکھتا ہے تو ایسے باپ کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۵) زید نے ایک دوکان کاروبار کے لیے کرایہ پر لے رکھی تھی۔ دوکان مالک کو دوکان کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تو زید نے دوکان خالی کرنے سے منع کیا۔ جب برادری کے لوگوں نے زید کو سمجھانے کی کوشش کی تو زید نے دوکان خالی کرنے کی شرط رکھی۔ کہ مجھے پچیس ہزار روپیہ چاہئے۔ تو دوکان

مالک نے مجبور ہو کر پچیس ہزار روپیہ دیئے۔ تو زید کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی زاہد حسین انصاری جنرل اسٹور شاہ پور بڑی مسجد کے نیچے ضلع کوٹہ راجستھان

الجواب

(۱و۲) فتاوی رضویہ جلد دہم نصف آخر ص ۲۰۸ پر ہے۔ اکثر عورتیں پردے میں سے ہاتھ نکال کر منہار کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر چوڑیاں پہنتی ہیں۔ اور بعض عورتیں اپنے مردوں کے سامنے منہار کے ہاتھ سے چوڑیاں پہنتی ہیں۔ اور بعض اشخاص اپنی موجودگی میں اپنی عورت کو بے پردہ چوڑیاں پہناتے ہیں۔ یہ چوڑیاں پہننا غیر کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر خواہ پردے میں خواہ بلا پردہ جائز ہے یا نا جائز؟۔

الجواب: حرام حرام حرام ہے، ہاتھ دکھانا غیر مرد کو حرام ہے، اور اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینا حرام ہے، جو مرد یہ حرکت اپنی عورت کی روا رکھتے ہیں دیوث ہیں۔

اس عبارت سے آپ کے دونوں سوالوں کا جواب ہو گیا کہ جب غیر کو ہاتھ دکھانا حرام تو اس کا دیکھنا کب حلال ہوگا۔ اجنبی عورت کا ہاتھ دیکھنا اس کا چھونا بھی حرام ہی ہوگا۔ مسلمان کو ایسا پیشہ اختیار کرنا سخت ممنوع و حرام ہے جس میں حرام اور معصیت کا ارتکاب ہو۔ ایسے شخص کو امام بنانا نا جائز۔ اور جتنی نماز اس کے پیچھے پڑھیں سب کا لوٹانا واجب ہے۔

(۳) یہ سوال آپ کا مبہم اور نا صاف ہے اور اشتباہ پیدا کرنے والا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ مسلمان کا غیر مسلموں کے عبادت خانوں میں جانا مکروہ ہے۔ اور جب وہاں صرف جانا منع ہے۔ تو وہاں جا کر دعوت کھانا یا وہاں کھلانے پلانے کا انتظام کرنا بھی ضرور مکروہ اور ممنوع ہوگا۔

عالمگیری میں ہے: "ویکرہ للمسلم الدخول فی البیعۃ والکنیسۃ والظاھر انھا تحریمۃ"

لیکن سائل نے مندر کے صحن کی بات کی ہے کہ "زید نے اپنے بچوں کی شادی میں مندر کے صحن میں کھانا کھلایا" صحن کسی عمارت کے آنگن کو بھی کہتے ہیں۔ جو عمارت کا ایسا حصہ ہوتا ہے جس پر چھت نہیں ہوتی۔ تو سائل کے قول صحن سے اگر آنگن مراد ہو تو وہ مندر میں شامل ہے۔ اور اس میں جانے کا حکم مندر میں جانے کا حکم ہے۔ جیسا کہ اوپر بتا چکے۔

لیکن صحن عمارت کے باہر والی کھلی زمین کو بھی کہتے ہیں۔ عام طور سے یہ زمین عوام کے لیے ہی چھوڑی ہوئی ہوتی ہے، آس پاس اور محلہ کے سبھی لوگ ضرورت کے وقت اسے استعمال میں لاتے ہیں۔ اور خصوصیت سے آج کل تو لوگ اکثریت کی دھونس سے ایسے پبلک ٹھکانوں چوراہوں پارکوں اور میدانوں پر قبضہ کر کے مندر قائم کر دیتے ہیں، اگر ان عام جگہوں کو وہاں بنے ہوئے مندروں کا صحن مان کر وہاں

آنا جانا کھانا کھلانا منع کر دیا جائے تو لوگوں کا راستہ چلنا مشکل ہو جائے۔ خود سائل بار ہا ایسی جگہوں سے گذر چکا ہوگا۔

بعض جگہ پرانے مندروں پر اب پوجا پاٹ بند ہو چکی ہے۔ وہ بے والی ووارث پڑے رہتے ہیں۔ جہاں دن میں محلہ کے بچے کھیلتے رہتے ہیں اور رات میں کتے اور گیدڑ آرام کرتے ہیں۔ اگر کسی ایسے ہی ویرانے بت خانے کے آس پاس زید نے اپنی دعوت کا انتظام کر دیا ہو تو اب اس جگہ کا حکم اس باب میں زندہ اور آباد بت خانوں کا نہیں ہوگا۔

رہ گئی جماعت خانہ موجود ہونے کی بات تو اس کے لیے بھی زید کا عذر سننا ہوگا۔ الغرض ایسے مبہم اور نا صاف سوال کا جواب نہیں دیا جاتا۔

(۴) زید اپنے بچے کے اس فعل شرابخوری سے اگر راضی نہیں ہے۔ حتی الامکان لڑکے کو اس قبیح فعل سے روکتا اور منع کرتا ہے تو اس پر الزام نہیں۔ اور اسے گھر سے نکالنا ضروری نہیں۔ بیوی فاسق وفاجر اور شوہر کی نافرمان ہو تو فقہاء فرماتے ہیں کہ اسے طلاق دے کر علیحدہ کرنا شوہر پر ضروری نہیں ہے۔

در مختار میں ہے: "ولا تجب تطليق الفاجرة"

آخر شراب کی ہی کیا تخصیص ہے آج کل پچاس فیصد لوگ ایسے ہوں گے جن کے جوان لڑکے لڑکیاں سنیما دیکھتے۔ لڑکے داڑھیاں منڈاتے اور لڑکیاں نامحرموں کے سامنے بے حجاب آتی جاتی ہیں۔ تو چاہئے کہ جتنے لوگوں کے بچے بچیاں ایسے ہوں ان سب کو باپ گھر سے نکال دے۔ اور جہاں سائل اور مسئول عنہ دونوں ہی اس قسم کی معصیت میں گرفتار ہوں تو دوسروں پر اعتراض سے پہلے خود اپنے کو بھی دیکھنا چاہئے۔ اور زید کو بھی صرف زبانی جمع خرچ نہ کرنا چاہئے۔ اتنا تو کرے کہ اس کے کھانے کا برتن ہی علیحدہ کر دے، اس کا کمرہ بھی الگ کر دے۔ اور اسے گھر کی عورتوں سے خلاملا سے باز رکھے وغیرہ اس قسم کے اقدام کرے۔

(۵) اگر مالک مکان نے زید سے کرایہ کی رقم کے علاوہ بطور پگڑی کے کوئی رقم لی تھی۔ تو مکان یا دوکان کی واپسی کے وقت اتنی ہی رقم واپس لینے میں زید حق بجانب ہوگا۔ اور کوئی زائد رقم مالک مکان نے نہ لی ہو تو زید کا زائد رقم مانگنا زیادتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۲۷ رجب المرجب ۱۴۱۹ھ

(۴۰) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ

(۱) کسی بھی مسلمان کو سود لینا اور دینا دونوں حرام ہے۔ کیا وجہ ہے کہ بہت سارے مسلمان بھائی

بینک میں روپیہ جمع کرتے ہیں اور بینک کے نام سے سود کو اپنے ذاتی کام میں لیتے ہیں۔

(۲) اس طرح میرا بھی روپیہ بینک میں جمع ہے، یا ہوتا رہتا ہے، اس کا بھی سود ملتا ہے، اسے کیا کیا جائے؟ میں اپنے کسی کام میں لے سکتا ہوں یا نہیں؟ اور اپنے کام میں نہ لوں تو پھر کسی مسلمان بھائی کو کس طرح سے دیا جائے؟ جواب دیں۔ یا کسی غیر مسلم کو دیا جائے۔

(۳) اپنے رشتہ دار جو غریب ہوں۔ یا اپنی بہنیں جو غریب ہوں ان لوگوں کو کس طرح سے دیا جائے؟ جواب دیں۔

(۴) کچھ اس طرح کا معاملہ ہمارے سر ہے جو کہ میں اس رقم کو اپنی بہن کو دینا چاہتا ہوں۔ دے سکتا ہوں کہ نہیں؟ ان کا ایک لڑکا کمانے والا ہے، خرچ چل جاتا ہے، کسی طرح سے۔ معاملہ گھر کا ہے رہنے سہنے کے لیے گھر بھی نہیں ہے۔ کسی طرح سے اس کا بھی انتظام ہو رہا ہے، گھر بنانے کے لیے کام کر کے کچھ قرض دار سے یہ کام ہو رہا ہے۔ کچھ روپیہ کم پڑ رہا ہے جو کہ چھت کا لپیٹ ڈالنا ہے۔ بھانجا قرض چاہتا ہے اور میں قرض دینا نہیں چاہتا۔ اپنی جمع رقم کا جو سود ہے وہ بینک میں اسے دینا چاہوں تو کس طرح سے دوں؟ جواب دیں۔ بہن کی پوری فیملی ہمارے ہی گھر پہ موجودہ حالت میں رہتی ہے۔ یہ لوگ گھر نہ ہونے کی وجہ سے شادی کے بعد ہی سے ہمارے گھر میں رہتے ہیں۔ کچھ دن ادھر ادھر رہنے کے بعد ہمارے ہی گھر میں رہتے ہیں۔ اپنے طور سے ہر طرح سے جو کچھ وقت ضرورت پڑنے پر کام کر دیا جاتا ہے۔ انہیں میں اپنی ذاتی رقم بھی کچھ دیا ہوں، اپنی بہن کو میں سودی زائد رقم دینے کا خواہش مند ہوں۔

کسی بھی مسلم بھائی کو یہ رقم دی جا سکتی ہے یا نہیں؟ فتویٰ سے جواب دیں۔

ہماری طرف سے بھی لوگوں کو سلام عرض ہے۔

المستفتی محمد علی انصاری بھیونڈی مورخہ ۲/۶/۹۹

الجواب

مسئلہ یہ ہے کہ ہندوستان میں غیر مسلم اگر اپنی خوشی سے کوئی ایسا معاملہ کریں جو دو مسلمانوں کے درمیان منع ہے اور اس کے نتیجہ میں کچھ زائد رقم مسلمانوں کو ملے تو ان کو اس کا لینا حلال ہے۔ یہی حکم اس معاملہ کا بھی ہے۔ جس کو سود کہا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لاربوا بین المسلم والحربی فی دارالحرب۔ (ھدایہ: ۲/ ۷۰)

مسلمان اور حربی کے درمیان سود نہیں۔ تو اس زائد رقم کا کسی مسلمان کو سود سمجھ کر لینا تو ناجائز ہے۔ لیکن وہ ایک مباح رقم ہے جس کا مالک اپنی خوشی سے ہم کو دے رہا ہے تو اس رقم کو مباح سمجھ کر مسلمان

لے سکتا ہے۔اور کام میں لاسکتا ہے۔شرعاً اس کی اجازت ہے۔

تو جو بینک خالص غیر مسلموں کا ہو اس سے یہ معاملہ صحیح ہے۔اور جو خالص مسلمانوں کا ہے یا اس کے مالکوں میں ہندو اور مسلمان دونوں شریک ہوں ان سے یہ معاملہ منع ہے۔

بینک ،دونوں قسم کے ہوتے ہیں ،نجی بھی اور سرکاری بھی۔نجی بنکوں میں تو اس کا پتہ چلانا آسان ہے کہ اس کے ڈائرکٹر کون ہیں؟ لیکن سرکاری بنکوں میں ہندوستان کے علمائے اہل سنت میں اس امر میں اختلاف ہے۔علما کا ایک طبقہ کہتا ہے کہ حکومت خالص غیر مسلموں کی ہے تو بنک بھی غیر مسلموں کے ہوئے۔لہذا مسلمانوں کو ان بینکو سے ملنے والا انٹرسٹ لینا اور اپنے کام میں صرف کرنا جائز ہوگا۔جب کہ دوسرے طبقہ کے علماء کا خیال ہے، یہ جمہوری حکومت ہے اور اس میں مسلمان اور ہندوستان کی دوسری قومیں سب شریک ہیں۔تو ان کے نزدیک سرکاری بنکوں سے منافع کی زائد رقم لینا حرام ہے۔

البتہ وہ رقم لے کر مسلمان اپنے صرفہ میں نہ لائیں۔کسی بھی زکوۃ لینے کے اہل مسلمان ضرورت مند کو دے دیں۔چاہے وہ اپنا رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار، بلکہ رشتہ دار ضرورت مند کو دینے میں اور بھلائی ہے۔حتی کہ باپ بیٹا، بھائی بہن کسی بھی ضرورت مند مسلمان کو دے سکتے ہیں۔

اس تفصیل کی روشنی میں آپ کا مسئلہ واضح ہے۔اگر آپ کی بہن ضرورت مند ہے مالک نصاب نہیں۔تو آپ اپنی اس قسم کی رقم سے اس کی مدد کر سکتے ہیں۔اور یہ ان لوگوں کے نزدیک بھی جائز ہے جو سرکاری بنکوں کی زائد رقم کو منع کرتے ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ

کھانے اور پینے کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

اوجھڑی اور آنتوں کا کھانا شرعاً جائز ہے کہ نہیں؟ بقرعید کے وقت سے کافی جھگڑا ہمارے یہاں چل رہا ہے۔مجھ سے لوگوں نے پوچھا کہ جائز ہے کہ نا جائز؟ میں نے کہا نا جائز ہے۔اس پر مولوی خالد نے کہا صاحب آپ کا کہنا سراسر غلط، میں نے بڑے عالموں سے سنا ہے، شامی کوئی کتاب ہے جس میں لکھا ہے کہ بلا کراہت جائز ہے۔اب حضور سے ایسی صورت میں گذارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔اور مولوی خالد نے جو شامی کتاب کا حوالہ دیا ہے کیا اس کتاب میں یہ عبارت درج ہے اگر نہیں تو مولوی خالد پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ حلال جانور جیسے مرغی

بکری وغیرہ کون سے اعضاء حلال ہیں۔اور کون سے حرام۔

نوٹ: جواب بالتفصیل عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا۔

سائل محمد مختار احمد قادری ،مدرسہ رفیع العلوم آگرہ پلاموں

الجواب

اوجھڑی کا بیان شامی میں نہیں ہے۔مولوی خالد صاحب نے صحیح نہیں کہا۔اور اوجھڑی کو فتاویٰ رضویہ میں مکروہ لکھا ہے۔حلال جانور کے سب اجزاء حلال ہیں مگر بعض کہ حرام یا مکروہ یا ممنوع ہیں۔

(۱) رگوں کا خون (۲) پتہ (۳) پھکنا (۴،۵) علامات نر و مادہ (۶) کپورے

(۷) غدود (۸) حرام مغز (۹) گردن کے پٹھے کہ شانوں تک کھچے ہوتے ہیں

(۱۰) جگر کا خون (۱۱) تلی کا خون (۱۲) گوشت کا خون کہ بعد ذبح گوشت میں سے نکلتا ہے

(۱۳) دل کا خون (۱۴) پت یعنی وہ زرد پانی جو پت میں ہوتا ہے

(۱۵) ناک کی رطوبت کہ بھیڑ میں اکثر ہوتی ہے (۱۶) پاخانہ کا مقام

(۱۷) اوجھڑی (۱۸) آنتیں (۱۹) نطفہ (۲۰) وہ نطفہ کہ خون ہوگیا

(۲۱) وہ کہ گوشت کا لوتھڑا ہوگیا (۲۲) وہ کہ پورا جانور بن گیا،اور مردہ نکلا یا بے ذبح مر گیا۔واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۰؍رجب ۱۴۱۰ھ

(۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ

اے۔ایچ۔فوڈ انڈسٹری کے مالک حاجی عبدالمنان سویٹ میٹ مرچینٹ کے مٹھائی سازی کے کارخانہ میں گلاب جامنوں اور شیرے کے ٹب میں ایک چوہا گر کر مر گیا اور پھول گیا،اس چوہے کے منہ سے شیرہ اور پیچھے سے مینگنیاں گلاب جامنوں اور اور شیرہ میں مل گئیں تھیں۔نیز غسل کے گندے پانی سے مٹھائیاں تیار کی جاتی تھیں اور ان مٹھائیوں کو عبدالمنان حلوائی اپنی دکانوں پر فروخت کیا کرتا تھا،اس کے بارے میں ایک مقدمہ مرزا ارشد بیگ اڈیشنل سٹی مجسٹریٹ ودیگر اڈیشنل سشن جج مسٹر ایم۔اے۔قاضی سشن کورٹ کراچی کی عدالت میں یہ ثابت ہو کر فیصلہ ہوا کہ واقعی عبدالمنان حلوائی کے مٹھائی ساز کارخانہ میں گندے طریقہ سے اور چوہے چھپکلی مٹھائیوں میں مر جانے کے بعد ان مٹھائیوں کو عبدالمنان حلوائی عوام میں فروخت کرواتا تھا،ملک محمد نواز نے اس بارے میں ایک فتویٰ جناب مولانا محمد صابر صاحب نائب مفتی دار العلوم کراچی سے حاصل کر کے کئی دفعہ عبدالمنان حلوائی کو آگاہ کیا۔اس فتوی میں مذکور تھا کہ خریداروں کو مٹھائی کی قیمت واپس کرنی چاہئے اور خریداروں سے معافی مانگنی چاہئے۔تو یہ

استغفار کرنی چاہئے۔ مگر عبد المنان حلوائی نے اس پر عمل نہیں کیا اور مولوی نایاب حسین کہتے ہیں کہ عبد المنان مسلمان ہے، اس لیے اس کی مٹھائی کھانی اندیشۂ نجاست نہیں اور محمد حسین کہتے ہیں کہ جب تک عبد المنان اعلانیہ معافی نہ مانگے اور شرعی فتوی پر عمل نہ کرے اس کے یہاں سے مٹھائی ہرگز نہ کھانی چاہئے اور عبد المنان کی مٹھائی اندیشۂ نجاست ہے۔ شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ فقط۔

سید عثمانی ۱۴۔ فلیٹ محمد منشن بارنس اسٹریٹ کراچی ۳۔ مغربی پاکستان

الجواب

اصل اشیاء میں طہارت وحلت ہے، یعنی کسی چیز کے بارے میں جب تک دلیل شرعی اور ظن غالب سے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ یہ حرام یا نجس ہے صرف گمان یا سابقہ صورت حال پر قیاس کر کے یا کسی فاسق کی خبر سے اس کو کھانا حرام نہ ہوگا۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے: "الاصل فی الاشیاء الطھارۃ لقولہ سبحانہ تعالی: ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ [البقرۃ:۲۹] والیقین لا یزول بالشک والظن بل یزول بیقین مثلہ و ھذا اصل مقرر فی الشرع منصوص علیہ فی الاحادیث مصرح بہ فی کتب الفقھاء من الحنفیۃ والشافعیۃ و غیرھم ولم ار فیہ مخالفا من احد من العلماء اصلا فان شک او ظن فی طھارۃ ماء او طعام او غیر ذالک مما لیس بنجس العین فذلک الشیء طاھر فی حق الوضوء و حل الاکل و سائر التصرفات (ملخصا) منقول از فتاوی رضویہ،،

اصل اشیاء میں طہارت ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: خدا نے سب تمہارے ہی لیے بنایا جو زمین میں ہے، اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا ہے نہ گمان سے۔ یقین کو زائل کرنے کے لیے اس کے مخالف یقین ہی کی ضرورت ہے، یہ قاعدۂ کلیہ شرع محمدی سے طے شدہ ہے، حدیثوں میں اس کا بیان ہے، اور فقہ کی کتابوں میں اس کی تصریح ہے، حنفیہ، شافعیہ سب اس کے بارے میں متفق ہیں، علماء میں سے کسی کا بھی اختلاف اس بارے میں میری نظر سے نہیں گزرا۔ پس اگر کسی پانی کھانے وغیرہ میں کوئی شک وشبہ لاحق ہو جائے تو اس کی طہارت کا حکم دیا جائے گا۔ وضو اور کھانا و دیگر تصرفات اس سے جائز ہوں گے۔

پس صورت مسئولہ میں وہ مٹھائیاں جن کے بارے میں شرعی شہادتوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ ان میں نجاستیں بالقصد شامل کی گئیں، یا خود بخود شامل ہو گئیں، ان کا خریدنا اور کھانا ضرور ناجائز وحرام ہے۔ لیکن ان کے علاوہ دوسری مٹھائیاں جو اس حلوائی نے بنائیں، ان کے بارے میں جب تک پھر اسی قسم کی شہادتوں سے اس کی نجاست نہ ثابت ہو جائے، اس کی حرمت کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا، زیادہ سے زیادہ اس

حلوائی کے سابقہ طرز عمل کو دیکھتے ہوئے وہ کہا جاسکتا ہے جو محمد حسین صاحب نے کہا کہ اس کی مٹھائیوں میں اندیشۂ نجاست ہے، لیکن یہ بات ہم حدیقہ ندیہ کی عبارت سے ثابت کر آئے ہیں کہ صرف شک وشبہ کی بناء پر اس کی حرمت کا فتوی نہیں دیا جاسکتا ہے، جب تک کہ پھر اس کی نجاست درجۂ ظن غالب کو نہ پہنچ جائے پس بطور حرمت تو نہیں ہاں بطور احتیاط اگر لوگ ایسے تمام حلوائیوں سے مٹھائیاں خریدنا ترک کر دیں، جن کی بے اعتدالیاں منظر عام پر آچکی ہیں تو اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔

عبد المنان اعظمی مبارکپور اعظم گڑھ ار جمادی الآخر ۹۷ھ

(۳) **مسئلہ** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ

حضرت مولانا عبد المنان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بعد سلام وآداب کے عرض ہے کہ حضور نے بنارس میں فرمایا ہے کہ حضور پاک کو کدو بہت پسند تھا۔ جس محدث کا نام آپ نے لیا تھا کہ ان صاحب کے سامنے یہ بات راوی بیان کررہا تھا تو ایک آدمی اس جگہ پر تھا جس نے یہ کہا کہ ہم کو کدو ناپسند ہے۔ اس پر انہوں نے تلوار نکالی اور یہ فرمایا کہ تیرے اسلام میں شک معلوم ہوتا ہے۔ پھر سے مسلمان ہو ورنہ گردن ماردوں گا۔ یہ بات سن کر یہ خیال ہوا کہ ایک عالم دین وہ تھے اور اب بھی عالم دین ہیں۔ لہذا آپ سے گذارش ہے کہ اگر کوئی دعوی دار اسلام حضور کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرے تو وہ آپ کے نزدیک کیسا ہے؟ فقط والسلام

المستفتی: خادم محمد شکر اللہ اشرفی

الجواب

آپ نے الفاظ پر غور نہیں فرمایا، اس شخص نے رسول خدا ﷺ کی پسندیدہ چیز کا انکار کیا اور اس کو ناپسند ٹھہرایا، اگر آج بھی کوئی ایسا کہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر حضور ﷺ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کہے گا تو دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔ لیکن کسی چیز کا انکار اور بات ہے اور اس پر عمل نہ کرنا اور بات ہے۔ حضور ﷺ نے نماز پڑھی اسے پسند فرمایا۔ ایک آدمی اپنی شامت اعمال سے نماز نہیں پڑھتا، لیکن نماز کے بارے میں زبان سے کچھ نہیں بولتا تو وہ گنہ گار تو ہے لیکن کافر نہیں۔ اور ایک آدمی نماز پڑھے لیکن زبان سے کہے کہ میں نماز کو پسند نہیں کرتا یہ فرض نہیں۔ اب کافر ہوجائے گا۔ کدو کے خلاف بولنے والے پر قاضی ابو یوسف علیہ الرحمہ نے تلوار اسی لیے نکال لی تھی کہ اس نے اس کا انکار کیا تھا، اگر انکار نہ کرتا تو یہ حکم نہ ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ مدرس اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ

(۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کھانا کھانے کے بعد پلیٹ کو انگلی سے چاٹے یا زبان سے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

المستفتی عبدالحمید رضوی اماری بارہمی بالی پاراشانی پور آسام

الجواب

بہار شریعت میں کھانے کے آداب میں یہ شمار کرایا ہے۔ کھانے کے بعد انگلیاں چاٹ لے ان میں جھوٹا نہ لگا رہے۔ اور برتن کو انگلیوں سے پونچھ کر چاٹے۔

حدیث شریف میں ہے: کھانے کے بعد جو شخص برتن چاٹتا ہے وہ برتن اس کے لیے دعا کرتا ہے، زبان سے چاٹنے کا ذکر کہیں نہیں دیکھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۱۷ر رجب المرجب ۱۴۱۳ھ

(۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ معلوم نہیں ہوسکا کہ اوجھڑی کے سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں ہم کو صاف صاف بتائیں کہ اوجھڑی کھانا حرام ہے۔ یا مکروہ ہے یا طبعی یا قطعی حرام ہے۔ کوئی ایک حکم دیں۔ مندرجہ بالا فتوی پر پھر سے نظر ثانی کریں۔

المستفتی محمد سلیمان قادری

الجواب

فتوی تو صاف صاف ہی تھا لیکن آدمی سمجھنا نہ چاہے تو اور بات ہے۔ اوجھڑی کو فتاوی رضویہ میں مکروہ لکھا ہے۔ اور ان کی تحریر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مکروہ تحریمی ہے۔

چنانچہ جلد ششم ص ۱۶۷ پر لکھتے ہیں:

اوجھڑی آنتیں کھانا مکروہ ہے۔ تقسیم نہ کی جائے بلکہ دفن کی جائے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اوجھڑی اگر مکروہ تنزیہی ہوتی جس کو عوام طبعی کہتے ہیں تو اس کو دفن کرنے کا حکم ہرگز نہیں دیتے۔ بلکہ فرماتے جس کا جی چاہے کھائے جس کا جی چاہے نہ کھائے۔

جلد ششم میں ہے:

دبر یعنی پائخانہ کا مقام، کرش یعنی اوجھڑی، امعاء یعنی آنتیں بھی اسی حکم کراہت میں داخل ہیں۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ حدیث شریف میں ذبیحہ کے سات اجزاء کا ذکر ہے کہ اس کا کھانا منع ہے۔ تو پائخانہ کا مقام اور اوجھڑی اور آنتیں بھی انہیں سات چیزوں کی طرح ممنوع اور مکروہ ہیں۔ اور وہ سات چیزیں بلاشبہ مکروہ تحریمی ہیں (بلکہ ان ساتوں میں خون تو حرام قطعی ہے) تو یہ تینوں بھی مکروہ تحریمی ہوں گی۔

حرام قطعی اور مکروہ تحریمی میں یہ فرق ہوتا ہے کہ حرام قطعی کو کوئی حلال کہہ دے تو مسلمان نہیں۔لیکن مکروہ تحریمی کو حلال کہے تو کافر نہ ہوگا بلکہ گمراہ کہا جائے گا۔اور کھانے یا استعمال کرنے میں دونوں کا حکم ایک ہے کہ اس کا کھانا منع ہے۔

اعلیٰ حضرت فتاوی رضویہ جلد اول ص ۱۸۹ پر لکھتے ہیں:

اس کا فعل عادی یا نادر مطلقا موجب استحقاق عذاب ہو یہ بحال قطعیت حرام ورنہ مکروہ تحریمی۔ اس کا مطلب یہ کہ جس فعل کے کرنے پر عذاب ہو وہ اگر دلیل قطعی سے ثابت ہو تو حرام اور ظنی سے ثابت ہو تو مکروہ تحریمی۔تو عمل کے اعتبار سے حرام اور مکروہ تحریمی کا حکم ایک ہوا۔اسی لیے عالمگیری میں اسی کو حرام کے لفظ سے تعبیر کیا اور تنویر الابصار میں مکروہ تحریمی کے لفظ سے۔تو معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص مکروہ تحریمی کو حرام کہہ دے تو کچھ غلط نہیں۔اب پھر ایک دفعہ حکم صاف صاف سن لیں۔اوجھڑی کھانا حرام قطعی نہیں۔ مکروہ تحریمی ہے۔یعنی اس کو کتنا ہی صاف کر کے دھو کر کھائے کھانے والا گنہگار ہوگا۔مکروہ تنزیہی یا طبعی نہیں۔مکروہ تحریمی کو اگر کسی نے حرام لکھ دیا تو کوئی غلط کام نہیں کیا،فقہ کی مستند کتابوں میں ایسا ہوا ہے۔کہ مکروہ تحریمی کو لفظ حرام کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو یکم شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ

(۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں کہ

ہمارے علاقہ کے ایک نامی گرامی کافر ہندو لیڈر کا انتقال ہوگیا،آپ کو بھی معلوم ہوگا،اخبار اور کارڈ کے ذریعہ دعوت دی گئی کہ اپنے محبوب رہنما کی روح کو شانتی پہنچانے کے لیے ان کی تیرہویں میں شریک ہوں۔بہت سے مسلم بھائی اس پروگرام میں شریک ہوئے اور کھانا بھی کھایا تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ایسے پروگرام میں ایک مسلمان کا شریک ہونا جائز ہے؟

نوٹ:بعض نے تو اس میں کافی محنت بھی کی۔ المستفتی افتخار احمد

الجواب

مسلمان مردوں کے لیے دعوت کا اہتمام ہماری شریعت میں ناجائز وممنوع اور اس میں شرکت حرام وگناہ تو غیر مسلم میت کی ایسی دعوت میں شریک ہونا کہاں جائز ہوگا؟

مگر آجکل لوگوں کے دلوں سے مذہب کا پاس اور خدا کا خوف نکل گیا ہے۔

"اللھم انی اعوذ بك من ھمزات الشیطان و ان یحضرون"۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۷رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ

لباس اور عمامہ کا بیان

(۱۔۱۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) اگر امام ٹوپی میں ہے مقتدی عمامے میں تو کیا مقتدی کے عمامے کو اتار دینے کا حکم ہے یا عمامے کے ساتھ مقتدی نماز پڑھ سکتا ہے؟

(۲) عام مسلمان یعنی غیر عالم کو عمامہ باندھنا سنت ہے یا نہیں؟

(۳) عمامہ باندھ کر سفر کرنا، دوکان پر بیٹھنا، خرید وفروخت کرنا کیسا ہے؟

(۴) عمامہ کی کم سے کم مقدار کتنی ہے؟

(۵) صرف ٹوپی پہننا سنت ہے یا نہیں؟

(۶) بغیر ٹوپی کے دستی یا بر سارومال یا گمچھا سر پر باندھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۷) عمامہ باندھ کر پیشاب، پاخانہ میں جانا کیسا ہے؟

(۸) ننگے سر پیشاب پاخانہ میں جانا کیسا ہے؟

(۹) عمامہ کا مذاق اڑانا کیسا ہے؟

(۱۰) سر پر اس طرح رومال رکھ کر کہ دونوں سرا لٹکتا رہے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۱۱) سعودیوں کے عقال کا کیا حکم ہے اور اس کے ساتھ نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۱۲) بچوں کو عمامہ باندھنا کیسا ہے؟

(۱۳) ایک صاحب نے بچوں کے سر سے عمامہ اتروا دیا اور کہا کہ بچوں کو عمامہ نہیں باندھنا چاہئے۔

اقبال گجراتی ۲۸؍شعبان ۱۴۲۱ھ

الجواب

(۱) اس میں شک نہیں کہ عمامہ کے ساتھ نماز بے عمامہ نماز سے افضل ہے۔ بایں ہمہ صورت مسئولہ میں صرف ترک اولی ہوا۔ اور نماز میں کوئی کراہیت نہیں۔ (فتاوی رضویہ سوم ص ۲۸۸)

(۲) ہر مسلمان چاہے عالم ہو یا غیر عالم اسے عمامہ باندھنا سنت ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے شعب الایمان میں حضرت عبادہ بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمامہ باندھنا اختیار کرو کہ یہ فرشتوں کا نشان ہے۔ اور اس کو پیٹھ کے پیچھے لٹکا لو (بہار شریعت حصہ سولہ ص ۳۵) ۔ اسی میں ص ۴۷، میں ہے کہ عمامہ باندھنا سنت ہے، ان احکام سے یہی ظاہر ہے کہ

مسلمان خواہ عالم ہو یا چاہے جاہل سب کو عمامہ باندھنے کا حکم ہے۔

(۳) عمامہ رسول اللہ ﷺ کی عمری سنت ہے۔ تو سفر حضر اور کاروبار کی حالت میں ہر وقت باندھنا سنت ہے۔ البتہ حالت نماز میں اس کی خصوصیت زیادہ ہے کہ اس حالت میں ثواب بہت زیادہ ہے۔

(۴) عمامہ کی کم سے کم مقدار پانچ ہاتھ ہے اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہاتھ۔

(فتاوی رضویہ جلد اول ص ۱۰۴۲)

(۵) بزازیہ میں ہے: "لا باس بلبس القلانیس و قد صح انه ﷺ كان يلبسها"۔ ٹوپی پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ ٹوپی پہنتے تھے۔

(۶) رومال اگر بڑا ہو کہ اتنے پیچ آسکیں کہ سر کو چھپالے تو وہ عمامہ ہی ہو گیا۔ اور اگر چھوٹا رومال ہو کہ ایک دو پیچ آسکیں تو لپیٹنا مکروہ ہے۔ اور بے ٹوپی کے عمامہ بھی نہ باندھنا چاہئے نہ کہ رومال۔

(۷) پیشاب یا پاخانہ کے لیے ننگے سر جانا منع ہے، تو ٹوپی عمامہ جو بھی پہنے ہو استنجا کے لیے جاسکتا ہے۔

(۸/۹) کسی بھی اسلامی طریقہ کا مذاق اڑانا سخت منع ہے، بلکہ کفر تک معاملہ پہنچ سکتا ہے۔

(۱۰) اس طریقہ کو کتب فقہ میں سدل ثوب کے ساتھ یاد کیا ہے۔ اس طرح نماز پڑھنے میں مکروہ اور قابل اعادہ ہوتی ہے۔ (عام کتب فقہ)

(۱۱) عربی کی مستند لغت لسان العرب میں لفظ عقال کے معنی میں سعودی عقال کا ذکر نہیں ملا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی نوایجاد چیز ہے۔ البتہ منجد میں اتنا تحریر ہے:

"العقال حبل يشد به البعير في وسط ذراعه و منه عقال الذي يشد به الراس"۔

(المنجد، عربی اردو لغت: ص ۶۷۱)

عقال وہ رسی ہے جسے اونٹ کے پاؤں میں باندھا جاتا تھا اور اسی سے اس رسی کو بھی کہنے لگے جس کو سر پر باندھتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اونٹوں کے چرواہے جب اونٹوں کو چرنے کے لیے کھولتے تو وہ رسیاں حفاظت کے لیے اپنے سروں پر لپیٹ لیتے تاکہ رسیاں کھو نہ جائیں۔ پھر بعد میں ان کا فیشن ہو گیا، مگر اس کے نیچے سر پر جو رومال رکھتے ہیں، اس کے چاروں کونے لٹکے رہتے ہیں، یہ اسی اسبال کی صورت ہے جس کو فقہاء نے مکروہ کہا ہے۔ اور اس حالت میں نماز پڑھنے کو منع فرمایا ہے۔ درمختار اور اس کے حاشیہ شامی میں ہے:

"و کره سدل الثوب كشد و منديل يرسله من كتفيه. وظاهر كلامهم يقتضى انه لا

فرق بین ان یکون الثوب محفوظا من الوقوع اولا فعلی ھذا تکرہ فی الطیلسان الذی یجعل علی الراس و قد صرح بہ فی شرح الوقایۃ ای اذا لم یدرہ علی عنقہ"۔(ج۲/۳۴۹)

اور نماز کی حالت میں کپڑا لٹکانا مکروہ ہے جیسا کہ شدہ اور رومال میں ہوتا ہے کہ کندھے کے دونوں طرف لٹکاتے ہیں۔ صاحب بحر فرماتے ہیں کہ کپڑا اس طرح لٹکایا ہو کہ گرنے سے محفوظ رہے یا غیر محفوظ اس بنیاد پر طیلسان جس کو سر پر ڈال کر نیچے لٹکاتے ہیں وہ مکروہ ہے۔ شرح وقایہ میں یہی لکھا ہے۔ اور نماز کے علاوہ بھی بطور تکبر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

(۱۲) عمامہ باندھنا سنت ہے تو بچپن سے ہی اس کی عادت ضرور ڈالنی چاہیے جس نے بچوں کا عمامہ کھلوادیا اس سے پوچھیے یہ کہاں لکھا ہے اور مجبور کیجئے کہ اپنی بات قرآن وحدیث یا اقوال فقہاء سے ثابت کرے تو اسے پتہ چلے گا کہ بے علم کے فتوی بتانا کتنی بڑی جہالت ہے۔

غالبا شرح شرعۃ الاسلام میں لکھا ہے: لبس العمامۃ حلم و وقار و ھی تیجان العرب "

عمامہ کا پہننا حلم و وقار ہے۔ اور یہ اہل عرب کا تاج ہے۔ عمامہ عرب والوں کا مخصوص لباس ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے اسے فرشتوں کا لباس بتایا ہے۔ الغرض ان روایتوں سے عمامہ کی فضیلت مطلقا ثابت ہوتی ہے۔ اور بچوں کو عمامہ نہ پہنانے کی کوئی روایت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۵ر شوال ۱۴۲۱ھ

(۱۳-۱۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) آج کل ہمارے مدارس کے اکثر علماء وطلبہ کے ملبوسات میں کُرتے کے ساتھ ایک مخصوص وضع کی شلوار پاجامہ جو کلی دار ہوتا ہے، مروج ومستعمل ہے۔ اس کا پہننا از روئے شرع کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو عدم جواز کی دلیل بحوالۂ کتب معتبرہ عنایت فرمائی جائے۔ اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی مندرجہ ذیل عبارات جو فتاوی رضویہ جلد نہم ص ۸۴ مطبع رضا اکیڈمی ممبئی میں ہے: "مگر فراخ کے یہ معنی کہ عرض کے پائچے نہ غرارے دار، جس میں کلیاں ڈال کر گھیرا بڑھایا جاتا ہے یہ مردوں کے لیے بلا شبہ ناجائز ہے کہ ان بلاد میں کلیوں دار پائچے خاص لباس عورات ہیں اور عورتوں سے تشبیہ حرام۔ مرد اگر پہنتے ہیں تو وہی زنانے یا نقال یا بدوضع فساق ان لوگوں سے بھی مشابہت ممنوع ہے"۔ کی بطور افہام اور ازالہ اوہام قدرے وضاحت کردی جائے۔

(۲) حضور علیہ السلام کا کرتا شریف کیسا ہوتا تھا کلی دار یا بغیر کلی کا؟ کُرتے میں آج کل کی طرح کالر ہوتا تھا یا نہیں؟

(۳) ازار یعنی تہبند شریف کیسی زیب تن فرما۔ تر سلی یا بے سلی؟ بے سلی لنگی باندھنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ جس سے کشف عورت نہ ہوسکے۔ چونکہ ہم لوگ جیسے چُن کر باندھتے ہیں کشف عورت ہوجاتی ہے۔ بینوا توجروا

خادم دار العلوم غوثیہ تیغیہ رسول آباد سلطان پور

الجواب

(۱) جس طرح اردو زبان میں لفظ پائجامہ ایک اسم جنس ہے اور خالطہ، شلوار، علی گڑھی اور چوڑی دار سب اس کی مختلف اصناف ہیں کہ سب کو پائجامہ ہی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح عربی میں لفظ سراویل اس لباس کا نام ہے جو نچلے دھڑ میں پہنا جاتا ہے۔ پائجامہ کی مذکورہ بالا قسمیں اس کی صنف ہیں اور سب کو سراویل کہا جائے گا۔ اور اس میں اوصاف مختلفہ لگا کر سراویل کی مختلف قسموں کا نام بیان کیا جائے گا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

ویکرہ للرجل لبس السراویل المخرفجة و هی التی تقع علی ظهر القدمین کذا فی فتاوی العتابیه۔ (فتاوی رضویہ دہم نصف اول ص ۸۴)

مکروہ ہے مخرفجہ پائجامہ۔ یہ ایسا پائجامہ ہے جس کی موریاں پاؤں کی پشت پر پڑی ہوتی ہیں۔

عین ممکن ہے کہ ان سب پائجاموں کے عربی زبان میں بھی الگ الگ نام ہوں۔ مگر احادیث کریمہ میں مطلقا سراویل کی فضیلت آئی ہے۔ اور اس کو استر، زیادہ پردے والا بتایا گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: روایتوں میں کوئی تخصیص تنگ وفراخ کی نظر سے نہیں گذری۔ (حوالہ مذکورہ بالا)۔ یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ روایتوں میں کوئی تخصیص خالطہ یا شلوار، یا علی گڑھی یا چوڑی دار کی نظر سے نہیں گذری۔

البتہ اصولی طور پر لباس میں کچھ ایسی باتیں بیان کردی گئی ہیں جن پر لباس کے جواز یا عدم جواز کا انحصار ہے۔

(۱) لباس اتنا چست نہ ہو کہ جسم کا نشیب وفراز اور اعضاء کی بناوٹ اس سے ظاہر ہو۔

(۲) کپڑا ایسا باریک نہ ہو کہ جسم اس سے جھلکے۔

(۳) عورتوں کو مردانی وضع کے کپڑے، مردوں کو زنانے کپڑے حرام ہیں۔

(۴) فاجر وفاسق لوگوں اور اوباشوں کے فیشن کے کپڑے۔ مسلمان کو پہننا حرام وممنوع یا ناجائز ومکروہ ہیں۔

(۵) مردوں کے پائجامے یا تہبند ٹخنوں سے نیچے تک لمبے نہ ہونا چاہیں اور عورتوں کے ایڑی سے بھی ایک بالشت زائد ہوسکتے ہیں کہ ان کے پاؤں کو بھی چھپانے کا حکم ہے۔

کلی دار پائجامہ کے جائز یا ناجائز ہونے کی شریعت میں کوئی تصریح نہیں آئی ہے۔ آپ نے غرارہ میں کلی کا لفظ دیکھا اور یہ دیکھا کہ اس کو اعلیٰ حضرت نے مردوں کے لیے ناجائز بتایا تو آپ کو غلط فہمی ہوئی کہ غرارہ کلی کی وجہ سے ممنوع ہے۔ اور شلوار میں بھی کلی ہوتی ہے۔ تو اس کو بھی ممنوع ہونا چاہئے جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ مردانہ اور زنانہ کوئی پائجامہ ایسا نہیں جس میں کلی نہ ہوتی ہو۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ اپنی کتاب شرح جامی ص ۴۹ پر تحریر فرماتے ہیں:

وسراویل جمع سروالۃ تقدیرا فکانہ سمی کل قطعۃ من السراویل سروالۃ ثم جمعت سروالۃ علی سراویل۔

سراویل کو سروالۃ کی جمع مان لیا گیا ہے۔ گویا پائجامہ کا ہر ٹکڑہ "سروالہ" (کلی) ہے۔ اور پائجامہ اس کا مجموعہ ہے، اس لیے اس کو سراویل کہتے ہیں یعنی عربی میں سروالہ کپڑے کے ٹکرے کو کہتے ہیں۔ تو پائجامہ کا ہر ٹکڑہ سروالہ یعنی کلی ہے۔

تو آپ کا خیال اگر مان لیا جائے کہ شلوار کلی دار ہے اس لیے ناجائز ہے۔ تو کون سا پائجامہ ہوتا ہے جو بے کلی کے ہوتا ہے۔ تو چاہئے کہ سرے سے کسی پائجامہ کا پہننا جائز ہی نہ ہو۔ حالانکہ حدیث شریف میں اس کو پسندیدہ لباس بتایا گیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حلت وحرمت کا مدار کلی دار اور بے کلی کا ہونے پر نہیں ہے۔

ہم نے ممانعت کی وجہ نمبر اول میں بتائی تھی کہ پائجامہ کی موہری بالکل چست نہیں ہونا چاہئے۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ پائجامہ کی موری کشادہ ہونا چاہئے۔ تو کیا جو پائجامہ غرارہ کے نام سے موسوم ہے اتنی چوڑی ہونی چاہئے یا اس سے کم یا زیادہ۔ اعلیٰ حضرت نے جواب دیا کہ عرض کا پائجامہ، نہ غرارے دار اس کا مطلب یہ ہوا کہ عرض کا پائجامہ جائز ہے۔ اور غرارہ دار پائجامہ جائز نہیں ہے۔ غرض کہ پائجامہ کا مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں گذی یا صحن کا کپڑا عموما جس کا پائجامہ بنتا تھا۔ ہاتھ سے بنایا جاتا تھا۔ اور چھالٹین کا کپڑا جو مشینوں پر بنایا جاتا تھا۔ ان تینوں اقسام کے کپڑوں کا عرض دس گرہ سے لے کر ایک گز تک کا ہوتا تھا۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ پائجامہ کے پائنچے کے کشادہ ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ اس کی چواڑئی ۵ رگرہ سے ۸ رگرہ تک ہو۔ یہ خالطہ دار پائجامہ ہوا کہ اس کی ہی موریاں چھوٹے عرض کے کپڑے دونوں کناروں کو باہم ملا دینے سے تیار ہو جاتی ہیں۔ اور اوپر رانوں کی جڑ سے کچھ نیچے جہاں دونوں موریاں ملتی ہیں چھوٹی چھوٹی کلیاں دے کر کمر کے گھیرے میں کچھ کشادگی پیدا کر دیتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ہم نے بزرگوں کو عموماً ایسے ہی پائجامہ پہنتے دیکھا انہیں کو اصل سنت فعلیہ یعنی تہبند سے زیادہ مناسبت ہے۔

یعنی حضور علیہ السلام تہبند پہنتے تھے۔ اگر کوئی شخص آٹھ گرہ والی موریوں کا پائجامہ پہن کر کھڑا ہو جائے تو دونوں پائچے مل جائیں گے اور دیکھنے والا شبہ میں پڑ جائے گا کہ اس نے تہ بند ہی پہنا ہے کیا۔

الغرض اصل یہ ہے کہ عرض کا پائجامہ جس کو اعلیٰ حضرت نے پسند فرمایا بزرگوں کا زیر جامہ بتایا اور حضور علیہ السلام کی سنت کے قریب فرمایا، اس کے مقابلہ میں غرارہ منع فرمایا تو اس لیے نہیں کہ اس میں کلی ہوتی ہے۔ کلی تو چھوٹی ہی سہی ان کے پسندیدہ پائجامہ خالطہ میں بھی ہوتی ہے بلکہ اس لیے کہ غرارہ عورتوں کا مخصوص لباس ہے، عورتوں کے علاوہ زنخے نقال اور اوباش مرد پہنتے ہیں۔ اور ان کی مشابہت منع۔ جس کو نمبر تین چار میں بیان کر آئے۔ اس لیے مردوں کو غرارہ پہننا منع ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں: یہ کلیوں دار پائچے خاص لباس عورات ہیں اور عورتوں سے تشبیہ حرام ہے۔ مرد اگر پہنتے ہیں تو وہی زنانے یا نقال یا بدوضع فساق اور ان لوگوں سے بھی مشابہت ممنوع ہے۔

(کتاب مذکورہ ص ۸۴ ملخصا)

تو گویا غرارے میں کراہت کی ایک وجہ اور بھی بڑھ گئی کہ عورتوں کے ساتھ ساتھ زنانوں اور فاسقوں کی مشابہت بھی پیدا ہو گئی۔ اصل کراہت کی وجہ یہ ہے نہ کہ کلی دار ہونا۔

چوڑی دار پائجامہ: یہ عموماً چست اور کولھوں، رانوں اور پنڈلیوں سے چپکا ہوتا ہے۔ جس سے ان اعضا کی بناوٹ ظاہر ہوتی ہے اور نشیب و فراز نمایاں ہوتا ہے۔ عورت تو منھ اور ہتھیلی کے علاوہ از سر تا پا چھپانے کی چیز ہے۔ مرد کے اعضائے جسم میں ناف سے گھٹنے تک کا جسم عورت ہے۔ اور اس کو چھپانے کی ضرورت ہے۔ مگر چست کپڑے سے پردہ پوشی کی جگہ نمائش ہوتی ہے۔ تو یہ پائجامہ مرد اور عورت دونوں کے لیے ممنوع ہوگا۔ اس میں ممانعت کی وجہوں میں سے پہلی وجہ اعضاء کی نمائش موجود ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: یوں ہی تنگ پائچے نہ چوڑی دار ہوں، نہ ٹخنے سے نیچے، نہ خوب چست ہوں، بدن سے چپکے ہوئے (حوالہ مذکور) اور صفحہ ۱۰۷ پر نام کی تشریح کے ساتھ فرماتے ہیں۔ چوڑی دار پائجامہ پہننا ممنوع ہے کہ وضع فاسقوں کی ہے۔ اور سلائی کے اعتبار سے دیکھا جائے تو کپڑے کو آڑا ترچھا کرنے کے لیے پورے کپڑے کو الگ الگ کر دیتے ہیں۔ پھر حسب ضرورت جوڑتے ہیں۔ مگر ممانعت کی وجہ تنگ و چست اور ان کی چوڑیاں اور فاسقوں کی مشابہت ہے۔

علی گڑھی پائجامہ: تو مرد پہنتے ہیں۔ اس کے پائچے تنگ ہوتے ہیں۔ مگر اتنے تنگ نہیں کہ اعضاء

کی بناوٹ ظاہر ہو۔ بلکہ ڈھیلے ڈھالے۔ ان میں کلیاں گھٹنے یا گھٹنے کے اوپر سے کمر تک اس طرح لگائی جاتی ہیں کہ کمر کا گھیرا کشادہ ہو جائے اور موریاں معتدل حد تک چوڑی چوڑی ہوتی ہیں۔ اس کے پہننے میں کوئی قباحت نہیں، بشرطیکہ پائنچے ٹخنے سے نیچے نہ ہوں۔

شلوار: اس کی بناوٹ میں کلیاں پائجامے کے پوری لمبائی میں نیچے پتلی اور اوپر چوڑی ہوتی چلی جاتی ہیں۔ تو مرد و عورت دونوں کا لباس ہے۔ اور اس کا پہننا جائز ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رسالہ آداب لباس میں فرماتے ہیں:

ہم بریں قیاس سراویل کہ در عجم متعارفست وآں را شلوار می گویند بمقدار ازار آں حضرت ﷺ باشد واگر زیر شتالنگ باشد یا دوسہ چنین واقع شود بدعت و گناہ است۔

(فتاوی رضویہ بحوالہ مذکورہ ص ۸۵)

اس پر ان عجمی پائجاموں کو قیاس کرنا چاہئے کہ عجم میں عام طور سے پہنے جاتے ہیں۔ جس کو وہ اپنی زبان میں شلوار کہتے ہیں۔ (یعنی جائز ہیں) یہ عموما اتنے ہی نیچے ہوتے ہیں جتنا حضور ﷺ کا تہہ بند شریف ہوتا تھا۔ یہ پائجامے اگر ٹخنوں سے نیچے ہوں یا ان میں دادر اور چوڑیاں ہو تو بدعت اور مکروہ ہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: کپڑے اتنے چست ہوں کہ بدن کی گولائی، فربہی کے انداز اوپر سے بتائیں جیسے بعض لکھنو والیوں کی تنگ شلواریں و چست کرتیاں۔

جس سے معلوم ہوا کہ شلوار بھی ایسا چست اور جسم سے چپکا ہو جو اعضاء کی ساخت ظاہر کرے تو ناجائز ہے۔ اخیر میں ہم ایک اصول کلی بتاتے ہیں۔

غرض کہ ڈھیلے پائنچے جب ان قباحتوں اور تنگ جب ان شناعتوں سے پاک ہوں تو دونوں شرعا مرخص ہیں، اور پسندیدہ ہیں۔ ہاں غالب عادات علما و اولیا میں یہی عرض کے پائچے دیکھے گئے۔ اور انہیں کو اصل سنت فعلیہ سے مشابہت زیادہ ہے۔

اور ہمارے اِس زمانے میں عام طور سے علما اور بزرگان دین شلوار پہنتے ہیں۔ اور اس کو عرف عام میں شرعی پائجامہ کہتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حلت و حرمت کا مدار کلی یا بے کلی والا ہونا نہیں ہے جیسا کہ اوپر ہم نے بتایا کہ پائجامے تو تقریبا سب ہی کلی دار ہوتے ہیں۔ لیکن مدار ان امور خمسہ پر ہے جس کا ذکر ہم نے پانچ نمبروں میں کر دیا ہے۔ ان کی رعایت اور عدم رعایت پر حلت و حرمت کا مدار ہے۔

تہ بند حضور ﷺ سے بے سلا ہی مروی ہے۔ اس کی لمبائی موجودہ تہ بند کی لمبائی سے کچھ زیادہ ہو جیسے ہمارے بچپن میں ڈھائی گز لمبی لنگیاں ہوتی تھیں۔ تو چلتے پھرتے وقت بے ستری نہیں ہوتی تھی۔ اور

اتباع سنت کے لیے نشست و برخاست میں کچھ احتیاط بھی کرنی ہوگی۔

حضور مجاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زندگی بھر بے سلاتہ بند پہنتے رہے اور سختی سے اس پر عامل تھے۔ لیکن کبھی بھی ایسی ویسی حالت نہیں دیکھی گئی۔

(۶) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بالائی پیراہن شریف کے لیے احادیث کریمہ سے قمیص اور جبہ دونوں لفظ آئے ہیں۔ جس کی لمبائی کے سلسلہ میں نصف ساق اور اس کے اوپر تک کا تذکرہ آیا ہے۔ یوں ہی آستین کی لمبائی گٹوں تک اور انگلیوں کے پور تک بیان کی گئی ہے۔ عام حالات میں تو آستین کشادہ رہتی کہ ہر نماز کے وقت وضو فرماتے مگر سفر وغیرہ کی ضرورت سے اتنی تنگ آستین کا جبہ بھی استعمال فرمایا کہ وضو کے وقت اوپر چڑھ نہ سکا تو ہاتھ آستین سے باہر نکال کر وضو فرمایا۔

چاک گریبان بہ اتفاق روایات سینۂ اقدس پر ہوتا۔ اور دامن کا چاک کچھ دور تک کھلا رہتا۔ بعض اوقات آستین کے منہ پر چار انگل کی ریشمی پٹی کا بھی ذکر آتا ہے۔ جس کو اس زمانے کے سنگل کف کی طرح کہا جاسکتا ہے۔ اس زمانے میں بٹن کا رواج نہیں تھا کہ اس کی ایجاد نہ رہی ہوگی، تکمہ اور گھنڈی سے کام لیا جاتا تھا۔ عام طور سے مڈھ لیتے۔ چاندی اور سونے کے دھاگوں سے مڈھنے کا ذکر بھی کتب فقہ میں آیا ہے۔ یہ ساری تفصیل ہم نے بہار شریعت کتاب الحظر والاباحت، فتاوی رضویہ جلد نہم اور شرح شرعۃ الاسلام سے فراہم کی ہے۔

دامن کلی دار تھا یا بے کلی کا۔ قمیص کی طرح گول رہتا تھا یا موجودہ کرتوں کی طرح چوکور کالر سنگل ہوتا تھا یا ڈبل یا بغیر کالر۔ اس کی تفصیل نظر سے نہیں گذری۔ ان احکام کے لیے علما اعلام نے انہیں احکام پنج گانہ سے روشنی حاصل کی، یا جس کو کسی غلط کردہ یا غلط قوم کی مخصوص وضع دیکھی اس سے ممانعت فرمائی۔ اور جس کو مفید اور غلط تشابہ سے پاک دیکھا، اس کی اجازت دی۔ کرتوں میں آج کل شیروانی کی طرح چوڑا اور کھڑا کالر بننے لگا ہے۔ اس کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے۔ ازار شریف کے سلسلہ میں ہم نے پہلے ہی نمبر میں تحریر کردیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ضلع مؤ ۳۰ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ

(۱۷) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ

سابق امام وخطیب داڑھی کے سفید بالوں کو جڑ سے کٹواتے ہیں اور پنج وقتہ نماز میں سر پر صافہ وغیرہ نہیں باندھتے ہیں، ٹوپی پر ہی نماز پڑھاتے ہیں۔ جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

اکبر سردار محلہ بنگال پورہ بھیونڈی ضلع تھانہ۔

الجواب

صافہ باندھ کر نماز پڑھنا مسنون ہے، لیکن بغیر صافہ کے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ داڑھی کے سفید بالوں کا اکھاڑنا مکروہ ہے۔ عالمگیری میں ہے: "نتف الشیبۃ مکروہ۔ اس لیے امام صاحب کو چاہئے کہ اس سے باز آئیں اور اگر بار بار روکنے پر بھی وہ اس سے باز نہ آئیں تو ان کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۱ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۱۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ

زید کو آنت کی بیماری لاحق ہے۔ جس کی وجہ سے وہ لانگ باندھتا ہے یعنی دھوتی لیتا ہے۔ ازار بند وغیرہ پہننے کی صورت میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ لانگ باندھ کر یا تہہ بند وغیرہ کے نیچے لنگوٹ باندھ کر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی اقبال احمد موضع سنیہی اعظم گڑھ مورخہ ۵ رجب ۹۷ھ

الجواب

دھوتی پہننا عام حالت میں بھی منع ہے۔ کہ ہندوستان کے غیر مسلمانوں کا لباس ہے۔ اور اس میں ٹانگوں کے پیچھے سے کھلنے کا بھی خطرہ رہتا ہے۔ اور ستر عورت فرض ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "ایاکم وذی الاعاجم" اس لیے زید کو دھوتی کے بجائے تہہ بند یا پائجامہ کے نیچے لنگوٹ باندھنا چاہیئے، نماز بلا قباحت جائز ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کا قول ہے کہ تمام مسلمانوں کے لیے عمامہ باندھنا ضروری اور واجب ہے، کیونکہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور اسکی فضیلت واردہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ضروریات دین سے ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے زید کا قول صحیح ہے یا غلط؟ اگر غلط ہے تو کیوں؟ اور اگر صحیح ہے تو ان علما کے بارے میں جو ضروریات دین سے غافل ہیں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ مع حوالہ جات جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔ المستفتی، محمد واحد الحق رضوی جمالی مہاض ٹولہ نرائن پور راج محل صاحب گنج بہار

الجواب

عمامہ باندھنا ضروریات دین میں ہونا الگ رہا، یہ نہ فرض ہے نہ واجب بلکہ سنت ہے اوراحادیث نبوی میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔جواسے فرض یاواجب یاضروریات دین میں سے قرار دے وہ غلط کہتا ہے، فقہ کی تمام کتابوں میں اسکوسنت ہی لکھا ہے چنانچہ بہار شریعت میں ہے، عمامہ باندھناسنت ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۸محرم الحرام/۱۴۱۶ھ

(۲۰_۲۶)**مسئلہ**: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید جمعہ کے دن خطبۂ اولیٰ میں خلفائے راشدین وعمین شریفین پر درود وسلام پیش کرتا ہے، حالانکہ یہ بیان خطبۂ ثانی میں پڑھاجاتا ہے، تمام مساجد میں اسی پر عمل ہے۔(بہار شریعت)

(۲) زید مسجد کا مصلی اپنے بیڈشیٹ کے طور پر استعمال کرتا ہے۔

(۳) زید صرف جمعہ کی نماز میں صافہ باندھتا ہے اور شملہ چھاتی پر چھوڑتا ہے۔

(۴) زید نے ماہ ذی الحجہ کی نویں کی رات میں اعلان کیا کہ عیدالاضحیٰ نماز ہونے تک کسی قسم کی نفل نماز نہ پڑھیں، مگر ہم نے جاء الحق اول میں مسئلہ دیکھا ہے کہ نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے وہ بھی فقہا کے لیے، عامۃ المسلمین کو پڑھنے سے منع نہ کرنا چاہئے۔

(۵) زید نے کہا ماہ محرم میں عاشورہ کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین دن پر فاتحہ نہ دو کہ وہ زندہ ہیں، زندوں کے نام فاتحہ نہیں دیا جاتا۔میں زندہ ہوں کیا میرے نام پر فاتحہ دوگے۔کیا ایسا کہنا صحیح ہے؟

(۶) زید ذال کو دال کا تلفظ کرتا ہے مثلاً"ھذا"کو"ھدا""یکذبان"کو یکدبان"اذا جاء"کو ادا جاء"اور"عذاب النار"کو"عداب النار" کیا یہ قرأت صحیح ہے؟ ہم نے آج تک ایسی قرأت کرتے نہیں سنا ہے۔

(۷) نائب متولی نے قرأت کا اعتراض کیا تو زید طیش میں آکر سورۂ فاتحہ صحیح پڑھ کر سنانے پر ۷۰۰/روپے انعام کا چیلنج چسپاں کردیا۔اس سے ناراضگی بڑھ گئی، کیا ناراض مصلی کا اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

(۸) اسی طرح زید دوایک اراکین جماعت کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آیا، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

المستفتی: حاجی ایس ایم ادھونی گارڈن پاتھ کرناٹکا

الجواب

خلفائے راشدین اور عمین شریفین کے ذکر کو دوسرے خطبہ میں ہونے کو بہار شریعت میں مستحب فرمایا ہے۔ اور فتاوی رضویہ میں معمول ومحمود۔ اس کو پہلے ہی خطبہ میں پڑھنا ایسا جرم نہیں کہ اس سے امام کی امامت میں خلل آئے۔

(۲) عمامہ باندھنا حضور علیہ السلام کی سنت ہے۔ اور عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ اس کے شملہ کو پشت پر دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھنے کو فتاوی رضویہ میں مستحب بتایا ہے۔ امام صاحب کو چاہئے کہ جب عمامہ کی سنت پر عمل کرتے ہیں تو جو طریقہ معہود ومقرر ہے، اسی پر عمل کریں، اس میں جدت یا تراش وخراش نہ نکالیں۔ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ عمامہ باندھنا سنت ہے تو سب کے لیے، مقتدی ہو یا امام۔ تو امام کے لیے اتنی سختی کہ عمامہ ٹیڑھا باندھے تو اس کی امامت کے لیے مسئلہ پوچھا جائے اور مقتدی سرے سے عمامہ ہی نہ باندھیں تو کوئی حرج نہیں۔ یہ سب باتیں فضیلت اور مستحب ہیں، ان کا ترک گناہ نہیں، اس لیے آپ کا یہ دوسرا سوال بھی پہلے سوال کے خانہ میں داخل ہے۔

(۳) مسجد کی دری، چٹائی، فرش اور مصلی یا اور کوئی سامان کسی کو ذاتی استعمال میں لانا منع ہے۔ اس میں امام اور مصلی کسی کی تخصیص نہیں، جو ایسا کرے اس کو مسئلہ بتایا جائے اور منع کیا جائے اگر وہ باز آجائے تو ٹھیک ہے ورنہ اتنے جرم پر ان کو مسجد اور امامت سے علیحدہ کر دیا جائے۔

(۴) اس سوال میں سائل کو دو غلط فہمی ہوئی، اس نے کتاب میں آئے ہوئے مکروہ کے لفظ کو ہلکا سمجھا کہ مکروہ ہے تو اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں، حالانکہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ علامہ شامی رد المحتار میں لکھتے ہیں: والكراهة هنا تحريمية كما صرح في الحلية و لذا عبر في الخانية والخلاصة بعدم الجواز. (ج ۲/۲۵۱)

یہاں کراہت سے مراد مکروہ تحریمی ہے۔ حلیہ میں اس کی تصریح کی اور امام قاضی خان اور صاحب خلاصہ نے اس کو ناجائز کہا۔ فتاوی رضویہ جلد اول ص ۱۸۹ میں ہے کہ ''مکروہ تحریمی کا مرتکب مستحق عذاب ہے۔''

مکروہ تحریمی کا مرتکب اللہ تبارک وتعالیٰ کا نافرمان ہے، ملفوظات حصہ چہارم ص ۴۰۵ صغیرہ کا استخفاف کبیرہ ہے بلکہ بعض وقت کفر ہو جاتا ہے۔''

ان سب عبارتوں کو سائل بار بار پڑھے اور اپنی تحریر پر غور کرے کہ اس نے مکروہ کے لفظ کو ہلکا سمجھ کر کتنی بڑی غلطی کی ہے؟ اور سائل نے اس عبارت کو بھی غلط سمجھا کہ یہ حکم فقہا کے لیے ہے عوام کو منع نہیں

کرنا چاہئے۔ اس کا مطلب تو یہ تھا کہ عید کی نماز سے قبل یا بعد مصلی میں نفل پڑھنا مکروہ تحریمی ضرور ہے۔ لیکن اگر کسی جاہل نے اپنی لاعلمی یا اکھڑ پن کی وجہ سے نماز شروع کردی تو اس کو روکا نہ جائے کہ مت پڑھو، یہ مطلب نہ تھا کہ اس کو مسئلہ بھی نہ بتایا جائے۔ دیکھئے مولانا احمد رضا خان صاحب اپنے ملفوظات جلد سوم ص ۲۹۵ میں لکھتے ہیں:

مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ ایک شخص کو طلوع آفتاب کے وقت نفل پڑھتے ہوئے دیکھ کر منع نہ فرمایا۔ جب پڑھ چکا مسئلہ تعلیم فرمادیا، آپ کے امام صاحب نے بھی تو یہی کیا ہے کہ وقت سے ۱۰، ۱۲ گھنٹہ پہلے مسئلہ سے لوگوں کو آگاہ کردیا تو یہ تو قابل تعریف بات تھی، سائل نے اسکو جرم بنادیا۔ ویسے تو بڑے بڑے اماموں بلکہ صحابہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اس نماز کا شدید رد فرمایا، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ ان دونوں حضرات نے امام کے نماز پڑھ لینے سے پہلے مصلی میں نماز پڑھنے سے لوگوں کو منع فرمایا، آخر فقہ کی تمام کتابوں میں یہ مسئلہ اسی لیے تو لکھا ہے کہ لوگ جانیں اور اس پر عمل کریں، اس لیے نہیں لکھا ہے کہ صرف فقہا کے عملدرآمد کے لیے ہے۔

(۵) فاتحہ اور ایصال ثواب زندہ اور مردہ بھی کے لیے ہوسکتا ہے۔ ان صاحب کا یہ کہنا غلط ہے کہ زندوں کی فاتحہ نہیں ہوسکتی، یہ بات البتہ ہے کہ عام طور سے لوگ مرنے والوں کے لیے ہی ایصال ثواب کرتے ہیں۔

(۶) بے شک یہ اعتراض صحیح ہے۔ بہار شریعت میں ہے:

جس سے حروف صحیح ادا نہیں ہوتے اس پر واجب ہے کہ تصحیح حروف میں پوری کوشش کرے اور اگر صحیح خواں کی اقتدا کرسکتا ہو اس کی اقتدا کرے یا وہ آیتیں پڑھے جس کے حروف صحیح ادا کرسکتا ہو اور اگر یہ دونوں صورتیں ناممکن ہوں تو زمانہ کوشش میں اس کی اپنی نماز ہوجائے گی اور اپنے مثل دوسرے کی امامت بھی کرسکتا ہے یعنی اس کی جو اسی کی طرح اس حرف کو صحیح نہ پڑھتا ہو اور اگر اس سے جو حرف ادا نہیں ہوتا دوسرا اس کو ادا کرلیتا ہے، مگر کوئی دوسرا حرف اس سے ادا نہیں ہوتا تو ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی امامت نہیں کرسکتا۔ اور اگر کوشش بھی نہیں کرتا تو اس کی خود کی نہیں ہوتی دوسرے کی اس کے پیچھے کیا ادا ہوگی۔ آج کل عام لوگ اس میں مبتلا ہیں کہ غلط پڑھتے ہیں اور کوشش نہیں کرتے ان کی نمازیں خود باطل ہیں امامت در کنار۔

(۷) اس کا جواب یہ نہیں تھا کہ امام صاحب دوسرے کو چیلنج کرتے اس کا صحیح طریقہ یہ تھا کہ کوشش کرکے ذال کا مخرج درست کرتے۔ اور چیلنج پر برافروختہ ہونا یہ عوام کی غلطی ہے، اگر عوام غلط پڑھتے

ہیں تو غلطی بہر حال غلطی ہے، عوام کی ہو یا امام کی، بہر حال انہیں بھی کوشش کر کے سورہ فاتحہ اور تین چار آیت بالکل صحیح یاد کر لینی چاہئے اور اسی کو ہر رکعت میں دہرائیں۔

سائل کو ہر موقع پر امام کا امامت کا نااہل ہونا ثابت کرنے کا عجیب شوق ہے، جب عوام غلط پڑھتے ہیں اور امام نے انہیں صحیح پڑھنے کا چیلینج کیا تو عوام کے ناراض ہونے کا کیا مقام تھا۔ اس بیجا ناراضگی سے عوام ہی قصوروار ہوں گے، اس خفگی سے امام کی امامت پر اثر نہیں پڑے گا۔ سائل اپنی تحریر میں جس فتنہ کا تذکرہ کر رہا ہے کہ امام نے فتنہ پیدا کر دیا، یہ کہیں ایسا ہی فتنہ تو نہیں جس میں محلہ کے لوگوں کی جہالت اور لاعلمی کو زیادہ دخل ہو۔

المختصر امام پر لازم ہے کہ مسجد کا مصلی اپنے بستر کے لیے استعمال نہ کریں اور جلد از جلد کوشش کر کے کسی صحیح خواں سے ذال کے مخرج کی اصلاح کر لیں، اور ایصال ثواب کے سلسلہ میں امامین کریمین کی برزخی زندگی کے حوالہ سے ایصال ثواب کو منع کرنے کا غلط مسئلہ بتانے سے رجوع کریں تو انہیں امام رکھا جا سکتا ہے، ورنہ امامت سے علیحدہ کر دیا جائے۔ اور عوام اور سائل حاجی ایس۔ ایم صاحب سے بھی گذارش ہے کہ فتنہ وفساد سے بچنا ضروری ہے، ﴿والله یعلم المفسد من المصلح﴾ اور اللہ خوب جانتا ہے مفسد کون ہے اور مصلح کون ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ

(۲۷-۲۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) اونی کپڑا پہنکر نماز پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں۔ زید کہتا ہے کہ اون جو باہر ممالک سے آتا ہے ہوسکتا ہے حرام جانور مردار کے بالوں کا ہوتا ہو اس لیے اس کے بنے ہوئے کپڑے پہنکر نماز پڑھنا درست نہیں۔ برائے کرم شریعت سے مطلع فرمائیں۔

(۲) آج کل اکثر حضرات چین کی گھڑی پہنکر نماز پڑھتے ہیں اس طرح سے نماز پڑھنا درست ہے یا غلط ہے؟ ایک صاحب کا کہنا ہے چین کی گھڑی ہاتھ میں باندھکر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

فخر عالم ۹ رجمادی الثانی ۸۴ھ

الجواب

(۱) شریعت میں کسی چیز کی حلت وحرمت کا حکم ظن غالب پر ہے صرف امکان پر نہیں کہ اس میں نجس اون لگا ہوگا۔ اس میں نماز پڑھنا منع نہ ہوگا۔

(۲) کسی دھات کی چین باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ دونوں مسئلوں کی مدلل تفصیل اس

حضرت کی کتاب میں دیکھی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ

پردہ کا بیان

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ

زید کے بچے جو جوان ہیں، اپنے نانہال روزانہ آتے ہیں، جب کہ یہ باتیں ان کے نانہال والوں کو پسند نہیں کیونکہ وہاں پردہ نشیں عورتیں ہیں۔ عرض کا مقصد یہ ہے کہ کیا زید کے بچے اپنے نانہال آسکتے ہیں، نیز ان کا کہنا ہے کہ یہ میرے گھر کی طرح ہے، یہاں کی عورتیں سب ہمارے لیے محرم ہیں لہذا بے روک ٹوک آتے جاتے ہیں، کیا ان کا خیال درست ہے؟ براہ کرم دلائل کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں

زید عالم دین ہوتے ہوئے اپنی سسرال روزانہ دو تین بار جاتا ہے، ان کی سسرال میں ان کے سالے مرگئے، ان کی بیوی موجود ہے جو بیوہ ہے، اوران کے سالے کے لڑکے جوان ہیں اور شادی شدہ ہیں ان کی بیویاں گھر میں موجود ہیں، اس صورت میں گھر کے لوگ ان کو منع کرتے ہیں، کہ گھر نہ آیا کریں، کیونکہ یہاں پردہ نشین عورتیں ہیں، مگر وہ نہیں مانتے، ویسے ہی بغیر اجازت لیے ہوئے گھر کے اندر اور آنگن میں گھس آتے ہیں، پھر جمے رہتے ہیں، نیز روکنے پر یہ کہتے ہیں کہ یہاں کی تمام عورتیں میرے لیے محرم ہیں مجھ سے کوئی پردہ نہیں، پردہ غیر محرم سے ہوتا ہے۔

عرض کا مقصد یہ ہے کہ حضور دلائل مبینہ سے مسئلہ بالا کی وضاحت فرمائیں مشکور ہوں گا۔

المستفتی محمد انیس احمد کریم الدین پور گھوسی

الجواب

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ نانہال ہو یا سسرال بالغ آدمی کو بغیر اجازت دوسرے کے گھر میں جانا جائز نہیں۔ قرآن پاک میں ہے: ﴿یا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُیُوتاً غَیْرَ بُیُوتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلٰی اَهْلِهَا ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ﴾ [النور:۲۷]

اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ کرلو۔

دوسری بات یہ ہے کہ سسرال میں عورت کی لڑکی جو دوسرے شوہر سے ہو عورت کی ماں دادیاں نانیاں مرد کے محرمات میں سے نہیں، اس کے علاوہ عورتیں جیسے سالے کی بیویاں یا سالے کے لڑکوں کی بیویاں اسی طرح ممانیاں وغیرہ ہرگز محرمات میں سے نہیں ہیں اور ان سے ضرور پردہ ہے۔

بہار شریعت میں ہے: محارم سے مراد وہ عورتیں ہیں جن سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے، اس لیے زید یا زید کے بچوں کا یہ کہنا کہ یہاں کی عورتیں ہمارے لیے محرم ہیں غلط ہے اور ان سے بے پردہ ملنا حرام ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ محارم کو بھی دیکھنا اس وقت جائز ہے جب شہوت کا خطرہ نہ ہو اور اگر اس کا خطرہ ہو تو اب محارم کا دیکھنا بھی حرام ہے، اسی میں ہے کہ سر، سینہ، پنڈلی، کلائی اور گردن قدم کی طرف نظر کر سکتا ہے جب کہ دونوں میں سے کسی کو شہوت کا خطرہ نہ ہو۔ ورنہ یہ بھی منع ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ زید اور اس کے لڑکے اجازت پائیں تو گھر میں آئیں، ورنہ باہر سے لوٹ جائیں، اور گھر میں آکر بھی صرف محرمات کا سامنا ہو جو غیر محرم عورتیں ہیں وہ ان سے پردہ کریں اور اگر شہوت کا خطرہ ہو تو ان کا آنا بالکل بند کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۷ر شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ

(۲-۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ۔

(۱) جو شخص کالج یا ہائی اسکول میں لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کو بہ نیت تعلیم واصلاح وبغرض ضرورت معاش عربی کی تعلیم دیتا ہو اسے مسجد کا امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟۔

(۲) زید کہتا ہے جو شخص کالج یا ہائی اسکول میں صرف لڑکیوں کو بے پردہ تعلیم دیتا ہو یا لڑکوں اور لڑکیوں کو مخلوط بے پردہ تعلیم دیتا ہو دونوں صورتوں میں اسے مسجد کا امام نہیں بنا سکتے۔ بکر کہتا ہے کہ پہلی صورت میں ممنوع ہونا قرین قیاس معلوم ہوتا ہے مگر دوسری صورت میں تو بالکل ایسے شخص کو مسجد کا امام بنا سکتے ہیں، ورنہ سڑکوں اور چوراہوں پر چلنا، ٹرینوں بسوں اور ہوائی جہازوں پر سفر کرنا ومحکمۂ ڈاک اور ریلوے وبینک کے دفاتر میں جانا بھی ممنوع ہونا چاہیے، کیونکہ یہاں عموماً عورتوں سے نگاہیں چار ہوتی ہیں، بلکہ آج کل (بالخصوص جنوب میں) شہروں کی بیشتر تجارتی منڈیوں، دوکانوں، حکومت کے دفاتر، ہسپتالوں میں نرسوں اور بسوں اور ٹرینوں میں عورتوں سے کئی کئی گھنٹوں تک لگاتار بار بار تفصیلی سابقہ پڑتا ہے جب کہ (النظرة الاولىٰ لك و الثانية عليك) جن سے نظام زندگی کے بیشتر معاملات وابستہ ہیں اور جن کے بغیر معاشرہ میں رہنا دشوار گزار ہے۔ زید کہتا ہے کہ بغرض ضرورت وبہ نیت کراہیت کوئی حرج نہیں۔ تو بکر کہتا ہے کہ تب تو کالج یا دیگر تعلیمی اداروں میں لڑکیوں کو بے پردہ یا لڑکوں کے ساتھ بغرض تعلیم

واصلاح ذکورو بضرورت معاش و بہ نیت کراہیت پڑھانا بدرجہ اولیٰ جائز ہونا چاہئے اور نیز ایسے شخص کو امام مسجد بنانا بھی جائز، ورنہ مذکورہ حالات کی روشنی میں کوئی شخص بھی امامت کے لائق نہ رہے، کیونکہ تقریباً ہر شخص کو ان حالات سے سابقہ پڑتا ہے۔

(۳) کیا ان تعلیمی اداروں میں جہاں مخلوط تعلیم کا انتظام ہو (مثلاً کالج، ہائی اسکول میں) تدریسی خدمت انجام دینا اور ان شعبوں میں جہاں مخلوط طور پر عورتیں مرد کام کرتے ہوں ملازمت کرنا اور مخلوط تعلیم گاہوں میں لڑکے لڑکیوں کا داخلہ کرانا جائز ہے یا ناجائز؟ پہلی دونوں صورتوں میں جواب منفی ہے تو پھر ایسی کمائی کا کیا حکم؟۔

الجواب

فقہ کی کتابوں میں تصریح ہے کہ

(۱) ضرورت سے اجنبی عورت کی ہتھیلی اور چہرہ کی طرف نظر کرنا مباح ہے۔

"وینظر من اجنبیة الی وجهها و کفیها فقط للضرورة"۔ درمختار جلد۵ ص ۲۳۶

بہار شریعت میں ہے: بہت سی عورتیں گھر سے باہر آتی جاتی ہیں، لہذا ان سے بچنا بہت دشوار ہے

(بہار شریعت جلد۱۶ ص ۴۵)

(۲) اجنبی عورت اگر روٹی پکانے وغیرہ کی مزدوری کرے تو بضرورت اس کی کلائی اور قدم بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ "وقیل والقدم والذراع اجرت نفسها للخبز" (درمختار جلد۵ ص ۲۳۶)

"وعن ابو یوسف انه یباح النظر الی ساعدها ومرفقها للحاجة الی ابدائهما"۔

(شامی جلد۵ ص ۲۳۶)

بہار شریعت میں ہے وہ کام کاج کے لیے آستین چڑھائے گی، کلائیاں اس کی کھلیں گی اور یہ جب مکان میں ہے تو کیوں کر بچ سکے گا؟ اس طرح اس کے دانتوں کی طرف بھی نظر کرسکتا ہے۔

(بہار شریعت جلد۱۶ ص ۶۷)

(۳) جن عورتوں کے ساتھ اس مرد کی شادی ہمیشہ حرام ہے ان کے سر سینہ، پنڈلی، بازو، گردن اور قدم کی طرف نظر مباح ہے۔

"ومن محرمه الی الراس والوجه والصدر والعضد والساق" (تنویر الابصار جلد۵ ص ۲۳۵)

(۴) غیر کی کنیز کے انہی اعضاء کا دیکھنا مباح ہے جن کا محرمات میں دیکھنا مباح ہے۔

"وحکی امة غیره کذلك فینظر الیها" ۔(درمختار جلد۵ ص ۲۳۵)

شامی میں دونوں موخر الذکر قسم کی عورتوں کے ان مزید اعضا کی طرف نظر کرنا مباح ہونے کی وجہ یہ بیان کی: "لانها تخرج لحوائج مولاها وتخدم اضيافه وهى فى ثياب محنتها فصار حالها خارج البيت فى الاجانب كحال المرأة داخله فى حق محارم الاقارب" (شامی جلد ۵ ص ۲۳۵)

فقہ کی ان جزئیات سے بالکل واضح طور پر ایک بات ثابت ہو رہی ہے کہ شریعت اسلامیہ میں عورت از سرتا پا بالکل چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کی چیز ہے، ہاں کہیں ضرورت یا مجبوری ہے تو بقدر ضرورت ظاہر کرنے اور دیکھنے والے کو اسے دیکھنے کی اجازت ہے۔ مثلاً آزاد عورت جس کو دوسرے کے یہاں جا کر مزدوری کرنے کی تو ضرورت نہیں ہے، لیکن اندر باہر جانے، سفر کرنے، سواریوں پر چڑھنے اترنے کی ضرورت بار بار پڑتی ہے۔ اگر اس کو پابند کر دیا جائے اور وہ اپنے گھر کے باہر بھی سر سے پیر تک کپڑوں میں لپٹی رہے تو سخت ضیق اور تنگی ہوگی اس لیے شریعت مطہرہ نے اس کو چہرہ اور ہاتھ کھولنے کی بقدر ضرورت اجازت دی، زیادہ واضح الفاظ میں بیان کیا کہ بہت سی عورتیں گھر سے باہر آتی جاتی ہیں لہذا ان سے بچنا دشوار ہے،

اس کے برخلاف وہ آزاد عورت جو اپنی معاشی ضرورتوں کے لیے گھروں میں مزدوری کرنے پر مجبور ہے اور کام کے سلسلہ میں آستین چڑھانے کی ضرورت ہے، اس کو کہنیوں تک ہاتھ اور قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک کہنی اور بازو بھی کھولنے کی اجازت ہے۔ شامی میں اس کو "للحاجة الى ابدائهما" اور بہار شریعت میں اس کی تشریح کی گئی ہے کہ کام کاج کے سلسلہ میں آستین چڑھائے گی، کلائیاں اس کی کھلیں گی اور یہ جب مکان میں ہے تو کیوں کر بچ سکے گا؟ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بلا ضرورت گھر کے باہر بھی وہ کلائیاں اور بازو دکھاتی پھرے اور لوگوں کو اس کا دیکھنا جائز ہو کیونکہ وہ مزدور ہے۔ ایک قدم اور آگے بڑھ کر دیکھئے ایک ہی گھر میں ماں باپ بھائی بہن بیٹا بیٹی اور دیگر عوام کا رہنا سہنا ہے، اس میں کسی کو لیٹنے کی ضرورت ہے، کسی کو بال درست کرنا ہے، کوئی کھانا پکانے میں مصروف ہے، کوئی بچے کو دودھ پلا رہی ہے، اب اگر آپ ان عورتوں پر اپنے ان قریبی رشتہ داروں کے لیے بھی پابندی لگائیں کہ چہرہ تو کھول سکتی ہو، مگر نقاب نہ اترے تو یہ بڑی زیادتی ہوگی، بے چاریوں کی زندگی اجیرن ہو جائے گی، جب کہ ان میں باہم رشتہ بھی نہایت مقدس ہے تو شریعت نے دونوں کو چھوٹ دی، سر سینہ بازو گلا پنڈلی بھی کھلی رہے تو حرج نہیں اور محارم دیکھ بھی سکتے ہیں کہ ان کو اعضا کے کھولنے کی اجازت ہو اور محارم مردوں کو آنکھ بند رکھنے کی تو یہ بڑی سزا ہوگی۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ عورتوں کے لیے اپنے محارم میں یہ آسانی ملی تو گھر کے باہر بھی یہ

سارے اعضا کر کھول کر گھومیں، یا مردان کو دیکھیں، دیکھنے کی اجازت ہوئی تو شہوت سے بھی دیکھ سکتے ہیں چنانچہ مذکورہ بالا جمیع اقسام میں یہ لابدی شرط ملحوظ ہے۔

"ان امن من الشھوۃ والا فلا"۔ (تنویر الابصار جلد ۵ ص ۲۳۵)

پس ثابت ہوا کہ جہاں جہاں اور جب جب عورتوں کو جسم کے جن حصوں کو کھولنے کی اجازت ہے، بضرورت ہے بلا ضرورت ہو تو مطلقاً منع ہے۔ اور مردوں کو عورتوں کے جن جن اعضا کو دیکھنے کی اجازت ہے اس میں کہیں ضرورت، کہیں مجبوری اور عموم بلوئی کی وجہ سے ہے، وہ بھی عدم شہوت کی شرط کے ساتھ مشروط ہے ان میں سے کوئی شرط مفقود ہوئی تو دیکھنا منع وحرام ہے۔

صورت مسئولہ میں کہ آج کل عورتیں کسی ضرورت کے ماتحت نہیں، بلا ضرورت فیشن کی پابندی اور خواہش کے لیے جسم کے مذکورہ بالا حصوں کے علاوہ پیٹ اور پیٹھ کا بھی کچھ حصہ نمایاں کئے رہتی ہیں، اور جتنا چھپاتی ہیں وہ بھی اس قدر چست کپڑوں میں کہ شرعاً وہ بھی بے پردگی ہی کی حد میں آتا ہے۔ تو مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں شرعاً اس کے جائز ہونے کی کوئی صورت نہیں، پس ان کا یہ فعل سراسر حرام وناجائز ہے وقاحت اور بے شرمی ہے۔

البتہ مرد جو اپنی جائز ضرورتوں کے لیے باہر نکلنے پر مجبور ہے، جیسا کہ سائل نے خود تحریر کیا ہے تو یہ وہی مجبوری ہوئی اور عموم بلوئی جس کی بنیاد پر مرد کو اجنبی عورت کی طرف نگاہ کرنا مباح قرار دیا گیا تو عام مقامات پر جہاں جہاں ایسی بے حجاب عورتوں کا سامنا ہونا عام ہے، عدم شہوت اور قصد وارادہ کے بغیر بار بار نگاہ چار ہو تب بھی یہ معاف ہی رہے گا اور صرف اتنی بات سے اس پر فسق کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور خاص مقامات جیسے دکان، دفتر، شفا خانہ وغیرہ جگہیں ایسے مقامات ہیں جہاں جانے کے لیے قصد وارادہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جہاں عورت کا سامنا ہونے کے لیے ارادہ کر کے جانا پڑتا ہے عام راستوں یا شاہراہوں کی طرح نہیں ہیں کہ خواہی نخواہی سامنا ہونا ضروری ہے، ایسے مقامات پر یہ دیکھنا ہوگا کہ بغیر وہاں جائے ہماری ضرورت پوری ہوتی ہے یا نہیں؟ مثلاً ایسی دوکان بھی ہے جہاں ورکر مرد ہی ہیں تو اب یہ ضروری ہوگا کہ وہیں ضرورت پوری کریں اور وہاں نہ جائیں جہاں عورت کا سامنا ہو۔

الغرض سنجیدگی سے اس صورت حال پر غور کرنا ہوگا کہ جس کو فقہ کی کتابوں میں مجبوری سے تعبیر کیا ہے، یا سائل نے کہا ہے کہ جن کے بغیر معاشرہ میں رہنا دشوار ہے۔ تو سامنا اسی صورت میں مباح ہے کہ دشواری واقعی ہو۔

سائل کا مخلوط تعلیم کے اسکولوں میں طالبات کے سامنے ہونے کو اور ان کے ممنوعہ اعضا کے بار

بار دیکھنے کو اس دشواری اور شرعی مجبوری میں شمار کرنا صحیح نہیں، کیونکہ مخلوط تعلیم ہی شرعاً کب جائز ہے؟ دوسرے عورتوں کا مروجہ تعلیم حاصل کرنا یہ شرعاً ضروری، نہ عقلاً، نہ عرفاً اور ضروری تعلیم ہی حاصل کریں تو کلاس کی حاضری کیا ضروری؟ اور کلاس میں آئیں بھی تو لڑکوں سے خلط ملط ہو کے بیٹھنا ہی کیا ضروری کیا لڑکوں سے الگ پردے میں بیٹھ کر استاد کی تقریر نہیں سن سکتیں۔

الغرض یہ پورا کارخانہ ہی غلط در غلط تو ایک ناجائز اور غلط کام کو ضرورت شرعیہ میں شامل کرنا صحیح نہیں، نہ اس بنیاد پر استاد کو معذور و مجبور قرار دیا جا سکتا، شریعت میں روزی حاصل کرنے کے لیے حرام کام میں ملوث ہونا جائز نہیں۔

سائل نے ایک حدیث النظرة الاولیٰ کا حوالہ دیا ہے کہ اجازت صرف ایک نگاہ کی ہے اور آج کل بار بار دیکھنے کا ابتلاء عام ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان اعضاء کے دیکھنے کے بارے میں ہے جن کا دیکھنا جائز نہیں، جن اعضاء کا جس صورت میں دیکھنا مباح ہے ان کے لیے نہیں۔

کشاف میں ہے: "المراد به غض البصر عمایحرم والاقتصار به عمالا یحرم"

دوسرا جواب یہ ہے کہ اعضا تو مباح ہی مراد ہیں۔ لیکن یہاں حدیث میں جس کے دیکھنے کی ممانعت ہے وہ قصداً بلا عذر یا بشہوت دیکھنے کی صورت ہے، یا یہ مطلب ہے کہ دوبارہ دیکھنے کی ممانعت احتیاطاً سد باب محذور کے طور پر ہے کہ یہی دیکھنا ذریعہ بن سکتا ہے اس چیز کے دیکھنے کا جو ناجائز و حرام ہے، الغرض جس صورت میں جتنا دیکھنا جس طرح دیکھنا مباح اگر بار بار بھی ہو تو حرج نہیں احتیاط کی اور بات ہے۔

(۲) تعلیم کے اجارہ میں عقد اجارہ نفس تعلیم کے اوپر واقع ہوتا ہے۔ طالبات کو دیکھنا اجارہ میں شامل نہیں تو جہاں صرف تعلیم دیں انہیں اس میں کوئی حرج نہیں، اور جن لوگوں کو ممنوعات شرعیہ میں مبتلا ہونا پڑے وہ ایسی ملازمت سے بچیں۔ کہ "لاطاعة لمخلوق فی معصية الله" (البدایہ: ۸/۴۷)

رہ گیا معاوضہ تو جیسا کہ ہم بتا آئے کہ وہ اس فعل ممنوع کے مقابلہ میں نہیں ہوتا تعلیم کی اجرت ہوتی ہے۔ اس لیے جائز ہوگا۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: بہر حال نفس اجرت کہ کسی فعل حرام کے مقابل نہ ہو حرام نہیں ہے یہی معنیٰ ہے اس قول حنفیہ کا کہ "یطیب الاجر وان کان السبب حراما کما فی الاشباہ"۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نمبرا۔ کا جواب مذکورہ بالا تفصیل سے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۲ / ربیع الاول ۱۴۰۹ھ

(۷۔۱۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ

(۱) از روئے شرع زید اپنے حقیقی چچازاد بھائی کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) زید حافظ قرآن ہے، اس کے خاندان کا قدیمی پیشہ تجارت ہے، اس کے گھر کی عورتیں بے پردہ ہو کر تجارت کا مال فروخت کرتی پھرتی ہیں، لہٰذا از روئے شرع زید کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

(۳) ختم تراویح پر مقتدی جو نذرانے کی رقم حافظ قرآن کو پیش کرتا ہے اس رقم کا حافظ کو لینا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ اور اس لین دین سے نماز تراویح ہوتی ہے یا نہیں؟ جبکہ پہلے سے کوئی لین دین کی بات طے نہیں ہوئی؟

(۴) مسجد کی تعمیر کی مرمت اور انتظامی اخراجات کے لیے اگر مسجد کے اندر مقتدیوں سے چندے کی رقم کی اپیل تقریر کے ذریعے کی جائے اور چندہ لیا جائے تو اس رقم کی اپیل از روئے شرع جائز ہے کہ نہیں؟

(۵) ایک ایسے شخص پر جو بظاہر مسلمان ہے اور اس کے کسی قول وفعل سے ایسا ظاہر نہیں ہوتا کہ اس پر کفر یا شرک عائد ہو تو اس مسلمان پر کفر یا شرک کی بدگمانی کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) جائز ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (النساء: ۲۴)

(۲) اگر زید ان کو روکتا نہیں اور عورتوں کے بے پردہ گھومنے پر راضی ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

(۳) جائز ہے بلکہ باعث ثواب ہے، طے کرنا منع ہے۔ ہاں جہاں تراویح کے معاوضہ کا رواج ہو وہاں امام پہلے ہی سے بتا دے کہ کچھ نہیں لوں گا، اس کے بعد بھی لوگ دیں تو لینے میں حرج نہیں۔

(۴) اپنی ذات کے لیے چندہ مانگنے کی ممانعت حدیث شریف میں آئی ہے لیکن دوسری دینی ضرورتوں کے لیے حضور نے خود مسجد نبوی میں چندہ مانگا ہے۔

(۵) ناجائز ہے۔ قرآن کریم میں ہے ﴿إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ [الحجرات: ۱۲]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یکم ذو القعدہ ۸۵ھ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۱۲۔۱۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ

حسب جو خود کو پیر اور ولی اللہ کہلواتے ہیں، ان کے یہاں بے پردگی کا یہ عالم ہے کہ ان کے پاس

جبکہ مسلم اور غیر مسلم نامحرم مرد بیٹھے ہوتے ہیں تو مسلمان عورتیں بالکل بے پردہ، نہ برقعہ، نہ اوڑھنی، اور ننگے سر آکر ان پیر صاحب سے مصافحہ کرتی ہیں، ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیتی ہیں، اور پھر ان کے پیر چھوتی ہیں، اور وہ ان کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا کرتے ہیں، غیر مسلم عورتیں تو اپنا سر ان کے پیر پر رکھ کر سجدہ ریز ہوتی ہیں، اور یہ ان کے سروں پر بھی ہاتھ رکھ کر دعا کرتے ہیں۔ کیا مسلمان عورتوں کا اس طرح ایک غیر مرد کے ہاتھ اور پاؤں چھونا اور بوسہ وغیرہ دینا اور ایک غیر مرد کا ان کے سر پر ہاتھ رکھنا جائز ہے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے تو اپنی ازواج مطہرات حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما کو ایک نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھنے سے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ وہ نابینا سہی مگر تم تو نابینا نہیں ہو؟ اور نہ کہیں اس کا ثبوت ہے کہ بیعت لینے کے وقت بھی آپ نے کسی عورت کا ہاتھ چھوا ہو۔

(۲) اور یہ اپنی مرضی اور پسند سے اپنی رنگین تصویریں مختلف انداز میں کھچواتے ہیں، جنہیں کھلے بندوں دکان میں فروخت کیا جاتا ہے، ان کو اس کا علم ہے، وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، مگر منع نہیں کرتے ان کے مرید بھی اپنے گھروں میں ان کی بڑی بڑی تصویر لگائے رکھے ہیں، یہ اپنے ان مریدوں کے گھر جاتے ہیں، اپنی تصویر دیکھتے ہیں، مگر کوئی اعتراض نہیں کرتے، حضور ﷺ کا ارشاد گرامی کہ جس گھر میں کتا اور تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے، کیا ان پیر صاحب کی تصویر اس فرمان مبارک سے مستثنیٰ ہے؟

(۳) یہ اپنی خانقاہ چھوڑ کر تین ماہ بنگلور میں آکر اپنے مریدوں کے گھر میں قیام کرتے ہیں، مگر (ا) کبھی بھی جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے، جب کہ (ب) بنگلور شہر میں جمعہ شرعاً واجب ہے (ج) آپ مسافر بھی نہیں کیونکہ تین تین ماہ کا مستقل قیام ہوتا ہے (د) آپ معذور بھی نہیں، کیونکہ مریدوں کی موٹر گاڑی میں ہر روز بلا ناغہ سیر و تفریح، ہوا خوری اور ہوٹلوں کے چکر لگانے نکل پڑتے ہیں (ہ) خادموں کی کمی نہیں (و) بنگلور شہر میں تو ہر پچاس قدم پر ایک سے ایک بڑی عالی شان مسجد (ح) اور طرفہ تماشہ یہ کہ عین جمعہ کے وقت میں اپنے مرید کے گھر میں ظہر کی نماز جماعت کیساتھ ادا کرتے ہیں، صرف آپ ہی جمعہ ترک نہیں کرتے بلکہ اپنے مریدوں کو بھی محروم کر دیتے ہیں، ان کا یہ فعل کیسا ہے؟

حضور اعلیٰ حضرت نے تو بے عذر جمعہ ترک کرنے والے کو فاسق مردود الشہادۃ اور اسلام کو ڈھانے والا کہا اور جس شہر میں جمعہ ہوتا ہو وہاں ظہر کی نماز قائم کرنے کو ناجائز قرار دیا، مسافر یا معذور جن پر جمعہ فرض نہیں ہے، یا ان اشخاص کو جن کو جمعہ نہیں ملا ہے، اپنی اپنی نماز تنہا گھر میں پڑھ لینی چاہیے، جماعت کا ہرگز حکم نہیں تو یہ فعل کیسا ہے؟

(۴) یہ پیر صاحب اپنے مریدوں کے گھر میں گانے کی محفل سجاتے ہیں، خود اس کا اہتمام کرتے ہیں، موٹر گاڑی بھیج کر گانے والوں کو بلواتے ہیں، سازندوں کو مزامیر یعنی ہارمونیم، طبلہ، سارنگی وغیرہ آلات موسیقی کے ساتھ بلوا کر گانے سنتے ہیں اور مریدوں کو جمع کر کے سنواتے ہیں، کیا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے فتویٰ مبارکہ میں مزامیر کو سخت حرام اور تاویل کرنے والوں کو" جہال بدمست، یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی بدمست نہیں کہا؟

(۵) یہ پیر صاحب جن مرید کے گھر میں رہتے ہیں، وہ تو نوکری کے سلسلہ میں صبح چھ بجے گھر سے نکل جاتے ہیں اور شام چھ بجے ہی واپس آتے ہیں، اس درمیان گھر میں ان کی اہلیہ اکیلی رہتی ہیں تو کیا ان پیر صاحب کا ایسے گھر میں جس میں ایک نامحرم عورت اکیلی رہتی ہو، قیام کرنا مناسب ہے واللہ میں کوئی الزام یا تہمت نہیں لگا رہا ہوں، صرف مسئلہ دریافت کر رہا ہوں کہ کیا اسلام میں اس بات کی اجازت ہے۔

(۶) ان کے مریدوں میں یہ بات ڈال دی گئی ہے کہ جب انسان طریقت، معرفت کے مدارج طے کر لیتا ہے تو وہ شریعت کی پابندی سے آزاد ہو جاتا ہے، یعنی یہ بات ترک جمعہ، مزامیر کے ساتھ قوالی کرنا، نامحرم عورتوں سے مصافحہ اور بے پردہ گفتگو وغیرہ حرکات کو جائز قرار دینے کے لیے کہی گئی ہے۔

اے۔ ایم رحمت بنگلور ۲۶ر نومبر ۱۹۹۴ء

الجواب

(۱) پیر ہو کہ فقیر صوفی ہو یا عامی، عالم ہو کہ جاہل شریعت کا حکم سب کے لیے ہے، کسی کا اس سے استثنا نہیں، مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ (موسوم بہ دہم نصف آخیر) صفحہ ۱۱۶ پر تحریر فرماتے ہیں: بے پردہ بہ ایں معنی کہ جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے ان میں سے کچھ کھلا ہو جیسے سر کے بالوں کا کچھ حصہ یا گلے یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی جز تو اس طور پر تو عورت کو غیر محرم کے سامنے جانا مطلقاً حرام ہے، خواہ وہ پیر ہو یا عالم یا عامی جوان ہو یا بوڑھا اور اگر بدن موٹے اور ڈھیلے کپڑوں سے ڈھکا ہے، نہ اتنے باریک کہ بدن یا بالوں کی رنگت چمکے، نہ ایسے تنگ کہ بدن کی حالت دکھائے اور جانا تنہائی میں نہ ہو، اور پیر جوان نہ ہو، غرض کوئی فتنہ فی الحال نہ ہو، نہ اس کا اندیشہ ہو، تو علم دین ہو اور؟ راہ خدا سیکھنے کے لیے جانے اور بلانے میں حرج نہیں۔ بہار شریعت جلد ۱۶ صفحہ ۶۷ میں ھدایہ کے حوالہ سے

اجنبیہ عورت کے چہرہ اور ہتھیلی کو دیکھنا اگر چہ جائز ہے مگر چھونا جائز نہیں، اگر چہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو، کیونکہ نظر کے جواز کی وجہ ضرورت اور بلوائے عام ہے، چھونے کی ضرورت نہیں، لہٰذا چھونا جائز نہیں،

اس سے معلوم ہوا کہ ان سے مصافحہ جائز نہیں، اس لیے حضور ﷺ بوقت بیعت بھی عورتوں سے مصافحہ نہ فرماتے تھے الخ۔

بعض جوان عورتیں اپنے پیروں کے ہاتھ پاؤں دباتی ہیں، اور بعض پیر اپنی مریدہ سے ہاتھ پاؤں دبواتے ہیں، اور ان میں سے اکثر دونوں یا ایک حد شہوت میں ہوتا ہے، ایسا کرنا ناجائز ہے اور دونوں گنہگار ہیں۔ (بہار شریعت جلد ۱۶ صفحہ ۶۵)

(۲) بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی متعدد حدیثوں سے جاندار کی تصویر کھینچنے کھنچوانے اور گھر میں رکھنے اور اس پر راضی رہنے کی حرمت ثابت ہے اور ہمارے علماء کے نزدیک تصویر قلم کی ہو یا عکسی (فوٹو) سب کا ایک ہی حکم ہے، یہ ہم پہلے حکم میں بتا چکے کہ حکم شرع سب کے لیے ہے، ضرورت شرعیہ کے سوا استثناء کی کوئی صورت نہیں۔

(۳) آپ نے اعلیٰ حضرت کے حوالہ سے اس نمبر میں جو باتیں تحریر کی ہیں، ہم بھی ان کی تائید کرتے ہیں، کیونکہ یہ سب تصریحات تمام کتب میں مذکور ہیں اور کتب احادیث میں بھی بعض کی تصریح ہے۔ اور آپ کا بیان امر واقع ہو تو معذور ہونے کی تقدیر پر بھی وہ جماعت ظہر قائم کرنے کے جرم سے بری نہیں ہو سکتے، معذور ہونے کے امکان کی ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ اتنے دن ٹھہرنے کی نیت سے وہاں نہ جاتے ہوں اور پہنچ جاتے ہوں تو کسی مرید نے ایک دن روک لیا، کسی نے چار دن، کسی نے کچھ کم یا بیش، اس طرح یہ بھی مدت قیام کے ارادے کے بغیر ہی نکل گئے تو ایسی صورت میں وہ مسافر ہی رہیں گے مقیم نہ ہوں گے اور ایک عذر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مساجد کے اماموں کے مذہب اور عقیدہ کی طرف سے وہ غیر مطمئن ہوں، ایک دفعہ میں بھی کچھ دنوں بنگلور رہا ہوں تو میں تو سنی امام تلاش کرتا ہی رہ گیا۔

(۴) سماع مع المزامیر کی شناعت وقباحت کے سلسلہ میں سادات حنفیہ کا وہی مذہب ومسلک ہے جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی تحریروں میں تفصیل سے لکھا ہے جس کا ایک جملہ آپ نے بھی نقل کیا ہے۔ عالم گیری کتاب الحظر والاباحت میں لہوولعب متصوفانہ زمانہ کہہ کر ان کی اس حرکت کی مذمت کی گئی ہے۔ میں خود سختی سے اسی پر کاربند ہوں اور لوگوں کو مسئلہ بھی یہی بتاتا ہوں۔

اتنا ہے کہ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب احیاء العلوم میں اس کے بارے میں کچھ نرم گوشے ہیں۔

(۵) اجنبی عورت کے ساتھ غیر محرم کی تنہائی حرام ہے، مگر سوال میں جو کچھ لکھا ہے اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ جس طرح بڑے لوگوں کے گھر میں مردانہ اور زنانہ حصہ الگ الگ ہوتا ہے اور اجنبی باہری حصہ

میں ٹھہرائے جاتے ہیں، اگر یہاں بھی ایسا ہی ہو تو اس کو تنہائی کی یکجائی نہیں کہہ سکتے ویسے یہ امر احتیاط کے خلاف ضرور ہے، اگر چہ دونوں علیحدہ علیحدہ ہی رہتے ہوں۔

(۶) ایسے خیالات غلط اور گمراہانہ ہیں ان کا پورا بیان اعلیٰ حضرت کے رسالہ مقال العرفاء میں دیکھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۱۴ رشوال المکرم ۱۴۱۵ھ

(۱۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید مسجد کے پیش امام بکر کے ساتھ اکثر اٹھتا بیٹھتا ہے اور کبھی کبھار اپنے گھر پر بکر کو کھانا کھلاتا ہے، بکر نہ صرف گھر کے مالک زید کے کہنے سے بلکہ کمیٹی کی رضامندی سے شخص مذکور کے گھر جا کر ناشتہ اور کھانا کھاتا ہے اور ماہ رمضان المبارک میں زید بکر کو سحری خود لا کر دیتا ہے، اتفاقاً زید کو ایک دن کہیں جانا پڑا، گھر میں اس کی سن رسیدہ بیوی اور ساس کے علاوہ دوسرا کوئی بکر کو سحری لانے والا نہیں تو اس صورت میں زید بغرض مجبوری بکر کو ایک رات کے لیے اپنے گھر سلا سکتا ہے یا نہیں؟ بکر زید کے کافی اصرار پر سحری کے لیے ایک رات اس کے گھر سو جائے تو کیا حکم ہے؟

المستفتی، عبد اللطیف قادری درگاہ شریف سدا ایشو گڈھ کاروار کرنا ٹک (یو کے)

الجواب

بہار شریعت میں رد المحتار اور در مختار کے حوالہ سے ہے، اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت یعنی دونوں کا ایک مکان میں تنہا ہونا حرام ہے، ہاں اگر وہ بالکل بوڑھی ہو کہ شہوت کے قابل نہ ہو تو تنہائی ہو سکتی ہے" (حصہ ۱۶ صفحہ ۳۹) اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جن عورتوں کے شوہر موجود نہ ہوں، ان کے پاس نہ جاؤ، کہ شیطان تم میں خون کی طرح تیرتا ہے، اور سحری کی مجبوری کوئی ایسی مجبوری نہیں کہ بکر ایک دن از خود انتظام نہ کر سکے، اس لیے بیوی اور ساس ایسی بوڑھی ہوں کہ شہوت کے قابل نہیں ہوں تو تنہائی میں بکر زید کے مکان پر رہ سکتا ہے، ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۷ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ

(۱۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

بکر ابن عمر عورتوں کے معاشرہ و ماحول کی اصلاح و درستگی کے لیے بشکل محفل وعظ و نصیحت کرتا ہے، حتی کہ پردے کا لحاظ نیز جائز و ناجائز کا لحاظ بھی ہوتا ہے۔ الحمد للہ اس کے بعد سے ہر گھر میں نمازیوں کی تعداد بڑھی ہے اور بکر مذکور عالم اہل سنت ہے۔ جبکہ کچھ لوگ اس بارے میں پریشان ہیں کہ یہ جائز ہے

یا ناجائز؟ البتہ سن رسیدہ عمر دراز وہ عورتیں جنہیں بکر اپنی ماں کی طرح سمجھتا ہے، وہ کچھ فاصلے پر پردے کے ساتھ بیٹھتی ہیں اور کم عمر کی عورتیں پس پردہ رہتی ہیں، کیا یہ از روئے شرع جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو باوجود اس کے جو لوگ ناجائز کہتے ہیں ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ برائے کرم واضح فرما کر مشکور ہوں۔

المستفتی: مولانا محمد رستم علی خاں قادری منانی نرکٹیا آسام

الجواب

بڑھیا عورت اگر اپنے ہاتھ اور تمام جسم کو کپڑے سے چھپائے ہو اور قابل شہوت نہ رہ گئی ہو تو صرف چہرہ غیر محرم کے سامنے کھول سکتی ہے۔ وعظ بھی سن سکتی ہے، بشرطیکہ سر کا بال بھی چھپا رکھا ہو، اور جوان عورتیں پردے کے اندر سے، اس کے بعد بھی حکم وہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مصلح اور مفسد کو خوب جانتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۷ر جمادی الاول ۷ اھ

(۲۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

کیا عورت کو نابینا سے پردہ کرنا چاہیے اور یہ بھی بتائیں کہ ہر دہ کے بارے میں دیو کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اندھے سے بھی پردہ کرنا ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ "عورتوں نے ایک نابینا کو دیکھا حضور ﷺ نے منع فرمایا۔ عورتوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ تو نابینا ہیں۔ سرکار نے فرمایا "افانتما عمیا و ان" وہ اندھے ہیں تم تو اندھی نہیں ہو، اسی طرح شوہر کے بھائی، دیور، سے پردہ کے بارے میں حضور ﷺ سے سوال کیا گیا تو حضور نے فرمایا "الحمو الموت" شوہر کا بھائی تو موت ہے۔ یعنی اس سے پردہ کرنا ضروری ہے۔

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۱۴ر ذو قعدہ ۸۲ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ مدرس اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۲۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

زید اپنے بھائی بکر کی منکوحہ سے جو اس کی سالی بھی ہوتی ہے ہنسی مذاق کر رہا تھا، بکر جب گھر میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ میری بیوی ہنسی مذاق کر رہی ہے تو واپس چلا آیا، پھر اپنی بیوی کو ڈرا دھمکا کر پوچھا کہ ٹھیک ٹھیک بولو۔ تو اس کی بیوی نے کہا کہ آپ کے بھائی صاحب نے مجھ سے ایک مرتبہ ناجائز کام بھی کیا تھا، بات کچھ آگے بڑھی۔ لوگوں نے بکر کی بیوی سے بیان لیا تو اس نے حلفیہ بیان دیا کہ میں نے مار پیٹ کے ڈر سے یہ کہدیا تھا کہ زید نے مجھ سے ناجائز کام کیا ہے۔ ان باتوں کو لے کر یہاں کی مسجد

کمیٹی کے سکریٹری اور اس کے لوگوں نے زید پر زنا کا الزام لگا کر پانسوایک روپیہ (۵۰۱) کفارہ لگایا اور اس روپے کو مسجد کے مصرف میں لگا دیا۔ لہذا اس صورت میں جن لوگوں نے زید پر زنا کا الزام لگایا۔ اور یہ روپیہ مسجد میں لگا دیا از روئے شریعت ایسا کرنا کیسا ہے؟ اور ان لوگوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

زید کا اپنے بھائی کی منکوحہ سے ہنسی مذاق اور بے پردہ سامنے ہونا حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے: "الحمو الموت"

زید پر اپنی ناشائستہ حرکت سے توبہ ضروری اور آئندہ بھائی کی منکوحہ سے پرہیز کرنا ضروری ہے، زید اگر بے توبہ مرا تو عذاب الٰہی میں گرفتار ہونے کا مستحق اور زید اپنی حرکت سے باز نہ آئے تو مسلمان اس کا معاشرتی بائیکاٹ کر سکتے ہیں۔ جب تک کہ وہ اپنی حرکت سے باز نہ آئے، خود بکر پر ضروری ہے کہ اپنے بھائی کو اس قسم کی حرکتوں سے روکے اور بیوی کو بھی منع کرے، اگر اس نے نہ روکا تو شرعاً ایسا آدمی دیوث کہا جاتا ہے۔ اور اس کو بھی بائیکاٹ کی سزا دی جا سکتی ہے۔ لیکن مسجد کی کمیٹی نے کفارہ کے نام سے جو مالی جرمانہ لگایا اور اس کو وصول کیا یہ ناجائز و حرام ہوا۔

در مختار میں ہے: "لا یاخذ مال فی المذھب"

اور اس کو مسجد میں لگایا یہ اور بڑا حرام کیا۔ کمیٹی اور سکریٹری پر لازم کہ جرمانہ میں لیا ہوا مال واپس کریں۔ یہ حکم تو جرمانہ کا ہوا۔

رہ گیا زنا کا الزام یہ اگر چار عادل اور شرعی گواہوں سے ثابت نہ کر سکیں۔ تو اسی (۸۰) کوڑے کی سزا ہے۔ لیکن نہ اب اسلامی حکومت ہے نہ اسلامی قوانین نافذ ہیں۔ یہاں ایسے لوگوں کے لیے وہی بائیکاٹ والی سزا ہے جس کا ذکر اوپر ہوا۔ اور ان لوگوں پر لازم ہے کہ جس پر الزام لگایا اس سے معافی مانگیں اور خدا کے حضور اپنی اس حرکت سے توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۴۰۸ھ

(۲۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ

زید اپنی بڑی سالی سے زنا کر چکا تھا، ہم نے اس معاملہ میں حضور والا سے فتویٰ طلب کیا جس میں شریعت کا حکم یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کی سالی کی دوسری جگہ شادی کر دی جائے اور زید کو سسرال آنے سے روک دیں، تاکہ وہ اپنی سالی سے مل نہ سکے اور آمنے سامنے نہ ہو سکے ہم نے اس حکم کے تحت اس کی

شادی دوسری جگہ کردی، اب ان کے یہاں دو بچے بھی ہیں، سوال طلب امر یہ ہے کہ اپنی سالی کے ساتھ اپنے سسرال جاسکتے ہیں یانہیں؟ ہم نے زید کا یہ معاملہ اب تک اس کے ساڑھو سے چھپا رکھا ہے، اگر زید اور اس کی سالی دونوں ہمارے یہاں ایک ساتھ آگئے اور ہم زید کو بھگادیں تو یہ راز فاش ہوجائے گا جس کی بناء پر زید کی سالی پر طلاق کی نوبت آسکتی ہے اور بچے لاوارث بھی ہوسکتے ہیں۔

المستفتی سلطان احمد گرام چکوتھ پوسٹ سورج پور ضلع مؤ یوپی

الجواب

اسلام میں باپ بھائی چچا وغیرہ محرمات سے عورت کا پردہ نہیں، اس کے علاوہ تمام پرائے مردوں سے پردے کا حکم ہے جس کی تفصیلات قرآن وحدیث اور کتب فقہ میں مذکور ہیں، دیہات میں جوان عورتیں اپنی جہالت کی وجہ سے غیر مردوں سے بھی پردہ نہیں کرتیں، کسی کو چچا، کسی کو بابا، کسی کو بھائی کہہ کر ان کے سامنے ہوتی ہیں۔ ان سے بالکل پرہیز نہیں کرتیں۔ جس کے برے نتائج سامنے آتے ہیں۔ بہنوئی کو تو اپنا سگا سمجھتی ہیں تو اس کے سامنے ہونا ہنسی مذاق چھیڑ چھاڑ بھی ہوتا رہتا ہے جس کے نتیجے میں کبھی زنا تک معاملہ پہنچ جاتا ہے، کبھی ناجائز حمل ٹھہر جاتا ہے اور کبھی بہنوئی دھڑلے سے دونوں بہنوں کو اپنے تصرف میں رکھتا ہے، العیاذ باللہ۔ حالانکہ عورت اپنی سسرال جائے تو اس کو دیور سے پردہ کرنے کا حکم ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ الحمو الموت دیور موت ہے اور شوہر سسرال جائے تو جوان سالی سے سخت پرہیز کا حکم ہے۔

چونکہ سائل کے گھر اس مسئلہ پر عمل نہ کرنے سے سخت برائی در پیش آچکی ہے جس کے لیے زید کی مزنیہ سالی کی دوسری شادی کردی گئی، اب اگر کسی تقریب یا ضرورت سے اس کا بہنوئی آئے تو اس کو زنان خانے میں نہ جانے دیا جائے اور چھوٹی سالی کا سامنا نہ ہونے پائے۔ باہر سے ہی اس کی خاطر تواضع کردی جائے اور بڑی بہن خود آجائے تو چھوٹی بہن کا شوہر اندر عورتوں میں جانے سے پرہیز کرے، باہر سے ہی اپنی ضرورتوں کو پوری کرے، تاکہ پھر کوئی خلاف شرع اور برا حادثہ رونما نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۲۸؍ جمادی الاخری ۱۴۱۹ھ

تعلیم نسواں کا بیان

(۱-۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) دور حاضرہ کی سیاہ ونیلگوں روشنائی سلیکھا وغیرہ جس میں عموماً اسپرٹ اور الکحل ڈالی جاتی ہے

اس کا استعمال شرعاً کیسا ہے؟ اور عموم بلوی کے سبب اس میں کیا گنجائش ہے۔

(۲) لڑکیوں کو تعلیم کتابت مکروہ ہے، اس مکروہ سے تنزیہی مراد ہے یا تحریمی ہے؟ تحریمی ہونے کی صورت میں اس دور میں حرج ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

المستفتی محمد ظہور عالم مقام نئی پوسٹ جلیشور نیپال

الجواب

(۱) ہمیں تو یہی معلوم تھا کہ ان روشنائیوں میں جو اعلیٰ کوالٹی کی ہوتی ہیں، انہی میں اسپرٹ کی آمیزش ہوتی ہے، بقیہ ہندوستانی کمپنیاں جو روشنائی اس قسم کی بناتی ہیں، ان میں پانی ہی ملاتی ہیں، بہر حال جس روشنائی کے بارے میں آپ کو باوثوق معلوم ہو کہ اس میں اسپرٹ ملی ہے اس کا استعمال نہ کریں اور خالی شہرت ہو تو استعمال کی گنجائش ہے، ہاں آیات قرآنی اور تعویذ کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ہاں تعویذات اور اعمال میں ایسی اشیا سے احتراز ضروری ہے جس میں ناپاک چیز کا میل ہو، اگرچہ بروجہ شہرت وشبہ جیسے پڑیا کی رنگت۔

رہ گیا عموم بلوی کا سوال تو آج کل تو عام استعمال رفل کا ہوتا ہے، کہتے ہیں کہ وہ اسپرٹ سے پاک ہوتی ہے۔

(۲) اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتاوی رضویہ دہم نصف اول ص ۱۵۸ میں فرمایا: حضرت ابن حجر مکی فتاوی حدیثہ میں فرماتے ہیں:

"انما غايته ان النهى عنه تنزيها كماتقرر فى المفاسد المترتب عليه"

ہمارے نزدیک کتابت نساء کی کراہت تنزیہی ہے۔

اس پر اعلیٰ حضرت نے تنقید فرمائی:

"فاقول مبنى على مذهبه فان الامام الشافعى رضى الله تعالىٰ عنه لايقول بسد الزرائع فلايكون حجة علينا لاسيما مع ماترى من فسادالزمان تصم بسماعه الاذان"

میں کہتا ہوں کہ ابن حجر کا یہ قول ان کے اپنے مذہب کی بنیاد پر ہے، کیونکہ امام شافعی علیہ الرحمہ فتنہ کے ذرائع کو بند کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ (اور ہمارے مذہب میں یہ ضروری ہے) تو ایک شافعی عالم کا قول ہمارے اوپر دلیل نہیں ہوسکتا، بالخصوص ان حالات میں جو حالت فساد کی ہم دیکھ رہے ہیں کہ جنہیں سن کر کان بہرے ہوجاتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احناف کے نزدیک عورتوں کے لکھنے کی تعلیم مکروہ تحریمی ہے۔

رہ گیا حرج کا سوال تو یہ اپنے نقطۂ نگاہ کا فرق ہے، آپ اس زمانہ میں تحریر نہ سکھانے کو حرج تصور کرتے ہیں اور اعلیحضرت موجودہ زمانہ میں تحریر کی تعلیم میں صریح حرج دیکھتے ہیں، آپ فرماتے ہیں۔

بالجملہ کتابت نساء میں حرج نہ ہوتا تو جمہور امت سلف سے آج تک اس کے ترک پر کیوں اتفاق کرتی۔فالی اللہ المشتکی ۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۶ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ

(۳-۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) کیا لڑکیوں کو علوم دینیہ سکھانا جائز ہے؟ اگر ہاں تو کس حد تک؟ نیز کیا کتابت کی تعلیم دینا جائز ہے؟

(۲) ہندہ حافظہ ہے، وہ رمضان المبارک میں چند عورتوں کو جمع کر کے قرآن شریف سناتی ہے اور باجماعت تراویح پڑھاتی ہے۔جس کی صورت یہ ہے کہ وہ پردے کے ساتھ ایک علیحدہ مکان میں عورتوں کے درمیان کھڑی ہوتی ہے۔آیا ہندہ کا باجماعت عورتوں کو تراویح پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ کچھ لوگ ہیں جو ہندہ کے اس فعل کو ناجائز حرام لائق عذاب نار گردانتے ہیں، حق کیا ہے؟ برائے مہربانی قرآن وحدیث واقوال فقہا کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔بہت کرم ہوگا۔

المستفتی: عبد الباری محلہ نوری نگر بہیڑی بریلی شریف

الجواب

(۱)حدیث شریف میں ہے طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ (طبری: ۲۴۰/۱۰)

علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ لڑکیوں کو علوم دینیہ سکھانا ضروری ہے اور ہر آدمی کو اس قدر دینی مسائل معلوم کرنا جو ضروری ہیں جیسے وضو، غسل، طہارت ونجاست، نماز، روزہ وغیرہ عبادات اور تاجر ہو تو تجارت، کاشتکار ہو تو کاشت کاری کے احکام، نوکر ہو تو نوکری کے مسائل، یعنی جو جس حالت میں ہے، اس سے متعلق شریعت کا جاننا فرض عین ہے اور اس سے زائد فرض کفایہ۔ (فتاوی رضویہ نصف اول دہم ص ۱۰۷ ملخصا)

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورتوں کو لکھنا مت سکھاؤ۔بہت سے علوم ایسے ہیں کہ مردوں کو بھی انکا سیکھنا منع وحرام ہے، جیسے جانداروں کی تصویر کشی، جوئے یا جادوگری وغیرہ سیکھنا۔

(۲) فقہاء نے تنہا عورتوں کی جماعت قائم کرنے کو مکروہ لکھا ہے اور اگر وہ اپنی جماعت قائم کریں بھی تو امام مردوں کی طرح صف سے آگے نہ ہو، صف کے اندر بیچ صف میں کھڑا ہو۔اور اتنی آواز

سے بھی عورتوں کو پڑھنا منع ہے کہ ان کی آواز مردوں تک پہنچے۔ ہدایہ میں ہے: "ویکرہ للنساء ان یصلین و حدھن الجماعۃ وان فعلت قامت الامام وسطھن (ج۱/۱۰۳)"۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۵؍جمادی الاخری ۱۴۱۸ھ

تصویر کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

جامع مسجد کلول مہسانہ گجرات میں رمضان کی ۲۹/۲۸/۲۷ رشب شبینہ ہوا، شبینہ میں شب کو نیت کر کے نماز کی حالت میں کھڑے ہو گئے، پھر امام کے بغل سے ویڈیو کیسٹ اتارا، یعنی سب حالت نماز میں تھے اور تین چار آدمی ویڈیو کیسٹ اتار رہے تھے۔ اور باقاعدہ ٹی وی پر شبینہ کا پروگرام دے رہے تھے۔ سب آدمی روڈ پر اور گھروں میں شبینہ کا پروگرام دیکھ رہے تھے۔

پھر عید کی نماز قائم ہوئی، ویڈیو کیسٹ اتارنا چالو کر دیا۔ تو ایک شخص کھڑا ہوا اور امام سے پوچھا کہ مولانا کیا یہ جائز ہے تو مولانا نے ہزاروں کے مجمع میں کہا کہ یہ جائز ہے۔ پھر ایک آدمی نے پوچھا کیا یہ متفق فتوی ہے تو مولانا نے جواب دیا جی ہاں یہ متفق فتوی ہے، اور مولانا اپنے آپ کو مفتی بھی کہتے ہیں اور مسجد کے روم میں باقاعدہ قوالی بجا رہے تھے، اور مسجد اور روم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور مولانا کے گھر میں خود ٹی وی ہے تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور نماز کی حالت میں ویڈیو کیسٹ اتارنا جائز ہے یا نہیں؟ اور بغیر نماز کی حالت میں تصویر کھینچوانا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ مجاہد خان حسن خان پٹھان متولی کولی دانس گوری واس پوسٹ کلول ضلع مہسانہ گجرات

الجواب

تصویر کھینچنا کھینچوانا حرام ہے۔ ٹی وی آج کل بے حیائی اور فحش کاری کا آلہ ہے۔ اور حدیث شریف میں تو لہو ولعب کو حرام فرمایا۔ کل لھو لھا بہ المومن باطل۔ (الدر المنثور: ۱۹۳/۳) نہ یہ کہ فحاشی یہ بھی حرام ہے۔ اور قوالی ساز باجے کے ساتھ سننا بھی ناجائز وحرام ہے۔ مزید یہ ہے کہ مسجد کے روم میں ایسا کیا جائے۔ ویڈیو سے صرف اس منظر کی نقل اتارنا جس کی اصل دیکھنا شرعا جائز ہو، کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد کے ایک عالم صاحب جائز کہتے ہیں، اور بریلی شریف کے مولانا صاحب اس کو بھی تصویر قرار دیتے ہیں اور ناجائز وحرام کہتے ہیں، اور جانبین کی تصدیق وتائید کرنے والے اور ایک دوسرے پر رد وانکار کرنے والے علماء پورے ہندوستان میں ہیں، اور سب سنی ہیں تو آپ کے امام صاحب کا اس کو

متفقہ فتوی کہنا بھی غلط ہے۔

پس بر تقدیر صدق مستفتی ایسے امام صاحب کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اوران کو بشرط استطاعت امامت سے علیحدہ کرنا ضروری اوران کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا دہرانا واجب۔ شامی میں ہے:

و مشیٰ فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم۔ (ج۲/۲۵۵)

ہاں وہ اپنی حرکتوں سے جن کا ذکر اوپر ہوا، توبہ کرلیں توان کی اقتدا صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۴ رشوال ۱۴۱۸ھ

(۲۔۴) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے دیار کے لوگ زکوۃ، عشرہ اور دیگر قسم کی رقوم سے مدرسہ کی امداد کرتے ہیں۔ امسال اس مدرسہ کے دو مولویوں اور چند طلبہ نے اردو ادیب کا امتحان دینے کے لیے فارم بھرا۔ چونکہ اردو ادیب کے امتحان میں شریک ہونے کے لیے تصویر شرط ہے اس لیے ایک مصور کو خاص مدرسہ میں بلا کر اپنی اپنی تصویر کھنچوائی جس کا علم اراکین مدرسہ کو ہوا، مگر انہوں نے مولوی کے اس فعل سے کوئی برا اثر نہ لیا۔

اب دریافت طلب یہ امور ہیں کہ

(۱) کیا امتحان کے لیے فوٹو کھنچوانا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ اگر نہیں تو فوٹو کھینچوانے والے مولویان اور طلبہ پر توبہ واجب ہے یا نہیں؟ اگر توبہ واجب ہے تو توبہ نہ کرنے کی صورت میں ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر توبہ نہ کریں تو توبہ سے پہلے جو نمازیں ان کے پیچھے پڑھی ہیں ان نمازوں کو دہرانا واجب ہے یا نہیں؟۔

(۲) اراکین مدرسہ کو مولوی کی اس جرأت کا علم ہوا مگر انہوں نے کچھ برا اثر نہیں لیا تو اس عیب سے اراکین مدرسہ گنہگار ہوں گے یا نہیں؟۔

(۳) مولویان مذکور پر توبہ واجب ہے اور اگر توبہ نہ کریں تو انہیں اس دینی مدرسہ سے الگ کر دینا اراکین مدرسہ پر واجب ہوگا یا نہیں؟ اور اگر واجب ہے اور سب اراکین مدرسہ اس مولوی کو الگ نہ کریں تو علاقہ کے مسلمانوں پر اپنے اراکین کو مدرسہ سے برطرف کر دینا ضروری ہوگا یا نہیں؟ اور اگر عدم استطاعت کی بنا پر امامت و مدرسہ سے الگ نہ کرسکیں تو پھر مسلمانوں کو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا اور چندہ دینا جائز ہے یا نہیں؟۔

الجواب

(۱،۲) فوٹو کھنچوانا ناجائز وحرام ہے۔ ادیب یا کسی بھی امتحان کے لیے جائز نہیں۔ صورت مسؤلہ

میں وہ مولوی وطلبہ جنہوں نے فوٹو کھنچوایا، سخت گنہگار اور جفا کار ہوئے۔ ان پر توبہ واستغفار فرض ہے۔ جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلیں ان کے پیچھے نماز سے احتراز لازم ہے۔ البتہ جو نمازیں ان کے پیچھے پڑھی گئی ہیں بنظر دقیق فقہی بنا پران کے اعادہ کا حکم نہ ہونا چاہئے۔ اور اعادہ کرلیں تو بہتر ہے۔ وھذا ظھر لی و العلم عند ربی وھو تعالیٰ اعلم

(۳) اراکین مدرسہ ان سے توبہ واستغفار کا مطالبہ کریں، اور اگر وہ تائب ہو جائیں فبہا، ورنہ ایسے مدرسین وطلبہ کو موقوف کریں، تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔ اور آئندہ دوسرے لوگ ایسی جرأت نہ کرسکیں۔ جو اراکین اس کے خلاف ہوں وہ ضرور اس لائق ہیں کہ رکنیت سے علیحدہ کردیں۔ عدم استطاعت کی کیا صورت ہوگی؟ اس کو لکھنا چاہئے تھا، پھر عدم استطاعت کی صورت میں معذور ہوں گے تو چندہ کیوں بند کیا جائے گا؟۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۸؍ جمادی الاولی

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۵۔۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید عالم دین اور مسجد کا امام ہے اور تاجر بھی ہے۔ عاشورہ کے روز اپنی دکان پر جارہا تھا کہ کچھ لوگوں نے اصرار کیا کہ آپ تعزیہ کے جلوس کے ساتھ چلیں۔ زید بادل ناخواستہ جلوس کے ساتھ ہولیا کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ گھوڑے پر شمشیر بکف ہوکر آگے آگے چلیں زید نے ایسا ہی کیا۔ چندروز کے بعد ایک صاحب نے پوچھا کہ عاشورہ کے روز جلوس کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوکر آپ بازار آئے تھے، کیا جائز سمجھ کر یا ناجائز؟ زید نے جواب دیا کہ جب میں اس جلوس ہی کو ناجائز کہتا ہوں تو کیا میرا اس جلوس کے ساتھ آنا جائز ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ میرا اس جلوس کے ساتھ آنا بھی ناجائز تھا۔ میں اس سے رجوع کر چکا ہوں، لیکن کچھ فتنہ پرور حضرات زید کی غیبت کررہے ہیں اور تہمت زنی کررہے ہیں کہ یہ عمامہ باندھ کر حسین وحسن بنے تھے، حالانکہ زید نے اس دن کسی وقت بھی عمامہ نہیں باندھا تھا، نہ حاشا وکلا زید کے دل میں امام حسین وحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما بننے یا ان کی نقل کرنے کا گمان تھا، لیکن فتنہ پرست لوگ اس قسم کے الزام عائد کرکے آسمان سر پر اٹھائے ہوئے ہیں، مطلوبہ امر یہ ہے کہ (۱) زید کا جلوس کے ساتھ جانا جائز یا ناجائز؟ (۲) زید نے جو اپنے فعل سے رجوع کیا یہ درست ہے؟

(۳) وہ افراد جو زید کی غیبت کررہے ہیں اور امام حسین وحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما بننے کا الزام عائد کرکے زید کے دل کو مجروح کررہے ہیں، کیا کوئی شرعی حکم ان پر بھی نافذ ہوگا، برائے کرم کتاب وسنت

کی روشنی میں حکم شرع فرما کر شکریہ کا موقع دیں فقط۔

محمد مقصود عالم رضوی، پورن چھپرہ بازار۔ مشرقی چمپارن۔ بہار

الجواب

(۱) تعزیہ کے مروجہ گشت میں شرکت بلاشبہ ناجائز ہے اور زید کا اس سے رجوع شرعا درست ہے

(۳) جو لوگ اس پر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نقالی کا الزام لگاتے ہیں ظلم کرتے ہیں، اس امر کی سزا دنیا میں قاضی دے سکتا ہے۔ اور زید سے معاف کرائے بغیر اگر وہ لوگ مر گئے تو عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے۔؟ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو، ۱۴ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

(۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ

تعزیہ داری کرنا اس پر ڈھول تاشا بجانا اور اس کا ماتم قائم رکھنا اور اس پر روٹی شربت روٹی کا ملیدہ اورنسی چڑھانا اور اس پر منتیں ماننا اور اپنے بچے کو اس کے تلے یہ سمجھ کر نکالنا کہ جی جائے گا اور گندے ڈیرے کا نام کربلا رکھنا اور اس میں مینڈے باندھ کر مرادیں پوری ہونے کی نیت کرنا، کھچڑا اور شربت پر ثواب معین کرنا، قصدا انہی دو تین چیزوں کو ثواب کا باعث سمجھنا اور یہ بھی سمجھنا کہ جب امام حسین شہید ہو گئے تھے تو ان کی عورتوں نے کھچڑا پکا کر کھایا تھا، یہ بات حدیث یا صحابہ کرام سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور یہ عقیدہ رکھنا کہ تعزیہ پر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لاتے ہیں، یا ایسا لنگر کرنا کہ اس میں سے آدھے سے زیادہ گر کر پیروں میں لگے، اور اس کی بے ادبی ہو۔ شہادت کی رات میں جگہ جگہ خوب روشنی کرنا بہترین کاریگری کے نمونے، پنکھے تعزیہ میں دکھلا کر شہرت حاصل کرنا، آپس میں اس قسم کی بحث کرنا کہ کس کا تعزیہ پنکھا اچھا ہوتا ہے، اس پر بازی لگانا اور نام رکھنا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعزیہ بنا رہے ہیں۔ دسویں محرم کو بڑی دھوم دھام سے اس کا گشت کراتے ہوئے شام کو چار بجے اس میں لٹھے اور چھڑیں لگا کر بولے محمدی یا حسین کے نعروں کے ساتھ مذکورہ کربلا کو لے جانا، راستے میں اکھاڑے کا کھیل جس میں بسا اوقات چوٹیں آجاتی ہیں، بسا اوقات تعزیے کے سلسلے میں جھگڑا ہو جاتا ہے۔ کربلا میں گڑھا کھود کر تعزیہ اور پنکھوں کو اس میں دفن کرتے ہیں۔ ان پر پانی چھڑکتے ہیں، بہت بڑا میلا لگتا ہے، عورتیں جاتی ہیں۔ جلتا ہوا چراغ لاتی ہیں کہ اگر جلتا ہوا چراغ گھر تک پہنچ گیا تو مراد پوری ورنہ نہیں، یہ سب باتیں قرآن وحدیث سے جائز ہیں یا ناجائز۔ خلیل احمد معرفت عبد الماجد کارخانہ سیاہ قلم باغ بہادر گنج مراد آباد؟

الجواب

حضرت امام حسین اور شہدائے کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نذر ونیاز جائز اور حدیث.

شریف۔ "ھذہ لام سعد" سے ثابت۔ باقی تعزیہ کے پاس کھانا لے جانا، اس کا لٹانا، اضاعت مال ہے، یہ ناجائز اور آپ کا کہنا کہ فاتحہ کرنے والے یہ قصدا سمجھتے ہیں کہ انھیں چیزوں کا ثواب پہنچتا ہے، دوسری چیزوں کا نہیں۔ میرے خیال میں بیچارے عوام کے ساتھ یہ آپ کی بدگمانی ہے۔ یوم عاشورہ کھچڑا پکانا جائز ہے، یہ حدیث "من وسع علی عیالہ یوم عاشورا" کے تحت آتا ہے۔ لیکن یہ سمجھنا کہ اہل بیت نے کربلا میں کھچڑا پکایا تھا، غلط ہے۔ یونہی نفس روضۂ کربلا معلیٰ کا صحیح نقشہ بنا کر گھر میں تبرکا رکھنا جائز کہ تمام آثار متبر کہ مثلا بیت اللہ شریف وگنبد خضریٰ کی شبیہوں کے بارے میں تعامل اہل اسلام ہے اور "مارآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن" کے تحت آتا ہے اس کے علاوہ تعزیہ داری کی جو تفصیل آپ نے بیان کی ہے ناجائز ہے، تشبہ بالروافض اور دیگر دینی قباحتوں کی وجہ سے ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی مبارکپور، اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ ۱۱ ذالحجہ ۷۹ھ

(۹) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ

اس دور میں جبکہ لوگ مذہب وملت سے دور ہوتے جاتے ہیں اور دشمنان اسلام مسلمانوں کو نیست ونابود کرنا چاہتے ہیں۔ اگر شوکت اسلام کے اظہار، دشمنان اسلام کے دلوں میں دبدبۂ اسلام بٹھانے اور گھر گھر یاد شہدائے کربلا کو تازہ کرنے کے خیال سے بغرض اعلان عاشورہ طبل ونقارہ بجانا' اور فن سپہ گری کی مشق کے طور پر لکڑی کھیلنا، کشتی لڑنا' ان سب امور کے ساتھ ۷ رمحرم الحرام کی یاد میں محرم الحرام کو جلوس نکالنا تاکہ لوگوں کے سامنے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا سانحہ آجائے اور دلوں میں اسلام کی جاں نثاری کا جذبہ پیدا ہو، اور غیر مسلموں پر اسلام کا رعب اور اسلام ومسلمان کی شوکت آشکارا ہو جائے، جو لہو ولعب سے بالکل پاک ہو، جائز ہے یا نہیں؟ غلام محی الدین الہ آبادی

الجواب

اسلام کی شان وشوکت کا اظہار غیر اسلامی حرکات سے نہیں ہو سکتا، اسلام کی شان وشوکت کے اظہار کے لیے ہی ان ناجائز افعال سے بچنا چاہیے، جن کا ذکر سوال میں کیا گیا ہے، غالبا سائل خود ان افعال کی قباحت سے آشنا ہے، جبھی تو اس کے جواز کے لیے شوکت اسلام کے سہارے کی ضرورت محسوس ہوئی، ورنہ سیدھا سوال یہ تھا کہ عاشورہ کے موقع پر یہ افعال جائز ہیں یا ناجائز اور جواب ہوتا ناجائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح عبد المنان اعظمی مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ ۱۸ رشوال ۸۰ھ

(۱۰-۱۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ

(۱) یکم محرم سے غایت دسویں تک ماتم مرثیہ کہنا، سینہ پیٹنا اور ڈھول بجانا کیسا ہے؟

(۲) پانچویں اور کہیں ساتویں تاریخ کربلا کے نام سے ایک خاص جگہ کو موسوم کیا گیا ہے، وہاں جاکر مٹی کھودتے ہیں، پھر اس کو دسویں محرم شام کے وقت لے جاکر اسی جگہ دفن کرتے ہیں، جہاں سے مٹی کھودی گئی ہے کہ آج امام حسن حسین انتقال کر گئے ہیں۔ ایسا عقیدہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟۔

(۳) نویں اور دسویں کو تعزیہ بناتے اور اس کے اندر دو تربت بنا کر پگڑی باندھتے اور پھولوں کا سہرا منگاتے ہیں اور ایک تربت پہ سبز اور دوسرے پر سرخ غلاف ڈال دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک امام حسین دوسرے امام حسن علیہم السلام ہیں اور تعزیہ کو چوک پر رکھ کر اس پر فاتحہ پڑھتے ہیں اور بعض لوگ سجدہ کرتے ہیں۔ ڈھول باجوں کے ساتھ گشت کراتے ہیں۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا مرتکب گنہ گار ہوگا یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ نص قطعی کا کیا حکم ہے؟ خلاصہ تحریر فرمائیں۔ اور جو اسے منع کرتا ہے تو اسے دیوبندی اور وہابی کہتے ہیں۔

المستفتی محمد عثمان قادری

الجواب

(۱) سوال میں جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ سب متعدد منہیات شرعیہ کا مجموعہ ہیں۔ شرعاً ناجائز اور منع ہیں۔ ایسا کرنے والا گنہگار اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

(۲) محرم کے دنوں میں ذکر حسین کی مجلس قائم کرنا چاہیے۔ جس میں صحیح روایتوں سے شہدائے کربلا کا ذکر کیا جائے۔ اور مجلس جھوٹے مرثیوں اور ماتم سے خالی ہو۔ اس زمانہ میں شربت یا کسی اور چیز پر ان کے نام کی فاتحہ دے کر سبیل لگائی جائے۔ قرآن خوانی کر کے ایصال ثواب کیا جاوئے اور بغیر گھمائے پھرائے تمام خرافات سے پاک کربلائے معلیٰ کا نقشۂ صحیح، تبرک کے لیے اپنے گھر میں رکھا جا سکتا ہے۔ جس طرح تمام مقدس مقاموں کا۔

(۳) یہ صحیح ہے کہ ہر وہ آدمی جو مروجہ تعزیہ داری سے منع کرے وہابی نہیں ہوتا سنی مسلمان بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن خوب چھان بین کرنی چاہیے کہ اکثر ان باتوں کی آڑ میں دیوبندی وہابی وغیرہ بددین لوگ اپنی بدمذہبی چھپاتے اور گمراہی پھیلاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی مبارکپور اعظم گڑھ ۲۵ رمحرم ۸۳ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۱۳-۱۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) محرم کے مہینے میں ۱ تاریخ سے ۱۰ تاریخ تک نہ اپنی بیوی سے ملتے ہیں، نہ اس سے باتیں کرتے ہیں، کیا اس طرح کی باتیں شریعت میں جائز ہیں؟

(۲) محرم کے مہینے میں نہ عورتیں چوڑی پہنتی ہیں، نہ ہی ساڑیاں، نہ کسی طرح کا سنگار کرتی ہیں، بالخصوص دس دن تک، اور مسلمان عورتیں نہ بلاؤز پہنتی ہیں، یہ سب باتیں شریعت میں کیسی ہیں؟

(۳) چوک پر مرغا دیتے ہیں اور فاتحہ بھی دیتے ہیں، گھر میں رہنے سے لوگ کراہیت سمجھتے ہیں، اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت کریں۔ فقط والسلام۔

المستفتی، محمد حدیث عالم رضوی دلانگی گریڈیہ (بہار جھارکھنڈ)

الجواب

(۱،۲) یہ سب باتیں سوگ کی ہیں اور سوگ شرعاً عام حالت میں منع ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "لا یحل لامرأة تومن بالله ورسوله ان تحد علی احد فوق ثلث ایام الا لزوجة فانها کل علی لزوجها اربعة اشهر وعشراً (نسائی:۶/۱۹۶) " جو عورت اللہ ورسول پر ایمان لائے اس کو کسی مرنے والے کا غم اس کے مرنے کے بعد تین دن سے زیادہ منانا ناجائز، ہاں بیوی اپنے شوہر کا سوگ چار مہینہ دس دن منائے گی اور یہاں یہ جہالت ہے کہ حضرات شہدائے کربلا کی شہادت پر صدیاں بیت گئیں اور یہ نادان سال بسال یہ سوگ اور غم مناتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے، بلاؤز مسلمان عورتوں کو نہ پہننا چاہئے اس میں پیٹ اور پشت کا کچھ حصہ اور دونوں ہاتھ کھلے رہتے ہیں جس سے بے پردگی کا خطرہ ہے۔

(۳) چوک اور تعزیہ داری سب ناجائز ہے، اس لیے وہاں فاتحہ دینا ناجائز ہے، شہداء کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فاتحہ گھر میں پاک وصاف جگہ دینا چاہئے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں "فاتحہ درود جائے باید خواند کہ پاک باشد از نجاست ظاہری ومعنوی" حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان نے چوک کو باطنی گندگی کی جگہ بتایا ہے اور وہاں فاتحہ دینے سے منع کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۷ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ

(۱۶-۲۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) فاتحہ، عرس، میلاد منانا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں۔؟

(۲) تعزیہ داری بنانا، ہر موسیم وطبلہ کے ساتھ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) مولوی اسماعیل دہلوی کافر ہے کہ نہیں، جو اس کو کافر کہے وہ کیسا ہے؟

(۴) ایک وہابی دیو بندی مسمی بہ عبد الحمید کے انتقال پر ایک سنی مسمی منور حسین نے ان کے جنازے کی نماز پڑھی، اور اہل سنت کے روکنے پر باز نہ آیا۔ تو یہ شخص مسلک اعلی حضرت پر مسلمان ہے یا نہیں؟ اور اس کا نکاح باطل ہوا یا نہیں؟ اور تجدید نکاح لازم ہے کہ نہیں؟

(۵) ایک وہابی دیو بندی مسمی عبد السلام کی لڑکی سے ایک سنی مسمی محمد طاہر نے اپنے فرزند کی شادی کر دی، اور سمجھانے پر باز نہ آیا تو یہ نکاح ہوا کہ نہیں؟ اور وہابیہ لڑکی سے جو اولاد ہوگی حلال ہوگی یا نہیں؟

(۶) دیو بندیوں کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟ ان کے ہاتھ کا گوشت کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۷) قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، اشرف علی تھانوی اور عام علمائے دیو بند کو جو مسلمان کہے اور سمجھے ایسے لوگوں سے بیاہ شادی کرنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب

(۱) جائز ہے۔

(۲) مروجہ تعزیہ اور قوالی جائز نہیں۔ روضۂ سید الشہداء کی حقیقت بنا کر تبرکا رکھنا جائز ہے۔

(۳) اسماعیل دہلوی سخت ترین گمراہ بلکہ گمراہ گر لیکن ہمارے علمائے محتاطین اس کی تکفیر سے اپنی زبان روکتے ہیں۔

(۴) اگر اس کو مسلمان سمجھ کر نماز پڑھی تو اسلام سے خارج ہو گیا، اس کو مسلمان نہ جانا اور نماز پڑھی تو گنہگار ہوا۔

(۵) نکاح نہ ہوا۔ (۶) حرام ہے۔

(۷) ان کے کفر پر مطلع ہو کر جو ان کو کافر نہ کہے وہ خود اسلام سے نکل گیا۔ اس سے شادی بیاہ ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۵ رجمادی الاخری ۸۴ھ

الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح: عبد الرؤف

(۲۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ

ماہ محرم میں بہت سے لوگ تعزیہ رکھتے ہیں اور سبیل بھی لگاتے ہیں۔ اس پر بعض لوگوں کا اعتراض یہ ہے کہ یہ بت پرستی ہے، اور تعزیہ دار کو بت پرست کہتے ہیں۔ اور سبیل کو بھی ناجائز کہتے ہیں۔ تو ان کے کہنے کے لحاظ سے جب وہ کافر ہو گیا، تعزیہ دار کی نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟



فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

اگر تم علم نہیں رکھتے، تو اہل علم سے دریافت کرو

فتاوی بحر العلوم

6

تصنیف لطیف

بقیۃ السلف حجۃ الخلف بحر العلوم

حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی دامت برکاتہم القدسیہ



شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

اور جو لوگ کہتے ہیں کہ تعزیہ جائز نہیں، وہی لوگ مصنوعی کربلا میں جا کر اپنے لڑکے کو تعزیہ والے گڈھے میں لٹایا اور اسی گڈھے کو کھیر کے پیالے سے پر کیا اور لوگوں کو وہی تقسیم کیا۔ ایسی صورت میں انہوں نے جو یہ فعل کیا جائز ہے یا نہیں؟ بہت لوگ تعزیہ کے ساتھ براق بنا کر رکھتے ہیں۔ اس پر بھی لوگ اعتراض کرتے ہیں تو تعزیہ دار جواب دیتا ہے کہ گھر میں یا کسی دوسرے جاندار کی تصویر کیوں لگاتے یا رکھتے ہیں، یہاں تک کہ سینما کے ایکٹرس کے فوٹو پر کیوں نہیں اعتراض کرتے۔ براق رکھنے والے کا کہنا ہے کہ جب براق ناجائز ہے تو نوٹ جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا کب جائز ہے، کہ آپ نوٹ کو رکھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ جبکہ اس میں بھی جاندار کی تصویر بنی رہتی ہے۔

تعزیہ دار کا کہنا ہے کہ سکہ یا نوٹ میں جاندار کی تصویر بنی ہوئی ہو تو اس کو جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا قرآن وحدیث میں ہے یا نہیں؟ جیسا حکم ہو ارشاد کریں۔ اور جبکہ حضرت مولانا عبد القیوم پیش امام جامع مسجد ٹاٹ شاہ نے اپنی تقریر کے دوران میں کہا کہ ویسے تعزیہ ناجائز نہیں۔ لیکن اگر احترام کے ساتھ رکھا جائے تو ہم بھی اس کے ساتھ ہیں اور اگر بے حرمتی یا غلط طریقے سے کرتے ہیں تو ہم اس کے خلاف ہیں، مولانا کی تقریر پر مدنظر رکھتے ہوئے جیسا حکم ہو ارشاد فرمائیں۔ فقط والسلام

آپ کا خادم: عبد الرزاق انصاری محل کوئیا اجودھیا ضلع فیض آباد

الجواب

آج کل عام طور سے جو تعزیہ بناتے ہیں اس کا بنانا اور رکھنا اور اس سلسلہ میں جو مراسم ادا کیے جاتے ہیں سب ناجائز اور حرام ہیں۔ ہاں اگر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضۂ مبارکہ کا سچا نقشہ یا فوٹو اپنے گھر میں تبرک کے لیے رکھیں اس میں کوئی حرج نہیں۔

اسی طرح حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر سبیل لگانا اور بہ نیت ایصال ثواب شربت لوگوں کو پلانا، یا ان کے ذکر شہادت کی مجلس کرنا، یا مالیدہ وغیرہ بنا کر ان کے لیے ایصال ثواب کرنا جائز ہے اور باعث ثواب ہے۔ تعزیہ جائز نہیں، مگر اس کو بت پرستی کہنا جہالت ہے اور مسلمانوں پر غلط الزام ہے۔ براق وغیرہ کو تصویر نوٹ پر قیاس کرنا غلط ہے، اولاً یہ نہایت چھوٹی ہوتی ہے۔ پھر کوئی ان کی تعظیم نہیں کرتا، جیب میں چھپا کر رکھتا ہے۔ پس اس پر براق وغیرہ کی تصویروں کا قیاس کرنا صحیح نہیں۔

حدیث شریف میں ہے: "ان الملائكة لا يدخلون بيتا فيه كلب او صورة."

(مسند احمد: ۵/۱ ۶۰)

علما نے جاندار چیزوں کی تصویر کو حرام قرار دیا ہے۔ ایکٹر اور ایکٹرس کی تصویروں کا بھی یہی حکم

ہے۔ مولانا عبد القیوم صاحب خطیب مسجد ٹاٹ شاہ کے بیان کا بھی یہی مطلب ہے کہ جو ہم نے اوپر تحریر کیا۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اللہ ورسول کے احکام پر عمل کریں، اپنے نفس کی پیروی نہ کریں، گناہ مول نہ لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۹ ر ذی الحجہ ۹۰ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۲۴-۲۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) تعزیہ بنانا اور امام حسین علیہ السلام اور امام حسن علیہ السلام پہ عقیدہ رکھنا کہ نویں محرم الحرام کی شام کو اس عالم میں تشریف لاتے ہیں اور صبح صادق ہوتے ہی وفات کر جاتے ہیں۔ کیا از روئے شرع یہ فعل اور یہ عقیدہ درست ہے؟ اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۲) اولیاء کرام اور حسنین علیہ السلام سے مرادیں مانگنا کیسا ہے؟ کیا باعث گناہ نہیں؟

(۳) حضور علیہ السلام کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا کیسا ہے؟ کیا قیام قرون ثلثہ میں کہیں ثابت ہے، اور حضور علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ مجلس میلاد میں تشریف لاتے ہیں یا آپ کی روح مبارک آتی ہے کیا ہے؟

(۴) مردوں وعورتوں کا قبر پر جانا اور سجدہ کرنا اور طواف کرنا اور چڑھاوا چڑھانا از روئے شرع کیسا ہے؟ کیا صحابہ کرام وتابعین سے ثابت ہے۔

(۵) نیاز وفاتحہ کرنا کیسا ہے؟ کیا نیاز وفاتحہ کا کھانا میت کھاتی ہے۔ اور نیاز فاتحہ کے سامان کو سامنے رکھ کر کرنا چاہئے یا غائبانہ ہی میں؟

(۶) مرغ کی قربانی کرنا، عید الاضحیٰ کے دن کیا قربانی کی فرضیت کو ساقط کر دیتا ہے؟ اور کیا مرغ کی قربانی کافی ہے؟ اگر ہے تو کتنے آدمی شریک ہو سکتے ہیں؟ حضرت مفتی صاحب مہربانی فرما کر قرآن وحدیث وفقہ کی روشنی میں جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔ بایں طور کہ معترضین کو اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عمران مبارک پور

الجواب

(۱) امام عالی مقام کے روضہ کا صحیح نقشہ بنا کر تبرکا اپنے گھر میں رکھنے میں حرج نہیں جس طرح اور مقامات مقدسہ مثلا کعبہ مکرمہ مسجد نبوی اور روضۂ انور کا نقشہ عام طور پر لوگ رکھتے ہیں۔ باقی آج کل جس طرح تعزیہ عام طور سے بنتا ہے اور جس طرح تعزیہ داری کی جاتی ہے، یہ سب شرعا ناجائز وحرام ہے۔

ان ایام میں اگر واقعات شہادت کربلا کی مجلس قائم کی جائے، شہدائے کربلا کے نام کی سبیل لگائی جائے، ان کے نام ایصال ثواب کیا جائے اس میں کوئی قباحت نہیں، یہ عقیدہ رکھنا کہ نویں یا دسویں محرم کو حضرت اس عالم میں تشریف لاتے ہیں اور صبح صادق ہوتے ہی وفات کر جاتے ہیں، اگر لاعلمی کی بنیاد پر ہو تو جاننے کے بعد اس سے رجوع کرنا چاہئے اور اگر جان بوجھ کر ہو تو گمراہی ہے، اسی طرح وہابیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی مر کر مٹی میں مل گئے۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: شہیدوں کو مردہ نہ کہو وہ تو زندہ ہیں لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں۔

(۲) بالکل گناہ نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "اطلبوا الحوائج عند حسان الوجوہ" (اتحاف السادۃ المتقین: ۹/۹۱)

تو جب خوش رو مومنوں سے حاجتیں طلب کی جاسکتی ہیں تو ان حضرات سے تو بدرجہ اولی۔

شامی میں ہے: "یستسقی بقبر المعروف"

امام غزالی فرماتے ہیں: "من یستمد فی حیاتہ یستمد بعد وفاتہ"

اس مسئلہ پر بے شمار نصوص علمائے دین ہیں جن کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

(۳) یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور ﷺ ہر محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں غلط ہے۔ لیکن وہ کرم فرمائیں اور تشریف لائیں تو کوئی شرعی قباحت نہیں۔ امام زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

"لا یمنع رویۃ ذاتہ علیہ السلام بعد وفاتہ وذلك لانہ وسائر الانبیاء ﷺ ردت الیہم ارواحہم بعد ما قبضوا و لہم فی الخروج من قبورہم للتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی"

قیام حضور کی آمد کی وجہ سے نہیں ہوتا ہے، بلکہ ان کی آمد آمد کے ذکر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور حضور کے ذکر کی تعظیم بھی ذات کی طرح کرنا شرعاً جائز ہے اور قرآن عظیم میں حکم الہی کے مطابق ہے۔ ﴿وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ﴾ (الفتح: ۹) قیام تعظیمی بلاشبہ قرون ثلثہ سے ثابت ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "قوموا الی سیدکم" (مسند احمد: ۴/۹۵)

لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے اور بے سند ہے کہ جو چیزیں قرون ثلاثہ میں نہ ہوں وہ حرام ہیں اور جو ان میں ہوں وہ جائز ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا۔ (ترغیب: ۱/۹۰)

(۴) زیارت قبور شرعاً مستحسن ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "کنت نہیتکم عن زیارۃ

القبور فزوروها"۔(التر غیب: ٤/ ٣٥٧)

سجدہ غیر خدا کو حرام ہے۔قبر کو بعض علماء نے چومنے کی اجازت دی ہے مگر صحیح یہ ہے کہ منع ہے۔اشعۃ اللمعات میں ہے:"مس نہ کند قبر را بدست و بوسہ ندہد"

یوں ہی قبر کا طواف بھی منع ہے، اگر چڑھاوے کا مطلب یہ ہے کہ کھانے پینے کی کوئی چیز ان کی قبر کے پاس لے جا کر ایصال ثواب کیا جائے تو بلا شبہ جائز ہے۔شاہ صاحب دہلوی زبدۃ النصائح میں فرماتے ہیں: کہ آرے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشاں باید و ثواب قرآن و دعا و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء"

اگر چڑھاوے کا کوئی دوسرا مفہوم سائل کی نظر میں ہو تو اس کو بیان کریں تا کہ اس کا حکم بیان ہو، یہ بات پہلے جواب میں واضح ہوگئی کہ قرون ثلثہ میں کسی چیز کا بہ ہیئت کذائی نہ ہونا اس کے حرام ہونے کی دلیل نہیں اور ایصال ثواب کی اصل احادیث کریمہ سے ثابت ہے۔مثلاً حضرت سعد کا اپنی ماں کے ایصال ثواب کے لیے کنواں کھدوا کر یہ کہنا کہ "هذه لام سعد رضي الله تعالىٰ عنها"

(۵) بلا شبہ جائز ہے اس کا بیان انوار ساطعہ میں ملاحظہ کریں۔

(۶) قربانی کے لیے تین قسم کے جانور خاص ہیں، مرغ کی قربانی نہیں۔عالمگیری میں ہے:

"اما جنسه فهو ان يكون من الاجناس الثلثة الغنم او ا لا بل او البقر و يدخل في كل جنس نوعه و الذكر والانثى منه والخصي والفحل (ج٥/ ٤٥٣)" واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۲/ رجب ۱۳۹۰ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۳۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت عظمیٰ پر مراسم عزاداری میں تعزیہ رکھنا، تعزیہ نکالنا، سیاہ پوش ہونا، ننگے سر ہونا، سر میں خاک ڈالنا، سر کو پیٹنا، سر کو تیل وغیرہ سے خشک رکھنا، ماتم کرنا، واویلا کرنا، نوحہ کرنا، مرثیے جو عموماً کذب و افترا اور توہین بزرگان دین پر مشتمل ہوتے ہیں پڑھنا، سننا، لکھنا، چلا چلا کر رونا، علم نکالنا، بچوں کو قیدی فقیر بنانا، تعزیہ گاہ میں تمام شب پھل اور مٹھائی رکھ کر صبح تبرک سمجھ کر تقسیم کرنا اور کھانا، تعزیہ گاہ میں تلاوت کلام پاک کرنا اور منتیں ماننا، دلدل کو منت کا دودھ اور جلیبی کھلانا ڈھول اور تاشے بجانا اہل سنت والجماعت کے نزدیک اس کی اصلیت کیا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کا مرتکب کیسا ہے؟ اور اس کام کو انجام دینے کا مشورہ دینے والے اور اس کام سے توبہ کرنے والے عند

الشرع کیسے ہیں؟ محمد عثمان صدیقی ناظم نشر و اشاعت انجمن آفتاب ادب مچھلی محال ریتی لکھنؤ

الجواب

آج کل مراسم عزاداری کے نام پر لوگوں نے جو خرافات ایجاد کر رکھی ہیں ناجائز و حرام ہیں۔ ہاں شہدائے کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نام کی سبیل لگانا، ان کے نام نذر و نیاز ایصال ثواب کرنا ان کے ذکر کی مجلس قائم کرنا اس میں صحیح روایات نظم و نثر پڑھنا جائز اور باعث اجر و ثواب ہے۔ تفصیل کے لیے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا رسالہ تعزیہ داری دیکھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۶/ ذوالحجہ ۸۹ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۳۱-۳۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) تعزیہ داری کرنا اور ماتم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) عاشورہ کا دن غم کا دن ہے یا نہیں؟ جوابات مدلل و مفصل عنایت فرمائیں جو قرآن و حدیث کی روشنی میں ہوں۔ السائل: محمد امین خالص پور ۱۳/ محرم ۱۳۸۱ھ

الجواب

(۱) مروجہ تعزیہ داری تشبہ بالروافض اور بے شمار مناہی شرعیہ کی وجہ سے ناجائز ہے۔ ہاں اصل روضۂ سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شبیہ اپنے گھر میں تبرکاً رکھنا شہدائے کربلا کے ذکر کی مجلس منعقد کرنا، ان کے لیے ایصال ثواب کرنا جائز اور مستحسن ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ در تمام سال دو مجلس در خانہ فقیر منعقد می شوند۔ مجلس ذکر وفات شریف و مجلس شہادت حسنین اول کہ روز عاشورہ یا یک دو روز پیش ازیں، قریب چہار صد کس و پنجصد بلکہ ہزار فراہم می آیند۔ و درود می خوانند بعد ازاں کہ فقیر می آید نشیند ذکر فضائل حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ در حدیث وارد شدہ در بیان می آید و آں چہ در احادیث اخبار شہادت ازیں بزرگان و تفصیل بعضے حالات بد آرائی قاتلان ایشاں وارد شدہ نیز مذکور می باشد۔ بایں تقریب بعضے شدائد کہ در جناب ایشاں گذشتہ از روئے احادیث معتبر بیان می شود۔

دریں ضمن بعضے مرثیہ کہ از مردم خیر یعنی جن و پری حضرت ام سلمہ و دیگر صحابہ شنیدہ اند نیز مذکور می شود بعد ازاں ختم قرآن مجید و پنج آیت خواندہ بر ماحضر فاتحہ نمودہ می آید۔ و دریں بین اگر شخصے خوش الحان

سلام می خواند یا مرثیہ، مشروع خواند ایں اتفاقا می شود ظاہر ست کہ دریں بین اکثر حضار مجلس را وایں فقیر را رقت وبکا لاحق می شود۔ این ست قدرے کہ بعمل می آید۔ پس اگر ایں چیز ہا نزد فقیر بہمیں طریق کہ مذکور شدہ جائز نمی بود۔ اقدام بر آں اصلا نہ کردے۔

(۲) یوم عاشورہ کے غم کے دن ہونے کا مطلب اگر یہ ہے کہ اس دن سوگ منانا چاہئے جس طرح روافض مراسم سوگ ادا کرتے ہیں، مثلا سیاہ کپڑے پہننا، سروپا برہنہ رکھنا یا اس دن کھانا نہ پکانا وغیرہ وغیرہ یہ سب ناجائز ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "لا یحد امرأۃ علی میت فوق ثلث لیال الا علی الزوج" نہ اس معنی میں عاشورہ غم کا دن ہے، اگر یہ مطلب ہے اس دن شہدائے کربلا کے ذکر کی مجلس قائم کرنا تو یہ جائز ہے اس دن نواسۂ رسول ﷺ کی وہ عظیم ترین مصیبت یاد آتی ہے جو ایک طرح سے تمام مسلمانوں کی مصیبت ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

جیسا کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے فعل سے ثابت ہے اور حدیث شریف میں ہے: "مامن مسلم و مسلمۃ یصاحب بمصیبۃ فیذکرھا و ان طال عھدھا فیحدث لذلک استرجاعاً الا جدد اللہ تبارک و تعالی لذلک اجر امثل اجرھا یوم اصیب بھا" اور ان معنوں میں اسے غم کا دن کہا جا سکتا ہے کہ اس دن ضرور یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ مدرس اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۳۳۔۳۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) تعزیہ داری، نیز ماتم حسین، ڈھول تاشہ بجانا، چوک کے اوپر شربت و مالیدہ چڑھانا، وفاتحہ کرنا نیز ان کو حاجت روا سمجھنا کیسا ہے؟

(۲) سید الشہداء کن صاحب کو کہتے ہیں؟

(۳) ماہ رجب کی چودھویں تاریخ کو فاتحہ کس نام سے کیا جاتا ہے؟

ہم لوگ جاہل ہیں، ان مسئلوں سے آگاہ فرمائیں تا کہ غلطی سے نکل کر شرع پر پابند ہو جائیں۔

الجواب

(۱) موجودہ تعزیہ داری کے بارے میں جو باتیں ذکر کی گئی ہیں سب ناجائز ہیں۔ ہاں روضۂ سید الشہداء رضی المولی عنہ کا صحیح نقشہ اپنے گھر میں تبرکا رکھنا، ان کے نام کی فاتحہ دینا، چاہے شربت پر ہو چاہے مالیدہ، چاہے کسی اور حلال وطیب چیز پر جائز ہے۔ اسی طرح ان کے ذکر کی مجلس قائم کرنا بھی جائز ہے۔

خدائے تعالیٰ کے اذن وعطا سے انہیں حاجت روا سمجھنا بھی جائز ہے۔

(۲) حضرت حمزہ عم محترم رسالت مآب ﷺ اور نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ المولیٰ تعالیٰ عنہما دونوں ہی بزرگوں کو سید الشہداء کہا جاتا ہے۔

(۳) سب مہینوں کی تمام تاریخوں میں کبھی بزرگوں کی فاتحہ ہوسکتی ہے۔ چودہ رجب کو کسی بزرگ کی فاتحہ معروف نہیں۔ ہمارے اطراف میں ۱۴ ررجب کو جن بزرگان دین کا وصال ہوا ہے جیسے سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ ان کی فاتحہ، ۲۲ ررجب کو امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ دی جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۵ ر شعبان ۱۳۸۲ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ مدرس اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۳۶-۴۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) محرم منانے کا مسنون طریقہ کیا ہے۔ جو شرعی بھی ہو اور روح امام عالی مقام بھی خوش رہے۔ غیر مسلموں کا چندہ محرم کے کسی کار خیر میں شامل کرنا درست ہے یا نہیں؟ چندہ کے لیے غیر مسلموں کے پاس ہاتھ پھیلانا درست ہے یا نہیں؟۔

(۲) غیر مسلم (کافر) اپنی خوشی سے کسی مسلمان کو ذمہ دے کر میلاد کرائے یا افطار کا سامان مسجد میں بھجوائے یہ درست ہے یا نہیں؟ اس کا بھیجا ہوا شیرینی یا افطار کا کھانا درست ہے یا نہیں؟۔

(۳) ایسے مسلمان کے متعلق کیا کہا جائے جو کہے۔ مولوی صاحب کی داڑھی نوچ لیں گے۔ نمازی کو دیکھ کر مجھے نفرت ہوتی ہے، کہتا ہے اس امام کے پیچھے نماز درست نہیں، جب کہ خود نمازی نہ ہو۔

(۴) مسجد کا سامان جو نماز کے لیے ہو دوسرے کسی پروگرام میں دینا درست ہے یا نہیں؟ خواہ وہ محرم ہی ہو۔

(۵) زید کسی بیماری میں مبتلا ہونے کے بعد اپنی شفائے مرض کی خاطر غیر مسلموں (کافر) کے سادھو یا جوگی یا پنڈت کے پاس گیا، کہ ان کے جھاڑ پھونک سے مرض شفا ہو جائے۔ جہاں انہیں کے دھرم کے مطابق ان کو ایک جگہ چار آنہ پیسہ رکھنا پڑا وہاں کا تیل لگا کر وہاں کے تالاب میں غسل کرنا پڑا، حالانکہ تعلیم یافتہ آدمی ہے۔ برائے کرم بتائیں اس کے اس فعل سے ایمان پر کوئی خلل تو نہیں؟

المستفتی محمود الحسین اشرفی سکریٹری نومالی مسجد فراخہ

الجواب

(۱) تعزیہ داری کا مجوزہ طریقہ جس میں ڈھول تاشا بینڈ باجا۔ علم وتعزیہ، گشت اور ماتم ومرثیہ، نوحہ ہے سب ناجائز وحرام ہے۔ اور روافض کا کام ہے، سنی مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے۔

ماثبت بالسنہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

"ان لایشتغل ذلك الیوم الا بذلك ونحوه من عظائم الطاعات كالصوم ثم ایاه ان یشتغل ببدع الروافض ونحوه من الندبة والنیاحة ولیس ذلك من اخلاق المؤ منین ۔

اس روز روزہ رکھنا چاہئے، اچھے کھانے تیار کروا کر امام عالی مقام اور شہدائے کربلا کے نام ایصال ثواب کر کے لوگوں کو کھلایا جائے، ان کے نام کی سبیل لگا کر پانی، شربت، چائے جس کی توفیق ہو پلانا چاہئے۔ ذکر شہادت کی مجلس قائم کرنا چاہئے۔ قرآن شریف پڑھ کر ان کے نام ایصال ثواب کرنا چاہئے۔ یہ ہے محرم منانے کا صحیح اور شرعی طریقہ زیادہ تفصیل اعلیٰحضرت کے رسالہ تعزیہ داری میں پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

غیر مسلموں کا چندہ کسی بھی کار خیر میں نہ لینا چاہئے کہ وہ اہل ایمان وثواب نہیں، چاہے محرم کے مذکورہ بالا جائز مصارف ہوں یا میلاد مبارک ہو یا اور کوئی کار خیر۔ ہاں وہ اپنی خوشی سے وہ پیسہ مسلمانوں کو دیں اور ان کو اس کا مالک بنا دیں تو مسلمان اپنی طرف سے چاہے جس کار خیر میں صرف کریں گے جائز ہوگا کہ اب وہ مسلمان کا پیسہ ہے۔

(۲) اس سوال کا جواب سوال اول کے جواب سے ہو گیا۔

(۳) ایسا جملہ بکنے والا دین سے نکل گیا۔ اس پر توبہ تجدید ایمان شادی شدہ ہو تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔ عالمگیری میں ہے: "الاستهزاء باحكام الشرع كفر"

(۴) مسجد کا سامان کسی دوسری مسجد میں بھی نہیں دیا جا سکتا، چہ جائے کہ محرم یا کوئی دوسرا کام ہو۔

درمختار میں ہے: "لایجوز نقله ونقل ماله الی مسجد آخر"

(۵) ان کو اگر صحیح اور حق سمجھ کر ان کے پاس گیا۔ اور انہوں نے اپنے کافرانہ منتروں سے اس کا علاج کیا اور اس نے ان میں شرکت کی تو بلاشبہ اس کے ایمان میں خلل پڑا۔ اس پر توبہ واستغفار تجدید ایمان ونکاح ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ علم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ، ۱۳ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ

(۴۱-۴۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہم لوگ مسلمان ہیں اور عقائد اہل سنت والجماعت سے منسلک ہیں۔ ایک دیہات کے رہنے

والے ہیں۔ مسلم آبادی قریب ساٹھ (۶۰) گھر کی ہے، گاؤں کی ایک مسلم پنچایت ہے۔ جس کے تحت مسجد وقبرستان اور دوسرے قومی معاملہ کی دیکھ ریکھ ہوتی ہے۔ کچھ آپسی معاملات اگر سامنے آتے ہیں تو ان میں بھی صلح صفائی کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ قریب کے گاؤں میں بھی مسلمان ہیں اور آٹھ گاؤں کی ایک الگ پنچایت ہے۔ اگر گاؤں سے نہیں ہو پاتا تو آٹھ گاؤں کی پنچایت میں پیش کر کے حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ آٹھ گاؤں کے لوگ باپ دادا کے زمانہ سے تعزیہ دار تھے۔ لیکن اب گاؤں کے کچھ لوگ تعزیہ داری کو غلط سمجھ کر چھوڑ چکے ہیں۔ ہم لوگ بھی تعزیہ بناتے تھے، اس کے سارے لوازمات کے ساتھ ڈھول باجہ تاشہ اور کھیل کود کے ساتھ مناتے تھے۔ لیکن ایک فتویٰ اعلیٰحضرت امام احمد رضا خانصاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دیکھ کر ہم لوگوں نے تعزیہ داری چھوڑ دی جس میں آپ نے شرک لکھا تھا۔ بہار شریعت میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

ہمارے یہاں دو مرحلہ میں تعزیہ داری ختم کی گئی۔ پہلے قریب تیس آدمی چھوڑے اور پھر تیس سال ہوا تیرہ آدمی چھوڑے۔ اب تعزیہ بنانے والے کم رہ گئے۔ اس کو لے کر اختلاف بڑھا، یہاں تک کہ مسجد اور مدرسہ پر اثر پڑنے لگا۔ تو کچھ لوگوں نے آٹھ گاؤں کی پنچایت جمع کر کے یہ معاملہ رکھا کہ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ متحد ہو جائیں۔ تو آٹھ گاؤں کے لوگوں نے یہ طے کیا کہ جو لوگ تعزیہ دین سمجھ کر بناتے ہیں وہ بنائیں، اور جو لوگ گناہ سمجھ کر چھوڑتے ہیں وہ چھوڑے رہیں۔ لیکن محرم کے دن جو کرنا ہے کریں۔ قرآن خوانی غریب ومساکین کو کھانا کھلانا۔ روزہ رکھنا وغیرہا۔ اور مسجد ومدرسہ میں سبھی لوگ دلچسپی لیں اور ایک دوسرے کی شادی میں، غمی میں برابر کے شریک رہیں۔ اور ایک دوسرے پر لعن وطعن نہ کریں اور نہ چھوڑ پھاڑ کی کوشش کریں۔ اور سب لوگ ایک دوسرے کو مسلمان سمجھ کر میل ومحبت کا سلوک کریں سب مان گئے۔ اور مل جل گئے۔ لیکن اب از سر نو یہ معاملہ دوبارہ آٹھوں کی پنچایت میں لایا گیا اور اب یہ بات سامنے آئی ہے کہ دوسرے مرحلہ میں جو ۱۳ر آدمی تعزیہ چھوڑے ہیں وہ اگر تعزیہ بنانے لگیں جب تو تعزیہ ہم لوگ بنائیں گے، نہیں تو ہم بھی تعزیہ چھوڑ دیں گے۔ چھوڑنے کی یہ شرط لگائی گئی، نہ کہ گناہ۔ ایسی حالت میں ہم لوگ پریشان ہیں کہ کیا کریں کہ آپس کا اتحاد باقی رہے۔

(۱) اگر تعزیہ داری مع تمام لوازمات کے شرک ہے تو چھوڑنے والوں سے زبردستی بنانے کو کہنا کسی حالت میں درست ہے یا نہیں۔

(۲) جو لوگ تعزیہ داری چھوڑ چکے ہیں اس میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو باوجود اس کے کہ کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوۃ کے قائل ہیں۔ اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ فرض ہیں۔ لیکن پورا عمل نہیں کر پاتے کیا ان کا یہ

فعل تعزیہ داری کے گناہ کے برابر ہے یا نہیں؟

(۳) کیا مسلم میت کا ہندوؤں کی طرح سے کام کر کے برادری کو کھلانا جائز اور درست ہے؟ اگر ایسا کوئی کرے اور اس کے کھانے سے کوئی پرہیز کرے تو گنہگار ہے یا نہیں؟ اگر وہی شخص کسی ہندو کے مرنے کے بعد اپنے رسم ورواج کے تحت کام کر کے جو لوگوں کو کھلاتے ہیں۔ اگر وہ کسی مسلمان کو بھی دعوت دے اور بھائی چارگی کی وجہ سے وہ مسلمان اس کے وہاں جا کر کھائے تو گنہ گار ہوگا؟۔

(۴) پنچایت میں ہی ایک شخص نے یہ کہا کہ تعزیہ داری جناب حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی کی ہے کیا یہ سچ ہے یا جھوٹ؟

براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں عقائد اہل سنت والجماعت کے تحت جواب مرحمت فرمائیں مہربانی ہوگی۔ بینوا توجروا المستفتی محمد طاہر گورکھپور

الجواب

(۱) جس تعزیہ داری کا آج کل رواج ہے۔ یہ بلاشبہ ناجائز وحرام ہے۔ اور معصیت اور گناہ ہے۔ حضرت مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب۔ بہار شریعت جلد ۱۶ ص ۱۲۔۱۳ میں مختلف جگہ کی تعزیہ داری کا حال بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ سب ناجائز وگناہ کے کام ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خانصاحب اپنی کتاب رسالہ تعزیہ داری ص ۲ پر تحریر فرماتے ہیں:

اب کہ تعزیہ داری اسی طریقہ ناجائز ونامرضیہ کا نام ہے۔ قطعا بدعت وناجائز وحرام ہے۔

اس سوال میں جو بہار شریعت اور فتاوی رضویہ کے حوالے سے لکھا ہے: کہ ان میں تعزیہ داری کو شرک لکھا ہے، یہ غلط ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خانصاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۶۸ پر تحریر فرماتے ہیں: تعزیے ناجائز ضرور ہیں، مگر ان کو بت کہنا زیادت اور غلو ہے، مسلمان ان کی پرستش (پوجا) نہیں کرتے۔

اور یہی بات رسالہ تعزیہ داری ص ۱۳ پر تحریر فرمائی۔

انصاف یہ ہے کہ کوئی جاہل سا جاہل بھی تعزیہ کو معبود نہیں جانتا۔

تو تعزیہ داری شرک کیسے ہوئی؟۔

الغرض تعزیہ داری ناجائز وحرام، معصیت وگناہ ہے، شرک نہیں ہے۔

رہ گیا یہ سوال کہ تعزیہ داری کا گناہ نماز، روزہ، حج، زکوۃ چھوڑنے سے زیادہ ہے۔ یا کم ہے؟ تو

بلاشبہ نماز وغیرہ ارکان اسلام ہیں۔ ان کا چھوڑنا حرام قطعی اور سخت گناہ ہے، جب کہ تعزیہ داری کا گناہ اتنا بڑا نہیں۔ لیکن ہمارے خیال میں یہاں ان دونوں گناہوں میں مقابلہ کا سوال اٹھانا بلاضرورت ہے، بلکہ اس سے ایک اور زیادہ بڑے گناہ کا ارادہ ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ شاید پوچھنے والے کا مقصد یہ ہے کہ جب لوگ ترک صلوۃ وروزہ جیسے بڑے بڑے گناہ روزانہ کررہے ہیں۔ تو نسبۃً ایک چھوٹے گناہ میں کیا رکھا ہے جیسے وہ سب گناہ ویسے ہی ایک یہ گناہ بھی سہی تو یہ ایک نہایت ہی خطرناک رجحان ہے، گناہ کو ہلکا سمجھنا اس کو اہمیت نہ دینا۔ بلکہ اس کے کرنے کے لیے دلیل اور بہانے ڈھونڈھنا۔ اس کو شریعت میں اصرار علی الاثم کہا جاتا ہے۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ. أُولَـٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِيْنَ﴾ (آل عمران: ۱۳۵-۱۳۶)

جن لوگوں نے گناہ کیا یا اپنے نفسوں پر ظلم کیا، اگر خدا کو یاد کر کے اس سے اپنی مغفرت چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کون بخشنے والا ہے۔ اور وہ اپنے گناہوں پر اصرار بھی نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ انہیں بخش دیتا ہے۔

اس ایک آیت سے معلوم ہوا کہ گناہ پر اصرار کرنے والوں کے گناہ اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا۔

علماء فرماتے ہیں: اصرار کرنے سے چھوٹا گناہ بھی بڑا ہو جاتا ہے، بلکہ ایسے شخص پر جو گناہ کی پرواہ نہ کرے سوء خاتمہ کا خوف ہے۔ یعنی ڈر ہے کہ ایسے آدمی کو مرتے وقت ایمان نہ نصیب ہو۔ اور کفر پر مرے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے آمین۔

تو اگر پوچھنے والے کا منشاء وہی ہے جو ہم نے سمجھا تو یہ بہت بڑا گناہ پر جرأت اور گمراہی ہے، اس لیے اس قضیہ میں صحیح شرعی فیصلہ یہ ہے کہ تعزیہ داری چھوڑنے والوں کو تعزیہ داری پر مجبور نہ کریں، بلکہ خود بھی اس سے توبہ کریں، اور آٹھ گاؤں والوں نے جو یہ فیصلہ کیا تھا کہ جو لوگ اس کو دین سمجھ کر کرتے ہیں وہ کریں۔ وہ غلط تھا۔ پنچوں کا یہ کام نہیں کہ اللہ ورسول کے حکم کے خلاف فیصلہ کریں۔

قرآن شریف میں ہے:

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولَـٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ [المائدۃ: ۴۵]

جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف فیصلہ کرے وہ ظالم ہے۔

محرم کے پہلے دس دنوں میں مسلمانان اہل سنت کے کرنے کا کام یہ ہے کہ روزانہ صبح دو گھنٹہ سب

جمع ہو کر قرآن کی تلاوت کریں۔ جو پڑھ نہ سکتا ہو کلمہ یا درود شریف تسبیح لے کر پڑھے۔ کچھ شیرینی پر ان سب کا ثواب شہدائے کرام کو پہنچائیں اور شیرینی سب کو تقسیم کردیں، رات میں روزانہ ذکر شہادت کی مجلس ہو جس میں علمائے اہل سنت کی لکھی ہوئی شہادت کی کتاب پڑھیں۔

(خیال رہے کہ شیعوں یا دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کی کتابیں نہ ہوں) اور دسویں تاریخ کو گاؤں بھر کے لوگ مل کر کھچڑا پکائیں اس پر بھی فاتحہ کرائیں۔ پھر محتاجوں کو خوب کھلائیں، خود بھی اس میں سے تبرکا کھائیں۔

(۲) یہ غلط اور جھوٹ ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعزیہ داری کی ہے، مشہور یہ ہے کہ تعزیہ داری تیمور لنگ کی ایجاد ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ۱۲۳۶ء میں ہوا اور تیمور لنگ ۱۳۳۶ء میں پیدا ہوا تو تعزیہ داری کی ابتداء سے لگ بھگ سو سال پہلے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے تو انہوں نے تعزیہ داری کب کی۔ کیا انتقال کے سو سال بعد۔

(۳) اسلام میں میت کے ایصال ثواب کے لیے کھانا پکا کر محتاجوں کو تقسیم کرنا یا کھلانا تو جائز ہے مگر اس کے لیے اس موقعہ پر دوست واحباب دولت مندوں اور رشتہ داروں کو دعوت دینا ناجائز اور ممنوع ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مسئلہ کو اپنی کتاب ”جلی الصوت لنھی الدعوۃ امام الموت“ میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اور جب عام مسلمان مردوں کے کھانے کا یہ حکم ہے۔ تو ہندو مردوں کے سرادہ یا بھوگ کا کھانا کہاں جائز ہوگا۔ اور میرا خیال ہے کہ اگر ہندو صاحبان کو قاعدے سے سمجھایا جائے کہ یہ کھانا اور یہ دعوت ہمارے دھرم کے خلاف ہے۔ ہم خود مسلمانوں کی بھی ایسی دعوت قبول نہیں کرتے تو آپ کی کیسے قبول کریں؟ تو ہمارا خیال ہے کہ وہ سمجھ جاویں گے۔ مگر آج کل مسلمانوں کا جو عام حال ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۸؍ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

فسق و فجور کا بیان

(۱-۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص کی ایک گائے ہے اور دوسرے شخص نے اس کے ساتھ زنا کیا، اور پکڑا بھی گیا مگر کسی صورت سے بھاگ بھی گیا، اور لاپتہ ہو گیا، یعنی کسی دوسری جگہ چلا گیا۔ اب اس گائے کو کیا کرنا چاہئے۔

(۲) دیگر امر یہ ہے کہ فی الحال گورمنٹ کا یہ حکم ہے کہ جس کو اولاد زیادہ ہو اور ابھی ہونے کی امید

ہو، اور وہ شخص کثیر اولاد ہونے کی بناپر مجبور ہو، یعنی خورد ونوش کی طاقت نہ رکھتا ہو، گورمنٹی اسپتال میں جاکر خصی ہو جائے، اس کا کسی قسم کا خرچ وغیرہ نہ لگے گا اور اس کی مباشرت وغیرہ میں کسی قسم کی مجبوری نہ ہوگی، بلکہ سب صحیح وسالم رہے گا۔ یہ بات ہر شخص جانتا ہے اور حضور کو بھی معلوم ہوگا، بہت آدمی جاکر خصی ہو جاتے ہیں، لہٰذا اس شخص کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ اور اس بنا پر خصی ہونا جائز ہے یا ناجائز؟ یونہی عورتیں بھی یعنی جس عورت کی کثیر اولاد ہونے کی بنا پر تندرستی خراب ہو، لہٰذا اس عورت کو دوا کے ذریعہ یا کسی صورت سے اولاد بند کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

(۱) اس جانور کو ذبح کرکے جلادیا جائے گا۔ اس سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے: "لا یحل وطیة بھیمة بل یعزر وتذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بھا حیة ومیة"

(۲) ضبط ولادت کے لیے آپریشن یا چیر پھاڑ کے ذریعہ جو کچھ آج ہوتا ہے سب ممنوع ہے اور ناجائز ہے۔ مجبوری اور ضرورت کے وقت فرنچ لیدر (نرودھ) کا استعمال جائز ہے۔ بدرجۂ مجبوری اس کو برتنے میں کوئی مواخذہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۸رذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ زید اپنی مطلقہ بیوی کے ساتھ اپنی بلڈنگ میں رہا کرتے ہیں، اس بنا پر شریعت کا فتویٰ زید پر وارد ہوا کہ مطلقہ بیوی بالکل اجنبیہ ہے، ان دونوں کا ایک دوسرے کے سامنے ہونا تنہائی میں اکٹھا ہونا گناہ وحرام ہے، زید پر فرض ہے کہ اب تک جتنے گناہوں کا ارتکاب کیا اب ان سے توبہ کرے اور مطلقہ سے تمام تعلقات منقطع کردے۔ اسی بلڈنگ میں رکھنا چاہتا ہے تو یہ ضروری ہے کہ آمنا سامنا نہ ہو، تنہائی میں اکٹھے نہ ہوں، زید کو جماعت اسلامی کا سردار بنانا جائز نہیں وغیرہ وغیرہ۔

زید کو بستی والے مل کر سمجھائے کہ یہ گناہ ہے، اس سے توبہ کرو اور یہ دیکھو تم پر شریعت کا فتویٰ ہے۔ لیکن زید نے بستی کے بڑے سردار سے کہا یہ سب بیکار ہے اس میں دماغ نہیں خرچ کرنا چاہئے۔ بڑے سردار بھی زید کی بات پر متفق ہیں، صرف اس لیے کہ زید دولت مند ہے، بستی والے زید سے ڈرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ واضح ہو کہ زید اپنی سالی سے شادی کرنے کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا اور اسے فوراً نسبندی کردیا وغیرہ وغیرہ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید پر شریعت کا حکم کیا ہے؟ اور بستی والے جو حضرات

زید کے موافق ہیں ان پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ برائے کرم جوابات مفصل ومدلل عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا۔
المستفتی، احقر محمد سعید ۱۰ جون ۱۹۹۳ء

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی زید فاسق معلن ہے اور اس مسئلہ میں اسکی حمایت کرنیوالے بھی مجرم اور گنہگار، چاہے وہ چھوٹے سردار ہوں یا بڑے سردار یا کوئی اور۔ سائل نے زید پر مسئلہ واضح کردیا اور ذمہ داری سے سبکدوش ہوگیا، خود سائل کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ حدیث شریف میں اس کی تاکید آئی اور قرآن عظیم میں فرمایا گیا ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (المائدۃ: ۲) نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہوں پر مدد نہ کرو، فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۸ ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ

(۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ ایک جھوٹے شخص کے کہنے پر ایک شخص نے امام کو ذلیل کیا، جب کہ اس شخص کو جھوٹا تسلیم کرتا ہے تو اس جھوٹے شخص کے کہنے پر امام کو ذلیل کرنے والے کی کیا سزا ہے؟ شریعت کے حکم کو بیان کیا جائے؟ اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء عطا فرمائے آمین فقط آپ کی دعا کا طالب ہوں۔
المستفتی، محمد سراج الدین کمپاؤنڈ جے نگر پچھم گورا ضلع دیوریا

الجواب

جھوٹا شخص کبھی سچ بھی بول سکتا ہے فرماتے ہیں: الکذوب قد یصدق "حکم اس مسئلہ میں یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی غلط الزام کی بنیاد پر کسی کو بھی ذلیل کیا تو قابل تعزیر جرم کیا، اس کو متعلقہ شخص سے معافی مانگنی چاہئے، امام کے ساتھ ایسا کیا تو امام سے اور دوسرے کے ساتھ ایسا کیا تو دوسرے شخص سے۔ حدیث شریف میں ہے" سباب المسلم فسق وقتاله كفر (مسند احمد: ۱/۴۳۹)" مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر کا کام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۵ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

(۵۔۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید نماز بھی پڑھتا ہے اور داڑھی بھی شرع کے مطابق رکھتا ہے لیکن ایک مسلمان بھائی کی فیصلہ کن زمین اس کی ناموجودگی میں کچھ قبضہ کرلیا ہے اور اس کے سامنے جو باقی زمین ہے، اس کے لیے دھمکی دیتا ہے اور آواز اٹھاتا ہے کہ جو باقی میرے سامنے ہے، میں اس کو بھی قبضہ کرلوں گا، چاہے اس کے لیے ایمان

ودھرم بیچنا پڑے۔اس طرح کی آواز اُٹھانے والا کیا دائرہ اسلام میں شامل ہے یا نہیں؟ جواب سے نوازیں۔

(۲) زید بکر کی ناموجودگی میں بکر کی زمین اپنے نام کرالیا، دوسرے کو بکر بنا کر۔ کیا ایسی صورت میں زید جس زمین کو ناجائز قبضہ کیا ہے کوٹ کے ذریعے اور اسی سے غلہ پیدا کرے یہ غلہ اس کے لیے جائز ہے یا حرام؟ جواب سے نوازیں۔

(۳) زید نمازی ہے اور اپنے مسلمان بھائی سے جھگڑا ناجائز طریقے پر کر رہا ہے اور گالی بھی گھناؤنی قسم کی دیتا ہے اور وہاں کے امام صاحب نے اسے گالی دینے سے روکنا چاہا اور اسے سمجھانا چاہا تو وہ امام صاحب کو دھکا دیتے ہوئے امام صاحب کو مارنے پڑ گیا، اور امام صاحب بھی کہنے لگے آؤ مارو دیکھیں تمہارے اندر کتنی طاقت ہے؟ اس بات پر گالی دیتے ہوئے اپنے گھر کے اندر چلا گیا، ایسے شخص کے اوپر کیسا حکم صادر ہونا چاہئے؟ جواب سے نوازیں۔

المستفتی، محمد اشرف القادری دیوریاوی (یوپی)

الجواب

(۱، ۲) ایسے مواقع پر ایمان ودھرم کا لفظ امانت ودیانت کے معنی میں بولا جاتا ہے

تو زید کے قول کا مطلب یہ ہوا کہ اس زمین پر قبضہ کرنے کے لیے مجھے حرام وناجائز، خیانت اور غصب وظلم ہی کیوں نہ کرنا پڑے میں کروں گا، اس لیے اس قول کی وجہ سے زید پر کفر کا حکم نہیں لگے گا، البتہ وہ سخت فاسق وظالم ہے، اس کی نماز اور دینداری اس کے کام نہیں آئے گی، کیوں کہ یہ حق العباد ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنا حق تو معاف کر دے گا، مگر بندے کا حق معاف نہیں کرے گا، حدیث شریف میں ہے جو شخص کسی کی ایک بالشت بھی زمین غصب کرے گا قیامت کے دن اس زمین کے ساتوں طبق کی زمین اس کے سر پر لادی جائے گی اسے اٹھانے کے لیے مجبور ہوگا، زید سے کہئے کہ آج مٹی کا ایک بورہ (ڈھائی من) ہی دن بھر سر پر لاد کر دیکھے کہ کیا ہوتا ہے تو قیامت کے دن کے عذاب کے لیے بہادری دکھائے گا، زید فاسق معلن اس کو امام بنانا ناجائز ہے اور اس زمین کی پیداوار زید کے لیے حرام ہے۔

(۳) امام صاحب کو گالی گلوج دے کر زید دوسرے بڑے گناہ میں گرفتار ہوا۔ حدیث شریف میں ہے: " سبابہ فسق " مسلمان کو گالی دینا فسق ہے، آس پاس کے لوگوں پر لازم ہے کہ زید پر اتنا دباؤ ڈالیں کہ وہ ظلم سے باز آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۱ جمادی الآخر ۱۴۱۵ھ

(۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) جو مسلمان بدزبانی کے ساتھ مسجد میں تالا لگانے کو کہے اور مسجد کو پٹرول ڈال کر جلانے کو کہے وہ مسلمان قرآن وحدیث کی روشنی میں کیسا ہے؟ جواب عنایت ہو۔

(۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں جس شخص نے انجمن کا پیسہ لیا ہے اور دینے کے لائق ہے اور مانگنے پر کتراتا ہے اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا ہے وہ کیسا ہے؟ جواب عنایت ہو۔

(۳) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں جس شخص نے نسبندی کرایا ہے تو بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ نہ اس کی نماز جنازہ پڑھائی جائے گی اور نہ اس میت کو قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی جائے گی اور قبرستان میں دفن بھی کیا جائے گا اس پر لوگوں کا آپس میں اختلاف ہے کیا صحیح ہے کیا غلط ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنات کریں۔

(۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک مسلمان کچھ غیر مسلموں کو لے کر دوسرے مسلمان سے قبرستان کے لیے مقدمہ لڑ رہا ہے اور وہ کہہ رہا ہے کہ یہ قبرستان نہیں ہے، اس میں بیل بھنیس گاڑے جاتے ہیں، جب آپس میں اختلاف ہوا تو ایک ذات کا ہریجن جس کو ہم چمار کے نام سے پکارتے ہیں وہ کوٹ میں جا کر گواہی دیا کہ یہ مسلمانوں کا قبرستان ہے، اس میں مسلمانوں کی میت دفن کی جاتی ہے، اور اس کی دین ہے کہ آج مقدمہ ہائی کورٹ میں پہنچا ہوا ہے تو ہریجن کا سوال ہے کہ کوئی مسلمان ہماری بات کا جواب دے کہ جو شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے اور قبرستان کو کہے کہ یہ قبرستان نہیں ہے، اور ہم ایک ذات ہریجن ہو کر کہتے ہیں کہ قبرستان ہے تو وہ مسلمان بہتر ہے یا ہم بہتر ہیں؟ اس کا جوب عنایت ہو۔

المستفتی: اراکین انجمن کمیٹی تتیاں کلاں پوسٹ تتیاں کلاں ضلع دیوریا (یوپی)

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی پہلے دوسرے اور چوتھے نمبر میں جو باتیں ذکر کی گئی ہیں سب فسق وفجور اور گناہ ہیں اور جو ان باتوں کا مرتکب ہے فاسق وفاجر ہے، ایسے شخص کو نرمی سے سمجھایا جائے کہ وہ اپنی ان بداعمالیوں سے باز آئے، اگر وہ باز نہ آتا ہو تو اس کی اصلاح کی نیت سے اس کا بائیکاٹ کیا جا سکتا ہے اور بائیکاٹ اسی وقت تک کیا جائے کہ راہ راست پر آ جائے اور جب وہ راہ راست پر آ جائے فوراً بائیکاٹ ختم کر دیا جائے، اور اس سے کسی قسم کا مالی جرمانہ یعنی نقد رقم یا برادری کا کھانا وغیرہ نہ لیا جائے کہ یہ ظلم ہے۔

اور یہ بھی خوب خیال رہے کہ غرض اس شخص کی اصلاح ہو، ایسا نہ ہو کہ خود بھی اسی قسم کی حرکتیں کرتے رہتے ہوں اور موقع آ گیا ہے تو فتویٰ منگا کر اس سے انتقام اور بدلہ لے رہے ہوں، یہ سب ناجائز اور حرام ہوگا، تیسرے نمبر کا جواب یہ ہے کہ نس بندی حرام ضرور ہے۔

لیکن ایسے شخص کی نماز جنازہ ضرور پڑھی جائے گی اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں ضرور دفن کیا جائے گا عوام اور جاہلوں میں جو یہ مشہور ہے کہ اس کی نماز جنازہ نہیں اور وہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جائے گا سب غلط اور خلاف شرع، نماز جنازہ ہر مسلمان کی پڑھی جائے گی، چاہے کتنا ہی گنہگار ہے اور مٹی بھی دی جائے گی، یہ مسلمانوں پر اس کا حق ہے، ہاں اس پر یہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں توبہ استغفار کرے اور اپنے اس گناہ کی معافی مانگے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲ ذی الحجہ/۱۴۱۰ھ

(۹۔۱۰) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید کا قول ہے کہ مفتی جیش محمد صاحب قبلہ میرے عضو تناسل کی طرح ہیں جب کہ مفتی جیش محمد صاحب خلیفہ مارہرہ ہیں، نیز ان کے تقویٰ پر اس دور کے علماء کا اتفاق ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روئے شرع ایسے شخص پر کیا حکم ہے؟

(۲) یہ بتائیں کہ صاحب فیروز اللغات مولٰنا فیروز اور اکبر بادشاہ باعتبار شرع یہ دونوں مؤمن ہیں یا نہیں؟ المستفتی، محمد واعظ الحق رضوی جمالی راج محل مہاجن ٹولہ صاحب گنج (بہار)

الجواب

(۱) مولٰنا محمد جیش صاحب تو عالم ہیں، کسی عام مسلمان کو بھی کوئی بلا سبب گالی دے تو ناجائز وحرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ ﴾ (الحجرات: ۱۱) کسی کے برے نام نہ رکھو برا نام فسق وگناہ ہے۔ اور یہ قابل تعزیر جرم ہے۔

بہار شریعت حصہ نہم صفحہ ۱۶ پر ہے، کسی گناہ پر بغرض تادیب جو سزا دی جاتی ہے، اس کو تعزیر کہتے ہیں، شارع نے اس کے لیے کوئی حد مقرر نہیں کی، بلکہ اس کو قاضی کی رائے پر چھوڑا۔

اعلیٰ حضرت مولٰنا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس ملک میں یہی سزا باقی ہے (یعنی بائیکاٹ) (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم) خود زید پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور معافی مانگے اور خود مولٰنا سے بھی معافی کا طلب گار ہو۔

(۲) اکبر بادشاہ کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے ایک نیا مذہب دین اکبری نکالا تھا جس میں ہر دھرم والے کو اپنے طریقہ پر عبادت کرنے کی اجازت تھی، اگر یہ صحیح ہو تو صرف اسی ایک بات سے وہ خارج از اسلام ہے۔ مولوی فیرز الدین کے بارے میں مجھے کوئی اطلاع نہیں کہ وہ کیسے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۸ ربیع الاول/۱۴۱۶ھ

(۱۱-۱۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) جناب عبدالعزیز صاحب مقام ندی پار وجے راگھوگڈھ والے نے ایک میٹنگ میں ایک مستند عالم دین کو اپنی ذاتی دشمنی کے سبب چند آدمیوں کے سامنے کہا کہ مولینا اطہر صاحب شیطان ہیں اور جو حافظ یا عالم مدرسہ سے تعلق رکھتا ہو اس کو مسجد کا امام نہ بنایا جائے تو ایسے شخص پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ برادری والے ایسے شخص کے ساتھ کیا سلوک کریں۔ دستخط گواہ عبدالحمید صاحب، عبدالخالق صاحب

(۲) مری ہوئی بکری یا مرا ہوا بیل یا بھینس چمار کو دے کر پیسہ لینا کیسا ہے؟ اور ایسے ہی مری ہوئی بکری یا بیل کا چمڑا نکلوا کر بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ جو حکم ہو جواب عنایت کریں مہربانی ہوگی۔

المستفتی، محمد منصور، لالی باہر، وجے راگھوگڈھ ضلع جبل پور (ایم پی)

الجواب

(۱) ایک مسلمان کو بھی بلا سبب گالی دینا جرم وگناہ ہے تو ایک عالم کو بلا وجہ گالی دینا اور زیادہ ناجائز وگناہ ہوگا۔ قرآن عظیم میں ہے ﴿لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ﴾ (النساء ۱۴۸) اس کو مولانا صاحب سے معافی مانگنا چاہئے اور وہ ایسا نہ کرے تو مولینا صاحب بھی وہی لفظ اس کو دوہرا سکتے ہیں۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿اِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾

(۲) مردار جانور کے گوشت اور کھال کی بیع ناجائز ہے، کسی کے ہاتھوں ہو ہاں چمڑہ پکایا ہوا ہو کہ اس کی نجاست اس سے نکل چکی ہو اور وہ سوکھ گیا ہو تو اس کو بیچ سکتے ہیں اور اس کا معاوضہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۳ شعبان ۱۳۱۶ھ

(۱۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی بہن ہندہ نے ایک غیر مسلم کے ساتھ شادی کر لی مگر ہندہ کا بھائی زید برابر اس غیر مسلم (بہنوئی) کے گھر آتا جاتا ہے، کھاتا پیتا ہے، اور وہ غیر مسلم بھی اس کے ہر معاملہ میں شریک رہتا ہے، اسی بات کو لے کر جماعت میں اختلاف ہے۔ حتی کہ مسجدیں ویران نظر آتی ہیں۔ دین کا نقصان ہو رہا ہے۔ ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اب زید کے ساتھ تعلقات آبادی کے مسلمانوں کا رکھنا کیسا ہے۔ زید کے گھر آنا جانا کھانا پینا شادی بیاہ میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث سے جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: محمد شفیع صدر انجمن جیتری ضلع شہڈول ایم۔ پی

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی زید فاسق وفاجر اور دیوث ہے۔ اہل اسلام ایسے شخص کا معاشرتی بائیکاٹ

کرنے میں حق بجانب ہیں۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾(الانعام:٦٨)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۴۰۵/۵/۱۴ھ

(۱۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

داڑھی کتروانے والے کو امام بنانا حرام ہے تو کیا تصویر کشی کرانے والے، چین دار گھڑی پہننے والے، وعدہ کر کے مکر جانے والے، امانت میں خیانت کرنے والے، جھوٹ بولنے والے، مسلمان کو کافر کہنے والے، لوگوں کو دکھانے کو عبادت کرنے والے، فرقہ بندی پیدا کرنے والے، فتنہ کو ہوا دینے والے کو امام بنانا جائز ہے، اگر نہیں تو کیوں جواب عنایت فرمائیں۔ تاکہ گستاخوں کا منھ توڑ جواب ہو سکے نوازش ہوگی۔

المستفتی مولانا رضوی

الجواب

مسائل شرعیہ اللہ ورسول کا حکم جاننے اور اس پر عمل کرنے کے لیے پوچھے جاتے ہیں اور آپ نے کسی کو منھ توڑ جواب دینے کے لیے سوالات کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح نیت اور عمل خیر کی توفیق عطا فرمائے۔ (۱) داڑھی حد شرع سے کم رکھنا حرام ہے

شامی اور درمختار میں ہے: یحرم قطعها والسنة فيه القبضه۔

داڑھی میں سنت کی مقدار ایک مشت ہے۔ اور اس سے کم رکھنا حرام ہے اور ایسا گناہ ہے جسے چھپایا نہیں جاسکتا، تو یہ گناہ علی الاعلان ہوا، اور اس کا مرتکب فاسق معلن ہوا۔ اور اس کی امامت ضرور مکروہ تحریمی ہے۔

تو جو حنفی ہو ایسے امام کی اقتداء نہ کرے الا فیما استثنی اور ایسے شخص کو امام مقرر نہ کیا جائے۔

(۲) جاندار کی تصویر بنانا اور بنوانا بھی حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے: لعن الله المصورين

تصویر بنانے والوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی۔ تو جو شخص علی الاعلان یہ کام کرے، اس کا حکم بھی وہی ہے جو نمبر اول کا ہے۔

(۳) علمائے اہل سنت گھڑی میں دھات کی چین کے استعمال کو ناجائز بتاتے ہیں تو جو ان احکام کے پابند ہیں، ان کو ضرور ایسے اماموں کی اقتداء سے بچنا چاہئے اور طاقت ہو تو ایسے لوگوں کو امام نہ رکھنا چاہئے

(۴) وعدہ خلافی، امانت میں خیانت اور کذب بیانی ان تینوں امور کو حدیث شریف میں

منافقوں کی علامت بتایا گیا ہے۔

آیۃ المنافق ثلث اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اوتمن خان (بخاری شریف)

تو جو شخص ان صفات خبیثہ کے ساتھ معروف ومشہور ہو بلاشبہ اس کی امامت کا حکم بھی وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

(۵) مسلمان کو کافر کہنے میں تفصیل ہے۔ جو کسی سچے مسلمان کو بلا دلیل کافر کہے جیسے مولوی اسماعیل دہلوی نے بیک جنبش قلم تمام مسلمانوں کو مشرک کہا۔ اور تقویۃ الایمان لکھ کر جھگڑے فساد کی بنیاد ڈالی۔ جس کا خود انہوں نے اقرار کیا ہے کہ اس سے لوگوں میں جھگڑا ہوگا۔

دوسرا وہ کہ کوئی مسلمان ہو کر کفر کی بات کرے۔ اس کو کافر کہا جائے، دیوبندیوں کے چار مولویوں نے اپنی کتابوں میں اللہ ورسول کی توہین چھاپی تو علمائے حرمین نے انہیں کافر کہا تو مسلمان ہی کو مشرک بنانے والا گروہ ضرور امامت کے لائق نہیں، اور اس کی گمراہیوں کا بتانا فتنہ وفساد نہیں۔ اور کفر بکنے والے کو کافر کہنا کوئی گناہ نہیں، اس سے ان کی امامت میں کوئی حرج نہیں ہے اور ایسے لوگوں کو فسادی بتانا خود ہی فتنہ وفساد ہے۔

(۶) ریاکاری ضرور گناہ کبیرہ ہے، بلکہ حدیثوں میں اس کو شرک خفی کہا ہے، لیکن اس کا ثبوت بہت مشکل ہے تو اس کا تعلق ہر آدمی کے اپنے قصد وارادہ سے ہے جس کا پتہ دوسرے کو کیسے چلے گا تو حکم تو اس کا بھی فسق کا ہی ہے۔ لیکن کسی خاص آدمی کو ریاکار ثابت کرنا مشکل ہے۔ وقد تم الکلام بعد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۴ رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ

(۱۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

کسی وجہ سے بھائی بہن میں جھگڑا ہو گیا، جھگڑے کے دوران میں گالی گلوج بھی ہو گیا، بہن نے بھائی کو اور بھائی نے بہن کو گالی دی، گالی کے درمیان بھائی نے بہن کو کہہ دیا کہ اصل کی ہو تو آج سے میرے دروازے پر مت آنا، روتے روتے بہن اپنے گھر چلی گئی، نو یا دس ماہ بیت جانے پر بہن کے بڑے بھائی نے بہن کو اپنے گھر بلایا، بہن کو بڑے بھائی کے گھر چھوٹا بھائی دیکھا تو پھر بہن کو الٹی سیدھی باتیں بولنے لگا تو بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کو کہا کہ یہ ٹھیک نہیں کر رہے ہو، جھگڑا قیامت تک کے لیے نہیں کیا جاتا ہے، ایسا کرنا بہت خراب ہے۔ دنیا میں سب لوگ غیر معصوم ہیں کوئی معصوم نہیں ہے۔ اس پر چھوٹا بڑے کو سخت وسست کہا اور کہا کہ اس سے اپنا رابطہ قائم رکھئے گا اور آنا جانا کیجئے گا تو آپ کے ساتھ یکتائی بھائی بندی نہیں چلے گی تو بڑا بولا کہ چلانا یا نہ چلانا تم ہی جانتے ہو، چلانا یا مت چلانا یہ تمہارا کام ہے تم جانو

ہم نہیں جانتے ہیں۔

اب رہی بات یہ ہے کہ ایسا کرنا شرعی قانون میں روا یا جائز ہے؟ ایسا کہنا شرعی قانون میں کیسا ہے؟ اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دینے کے لیے برائے مہربانی تکلیف اٹھائیں گے اور جواب میں حروف ذرا صاف صاف تحریر کریئے گا، ہم کم پڑھے لکھے ہیں تا کہ آسانی سے پڑھ لیں۔

المستفتی: سیف اللہ مقام وپوسٹ پنچہ کھوراکلن دیا پترا ضلع بلیا یوپی

الجواب

گالی بکنا گناہ ہے تو جو مسلمان گالی بکے گنہگار اور فاسق ہے۔

حدیث شریف میں ہے: سباب المسلم فسوق۔ (مسند احمد: ۴۳۹/۱) مسلمان کو گالی دینا فسق (گناہ) ہے۔ اگر دو مسلمان آپس میں ایک دوسرے کو گالی دیں تو دونوں کا گناہ اس پر ہے جو گالی کی ابتدا کرے۔ اور اگر دوسرا حد سے بڑھ گیا تو دوسرے پر بھی گناہ ہوگا، اس کی بھی حدیث ہے: المستبان ما قالا فعلی البادی ما لم یتعد المظلوم۔ (مسند احمد: ۶۸۴/۳)

تو بھائی بہن کے جھگڑے میں گالی دینے اور اس کے جواب میں گالی دینے والے دونوں کا گناہ جس نے گالی کی ابتداء کی اس پر ہوگا۔ اب جواب دینے والا جواب کی حد سے بڑھا تو اس پر بھی گناہ ہوگا۔ اس کے بعد چھوٹے بھائی نے بہن کو جو اپنے گھر سے بھگا دیا تو یہ قطع رحمی ہوئی، اس کے بارے میں حدیث شریف میں فرمایا: لا یحل لمسلم ان یهجر اخاه فوق ثلث فمن حجر فوق ثلث فمات دخل النار۔ (بخاری: ۲۳/۸، ۲۵، ۶۵)

مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے، اگر اسی حال میں مرگیا تو جہنم میں جائے گا۔ اور بڑے بھائی نے بہن کو اپنے گھر بلایا تو یہ اس نے صلہ رحمی کی جو اللہ ورسول کو بہت پسند ہے۔ اس پر چھوٹے بھائی نے جو بھائی چارگی ختم کرنے کی دھمکی دی یہ اس کی دوسری زیادتی اور برائی ہے، اس پر بڑے بھائی نے جو جواب دیا وہ بھی ایک معقول جواب ہے، کہ تم کیا کرتے ہو تم جانو ہم نہیں جانتے ہیں، اگر ہم نہیں جانتے کے بجائے یہ کہتا کہ ہم تو تمہیں نہیں چھوڑیں گے تو یہ اور بہتر تھا۔

حدیث شریف میں ہے: صل من قطعك و اعف عمن ظلمك (الدر المنثور: ۱۵۴/۳)
جو تم سے رشتہ توڑے تم اس کو جوڑو اور جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کرو۔

الحاصل اس پورے معاملہ میں چھوٹے بھائی کی زیادتی ہے، اس کو بڑے بھائی سے معافی مانگنی چاہئے۔ اور بہن کو بھی راضی کر کے اپنے گھر لانا چاہئے اور دونوں کو گالی گفتار سے پرہیز کرنا چاہئے۔ واللہ

تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۴ ر جمادی الاولیٰ ۱۷ھ

(۱۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کا کہنا ہے کہ مدرسہ کی زندگی خنزیر کی طرح گذرتی ہے۔ ایسا کہنے والے پر از روئے شرع کیا حکم صادر ہوتا ہے؟ عین نوازش ہوگی۔ المستفتی: محمد صغیر احمد قادری مقام گلاب پوسٹ کٹیا سوتری نیپال

الجواب

ایسا کہنے والا بدزبان اور فحش گو ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دے۔

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۵ ر جمادی الاولیٰ ۱۷ھ

(۱۷۔۱۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ایک ہندو عورت بیوہ کسی مسلمان کے ماتحت رہتی تھی جس کی دو لڑکی ایک لڑکا ہیں۔ اب وہ لڑکا بالغ ہو رہا ہے۔ اس کو ختنہ کرایا جائے یا نہ کرایا جائے۔ محلہ کے لوگ اس کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ لیکن بغیر ختنہ لوگ تشویش میں ہیں یا پھر سے مسلمان کیا جائے۔

(۲) گذارش یہ ہے کہ ایک شخص گداگری کرتا ہے اور مسجد میں اذان دیتا ہے۔ تو کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) اگر اسلام کو سمجھتا ہے اور قبول کرتا ہے تو اس کا ختنہ کرادو۔

(۲) جس کا ذکر سوال میں ہے اگر وہ صاحب نصاب ہوتے ہوئے بھی گداگزری کرتا ہے۔ اور خیرات وزکوۃ کھاتا ہے تو فاسق معلن، اس کی اذان مکروہ ہوگی۔ موذن نہ رکھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۲ ر شعبان ۸۴ھ

الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح: عبدالرؤف

(۱۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے یہاں کے مولوی صاحب جن سنگھ کی طرف سے ممبری کی سیٹ سے اوٹ میں اٹھے تھے اور جن سنگھ جیت بھی گیا۔ اور جن سنگھ کا دو تین جلوس بھی نکلا تھا، اس میں مولوی صاحب دونوں تینوں جلوسوں میں بھی شامل تھے اور یہاں کے سب مسلمان ان کے اوپر ناراض بھی ہیں، اب آپ بتادیں کہ وہ امامت کر سکتے ہیں کہ نہیں؟ اس کا ہم کو جلد از جلد جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب

جن سنگھ مسلم دشمن جماعت ہے۔ اس کی ممبری قبول کر کے بلاشبہ مسلمانوں کو ایذا پہنچانے

والوں کی مدد کرنا ہے۔ جو بلا شبہ فسق و گناہ ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (المائدة:٢) اس لیے ان مولوی صاحب پر ہلکا سے ہلکا جو حکم دیا جاسکتا ہے وہ فسق کا ہے۔ ان کے پیچھے نماز مکروہ اور ان کی امامت شرعاً ممنوع۔ شامی میں ہے: "ومشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم" (ج٢/٢٥٥) ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۶ / جمادی الاولیٰ ۹۱ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۲۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید جو خود کو عالم دین کہتا ہے، ایک جوان غیر محرم عورت سے بے پردہ ہو کر ملتا ہے، عورت بھی اس سے پردہ نہیں کرتی، عورت مسلمان اور پردہ نشین گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ زید سے عورت کا کوئی محرم کا رشتہ بھی نہیں ہے اور نہ زید اس سے قریبی رشتہ رکھتا ہے۔ زید پردہ میں ہو کر گھنٹوں اس کے یہاں اس کے ساتھ رہتا ہے، دونوں یکجا ہو کر بیٹھ کر بات چیت کرتے ہیں۔

کیا زید کا یہ فعل شرعی حیثیت سے درست اور جائز ہے؟ اور نہیں تو اس کے پیچھے نماز فرض ادا کی جاسکتی ہے، یعنی اسے نماز میں امام بنایا جاسکتا ہے، زید نماز کا بھی پابند نہیں، نیز اس شخص سے محفل میلاد شریف میں حضور ﷺ کا ذکر پاک یا تقریر کرائی جاسکتی ہے، جب کہ زید اپنے کو مسلمان اور عالم دین کہتا ہے، حضور پاک ﷺ کے حکم کے خلاف غیر محرم عورت سے ملتا ہے، اس سے بے پردہ بات چیت کرتا ہے، قرآن وحدیث اور شریعت کے روشنی میں جواب سے مطلع فرمائیں۔ تاکہ جو شکوک ہوں وہ دور ہو سکیں۔

محمد سہیل بنڈلی غازیپور

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی اگر واقعۃً زید بلا عذر شرعی کسی غیر محرم سے بے پردہ خلا رکھتا ہے تو اس کا یہ فعل فسق ہے اور علی الاعلان اس کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ زید اس حرکت سے توبہ کرے تو اس کی امامت صحیح ہوگی، لیکن سائل کو استفتاء سے قبل خود زید سے ہی اس معاملہ کی صفائی کر لینی چاہیے تھی کہ جب وہ عالم دین ہے تو کیوں ایسا کرتا ہے؟ اور اگر کوئی عذر صحیح زید بتاتا تو شکوک دور ہونے کی یہ حقیقی کوشش ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۲۱۔۲۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) اگر کوئی سنی امام بدمذہب یعنی دیوبندی یا غیر مقلد کے یہاں کھانا کھاتا ہے اور اس کو سلام کرتا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے۔ کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے کہ نہیں؟ اور اگر نہیں تو جتنی نمازیں پڑھیں وہ واجب الاعادہ ہیں یا نہیں؟

(۲) داڑھی کے شرعی حدود سے کتب معتبرہ کی روشنی میں آگاہ فرمائیں۔

(۳) وقت اقامت مقتدی وامام کو کس وقت کھڑا ہونا چاہئے؟ اگر امام صاحب مسجد کے کسی حصہ پر تشریف فرما ہوں اور تکبیر شروع ہونے کے وقت وہاں آجائیں تو اس صورت میں بیٹھ جانا چاہئے یا نہیں؟

(۴) ایسا امام جو سنیوں کے فروعی جملہ مسائل پر عمل کرتے ہیں، لیکن تکبیر کے وقت کھڑے رہتے ہیں اور نام پاک علیہ السلام سن کر انگوٹھے نہیں چومتے، یا علمائے اہل سنت وجماعت کی تقریروں میں شریک نہیں ہوتے ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا شرعا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

(۵) کوئی ایسا سنی مدرسہ جس میں بیرونی طلبہ کے خورد ونوش کا مدرسہ کفیل نہ ہو، زکوۃ وفطرہ دینا جائز ہے کہ نہیں؟

(۶) ایسا شخص جو امام ہے اس کے پاس آٹا پیسنے کی چکی ہے اور وہ چھیس لیتا ہے۔ ہمارے علاقہ میں آٹا پیسائی مثلا بیس پیسے دھڑی ہے مگر مزدوری کے ساتھ ہی ساتھ دھڑی پر آدھ پاؤ آٹا بھی لیا جاتا ہے جس کو چھیس کے نام سے موسوم کرتے ہیں، امام صاحب بھی لیتے ہیں۔

کیا یہ چھیس کا آٹا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو ایسے شخص کی امامت بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟ مندرجہ بالا سوالوں کا جواب مدلل مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں۔ فقط

انجمن نعیمی اشرفی مدرسہ حنفیہ اہل سنت رستم نگر مراد آباد

الجواب

حدیث شریف میں ہے: "ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم" گمراہوں کو اپنے سے دور رکھو اور ان سے اپنے کو دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ پس امام صاحب مذکور کے سوال میں ذکر کئے ہوئے معاملات اگر خلا ملا کی حد تک ہی ہیں اور ان کی شرعی ممانعت کے مقر ہیں تو وہ مبتلائے گناہ ہیں اور امام صاحب اگر ایسا علی الاعلان کرتے ہیں تو وہ فاسق ہوں گے اور ہے تو ہے ان کے پیچھے نماز بلاشبہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ "فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم" (شامی, ۲۵۵)

(۲) درمختار میں ہے:"السنة فيه القبضة ويحرم قطعها"(شامی :۹/ ۴۹۸) داڑھی منڈانا یا حد شرع سے کم کرنا حرام ہے۔اور حد شرع ایک مشت لمبائی ہے۔

(۳) امام ومقتدی دونوں مسجد میں موجود ہوں تو کھڑے ہوکر تکبیر سننا مکروہ ہے۔جب موذن حی علی الفلاح کہے تو اٹھے اور امام مصلی پر موجود نہ ہو اور تکبیر شروع ہو چکی ہو تو جب امام آئے اس وقت کھڑے ہوں۔

عالمگیری میں ہے: "اذا دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار قائما و لكن يقعد ثم اذا قال الموذن حى على الفلاح"(ج اول/۸۴)

اسی میں ہے:"اذ كان الامام خارج المسجد فان دخل المسجدمن قبل الصفوف فكلما جاوز صفا قام ذلك الصف "(عالمگیری:۱/ ۷۴)

(۴) اگر امام کے عقیدے سب سنیوں کی طرح ہیں اور عمل بھی انہیں کی طرح تو صرف تکبیر کے وقت نہ بیٹھنے اذان میں انگوٹھے نہ چومنے یا تعزیہ داری میں شریک نہ ہونے سے اس کی امامت میں فرق نہیں آئے گا۔لیکن ایسے لوگوں کو خوب چھان بین لینا چاہئے،ایسے لوگ اکثر تقیہ کئے پڑے رہتے ہیں او رجب اپنا اثر جما لیتے ہیں تو کچلی سے باہر ہو لیتے ہیں۔

(۵) زکوۃ کے مال سے رقم براہ راست مدرسین کی تنخواہ یا تعمیر وغیرہ میں صرف نہیں کی جاسکتی جس میں فقیر کو مالک نہ بنادیا جاتا ہو۔عالمگیری میں ہے:

"و لا يجوز ان يبنى للزكوة المسجد الى ان قال و كل مالا تمليك فيه " اسی سے آپ اس مدرسہ کا حکم بھی نکال سکتے ہیں۔

(۶) اس طرح آٹا پیسنا جائز نہیں۔ہدایہ میں ہے : "قد نهى النبى ﷺ عن قفيز الطحان وهو ان يستاجر ثورا يطحن له حنطة بقفيز من دقيقة" ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۳/ جمادی الاولی ۹۰ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۴۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

موضع بھٹیا پوسٹ ایار تھانہ گھوسی میں ۲۲ رگھر مسلمان جوگی برادری کے رہتے ہیں۔ اسی گاؤں کے چند مسلمانوں کو اور آس پاس کے چماروں کو ملا کر یہاں کے،ذی اثر آدمی علاءالدین نے ایک جماعت منگل بنایا جس کا خود صدر بن گیا۔اسی وقت سے مسلمانوں کے قبرستان کا جھگڑا شروع کیا۔اور اپنے

میل کے لوگوں کو جمع کر کے غریب مسلمانوں کو مارا، ان کا گھر لوٹا، اور گاؤں برباد کر دیا۔ تب سے مسلمان گاؤں چھوڑ کر دوسری جگہ بھاگے، کئی بار یہ جھگڑا کرایا، الغرض وہ مسلسل ظلم تباہی مچائے ہوئے ہے جس کے نتیجہ میں تھانہ پولیس مقدمہ بازی کی لعنت میں بھی ہم گرفتار ہیں۔

ایسے ظالم انسان کے لیے جو اسلام کا بھی دعویٰ کرتا ہے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

سوال میں جو کچھ لکھا ہے اگر صحیح ہے تو وہ شخص سخت ظالم، موذی اور فاسق وفاجر ہے، عام مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے شخص کا سماجی بائیکاٹ کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (المائدۃ:۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۰ ارشوال المکرم ۱۴۰۸ھ

(۲۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید نے ایک بھینس کے ساتھ بد فعلی کی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روئے شرع مطہرہ زید کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور بھینس کا گوشت اور اس کا دودھ حلال ہے یا حرام ہو گیا۔ اس کے بارے میں حضرت مولانا مفتی شریف الحق صاحب اشرفیہ نے ایک فتوی صادر فرمایا ہے جس کی بنا پر قصبہ میں کافی ہیجان ہے۔ میں سوال اور موصوف کا فتوی نقل کر رہا ہوں۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں۔

زید نے ایک بھینس کے ساتھ زنا کیا کیا اس کا دودھ اور اس کا گوشت کھانا جائز ہے؟

المستفتی محمد قمر الزماں پرانی بستی مبارکپور

جواب: حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من اتی بھیمۃ فاقتلوہ واقتلوھا معہ رواہ احمد وابو داؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما" (سنن ابی داؤد: ب ۳۰) فتح الباری: ۵۵/۴)

جو چوپائے کے ساتھ وطی کرے تو اسے بھی قتل کر دو اور چوپائے کو بھی اس کے ساتھ قتل کر دو۔

درمختار میں ہے: "ولایحد بوطی بھیمۃ بل یعزرو تذبح ثم یحرق ویکرہ الانتفاع بھا حیاً ومیتاً۔

جس جانور کے ساتھ وطی کی جائے اسے ذبح کر دیا جائے، پھر جلا دیا جائے، اسے زندہ رکھ کر یا ذبح کے بعد اس سے کوئی نفع حاصل کرنا مکروہ ہے۔ اس لیے اس بھینس کا نہ دودھ پیا جائے، نہ ذبح کر کے اس کا گوشت کھایا جائے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ دودھ کسی غیر مسلم کے ہاتھ بیچ دیا جائے، اسی طرح بھینس کو بھی، مگر ایسے غیر مسلم کے ہاتھ بیچا جائے جو دودھ مسلمانوں کے ہاتھ نہ بیچتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد ارشاد واستکتبہ محمد شریف الحق امجدی خادم الافتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ۲۲؍ ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ

اس فتوی کے بعد عام طور پر لوگ پوچھ رہے ہیں کہ بھینس جو قطعاً عقل وشعور نہیں رکھتی، اسی لیے مکلف بھی نہیں اس کے لیے اتنا سخت حکم کہ اس کو ذبح کر دیا جائے پھر جلا دیا جائے، اور وہ بد بخت جو عقل وشعور کا مالک ہوتے ہوئے اس فعل قبیح کا مرتکب ہو، اس کے لیے قتل کرنے کے بجائے تعزیر کا مفتیانہ حکم کس بنا پر ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ فتوی دیکھنے کے بعد میرے ذہن میں بھی فطری طور پر یہ سوال ابھرا کہ قتل والی حدیث میں بدفعلی کرنے والے اور بہیمہ دونوں کے لیے یکساں قتل کا حکم ہے۔ لیکن، درمختار میں ہے: "ولا یحد بوطی بھیمۃ بل یعزرو تذبح ثم یحرق ویکرہ الانتفاع بھا حیاً ومیتا"

اگر مذکورہ بالا حدیث صحیح ولائق احتجاج ہے تو پھر دونوں ہی کے لیے قتل کا حکم ہونا چاہئے۔ درمختار میں دونوں میں تفریق کیوں کی گئی؟ اس تضاد کی بنا پر میں نے اپنی بساط بھر چھان بین کی۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ قتل والی حدیث قطعاً درجۂ حجت تک نہیں پہنچتی۔ اس ضعیف حدیث سے قتل واحراق جیسے سخت احکام ثابت نہیں کئے جاسکتے۔ اس حدیث کی تضعیف بلند پایہ محدثین وبالغ نظر شارحین کے علاوہ امام ابن ہمام نے بھی کی ہے۔ ذیل میں چند حوالے پیش کر رہا ہوں۔

قتل والی حدیث کے بارے میں ابوداؤد نے فرمایا: "لیس ھذا بصحیح"

عون المعبود شرح ابی داؤد۔ جلد ۴ ص ۱۷۱ میں ہے:

"واکثر الفقھاء کماحکاہ الخطابی علی عدم العمل بھذاالحدیث ولا تقتل البھیمۃ ولامن وقع علیھما قال الترمذی ھذا اصح من الحدیث الاول والعمل علی ھذا عند اھل العلم انتھی اما حدیث عن ابن عباس عن رسول اللہ ﷺ قال من اتی بھیمۃ فاقتلوہ واقتلوھا معہ۔ ففی اسناد ھذا الحدیث کلام رواہ احمد واصحاب السنن من حدیث عمروابن عمر وعن عکرمۃ عن ابن عباس وقال البخاری عمروصدوق ولکنہ روی عن عکرمۃ منا کیر وقال ایضا یروی عمرو عن عکرمۃ فی قصۃ البھیمۃ فلاادری سمع ام لا۔

امام بخاری امام ترمذی ابوداؤد جیسے جلیل القدر ائمہ کی تضعیف کے بعد اس حدیث کے ضعف میں کون شبہ کرسکتا ہے؟ فقہائے احناف کے نزدیک بھی یہ حدیث لائق استدلال نہیں ہے۔ چنانچہ مفتی شریف الحق صاحب نے فتاوی امجدیہ کی کتاب الحدود ص ۲۲۵ میں تحریر فرمایا ہے کہ (قتل والی حدیث) اس کے راویوں کی امام ابن ہمام نے تضعیف کی اس لیے ہمارے فقہائے احناف نے قتل کا حکم نہیں دیا۔

مجھے سخت حیرت ہے کہ اس حدیث کے ضعف کی بنا پر بدفعلی کرنے والے پر قتل کا حکم صادر نہیں

کیا جاتا تو پھر صاحب درمختار نے بہیمہ کے قتل واحراق کا حکم کس بنا پر دیا، جب کہ ابن عباس سے مروی اصح حدیث میں بہیمہ کے بارے میں کوئی حکم ہی نہیں ہے۔ ایک سوال اور بھی ذہن میں کھٹکتا ہے کہ اگر ایسے جانور سے انتفاع محض مکروہ ہے تو جانور کے قتل واحراق کی صورت میں کیا اضاعت مال نہیں ہے؟

صاحب ہدایہ ذبح کرنے اور جلانے کو ضروری قرار نہیں دیتے، کتاب الحدود ص ۴۹۵ میں ہے۔

"من وطی بهيمة فلاحد عليه والذی يروی انه تذبح البهيمة وتحرق وذلك لقطع الحدث به وليس بواجب۔

اس فتوی سے ظاہر ہوتا ہے کہ بدفعلی کے بعد بہیمہ کا گوشت اور دودھ حرام نہیں، کیونکہ ذبح اور احراق کا حکم محض اس بنا پر ہے کہ اس کے باقی رہنے کی صورت میں اس کا چرچا رہے گا، یہاں پر بھی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ چرچا روکنے کے لیے جلانے کی کیا ضرورت، بلکہ اس سے تو اور زیادہ تشہیر ہو جائے گی۔

آپ کی فقہی بصیرت اور قرآن وحدیث کی وسیع معلومات سے امید ہے کہ آپ مسئلہ کی پورے طور پر وضاحت فرما کر مجھے اور اہل قصبہ کو مطمئن فرمائیں گے۔ مہربانی فرما کر اس مسئلہ پر بھی روشنی ڈال لیجیے کہ مفتی صاحب نے بھینس کو غیر مسلم کے ہاتھ بیچنے کی ترکیب بتائی ہے تو کیا اس سے انتفاع کی یہ بھی ایک شکل نہیں ہے؟۔

عبدالقادر مصباحی پرانی بستی ۲۷؍ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ

الجواب

فتوی میں ذکر کی ہوئی حدیث کی سندی حیثیت کے بارے میں آپ نے جو تنقید کی ہے اس سے زیادہ تفصیل اور وضاحت کے ساتھ صاحب فتح القدیر امام ابن ہمام نے شرح ہدایہ جلد پنجم ص ۴۵ میں تحریر کیا ہے اور حدیث کو غیر معمول بہ بتایا ہے۔

صاحب عنایہ اکمل الدین فرماتے ہیں: "وما روی ان النبی ﷺ قال من اتی بهيمة فاقتلوه شاذ لا يعمل به۔ حوالہ مذکورہ بالا"

رہ گیا جانور کے بارے میں قتل کر کے جلانے والی بات تو اس کا قول جن لوگوں نے کیا اس کی اصل دوسری روایت ہے۔

بدائع الصنائع امام ملک العلماء میں ہے: "روی محمد عن سيدنا عمر رضی الله تعالیٰ عنه انه لم يحد واطی البهيمة وامر بالبهيمة حتی احرق بالنار"۔ (بدائع ج ۷ ص ۳۴)

عنایہ میں ہے: "وما روی عن علی ابن ابی طالب رضی الله تعالیٰ عنه انه اتی برجل

اتی بھیمۃ فامر بالبھیمۃ فذبحت واحرقت بالنار" (فتح القدیر ج ۵ ص ۴۵)

ایسا ہی کفایہ علامہ خوارزمی میں ہے، لیکن صاحب ہدایہ امام مرغینانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو اصحاب ترجیح میں سے ہیں فرماتے ہیں:

ذبح بہیمہ اور احراق کا قول وجوبی نہیں استحبابی ہے۔ یعنی ایسا کرو تو اچھا ہے اور نہ کرو تو کوئی حرج بھی نہیں۔ البتہ ہم آپ کی اس تنقید سے اتفاق نہیں کر سکتے کہ جانور کیلیے اتنا سخت حکم اور مرتکب کے لیے اتنا ہلکا حکم۔ اس کا حق آپ کو تب ہوتا جب جانور کو سزا کے طور پر قتل کیا جاتا حالانکہ یہاں ایسا نہیں ہے۔ خود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کی جو وجہ مروی ہے وہ یہ ہے:

"ماراہ قال ذلک الا لانہ کرہ ان یو کل لحمھا او ینتفع بھا وقد عمل بھا ماعمل"

اور شارح ہدایہ نے اس کی یہ وجہ بتائی کہ جب تک وہ جانور رہے گا لوگ اس کے فاعل کو عار دلائیں گے۔ اس لیے اس کو ختم کر دینا ہی اچھا ہے، پس جانور کو ان وجوہ کی بنا پر قتل کرنے کا حکم دیا جاتا ہے نہ کہ جرم زنا کی بنیاد پر تو ان دونوں میں موازنہ بے موقع ہے۔

آپ کی دیگر غلط فہمیوں کی وجہ یہ ہے کہ اس مسئلہ کو مذکورہ بالا فتوی میں اس کی پوری تفصیل کے ساتھ نہیں لکھا گیا ہے، اس لیے ہم متعلقہ کتابوں کی پوری عبارت تحریر کرتے ہیں۔

"وھذا اذا کانت مما لایو کل تذبح ویتحرق وان کانت مما توکل تذبح وتوکل عند ابی حنیفۃ وقالاتحرق ۔ ھذا ایضاً ان کانت البھیمۃ للفاعل وان کانت لغیرہ یطالب صاحبھا ان یدفع الیہ بقیمتھما ثم تذبح" (شرح کنز الحقائق للعینی جلد ۴ ص ۲۲۶)

کفایہ میں ہے:

"روی عن ابن ابی طالب انہ اتی برحل اتی بھیمۃ فذبحت واحرقت بالنار وھذا لیس بواجب عندناو ان کانت الدابۃ مما لایو کل تذبح ثم تحرق وضمن الفاعل قیمۃ الدابۃ ان کانت لغیرہ لانھا قتلت لاجلہ وان کانت ممایو کل تذبح فتو کل عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالی علیہ ولاتحرق بالنار"

صاحب ردالمحتار علامہ شامی فرماتے ہیں:

"ای قولھم یطالب صاحبھا ان یدفع الی الواطی لیس علی طریق الجبر وعبارۃ النھر انہ یطالب علی وجہ المندوب ولذا قال فی الخانیۃ کان لصاحبھا ان یدفع الیہ بالقیمۃ وعبارۃ البحر لایجبر علی دفعھا"۔ (شامی جلد ۳ ص ۱۰۰)

ان سب عبارتوں کا خلاصہ یہ ہوا کہ اولا اس جانور کا ذبح کرنا اور جلانا ضروری نہیں، اگر ذبح کیا اور وہ حلال جانور ہے تو اس کو کھایا جائے جلایا نہ جائے۔ پھر یہ استحبابی حکم بھی اس صورت میں ہے کہ جانور اس آدمی کا ہے جس نے بدفعلی کی اور کسی دوسرے کا ہے تو اس سے درخواست کی جائے گی کہ پوری قیمت لے کر اس واطی کو یہ جانور دے دے۔ اگر وہ دے دیتا ہے تو اچھا۔ اس کو اسی تفصیل کے ساتھ ذبح کیا جائے۔ اگر نہ دے تو اس پر کوئی جبر نہیں۔ اور جو حکم تھا وہ سب موقوف اور معطل، ہمیں افسوس ہے کہ مذکورہ فتوی میں درمختار کی مذکورہ عبارت کے بعد ہی ہماری خط کشیدہ عبارت تھی۔ وہ اگر نقل کردی گئی ہوتی تو مسئلہ کی نوعیت واضح ہو جاتی۔ اور اتنے شبہات نہ جنم لیتے۔

ہمارے قول کی تائید امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا احمد رضا خانصاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک فتوی سے ہوتی ہے جو فتاوی رضویہ جلد پنجم کتاب الحدود میں ہے۔ وہ جانور ذبح کر کے فنا کردیا جائے۔ گوشت، کھال جلادیں پالا نہ جائے۔

درمختار۔ ردالمحتار میں ہے: "ھذا اذ کانت ممالایو کل فان کانت تو کل جاز اکلھا عندہ وقالاتحرق ایضا زیلعی و نھر"۔

دیکھئے دونوں ہی حکم لکھدیئے کہ جس کا جی چاہے اس پر عمل کرے اور جس کا جی چاہے اس کو کھائے۔

اصل مسئلہ کی وضاحت کے بعد ضرورت نہ تھی کہ آپ کے ایک اور شبہ کا ذکر کیا جائے لیکن چونکہ اس کا تعلق ائمہ فقہ کی ذات سے ہے، اس لیے دو لفظ اس کے بارے میں بھی عرض کرتا ہوں۔ آپ کہتے ہیں چرچا روکنے کے لیے جلانے میں اور زیادہ تشہیر ہے اور یہ طریقہ عار دلانے والا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ جانور جب تک رہتا اس کا زیادہ شہرہ ہوتا، یا جب زانی سامنے پڑتا اور اس صورت میں کہ وہ جانور اسی کا ہو، یا اس کی قیمت ادا کر کے زانی نے اس کو خرید لیا ہو تو وہ جانور بھی وہیں ہوتا، اب خواہ مخواہ دیکھ کر لوگ مسکراتے، آنکھ مارتے، اور تکلیف کافی دنوں تک ہو سکتی تھی۔ اور وقتی شہرت دور تک ہو جائے، مگر دور رہنے والوں سے کون اس کام سے اس زانی کے پاس آئے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جیسا کہ ہم نے روایتیں نقل کیں، حضرت فاروق وعلی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے وقت میں جلایا جس کے تحت قطع تحدث کا مقصد حاصل زیادتی تشہیر والی قباحت نہ پائی گئی۔ اس وقت کا ماحول ایسا ہی تھا، آج کل واقعۃً یہ بات تعجب انگیز اور شرمناک ہوگی اور تشہیر کا باعث ہوگی تو آج دوسرے طریقے اختیار کیے جا سکتے ہیں۔ مثلا ذبح کر کے دفن کرادیں جیسا کہ اعلیٰ حضرت کے لفظ فنا کردیا جائے سے واضح ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

یکم محرم ۱۴۰۸ھ

(۲۹) **مسئلہ:** کیافرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید پر بحساب سوال شرعی فتوی ہے کہ زید سے تعلقات منقطع کئے جائیں۔ بکر جو زید کے دوستوں کے گھر میلاد پڑھنے گیا، بتایا جائے کہ بکر کی امامت درست ہے یانہیں؟ حامد کا کہنا ہے کہ بکر کی امامت عندالشرع درست نہیں۔ اگر بکر جمعہ کی نماز پڑھادے گا۔ تو پھر مسجد میں کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ جملۂ مذکورہ "مسجد میں کچھ بھی ہوسکتا ہے" ایسا جملہ ہے جو قتل وخونریزی ہی پر مبنی ہے۔ چوں کہ آج سے دوسال پہلے بھی حامد نے بروز جمعۃ الوداع مسجد میں مارکرایااور خود پہلے سے جوتا سنبھالے ہوئے مسجد سے نکل پڑا۔ صرف حامد نے ہی نہیں کہابلکہ بروز جمعہ حامداپنے بڑے بڑے سورما لشکرو سپاہ کو جمعہ پڑھنے کے لیے ساتھ لایا، اگر حامد مسجد میں مار کرانے کے خیال سے نہیں لایا تھاتو پھر آج حامد برسوں سے اس جگہ پر رہا ہے۔ بہت پہلے ہی جنگجو سورماؤں کو نمازی بنادیا ہوتا۔ درحقیقت وہ خود ہی نمازی نہیں ہے، صرف جمعہ کو نماز جمعہ کے لیے مسجد آیا کرتا ہے، بقیہ دنوں میں مسجد کا رخ بھی نہیں کرتا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ حامد خود کو مفتی کہتا ہے، اگر صحیح مفتی ہوتا خانۂ خدا میں لڑائی کرانے کے لیے جنگی سورماؤں کو نہیں بھیجتا۔ اب شرعی نقطۂ نظر سے آپ بتائیے کہ حامد مفتی ہے یا متفنی ہے؟ حامد کا قول مذکور مسجد میں کچھ بھی ہوسکتا ہے یہ کہنا ازروئے شرع کیسا ہے؟ اور حامد پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) قبرستان کی زمین میں نالی بہانے والوں کے یہاں مفتی صاحب کا کھانا پینا ان سے تمامی امور تعلقات ومعاملات میں ربط وضبط، ان سے سلام علیک، ان کے یہاں میلاد پڑھنا شرعی نقطۂ نگاہ سے کیا ہے؟ جب کہ زید خود بھی مفتی ہے اور دارالعلوم اشرفیہ سے فتوی بھی منگوایا ہے کہ نالی کا رخ فوری طور پر موڑلیا جائے، ورنہ ان سے قطع تعلق کیا جائے۔ واضح طور پر بتایا جائے کہ زید کی امامت عندالشرع درست ہے یانہیں؟

(۳) ایک ہی دفعہ کے دو مجرموں کے ساتھ (جب کہ دونوں سے شریعت نے قطع تعلق کا حکم دیا ہے) الگ الگ برتاؤ کرنا یعنی ایک کے ساتھ قطع تعلق اور ایک کے ساتھ حسن سلوک یہ شریعت ہے یا طبیعت ہے، اگر شریعت ہے جب تو کچھ نہیں وگرنہ طبیعت کی صورت میں ایک مفتی کے لیے شریعت کے مسائل کو پس پشت ڈال کر طبیعت پہ چلنا اور طبعی امور کی اتباع ازروئے شرع کیا ہے اور حضرت مفتی صاحب پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۴) ایسے ناظم وانتظامیہ کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے، جنہوں نے اپنے دور نظامت میں اجمالی طور پر بھی مدرسے کی آمد وخرچ کا حساب اشتہار طبع کراکے عوام تک نہ پہنچایا ہو۔ جب کہ مدرسے کا

سارا کام اشتہار ورسید کلینڈر وغیرہ کے ذریعہ ہورہا ہے، کیا شریعت ایسے ہی ناظم وانتظامیہ کے تحت مدرسہ چلانے کا حکم دیتی ہے، یا ان کی جگہ پر دوسرے کو متعین کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ حسب سوالات ہی جواب دیے جائیں اور یہ واضح کردیا جائے کہ ایسے ناظم کی امامت درست ہے یا نہیں؟ فقط

محمد طاہر حسین اورنگ آباد (بہار)

الجواب

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حال پر رحم کرے، فتوی پوچھنے سے ان کی غرض فتوی پر عمل کرنا نہیں ہوتی بلکہ جھگڑا اور فساد بڑھانا اور مخالف کو زک پہچانی ہوتی ہے۔

ہم نے سوال کی عبارت سے جو سمجھا۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ دو زید ہیں۔ ایک کا سائل نے نمبر لیک میں ذکر کیا ہے۔ اور دوسرے کا نمبر۲ میں ذکر کیا ہے۔ پہلے زید کے خلاف بائیکاٹ کا حکم دیا گیا ہے۔ اور دوسرے زید اور اس کے ساتھ دوسروں کو بھی یہ حکم ہے کہ اپنی نالی کا رخ قبرستان سے موڑلیں۔ ورنہ ان کا بائیکاٹ کیا جائے۔ اتفاق سے یہ دوسرا زید مفتی اور مولوی ہے۔ امام بھی ہے، صورت حال یہ ہے کہ نہ تو پہلے زید نے حکم شرع پر عمل کیا، نہ ان دوسروں نے، اس لیے دونوں ہی بائیکاٹ کے سزاوار ہوئے۔ بکر نے جو ایک مسجد کا امام ہے۔ پہلے زید کے دوستوں کے یہاں میلاد پڑھنے گیا۔ اس پر حامد نام کا کوئی شخص بر انگیختہ ہے۔ کہ اگر بکر نے جمعہ پڑھادیا تو مسجد میں کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ حامد خود پنجوقتہ نماز کا تارک ہے۔ ادھر قبرستان میں نالی نکالنے والے دوسرے فریق کے یہاں دوسرے زید وغیرہ کا کھانا اور میلاد خوانی سب چالو ہے۔ اس لیے سائل بجائے دار العلوم اشرفیہ کے دار العلوم شمس العلوم سے یہ فتوی حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ زید نمبر۲ جو غالباً مفتی اور امام ہیں ان کی امامت بھی ناجائز وحرام قرار دی جائے۔

جس کا مطلب یہ سمجھ میں آرہا ہے سائل کو اصلاح حال سے غرض نہیں۔ وہ یہ نہیں چاہتا کہ زید نمبر اول کے دوستوں کے یہاں خلا ملا رکھنے والے بکر کی بھی اصلاح ہونی چاہئے۔ اس کو تو صرف زید نمبر۲ اور اس کے ساتھیوں کو گردن زدنی قرار دینے سے دلچسپی ہے۔ اور اس گروپ کے خلاف ہماری ہم نوائی چاہتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شرح کے احکام کے خلاف جو عمل کرے اور اس کو اس پر اصرار ہو وہ فاسق معلن ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اور وہ نہ مانے تو اس کا بائیکاٹ کرنا چاہئے، چاہے زید نمبر (۱) اور اس کی پارٹی ہو، چاہے زید نمبر (۲) اور اس کا گروہ ہو۔ جو پنجوقتہ نماز نہ پڑھے۔ جو مسجد میں فساد کرانا چاہے وہ بھی سخت مجرم ہے۔

قرآن شریف میں ہے:﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾[البقرۃ:۱۹۱]
اورحدیث شریف میں ہے:"من ترك الصلوة متعمدا فقد كفر"
اور جو دینی ادارے میں خرد برد کرے وہ بھی فاسق ہے۔ اور اس کو اس کے عہدہ سے ہٹانا چاہئے۔
درمختار میں ہے:"وينزعه وجوبا ولو الواقف غير مامون" ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۳؍شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ

(۳۰) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ
زید اپنی بیوی کو لینے سسرال گیا اور وہاں کسی مسئلہ پر آپس میں تو تو میں تک ہوگئی اور اس دوران گفتگو میں زید کی بیوی نے اپنے شوہر کو لفظ کافر کہہ کر مخاطب کیا، آیا اب اس کی بیوی اس کے نکاح میں ہے یا نہیں؟ اور اس لفظ کو کہے ہوئے تقریباً ۴؍ماہ گذر گئے ہیں۔ اگر اس کے نکاح میں نہیں رہی تو اس کی عدت اور مہر کا کیا حکم؟ از روئے شرع جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ المستفتی مختار احمد نوادہ

الجواب

لڑائی جھگڑے میں کافر کا لفظ بطور گالی استعمال ہوتا ہے۔ اس کا مطلب مخاطب پر حکم کفر لگانا نہیں ہوتا۔ اگر زید کی بیوی نے بھی یہ لفظ گالی کے طور پر استعمال کیا ہے۔ اور ظاہر یہی ہے تو اس پر کفر نہیں ہوگا۔ اور نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۳؍ذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ

خواب کا بیان

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
کسی امام نے موذن کو بغیر کسی ثبوت کے کہا کہ میں خواب میں موذن صاحب کو دیکھتا ہوں کہ وہ مجھ پر کالی گھاٹ یعنی مرگھٹ (ہندوؤں کے جلانے کی جگہ) سے جادو کرتے ہیں اور میں جب مصلائے امامت پر چڑھتا ہوں تو حالت نماز میں بھی مجھے اس کی خبر ہوتی ہے کہ موذن صاحب مجھ پر جادو کر رہے ہیں، اور مجھے نماز میں پریشان کیا جاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے میں بیمار بھی پڑتا ہوں۔
لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکور امام کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اور موصوف امام کی اقتدا میں نماز پڑھنا از روئے شرع روا ہے یا نہیں؟
مزید الزام کے ثبوت نہ ملنے پر امام پر کیا حکم شرع عائد ہوتا ہے؟ از روئے شرع جواب عنایت

فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ المستفتی: حافظ محمد یٰس اختر رضوی نمبر ۴۱۶ رمیت مشن روڈ خضر پور کولکاتا

الجواب

جس طرح بیداری میں آدمی کے دل ودماغ میں اچھے اور برے دونوں ہی قسم کے خیالات آتے ہیں، اسی طرح سونے میں بھی آدمی کی سوچنے کی قوتیں کام کرتی رہتی ہیں۔ اور اچھے اور برے دونوں ہی قسم کے خواب نظر آتے ہیں۔ پھر جس طرح بیداری میں اچھی طبیعتیں اچھے خیالات پر عمل کرتی ہیں۔ اور برے خیالات سے توبہ واستغفار و برأت ظاہر کرتی ہیں۔ اسی طرح بری طبائع بھی اچھے خیال سے اعراض کرتی ہیں۔ اور برے خیالات کو قبل عمل جان کر اس پر فخر کرتی ہیں اور عمل پیرا ہوتی ہیں۔ بالکل یہی حال خواب کا بھی ہے، کہ وہ ٹھیک بیداری کا پرتو ہے۔

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

دن کو اس نے جو کیا تھا دررنداں میں خلال رات کو خواب میں دیکھا کہ گھر میں تنکا ہے

اس مشہور مثل سے بھی اچھے اور برے خواب ہونے پر روشنی پڑتی ہے، بلی کو خواب میں بھی چھچھوندر نظر آتی ہے۔ خیال ہو یا خواب اور اچھا ہو یا برا۔ ہر صورت میں خیال سوچنے اور خواب دیکھنے والے کو کیا کرنا چاہئے۔ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل احادیث کریمہ میں ہے:

(۱) عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ ان الله تجاوز عن امتی ما وسوست به صدرها مالم تعمل به او تكلم۔ (مشکوۃ شریف ص ۱۸)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میرے امتی کے برے خیالات کو معاف فرماتا ہے۔ جب تک کہ وہ اس پر عمل نہ کرے یا اس کا اظہار نہ کرے۔

(۲) عن ابی قتادة قال قال رسول الله ﷺ الرويا الصالحة من الله والحلم من الشيطان. اذا رأى احدكم ما يحب لايحدث بها احدا الامن يحب و اذا رأى ما يكره فليتعوذ بالله من شرها و من شر الشيطان و ليتفل ثلاثا ولم يحدث لها احدا فانها لايضر۔ [بخاری: ۹/ ۵۴]

حضرت قتادہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے۔ تو جو پسندیدہ خواب دیکھے تو اپنے دوست کے سوا کسی کو نہ بتائے، اور برا خواب دیکھے تو اللہ تعالیٰ سے اس خواب کے نقصان اور شیطان کے شر سے پناہ مانگے اور تین بار تھکائے اور خواب کا ذکر کسی سے نہ کرے تو خواب کے شر سے محفوظ رہے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خود خواب دیکھنے والا اچھے خواب کی پیروی کرے اور برا خواب دیکھنے والا اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے، اور اس خواب کو شیطانی وسوسہ مانے۔

خواب دیکھ کر دوسرے پر الزام قائم کیا جاسکتا ہے یا نہیں یا اس کے خلاف حجت پکڑی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں احکام شرع ملاحظہ ہوں۔ عقائد وکلام کی مشہور کتاب شرح عقائد نسفی میں ہے:

والالهام ليس من اسباب المعرفة بصحة الشى عند اهل الحق و ان الالهام ليس سببا يحصل به العلم لعامة الخلق و يصلح للالزام على الغير۔ (شرح عقائد نسفی: ۲۲)

اہل حق کے نزدیک الہام سے کسی بات کی صحت ثابت ہوتی ہے نہ اس سے کسی دوسرے پر الزام قائم کیا جاسکتا ہے۔

حضرت سید ابوالحسن احمد نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب سراج العوارف صفحہ ۵ پر تحریر فرماتے ہیں: سالک کو کوئی چیز خواب میں کوئی واقعہ یا مراقبہ میں بطور کشف حاصل ہو، اس کو قرآن وحدیث کی کسوٹی پر جانچے، اگر موافق پائے تو اس پر یقین لائے ورنہ اس سے باز رہے۔ اس کی جانب توجہ نہ کرے، اسے خواب وخیال اور شیطانی وسوسہ جانے۔

اس عبارت سے ظاہر ہوا کہ خواب وخیال اور کشف والہام شرع کے موافق نہ ہو تو شیطانی وسوسہ ہے۔ اور اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۱۱۵ر میں فرماتے ہیں:

اور خواب کی بات خلاف شرع امور میں مسموع نہیں ہوسکتی۔

پس بر تقدیر صدق مستفتی صورت مسئولہ میں امام صاحب کا خواب میں دیکھ لینا، یا نماز میں سوچ لینا کہ موذن مجھ پر جادو کر رہا ہے، ہرگز قابل سماعت نہیں، اور امام صاحب اگر خواب وخیال کی ہی باتوں سے موذن پر الزام رکھتے ہیں تو ضرور ظلم وگناہ کے مرتکب ہوئے۔ انہیں اپنے اس وسوسۂ شیطانی سے توبہ استغفار کرنی چاہئے اور موذن سے معافی مانگنی چاہئے۔

اور اگر اس معافی تلافی کے بعد بھی موذن صاحب ہر کس وناکس سے امام صاحب کی غیبت کرتے ہیں اور انہیں امامت سے علیحدہ کرانے کی جد وجہد جاری رکھیں تو اب یہی فتوی لوٹ کر موذن کے خلاف جاری ہوگا، کیونکہ اسلام میں کسی کی غیبت کرنا حرام ہے اور حرام کا مرتکب فاسق اور فاسق کی اذان کا شرعا اعتبار نہیں، وہ اذان دے تو اذان لوٹائی جائے، پھر انہیں بھی موذنی سے ہٹنا پڑے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۱۵ر ذوالحجہ ۱۴۲۴ھ

(۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید نامی ایک شخص نے ایک رات یہ خواب دیکھا کہ اس کی موت ہو چکی ہے اور لوگ اس کے جنازے کو غسل دے کر قبرستان کی طرف لے جارہے ہیں اور ایک متعینہ جگہ پر نماز جنازہ پڑھی گئی، بعدہ زید کو لوگ قبر میں دفن کر کے واپس ہو گئے۔

زید کا کہنا ہے کہ ان جملہ امور کو میں جانتا تھا اور یہ بھی کہتا ہے کہ جب لوگ اپنے اپنے گھروں کی طرف واپس ہو گئے تو میں اکیلا اپنی قبر میں تھا کہ اچانک منکر ونکیر نمودار ہوئے اور ان کی بغل میں حضور نبی علیہ السلام بھی جلوہ افروز تھے۔ فرشتے نے ہم سے تین سوالات پوچھے لیکن میں نے دو سوالوں کا جواب دیا اور ایک سوال نہیں بتا سکا، اس پر فرشتے نے ہمارے سر پر ایک درہ مارا جس سے ہمارا سر ریزہ ریزہ ہو گیا اور میں زمین کی گہرائی میں چلا گیا۔ پھر میں صحیح وسالم ہوا، لیکن فرشتے نے پھر مارا اور میں پھر زمین میں دھنس گیا، پھر میں صحیح وسالم ہوا۔ اچانک ایک غیبی آواز آئی کہ اس کو چھوڑ دو یہ میرا نیک بندہ ہے۔ اس نے دو سوالوں کا جواب دیا ہے، صرف ایک سوال کا جواب نہیں دیا ہے۔ اس کو ایسی جگہ رکھو جہاں نہ جہنم کی تپش ہو اور نہ جنت کی خوشگوار ہوا ہو۔

اس وقت میں نور وتجلی سے مشرف ہو رہا تھا، فرشتے مجھے لے جانے لگے تو زید کا کہنا یہ ہے کہ میں نے فرشتوں سے عرض کیا کہ کم از کم جنت کی زیارت کرادو۔ اس پر فرشتے سوئے جنت لے جانے لگے جب فرشتے جنت کے پاس لے آئے تو میں جنت کی زیارت دروازہ سے کرنے لگا میں نے اندر جانے کا اصرار کیا کہ مجھے اندر جانے کی اجازت دو میں واپس آجاؤں گا، جب میں جنت کے اندر گیا تو میرے سر پر عمامہ تھا، لیکن میں نے جنت کی سیر کرنے کے بعد عمامہ جنت ہی میں چھوڑ دیا اور میں باہر چلا آیا، جب میں باہر آیا تو میں نے تعجب سے فرشتے سے عرض کیا کہ عمامہ تو جنت ہی میں چھوٹ گیا ہے۔ اس لیے مجھے جانے دو، فرشتے نے پھر اجازت دے دی، اور پھر میں جنت کی سیر کرنے لگا، جب کچھ تاخیر ہوئی تو فرشتے نے کہا: اب نکلو، جنت سے باہر آجاؤ۔ تو میں نے کہا کہ اب میں باہر نہیں جاؤں گا، کیونکہ جو جنت میں چلا جاتا ہے وہ پھر باہر نہیں آتا، اسی میں منہمک تھا کہ میرے والد نے مجھے آواز دی اور میں بیدار ہو گیا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ اس خواب کو میں کسی کے سامنے بیان کروں یا نہ کروں، مشکور ہوں گا۔ المستفتی: محمد جمال الدین رضوی مقام مہراج محل صاحب گنج بہار

الجواب

آپ کا یہ خواب بخاری شریف کے خلاف ہے، اس میں تصریح ہے کہ ایک سوال کا جواب نہ

دینے والا جہنم میں جائے گا۔ پس یہ خواب شیطانی اثر ہے۔ جس کو اضغاث احلام کہا جاتا ہے، نہ اس پر یقین رکھنا چاہئے نہ اس کو کسی سے بیان کرنا چاہئے۔ اس میں اگر کچھ باتیں صحیح ہوں تو شیطان کا ہی کام ہے کہ سچ میں جھوٹ ملادے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۰/ذی قعدہ ۱۷ھ

قیام وسلام کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

چند روز قبل ایک شخص مسجد میں نماز فجر کے وقت آیا، ہم لوگ حسب دستور سلام پڑھ رہے تھے، اس نے اعتراض کیا، سلام پڑھنا کہاں سے ثابت ہے، ہم نے کہا سنت ہے، کہا سنت کسے کہتے ہیں؟ ہم نے کہا جو کام حضور ﷺ نے کیا اور کرنے کا حکم دیا ہو، پھر اس نے کہا میں حج کرنے گیا تھا، وہاں پر میں نے حرم شریف میں یہاں تک کہ مسجد نبوی میں کہیں سلام پڑھتے نہیں دیکھا اور سنت ہوتا تو وہ لوگ ضرور پڑھتے، کیونکہ وہ لوگ حضور کی ایک ایک سنت کو تلاش کرکے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

چونکہ زیادہ معلومات اس سلسلے میں نہیں رکھتا، خاموش ہوگیا، اب حضور سے دست بستہ عرض ہے کہ اس کا جواب مفصل طور پر ملے، وضاحت قرآن وحدیث کی روشنی میں سلام وقیام کے بارے میں لکھنے کی زحمت فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔ المستفتی بابو ظہیر احمد

الجواب

حضور ﷺ پر صلاۃ وسلام پڑھنا قرآن عظیم سے ثابت، بلکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْماً﴾ (الاحزاب: ۵۶)

اے ایمان والو! رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام پڑھو۔

اور وہ کم بخت گمراہ جھوٹا ہے کہ حرمین میں رسول اللہ ﷺ پر سلام نہیں پڑھا جاتا، مسجد نبوی میں پانچوں نمازوں کے بعد حاجی جوق در جوق کھڑے ہوکر ہاتھ باندھ کر حضور ﷺ کے سرہانے الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھتے ہیں، میں بھی حج کو گیا ہوں، میں نے خود پڑھا ہے اور پڑھتے دیکھا ہے۔ اس نے یہ بھی جھوٹ کہا کہ اس وقت مکہ مدینہ میں جن لوگوں کی حکومت ہے وہ تلاش کرکے سنت پر عمل کرتے ہیں، وہ رشوت لیتے ہیں۔ فوٹو کھنچواتے ہیں۔ ظالمانہ ٹیکس وصول کرتے ہیں، کیا یہ سب سنت ہیں، مولوی محمد علی جوہر نے انہی لوگوں کے بارے میں کہا ہے۔

سلطان ابن سعود اور ان کے ارکان حکومت بار بار ہر بات میں کلام اللہ اور سنت رسول اللہ کی رٹ کرتے ہیں، لیکن میں نے تو یہ پایا کہ انہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو کمانے کا آلہ بنا رکھا ہے۔

جو لوگ ڈاکہ ڈالتے ہیں اور چوری کرتے ہیں برا کرتے ہیں لیکن جو لوگ قرآن وحدیث کو آلہ بنا کر دنیاوی حکومت حاصل کرتے ہیں۔ چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی برا کرتے ہیں۔ مقالات محمد علی حصہ دوم ص ۹۵

ایسے گمراہ، گمراہ گر، جھوٹوں سے خود بچیے، اور اپنے بال بچوں کو بچایئے۔

حدیث شریف میں ہے: "ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم" ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۳۰ ر صفر المظفر ۱۰ ھ

(۲-۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) میلاد رسول ﷺ کیوں منایا جاتا ہے؟ بعدہ تبرک کی تقسیم کی جاتی ہے۔ نیز قبر پر چادر پوشی اور فاتحہ کیوں کیا جاتا ہے؟ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو توڑنے کا حکم دیا تھا؟

(۲) اور اگر ہم دیوبندی کے پیچھے نماز جنازہ پڑھتے ہیں تو ہمارا نکاح کیوں ٹوٹتا ہے اور تجدید نکاح کی کیوں ضرورت پڑتی ہے۔

حضور والا سے گذارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، کرم ہوگا اشد ضرورت ہے۔

المستفتی اظہر احمد کریم الدین پور گھوسی مئو

الجواب

(۱) رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی نعمت ہیں اور قرآن شریف میں ہے ﴿وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ (الضحی: ۱۱) "اللہ تعالیٰ کی نعمت کا خوب چرچا کرو،

مٹھائی اور تبرک تقسیم کرنا، مسلمانوں کے ساتھ بر وصلہ ہے۔ جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے ﴿وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ﴾ [القصص: ۷۷] پس پہلی آیت کی روشنی میں حضور ﷺ کی آمد کا چرچا کیا جاتا ہے، اور دوسری آیت کے ماتحت تبرک تقسیم کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی قبریں شعائر اللہ میں سے ہیں ان کی تعظیم کا حکم قرآن میں ہے:

﴿ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ (الحج: ۳۲)

چادر ان کی عظمت کے اظہار کے لیے ڈالی جاتی ہے۔ اور یہ غلط ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مطلقاً قبروں کو توڑنے کا حکم دیا ہے۔ مدینہ شریف میں جن قبروں کے توڑنے کا حکم دیا ہے وہ کافروں کی قبریں تھیں، انہیں کھود کر مسجد نبوی وہاں بنائی گئی۔ مسلمانوں کی قبر کو توڑنے کی بات بڑی ہے، اس پر بیٹھنے اور چڑھنے

سے منع فرمایا۔ ان سب باتوں کا تفصیلی بیان کتاب ''انوار ساطعہ فی بیان المولود والفاتحہ'' میں دیکھا جائے

(۲) دیوبندیوں پر علمائے عرب وعجم نے کفر کا فتویٰ دیا ہے، ان کی اقتدا میں نماز ان کو مسلمان سمجھ کر پڑھی تو کافر کو مسلمان سمجھا اور خود دائرۂ اسلام سے نکل گیا۔ شفائے قاضی عیاض میں ہے: '' من شك فی كفره وعذابه فقد كفر '' اس لیے از سر نو کلمہ پڑھنے، اسلام لانے اور دوبارہ نکاح پڑھانے کا حکم دیا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۱۹ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ

(۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ہمارے گاؤں میں ایک حافظ صاحب ہیں جو خود عالم نہیں ہیں، وعظ وتقریر بھی کرلیا کرتے ہیں، ایک موقع پر یوں کہا، دیکھو جب ہم سلام پڑھتے ہیں (ان کا اشارہ بعد جمعہ مسجد میں پڑھے جانے والے سلام کی طرف تھا) اس وقت کتنے لوگ نکل نکل کر چلے جاتے ہیں، ہاں سلام فرض تو نہیں مگر کوئی شخص کام یا ضرورت کے لیے جائے تو حرج بھی نہیں، مگر جو بار بار چلا جاتا ہے، کسی وقت بھی نہیں ٹھہرتا، وہ تو ضرور دشمن رسول ہے، حضرت مفتی صاحب ہمارے یہاں ربیع الاول شریف کے موقع پر مسلسل میلاد کی محفلیں ہوتی ہیں، سلام وصلاۃ با قیام پڑھا جاتا ہے، مگر ابھی ابھی جمعہ کے بعد سلام پڑھنے کا رواج ڈالا گیا ہے، چونکہ یہ اکثر نمازیوں کی عادت ہو چکی ہے جو دعاء ثانی سے پہلے مسجد سے نکل جاتے ہیں اور بعض دعائے ثانی کے بعد جاتے ہیں، اور چند لوگ کھڑے ہو کر سلام پڑھنے لگتے ہیں، اس وقت کچھ نوافل پڑھنے والے نوافل میں ہوتے ہیں، اس صورت حال میں سلام سے پہلے چلے جانے والے اپنی عادت کے مطابق چلے جاتے ہیں، دیوبندی بھی نہیں، وہابی بھی نہیں، اور وہ سلام سے معترض بھی نہیں، چونکہ ابھی ابھی رواج شروع ہوا ہے، اسی لیے وہ خیال کرتے ہیں کہ شوق رکھنے والے سلام پڑھتے ہیں، اچھی بات ہے، مگر خود شامل کبھی نہیں ہوتے تو کیا ان کو دشمن رسول کہہ سکتے ہیں؟ اگر نہیں کہہ سکتے تو علی الاعلان حافظ صاحب نے اپنے بیان میں لفظوں پر زور دے کر درج بالا جملوں میں ایسے لوگوں کو دشمن رسول کہا، حافظ صاحب جو کہ امام بھی ہیں ان کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ جواب باصواب سے مطلع فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں۔ طالب دعاء رفیق کرسالوی

الجواب

صرف اتنی بات پر دشمن رسول کہنا غلط ہے، خصوصاً اس صورت میں کہ عدم شرکت کسی دشمنی کی وجہ سے نہ ہو، حافظ صاحب کو سب لوگوں سے معذرت کرنی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو

(۵) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہماری مسجد میں فجر کی نماز کے بعد صلاۃ وسلام شروع کیا ہے۔ اس کو ایک مذبذب منع کرتا ہے کہ اس کے پڑھنے سے نمازیوں کو خلل آتا ہے۔ کیا اس شخص کے کہنے پر صلاۃ وسلام بند کردیا جائے یا جاری رکھا جائے۔ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد سعید رضوی پوسٹ کمہاری ناگور شریف

الجواب

حضور سید عالم ﷺ پر رات دن میں جس وقت بھی درود وسلام پڑھا جائے جائز ودرست ہے۔ اور مسجد یا بیرون مسجد کہیں پڑھنے کی ممانعت نہیں اور حنفیوں میں نماز فجر کی جماعت میں طلوع آفتاب سے پندرہ منٹ پہلے تک تاخیر مستحب ہے۔ اور درود وسلام جماعت کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ تو جو آدمی جماعت مستحبہ میں شریک ہو، اس کے لیے اس وقت کسی اور نماز پڑھنے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ کہ اس کی نماز میں خلل پیدا ہونے کا سوال ہو۔ ہاں جس نے ترک جماعت کی عادت بنالی ہو اور روزانہ جماعت کے بعد آتا ہو اور اپنی نماز کے خلل کا عذر کرتا ہو تو اس کو ترک جماعت کی عادت ڈالنا ہی کب جائز ہے؟ مسلمان ضرور درود وسلام پڑھیں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ واقعی کوئی ضرورت مند ہو تو اس کی نماز میں خلل نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۶ ذوالقعدہ ۱۴۲۱ھ

(۶۔۷) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

مقام نبوت میں ص ۱۹ پر میلاد النبی ﷺ کے متعلق النعمۃ الکبریٰ علی العالم ص ۷ تا ۱۲۔ حضرت شہاب الدین احمد بن حجر الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مطبوعہ استنبول، الشیخ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے خلفاء اربعہ خواجہ حسن بصری، امام جلال الدین سیوطی، امام شافعی ومعروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حوالہ سے فرمایا ہے۔ آیا یہ عبارتیں مع حوالہ علمائے اہل سنت وجماعت کے نزدیک صحیح ودرست ہیں یا نہیں؟ صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ایک عبارت بطور نمونہ روانہ کررہا ہوں، کتاب نہ ہونے کی وجہ سے آپ کو زحمت دے رہا ہوں، معاف فرمائیں گے۔

قال ابوبکر الصدیق من انفق درھما علی قرأۃ مولد النبی ﷺ کان رفیقی فی الجنۃ۔

(۲) ملفوظات جلد چہارم ص ۷۵ پر مذکور ہے: اب نہ معلوم کہ سرکار خود تشریف لاتے ہیں یا روضۂ مقدسہ سے پردہ اٹھادیا جاتا ہے۔ شریعت نے کچھ تفصیل نہ بتائی۔ اس سے کیا مراد ہے کہ شریعت نے کچھ تفصیل نہ بتائی، عمومیت یا خصوصیت، کیونکہ دوران تقریر ایک مفتی صاحب نے اس عبارت پر

اعتراض کرتے ہوئے فرمایا کہ شریعت نے اس کی تفصیل بتائی ہے۔ اگر شریعت نے کچھ تفصیل بتائی ہے تو اعلیٰ حضرت قبلہ کے اس کلام کا کیا مطلب ہوگا، جبکہ مشکوۃ شریف ص ۲۴ر کے حاشیہ اور بخاری شریف جلد اول کے ص ۱۸۷ر کے حاشیہ ۲ پر ہے:

قيل يكشف للميت حتى يرى النبي ﷺ وهي بشرى عظيمة للمؤمن ان صح ذلك ولا نعلم حديثا صحيحا مر ويا في ذلك والقائل به انما استند لمجرد ان الاشارة لا تكون الا للحاضر لكن يحتمل ان تكون الاشارة لما في الذهن فيكون مجازا قاله القسطلاني۔

اس عبارت سے بھی کسی ایک صورت کی تخصیص نہیں ہو رہی ہے، جہاں تک میرے علم کی رسائی تھی غوطہ لگایا، سمجھ نہ سکا۔ لہذا آپ مہربانی فرما کر مدلل و مفصل جواب تحریر فرمانے کی زحمت گوارہ کریں، عین نوازش و کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد شہاب الدین شمسی خادم الطلبہ دار العلوم قادریہ نوریہ شاہ پورہ کیتھون

الجواب

عزیز مکرم مولوی محمد شہاب الدین صاحب السلام علیکم

مقام نبوت ایک پاکستانی عالم کی تصنیف ہے۔ ان کے بارے میں مجھے کچھ زیادہ علم نہیں۔ البتہ علامہ ابن حجر شہاب الدین ہیثمی مکی متوفی ۹۷۴ھ ایک جلیل القدر شافعی عالم ہیں۔ اور طبقہ علما میں مقبول اور متداول عالم ہیں اور آپ نے مختلف علوم اور مسائل اسلامیہ میں گراں قدر اور محققانہ کتابیں تحریر کی ہیں۔ مذکورہ کتاب 'نعمة الله على العالمين' انہیں کی تصنیف ہے، جس کو ۱۳۹۵ھ میں استنبول کے ایک مکتبہ نے شائع کیا ہے اور یہ سب روایتیں اس کتاب میں بے سند مذکور ہیں۔

(۱) ان روایتوں کو بے سند ذکر کرنا ہی ان روایتوں کے بارے میں شبہ میں ڈالنے والی بات ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں: لو لا الاسناد لقال من شاء ما شاء

(۲) ان روایتوں کا مروی عنہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہونا ظاہر کے خلاف ہے۔ دلائل حسب ذیل ہیں:

حضرت علامہ امام شمس الدین محمد سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۹۰۲ھ فرماتے ہیں: لم يفعله احد من السلف في القرون الثلثة وانما حدث بعد۔ ثم لا يزال اهل الاسلام من سائر الاقطار والمدن الكبار يعملون المولد و يتصدقون في لياليه بانواع الصدقات و يغنون بقراءة مولد الكريم ويفيض عليهم من بركاته كل فضل عظيم (الحقائق فی قراۃ المولد ص ۸۳)

اس تحریر سے مندرجہ ذیل تین باتیں ثابت ہوئیں۔

(الف) محفل میلاد شریف کا انعقاد قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر میں علمائے سلف صالحین سے ثابت نہیں۔

(ب) اس مبارک محفل کی ایجاد اس کے بعد ہوئی۔ اور پوری دنیا کے مسلمانوں نے زمانہ مابعد میں اب تک اس کو قائم اور رائج رکھا۔ اس کے انکار کے مرتکب نہایت قلیل تعداد، وہ بھی اُس وقت جب اس محفل مبارک میں منہیات شامل ہوں۔

شیخ الامام ابوشامہ شیخ امام یحیٰ نووی م ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

واحسن ما ابتدع فی زماننا ما یفعله کل عام فی الیوم الموافق لیوم مولده ﷺ من الصدقات و فضل الخیرات و اظهار الفرح والسرور فی قلب تامل ذلك شکرا الله تعالیٰ علی ما من به من ایجاد رسول الله ﷺ الذی ارسله رحمة للعلمین (حوالہ مذکور)

امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ محفل میلاد شریف کے انعقاد کی موجودہ صورت ۳۰۰ھ (خیر القرن) تک نہ تھی۔ حضرت ابوشامہ کی تصریح سے ظاہر ہے کہ ساتویں صدی ہجری میں پورے عالم اسلام میں اس کا رواج ہو چکا تھا۔

مشہور مورخ ابن کثیر فرماتے ہیں: الملك المظفر الکوکبری احد اجود السادات والکبراء والملوك الاجیاد له اثار حسنة قد عمر الجامع المظفری بسفح قاسیون۔ وقد هم بساقته الماء من ماء "بریره" فمنعه المعظم من ذلك واعتل بانه جریه علی مقابر المسلمین بالفسوح۔ و کان بعمل المولود الشریف فی ربیع الاول یحتفل به احتفالا هائلا و کان مع ذلك شهما شجاعا فاتکا بطلاً عاقلا عالما عادلا رحمه الله و اکرم مثواه۔ و قد صنف شیخ ابو خطاب ابن دهیه له مجلدافی المولد النبوی سماه التنویرفی مولد البشیر النذیر فاجازه علی ذلك بالف دینارو قد طالت مدته فی الملك فی زمان الدولة الصلاحبة و قد کان محاصر عکا الی هذا السنة (٦٣٠) محمود السیرة والسریرة و قد کانت صدقاته فی جمیع القرب علی الحرمین و غیرهما و قد کانت وفاته فی قلعة اربل فدفن فی مشهد علی۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۱۳ص ۱۰۴)

اس روایت سے صراحت کے ساتھ ثابت ہوا کہ مروجہ محفل میلاد شریف کا رواج ساتویں صدی کی ابتدا یا چھٹی صدی کے اثناء میں ایک نیک دل نیک صفات صاحب خیر بادشاہ کی مساعی جمیلہ سے ہوا۔ تو جب عہد صحابہ بلکہ عہد تبع تابعین تک اس محفل مبارک کا نہ انعقاد ہوا نہ رواج رہا تو صحابۂ کرام اپنی

وفات کے ۳۰۰ رسال بعد جاری ہونے والی قرات میلاد شریف پر اجر وثواب کیسے تقسیم کرتے۔ تو اس قسم کی تمام روایتیں ظاہر اور قیاس صحیح کے خلاف ہیں۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ ایجاد مجلس مبارک کے بعد کسی بزرگ یا چند بزرگوں نے اپنے خواب یا کشف کے ذریعہ ان بزرگوں کو دیکھا ہو۔ اور اسی عالم میں اس مجلس مبارک کے فضائل ان سے سنے ہوں اور انہیں سے حوالہ کے ساتھ بیان کئے ہوں تو ایسا ہونا ممکن ہے اور خلاف شرع بھی نہیں۔

مگر دلائل شرعیہ میں سے نہ کشف ہے نہ الہام نہ خواب۔ شرح عقائد نسفیہ ص ۴۳ میں ہے:

والالهام ليس من اسباب المعرفة بصحة الشی عند اهل الحق ثم الظاهر انه ليس سببا لتحصيل العلم بعامة الخلق ولا يصلح للالزام على الغير۔ والا فلا شك انه قد يحصل به العلم و قد ورد به القول فی الخبر نحو قوله الهمنى ربى و قد حكى عن كثير من السلف۔

تو ظاہر یہ ہے کہ یا تو یہ روایتیں کسی شخص یا اشخاص نے گڑھ کران بزرگان دین کی طرف منسوب کردی ہیں کہ واضعین حدیث میں ایک گروہ ایسا بھی گزرا ہے جو امور خیر کی فضیلت میں حدیثیں وضع کرنے کو کار ثواب قرار دیتا تھا۔ مگر امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات گرامی اس سے بہت بلند ہے کہ ایسی حدیثیں خود وضع کریں، یا ان کو اپنی کتاب میں بطور سند ذکر کریں۔ ہو نہ ہو کسی ناسمجھ نے یہ موضوع روایتیں بعد میں ان کی کتاب میں شامل کرائی ہوں۔

الغرض یہ بے سند روایتیں اس قابل نہیں کہ ان کو کسی منکر کے سامنے بطور ثبوت واستدلال پیش کیا جائے۔ رہ گئی یہ بات کہ واقعات ولادت مبارکہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں یا ان کے بعد زمانہ صحابہ میں بیان کئے گئے یا نہیں؟ تو صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ لوگ جاننے والوں سے تقاضا کر کے پوچھتے اور وہ بیان کرتے تھے، تبھی تو ولادت شریفہ کے واقعات ہم لوگوں تک پہنچے۔ فقط

(۲) حدیث شریف میں منکر نکیر کے قول ما تقول فی هذا الرجل سے کیا مراد ہے؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ھذا کا اشارہ حضور ﷺ کی طرف ہے۔ حضور ﷺ مردے کی قبر میں بذات خود تشریف لاتے ہیں یا آپ کی شبیہ دکھائی جاتی ہے یا اور کوئی صورت ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ علمائے اسلام نے اپنے گمان وقیاس سے چند احتمالات ذکر کئے ہیں۔ کسی آیت یا حدیث میں ان سے کسی خاص احتمال کا بیان نہیں، کہ قبر میں خاص یہ صورت پیش آتی ہے۔ احتمالات چار ہیں:

(۱) حضور ﷺ اپنے جسم ظاہری کے ساتھ مردے کی قبر میں حاضر ہوتے ہیں۔

(۲) حضور علیہ السلام اپنی قبر مبارک میں جلوہ فرما ہیں۔ مردے کی قبر اور حضور علیہ السلام کی قبر انور کے درمیان کے سارے حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں اور وہ حضور علیہ السلام کو اپنے سامنے پاتا ہے۔

دَرراہِ عشق مرحلۂ قرب و بعد نیست   می بینمت عیان و دعا می فرستمت

(۳) حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شبیہ مبارک مردے کے سامنے پیش کی جاتی ہے اور اسی کی طرف اشارہ کر کے کہا جاتا ہے: ما تقول فی هذا الرجل۔

(۴) حضور علیہ السلام کی یاد اور ان کا ذکر جمیل ہر مسلمان کے دل و دماغ میں رچا اور بسا ہوا ہے۔ اس لیے ھذا سے اشارہ اسی تصور ذہنی کی طرف ہے۔

پہلے تین احتمالات لفظ ھذا کے معنی حقیقی مراد لینے کی صورت میں ہیں۔ اور چوتھا احتمال معنی مجازی کی بنیاد پر ہے۔ آپ نے مشکوۃ اور حاشیۂ بخاری کے حوالہ سے جو عبارت نقل کی ہے وہ ہمیں بخاری شریف کے حاشیہ میں تو نہیں ملی، البتہ مشکوۃ شریف کے حاشیہ میں ملی۔ یہ دراصل قسطلانی کی تحریر ہے، جسے انہوں نے ارشاد الساری شرح بخاری جلد دوم ص ۴۶۴ پر تحریر فرمایا ہے۔ اس میں آپ نے صرف دو احتمال کا ذکر کیا ہے۔ (۱) کہ مردہ اور حضور علیہ السلام کے درمیان سے حجابات دور کر دیئے جاتے ہیں اور مردہ حضور علیہ السلام کو دیکھتا ہے اور فرشتے لفظ ھذا الرجل سے آپ کی طرف اشارہ کر کے پوچھتے ہیں۔ اور اس شق کو آپ نے احتمال کے درجے میں رکھا ہے اور یہ تنقید فرمائی ہے کہ یہ معنی مراد لینے والے نے لفظ ھذا کے حقیقی معنی (محسوس و مبصر) کے سہارے یہ بات کہی ہے، ورنہ اس حدیث شریف میں اس موقعہ پر نہ لفظ ھذا کی اس معنی پر صریح دلالت ہے نہ کسی دوسری حدیث میں اس کی تصریح ہے۔ اس لیے یہ ایک احتمالی معنی ہوئے کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ (۲) ممکن ہے کہ لفظ ھذا یہاں مجازی معنی میں مستعمل ہو۔ اور اشارہ رسول علیہ السلام کے اس خیال کی طرف ہو جو مسلمان کے ذہن و دماغ میں بسا ہوا ہے۔

تو امام قسطلانی نے بھی ان دونوں معانی کو احتمالات کے درجے میں رکھا کہ یہ بھی ممکن ہے اور یہ بھی ممکن ہے اور آپ نے اس امر کی تصریح کر دی کہ کسی روایت سے اس امر کی تصریح ثابت نہیں کہ حجابات اٹھائے جاتے ہیں یا مردے کی یادداشت کی طرف اشارہ کر کے سوال ہوتا ہے اور مردہ اپنی یادداشت سے ہی جواب دیتا ہے۔

یہ بالکل وہی بات ہوئی جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہی کہ شریعت میں اس کی کچھ تفصیل نہ آئی۔ حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنی شرح مشکوۃ مسمی بہ اشعۃ اللمعات میں اس مسئلہ کو اپنے انداز میں اور پر کیف بنا دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

واشارہ بہ "ھـذا" بہ آں حضرت علیہ السلام است۔ یا از جہت شہرت امر وحضور از ہان است اگرچہ غائب است، یا باحضار ذات شریف دراعیان بہ ایں طریق کہ درقبر مثالے از وے علیہ السلام حاضر می ساختہ باشند وبمشاہدۂ جمال جان افزائے او عقدہ اشکال کہ درکار افتادہ کشادہ شود وظلمت فراق بنور لقائے دلکشائے او روشن گردد۔ (اشعۃ اللمعات ص ۱۱۷)

شیخ نے بھی اس عبارت میں انہیں دونوں احتمالوں کی بات کی ہے کہ اہل اسلام کے ذہن میں حضور علیہ السلام کا ذکر اوران کی یاد تازہ رہتی ہے تو لفظ "ھـذا" سے اسی حضور ذہنی کی طرف اشارہ ہے، یا حضور علیہ السلام مردہ کے قبر میں اپنے جسم مثالی کے ساتھ حاضر ہوکر اس کی قبر میں اپنے جمال کا اجالا فرمادیتے ہیں۔ تو اشارہ اسی جسم مثالی کی طرف ہے۔ انہوں نے بھی یہ بات امکان اور احتمال کے انداز میں کہی کہ یہ بھی ہوسکتا ہے اور یہ بھی۔

سوچنے کی بات ہے کہ علامہ قسطلانی، شیخ محقق دہلوی، امام اہل سنت فاضل بریلوی، تینوں ائمہ اشارۂ قبر کا ذکر بطور احتمال کرتے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے اور یہ بھی ممکن۔ صاف صاف بتاتے ہیں اس کی کوئی تفصیل یا تصریح آیت یا حدیث (شرع سے) ثابت نہیں۔ اس کے برخلاف آپ کے مفتی صاحب بعند ہیں کہ اس کی تفصیل شرع سے ثابت ہے، تو یہ انہیں کی ذمہ داری ہے کہ کسی آیت یا حدیث سے اس کی تفصیل وتعیین ثابت کریں۔ انشاء اللہ وہ ہرگز ثابت نہیں کرسکیں گے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مفتی صاحب یا تو احتمال اور نص کا فرق نہیں سمجھ پائے، اس لیے انہیں امام اہل سنت کے قول کی تردید کی جرأت ہوئی، یا وہ شریعت اوراس کی دلیلوں کی طرف دھیان نہ دے سکے کہ شرع میں دلیل کتاب وسنت کو کہا جاتا ہے، قیاس اور احتمال کو نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۴ر جمادی الاخری ۱۴۲۳ھ

(۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

جمعرات کا بخشا ہوا کھانا، رمضان شریف میں زکوۃ کا پیسہ، کپڑا لینا، کھانا کس حالت میں جائز ہے؟ اور کن صورتوں میں ناجائز؟

الجواب

جن کھانوں پر عام مردوں کی فاتحہ دی گئی ہو اور مال زکوۃ غریبوں، مسکینوں اوران لوگوں کے لیے ہے جن پر زکوۃ لینا قدرت نے جائز فرمایا ہے۔ جن لوگوں کے پاس اتنا پیسہ ہو کہ خود ان پر زکوۃ واجب ہو، ان کو ایسا کھانا، کپڑا، غلہ وغیرہ لینا اور استعمال کرنا نہیں چاہئے۔ ہاں بزرگوں کی فاتحہ کا کھانا امیر

وغریب بھی کھا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی مبارکپور اعظم گڑھ، الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ۔

(۹۔۱۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) تیسرے دن مردہ کے لیے ایصال ثواب کرنا جس کو زیارت یا تیجہ کہتے ہیں اور جسمیں مختلف اشیاء مثلاً انگور، چنا اور بھنے ہوئے چاول رکھے جاتے ہیں، اگر بتی سلگائی جاتی ہے، اس کے سامنے بیٹھ کر مخصوص سورتیں اور چند مخصوص آیات تلاوت کی جاتی ہیں جس کو عوام کی اصطلاح میں فاتحہ نام دیا جاتا ہے اور اس قسم کی زیارات میں شامل نہ ہونے والے کو ملامت کیا جاتا ہے اور سند یہ پیش کی جاتی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابراہیم فرزند رسول کے انتقال کے تیسرے دن اس قسم کی زیارت کی تھی۔ یہ طریقہ مروجہ واجب ہے یا سنت یا مستحب ہے اور یہ جدت طرازی ہے یا کسی حدیث کی کتاب اور صحاح ستہ میں موجود ہے اور اس قسم کی کوئی حدیث منقول ہے تو کس درجہ کی ہے؟

(۲) اگر زید گیارہویں اور چالسویں کی دعوت میں شریک نہیں ہو تو کیا از روئے شرع گنہگار ہے، اور مالداروں کو اس قسم کی دعوت میں شریک ہونا کیسا ہے؟

(۳) ایک شخص مسجد کے قریب ہی رہتا ہے جوان سال یا ادھیڑ ہے۔ کوئی معقول عذر بھی نہیں ہے بایں ہمہ فجر کی نماز باجماعت ادا نہیں کرتا ہے۔ یہ عمل باعث ثواب ہے یا باعث گناہ۔ اور تارک نماز بالخصوص فجر کی نماز ترک کرنے والا کیسا ہے؟ اور اس سلسلہ میں حدیث میں کیا وعید و تہدید ہے۔

(۴) زید فرنچ داڑھی رکھتا ہے یا اسکی داڑھی مقدار مسنونہ سے کم ہے (جو یا چاول برابر) اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ جبکہ اس کے پیچھے اس سے زیادہ متقی اور پرہیزگار نمازی موجود ہوں اور خود شریعت میں داڑھی کا کیا درجہ ہے؟

(۵) ایک حافظ صاحب رمضان میں کبھی بھی فجر کی نماز جماعت سے ادا نہیں کرتے۔ غالباً گھر ہی پر دیر سویر ادا کر لیتے ہوں گے۔ ایسے حافظ کے پیچھے تراویح کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۶) مغرب کی نماز کا وقت کب تک رہتا ہے اور عشاء کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے۔ مثلاً مغرب کی اذان ٹھیک ۷ بجے ہوتی ہے تو اب عشاء کی اذان کتنے بجے ہونی چاہئے۔ مغرب اور عشاء کی اذانوں میں کتنا وقفہ ہونا چاہئے۔ المستفتی محمد اقبال سیٹھ منڈی محلہ سلطان پارک روڈ میلپور

الجواب

(۱)۔ سوال میں جس ایصال ثواب کا ذکر کیا گیا ہے یہ مستحب ہے، اس کا تفصیلی بیان اور دلائل

کتاب مستطاب انوار ساطعہ میں دیکھے جائیں، ان امور سے انکار اوران پر ردوقدح آج کل وہابیہ، دیو بندیہ، غیر مقلدین وغیرہ گمراہ فرقوں کا شعار بن گیا ہے، اسی وجہ سے ملامت کیجاتی ہے (۲) عام مردوں کی فاتحہ کا کھانا مالداروں کو منع ہے، بزرگوں کی فاتحہ سے تبرکا مالدار بھی کھا سکتے ہیں۔ تفصیل کے لیے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب جلی الصوت اور شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی دیکھئے۔

(۳) بر تقدیر صدق مستفتی اگر بلا عذر تارک جماعت ہے تو فاسق ہے۔ حلبی کبیر میں ہے:
"وتارکھا من غیر عذر تعزر وترد شھادتہ"

(۴) داڑھی کی مسنون مقدار ایک قبضہ ہے، اس سے کم کرنا حرام ہے۔ شامی میں ہے: یحرم قطعہ والسنۃ فیہ القبضۃ" ایسا شخص فاسق ہے، اس کو امام بنانا جائز نہیں۔ شامی میں ہے:"ومشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم (ج۲/ ۲۵۵)" جن متقیوں کا ذکر کیا گیا ہے، اگر امامت کے سارے شرائط ان میں پائے جاتے ہیں، مثلاً صحیح خواں ہو، صحیح العقیدہ سنی، مسائل نماز سے آگاہ تو ان کے پیچھے نماز پڑھی جائے، ورنہ اگر کسی وصف میں کم ہوں مثلاً وہابی دیوبندی وغیرہ گمراہوں سے ہوں تو ظاہری تقوی وطہارت جتنی بھی ہو ان کے پیچھے بھی نماز منع ہے۔"ان کان ھوی لا یکفر بھا صاحبہ تجوز الصلوٰۃ خلفہ مع الکراھۃ والا فلا (عالمگیری: ج۱/ ۱۰۷)" اسی سے (۵) کا بھی جواب معلوم ہو جائے گا۔

(۶) ہمارے اطراف میں غروب آفتاب کے بعد کم از کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ اور زیادہ سے زیادہ مغرب کا وقت ایک گھنٹہ چھتیس منٹ رہتا ہے کہاں کہاں کس کس موسم میں مغرب کے وقت کیا مقدار ہے۔ اسکی تفصیل کتاب المواقیت فتاوی رضویہ میں دیکھیں۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، ۱۷ر محرم ۸۳ھ

(۱۵-۲۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین حسب ذیل مسئلہ میں بحوالہ قرآن وحدیث کہ

(۱) میلاد شریف کو کنہیا کا جنم۔ اور مزار پر حاضری کو مزار کی پوجا کہتے ہیں۔ اور میلاد شریف میں اس روایت کو پڑھنا معیوب سمجھتے ہیں جس میں آپکی والدہ ماجدہ کو دوران حمل کسی قسم کی گرانی اور ضعف محسوس نہ ہونا بیان کرتے ہیں، اور وقت ولادت کے واقعات عجیبہ کا جن کا آپ کی والدہ ماجدہ کے ساتھ ظہور ہوا۔

(۲) قیام میلاد شریف کو بالکل نا جائز کہتے ہیں۔

(۳) میلاد اکبر ص ر۲۰ پر ایک شعر ہے۔

بشر کی شکل میں آیا تکلف کی ضرورت تھی — احد سے ہو گیا جو باندھا میم کا پردہ

کہتے ہیں اس خیال میں اور ہندوؤں کے پرم آتما دیوریا میں کیا فرق ہے؟

(۴) آگے شیرینی رکھ کر فاتحہ کرنے کو بالکل نا جائز کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کھانا پیچھے رکھ کر فاتحہ کرو۔ اور پہلے کچھ کھا لو تب فاتحہ کرو۔

(۵) تاریخ متعین کرنے کو جیسے شب براءت میں، بعض خاص چیزوں او معین دن فاتحہ ہوتی ہیں یہ سب نا جائز ہے۔

(۶) تجہیز و تکفین سے پہلے قبرستان میں از قسم طعام یا غلہ تقسیم کرنا نا جائز ہے۔

(۷) آمین بالجہر اور رفع یدین کو جائز کہتے ہیں۔

(۸) "ولا الضالین کو ولا الزالین" پڑھتے ہیں۔ — غیاث الدین ڈاکخانہ نوگنوان ضلع گیا

الجواب

(۱) کلمہ گویوں میں انبیاء اور اولیاء کی تنقیص اور توہین کرنے والی ایک پارٹی ہے جو اس قسم کے خبیث عقائد سے اپنی عاقبت خراب کر رہی ہے۔ جن کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جیسا علم ہر جانور اور چوپائے کو حاصل ہے۔ معاذ اللہ، شیطان کا علم سرور دو عالم ﷺ سے وسیع ہے، آپ کے بعد اگر کوئی نبی آئے تو آپ کے خاتم النبیین ہونے میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ وغیرہ وغیر، سوال میں ذکر کیا ہوا ملعون جملہ بھی غالباً سب سے پہلے خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں لکھا۔ اور آج تک بعد میں آنے والی نسل اس کے چبائے ہوئے نوالے کو نگل رہی ہے۔ پس اگر یہ پچھلے بھی اپنے پہلوں کے ان تمام عقائد میں شریک ہوں، یا ان کے کفر پر مطلع ہو کر انھیں مسلمان جانیں تو انہیں کے ساتھ یہ خود بھی اسلام سے خارج اور جھنم رسید، ورنہ اپنے خیال مذکورہ بالا کی بنا پر سخت گمراہ اور بد دین ہیں۔ ان سے عام مسلمانوں کا احتراز لازم ہے۔ حدیث شریف میں ہے" یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم باحادیث مالم تسمعوا انتم ولا آبائکم، ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم "(الطحاوی:۴/۲۰۴) آخری زمانہ میں جھوٹے مکار ہوں گے جو ایسی باتیں بیان کریں گے جس کو نہ تم نے سنا ہے اور نہ تمہارے باپ دادا نے سنا ہے تو تم ان سے دور رہنا اور ان کو اپنے سے دور رکھنا۔ کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں، کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

ولادت شریفہ کی روایتوں کا پڑھنا اوران کا بیان کرنا اگر ناجائز ہوتا تو یہ روایتیں نہ تو حضور خود بیان کرتے اور نہ ان کے بعد صحابہ روایت کرتے، نہ یہ ہم تک پہنچتیں، خود ان بزرگوں نے اس کے بیان کو جائز رکھا۔ یہ بیان کیا، تب ہم اس لائق ہوئے کہ میلاد کی مجالس میں انہیں پڑھیں۔ بلکہ خود قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حمل، ولادت پیدائش کے درد وغیرہ تمام تفصیلات کا ذکر آیا ہے، اگر یہ ناجائز ہو تے تو قرآن اس کو اس طرح بیان نہ کرتا۔

(۲) قیام میلاد کو ناجائز کہنا شریعت اسلامیہ سے ناواقفی کی بنا پر ہے۔ چنانچہ متعدد احادیث سے غیر خدا کے لیے قیام تعظیمی ثابت ہے۔ مثلاً ایک واقعہ پر آپ ﷺ نے انصار سے ارشاد فرمایا " قوموا الی سید کم " (مسند احمد: ۵۹/۴) اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ پس سید عالم ﷺ کے ذکر کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا بدرجہ اولی جائز ہوگا۔ اور آپ کی تعظیم کا حکم قرآن عظیم دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ ﴿وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْه﴾ (الفتح:۹) اور یہ امر شرع سے ثابت ہے کہ آپ کے ذکر کی تعظیم بھی آپ کی ذات کی تعظیم کی طرح کی جائے۔ قرآن عظیم میں آپ پر سلام بھیجنے کا حکم ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً﴾ (الاحزاب:۵۶) ۔ قرآن عظیم نے مطلقا سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے، کسی خاص ہیئت کی تخصیص نہیں کی تو ہر حال میں سلام پڑھنا جائز ہوا۔ پس کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کو ناجائز نہیں کہے گا مگر جاہل یا منکر۔

(۳) یہ شعر شریعت کے خلاف اور ناجائز ہے اس لیے مسلمان اس کو میلاد شریف کی مجلسوں میں ہرگز نہ پڑھیں۔

(۴) کھانا سامنے رکھ کر اس پر کچھ پڑھنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔ حدیث شریف میں ہے:" فقال رسول الله ﷺ یا ام سلیم ما عندك فاتت بذلك الخبز فامر به رسول الله ﷺ وعصرت ام سلیم عكة فادمت ثم قال فیه رسول الله ﷺ ما شاء الله ان یقول "(التمهید لابن عبد البرج ۲۸۹/۱) حضور ﷺ نے فرمایا اے ام سلیم تمہارے پاس جو کچھ ہے لاؤ وہ وہی روٹی لائیں جو توڑی گئی اور اس پر ایک کپی سے حضرت ام سلیم نے تیل نچوڑ دیا۔ پھر اس پر رسول اللہ ﷺ نے پڑھا جو خدا نے چاہا،

پس جو لوگ اس بات کے مدعی ہیں کہ فاتحہ کا کھانا پیچھے رکھ کر اس پر فاتحہ دی جائے وہ اپنے دعوی پر اس حدیث شریف کے خلاف کوئی دلیل لائیں، یونہی اس بات کا ثبوت بھی ان کے ذمہ ہے کہ اس میں سے کچھ کھا لینا چاہئے، حقیقت یہ ہے کہ سب جہالت یا گمراہی کی باتیں ہیں۔

(۵) امور خیر کے لیے شرعا تاریخ مقرر کرنی جائز ہے، جبکہ یہ نہ سمجھے کہ اس دن کے سوا یہ کام ہو ہی نہیں سکتے۔ حدیث شریف میں ہے "قالت النساء للنبی ﷺ غلبنا علیك الرجال فاجعل لنا یوما من عند نفسك فوعدلهن یوما لیجمعن فیه فوعظهن" عورتوں نے شکایت کی کہ یا رسول اللہ ﷺ مرد آپ کا سارا وقت لے لیتے ہیں اور ہم محروم رہ جاتی ہیں تو آپ نے ان کے لیے ایک متعین دن کا وعدہ فرمالیا، وہ اسی دن جمع ہوجاتیں تو آپ انہیں وعظ فرمادیتے۔

(۶) ایصال ثواب کے لیے خام غلہ یا پکی ہوئی چیز گھر پر ہی تقسیم کی جائے۔ قبر پر لے جانے کو علما نے منع فرمایا ہے۔ ردالمحتار میں ہے: "و یکره نقل الطعام الی القبر۔

(۷) رفع یدین اور آمین بالجہر علمائے احناف کے نزدیک مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے:" لا یسن رفع یدیه الا فی سبع مواطن" شامی میں ہے:" فیکره عندنا و لا یجوز فی الصلاة" اسی میں ہے "وامن الامام سرا کماموم و منفرد"

(۸) ولاالضالین کو اگر قصدا ولاالزالین پڑھا تو نماز ہی نہیں ہوئی۔ خزانۃ الاکمل میں ہے "ولو قرأ الزاء مکان الضاد فقال القاضی محسن الاحسن ان تعمد ذالك فقد تبطل صلواته "۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبدالمنان اعظمی الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۲۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں پر میلاد شریف میں کھڑے ہوکر سلام پڑھنے پر کچھ نام نہاد مولوی اعتراض کرتے ہیں، کہ ہم قیام نہیں کرسکتے۔ میں نے ان لوگوں سے کہا کہ ہم لوگ تو حضور ﷺ پر سلام پڑھتے ہیں، کھڑے ہوکر جس کا نام آپ جیسے مولویوں نے قیام رکھا ہے۔ لہٰذا آپ میلاد شریف میں کھڑے ہوکر سلام پڑھنے پر ایک اچھی خاصی تحریر روانہ فرمائیں۔ شرع میں کیا حکم ہے؟ صوفیائے کرام اس پر کیا فرماتے ہیں۔

نظام الدین احمد

الجواب

قرآن مجید میں ہے: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ [الاحزاب:۵۶] اللہ اور اس کے ملائکہ رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! درود وسلام بھیجو۔

آیت میں درود کے ساتھ سلام کا حکم ہے اور اس کی کوئی تخصیص نہیں کہ بیٹھ کر یا کھڑے ہوکر، اس لیے رسول اللہ ﷺ پر ہر طرح سلام بھیجنا جائز ہے۔ کھڑے ہوکر بھی جس طرح اہل سنت بوقت قیام سلام

بھیجتے ہیں۔قرآن مجید میں ہے: ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً وَمُبَشِّراً وَنَذِيراً ۔ لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلاً ﴾(الفتح:۸،۹) اے نبی ہم نے آپ کو شاہد مبشر (خوش خبری دینے والا) نذیر (ڈرانے والا) بنا کر بھیجا تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ، اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔ اور یہ قیام ذکر ولادت بلا شبہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہے۔ پھر اس کے جائز اور باعث ثواب ہونے میں کیا شبہ؟ فقیہ۔محمد بن حسن فرماتے ہیں: " قد اجتمعت الامة المحمدية من اهل السنة والجماعة على استحسان القيام المذكور و قد قال رسول الله ﷺ لا تجتمع امتى على الضلالة " امت محمد ﷺ کا اس پر اجماع ہے کہ قیام ذکر ولادت مستحسن ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی، اس سے معلوم ہوا کہ قیام ذکر ولادت اجماع سے بھی ثابت ہے۔ غیر خدا کی کھڑے ہوکر تعظیم کی جاسکتی ہے۔اس کا ثبوت رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے ہوتا ہے، آپ نے گروہ انصار کو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم میں کھڑا ہونے کا حکم دیا۔ " قوموا الى سيدكم " اپنے سردار کی تعظیم میں کھڑے ہوجاؤ۔تو رسول اللہ ﷺ کی تعظیم بھی کھڑے ہو کر کی جاسکتی ہے۔اسی طرح قیام ذکر ولادت قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۸؍جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میلاد شریف میں بوقت ذکر پیدائش جو لوگ قیام کے لیے یہ خیال کر کے کھڑے ہوتے ہیں کہ جب آپ پیدا ہوئے تھے تو یونہی فرشتگان کھڑے تھے تو جائز ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو اس کا ثبوت کہاں ہے؟ یہ کب سے رائج ہوا؟ اس پر امت کا اتفاق ہے یا نہیں؟ کلام اللہ یا حدیث یا فقہ سے ثبوت ہے؟ اگر ہے تو ساتھ اس لیے مسئلہ کو تحریر فرمائیں۔ کیونکہ ہمارے یہاں علمائے دیوبند اس کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ اور قیام سے لوگوں کو منع کرتے ہین۔ اور کہتے ہیں کہ نہ تو اس کا ثبوت قرآن وحدیث۔ نہ اماموں۔ نہ بزرگان دین سے ہے۔ کہ ذکر پیدائش کے وقت قیام کیا جائے۔۔ ان سب وجوہات سے مسلمانوں میں دشمنی پیدا ہورہی ہے۔ اندیشہ جھگڑے کا ہے۔ استدعا ہے کہ امت رسول سنت وجماعت کے اس مسئلہ کو ثبوت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔ فقط والسلام۔ مختار احمد شہڈول

الجواب

ذکر ولادت کے وقت جو قیام کیا جاتا ہے اس کا ثبوت قرآن عظیم سے بھی ہے اور حدیث کریم

سے بھی، قرآن عظیم میں ارشاد باری ہے: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾[الاحزاب:۵۶] اس آیت میں حضور پر مطلق سلام پڑھنے کا حکم ہے نہ تو کسی وقت کی قید ہے نہ کسی ہیئت کی۔ تو جس وقت بھی سلام پڑھا جائے گا خواہ ذکر ولادت کے وقت ہی کیوں نہ ہو قرآن کے مطابق ہی ہوگا۔ اور جس ہیئت میں پڑھا جائے قرآن کے موافق ہوگا، اور حدیث شریف میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاطر فرمایا" قوموا الیٰ سید کم "جب کسی آدمی کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونا ہو تو کوئی شرعی قباحت نہیں ہوتی تو سرکار کے ذکر کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے میں کون سی قباحت ہو سکتی ہے؟ قیام وسلام کے جائز ہونے کے لیے تفصیلی دلائل اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ اور مولانا عبد السمیع صاحب کی تصنیف انوار ساطعہ میں دیکھئے، عام مسلمانوں کو چاہیے کہ صراط مستقیم پر قائم رہیں۔ اور دیو بندیوں اور بد مذہبوں کے بہکاوے میں نہ آئیں۔ میلاد شریف کے جزئیات مثلاً ذکر ولادت، اس وقت کا قیام، اہتمام ذکر مصطفی علیہ السلام، تعیین اوقات، قیام تعظیمی اور سلام وغیرہ سے اسلام کا کوئی قرن خالی نہیں، لیکن میلاد شریف کی یہ مخصوص ہیئت ۶ ر صدی ہجری کے اواخر سے قائم ہوئی، یہ دیو بندیوں کا فریب ہے کہ بزرگان دین نے اس کو نہ کیا۔ خود پیشوایان دیو بند کے پیر حاجی امداد اللہ صاحب نے فیصلہ ہفت مسئلہ میں تحریر کیا ہے" کہ فقیر اس کو کرتا ہے۔ اور اس میں لذت پاتا ہے"۔ اب یا تو وہ لوگ اپنے پیشواؤں کے پیشوا حاجی صاحب کو بزرگان دین کی فہرست سے خارج کریں یا اپنے اس قول سے رجوع کریں کہ بزرگان دین سے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۰ر جمادی الآخر ۷۸ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

کسی عام قبرستان پر جا کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مشہور سلام مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام اور یا نبی سلام علیک پڑھنا جائز اور مستحسن ہے کہ نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی، رفیع احمد علیمیہ انوار العلوم دامودر پور مظفر پور

الجواب

حضور علیہ السلام پر درود وسلام دونوں بھیجنے کا قرآن عظیم میں حکم ہے اور دونوں ہی کار ثواب ہیں اور جس طرح درود شریف بلکہ ہر کار خیر کا ایصال ثواب جائز ہے ہدایہ میں ہے " ان الانسان له ان يجعل

ثواب عمله لغيره صلوٰة كان او صوماً " اسی طرح سلام کا ثواب بھی بخشا جا سکتا ہے۔ فرماتے ہیں: " عند ذكر الصالحين تنزل الرحمة " تو اس نیت سے بھی پڑھا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس ذکر خیر سے میت پر رحمت نازل ہو اور اسے انس ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۴ شوال المکرم ۱۴۱۶ھ

(۲۶) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک بستی کے لوگ عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ جلوس نکالتے ہیں اور مساجد کو سجاتے ہیں، کوئی پہاڑ بناتا ہے تو کوئی خوبصورت پارک تیار کرتا ہے۔ غرض کہ طرح طرح کی اعلیٰ تزئین اور زیبائش کرتے ہیں اور ان اشیاء کو دیکھنے کے لیے عورتوں اور مردوں کا اختلاط اور جم غفیر لگتا ہے جس میں فاحشات ومنکرات وجود میں آتی ہیں اور مسجدوں میں بعض ایسی ہیں جن کے تعمیری کام کی تکمیل کے لیے کافی روپے کی ضرورت ہے۔

ان سب باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بتائیں کہ میلاد النبی ﷺ کے موقع پر اس طرح حد سے تجاوز کرنا اور بے جا مال صرف کرنا درست ہے یا نہیں ہے؟ اگر نہیں تو خوشی منانے کا صحیح طریقہ تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔ بینوا بالتفصیل توجروا بالآخرۃ

المستفتی: اراکین انجمن اصلاح معاشرہ قصبہ شیش گڑھ ضلع بریلی یوپی

الجواب

زینت وآرائش تمام بنی نوع انسان کے نزدیک محمود ومستحسن ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی مسلمانوں کو اس کی چھوٹ دی ہے ارشاد الٰہی ہے: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ أَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ﴾ (اعراف: ۳۲)۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے جو زینت بنائی اسے کون حرام کر سکتا ہے۔

البتہ اس کے لیے حدود ومواقع اور محل متعین فرمائے۔ جیسے کچھ آرائشیں ہیں جو عورتوں کے لیے مخصوص ہیں اور مردوں کے لیے منع ہیں اور کچھ آرائشیں ہیں جن کا مردوں کو حکم ہے اور بہت سی زینتیں ایسی ہیں جن کا حکم مخصوص اوقات میں ہے اور کچھ مخصوص مقام کے لیے ہیں۔

مثلاً قرآن مجید میں ہے: ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ﴾ (النور: ۳۱) عورتیں اپنے سنگار کو ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا باپ بیٹوں پر۔ فقہ کی کتابوں میں ہے: عورت کا اپنے شوہر کے لیے سنگار کرنا باعث اجر وثواب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے لیے زیب وزینت اور آرائش جائز ہے اور اچھی نیت سے ہو تو اجر وثواب ہے۔ لیکن مردوں کے لیے زنانہ آرائش سخت ممنوع

ہے۔حدیث شریف میں ہے لعن رسول الله ﷺ الرجال الذین یشبھون بالنساء (مصنف عبدالرزاق)
حضور ﷺ نے عورتوں کی طرح بناؤ سنگھار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی۔

امام احمد ونسائی نے حدیث روایت کی:

اتیت رسول الله ﷺ و علی ثوب دون فقال الك مال قلت :نعم. قال :من ای مال؟ قلت :من کل مال قد اتانی الله من الابل والبقر والغنم والخیل والرقیق فقال اذا اتاك مالا فلیری علیك اثر نعمة الله و الكرامة ـ

ایک صحابی کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس معمولی کپڑوں میں آیا۔آپ نے پوچھا تمہارے پاس مال ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔فرمایا: کون سا مال؟ میں نے عرض کی اونٹ، گائے، بکری، گھوڑا، غلام سبھی کچھ تو ہے۔فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے دولت سے تمہیں نوازا ہے تو تم پر اس کا اثر ظاہر ہونا چاہیے۔کیسا جامع لفظ ارشاد فرمایا گیا، مطلب یہ ہوا کہ رہن سہن، کھانے پینے، لباس ومکان سب سے یہ ظاہر ہونا چاہیے کہ تم اللہ کی دولت کا شکر ادا کر رہے ہو، اس سے معلوم ہوا کہ آسودہ حال آدمی اچھی نیت سے عمدہ لباس پہنے تو شرع میں محبوب ومحمود۔یہ مردوں کے لیے جائز زینت کی مثال ہوئی، اب خاص موقع کی زینت ملاحظہ کیجئے: و یستحب یوم العید ان یغتسل و یتطیب و یلبس احسن ثیابه المباحة و یتختم۔

(جوہرہ نیرہ جلد ۱، ص ۱۳۳)

عید کے دن یہ باتیں مستحب ہیں غسل کرنا، خوشبو لگانا، بہترین اور جائز کپڑے پہننا اور انگوٹھی پہننا۔یہ عید کے دن کی مسرت کے اظہار کے لیے زیب وزینت وآرائش شرعاً محبوب ومرغوب ہوئی۔
مسجدوں کی زیب وزینت، اس کی روشنی، رنگ وروغن سے مسلمانوں کو اس کے آباد کرنے سے روکا نہیں گیا۔چنانچہ عہد رسالت میں مسجد نبوی شریف کی دیواریں خام اور چھت کھجور کی پتیوں کی تھی۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانے میں اپنے عہد کی عمارتوں کے موافق اس کی دیواروں اور ستون میں منقش پتھر لگوائے اور چھت ساج کی عمدہ لکڑیوں کی بنوائی۔اس وقت بھی کچھ حضرات نے اس پر چہ می گوئیاں کیں۔آپ نے ممبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے تو فرمایا: من بنی لله مسجدا بنی الله له بیتا مثله فی الجنة۔ (مشکوۃ شریف ص ۶۸) جو جیسی مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ویسا ہی محل بنائے گا۔

مطلب یہ ہے کہ میں نے مسجد نبوی کی ظاہری شان میں بھی اس لیے اضافہ کیا کہ اللہ میرے جنت کے مکان کو اسی تناسب سے جنت کے مکانوں میں شاندار بنائے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

اپنے عہد مبارک میں رمضان شریف کی راتوں میں مسجد نبوی شریف میں خوب روشنی کا اہتمام فرمایا۔ حضرت مولی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا تو فرمایا: لقد نورت مساجدنا نور الله قبرك يا عمر۔ اے حضرت عمر آپ نے ہماری مسجدوں کو روشن کیا اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو روشن کرے۔

یہ رمضان شریف کی تشریف آوری کی خوشی میں مسجد کی روشنی کی مثال ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مساجد میں روشنی اور زیب وآرائش عہد صحابہ سے محمود و مستحسن رہی ہے۔

پس مذکورہ بالا روایتوں سے ایک بات تو یہ ثابت ہوئی کہ زینت وآرائش شخصیات کی ہو یا مقامات کی محدود وقواعد وشرائط کے ساتھ قرآن نے اس کی اجازت دی۔ احادیث وآثار وفقہ سے اس کا عملی ثبوت ہوا۔ پھر ان میں بعض روایتوں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ آرائشیں انسان کے اظہار مسرت کا ذریعہ ہیں، مثلاً عید کے دن جتنے اہتمام ہیں اور زیب وزینت ہے وہ عید کی مسرت کا اظہار ہی ہے، ماہ رمضان میں مسجد نبوی کی روشنی میں ماہ مبارک کی تشریف آوری پر اظہار مسرت کا ایک طریقہ ہے۔ حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب شعب الایمان میں لکھتے ہیں: کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۲ رسال میں سورۃ بقر تفسیر کے ساتھ یاد کی۔ اس عظیم نعمت کے حصول کی مسرت کے اظہار کے لیے آپ نے اونٹ ذبح فرمایا۔ اور بڑی مقدار میں کھانا پکوا کر صحابۂ کرام کو کھلایا۔ یہ انعام خداوندی پر اظہار مسرت کا ایک ڈھنگ ہے۔

ایک یہودی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر آیت ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [المائدۃ:۳] ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو "یوم عید" مناتے۔ حضرت عمر نے جو جواب دیا اس کا حاصل یہ ہے، یہ دن ہمارے یہاں بھی عید ہی ہے بلکہ عیدوں کی عید ہے کہ ہفتہ کی عید یوم جمعہ، یہ آیت جمعہ کے دن اتری، یہ آیت خاص میدان عرفات میں اتری۔ حضرت امام کرمانی فرماتے ہیں: فقد اتخذنا ذلك اليوم عيدا و اعظمنا مكانه۔ ہم نے اس دن کو عید قرار دیا اور اس جگہ کی بھی تعظیم وتکریم کی جہاں یہ آیت اتری۔

قربانی ابراہیم علیہ السلام کی یادگار، اس دن یوم الاضحیٰ ہم سب اس کو منانے کے لیے عرفات میں جاتے ہیں،

عہد رسالت میں اظہار مسرت کا ایک اور دل آویز منظر قابل ملاحظہ ہے، مکہ سے ہجرت کر کے جب رسول اللہ ﷺ مدینہ پہنچے تو ۱۴ روز مدینہ کی ایک مضافاتی بستی قبا میں رہے، اس کے بعد کا ذکر بخاری شریف کی روایت میں سنئے: ثم ارسل الى ملأ بنى نجار فجاؤا مقلدين سيوفهم قال كانى

أنظر الی رسول الله ﷺ علی راحلته و ابو بکر ردفه وملاء بنی النجار حوله حتی القی بفناء ابی ایو ب۔ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ بنونجار کو خبر بھیجی، وہ تلواریں گردن میں ڈالے خدمت رسول ﷺ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کے اپنے پیچھے حضرت ابو بکر کو بٹھایا اور حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ کی مقدس اونٹنی کو چاروں طرف سے اپنے حلقہ میں لے لیا اور اسی شان سے یہ جلوس روانہ ہوا۔ (راستے میں جو محلہ واقع ہوتا وہاں کے شرفاء وسردار خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنے محلہ میں قیام کرنے کی پیش کش کرتے اور کہتے یا رسول اللہ ﷺ ہم تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور ہمارے دلوں میں آپ کے لیے تڑپ بھی بہت ہے۔ آپ فرماتے: معاملہ اونٹنی کے سپرد ہے اور اس کی قدرت کی طرف سے رہنمائی ہورہی ہے اور جلوس میں افراد کا اضافہ ہوجاتا۔ دیکھیں وہ خوش قسمت کون ہے۔ جس کے دروازے پر اونٹنی بیٹھتی ہے) اسی شان سے آپ بنی نجار کے محلہ میں پہنچے وہاں جہاں آپ کی مسجد ہے، اس کے دروازہ کی جگہ اونٹنی بیٹھ گئی، گردن بلند کر کے آواز نکالی گویا کہہ رہی ہے۔ شکر کہ جمازہ بمنزل رسید۔ اور گردن پھیلا کر سرزمین پر ڈال دیا۔ اس تین میل کے جلوس کا آنکھوں دیکھا حال مسلم، بخاری اور دیگر کتب روایات سے سنئے۔ امام بخاری روایت فرماتے ہیں:

قدم النبی ﷺ المدینة ما رأیت اهل المدینة فرحوا بشیء فرحهم برسول الله ﷺ حتی جعل الاماء یقولون قدم رسول الله ﷺ ۔

حضور مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ نے جس عدیم المثال مسرت کا اظہار کیا اس کی نظیر مشکل ہے، گھروں کی کنیز اور باندیاں تک ایک دوسرے سے کہتے پھرتے رسول اللہ آگئے، رسول اللہ آگئے۔

وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے　　　کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

امام مسلم حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان نقل کرتے ہیں:

فقدمنا المدینة فتنازعوا الیهم ینزل علیه رسول الله ﷺ فقال: انزل علی بنی النجار اخوال عبد المطلب واکرمهم بذلك. فصعد الرجال والنساء فوق البیوت و تفرق الغلمان و الخدام فی الطریق ینادون یامحمد یا رسول الله یامحمد یا رسول ۔ حضور ﷺ رات میں مدینہ پہنچے سب کی خواہش یہی تھی کہ حضور ہمارے محلہ میں اتریں، رسول اللہ ﷺ کے دادا حضرت عبد المطلب کا ننہال بنونجار میں تھا۔ آپ نے کہا میں ان کے اکرام میں انہیں کے محلہ میں ٹھہروں گا اس وقت عالم یہ تھا کہ مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر اور بچے اور خدام گلیوں میں چاروں طرف پھیل کر نعرہ لگا رہے تھے۔ یا محمد یا رسول، یا محمد یا رسول اللہ۔

دیکھئے یہ یارسول اللہ کا نعرہ بھی کسی نے آج نیا نہیں نکالا ہے۔ بنو نجار کی بچیوں کا گروہ آیا ان کی زبان پر یہ نغمہ تھا: نحن بنات من بنی نجار. یاحبذا محمد من جار.

ہم بنی نجار کی بچیاں ہیں ہماری خوش قسمتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پڑوسی ہیں۔

مردوں کے لب پر خیر مقدمی ترانہ تھا:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

مکہ کا چاند ثنیۃ الوداع کی گھاٹیوں سے ہم پر طلوع ہوا، رہتی دنیا تک اس کا شکر ہم پر واجب ہے، یارسول اللہ آپ ہمارے مطاع وفرماں روا ہیں۔

الحاصل نہانا، خوشبو لگانا، عمدہ لباس پہننا، کھانے میں اہتمام کرنا، عام دعوت طعام کرنا، مسجدوں میں چراغاں کرنا، مسجدوں میں آرائش کرنا، جلسہ کرنا، جلوس نکالنا، اللہ رسول کے نام کے نعرے لگانا، حمد ونعت کے ترانے پڑھنا یہ سب جائز اور شرعی اظہار محبت وخوشی کے ذریعے ہیں اور ہم کو حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رسول رب العلمین کی رحمت کی آمد آمد کی خوشی منائیں، مسرت کا اظہار کریں۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْاهُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾[یونس:۵۸]

یارسول اللہ ﷺ آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل (قرآن) اور اس کی رحمت (پیغمبر اسلام) کی آمد آمد کی خوشی کا اظہار کریں۔ روح المعانی ۱۱:۱۴۱ میں ہے: و اخرج ابو الشیخ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان الفضل العلم والرحمۃ محمد ﷺ والمشھور وصف النبی ﷺ بالرحمۃ کما یرشد الیہ قولہ تعالیٰ۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں آیت میں فضل سے مراد علم ہے اور رحمت سے مراد نبی ﷺ ہیں۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں: آپ کا رحمت سے متصف ہونا تو ارشاد الٰہی سے ظاہر ہے۔

پس ان آیات وروایات کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کی خوشی میں سوال میں ذکر کئے ہوئے امور مثلا جلسہ وجلوس، مسجد کی روشنی اور آرائش، دعوت طعام جائز ہوگی۔

ہاں جو چیز شرعا ناجائز وحرام ہے وہ ہر حال میں قبیح اور ممنوع، چاہے تنہا اس کو کیا جائے یا کسی نیک کام کے ساتھ۔ جیسے سوال میں ذکر کیا ہوا اختلاط، کہ اجنبی مرد وعورت کا اختلاط شرعا ممنوع ہے، گھر والوں پر لازم ہے کہ عورتوں کو ایسے اجتماع میں شرکت سے سختی کے ساتھ روکیں، مسجد کے منتظمین بھی عورتوں کو

آنے سے منع کریں جب فتنے کے ڈر سے عورتوں کا مسجد میں نماز کے لیے آنا منع ہے تو اس معاملہ میں کون سی رعایت ہوگی؟

اور روشنی کی زیادتی یا آرائش وسجاوٹ کو اسراف قرار دینا قابل غور ہے۔ بحر الرائق جلد ۸، ص ۱۸۳ میں ہے کہ آسودگی سے زیادہ کھانا اسراف ہے اور حرام ہے، لیکن نیت صحیحہ سے ہو تو جائز ہے، جیسے کھانا کھا چکے تھے مہمان آگیا، اس کے ساتھ نہ کھایا تو وہ بھوکا ہی دسترخوان سے اٹھ جائے گا۔ یا زائد کھانا قے کرنے کے لیے کھایا کہ ازروئے طب یہ مفید ہے تو یہ اسراف نہ ہوگا۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاوی رضویہ جلد دہم نصف اول ص ۲۱۲ میں فرماتے ہیں کہ مباحات کا یہی حال ہے، فان ذلك شان المباح يتبع النية حسنا و قبحا و تمحضا للاباحة۔ مباحات کا یہی حال ہے، اچھی نیت ہو تو اس کا کرنا باعث اجر وثواب، نیت بری ہو تو قبیح وممنوع اور نہ یہ نیت ہو نہ وہ تو صرف مباح۔ اسی مقام پر احیاء العلوم سے ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا:

اتقد بعض الصالحين الف سرج فی مجلس الذکر فانکرہ بعضهم فقال تعال و اطفی ما كان منها لغير الله فلم يستطع اطفاء شیء منها۔

ایک بزرگ نے مجلس ذکر میں ہزار چراغ جلائے، اس پر کسی نے اعتراض کیا کہ یہ تو اسراف ہے، بزرگ نے فرمایا، اس میں جو اللہ کے لیے نہ جلایا گیا ہو اس کو بجھادو، انکار کرنے والے نے کوشش کی مگر ایک چراغ کو بھی بجھا نہ پایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان امور کو اسراف کہہ کر ناجائز قرار دینے اور مطلقا منع کرنے کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں۔ اور اس کے بعد جو مسجدوں کی تعمیری ضرورت کا ذکر کیا ہے وہ تو مانعین کی دلی بیماری ہے۔ آپ نے تو خیر ایک ہی ضرورت کا ذکر کیا ہے اور لوگ تو مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی، ان کی مفلوک الحالی، اور دوسری متعدد ضرورتوں کا اس طرح ذکر کرتے ہیں جیسے یہ ساری خرابیاں صرف عید میلاد النبی ﷺ کا جشن منانے کی ہی وجہ سے ہیں اور اسے بند کردیا جائے تو قوم کی ساری خرابیاں ختم ہو جائیں گی۔ عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر ندوی، دیوبندی، غیر مقلد، صلح کلی سارے ہی اداروں کے رسالوں کا مطالعہ کیا جائے تو سب کی آواز ایک ہوگی۔

جبکہ خود انہیں کوئی جلسہ کرنا ہو، کسی کی یادگار منانی ہو، کوئی کانفرنس کرنی ہو، تو جو اہتمام ہوتا ہے، جو انتظام ہوتا ہے، جو روشنی ہوتی ہے، جو ستا پکوان پکتا ہے سب دیکھنے کی چیزیں ہوتی ہیں، اس وقت نہ تو اسراف سوجھتا ہے نہ اختلاط پر نظر ہوتی ہے، نہ قوم کی زبوں حالی دکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے

حال پر رحم فرمائے، ہمارے مصلحین کو توفیق خیر دے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ عید میلاد النبی ﷺ کی تقریبات کو غلط اور مشکوک بیانوں سے یکسر روکنا جائز نہ ہوگا، البتہ اس میں مسلمان جہالت اور نادانی سے کوئی خلاف شرع کام کریں تو اس سے ان کو روکا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۵؍ جمادی الاخری ۱۴۱۸ھ

(۲۷) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے محلہ کی چور گڈھ میں برسوں سے صلاۃ وسلام کا سلسلہ تھا اور اس کی صورت یہ تھی کہ جمعہ کی اذان اول سے پہلے ایک حاجی صاحب جو ابھی زندہ ہیں منذنہ میں کھڑے ہوکر انبیاء علیہم السلام کے مبارک نام آیات قرآنیہ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے جس سے کسی کو پرخاش نہیں تھی، مگر ایک سال ہوا ہے کہ مسجد کے نئے متولی کا انتخاب ہوا، ان میں سے ایک متولی نے صلاۃ وسلام کا طریقہ بند کرادیا، کہ صلاۃ وسلام گمراہی ہے اور حاجی صاحب کو جو صلاۃ وسلام پڑھا کرتے تھے۔ دس روپیہ بطور رشوت دیئے اور ان کو مجبور کیا کہ وہ صلاۃ وسلام بند کردیں، چنانچہ انہوں نے بند کردیا، حالانکہ وہ راضی نہیں تھے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس قسم کا صلوۃ وسلام پڑھنا ناجائز ہے؟ کیا صلوۃ وسلام کو بدعت و گمراہی کہنے والا حق بجانب ہے؟ کیا دین کے معاملہ میں رشوت دینا جائز ہے؟ کیا رشوت دینے والا مسلمان کہا جاسکتا ہے؟ بینوا وتوجروا المستفتی: عبدالرزاق سراج الدین

الجواب

حضور ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام پر صلوۃ وسلام ایک قرب مقصودہ و ماموره ہے۔ بالخصوص حضور ﷺ پر صلاۃ وسلام نص قرآنی سے ثابت ہے اور کسی خاص لفظ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ جس طرح پڑھا جائے گا فرمان خدا کی بجا آوری ہوگی۔ اس کو گمراہی کہنے والے بدنصیب ہیں، رشوت کا لینا دینا گناہ کبیرہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۶؍ جمادی الاولی ۹۱ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۲۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کہتا ہے کہ میلاد شریف کی محفل میں قیام کرنا ناجائز ہے۔ ہمارے علاقے میں ایک جلسہ ہوا جس میں علمائے دیوبند نے سیرت سرکار دو عالم ﷺ پر تقریر کی، لیکن جلسہ کا اختتام دعا پر کیا، ایک صاحب نے کھڑے ہوکر پوچھا کہ آپ لوگوں نے صلوۃ وسلام نہیں پڑھا، تو کہا کہ کوئی فرض واجب نہیں جسے کیا جائے۔

پھرانہوں نے پوچھا آخر کیوں صلوۃ سلام نہیں پڑھتے، توزید نے کہا کہ ہم شیطانوں سے لڑنے اور سرتوڑنے جائیں۔تم سب لوگ ہمارے ساتھ چلو،عرب میں اگرصلوۃ وسلام ہوتا ہوگا تو ٹھیک ہے،نہیں تو ہم آپ لوگوں کا چمڑا اتارلیں گے اورتم کافرہو،تمہیں ازسرنو ایمان لانا چاہئے۔زیداس طرح صلوۃ وسلام سے بھاگتا ہے جیسے شیطان اذان سے بھاگتے ہیں۔ برائے کرم اس کا تفصیلی جواب عنایت فرماکر مشکور فرمائیں کرم ہوگا۔فقط والسلام

خیراندیش:محمد قربان علی مستری درگاہ پور ضلع بردوان ۲رجون ۱۹۷۰

الجواب

بلاشبہ میلادشریف میں کھڑے ہوکر صلاۃ وسلام پڑھنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب اور باعث ثواب ہے۔اورحکم الٰہی کی بجاآوری ہے۔ارشادالٰہی ہے:﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا﴾(الاحزاب:۵۶) رسول اللہ ﷺ پرصلوۃ وسلام بھیجواور جتنے اہل سنت والجماعت ہیں کسی کوصلوۃ وسلام پڑھنے سے انکارنہیں ہے۔ہاں دیوبندی وہابی گمراہوں نے جنہیں حضور ﷺ کی تعظیم سے ہی نفرت ہے۔صلاۃ وسلام سے انکارکرنا اپنا شعار بنالیا،مسلمان ان کے دھوکے میں نہ آئیں اورضرور صلوۃ وسلام کھڑے ہوکر پڑھتے رہیں۔

چونکہ اس وقت عرب میں وہابیوں کی حکومت ہے، اس لیے یہ دیوبندی مولوی عرب میں مسلمانوں کولے جاکرتصدیق کرانے کے لیے کہتے ہیں۔مگرانہیں معلوم نہیں کہ مدینہ کے مسلمان اب بھی اپنے گھروں میں میلادوقیام کرتے ہیں۔حکومت نے بندکرادیا۔مگریہ سلام وقیام کی حقانیت کے لیے کیا کم دلیل ہے۔یہ دیوبندی بھی مسجدنبوی میں مزاراقدس کے پاس کھڑے ہوکرہی انہیں الفاظ میں سلام عرض کرتے ہیں۔السلام علیك ایھا النبی ۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپوراعظم گڈھ ۱۸ر ربیع الثانی ۹۰ھ

الجواب صحیح:عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپوراعظم گڈھ

(۲۹) **مسئلہ**: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہم لوگ اہل سنت وجماعت محفل میلادکے آخرمیں قیام کرتے ہیں،اس میں بعض لوگ یعنی عقائددیوبندیہ وہابیہ اعتراض کرتے ہیں کہ قیام کرنا بدعت ہے۔ہم جواب دیتے ہیں کہ بدعت حسن ہے، اس میں بہت ثواب ہے،وہ لوگ یعنی وہابی کہتے ہیں کہ قیام کیوں کرتے ہیں،جواب دیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ کی تعظیم وتوقیر کے لیے۔پھراعتراض کرتے ہیں کہ نبی ﷺ میلادکے ختم ہونے کے بعدآتے

ہیں تو آخر میں کھڑا ہونا ٹھیک ہے اور اگر بیچ میں آتے ہیں تو درمیان میلاد کھڑا ہونا چاہئے اور اگر نہ آخر نہ بیچ بلکہ شروع ہی میں آتے ہیں تو پورا میلاد کھڑے ہو کر پڑھنا چاہئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم محفل میلاد میں آتے ہیں تو کس وقت اس کا جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

شفیع احمد شاہ گنج

الجواب

مولود شریف میں حضور علیہ السلام کا ذکر ہوتا ہے اور ذکر کی تعظیم ذات کی تعظیم کی طرح ہوتی ہے۔ چونکہ ذکر ولادت خاص ذکر ہے۔ اس لیے اس وقت تعظیما قیام کیا جاتا ہے۔ قیام اس لیے نہیں کیا جاتا ہے کہ خود حضور علیہ السلام محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں، نہ ان کا تشریف لانا ضروری ہے۔ آجائیں تو ان کا کرم اور یہ کوئی محال بات نہیں، مگر قیام مندرجہ سوال صرف ذکر ولادت کی تعظیم میں کیا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۹ر رجب ۹۰ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۳۰-۳۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) تجہیز وتکفین کے بعد قبر پر میلاد مقدس کرنا جائز ہے یا نہیں؟ شریعت حکم دیتی ہے کہ نہیں؟ نا کرنے والوں پر لعن طعن کی پھبتیاں کسی جاتی ہیں، ایسی صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۲) حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بزم پاک منعقد ہوئی اور تذکرہ غوث پاک کیا گیا اور اس میں کھڑے ہو کر سرکار غوث پاک پر سلام پڑھا گیا، ایسا کرنا علمائے اہل سنت والجماعت کے نزدیک کیسا ہے؟

(۳) بزرگان دین کی تصویر گھروں میں چسپاں کرنا ان کا ادب واحترام کرنا درست ہے یا نہیں؟ فرامین مصطفویہ اور شریعت مطہرہ سے مدلل جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

خاکسار: مقبول احمد خاں سکندر پور بلیا

الجواب

(۱) حصول برکت کے لیے میلاد شریف بعد دفن کوئی جرم نہیں کہ یہ ذکر خیر کسی خاص وقت یا مقام مخصوص کے ساتھ مقید نہیں۔ ہاں اس بات کا خیال ضروری ہے کہ قبروں کی بے حرمتی نہ ہو اور لوگ قبروں پر پاؤں نہ رکھیں۔ انکار اگر بربنائے وہابیت نہ ہو تو لعن وطعن اور پھبتیاں کسنا برا ہے، کہ فعل مستحب کا مطلب ہی یہ ہے کہ کرنے والے کو بھی برا بھلا نہ کہا جائے اور نہ کرنے والے کو بھی۔

(۲) نفس جواز میں کوئی شبہ نہیں کہ ہر بزرگ کی مجلس ذکر ولادت قائم کی جاسکتی ہے، یہی حال

سلام کا ہے، لیکن حضور علیہ السلام کے ذکر ولادت باسعادت اور آپ کے قیام کو خصوصی شان حاصل ہوگئی ہے، خصوصیت باقی رکھنا چاہئے۔

(۳) کسی بھی ذی روح کی تصویر رکھنا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے:"انا لا ندخل بیتا فیھا کلب او تصاویر" واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ مدرس اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۳۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

عید میلا دالنبی علیہ السلام کے جلسے کے دوران ایک غیر مسلم درخواست پیش کرتا ہے کہ میں بھی حضور علیہ السلام کے متعلق کچھ ذکر کرنا چاہتا ہوں، مجھے اجازت دیں، اس درخواست پر اس کو اجازت دی گئی اور علماء کی صف میں بیٹھ کر اس نے حضور علیہ السلام کے متعلق کچھ تقریر کی۔

اس فعل پر زید کہتا ہے کہ مسند ناپاک ہوگئی اور جلسہ بھی ناپاک ہوگیا، از راہ کرم شریعت مطہرہ کے حکم سے آگاہ فرمائیں۔ زید اپنے قول کی سند میں اس آیت کو ﴿انما المشر کون نجس﴾ (التوبۃ:۲۸) پیش کرتا ہے۔

المستفتی: محمد خلیل احمد کچھوچھوی دار العلوم تسلیم آباد

الجواب

مسند اور جگہ ناپاک ہونے کا مسئلہ خارج از بحث ہے اور ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ﴾[التوبۃ:۲۸] سے استدلال لاعلمی، آیت میں نجاست سے مراد عقیدہ کی ناپاکی ہے جسم کی غلاظت نہیں۔ ہدایہ میں ہے:"لنا قولہ علیہ السلام انزل و فد ثقیف فی المسجد و لان الخبث فی اعتقادہ فلا یؤدی الی تلویث المسجد" ہاں منبر رسول پر علماء کی صف میں بیٹھ کر وعظ کہلانا یقیناً غلط ہے، کہ اس میں اس کی تعظیم وتوقیر ہے۔ شامی میں ہے:"لانا امر نا باھانتھم"۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ مدرس اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ

(۳۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

اپنا دستور یہ ہے کہ بعد نماز جمعہ پورے گاؤں والے باادب کھڑے ہوکر یا نبی سلام علیک صدیوں سے پڑھتے چلے آرہے ہیں، مگر یہاں پر اسی گاؤں کا ایک شخص جس کا نام ہاشم ہے اس کا کہنا ہے کہ جمعہ کے بعد صلاۃ وسلام ضروری نہیں۔ ہم لوگوں کو سنت نفل پڑھنے میں خلل واقع ہوتا ہے اور اکثر وبیشتر وہ

تاخیر کر کے نماز پڑھتا ہے۔سلام پڑھنے سے نجات پانے کے لیے۔ کرم کر کے جواب عنایت فرمائیں۔اب ہم لوگوں کو اس شخص سے سلام وکلام رکھنا جائز ہے یانہیں؟ جمعہ بعد نفل ضروری ہے یا صلاۃ و سلام؟ المستفتی مولانا رضوی مقام و پوسٹ رامپور بلیا

الجواب

جمعہ کی نماز کے بعد نہ نفل ضروری ہے نہ صلاۃ وسلام، اس لیے دونوں کو ایک دوسرے کی رعایت کرنا چاہیے، حتی الامکان سلام پڑھنے والے اتنی تاخیر کریں کہ نفل پڑھنے والے مسجد سے نکل جائیں۔اہل نوافل کو بھی سلام والوں کی رعایت کرنی چاہیے اتنی تاخیر نہ کریں کہ سلام پڑھنے والوں کو حرج ہو اور ایک آدھ آدمی نماز پڑھنے والے ہوں تو وہ مسجد کے کسی گوشہ میں پڑھیں۔

اور اگر کوئی بدطینت وہابی ہے جو نماز کے بہانے صلوۃ وسلام کو روکنا چاہتا ہے تو وہ مفسد ہے، اس کی کوئی پرواہ نہ کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ

(۳۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

زید امام ہے اور اس کا لڑکا اس کی عدم موجودگی میں امامت کرتا ہے۔زید نے بغض وعناد کی بنا پر اپنے لڑکے سے جمعہ کے روز دوران تقریر یہ الفاظ کہلوائے اس کے لڑکے نے خود کہا کہ نماز کے علاوہ نہ درود کی ضرورت ہے اور نہ ہی سلام کی، نماز ہی کے درود وسلام ہمہ وقت کے لیے کافی ہیں اور یہ بھی کہا کہ وہ لوگ جو مزاروں پر جاتے ہیں مرغ وغیرہ کی نذر ونیاز پیش کرتے ہیں ان کی یہ نذر ونیاز خنزیر کے گوشت سے زیادہ حرام اور بدتر ہے، بلکہ خنزیر کا گوشت اس سے کم حرام ہے اور اس سے اچھا ہے۔

عوام الناس میں اس بات پر کافی اختلاف ہے۔صورت مسئولہ میں ایسے شخص کو امام بنانا درست ہے یانہیں؟ اور اس کے حامیوں پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ ایسے خلاف مذہب کلمات پیش کرنے والا شریعت کے نزدیک کیسا ہے؟ مدلل ومفصل قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں تاکہ عوام کو صحیح مسئلے سے آگاہ کرایا جائے۔ المستفتی محمد اقرب اللہ قادری، پکڑی سورنیلی ضلع مہراج گنج

الجواب

زید کا لڑکا جس نے وعظ میں یہ کہا کہ نماز کے علاوہ نہ درود کی ضرورت ہے نہ سلام کی، نماز کے درود وسلام ہمہ وقت کے لیے کافی ہیں۔اور یہ بھی کہا کہ وہ لوگ جو مزاروں پر جاتے ہیں مرغ وغیرہ کی نذر نیاز پیش کرتے ہیں۔ان کی یہ نذر ونیاز خنزیر کے گوشت سے زیادہ حرام اور بدتر ہے بلکہ خنزیر کا گوشت اس سے کم حرام ہے اور اس سے اچھا ہے، وہ سخت جاہل اور بدترین گمراہ ہے۔

قرآن شریف بائیسویں پارہ سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ عام مسلمانوں کو حکم دیتا ہے:
﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾[الا حزاب:۵٦]

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو۔

شہنشاہ عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے استاد حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کی کتاب نور الانوار پڑھے بغیر کوئی سنی ہو یا دیوبندی مولوی نہیں ہوتا۔ وہ اپنی کتاب تفسیرات احمدیہ میں فرماتے ہیں:

"وهذه هی الاية التی تدل علی وجوب الصلوة علی المؤمنين للنبی ﷺ لانه لاخلاف للعلماء فی ان هذا الامر للوجوب "(پارہ:۲۲ ص ۴۲۳)

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مسلمانوں کا نبی پر درود وسلام بھیجنا واجب ہے کیونکہ کسی عالم کو اختلاف نہیں سب اس امر میں متفق ہیں کہ اس آیت میں درود وسلام کا حکم وجوبی ہے۔

اور یہ بے علم یہ کہتا ہے کہ نماز کے علاوہ درود وسلام کی ضرورت ہی نہیں۔ اگر یہ ابن زید خود کو غیر مقلد کہتا ہو تب تو اس کا مسئلہ خود ہی صاف ہے۔ کہ یہ گمراہ طبقہ چاروں ائمہ مجتہدین کے اجماعی مسائل کا بھی انکار کرتا ہے، لیکن اگر یہ اپنے کو حنفی کہتا ہو تو یہ اپنے مقتدا حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کی بھی تردید کرتا ہے۔ "وان فی الصلوة عند ابی حنيفة ليسن الصلوة فی القعدة الاخيرة بعد التشهد ولايجوز فی الاولیٰ"۔

نماز کے قعدۂ اخیرہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک تشہد کے بعد نبی ﷺ پر درود بھیجنا سنت ہے اور قعدہ اولیٰ میں درود پڑھنا منع ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہو سکتا تھا کہ امام اعظم ابوحنیفہ کا یہ مسئلہ اصول کے خلاف ہے۔ کیونکہ آیت سے تو حضور ﷺ پر درود پڑھنا واجب ہونے کا ثبوت ہے۔ امام صاحب علیہ الرحمہ اس کو صرف سنت بتاتے ہیں۔ تو صاحب ہدایہ حضرت امام مرغینانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس شبہ کا جواب ہدایہ میں ارشاد فرمایا۔

"ان الصلوة علی النبی ﷺ خارج الصلوة واجب امامرة او كلما ذكر فيكفيها لثوبة الامر"۔(تفسیر احمدی)

ہمارا عمل درود شریف کے وجوب پر بھی ہے کہ نماز کے باہر ایک بار یا جب جب حضور کا ذکر سنیں درود بھیجنا واجب جانتے ہیں تو ہم نے وجوب کے حکم پر بھی عمل کیا۔ البتہ نماز میں ہم بطور سنت آنحضور کی

اتباع میں درود پڑھتے ہیں۔

یہ کتنی حیرت کی بات ہے کہ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو نماز کے باہر بھی درود کو واجب بتاتے ہیں اور یہ بے بصیرت ابن زید بے قید نماز کے باہر درود شریف کو بے ضرورت بتاتا ہے۔ البتہ پسر زید اپنے قول میں ضرور جھوٹا ہے۔ جاہل اور گمراہ ہے۔

اب چند حدیثوں سے بھی درود شریف پڑھنے کے فضائل ملاحظہ ہوں:

(۱) عن ابی طلحۃ الانصاری ان رسول اللہ ﷺ جاء ذات یوم والبشری تری فی وجھہ فقلنا یارسول اللہ! البشری فی وجھک فقال انہ اتانی الملک فقال یا محمد ان ربک یقول اما ترضیٰ، ما احد من امتک صلی علیک الا صلیت علیہ عشر صلوٰت ولا یسلم علیک احد الا سلمت علیہ عشر مرات قال ھذا حدیث صحیح الاسناد وقال الذھبی فی تلخیصہ قلت بل صحیح۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ اس حال میں تشریف لائے کہ خوشی آپ کے روئے منور سے پھوٹی پڑ رہی تھی، ہم نے آپ سے ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا آج فرشتہ آیا اور اس نے اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام مجھے پہنچایا۔ آپ اس سے خوش نہیں کہ آپ کا کوئی امتی آپ پر ایک بار درود بھیجے تو میں اس پر دس رحمتیں اتاروں۔ اور جو ایک بار سلام بھیجے میں دس بار اس پر سلامتی اور برکت نازل فرماؤں۔ امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح بتایا اور امام ذہبی نے اس کی تائید کی۔

(۲) عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی ﷺ قال: ان للہ ملٰئکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام۔ قال الحاکم صحیح الاسناد وایدہ الذھبی بقولہ صحیح۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین میں پھرتے رہتے ہیں۔ اور مجھ پر سلام بھیجنے والوں کا سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔ اس حدیث کو بھی حاکم اور ذہبی دونوں نے صحیح کہا۔

(۳) قال ابی ابن کعب قال: یارسول اللہ! انی اکثر الصلوۃ علیک فکم اجعل لک منھا۔ قال: ماشئت وان زدت فھو خیر لک۔ قال النصف، قال وما زدت فھو خیر لک۔ قال ثلثین قال ماشئت وان زدت فھو خیرلک۔ فقال: یارسول اللہ! اجعلھا کلھا۔ قال اذًا تکفی ھمک یغفر لک ذنبک۔ قال حاکم ھذا الحدیث صحیح الاسناد قال الذھبی

صحیح۔

سید القراء حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! میں آپ پر اکثر درود بھیجتا رہتا ہوں تو کتنا وقت میں اس کار خیر میں صرف کروں۔ آپ نے فرمایا: جتنا چاہو اور کچھ اور بڑھا دو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ انہوں نے کہا آدھا ٹائم؟ آپ نے وہی الفاظ دہرائے۔ پھر انہوں نے دو ثلث ٹائم کہا۔ آپ نے وہی فرمایا

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوش ہو کر کہا: تب تو میں سارا ٹائم آپ پر درود پڑھنے میں ہی صرف کروں گا آپ نے فرمایا تم ایسا کرو گے تو سارے غموں سے نجات پاؤ گے۔ اور تمہارے سب گناہ معاف ہوں گے۔ اس حدیث کی بھی دونوں اماموں نے تصحیح کی ہے۔

یہ سب حدیثیں (مستدرک ص ۴۲۰ و ۴۲۱) میں ہیں۔

الحاصل قرآن شریف کی آیت سے یہ ظاہر ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پر درود شریف بھیجنا اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دیا۔ حدیث میں ایک درود پر دس گنا اجر کا وعدہ فرما کر اس گرانقدر وظیفہ کی قیمت بتائی گئی۔ اور اس پر حضور ﷺ نے خود بھی غیر معمولی مسرت ظاہر فرمائی۔ دوسری حدیث میں درود وسلام کے وصول وابلاغ پر ساری دنیا میں فرشتوں کو مقرر فرما کر اس ذکر مقبول کی اہمیت معلوم کرائی گئی۔ اور تیسری روایت میں نماز اور حوائج زندگی سے فارغ اوقات کا کل حصہ درود کے لیے وقف کرنے پر غموں سے نجات اور کفارۂ سیئات کی بشارت دی۔ کیا اب بھی کوئی مسلمان درود شریف کی عظمت و مرتبت اور اس کی ضرورت کا انکار کر سکتا ہے؟ درود شریف اللہ ورسول جل جلالہ و ﷺ کو محبوب و مرغوب، اللہ کے نیک بندوں کو مطلوب ومقصود، کسی نے سچ کہا ہے کہ سورج کا نور پیارا ہے، مگر دکھتی آنکھوں کو برا لگتا ہے۔ میں کہتا ہوں درود شریف بھی دل پسند ودل آرا ہے۔ لیکن [illegible] ناگوار ہوتا ہے۔ پس زید کو بھی اپنے دل کا علاج کرنا چاہیے۔

اب دو حدیثیں درود شریف کو بے ضرورت کہنے والوں پر وعید کی بھی سن لیں۔

(۱) عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: رغم انف رجل ذكرت عنده فلم يصل علی رواه الترمذی وصححه"۔ بحوالہ مشکوۃ شریف ص ۸۶

(۲) عن علی رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: البخيل الذی من ذكرت عنده فلم يصل علی رواه الترمذی واحمد. قال الترمذی هذا حديث حسن صحيح غريب"۔ (مشکوۃ شریف ص ۸۷)

حضرت مولا علی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ دو حدیثیں مروی ہیں، ایک میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر سن کر درود شریف نہ پڑھنے والے کو ذلیل وخوار اور دوسری میں بے حد بخیل بتایا گیا۔ امام ترمذی نے ان دونوں حدیثوں کی تصحیح کی ہے۔

پس ایسی مسجدوں مدرسوں اور خانقاہوں کو بشارت ہو جو درود وسلام کے نغموں سے معمور رہتی ہیں

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے ☆ کہ در وے بود قیل وقال محمد

زید کا دوسرا قول بھی ایسا ہی واہی تباہی ہے۔

تفسیر احمدی ص ۴۲ میں ہے:

"ومن ههنا علم ان البقرة المنذورة للاولياء كما هو الرسم فى زماننا حلال طيب لانه لم يذكر اسم غير الله وقت الذبح وان كانوا ينذرونها له"

ہماری تحقیق سے یہ ظاہر ہوا کہ وہ گائیں جو ہمارے زمانہ میں اللہ کے ولیوں کے لیے نذر کی جاتی ہیں وہ حلال وپاک ہیں۔ کیونکہ ان کو بھی اللہ کا نام پڑھ کر ہی ذبح کیا جاتا ہے۔ غیر اللہ کا نام نہیں لیا جاتا ہے۔ اگرچہ ان جانوروں کا ثواب بزرگوں کو نذر کیا جاتا ہے۔ مگر پسر زید کو تو سور کے گوشت کا اتنا شوق ہے کہ اس کو مرغ کے گوشت سے بہتر بتاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو ایسے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے آمین۔

ایسے شخص اور اس کے حمایتوں کا ادنیٰ درجہ کا یہ حکم ہے کہ ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ کہ پڑھ لی تو دہراؤ۔ ان کو امام بنانا گناہ۔ اور بن گئے ہوں تو بقدر استطاعت ان کو امامت سے علیحدہ کرنا ضروری۔

شامی میں ہے: "مشى فى شرح المنية ان كراهة تقديمه كراهة تحريم (ج۲/۲۰۵)"۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۴ر محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

(۳۶-۴۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) کھڑے ہو کر سلام پڑھنا کہاں سے ثابت ہے اور کیسا ہے؟

(۲) آواز سے سلام پڑھنا کیسا اور کہاں سے ثابت ہے؟

(۳) علمائے دیوبند کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

(۴) دیوبندیوں کے یہاں کھانا پینا کیسا ہے؟ اور کہاں سے ثابت ہے؟

(۵) ایک شیر خوار بچہ یا بچی جس کی عمر ایک سال کے اندر ہی ہے۔ بھیڑیا نے اس کے کمر سے نیچے کا حصہ کھالیا اور باقی اوپر کا حصہ باقی رہ گیا ہے۔ یا نیچے کا پورا حصہ کھالیا ہے اور صرف سر باقی رہ

گیا ہے۔اور اس چیز کا علم کسی کو نہیں ہے کہ وہ لڑکا تھا یا لڑکی تو اب ایسی صورت میں اس کی نماز جنازہ پڑی جائے گی یا نہیں؟ اگر پڑھی جائے گی تو جنازہ میں لڑکی کی دعا پڑھی جائے گی یا لڑکے کی؟

(۶) زید کا قول ہے کہ وہابی کے یہاں کھانا پینا ناجائز ہے۔اور بکر کا قول ہے کہ جائز ہے مال غنیمت سمجھ کر۔دونوں میں سے کس کا قول صحیح ہے؟

المستفتی محمد ارشاد حسین، جامعہ عربیہ انوار القرآن ضلع رامپور

الجواب

(۱۔۲) اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بہت سی باتوں کا حکم دیا۔اور اس کا طریقہ بھی خود قرآن شریف میں رسول اللہ ﷺ کی زبانی بیان کرایا۔اور تاکید کی کہ اس کو اسی طرح ادا کرو جیسے حکم ہے۔

قرآن شریف میں حکم ہوا:﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ﴾[البقرة: ۱۱۰] نماز قائم کرو۔

اور جبرئیل امین کو بھیج کر نماز کا طریقہ سکھایا کہ اس طرح نماز پڑھی جائے۔پھر رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو پڑھ کر بتایا۔"ضلوا کمارأیتمونی "تم اسی طرح نماز پڑھو جیسا مجھکو پڑھتے دیکھا۔

اب اس میں کسی نے اپنی طرف سے کچھ کمی یا بیشی کی تو نماز ہی نہیں ہوئی۔

اور اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں کا حکم دیا کہ یہ کرو۔جیسے زکوۃ کہ اس کا ذکر بھی قرآن میں نماز کے ساتھ ہی ہوا۔ "واتوا الزکوۃ"(البقرة:۴۳)

مگر زکوۃ ادا کرنے کا طریقہ زکوۃ دینے والے کی مرضی پر چھوڑ دیا۔یہ کچھ نہیں بتایا کہ زکوۃ بیٹھ کر دو یا کھڑے ہو کر۔یا لیٹ کر،اگر اس کے خلاف کیا تو زکوۃ ہی ادا نہ ہوگی۔اس کا مطلب ائمہ اسلام نے یہی سمجھا کہ اللہ پاک نے زکوۃ کی ادائگی کو زکوۃ دینے والے کی مرضی پر چھوڑا،کسی خاص حالت کا پابند نہیں کیا۔زکوۃ کے لیے شریعت کی طرف سے چھوٹ ہے۔کھڑے ہو کر،بیٹھ کر،چلتے ہوئے جس طرح بھی دی جائے گی ادا ہو جائے گی۔اب اگر کوئی آدمی یہ سوال کرے کہ زکوۃ کھڑے ہو کر دینا کہاں سے ثابت ہے؟ تو اس کا یہ سوال بے وقوفی ہوگا یا نہیں؟

پس اسی طرح درود و سلام کا مسئلہ ہے۔اللہ پاک نے قرآن قرآن عظیم میں فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾(الاحزاب:۵۶)

اے ایمان والو!اپنے نبی پر درود و سلام بھیجو جیسا کہ اس کا حق ہے۔

قرآن شریف کی کسی آیت یا حدیث شریف میں پست یا بلند آواز یا کھڑے ہونے یا بیٹھنے یا لیٹنے کی پابندی نہیں ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر طرح سلام بھیجنے کی آزادی ہے۔اور سب قرآن شریف کی

اسی آیت سے ثابت ہے۔ یہ سوال کہ کہاں سے ثابت ہے اور کیسا ہے۔ بے وقوفی ہے۔

پھر جس طرح کسی بات کے جائز ہونے کے لیے قرآن وحدیث سے ثبوت کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ تو اس کے ناجائز اور منع ہونے کے لیے بھی تو ثبوت چاہئے۔ تو کوئی بھی منع کرنے والا یہ دکھادے کہ قرآن وحدیث میں کہاں لکھا ہے کہ کھڑے ہو کر سلام پڑھنا منع ہے۔ اگر وہ دکھا نہیں سکتے تو انہیں غیرت ہونی چاہئے کہ ہم ممانعت کا ثبوت دکھا نہیں سکتے تو اس کے جواز کے ثبوت پر حجت کرنے کا ہم کو کیا حق ہے؟۔

(۳) دیوبند کے چار بڑے عالموں مولوی رشید احمد گنگوہی۔ محمد قاسم نانوتوی۔ خلیل احمد انبیٹھوی، اشرفعلی تھانوی نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں توہین آمیز عبارتیں لکھیں۔ بریلی کے حضرت مولانا الامام احمد رضا خانصاحب علیہ الرحمہ نے بار بار ان سے مواخذہ کیا کہ یا تو ان عبارتوں کی کوئی ایسی تاویل کرو کہ عبارتیں کفری نہ رہیں۔ یا ان عبارتوں سے توبہ کرو۔ بار بار مطالبہ کے بعد بھی ان لوگوں نے کوئی صحیح تاویل نہ کی، نہ توبہ ہی کی۔

تو مولانا احمد رضا خانصاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مکہ ومدینہ شریفین کے علما کے پاس صفحہ اور مطبع کی نشان دہی کے ساتھ ان کتابوں کی وہ غلط عبارتیں لکھیں، مکہ ومدینہ شریفین کے بیسیوں علمائے کرام نے ان چاروں آدمیوں پر کفر کا فتویٰ دیا اور لکھا کہ ان لوگوں نے ایسا کفر کیا ہے کہ جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ اس لیے ہندوستان کے تمام سنی علماء اور عوام نے انہیں کافر سمجھا۔ مگر ان کے ماننے والے اب بھی ان سے چمٹے ہوئے ہیں۔ اور پورا معاملہ جان کر بھی انہیں مسلمان اور اپنا پیشوا اور امیر جانتے ہیں، اس لیے یہ بھی ان کے کفر پر راضی ہونے کی وجہ سے اسلام سے خارج ہیں۔ اور ہر وہ شخص جو علمائے دیوبند کے کفر پر مطلع ہو کر انہیں مسلمان سمجھے وہ دیوبندی اور کافر ہے۔ اب آپ اپنے سوال کے بارے میں خود ہی جواب دیجئے کہ کافر مسلمان کا امام ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو دیوبندیوں کے پیچھے نماز کیسے جائز ہوگی؟

(۴) صرف دیوبندی ہی نہیں تمام گمراہ فرقوں کا یہی حکم ہے کہ ان سے میل جول اور محبت اور برادرانہ کھانا پینا جائز نہیں۔

حدیث شریف میں ہے: "ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم" اپنے کو ان گمراہوں سے دور رکھو اور ان کو اپنے سے علحدہ رکھو، کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈالیں۔

(۵) بعض جاہل حضرات اپنے جاہلانہ دماغ سے دینی مسائل کو بھی چیستاں اور پہیلی بنا کر مولوی صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ دیکھیں مولانا اس کا جواب دیتے ہیں یا نہیں؟۔

چنانچہ سائل پوچھتا ہے کہ بچہ کے کمر کے نیچے کا حصہ درندہ کھا گیا۔ یا صرف اس کا سر بچا ہے۔ اور اس کے مذکر یا مؤنث ہونے کا کسی کو علم نہیں۔ تو نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اور دعاء لڑکے کی ہوگی یا لڑکی کی؟

جواب یہ ہے کہ جس کا صرف سر ملا اس کی نماز جنازہ پڑھی ہی نہ جائے گی۔ لڑکے اور لڑکی کی دعا کا کیا سوال؟

بدائع الصنائع جلد اول ص ۳۰۲ میں ہے:

"ولو وجد الاکثر منه غسل لانه للاکثر حکم الکل۔ وان وجد النصف او اقل منه لم یغسل لان الغسل للصلاۃ ومالم یزد علیه النصف لایصلی علیه فلایغسل۔

اسی طرح غنیۃ شرح منیہ ص ۵۴۶ میں ہے: "ولم یصح بالصلوۃ علی العضو"

اگر جسم کا اکثر حصہ پایا گیا تو نماز پڑھی جائے گی اور غسل دیا جائے گا۔ کہ اکثر کے لیے کل کا حکم ہے۔ اور آدھا یا اس سے کم پایا گیا تو نہ غسل دیا جائے گا نہ نماز پڑھی جائے گی۔ اور کسی صحیح روایت سے ایک عضو پر نماز پڑھنا ثابت نہیں۔

اور پہلی صورت جس میں سر اور بالائی دھڑ ملنے کی تصریح ہے۔ اس صورت میں بھی اس کی تذکیر وتانیث سے پہلے نماز پڑھنے کے لیے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ وہ یا اس کے ماں باپ میں سے کوئی مسلمان ہے یا نہیں؟ کیونکہ نماز جنازہ کے لیے میت کا مسلمان ہونا یا نابالغ ہو تو احد الابوین کا مسلمان ہونا ضروری ہے

عالمگیری میں ہے: "وشرطها اسلام المیت وطهارته"۔ (جلد اول ص ۶۲)

اور سائل نے لڑکے یا لڑکی کی دعا والی اڑچن پیدا کرنے کے لیے یہ شرط لگادی کہ کسی کو یہ علم نہیں کہ وہ لڑکا تھا یا لڑکی۔ اور یہ صورت تو ممکن ہی نہیں کہ اس کے ماں باپ کا تو پتہ ہو مگر لڑکا یا لڑکی ہونے کا پتہ نہ ہو۔ کیونکہ والدین کو تو لڑکا یا لڑکی ہونے کا پتہ ضرور ہوگا۔ تو سائل کا یہ سوال ہی فرضی اور غیر واقعی ہوا جاتا ہے۔

اور اس حقیقت سے بھی یہ سوال فرضی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے حادثات عموماً ایسی آبادی میں واقع ہوتے ہیں جو ایسے جنگلوں کے آس پاس ہوتی ہیں جہاں آدم خور درندے رہتے ہیں۔ اور ایسے حادثات کی شہرت صرف وہیں نہیں آس پاس بھی بلکہ دور تک پھیل جاتی ہے۔ کہ فلاں کا لڑکا درندہ پھاڑ گیا۔ یا فلاں کی لڑکی بھیڑیا کھا گیا۔ تو عام طور سے ایسے حادثات میں اسلام وکفر اور تذکیر وتانیث کا معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں۔ بہر حال یہاں تانیث وتذکیر کے علم سے پہلے اسلام وعدم اسلام کی معرفت ضروری اور مقدم ہے۔ اور عدم علم کی صورت میں حکم یہ ہے کہ اگر میت میں اسلام کی کوئی علامت ہو یا وہ مسلمانوں کی آبادی میں پایا گیا ہو تو مسلمان جان کر نماز پڑھی جائے۔

اور اگر سائل کا سوال جوں کا توں تسلیم کرلیا جائے تو بھی دعائے جنازہ کے لیے کوئی شرط نہیں کہ

یہی دعا پڑھی جائے: "اللھم اغفر لحینا و میتنا"

بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ اور بچوں کے لیے جو دعا ہے اس میں صرف مذکر و مؤنث کی ضمیروں کا فرق ہے۔ اگر لڑکوں والی دعا پڑھی جائے تو یہ سوچ لے کہ میں اس جسم والے کے لیے دعا کرتا ہوں اور مؤنث والی دعا پڑھے یہ سوچ لے کہ میں اس ذات کے لیے دعا پڑھ رہا ہوں جس کی نماز ہو رہی ہے۔

(۶) اس سوال کا جواب سوال نمبر ۴ میں ہو چکا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

سلام و مصافحہ کا بیان

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ھذا میں کہ

کہ فاسق معلن داڑھی منڈا اور اعلانیہ گناہ کرنے والے کی تعظیم اور اس سے سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا عند الشرع جائز ہے؟ تحریر فرمائیں۔ فقط والسلام

المستفتی، سلامت اللہ موضع جوڑیکوئیاں ضلع گونڈہ

الجواب

فاسق معلن کی تعظیم یا اس سے ابتدا بہ سلام منع ہے، البتہ وہ سلام کرے تو اس کا جواب دینا واجب ہے۔ قرآن شریف میں ہے: ﴿وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا﴾ [النساء:۸۶]

واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی یکم ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(۲-۶) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) شرابی کو سلام کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟۔

(۲) اگر یہ معلوم ہو کہ فلاں شخص شراب پیتا ہے اگر وہ سلام کرے تو اس کے سلام کا جواب دیا جائے یا نہیں؟

(۳) جو شخص شراب پیتا ہے اس کے گھر کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) شرابی کے گھر آنا جانا یا دیگر تعلقات رکھنا درست ہے یا نہیں؟

(۵) اگر شرابی کسی قسم کی امداد کرتا ہے اسے قبول کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل جواب تحریر کریں۔

المستفتی، قاری غلام رسول، دھونگھ بازار

الجواب

(۱) علی الاعلان شراب پینے والا فاسق معلن ہے اور فاسق سے ابتداء بہ سلام کرنا جائز نہیں۔

(۲) شرابی کے سلام کا جواب دیا جائے گا۔ قرآن شریف میں ہے: ﴿وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا﴾ (النساء:۸۶) کوئی سلام کرے تو اس کا اچھا جواب دو یا وہی لوٹا دو۔"

(۳،۴) شرابی جب پینے کھانے میں مصروف ہو، اس وقت اس کے ساتھ بیٹھنا یا کھانے میں شریک ہونا ناجائز ہے۔ قرآن شریف میں ہے: ﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (الانعام:۶۸) اس کے علاوہ نشست و برخاست، اکل و شرب میں اگر اس بات کا ڈر ہو کہ اس کے برے اثرات قبول کریں گے، یا لوگ آپ کو بدنام کریں گے تو آپ اس سے بھی بچئے اور آپ کو یہ توقع ہو کہ آپ اپنے اثر سے اس کی اصلاح کر دیں گے تو تعلقات رکھ سکتے ہیں، ورنہ نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۵ھ

(۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید ایک شخص بڑا پرہیز گار، اپنی نماز بھی بڑی پابندی سے پڑھتا رہتا ہے۔ روزہ بھی نہیں چھوڑتا ہے اور اپنے کو بڑا اسی بھی بنتا ہے، لیکن وہ شخص دوکاندار ہے، اگر دوکانداری کے وقت اس کے احباب و دوست ملنے یا سلام کلام کے لیے اس کی دوکان پر چلے گئے تو سلام کا جواب نہیں دیتا ہے اور نہ نظر ملاتا ہے۔ وہ شخص اپنی دوکان سے ہٹنے کے بعد انہی دوست واحباب کو تلاش کرتا ہے، اس بد اخلاقی کے بارے میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟ کیا اس شخص کا فرض نہیں بنتا ہے کہ دور سے آنے والے دوست احباب کی خیریت دریافت کرے۔ دوست واحباب مایوس لوٹ جاتے ہیں۔ دولت کمانے کے لیے وہ شخص سب کو بھول جاتا ہے اور وہ یہی کہتا ہے کہ دوکانداری کے وقت گراہک کے علاوہ میں کسی کو نہیں پہچانتا ہوں، یہ مجھ کو دولت کمانے کے بہترین طریقہ کا تجربہ ہے۔ حضور آپ سے تجارت، اسلام اور خشیت تینوں کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی سے چاہتا ہوں۔

المستفتی: بدر الزماں امجدی روڈ گھوسی

الجواب

سائل نے اپنی تحریر میں حق اور محبت دونوں کو خلط ملط کر دیا ہے کہ محبت کے ساتھ ساتھ حقوق کی بھی دہائی دی ہے۔ حالانکہ بہت سے حقوق ایسے ہوتے ہیں جن کا تعلق محبت سے نہیں اور بہت سے حقوق محبت کی بھی پیداوار ہیں۔ مثلاً سوال میں ذکر کیا ہوا سلام کہ اس کا تعلق حقوق اسلامی سے ہے۔ سلام اور جواب سلام کی بنیاد دوستی اور محبت پر نہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

ان رجلا سئل عن النبی ﷺ ای الاسلام خیر قال ان تقرء السلام علی من تعرف ومن لم تعرف. (بخاری شریف)

ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اسلام کی کون سی عادت سب سے اچھی ہے؟ آپ نے فرمایا تم اس مسلمان کو بھی سلام کرو جس کو پہچانتے ہو اور اسے بھی جسے نہیں پہچانتے۔

اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ ایک تو یہ صورت ہے کہ آپ پہل کر کے کسی مسلمان کو سلام کریں اور دوسری صورت یہ ہے کہ ابتداء دوسرا مسلمان کرے۔ سلام کی ابتدا کرنے کی شرط یہ ہے کہ آپ جس کو سلام کر رہے ہیں، اس کے بارے میں آپ اتنا جانتے ہوں کہ سنی مسلمان ہے، کافر یا فاسق و فاجر نہیں۔ تو ایسے آدمی کو سلام میں سبقت کرنے میں بڑا اجر و ثواب ہے۔ اس میں دوستی اور جان پہچان کو کوئی دخل نہیں۔ آپ کو اس کا صحیح العقیدہ مسلمان ہونا معلوم ہے تو آپ اسے سلام میں سبقت کریں، ذاتی طور پر اس کو پہچانتے ہوں یا نہ پہچانتے ہوں۔

واضح ہو کہ سلام کی یہ مسابقت سنت ہے۔ اگر آپ نے ایسے شخص کو سلام نہ کیا تو اپنا گھاٹا کیا، ثواب سے محروم رہے، لیکن ایسے شخص سے خود بڑھ کر سلام نہ کرنے کی وجہ سے آپ کے خلاف فرد جرم قائم نہ ہوگی، نہ آپ پر گناہ عائد ہوگا۔ اور آپ کے کسی مسلمان بھائی نے آگے بڑھ کر آپ کو سلام کیا تو آپ پر اس کے سلام کا جواب دینا واجب ہے اگرچہ وہ سلام کرنے والا فاسق و مجرم ہی کیوں نہ ہو، کہ ہر بھلے برے مسلمان کے سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ آپ نے ایک مسلمان کے سلام کا جواب نہ دے کر گناہ کیا۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا﴾ (النساء: ۸۶)

اور کوئی مسلمان تم کو سلام کرے تو اس سے اچھا جواب اس کو لوٹاؤ نہیں تو جیسا اس نے کیا وہی لوٹادو۔

اسلامی حقوق کی تفصیل کتب احادیث وفقہ میں موجود ہے، وہاں سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

مثلاً حدیث شریف میں ہے: حق المسلم علی المسلم خمس رد السلام، عیادۃ المریض، اتباع الجنائز، اجابۃ الدعوۃ، تشیمت العاطس۔

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ اس کے سلام کا جواب دینا بیمار ہو تو عیادت کرنا، مرجائے تو جنازے میں شریک ہونا، دعوت دے تو قبول کرنا اور چھینک کر الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا۔ یہ سب اسلامی حقوق ہیں ان کو دوستی اور محبت سے تعلق نہیں ہے۔

میاں بیوی، باپ بیٹا، دوست واحباب کے جو حقوق وفرائض ہیں ان میں کچھ اسلام کی بنیاد پر کچھ رشتے کے دائرے میں آتے ہیں جن کا تعلق حکم حقوق وفرائض سے یکساں ہے۔ کچھ ادب وتہذیب

کے دائرے میں تو ہر بات کو ایک ترازو میں تولنا صحیح نہیں ہوگا۔ ہر مسئلے کا دائرہ متعین کرنا ہوگا، ہر بات کا درجہ اور مرتبہ لکھنا ہوگا، تب صحیح حکم معلوم ہوگا۔

آپ نے محبت کے بارے میں بھی سوال کیا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب احیاء العلوم میں محبت اور دوستی کے موضوع پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ہم اس کا ضروری خلاصہ تحریر کرتے ہیں:

(۱) محبت اور دوستی کا مقصد دنیا کا کوئی مذموم مقصد حاصل کرنا ہو جیسے مرد عورت کے ناجائز تعلقات، خوش رو لڑکوں سے غلط تعلقات، تو ایسی دوستی اسلام میں سخت ممنوع وحرام ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ فوراً ختم کی جائے نہ کہ اس کی بنا پر حقوق وفرائض کا مطالبہ کیا جائے۔

(۲) محبت کرنے والے کا مقصد اس دوستی سے دنیا کا کوئی برا یا بھلا مقصد حاصل کرنا نہیں ہے۔ اس شخص کی دوستی کرنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ اسے اچھا لگتا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دو یا چند آدمیوں میں دوستی کی بنیاد کبھی موافقت ومجانست طبعی بھی ہوتی ہے، آپ تھوڑی دیر اس کا قرب حاصل کرنے میں اپنے دل میں سکون وراحت حاصل کرتے ہیں تو ایسی محبت کر سکتے ہیں، مباح ہے نہ اس میں ثواب ہے، نہ گناہ ہے۔

(۳) محبت کی تیسری قسم وہ ہے کہ جس سے محبت کرتے ہیں اصل محبوب وہ نہیں ہے، بلکہ وہ مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے یعنی اس آدمی سے محبت کی وجہ اس کے ذریعہ حاصل ہونے والے دنیاوی فوائد ہیں۔ جیسے اگر چاندی سونے سے محبت کرتے ہیں تو چاندی نہ آدمی کا پیٹ بھرے نہ آنکھ ٹھنڈی کرے، لیکن اس کے ذریعہ سے آدمی اپنے بہت سارے مقاصد پورے کرتا ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں: اس محبت کی غرض چونکہ طلب دنیا ہے، اس لیے یہ بھی شرعاً محمود وپسندیدہ نہیں ہے، اور یہ محبت بھی اس دائرے سے خارج ہے جو شرعاً مطلوب ومحبوب ہے۔

(۴) چوتھی قسم یہ ہے کہ محبت کرنے والے کا اس دوستی سے مقصد تو ہے مگر طلب دنیا نہیں طلب آخرت ہے تو یہی محبت "حب فی اللہ" میں داخل ہے اور یہی شریعت کا مقصود ومطلوب ہے۔ اس کے معاملات نازک اور لطیف ہیں اور اس پر عمل پیرا ہونا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔

بحث کو انجام تک پہونچانے کے لیے ہم یہ مان لیتے ہیں کہ آپ لوگوں کی محبت "حب فی اللہ" والی تھی اور اسی محبت کے دائرے میں آپ کے سوالوں کا جواب دیتے ہیں۔

سوال کے جواب کے سلسلے میں ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں ہر مسلمان کے سلام کا جواب دینا واجب ہے،

بشرطیکہ خود سلام کرنے والے کا سلام ہی بے موقع نہ ہو، جو آدمی کھانا کھانے میں مشغول ہو، جو ایک یا چند آدمیوں سے کسی دینی بات میں مشغول ہو۔ طالب علم سبق پڑھ رہا ہو، استاد پڑھا رہا ہو، نماز کی اذان ہو رہی ہو، لوگ مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوں، تلاوت کر رہے ہوں، یاذکر و یاد خدا میں مصروف ہوں۔ ایسے لوگوں کو کوئی دوسرا آدمی سلام نہ کرے، اس نے غلطی سے کر دیا تو ان لوگوں کو جواب دینا کچھ ضروری نہیں۔

پس صورت مسئولہ میں آپ کا سلام اگر بے موقعہ نہ تھا تو آپ کے دوست پر جواب واجب تھا اور جواب نہ دے کر وہ ضرور گناہگار ہوئے۔ آپ کے سوال کا دوسرا آئیٹم پاس بلا کر بات چیت کرنا ہے۔

بلاشبہ اس مدعی حب فی اللہ کے دوست احباب نے اگر اسے سلام کیا تو اس کو سلام کا جواب دینا چاہئے تھا، بلا کر بیٹھانا چاہئے تھا، ممکن ہو تو خاطر تواضع بھی کرنا چاہئے تھا، کسی ضرورت کے لیے آیا ہو اور اس کے امکان میں ہو تو مدد بھی کرنا چاہئے تھا، اور کوئی مجبوری تھی مثلاً دوکان کے وقت دوستوں کو دوکان پر بیٹھا کر دلچسپی کی باتیں کرتا کہ اگر اس شخص کے چار مخلص دوست ہوں اور ان چاروں نے روزانہ باری باری سے آ کر گھنٹہ بھر بیٹھنے کی عادت بنالی تو ان کی تو تفریح ہوئی مگر اس کے کام کا چار گھنٹہ برباد ہوا۔ تو ایسی مجبوری میں وہ نہات نرمی سے سمجھا کر انہیں کسی فرصت کے وقت میں آنے کا یا خود ان کے پاس پہنچنے کا مشورہ دیتا۔ امام غزالی فرماتے ہیں:

قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثلاث یصفین لك .وداخیك ان تسلم علیه اذا لقیته اولا و توسع له فی المجلس و تدعوہ باحب اسمائه الیه و من ذلك ان تثنی علیه بما تعرف من محاسن افعاله و كذلك الثناء علی اهله واولادہ من غیر كذب و افراط.

(احیاء العلوم جلد ۱ ص ۱۷۸)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تین باتیں تمہارے احباب کے ساتھ تمہاری محبت میں رنگ پیدا کریں گی۔ جب اس سے ملاقات کرو تو سلام کرو، تمہارے پاس آئے تو مجلس میں کھسک کر اس کے لیے جگہ بناؤ، اور اس شخص کو جو نام سب سے زیادہ پسند ہو اس کے ساتھ اسے پکارو، اور اس میں اور اس کے اہل و عیال میں جو عملی خوبیاں ہوں تو ان کو بیان کرو، نہ خلاف واقع تعریف کرو، نہ حد سے بڑھاؤ۔

لیکن آپ کے دوست نے کچھ بھی نہیں کیا، منھ موڑ لیا، نہ بات چیت کے لیے وقت دیا، نہ معذرت کی تو اللہ تعالیٰ کے دفتر سے اس کا نام اللہ تعالیٰ کے لیے دوستی کرنے والوں کی فہرست سے نکال دیا گیا اور دنیا دار غرض مندوں کی صف میں اس کو شامل کر دیا گیا۔ آپ لوگ بھی اللہ کے واسطے ہی دوستی کے دعویدار تھے تو ایسے وقت میں آپ حضرات کا کیا فرض بنتا ہے۔ اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

بہار شریعت جلد سولہ صفحہ ۷۲ رمیں ہے: اگر تم نے اجازت مانگی اور صاحب خانہ نے اجازت نہ دی اس سے ناراض نہ ہو، اپنے دل میں کدورت نہ لاؤ، خوشی خوشی وہاں واپس آجاؤ، ہوسکتا ہے کہ اس کو اس وقت تم سے ملنے کی فرصت نہ ہو، کسی ضروری کام میں مصروف ہو۔

اور آپ نے کیا کیا اس کی برائیوں کا چارٹ بنایا اور اس کے خلاف شریعت کا حکم حاصل کرنے کے چکر میں لگ گئے، کیا آپ کو یہی کرنا چاہئے تھا؟۔امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

لا یکلف اخاہ ما یشق علیه بل یروح سرہ من مھماته وحاجاته ویرفھه عن ان یحمله شیئا من اعبائه فلا یستمد منه من جاہ و مال ولا یکلفه التواضع له و التفقد لا حواله و القیام بحقوقه بل لا یقصد بمحبته الا اللہ تعالیٰ تبر کا بدعائه۔(احیاء العلوم ۱ :۱۸۶)

اپنے دینی بھائی پر ایسا بوجھ نہ لادے جو اس پر شاق ہو، بلکہ اپنی پریشانیوں سے اس کی روح کو آزاد رکھے اور اپنی مشقت اس پر نہ لادے، کہ وہ فارغ البال رہے، نہ اس کے مال سے مدد کا طلبگار ہو اور نہ اس سے اپنی تواضع کا خواستگار ہو اور وہ اس سے اپنے حالات کی درستگی کی امید کرے ہو تو اس کی مدد کرے اور اس کے ساتھ اللہ والی محبت کا کوئی دنیاوی بدلہ نہ چاہے، اس کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔

تو آپ کی طرف سے ان کی سرد مہریوں کا جواب تو یہ ہونا چاہئے تھا لیکن ان کی بے رخی کے جواب میں آپ ان کے خلاف کیا کر رہے ہیں، اس کو آپ سے زیادہ کون جانے گا۔تو ہمارے نزدیک آپ کی دوستی بھی آپ کے دوست کی دوستی کی طرح دنیاوی غرض مندانہ دوستی ہے۔اور پہلے تفصیل سے بتا چکے ہیں کہ شریعت کے نزدیک ان دوستیوں کی کوئی قیمت نہیں جو دنیاداری کے خانہ میں آتی ہیں، نہ ان کا کوئی حق بنتا ہے۔حدیث شریف میں ہے:

"صل من قطعك واعف عمن ظلمك و احسن الیٰ من اساء الیك"

جو تم سے تعلق توڑے تم اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو، جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کرو، جو تمہارے ساتھ برا سلوک کرے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۷ ارمحرم الحرام ۱۴۱۹ھ

(۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ

اس زمانہ میں اکثر مسجدوں میں دیکھا جاتا ہے کہ لوگ عصر اور فجر کی نماز کے بعد فوراً امام سے سلام ومصافحہ کرتے ہیں اور اسی طرح عید کی نماز کے بعد بھی امام سے مصافحہ ومعانقہ کرتے ہیں اور آپس میں بھی ایک دوسرے کو سلام اور معانقہ کرتے ہیں اور اس کو سنت سمجھتے ہیں۔

اب سمجھنا یہ ہے کہ یہ عصر اور فجر کے اور عید کی نماز کے بعد مذکورہ بالا مروجہ سلام ومصافحہ ومعانقہ حضور اور صحابہ کے زمانے سے ثابت ہے یا نہیں؟ نیز اس کے بارے میں امام ابوحنیفہ اور ان کے مقلدین علما کا کیا فتوی ہے؟ جواب سے مع حوالہ اطلاع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں کہ مزید تحقیق کی ضرورت باقی نہ رہے۔ بینوا توجروا

نوٹ: کتاب کا حوالہ مع عبارت وصفحہ نمبر کے ہونا چاہئے۔ سوال عام سلام ومصافحہ ومعانقہ کے بارے میں نہیں ہے۔ اس خاص سلام ومصافحہ ومعانقہ کے بارے میں ہے جو مخصوص ہے بعد نماز عصر اور فجر اور عید کے ساتھ۔

المستفتی: محمد الیاس

الجواب

خاص کا حکم عام کے حکم سے ہی نکلتا ہے۔ اس لیے دونوں کو الگ نہ سمجھنا چاہئے۔ چنانچہ یہ خاص مصافحہ ومعانقہ اسی عام سلام ومصافحہ سے ثابت ہے۔ شامی میں ہے:

"اعلم ان المصافحة مستحبة عند كل لقاء و اماما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلاة الصبح والعصر فلا اصل له فى الشرع على الوجه ولكن لا باس به فان اصل المصافحة سنة وكونهم حافظوا عليها فى بعض الاحوال و تركوا كثيرا من الاحوال و اكثرها لا يخرج ذلك البعض عن كونه من المصافحة التى ورد الشرع باصلها۔ قال الشيخ ابو الحسن البكرى و تفيده بما بعد الصبح والعصر على عادة الناس والا فعقب الصلاة كلها كذلك كذا فى رسالة الشر نبلالى فى المصافحة و نقل مثله عن الشمس الحلوائى و انه افتى به مستدلا بعموم النصوص الواردة فى مشروعيتها و هو الموافق لما ذكر الشارح من اطلاق الحقوق" (جلد خامس باب الکراہیۃ)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۸ / ذوالحجہ ۹۰ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

بالفرض چار آدمی ایک ساتھ بیٹھے ہیں اور ایک پانچواں شخص آتا ہے تو کیا مذہب اسلام یہی حکم دیتا ہے کہ پانچواں آدمی سلام کرے گا تو کرے گا۔ اگر یہ چار شخص عرض کر دیں گے تو کیا اسلام کے خلاف کام کریں گے۔

دیگر بات یہ ہے کہ وہی پانچواں شخص ان لوگوں سے جب بات چیت کر کے واپس ہوا تو اس نے

ان لوگوں کو سلام نہیں کیا۔ بلکہ ان چار میں سے ایک شخص نے اس کو سلام کیا۔ اس شخص کا اس واپس ہونے والے کو سلام کرنا اسلام کے موافق ہے یا مخالف؟ اور اسے ثواب ملے گا یا نہیں؟ فقط والسلام

الجواب

حکم تو یہی ہے کہ آنے والا بیٹھنے والے کو اور کم تعداد والے زیادہ تعداد والے کو سلام کرے۔ عالمگیری میں ہے: "و یسلم الراکب علی الماشی والقائم علی القاعد ویسلم الذی یاتیك من خلفك" لیکن یہ حکم اس درجہ موکد نہیں کہ اس کے خلاف کرنے سے گناہ کا فتوی دیا جائے گا، ہاں ظلم و جبر وغیرہ کے سبب ایسا کرنا گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۴ رشعبان ۱۳۸۲ھ
الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ

(۱۰۔۱۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں۔

(۱) اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو یوں کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، لیکن وہ مسلمان بغض کینہ کدورت خود اپنے دل میں رکھ کر سلام کو سنتے ہوئے بھی سلام کا جواب نہ دے تو کیا سلام کا جواب نہ دینا اسلام میں جائز ہے؟ اگر نہیں تو جواب نہ دینے والے شخص پر کون سا فتوی عائد ہوتا ہے؟۔

(۲) کسی مسلمان کے گھر میت ہو اور اس موضع کی مسجد کا امام اس کے گھر والوں سے یوں کہے کہ فلاں فلاں شخص کو جنازہ میں شریک ہونے کی دعوت نہیں دو گے تو میں نماز جنازہ پڑھانے چلوں گا، مذکورہ مسلمان امام کے حکم کی تعمیل کرتا ہے اور چند مسلمان کو جنازہ میں شرکت کے لیے دعوت نہیں دیتا، اس کے بعد۔ وہ مسلمان تین مرتبہ امام کے یہاں نماز جنازہ پڑھانے کے لیے جاتا ہے، بالآخر امام یہ جواب بڑی بے رخی سے دے دیتا ہے کہ جاؤ فلاں شخص (ایسا شخص جس نے خانگی منصوبہ بندی کے تحت نس بندی کرالی ہو اور امام اس کے بارے میں اس کے پہلے اعلان کر چکا کہ نس بندی کرانے والے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں) سے نماز جنازہ پڑھوالو اور قطعی طور پر امام خود جنازہ میں شرکت نہیں کرتا ہے۔

المستفتی احقر وصی احمد جونیر ہائی اسکول آنسٹر بلیا حال مقام کربر بلیا

الجواب

(۱) مسلمان کے السلام علیکم کا جواب نہ دینے والا گنہگار ہے اور سلام کا جواب دینا واجب ہے قرآن شریف میں ہے: ﴿وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا﴾ [النساء:۸۶]

(۲) نماز جنازہ موضع کے تمام مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے، یعنی اگر بغیر نماز پڑھے مردہ دفن کر دیا

تو بستی کے سب مسلمان گنہگار ہوئے اور اگر کچھ لوگوں نے بھی نماز پڑھ لی تو سب لوگوں کے سر سے بوجھ اتر گیا۔ رہ گیا امام صاحب کا نماز جنازہ نہ پڑھنا تو اگر کسی مصلحت شرعی کی وجہ سے ہو مثلا مرنے والا کسی گناہ میں مبتلا تھا اور منع کرنے پر بھی نہیں مانتا تھا۔ امام صاحب نے ایسے آدمی کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا کہ دوسروں کو عبرت ہو اور گناہ سے باز آئیں تو شرعا اس میں حرج نہیں ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ شریف آئے تو دیکھا ایک انصاری بری طرح یہودیوں کے قرض میں گرفتار ہیں، اس سے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو روکا اور فرمایا جو قرض دار مر گیا میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا۔ تو ایسے آدمی کی نماز جنازہ حضور خود نہیں پڑھتے تھے، دوسرے مسلمانوں کو حکم دے دیا کہ تم پڑھا دو، پس اگر ایسا ہی یہاں بھی ہے تو امام نے عین سنت کے مطابق کیا، اس پر کوئی الزام نہیں اور اگر بلا کسی شرعی وجہ سے انکار کر دیا تو غلط کیا۔ اور ایک مسلمان کے ساتھ بد اخلاقی کی۔ لیکن یہ اتنا بڑا جرم نہیں کہ اس کی امامت کے خلاف فتوی دیا جائے، جرم اس وقت ہوتا کہ اس کے علاوہ کوئی نماز جنازہ پڑھانے والا نہ ہوتا اور مردہ بے نماز کے دفن کر دیا جاتا، جیسا کہ اوپر تحریر ہوا۔ اسی کے لگ بھگ تفصیل نس بندی کے مسئلہ میں بھی ہے، اگر توبہ کر لی تو اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں اور امام صاحب نے اس کی امامت کے ناجائز ہونے کا مسئلہ غلط بتایا، اس لیے ان کو رجوع کرنا چاہئے اور اعلان کر دینا چاہئے کہ وہ مسئلہ میں نے غلط اور لاعلمی میں بتایا تھا۔ اور اگر ابتک وہ اپنے اس فعل پر اڑا ہوا ہے اور نس بندی کرنے میں کچھ حرج نہیں سمجھتا اور اپنے اس فعل پر نادم نہیں تو اس کی امامت ناجائز۔ اور امام صاحب نے اس کی امامت کی ممانعت کا حکم دے کر ایک گناہ کیا، ان کو اس سے توبہ کرنی چاہئے، اگر توبہ کر لیں تو ان کی امامت میں کوئی خلل نہیں۔

ایک ہدایت:- بلاشبہ امام کو ایسے عیوب سے پاک ہونا چاہئے جس سے اس کی امامت میں خلل آئے، لیکن یہ بڑی بے انصافی ہے کہ امام کے خلاف تو فتوی پوچھا جائے اور خود اس سے بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا رہا جائے اور اس کی کوئی پرواہ نہیں ہو، آدمی کو اپنی کوتاہیوں کا محاسبہ بھی کرنا چاہئے بلکہ آج کل تو یہ حال ہے کہ جب تک امام سے راضی ہیں، امام کے لیے سات خون معاف، اس کی کوتاہیوں کی بھی تاویل اور اس کی غلط حمایت کی جاتی ہے اور جہاں ذرا خلاف ہوا تو اس میں ہزار کیڑے نکالے جاتے ہیں اور اصلاح کی کوشش سے قطع نظر اس کو امامت سے علیحدہ کرنے سے کم کی بات نہیں ہوتی، مسلمانوں کو کسی عالم میں بھی انصاف کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

سجدۂ تعظیمی کا بیان

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اپنے رسالہ "الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ" کے فصل سوم ص ۷۰ کے تحت فرماتے ہیں" وجیز الامام حافظ الدین محمد بن محمد کردری جلد ٦ صفحہ ٣٤٣ وبهذا علم ان ما يفعله الجهلة لطواغيتهم ويسمونه "پائے گاہ" کفر عند بعض المشائخ وكبيرة عند الكلّ فلو اعتقدها مباحة لشيخه فهو كافر وان امره شيخه به ورضى به مستحسنا له فالشيخ النجدی ايضا كافرٌ ان كان قداسلم فی عمره"

یہاں سے معلوم ہوا کہ جو سجدہ جہال اپنے سرکش پیروں کو کرتے ہیں اور اسے "پائے گاہ" کہتے ہیں، بعض مشائخ کے نزدیک کفر ہے، اور گناہ کبیرہ تو بالاجماع ہے، پس اگر اسے اپنے پیر کے لیے جائز جانے تو کافر ہے اور اگر اس کے پیر نے اسے سجدہ کا حکم کیا اور اسے پسند کر کے اس پر راضی ہوا تو وہ شیخ نجدی خود بھی کافر ہوا، اگر کبھی مسلمان تھا بھی۔

اقول: یعنی ایسے متکبر خدا فراموش خود پسند اپنے لیے سجدہ کے خواہش مند غالباً شرع سے آزاد اور بے قید و بند ہوتے ہیں، یوں تو آپ ہی کافر ہیں اور اگر کبھی نہ بھی تھے تو حرام قطعی یقینی اجماعی کو اچھا جان کر اب ہوئے، والعیاذ باللہ- اور فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف آخر کے صفحہ ۱۸۳ پر فرماتے ہیں: بالجملہ فریق ثانی کے اکثر احکام صحیح ہیں، اس کی بڑی فاحش غلطی سجدہ تحیۃ کی تحلیل ہے، صحیح یہی ہے کہ سجدہ تحیۃ حرام ہے، یہ مسئلہ ان سب میں بڑا ہے، عند التحقیق یہ بھی اس حد تک نہیں کہ قائل خلاف پر اندیشہ کفر ہو۔"كيف وقد قال به سلطان الاولياء سيد نظام الحق والدين رضى الله تعالىٰ عنه واستدل بانه كان واجبا ثم نسخ الوجوب وينبغى الندب"

الزبدۃ الزکیہ میں جو سوال آیا ہے وہ ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ پھر ۲۹ شوال ۱۳۳۷ھ کا ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم میں جس سوال کے جواب میں وہ حکم تحریر ہے وہ یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶/۷ھ کا ہے۔ تعارض مذکور کے دفعیہ کے لیے ایک صاحب نے فرمایا ہے کہ چوں کہ الزبدۃ الزکیہ بعد میں لکھی گئی، اس لیے اس کو ترجیح ہے۔ ہوسکتا ہے پہلا فتویٰ لکھتے وقت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی وہ تحقیق رہی ہو کہ کفر نہیں بعد میں یہ تحقیق ہوئی کہ سجدہ تحیۃ کی تحلیل کفر ہے، اس پر یہ گذارش ہے کہ (اولاً) یہ ضروری نہیں کہ سوال جس ترتیب سے آئے اسی ترتیب سے جواب بھی لکھا جائے، ایسا بہت ہوتا ہے کہ بعض سوالات کے

جوابات میں کسی وجہ سے تاخیر بھی ہو جاتی ہے، اس لیے سوال کی تاخیر یا تقدیم سے جواب کی تقدیم وتاخیر لازم نہیں (ثانیاً) جب خود اعلیٰحضرت قدس سرہ اس کے ناقل کہ سلطان الاولیاء حضرت محبوب الٰہی سجدۂ تحیۃ کے مستحب ہونے کے قائل ہیں تو الزبدہ الزکیہ میں مذکور فتویٰ سے حضرت محبوب الٰہی کافر ہوئے، اس کا کیا جواب ہوگا؟

المستفتی، محمد احمد عرف ٹینی شاہ جہاں پورا کبر پور ۱۴ ربیع الثانی ر ۷/ادسمبر ۱۹۸۷ء

الجواب

آپ کے سوالات کو بہت دن ہو گئے، سوالات کثرت سے رہتے ہیں اور میں بیمار، اس لیے میرا طریق عمل یہ ہے کہ مسلمانوں کے روزمرہ کے مسائل کو مقدم رکھتا ہوں اور ایسے مسائل جن کا تعلق تحقیقی امور سے ہے، ان کا جواب تب لکھتا ہوں کہ ان کی صحیح صورت حال میرے نزدیک واضح ہو جائے، چنانچہ تھوڑا اطمینان حاصل ہوا تو میں نے "الزبدۃ الزکیۃ" کا مطالعہ کیا۔ میں اس سے جو کچھ سمجھا ہوں عرض کر رہا ہوں۔

سجدۂ تحیت کا حکم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الزبدۃ کے شروع میں تحریر فرمایا ہے، اس کے بعد تفصیلی بحث شروع کی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: سجدہ تحیت حرام وگناہ کبیرہ بالیقین، اور اس کے کفر ہونے میں اختلاف علمائے دین، ایک جماعت فقہاء سے تکفیر منقول، اور عندالتحقیق وہ کفر صوری پر محمول (فتاویٰ رضویہ دہم نصف آخر صفحہ ۳۱۲ رسالہ زبدۃ الزکیہ)

اس عبارت سے دو باتیں واضح ہوئیں:

(۱) سجدۂ تحیت حرام وگناہ کبیرہ ہے۔

(۲) اس کے کفر ہونے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض علماء نے اسے کفر قرار دیا ہے مگر حقیقۃً وہ کفر نہیں، کفر سے ان کی مراد کفر صوری وغیرہ ہے۔

اس عبارت سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ زبدۃ الزکیہ میں بھی اعلیٰ حضرت نے وہی لکھا ہے جو آپ نے فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف آخر صفحہ ۱۸۳ پر تحریر کیا ہے (جس کو آپ غلط فہمی سے الزبدۃ کے معارض سمجھ رہے ہیں) آپ کا مسلک یہی ہے کہ سجدہ تحیت حرام ہے، کفر نہیں۔ اور امام حافظ الدین کردری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالہ سے جو کچھ لکھا ہے وہ امام مذکور کا قول یا اس کی توضیح وتشریح ہے، خود امام احمد رضا قدس سرہ کا مذہب یہی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہی ہے کہ آپ نے زبدۃ فصل اول کا عنوان قائم کیا (قرآن عظیم سے سجدہ تحیۃ کی تحریم۔ تو دعویٰ آپ کا صرف تحریم کا ہے کفر کا نہیں، دلیل میں آپ نے یہ آیت کریمہ پیش فرمائی ﴿اَیَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ [آل عمران: ۸۰] کیا خدا تمہیں

مسلمان ہونے کے بعد کفر کا حکم دے گا۔ تفصیل یوں بیان کی کہ بعض صحابہ نے حضور ﷺ سے اجازت چاہی کہ ہم آپ کو سجدۂ تعظیمی کریں تو آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس کی اجازت نہیں دیتا، اس لیے سجدۂ تعظیمی حرام ہوا، سوال یہ ہے کہ آیت میں تو اس کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ آپ کفر ہونے کا انکار کیسے کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں: اس لیے کہ یہ سجدہ گذشتہ امتوں میں جائز تھا، کفر ہوتا تو جائز نہ ہوتا کہ کفر کسی زمانے میں جائز نہیں۔ یہاں اس کی تعبیر جو لفظ کفر سے ہے اس کی وجہ حرمت کی شدت بتانا ہے کہ ایسا حرام ہے کہ صورت میں کفر کے مشابہ ہے کہ سجدہ عبادت بھی تو اسی صورت پر ہے، گویا آپ نے یہاں بھی وہی بات دہرائی کہ سجدہ تحیت حقیقۃً کفر نہیں، صورۃ مشابہ کفر ہے۔ دوسری فصل میں آپ نے حدیثوں سے سجدۂ تحیت کا حرام ہونا ثابت کیا، تیسری فصل میں بھی یہی عنوان قائم رکھا کہ ڈیڑھ سو نصوص فقہاء سے سجدہ تحیت کے حرام ہونے کا ثبوت دیا۔ یہاں بھی آپ کا دعویٰ حرمت کا ہے، کفر کا ہے نہیں۔ فصل کی ابتدا میں ان عبارات فقہا پر اجمالی تبصرہ کیا کہ یہ ساری عبارتیں اس بارے میں متفق ہیں کہ سجدہ تحیت حرام ہے، کچھ علماء نے اس کو کفر بھی کہا ہے' کچھ نے تو صرف اتنا ہی کہا کہ غیر خدا کو سجدہ کفر ہے۔ کچھ نے کہا کہ مطلقاً کفر ہے، بعض کا قول ہے کہ بلا جبر و اکراہ ہو تو کفر ہے، اور بعض کے نزدیک غیر کے سجدہ کی نیت کرے تو کفر ہے، بعض کا کہنا ہے کہ نیت عبادت ہو تو کفر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ کسی صورت میں کفر نہیں، تا آنکہ نیت عبادت نہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں یہی آخری قول صحیح و معتمد ہے اور حق و متقصد ہے اور باقی (اقوال) کو کفر صوری وغیرہ سے مؤول کیا۔ اس سے زیادہ وضاحت کی کیا ضرورت ہے کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک سجدہ تعظیمی ہرگز کفر نہیں اور جن فقہا نے کفر کہا ان کے قول کی تاویل کی جائے گی، مگر آپ نے مزید توضیح فرمائی کہ منح الروض صفحہ ۲۳۵ میں ہے " اذا سجده بغير الاكراه يكفر عندهم بلا خلاف " بلا اکراہ سجدہ کیا تو بہ اتفاق علماء کافر ہو جائے گا۔ اعلیٰحضرت فرماتے ہیں دعوائے اتفاق بے محل ہے، صحیح و مختار وہی تفصیل نیت عبادت ہے (آگے تحریر فرماتے ہیں) تکفیر پر اتفاق درکنار، وہ قول راجح بھی نہیں ضعیف و موضوع ہے"

اس سے معلوم ہوا کہ تکفیر دراصل اعلیٰ حضرت کے نزدیک ضعیف اور مرجوح ہے، حق یہی ہے کہ سجدہ تحیت پر تکفیر نہیں۔ پھر سوال میں ذکر کی ہوئی عبارت نمبر ۷۰ پر تحریر فرماتے ہیں جس میں یہ توضیح ہے کہ "جاہل مرید اپنے پیروں کے سامنے سر زمین پر رکھتے ہیں اور اس کا نام انھوں نے پائے گاہ رکھا ہے، یہ فعل بعض مشائخ کے نزدیک کفر ہے اور کبیرہ تو سب کے نزدیک ہے"۔ اس عبارت پر بھی اعلیٰحضرت نے یہ حکم متفرع کیا کہ الحمد للہ نفس سجدہ تحیت کے حکم میں ستر نص ہیں کہ سجدہ اللہ واحد قہار کے لیے اور غیر کے

لیے مطلقاً کسی نیت سے ہو(ماسوائے عبادت) حرام حرام حرام کبیرہ کبیرہ کبیرہ ہے، ملاحظہ فرمایئے، اعلیٰ حضرت کا استدلال اس عبارت کے صرف اس ٹکڑے سے ہے کہ " کبیرہ تو سب کے نزدیک ہے" اور اس ٹکڑے کے آگے پیچھے جو کچھ ہے وہ اعلیٰ حضرت کا مستدل نہیں۔ تو اس کو اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کرنا زیادتی ہے، ہاں اس عبارت میں امام حافظ الدین کردری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک زائد بات ذکر کی ہے، کہ سجدہ تحیت کرنے والے کی تو تکفیر نہ کی جائے گی، لیکن اس کو حلال کہنے والے کی تکفیر کی جائے گی اور اس پر راضی ہونے والے کی تکفیر کی جائے گی۔ یہ بات بظاہر حیرت ناک تھی کہ فعل کے مرتکب کی تکفیر نہیں اور اس کے مجوز کی تکفیر، ایسا حکم آخر کیوں ہے؟ تو اعلیٰ حضرت اس کی توضیح فرماتے ہیں کہ یہ بات مسئلہ تکفیر میں دو مکتبۂ فکر کے اختلاف کیوجہ سے پیدا ہوئی۔ اکثر فقہائے حنفیہ کسی ایسے مسئلہ کے انکار کو کفر قرار دیتے ہیں جو دلیل قطعی اور اجماع سے ثابت ہو۔ اور محققین و متکلمین تکفیر کے لیے قطعی اور اجماعی ہونے کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ اس کے لیے ضروریات دین میں سے ہونا ضروری سمجھتے ہیں۔ سجدہ تحیت کی حرمت دلائل قطعی اور اجماع سے ثابت ہے تو اول الذکر فقہا کا گروہ اس کی حرمت کے منکر اور اسے جائز کہنے والے کو کافر کہے گا اور یہ مسئلہ چوں کہ ضروریات دین میں سے نہیں ہے، اس لیے محققین اور متکلمین اس کی حرمت کے منکر اور اس کے جائز کہنے والے کو کافر نہیں کہیں گے۔

آپ کی عبارت: "اگر کبھی ایسے نہ تھے تو حرام قطعی یقینی اجماعی کو اچھا جان کر اب ہوئے" کا یہی مطلب ہے یعنی امام حافظ الدین کردری مذکورہ عبارت میں یہ فرماتے ہیں کہ اپنے شیخ کو سجدہ تحیت کرنے والا مرید اگر اس سجدہ کو مباح سمجھتا ہے تو حرام قطعی واجماعی کو جائز سمجھ کر مرید اور اس پر راضی ہونے والا پیر دونوں کافر ہوئے کہ انہوں نے مسئلہ قطعی اجماعی کا انکار کیا، لیکن کسی نے جلد بازی میں اس کا یہ مطلب سمجھ لیا کہ اعلیٰ حضرت بھی ایسے لوگوں کو کافر کہتے ہیں، تو بڑی بھول ہوگی۔ انھوں نے تو متعدد مقامات پر صاف صاف اعلان کر دیا ہے کہ میں مسئلہ تکفیر میں متکلمین کے ساتھ ہوں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"تحقیق المقام ان اکثر الحنفیة یکفرون بانکار کل مقطوع وھم ومن وافقھم تاتون بانکار کل مجمع علیه بعد ان کان اجماعاً قطعیا نقلاً و دلالةً" والمحققون لایکفرون الا بانکار ماعلم من الدین ضرورة فان کان المجمع علیه ھکذا کفر منکره والا لا ۔(حاشیه المعتقد صفحہ ۲۰۱)

تحقیق مقام یہ ہے کہ اکثر حنفیہ اور ان کی موافقت کرنے والے ہر مسئلہ اجماعی قطعی الثبوت والدلالۃ کے انکار کو کفر کہتے ہیں اور منکر کو کافر کہتے ہیں۔ اور محققین تکفیر کے لیے مسئلہ کے ضروریات دین

میں سے ہونے کی شرط لگاتے ہیں، اس کی تکفیر نہیں کرتے، اسی حاشیہ میں صفحہ ۲۲۲ پر تحریر فرماتے ہیں:

"والاکفار لا یجوز الا اذا تحقق لنا انہ مکذب او مستخف ولا قطع الافی ضروریات الدین لان فی غیر ھالہ ان یقول لم یثبت عندی" اور تکفیر اس وقت تک جائز نہیں کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ جس کی تکفیر کی جارہی ہے اس نے مسئلہ دینی کی تکذیب یا استخفاف کیا ہے اور یہ ثبوت ضروریات دین کے انکار میں ہی ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت بھی اس مسئلہ میں ضروریات دین کے انکار پر ہی تکفیر کے قائل ہیں۔ اور مسئلہ سجدہ تحیت کی حرمت چوں کہ ضروریات دین میں سے نہیں ہے، اس لیے آپ نے اس مسئلہ میں وہ عبارت تحریر فرمائی جو آپ نے جلد دہم نصف آخر کے صفحہ ۱۸۳ سے نقل فرمائی ہے۔ اعلیٰ حضرت کی مذکورہ دونوں عبارتوں میں تدافع سمجھنا غلط ہے، اس مسئلہ پر تکفیر امام کرذری نے کی ہے، تکفیر کا قول اعلیٰ حضرت کا نہیں ہے، اور جب ان دونوں عبارتوں میں کوئی تعارض نہیں بلکہ دونوں علیحدہ علیحدہ مکتبۂ فکر سے متعلق ہیں تو تاریخ کے آگے پیچھے ہونے کی بحث فضول ہے، واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۲ جمادی الآخر ۱۴۱۶ھ

(۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید ایک سنی پیر ہے مگر وہ سجدۂ تعظیمی کو جائز کہتا ہے، اس کا کہنا یہ ہے کہ ہمارے مشائخ طریقت اس کو جائز جانتے تھے، جیسا کہ حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا کہ سجدۂ تعظیمی کا وجوب منسوخ ہو گیا ہے، مگر استحباب باقی ہے۔ بکر زید کا مرید ہے، اس نے زید کے حالات میں ایک کتاب لکھی جس میں زید کو "قیوم زماں" لکھا۔ بکر سے کہا گیا تم نے زید کو قیوم زماں کیوں لکھا؟ جب کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ کسی مخلوق پر قیوم کا اطلاق کفر ہے۔ تو اسنے یہ جواب دیا کہ میرے علم میں یہ بات نہیں تھی کہ فقہاء نے ایسا لکھا ہے، میں نے مکتوبات امام ربانی میں دیکھا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے خلفاء کو قیوم اول اور قیوم ثانی وغیرہ لکھا ہے۔ نیز مفتی احمد یار خاں صاحب نے تفسیر نعیمی جلد ثالث میں لکھا ہے "ذریعۂ عالم مراد لے کر اولیائے کرام کو بھی قیوم کہہ سکتے ہیں" اس تفسیر کے ساتھ خالد سے استفتاء ہوا کہ بکر کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آیا وہ کافر و مرتد ہو گیا یا مسلمان رہا؟ اس پر خالد نے جواب میں یہ کہا کہ بکر کافر نہیں ہوا، مسلمان رہا۔ فقہاء نے قیوم کے مخصوص معنی کا لحاظ کرتے ہوئے مخلوق پر اس کے اطلاق کو کفر لکھا ہے، قیوم کا ذات باری تعالیٰ کے ساتھ اختصاص دین کی ضروریات سے نہیں، اس لیے بکر کافر و مرتد نہیں، مسلمان ہے، اس پر زاہد نے خالد کے بارے میں لکھا انہیں چاہئے کہ اپنے فتوے سے رجوع کریں۔

واضح ہو کہ خالد کے فتوے پر جانشین حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ حضرت علامہ اختر رضا خان

صاحب ازہری کی بھی تصدیق ہے، اب زاہد کے بارے میں حکم شرع سے مطلع فرمائیں بینوا تو جروا

المستفتی، محمد شرف الدین رضوی ۱۲۰ انند وگھوش روڈ ہوڑہ

الجواب

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں سجدۂ تعظیمی قطعی یقینی حرام ہے، کفر نہیں ہے۔ جو فقہاء اس کو کفر کہتے ہیں یا تو ان کا قول کفر صوری پر محمول ہے یا مرجوح و مردود ہے حقیقۃً وہ کفر نہیں۔ اور اس کے جواز کا قول کرنے والے کی تکفیر بھی فقہاء کے اصول پر ہے، محققین اور متکلمین ایسے شخص کی بھی تکفیر نہیں کرتے۔

ہاں اس کے مرتکب اور مجوز کو فاسق اور مرتکب حرام کہا جا سکتا ہے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: دربارۂ سجدہ حق و تحقیق یہ ہے کہ غیر خدا کو سجدۂ عبادت کفر ہے، اور سجدہ تحیت حرام، کتب فقہ میں اسکی تصریح ہے اور آج کوئی مجتہد نہیں کہ متفق علیہ ارشادات ائمہ کے خلاف مسئلہ نکالنا چاہے، افراط و تفریط دونوں مذموم ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۷۰)

غیر خدا کے لیے سجدۂ تحیت کے جواز کا حکم افراط ہے اور اس کے خلاف حکم تکفیر تفریط ہے، اس لیے غیر خدا کے لیے سجدۂ تحیت کے جواز کا حکم ضرور فسق و مذموم ہونا چاہئے، حضرت سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ عین شریعت تک واصل تھے، ایسے حضرات اگر چہ مقلد ہوں، مگر مجتہد بھی ہوتے ہیں اور بعض مسائل میں اپنے اجتہاد پر عمل کرتے ہیں اور ہمارے لیے تو امام اعظم کا مسلک کافی ہے۔

(ملخصاً امجدیہ اول صفحہ ۹۳)

ہاں اولیائے کاملین جو اپنے کشف و مشاہدہ کی وجہ سے درجۂ مجتہدین کو پہنچے ہوئے ہیں، ان کا اس حکم سے بھی استثنا ہوگا، چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی جلیل القدر کتاب "میزان الشریعۃ الکبریٰ" میں فرماتے ہیں:

"ومن اطلع على ذلك من طريق الكشف يرىٰ جميع المذاهب و اقوال العلماء فيها متصلة بعين الشريعة وشارعة منها ومثل هذا لا يومر بالتمذهب بمذهب واحد"

(جلد اول صفحه ١٤)

اور جو ہستیاں مسائل شرعیہ پر اپنے کشف و شہود کے ذریعہ مطلع ہوتی ہیں وہ دیکھتی ہیں کہ سارے مذاہب اور اقوال علماء چشمہ شریعت سے متصل، اسی سے نکلی ہوئی نہریں ہیں، تو بہت سے اولیائے کاملین کو کسی خاص مذہب کے ساتھ لگے رہنے کا حکم بھی نہیں دیا جا سکتا۔

اور بقول اعلیٰ حضرت مجتہد ارشادات علماء کے خلاف مسئلہ نکال سکتا ہے تو اولیاء کاملین جیسے محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ یہ اگر مذاہب ائمہ کے خلاف کوئی مسئلہ بیان کریں تو انہیں حکم فسق سے مستثنیٰ رکھا جائے گا بخلاف زید و بکر کہ وہ خود احکام و مسائل میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد اور تابع ہیں تو اس مسئلہ میں ان کے حکم سے کیسے باہر ہو سکتے ہیں، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: اس مسئلہ تحریم میں ہماری سند تصریح فقہائے کرام ہے اور اسی قدر ہمیں بس ہے، دلیل مجتہد کے پاس ہے، ہم مقلد ہیں۔ (دہم نصف صفحہ ۱۸۳)

تو بکر زید خالد کو بھی مقلد ہونے کے ناطے تصریحات فقہائے کرام کے موافق عقیدہ وعمل رکھنا چاہئے، ورنہ ان پر حسب تصریح مذہب ضرور فسق وارتکاب حرام کا حکم لگے گا۔

غیر خدا پر لفظ قیوم کے اطلاق کا مسئلہ بھی ہمارے نزدیک اسی قسم کا ہے، کیونکہ غیر خدا پر لفظ قیوم کے اطلاق کو فقہائے کرام نے کفر لکھا ہے، تو حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے خلفاء پر اس لفظ کے اطلاق کے وقت وہ معنی مراد نہیں لیے جو کفر ہیں، چنانچہ کتاب "مقامات خیر" کے مصنف جو ایک نقشبندی صاحب سجادہ ہیں، اپنی اس کتاب میں تحریر فرماتے ہیں: ایسے فرد اکمل کو کسی نے غوث اعظم کا نام دیا اور کوئی قطب الاقطاب کہتا ہے اور حضرت مجدد قدس سرہ نے اس کو قیوم کہا ہے (کتاب مذکور صفحہ ۶۷)

یعنی آپ نے قیوم سے مراد ایسے اولیائے کاملین مراد لیے ہیں کہ جو غوثیت اور قطبیت کے مرتبے پر پہونچے ہوئے ہیں اور یہ آپ کی خاص اصطلاح ہے، ظاہر ہے کہ یہ لفظ اس معنی میں کفر نہیں، اس لیے خالد اور جناب ازہری صاحب زید مجدہم کا یہ فتویٰ ضرور صحیح ہے کہ بکر نے چوں کہ اس لفظ کے معنی کفری مراد نہیں لیے اس لیے وہ مسلمان ہے، لیکن اس لفظ کا اطلاق حسب تصریح فقہاء چونکہ باری تعالیٰ کے لیے خاص ہے اور غیر خدا پر اس کا اطلاق ایہام معنی غلط کی وجہ سے چونکہ حرام ہے، اس لیے بکر کو اس سے توبۂ کاملہ اور اپنی کتاب میں ترمیم کرنا ضروری ہے۔ البتہ مجدد صاحب چونکہ صاحب کشف اولیائے کاملین میں سے تھے، اس لیے یہ حکم ان کے لیے نہ ہوگا۔ اور زاہد اگر جہل ولاعلمی کی وجہ سے خالد کو فتویٰ سے رجوع کا مشورہ دے رہا ہے تو اس کو مسئلہ بتایا جائے اور حقیقت حال سمجھائی جائے اور ضرورت ہو تو اس کے لیے خدائے تعالیٰ سے اصلاح کی دعا کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۲۱ جمادی الاولیٰ ر۱۴۱۶ھ

(۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

کسی مزار پر اگر کوئی شخص سجدہ کرے یا کسی چلہ خانہ میں سجدہ کرے تو از روئے شرع جائز ہے یا

نہیں؟ بینوا توجروا المستفتی محمد حنیف خاں مالدھی

الجواب

خدائے تعالیٰ کے علاوہ کسی چیز کو سجدہ کرنا اگرچہ تعظیم ہی کی غرض سے ہو، عبادت مقصود نہ ہو حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "لو امرت احدا ان یسجد لاحد لامرت المراة لزوجھا" واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح: عبدالرؤف

انگوٹھے چومنے کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

جب حضرت محمد ﷺ کا نام سنے تو انگوٹھا چومنا کیسا ہے؟ اور کون سی کتاب میں ہے؟۔ اور اس کا ثبوت جلد سے جلد ارسال فرمائیں۔ ہمارے یہاں کے وہابی علماء انگوٹھا چومنے کو ناجائز کہتے ہیں۔ تو آپ کتاب کے حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

جمال الدین مومن عبدل وزیر الدین مقام کیسر پورہ تا بحالذر ڈاکخانہ امید گھر ضلع سابر کانٹھا

الجواب

شامی جلد اول ص۲۷۹۔ میں ہے: "ویستحب ان یقال عند سماع الاولیٰ من الشھادة صلی اللہ علیك یا رسول اللہ. وعند الثانیة منھما قرة عینی بك یا رسول اللہ. ثم یقول اللھم متعنی بالسمع و البصر بعد وضع ظفری الابھامین علی العینین'

پہلی دفعہ "اشھد ان محمدا رسول اللہ" سنتے وقت "صلی اللہ تعالیٰ علیك یا رسول اللہ" کہنا مستحب ہے، اور دوسری مرتبہ سنتے وقت "قرة عینی بك یا رسول اللہ" پڑھنا اور آنکھوں پر انگوٹھوں کا ناخن رکھ کر یہ دعا پڑھنا: "اللھم متعنی بالسمع والبصر" الخ

طحطاوی علی المراقی الفلاح ص۱۲۲ باب الاذان میں ہے۔ "وذکر الدیلمی فی الفردوس عن حدیث ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعا من مسح العینین بباطن انملة عند قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ وقال اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ ورضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد ﷺ نبیاً حلت لہ شفاعتی وکذا عن الخضر علیہ السلام ومثلہ یعمل فی الفضائل" دیلمی مسند الفردوس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

جس نے اپنی آنکھوں کو کلمہ کی انگلیوں سے ملایا چومکر چھوا جبکہ موذن " اشھد ان محمد رسول الله " کہتا ہے۔اور یہ پڑھا" رضیت باالله "الخ۔تو اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی۔اسی طرح خضر علیہ السلام سے بھی مروی ہے۔اور ایسی حدیثوں پر فضائل میں عمل کیا جاتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۔۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) خطبہ کی اذان میں اشھد ان محمدرسول الله پر انگوٹھا چومنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اذان ثانی کے بعد دعا ہاتھ اٹھا کر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) درمیان خطبہ میں اردو اشعار پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) چین کی گھڑی باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟اور اگر ناجائز ہے تو کیوں؟

الجواب

(۱) پنج وقتہ اذان میں مستحب ہے۔شامی اور مراقی الفلاح میں قہستانی اور اس میں کنزالعمال کے حوالہ سے ہے:"ویستحب ان یقول عند سماع الاولی من الشھادتین صلی الله علیك یا رسول الله و عند سماع الثانیة قرت عینی بك یا رسول الله اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ابهامتیه علیٰ عینیه فان رسول الله ﷺ یکون قائدا الی الجنة و ذکره الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر رضی الله تعالیٰ عنه مرفوعا من مسح العینین بباطن انملة ابهامتین بعد تقبیلها" جمعہ کی اذان میں پڑھنا منع ہے۔

(۲) نہیں پڑھنا چاہئے۔درمختار میں ہے:" ان لا یجیب بلسانه اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب"

(۳) نہیں پڑھنا چاہئے،سنت متوارثہ کے خلاف ہے۔

(۴) ناجائز ہے؟ کیونکہ ساڑھے چار ماشہ چاندی سے کم کی انگوٹھی کے علاوہ مرد کو کسی دھات کا پہننا جائز نہیں اور عورت کو بھی سونے چاندی کے علاوہ تمام دھاتوں کا پہننا ناجائز ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۵؍رجب ۹۳ھ

الجواب صحیح:عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

نام رکھنے کا بیان

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید اپنے آپ کو عالم اور ہادی عالم کہتا ہے۔ عمر کہتا ہے کہ ہادی عالم رسول کریم ﷺ کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ تمام انبیائے کرام بھی ہادی عالم نہیں ہوئے۔ شرعا فیصلہ فرمایا جائے کہ زید اور عمر میں کون سچا ہے۔ بینوا توجروا المستفتی عبدالحمید خاں نقشبندی مجددی مظفر پوری کلکتہ

الجواب

اپنا نام از خود ایسا رکھنا یا ایسا کہنا جس سے اپنی بڑائی ظاہر ہو، ناجائز ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ﴾ [النجم: ۳۲] اپنے نفسوں کی بڑائی ظاہر نہ کرو۔ فصول عمادی میں ہے: "ولا یسمیه بما فیه تزکیته" ایسا نام نہ رکھو کہ جس میں بڑائی نکلتی ہو۔ شامی میں ہے: "ویوخذ من قوله لا بما فیه تزکیة، المنع نحو محی الدین و شمس الدین مع ما فیه الکذب" صاحب عمادی کے قول "ولا ما فیه تزکیته" سے معلوم ہوا کہ محی الدین وشمس الدین وغیرہ نام رکھنا منع ہے اور یہ جھوٹ بھی ہے۔ ہادی عالم نام رکھنا ڈبل کذب ہے اور انتہائی تکبر ہے۔ اس لیے ناجائز اور ممنوع ہونے میں کیا شبہ؟ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۸ رجمادی الآخری ۸۷ھ
الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

تبرکات کا بیان

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید بطریقۂ پیران طریقت اپنے سلسلہ کا شجرہ اپنے ورد میں رکھتا ہے۔ اور بعد وفات شجرہ کو قبر میں پچھم کی طرف دیوار قبر میں طاق بنوا کر رکھتا ہے۔

اب چند اشخاص جو مئوناتھ بھنجن سے تعلیم یافتہ ہیں، منع کرتے ہیں کہ شجرہ رکھنا ناجائز ہے۔ مردہ کا عمل ہی اس کے کام آئے گا۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ کتب شرعیہ سے اس کا ثبوت عنایت فرمائیں۔

مستفتی سید ظہور عالم مہاراج گنج گورکھپور

الجواب

بزرگان دین کے آثار سے تبرک اور فیض کا حصول سلف صالحین میں معمول بہ رہا ہے۔ خود حضور علیہ السلام نے اپنا تہبند شریف اتار کر دیا۔ اور فرمایا کہ اسکو میری بیٹی کے کفن میں شامل کردو اور اس کو جسم سے متصل رکھو۔ (مشکوۃ شریف ص ۱۴۲)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک آپ کے ناخن کا تراشہ، آپ کے موئے مبارک برکت کے لیے، اپنے ساتھ قبر میں رکھوائے اس لیے یہ خیال بالکل فاسد ہے۔ کہ اس قسم کی چیزوں سے فائدہ نہیں ہوتا، صرف اعمال کام آئیں گے شجرہ بزرگان دین بھی بابرکت چیز ہے۔ اس کو قبر میں رکھنے سے ضرور برکت حاصل ہوگی۔ درمختار میں ہے: "کتب علی جبهة المیت وعمامته او کفنه عهد نامه یرجی ان یغفر الله للمیت" میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھ دیا جائے تو مغفرت کی امید ہے۔ ہاں اس کا خیال ضرور ہے کہ شجرہ میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان دین کے اسمائے گرامی کی توہین نہ ہو اس لیے اس کو میت سے علاحدہ اوپر طاق پر رکھ دیں، تاکہ میت کے سڑنے کی حالت میں آلودگی سے محفوظ رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

خالد حج بیت اللہ سے آب زم زم، کھجور اور دیگر اشیاء تبرکات لایا تھا۔ اس تبرک اور آب زمزم کے متعلق زید کا کہنا ہے کہ میں خالد کے تبرک پر پیشاب کردوں گا یا پیشاب کرتا ہوں، تو زید کے ان تبرکات مطہرہ کی بابت ان گندے الفاظ کے استعمال کرنے اور توہین کرنے پر از روئے شرع کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی رحمت اللہ پورہ معروف مبارک پور

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی اگر واقعہ یہی ہے کہ زید نے ان تبرکات کو متعین کر کے یہ کہا کہ میں اس پر الخ تو اس کو اپنے اس کلمہ شنیعہ سے توبہ کرنا چاہئے۔ اور اگر ایسا ہو کہ میں وہاں الخ۔ اور سائل نے اپنی چالا کی سے اس کو تبرکات کے متعلق بنالیا ہو تو یہ سائل کی زیادتی ہے۔ اور الٹے سائل کو ہی زید سے معافی مانگنی چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۹ر صفر ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲-۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
(۱) قبر میں شجرہ رکھنا کب سے مروج ہوا، زید کہتا ہے کہ قبر میں گندگی ہوتی ہے، لھذا قبر کے اوپر کھونٹا گاڑ کر اس میں شجرہ کو لٹکا دیا جائے، کیونکہ اس میں بزرگان دین کے اسماء درج ہوتے ہیں۔
(۲) چکی والے فی من ایک کلو گیہوں جلتی کہہ کر لیتے ہیں، یعنی ایک من گیہوں میں اتنا لیس کلو آٹا دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ایک کلو گیہوں جل گیا ہے، ان مسائل کا از روئے شرع کیا حکم ہے؟ مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں۔
عبدالسلام رضوی ساکن بالوگنج سالماری کٹیار (بہار)

الجواب

(۱) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کے پاس حضور ﷺ کے ناخن کے تراشے اور موئے مبارک تھے، آپ نے وصیت کی کہ یہ چادر میرے کفن میں شامل کرنا اور ان ناخنوں اور بالوں کو میرے منھ آنکھ وغیرہ میں رکھ دینا اور مجھ کو ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا، یہ حضور ﷺ کے آثار مبارکہ سے ہی برکت حاصل کرنا ہوا، شجرۂ بزرگان دین بھی ان کا تبرک اور ان کا اثر مبارک ہے، آپ کہہ سکتے ہیں کہ بزرگوں کے تبرکات قبر میں رکھنے کی اصل حضرت امیر معاویہ کا فعل ہے۔ بلکہ خود حضور ﷺ نے اپنا ازار مبارک اپنی بیٹی کے کفن میں شامل کیا، بہار شریعت میں ہے، بہتر یہ ہے کہ میت کے سامنے قبلہ کی جانب طاق کھود کر شجرہ اس میں رکھے۔
(۲) جلتی کہہ کر لینا نہیں چاہیے، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ ایک من آٹا کی مزدوری اتنے روپیہ اور ایک کلو غلہ یا آٹا لیں گے، پھر اگر اسی پسے ہوئے آٹے میں سے لے لیا تب بھی کوئی حرج نہیں۔ (بہار شریعت حصہ چہارم (۱۴) ص ۱۲۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۲۹/ شوال ۱۴۱۲ھ

حقوق والدین واولاد کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
والد کی تین اولاد ہیں جن میں سے چھوٹی اولاد چند نشہ خوروں کی سنگت میں نشہ خوری کیا، جو کہ نشہ نقصان دہ بھی ہے۔ پھیپھڑے سے خون آیا، بیمار ہوئے۔ اس کے بعد گھر والے اور والد صاحب نے اتفاق رائے ہو کر چھوٹی اولاد سے توبہ کرایا اور ان نالائق ساتھیوں سے دور رہنے کا اقرار کرایا اور والد نے یہ حکم صادر فرمایا کہ آج کی تاریخ سے یہ نالائق دوست ہمارے گھر پہ نہ آنے پائیں اور نہ باہر ہمارے لڑکے سے دوستی رکھیں۔ یہ حکم والد کا ان نالائق ساتھیوں سے والد کی بڑی اولاد نے کہہ دیا اور منع کر دیا، ہمارے

گھر آپ لوگ نہ آویں، وہ ساتھی لوگ اس وقت باز آگئے، اس کے بعد والد اور بڑے بھائی نے اپنی عزت کی وجہ سے لوگوں کے یہاں چندہ مانگ کر چھوٹی اولاد کا علاج کیا، مریض نے شفا پائی۔ چند دنوں کے بعد پھر انہی ساتھی لوگوں کا قدم گھر میں آنے لگا۔ وہی طریقہ جو کہ بیمار کا پہلے تھا پھر شروع ہوا۔ یہ دیکھ کر بڑی اولاد کو ملال اور دل پر صدمہ پہنچا۔ ایک دن اتفاق سے وہی ساتھی لوگ آنگن میں ہارمونیم اور ڈھول کے ساتھ گانا بجانا گا رہے تھے، مغرب کی اذان ہو رہی تھی، کسی نے گانا بند نہیں کیا۔ اس وقت بڑی اولاد نے آنگن میں جا کر روکا اور منع کیا کہ آپ لوگ وہی ہیں جو کہ ہمارے والد کا حکم ہے کہ آپ لوگ ہرگز ہرگز ہمارے مکان پر تشریف نہ لاویں۔ ان لوگوں نے کہا ہمارے روبرو والد کہہ دیں تو ہم لوگ نہیں آویں گے۔ لیکن اس دن وہی والد کہتے ہیں کہ یہ لوگ ہمارے پاس آتے جاتے رہیں گے۔ اولاد کا سے مجھ سے کیا مطلب۔ آپ لوگ آیا جایا کریں، اب اس حالت میں بڑی اولاد کا دل والد سے ٹوٹ گیا اور والد کا سامنا نہیں کرنا چاہتا، اب اولاد پر شرعاً گناہ ہے کہ نہیں؟ فقط عبدالقیوم خیرآبادی

الجواب

سائل کا باپ اپنی اس حرکت کی بنیاد پر سخت مجرم ہے، اس پر توبہ واستغفار ضروری ہے، لیکن وہ سائل کا باپ ہے، اس لیے اگر اس کی جائز ضروریات زندگی میں سے کوئی ضرورت سائل کی وجہ سے پوری نہ ہو سکی تو اس کا مواخذہ سائل سے ضرور ہوگا۔ اس اصول کو پیش نظر رکھ کر سائل اپنے باپ سے اپنے تعلقات کی نوعیت قائم رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی مبارکپور اعظم گڑھ ۱۶ ذیقعدہ ۹۷ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ　　الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ

(۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

محمد یعقوب کا لڑکا اخلاق احمد عرف للن ہے۔ اخلاق احمد اپنی بیوی اور ساس کی بیحد موافقت میں رہتا ہے، اپنے والدین کے تعمیل حکم میں تساہلی کردے گا، لیکن بیوی اور ساس کے احکام کو کی ضرور پیروی کرے گا۔ اکثر موقع پر اس کی بیوی اور ساس نے اخلاق احمد کے والدین کو ذلیل کیا جس کا علم اخلاق احمد کی بخوبی ہوا، لیکن اس نے کوئی باز پرس نہیں کی۔ مہربانی فرما کر اخلاق احمد کے بابت شرعی احکام سے مطلع فرمائیں کہ اس کا کیا حشر ہوگا، جو اپنے والدین کو ناخوش رکھتا ہے۔؟ محمد یعقوب محلہ رتن گنج مرزاپور

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی ایسا شخص فاسق اور مجرم ہے، اس کو فوراً اس طرز عمل سے توبہ کرنی چاہیے اور

والدین کوراضی رکھنا چاہئے۔ قرآن عظیم میں ہے کہ ماں باپ کواف تک نہ کہو۔ انھیں جھڑکومت اوران کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ۔ حدیث شریف میں ہے: "من الکبائر الاشراك باللہ وعقوق الوالدین" اگر والدین کوراضی کیے بغیر مرگیاتو سخت عذاب کا مستحق ہوگا۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی مبارکپوراعظم گڑھ ۱۶ر ذوالحجہ ۱۳۸۰ھ

(۳) **مسئلہ**: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

میں محمد وسیم پسر عبدالخالق ساکن محلہ غوربانہ کلاں قصبہ جائس ضلع رائے بریلی کا ہوں۔ جوکہ تقریبا سوا سال سے اپنے والد اور چچا سے الگ رہ کرعلیحدہ کاروبار بھی کرتا رہا، نیز چند باتیں ان کی مرضی کے خلاف کرتا رہا، اس وجہ سے یہ لوگ مجھ سے ناراض ہیں، اس لیے بموجودگی (محمد حسین انصاری) زبانی وتحریری معافی مانگتا ہوں۔ اللہ تبارک وتعالی کو حاضر وناظر جان کر حلفیہ تحریر کرتا ہوں کہ آج کی تاریخ سے پسر لیاقت حسین اوران کے بھائیوں اور نیز لیاقت حسین سے قطع تعلق کرلیا۔ ان لوگوں کو اپنے مکان ونشست گاہ یادوکان میں نہ آنے دوں گا نہ خود ہی ان کے گھر یادوکان پر جاؤں گا، نہ کسی محفل ومجلس میں پاس بیٹھوں گا، نہ کسی بازار یامحفل رقص وسرور میں ان لوگوں کے نزدیک رہوں گا۔ والد اور چچا وچچی کے معاملات میں دخل نہ دوں گا وہ جس کو چاہیں نقد جنس وزمین باغ دیں، مجھے کوئی عذر نہ ہوگا۔ اپنے والد صاحب کی فرماں برداری سے کبھی بھی روگردانی نہ کروں گا، اگر کسی وقت تحریر بالا کے خلاف کروں تو جو حضرات تشریف رکھتے ہیں وہ مجھ سے قطع تعلق کرلیں۔

المرقوم ۲۰ راگست ۵۸ھ بقلم محمد وسیم، محمد رفیع بقلم خود، منور حسین بقلم خود! اگر کسی وقت محمد وسیم تحریر بالا کے خلاف کریں تو میں ان سے رسم وراہ بند کردوں گا۔ بقلم منور حسین بقلم محمد صدیق۔

کاتب تحریر بالا نے اپنی تحریر پر عمل نہیں کیا۔ منے ولیاقت حسین وغیرہ سے مخلصانہ تعلق قائم رکھے اوراپنے والد کی مرضی کے خلاف رہ کرعلیحدہ زندگی گذارتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے شریعت پاک کا کیا حکم ہے۔ بینواتوجروا

الجواب

صورت مسئولہ میں وسیم والدین کی نافرمانی کا مرتکب ہوااور بے توبہ مراتو مستحق عذاب الٰہی ہے عقوق والدین کی سخت مذمت حدیث شریف میں ہے: "من الکبائر الاشراك باللہ وعقوق الوالدین" لیکن اگر لیاقت وغیرہ سے ملنے میں کوئی ایسی شرعی قباحت نہ ہوتواس شدت کے ساتھ روکنانہ چاہئے کہ وہ اس کا خلاف کرکے والد کی نافرمانی کا مرتکب ہو۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالی

عنہ لکھتے ہیں۔ جو ایسا کام کہنا ہو جس میں نافرمانی کا احتمال ہو اسے امر و حکم کے صیغہ سے نہ کہے، بلکہ برفق و نرمی بطور مشورہ کہے کہ وہ بلائے عقوق والدین میں نہ پڑے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، ۹ر صفر ۸۳ھ

(۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کی بیوی ہندہ اپنے میکے میں رہتی ہے اور اپنے شوہر (زید) سے یہ کہتی ہے کہ تمام جائداد فروخت کرکے اور اپنی والدہ کو چھوڑ کر یہاں یعنی (میکے) چلے آئیں اور زید اس کے لیے تیار نہیں ہے کہ والدہ کو چھوڑیں تو اس صورت میں زید کیا کرے؟ اور ہندہ کے متعلق بالتفصیل تحریر فرمائیں؟ بینوا وتوجروا

المستفتی، عتیق الرحمٰن مقام پوکھر ٹولہ پوسٹ بھیرواضلع مدھوبنی (بہار)

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی ہندہ کی فرمائش غلط اور زید کو اس پر عمل کرنا کچھ ضروری نہیں، والدین کی خدمت واطاعت ضروری ہے، اور ان کو چھوڑنا اور اذیت دینا گناہ اور عاق ہوتا ہے، ہندہ اگر سرکشی کرے اور زید کے ساتھ نہ رہے تو زید کے اوپر اس کا نفقہ نہیں، وہ ناشزہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۵ ذی القعدہ ۱۴۱۵ھ

(۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

محمد شعیب اشرفی کا بڑا لڑکا محبوب عالم ایک طویل عرصے سے اپنے والدین پر ظلم وزیادتی کرتا آرہا ہے اور ان کے ساتھ نازیبا حرکتیں کرتا آرہا ہے، جیسے والدین کو مارنا انھیں گالیاں دینا، اور اپنی بیوی اور بچوں سے گالیاں دلوانا وغیرہ وغیرہ، حتی کہ ایک دفعہ اس (محبوب عالم) نے بھری پنچایت میں یہ جملہ کہا کہ اولاً تو میں ان دونوں کو ماں باپ تسلیم ہی نہیں کرتا ہوں، میری ماں ڈائن ہے، تعویز گڑواتی ہے اور اس طرح کے بے شمار بے ہودہ الفاظ ہیں جو کہ محبوب عالم نے اپنے والدین کے لیے استعمال کئے، محبوب عالم کی ان تمام حرکتوں کی وجہ سے محمد شعیب احمد اشرفی اور ان کی اہلیہ یعنی محبوب عالم کی والدہ اتنے دل برداشتہ ہو چکے ہیں کہ انہوں نے محبوب کو اپنی تمام جائداد اور تمام حقوق سے عاق کر دیا ہے، محمد شعیب احمد اشرفی اور ان کی اہلیہ نے محبوب عالم کو یہاں تک کہہ دیا کہ ہمارے مرنے کے بعد تم ہماری لاش کے وارث نہیں ہو سکتے، ہم تمھیں اپنی تمام جائداد حق ولایت اور بقیہ تمام حقوق سے عاق کرتے ہیں، اب تمہارا اور ہمارا کوئی رشتہ نہ رہا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا شریعت میں اس بات کی اجازت ہے؟ یا کیا شریعت کسی شخص کو یہ حق دیتی ہے کہ وہ اپنے بڑے لڑکے کو اس کی نافرمانی اور ظلم وزیادتی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اپنی تمام جائداد اور حق ولایت سے محروم رکھ دے اور بڑا لڑکا ہونے کے ناطے اپنی لاش کے وارث ہونے کا حق بھی چھین لے، شریعت میں عاق کے کیا معنیٰ ہیں؟ کیا عاق کر دینے سے کوئی وارث اپنی وراثت سے محروم ہو جائے گا، نیز والدین کی طرف سے عاق کیئے جانے کے بعد اور چند گواہوں کی موجودگی میں یہ کہنے کے بعد کہ ہماری موت کے بعد تم ہماری لاش کے بھی وارث نہیں بن سکتے، جیسا کہ محمد شعیب احمد اشرفی اور ان کی اہلیہ نے چند لوگوں کو گواہ بنا کر اپنے بڑے لڑکے محبوب عالم کو یہ بات کہی اور وصیت بھی کر دی کہ مرے مرنے کے بعد ہمارے بڑے لڑکے کو لاش کا وارث نہ بنایا جائے تو کیا اس طرح کہہ دینے سے عاق شدہ شخص اپنے والدین کی لاش سے محروم ہو جائے گا۔

برائے کرم مذکورہ بالا سوالوں کا مفصل جواب قرآن وحدیث اور اقوال فقہاء کی روشنی میں عنایت فرما کر رہنمائی فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

المستفتی، سید جلال حیدر، مقام محمود گنج پوسٹ سانحہ ضلع بیگوسرائے

الجواب

فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف اول صفحہ ۵۸ پر ہے، باپ کی نافرمانی اللہ جبار وقہار کی نافرمانی ہے اور باپ کی ناراضی اللہ جبار وقہار کی ناراضی ہے، آدمی ماں باپ کو راضی کرے تو وہ اس کی جنت ہیں اور ناراض کرے تو وہ اس کی دوزخ ہیں، جب تک ماں باپ کو راضی نہ کرے گا اس کا کوئی فرض، کوئی نفل، کوئی نیک عمل قبول نہ ہوگا، عذاب آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی جیتے جی سخت بلا نازل ہوگی، مرتے وقت معاذ اللہ کلمہ نصیب نہ ہونے کا خوف ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں فرمایا کہ فاسق وفاجر مرتکب کبائر عاق ہے تو بر تقدیر صدق مستفتی مذکورہ لڑکا شرعاً عاق ہے اور ایسا شخص ماں باپ کی معافی کے بغیر مرا تو مستحق جہنم ہے۔ حدیث شریف میں ہے " ثلثة لا يدخلون الجنة العاق لوالديه والديوث والرجلة من النساء" والدین کا نافرمان، دیوث اور عورتوں کی صورت بنانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا، لیکن والدین نے اگر صرف اتنا کہا کہ ہم نے اپنی میراث سے محروم کیا تو محبوب عالم مذکور محروم نہ ہوگا، بلکہ وراثت میں حق دار ہوگا، اگر وہ چاہتے ہیں کہ پسر مذکورہ میرے ترکہ سے حصہ نہ پاوے تو اپنی زندگی میں ہی اپنی جائداد اپنے دیگر وارثوں میں تقسیم کر کے اس پر ان کا قبضہ دلا دیں۔ فتاویٰ رضویہ حصہ نہم میں ہے۔ شرع میں عقوق ناحق فرمانی والدین کو کہتے ہیں اور اگر کوئی شخص لاکھ بار اپنے فرماں بردار خواہ نافرمان بیٹے کو کہے

کہ میں نے تجھے عاق کیا یا اپنے ترکہ سے محروم کردیا تو اس کا یہ کہنا نہ تو کوئی نیا امر پیدا کرسکتا ہے نہ بایں وجہ وہ ترکہ سے محروم ہو سکے گا، ہاں محرومی کا طریقہ وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا اور عاق لڑکے کے ساتھ باپ کو ایسا سلوک کرنا جائز ہے۔ عالمگیری میں ہے " و کان ولده فاسق وا رادان یصرف ماله الی وجوه الخیر ویحرمه عن المیراث هذا خیر من ترکه " لڑکا فاسق ہو (اور عاق فاسق ہے) اور باپ چاہے کہ اس کو میری میراث نہ ملے اور اپنے مال کو وہ اپنی زندگی میں دوسرے مصارف خیر میں صرف کردے تو بہتر ہے، اسی طرح مٹی اور منزل میں شرکت ایک اسلامی حق ہے باپ کے منع کرنے سے شرعاً ممنوع نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۵ ذوالقعدہ ۱۴۱۵ھ

(۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

عمر کے دو بیٹے ہیں زید اور بکر۔ بکر نے زید کی بیوی ہندہ سے اپنے باپ عمر کی موجودگی میں لڑنا شروع کیا، لیکن عمر کی یہ ہمت نہ ہوسکی کہ بکر کو ڈانٹ کر خاموش کردے۔ بعدہ زید نے اپنے باپ عمر سے اپنا حق طلب کیا جو عمر کے اوپر دین واجب تھا۔ زید کا اپنے باپ عمر سے اپنا حق مانگنا تھا کہ عمر کے تیور بگڑ گیے اور زید ایک درمیانی عالم تھا۔ عمر نے اپنے بیٹے زید کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور علماء کی شان میں گستاخی وتوہین کے الفاظ استعمال کئے اور کہا کہ یہ جتنے مولوی ہوتے ہیں سب کے سب پرائے گھر کا کھانے والے ہوتے ہیں، ان کو گناہ سے کوئی ڈر نہیں ہوتا۔ اور کھلے لفظوں میں کہا ان مولویوں کی تو لڑکی کے ساتھ زنا کر ڈالے، یہ گالی علما کو دی۔ اور عمر نے اپنے بیٹے زید عالم سے کہا کہ تو حرامی کا پیشاب ہے اور اپنا بیٹا ہونے سے انکار کردیا حالانکہ حقیقت حال یہی ہے کہ زید عمر ہی کا بیٹا ہے۔

زید اپنے باپ عمر کی ان تمام فحش اور برداشت سے باہر گالیوں کو گوش گزار کرتا رہا اور لوٹ کر کچھ جواب نہیں دیا، البتہ اپنا حق ضرور طلب کیا۔ اور بھی دنیا بھر کے جھوٹے الزامات زید کے اوپر لگائے، لیکن زید خاموش ہی رہا۔

گستاخان علماء پر شریعت مطہر کیا حکم لگاتی ہے اور زید کو اپنے باپ عمر کے ساتھ کیا سلوک برتنا چاہئے، قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

المستفتی محمد انیس صابری موضع ہریانہ پوسٹ جویا ضلع مرادآباد

الجواب

زید نے اپنے باپ کی گالیوں کے جواب میں جو کچھ صبر وبرداشت کیا ٹھیک کیا، اس کو شرع کی طرف سے یہی حکم تھا۔ ﴿فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا﴾ [الاسراء: ۲۳]

انہیں اف تک نہ کہو، انہیں نہ جھڑکو، ان سے نرمی سے بات کرو۔

اگر وہ اس کے خلاف کرتا سخت مجرم اور گنہگار ہوتا۔

حدیث شریف میں ہے: رضا الله فی رضا الوالد وسخط الله فی سخط الوالد۔

زید نے اپنے والد سے اپنا کون سا حق مانگا؟ سوال میں اس کی کوئی تصریح نہیں، اگر اس کا مطلب ترکہ اور وراثت کا حق ہے تو زید کا مطالبہ غلط ہے۔ یہ حق تو باپ کی جائداد میں اس کی وفات کے بعد متعلق ہوگا تو زید کو ابھی اس کے مطالبہ کا کیا حق پہنچتا ہے۔ اور اگر اس کے علاوہ لڑکے کا کوئی حق تھا تو اس کی تصریح ہونی چاہئے، تاکہ اس کا حکم بیان کیا جائے۔

علمائے دین کی توہین وسب وشتم کو بلاشبہ فقہائے کرام نے کفر لکھا ہے، لیکن یہ توہین علم دین کی وجہ سے ہو، جب ذاتی رنجش اور اختلاف سے ہو تب نہیں۔ مگر بر تقدیر صدق مستفتی عمر نے بذریعہ زید تمام علماء کو گالی دی جن سے ان کا کوئی اختلاف نہ تھا، تو اس کو اپنی اس حرکت سے توبہ واستغفار کرنا چاہئے اور تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی۔ البتہ زید نہ اس کے ساتھ خلا ملا رکھے، نہ سختی ودشمنی برتے، اور یہ حکم بھی اس وقت تک ہے کہ عمر توبہ نہ کرلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۱۲ر صفر ۱۴۱۳ھ

(۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک صاحب نصاب کی مجبوری یہ ہے کہ اپنی ذاتی رقم ادھار کی شکل میں لوگوں کے پاس پھنس چکی ہے۔ بہت کوشش کرنے کے باوجود بھی وصول نہیں ہوئی۔ اسی مجبوری کے تحت فریضۂ حج بھی ادا کرنے میں تاخیر ہو رہی ہے۔ جب تک یہ رقم لوٹ کر نہیں آتی کیا گناہ لازم ہے یا نہیں؟ اس طرح لوگوں کے پاس پھنسی ہوئی رقم کے اوپر ہر سال اس کی زکوۃ ادا کرنا صاحب نصاب پر فرض ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر قرض وصول ہونے والا ہے تب تو سال بسال اس کی زکوۃ دینا ہی اچھا ہے ورنہ وصول ہونے پر تمام سالوں کی ایک ساتھ دینی ہوگی، حج فرض ہو جانے کے بعد اگر قرض باٹنا ہے تو تاخیر کی وجہ سے ضرور گنہگار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو

(۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ

باپ اپنے بڑی عمر ۲۴، ۲۲، برس والے بیٹے کو نماز قائم کرنے کا حکم بار بار کرتا ہے، اس کے باوجود بھی یہ اولاد اپنے باپ کا کہا نہیں مانتی، اب مجبور ہو کر اپنے بچاؤ کے لیے فتویٰ طلب کر رہا ہے۔ کیا باپ اس

مجبوری کی وجہ سے اولاد کے بے نمازی ہونے کے وبال سے سبکدوش ہے، یا بارگاہ خداوندی میں اس سبب سے پکڑا جائے گا؟ لہذا اب والدین اس معاملہ میں اولاد سے مجبور ہو کر تنگ آ کر فتوی طلب کرتے ہیں، تسلی بخش جواب مبارک دیں۔

الجواب

اگر باپ نے بچپن میں اصلاح نہ کی ہو تو ضرور مواخذہ ہوگا اور برابر اصلاح کرتا رہا اور وہ نہ سدھرے تو مواخذہ نہیں مگر ایسے لوگوں سے قطع تعلق ہی میں بھلائی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو

حقوق عباد کا بیان

(۱-۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ہماری دیوار ہے، ایک شخص اس پر چھانی ڈالے ہیں اور ہمارے مکان کی جو لکڑی کا ٹونٹا ہے اس میں رسی باندھے لٹکائے ہوئے ہیں، یعنی ہماری دیوار سے فائدہ اٹھاتے ہیں، بغیر ہماری اجازت بلکہ مجھکو دلی تکلیف ہے۔ اس بارے میں مجھکو فیصلہ دیں۔

(۲) اور ایک صاحب ہیں جو مقدمہ میں دن رات رہتے ہیں، یعنی ان کا پیشہ ہے اور جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ ضرورت سے زیادہ لوگوں کو پریشان کرنا اور ادھر ادھر کی باتیں کر کے لوگوں کو آپس میں لڑانا ان کے لیے آسان ہے۔ ان کے پیر میں اکوت ہے جو برابر پنچھا بہتا ہے اور امامت کے لیے لڑائی کرتے ہیں۔ کیا ان کے پیچھے نماز جائز ہے؟

الجواب

(۱) اس میں شبہ نہیں کہ سائل کو اس کا حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار پر سے چھانی سے روک دے، اگر اس سے سائل کی دیوار کو نقصان پہنچتا ہے تو اس پر سے چھپر ڈالنا ناجائز ہوگا۔ عالمگیری میں ہے: "ویجب بحائط جارهم قدر ما لا یضر بدار جارهم" لیکن اگر کوئی نقصان نہ ہو تو اخلاقی حکم ہے کہ پڑوسی کو اپنی دیوار پر سے چھانے سے نہ روکے۔ مسلم شریف میں ہے: "لا یمنع احد جاره ان یغرز حطبا فی جدارهم" لیکن اگر سائل اس احسان پر تیار نہ ہو تو وہ چھپر ڈالنے سے روک سکتا ہے اور پڑوسی اس پر زبردستی نہیں کر سکتا ہے، کہ اس کو اس کا حق نہیں پہنچتا ہے۔

(۲) بر تقدیر صدق مستفتی سوال میں ذکر کیا ہوا شخص جھوٹ بولنے اور باہم لوگوں کو لڑانے کی

سے فاسق ہوا۔اسی طرح جیسا کہ آج کل مقدمہ بازی میں عموماً دجل وفریب سے کام لیناپڑتا ہے اگروہ بھی تلبیس وتزویر سے باز نہیں رہتا تو فاسق ہے۔اوراس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔درمختار کے حاشیہ شامی میں ہے:"مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمة کراهة تحریم" اورجیسا کہ سوال میں ہے اگر واقعی اس کو کوئی ایسا زخم ہے جو ہر دم رستا رہتا ہے تو صحیح لوگوں کی نماز اس کے پیچھے ہو ہی نہیں سکتی۔نورالایضاح میں ہے:"شرط صحة الامامة للرجل ستة اشیاء السادس سلامة من اعذار کرعاف دائم" واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی مبارکپور اعظم گڑھ،

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ

(۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زیداور بکر کے درمیان عرصہ انیس سال سے دشمنی چلی آتی ہے۔کھانا پینا تک نہیں ہے۔حالانکہ زید نے ہر موقع پر بکر کو کھلانے پلانے کی کوشش کی لیکن بکر بہانہ بنا کر ٹال جایا کرتا تھا۔بارہا زید نے بکر کو اس درمیان میں منایا بھی،لیکن بکر کسی صورت سے نہ ملا،چنانچہ ان ہی ایام میں زید کے گھر میں شادی پڑی۔زید کے اپنے احباب بارات میں شامل رہے،لیکن بکر کو زید نے نہیں پوچھا،کیونکہ جانتا تھا کہ جب جب میں نے منانے کی کوشش کی بکر نہیں مانا،اس لیے اس نے بکر کو نہ ملایا۔جب بارات جانے لگی تو کچھ باراتیوں نے کہا جب تک تم بکر کو ملا کر بارات میں شامل نہ کرو گے ہم لوگ شریک نہ ہوں گے۔یہ کہہ کے تانگے سے اتر پڑے۔چنانچہ زید نے غصہ کے عالم میں یہ کہا:تم لوگوں نے میرے یہاں کھانا نہیں کھایا بلکہ سور کھایا۔اس کہنے پر زید کے لیے شریعت مطہرہ کے کیا احکام صادر ہوتے ہیں؟تحریر فرمائیں؟یہاں کے پنچوں نے اس کا بائیکاٹ کر دیا ہے کہ تم (زید) نے اتنا سخت جرم کیا ہے کہ تمھارے یہاں کھانا' پینا' اٹھنا' بیٹھنا خلاف شرع ہے۔اس لیے ہم لوگ تمہارا بائیکاٹ کرتے ہیں۔اس حکم سے مطلع فرمائیں۔بینوا توجروا

المستفتی حاجی فیض اللہ محلہ پچھم ٹولہ مہنداول ضلع بستی یکم جون ۱۹۶۱ء

الجواب

سوال میں ذکر کیا ہوا جملہ سخت شنیع ضرور ہے مگر اتنا نہیں کہ زید کا بائیکاٹ کیا جائے۔اس کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جن لوگوں کے بارے میں کہا ہے ان سے معذرت کر لے اور خود اس کہنے پر خدا سے توبہ استغفار کر لے۔واللہ تعالی اعلم

الجواب صحیح عبدالمنان اعظمی مبارکپور اعظم گڑھ،

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہٗ ۲۵؍محرم ۸۳ھ

(۴) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) رمضان عرف بلر ساکن موضع پر سا ضلع غازی پور کی شادی مسماۃ شبراتن ساکن دھنور ضلع غازی پور کے ساتھ ہوئی تھی، جس کے بطن سے چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ چھوٹی لڑکی کی عمر اس وقت تقریبا چوبیس برس کی ہے اس کے بعد کوئی اولاد لڑکا یا لڑکی نہیں ہوئی، بلکہ اس کے بعد ہی سے زنانہ امراض میں مبتلا ہوگئی، جس کا علاج اپنی بساط کے مطابق کیا، لیکن اچھی نہیں ہوئی، تب اس نے اپنے شوہر رمضان سے کہہ دیا کہ مجھ سے اب اولاد کی امید نہ رکھو، اگر اولاد کی خواہش ہو تو دوسری شادی کر لو، "میں بخوشی رضامندی سے اجازت دیتی ہوں، کئی جگہ رشتہ تلاش کیا، لیکن کہیں ٹھیک نہیں ہوا، تب شبراتن نے کہا میری سگی بہن جو ایک سال سے بیوہ ہے اس کے ساتھ نکاح کرلو، اس بات پر رمضان نے اس سے کہا کہ یہ بات اس وقت ہو سکتی ہے کہ میں تم کو طلاق دے دوں، اس کے بعد تمہاری بہن سے نکاح کرلوں، کیونکہ یہ مسئلہ ہے کہ ایک آدمی کے ساتھ دو سگی بہنیں نکاح میں نہیں رہ سکتی ہیں، اس بات پر شبراتن نے کہا کہ میں بخوشی منظور کرتی ہوں، کیونکہ اب مجھے دنیا داری تعلق سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ صرف ہمکو اپنی زندگی بسر کرنے کے لیے کھانا کپڑا چاہیے، اس بنا پر مسماۃ شبراتن کو طلاق دے کر مسماۃ سکینہ سے بعد گذرنے عدت کے نکاح کرلیا اور دو گواہوں کے سامنے اقرار نامہ لکھ دیا کہ تاحیات شبراتن کو روٹی اور کپڑا دوں گا، بعد نکاح رمضان نے خدائے واحد کا درمیان دے کر برادری کے سامنے کہا کہ آج سے میں شبراتن کو ماں بہن ایسا سمجھوں گا۔ رمضان کے پاس دو قطعہ مکان ہے، ایک زنانہ ایک مردانہ۔ بعد طلاق جسے عرصہ آٹھ سال کا ہوتا ہے، شبراتن کبھی اپنے میکہ، کبھی اپنے گھر پر رہی، اس آٹھ سال کے عرصہ میں کوئی قابل اعتراض بات نظر نہیں آئی، میکہ میں فی الحال بڑی بڑی پریشانی کا سامنا ہوا ہے، شبراتن کے باپ مرچکے ہیں۔ بھائی بھاوج کلکتہ چلے گئے ہیں، ماں کسی طرح مزدوری کر کے اپنا پیٹ پال رہی ہے اس پر آشوب زمانہ کی گرانی میں رمضان کسی نہ کسی طرح اپنا اور اپنے متعلقین کا جو ایک وقت سات افراد ہوتے ہیں پیٹ پال رہا ہے رمضان کی عمر اس وقت ۴۸ برس اور شبراتن کی ۴۴ برس ہے، ان تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے فتویٰ دیا جائے۔

(۱) مسماۃ شبراتن رمضان کے گھر پر رہ کر اپنا روٹی کپڑا لے سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) اگر علمائے دین کے نزدیک رمضان عرف بلر مسماۃ شبراتن کو گھر پر روٹی اور کپڑا دینے کی بنا پر مجرم ہے تو اس حالت میں اہل برادری رمضان کو جنھیں آج تک ساتھ رکھا، اپنے ساتھ رکھیں یا برادری سے الگ کر دیویں۔ فقط

عبد الرحمان موضع پر سا ضلع غازی پور۔

اگر تم علم نہیں رکھتے، تو اہل عل

فتاوی

حضرت علامہ مفتی



لم سے دریافت کرو (القرآن)

بحر العلوم

تصنیف لطیف

یۃ السلف حجۃ الخلف بحر العلوم

عبدالمنان اعظمی دامت برکاتہم القدسیہ

الجواب

صورت مسئولہ میں شبراتن رمضان کے لیے اجنبی محض ہے۔ پس رمضان نے اگر اپنے گھر کا کوئی قطعہ جو خود رمضان کے مسکونہ سے الگ تھلگ ہو شبراتن کو رہنے کے لیے دیا جس سے رمضان کا سامنا اور اس سے خلاملا کا کوئی امکان نہ ہو تو رمضان کا صرف غریب پروری کا جذبہ بلکہ اس خیال سے بھی کہ شبراتن اسکی بچیوں کی ماں ہے، اس کے خورد ونوش کا انتظام کرنا اور اسکی مالی اعانت نہ صرف جائز بلکہ باعث ثواب ہے، ہاں اس امر کا خیال ضروری ہے کہ ہر وہ صورت کہ جس سے ان دونوں کا خلاملا ہو اور ربط وضبط پیدا ہونے کا امکان ہو، اس سے بچنا ضروری ہے۔ قرآن شریف میں ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ [النحل: ۹۰] واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی مبارکپور اعظم گڑھ ۳؍رجب ۹۷ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے جو اپنے کو مسلمان کہتا ہے بکر (مسلمان) کے خلاف ایک سازشی اور جھوٹا اور صریح غلط مقدمہ قائم کروادیا ہے، کہ عمر کے ساتھ بکر نے اغلام بازی کی ہے۔ بکر کو عدالت فوجداری سے سزا بھی ہو گئی۔ اس کی بیوی بوڑھا باپ ودیگر متعلقین آہ وزاری میں مبتلا ہیں۔ اس مقدمہ کی وجہ صرف ذاتی بغض و عناد تھی جس کا اعلان مقدمہ ختم ہونے کے بعد زید اور اس کے بہی خواہوں نے فخر کے ساتھ کیا۔ کیا یہ لوگ ظالم نہیں کہے جائیں گے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کے خیر خواہ اور چند ساتھی اس کی حمایت کر رہے ہیں اور دیدہ ودانستہ اس کی تعریف بھی کرتے ہیں، بلکہ دوسروں کو اسی قسم کے جھوٹے مقدمہ کی دھمکی بھی دیتے ہیں۔ ان لوگوں پر کیا حکم لگے گا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ آیا ایک شخص جو جاہل اور ان پڑھ ہے، مسلمانوں کی طرف سے کسی قسم کی حمایت وتعاون کا مستحق ہے؟ اور کیا ایسے شخص کو کام کے اندر کوئی پوزیشن امتیازی دی جا سکتی ہے؟ یا مسلمانوں کی خدمت کسی قسم سے اس کے سپرد کی جا سکتی ہے؟ بینوا وتوجروا۔

المستفتی محمد مبین انصاری کریسنڈ اسکوائر داناپور کینٹ ضلع پٹنہ (بہار)

الجواب

سوال میں آپ نے جس کا ذکر کیا ہے اور اس کے جن کرتوتوں کا آپ نے بیان کیا ہے، اگر آپ

کا بیان صحیح ہے تو اپنی ان حرکتوں کی وجہ سے وہ سخت ظالم و گنہگار ہے۔ دنیا میں سزا کے لائق ہے۔ اور بے تو بہ اور بکر سے عفو جرم کرائے بغیر مرا تو مستحق عذاب جہنم ہے۔ حدیث شریف میں ہے: " من كانت له مظلمة لاخيه من عرضه او شى فليتحلله منه من قبل ان لا يكون دينار ولا درهم ان كان له عمل صالح اخذ بقدر مظلمة وان لم يكن له حسنات اخذ من سيئاته تحمل عليه " جس کی کوئی زیادتی اپنے بھائی پر عزت و آبرو کے بارے میں یا دوسرے معاملہ میں ہو اسے چاہئے قیامت سے پہلے اسے معاف کرائے۔ ورنہ اگر اس کے پاس عمل صالح ہو تو زیادتی کی مقدار میں مظلوم کو دے دیا جائے گا۔ اور اگر عمل صالح نہ ہوگا تو اسی مقدار میں مظلوم کا گناہ اس پر لاد دیا جائے گا۔ ایسے شخص کی حمایت یا اس کو اپنا سربراہ کار بنانا اس کی عزت کرنی ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۶ر جمادی الآخری ۷۸ھ
الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ　الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) ایک عورت کا زیور چوری ہوگیا، اس سلسلے میں نام نکلوانا کیسا ہے؟

(۲) نام نکلوانے والے نے نامزد کر کے اعلان شروع کر دیا۔

(۳) جس کا زیور چوری ہوا، اور جس شخص کا نام نکلا اس شخص سے کلام پاک اٹھوایا گیا، اس کے باوجود کہ اس نے کلام پاک لے کر قسم کھایا اس کے اوپر چوری کا الزام لگانا کیسا ہے؟ براہ کرم شرعی جواب سے نوازیں بینوا و توجروا۔

المستفتی، احقر مرزا مشتاق احمد نو لپور شریف سلیم پور دیوریا (یوپی) ۷ر ستمبر ۱۹۹۵ء

الجواب

نام نکلوانا بیکار ہے، شریعت میں اس کا کوئی اعتبار نہیں، اس کی بنا پر چوری کا الزام عائد کرنا جرم ہوگا، بالخصوص اس صورت میں کہ اس نے قسم کھا کر اپنی برأت ظاہر کی ہو، جن لوگوں نے بلا شرعی ثبوت کے شخص مذکور کو بدنام و رسوا کیا، انہیں اس آدمی سے معافی مانگنی چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۱ر ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ

(۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

مرحوم کا حق اس کے بھائی کے پاس بچا ہے، مرحوم اپنی حیات ہی میں بھائی سے اپنی حق والی رقم طلب کرتا رہا، لیکن بھائی کو لوٹانے کی نیت ضرور ہے، سستی اور بے پرواہی کی بنا پر کل دیں گے، ہفتے کے

بعد دیں گے، اس طرح کے عالم میں بھائی مرحوم بنا۔ اور بھائی اپنے مرحوم بھائی کی طرف سے دو سبب سے ہمیشہ ہر وقت صدمہ میں بتلا ہے، اول حق امانت ۱۲۰۰ سو روپیہ، دوسرا آخری وقت مرحوم بھائی کی ملاقات کی تڑپ۔، بہر حال ان دونوں باتوں کا بوجھ کیسے ہلکا ہوگا جس کے بعد اسے تسلی بھی ہوگی لہذا تسلی بخش جواب مبارکہ سے نوازیں عین کرم ہوگا۔

الجواب

بھائی نے مرحوم کی امانت مطالبہ کے باوجود نہیں دی اور خود اعتراف کر رہا ہے کہ یہ سستی اور کاہلی کی وجہ سے ہوا، یہ ظلم و گناہ ہے۔ حدیث میں ہے: "مطل الغنی ظلم" زید توبہ استغفار کرے اور فوراً وہ رقم مرحوم بھائی کے وارثوں کو ادا کرے۔

مرحوم بھائی سے اس کے انتقال کے وقت ملاقات نہ ہونے کی محرومی ایک قدرتی بات تھی، اس لیے مجرم تو نہ ہوا، اب اس محرومی کے ازالہ کی صورت یہی ہے کہ اس مرحوم کے لیے کثرت سے ایصال ثواب کرے اور اس کی قبر کی زیارت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو

(۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

بلا کسی شکوہ کے ایک عالم دین اپنی پڑھانے کی جگہ چھوڑ کر رخصت ہونا چاہتے تھے، اسی بات کے درمیان اس عالم کو ایک شخص نے دھمکی دیتے ہوئے یہ کہا کہ آج کل کے جتنے بھی رہبر و رہنما ہیں، سب کے سب ابلیس ہیں۔ اور مارنے تک کی دھمکی دی۔ لہذا شریعت اس کے بارے میں کیا حکم دیتی ہے؟ اس کے ساتھ کھانا، پینا، اور کسی بھی چیز میں شامل ہونا کب تک درست نہیں ہے؟ جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں، عین نوازش ہوگی۔

(۲) بھرے مجمع میں ایک شخص نے ایک عالم دین کو گالی دیتے ہوئے یہ کہا کہ داڑھی نوچ لوں گا۔ لہذا شریعت کا کیا حکم ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتیان: ڈاکٹر منیر احمد و فدا حسن رضوی القادری مقام مہیش پور، پوسٹ کھر کٹا دوبے ضلع گورکھپور یوپی

الجواب

آپ کے دونوں سوالوں کا جواب یہ ہے کہ عالم کو اگر کسی دنیاوی سبب سے گالی دی یا اس کی توہین و تحقیر کی تو گناہ کبیرہ ہے۔ جس کا حکم یہ ہے کہ جس کو گالی دی یا تحقیر کی اس سے معافی مانگے اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے بھی توبہ و استغفار کرے۔ اور اگر بلا کسی سبب کے گالی دی یا تحقیر کی، تو اس پر کفر کا خوف ہے۔ یعنی

جرم اور شدید ہوگیا۔ اور علم دین کی وجہ سے گالی دی یا تحقیر کی تو فقہا کے نزدیک کافر ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ صاحب معاملہ سے معافی تلافی اور توبہ واستغفار کے ساتھ ساتھ تجدید ایمان اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ (فتاوی رضویہ جلد ششم)

پس صورت مسئولہ میں شخص مذکور پر مولوی صاحب مذکور سے معافی اور اللہ کے حضور توبہ تو بہر حال ضروری ہے اور ان کے علم کی وجہ سے ان کی توہین کی ہو تو تجدید اسلام اور تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔ اگر وہ جرم کے موافق اس کی تلافی پر آمادہ ہو تو فبہا، ورنہ مسلمان ان کا ضرور بائیکاٹ کریں، تا کہ وہ اللہ و رسول کے حکم کی طرف رجوع کرے اور اس کے موافق عملدرآمد کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۰/ذی قعدہ ۱۷ھ

(۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

کچھ لوگ زید کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس نے کہا ہے: وہ عورت جو بجنے والا زیور پہنے اس عورت کی پوری قوم کی مغفرت نہیں ہوگی" حالانکہ اس امر کی تحقیق ہو چکی ہے کہ اس نے ایسا نہیں کہا یہ اس کے اوپر تہمت ہے۔ بلکہ زید کے الفاظ یہ تھے کہ "اس قوم کی دعا قبول نہیں ہوگی" ان لوگوں کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے؟

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی جبکہ سوال میں اس بات کی وضاحت ہے کہ زید نے وہ جملہ نہیں کہا جو اس پر الزام رکھا گیا۔ اور اس نے جو کہا تھا وہ حدیث شریف کا مضمون ہے تو زید پر کوئی الزام نہیں؛ بلکہ خود الزام رکھنے والوں کو زید سے معافی مانگنی چاہئے۔ کہ انہوں نے غلط الزام سے زید کو تکلیف پہنچائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۹ رشعبان المعظم ۱۴۰۸ھ

(۱۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

عمر نے فحش گالی دے کر اپنے کھیت کے راستہ سے زید کے کھیت میں پانی لے جانے کو روکا، زید نے اپنے لڑکوں سے کہا تم عمر اور اس کے گھر والوں کو اپنے دروازہ سے راستہ نہ ملنے دو۔

رات میں زید اپنے دروازہ پر نماز پڑھ رہا تھا۔ اور عمر کی عورت اس راستہ سے نکلی جا رہی تھی تو زید کے لڑکوں نے روکا، عورت چلائی تو عمر دوڑا آیا، تو زید نے چوکی پر سے کود کر عمر کو پکڑ لیا اور اسکے لڑکوں نے عورت کو مارا۔ اس پر بکر ایک تیسرے آدمی نے کہا، زید دھوکہ دینے کے لیے نماز پڑھ رہا ہے اور خنزیر کے بال کی طرح داڑھی بڑھایا ہے۔

پنچایت نے فیصلہ کیا کہ زید کی طرف کے لوگ عمر کی بیوی کا پیر پکڑ کر معافی مانگیں اور زید دوسو روپے عمر کی بیوی کو دے اور تین سو روپیہ مدرسہ کو چندہ دے، بکر پر شرعی حکم فتویٰ پوچھ کر جاری کیا جائے۔

المستفتی اراکین دارالعلوم خواجہ غریب نواز موضع نچار راقم الحروف مولوی محمد مشتاق احمد چشتی نظامی عفی عنہ خادم الفقراء والاصفیاء اور مدرسہ ہذا ربیع الاول شریف ۱۴۱۳ھ

الجواب

صورت مسئولہ میں پنچوں کا یہ فیصلہ صحیح ہے کہ زید کے بچے عمر کی بیوی سے معافی مانگیں، پیر پکڑ کر معافی مانگنا شرعاً ضروری نہیں۔ اور زید پر جو روپیہ عائد کیا گیا اگر بطور جرمانہ عائد کیا گیا تو مالی جرمانہ جائز نہیں۔ ہاں اگر زید اپنی رضا سے بطور دلدہی کے عمر کی عورت کو اور بطور چندہ مسجد کو دے اس میں کوئی حرج نہیں مگر۔

بکر کے سخت جملے نماز کے بارے میں نہیں، خاص طور سے زید کے بارے میں ہیں، اس کی بھی وہ تاویل کرتا ہے، میرا مطلب یہ تھا کہ نماز کے بہانہ سے جھگڑے کی نگرانی کروں اور اپنے بچوں کی مدد بھی، پھر بھی اس جملہ سے زید کو سخت تکلیف پہنچی بکر کو بھی زید سے معافی مانگنا چاہیے۔

حدیث شریف میں ہے:

"من كان له مظلمة لاخيه فليتحلله قبل ان لايقبل عنه صرف ولا عدل"

البتہ داڑھی کو سور کا بال کہنا ضرور داڑھی کی توہین ہے۔ اس لیے بکر پر توبہ، تجدید ایمان اور تجدید نکاح ضروری ہے۔ اور عمر کو بھی اپنی روکنے کی زیادتی کی تلافی کرنا چاہیے۔ اور بدزبان سے باز رہے، واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ یکم ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ

(۱۱-۱۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) کسی نیک متقی ضعیف آدمی کو بغیر دیکھے ہوئے یا بے شہادت کے غلط تہمت لگانے والے پر کیا صادق آتا ہے؟

(۲) زید نے دو بہنوں کو یکے بعد دیگرے اپنی زوجیت میں رکھا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟ اگر نہیں درست ہے تو ایسا کرنے والے زید کے ساتھ اس کا بھائی کیا سلوک کرے؟ اور ایسے شخص کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کیسا ہے؟

(۳) اپنے پیر ومرشد کو دو نظری کہنا کہاں تک درست ہے؟

(۴) غلط تہمت لگانے والے، دو بہنوں کو بیک وقت اپنی زوجیت میں رکھنے والے، اپنے

پیرومرشد کو برا کہنے والے، اس کے روپے پیسے کو کسی مصرف میں لگایا جاسکتا ہے؟ اور ایسے کے ساتھ خلط ملط زندگی گزارنا کیسا ہے؟۔ المستفتی محمد امین الدین، محلہ لگامی بیگ نماز یپور ۲۶/ اکتوبر ۱۹۹۸ء

الجواب

کسی مسلمان مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگانا سخت گناہ اور جرم ہے، اور قرآن عظیم میں اس پر سخت وعید وسزا وارد ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاء فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَداً وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾ (النور: ٤)

جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت رکھیں اور چار گواہ پیش نہ کرسکیں تو ایسے تہمت لگانے والوں کو اَسّی کوڑے مارو، اور آئندہ پھر ان کی گواہی کسی معاملہ میں قبول نہ کرو ایسے تہمت لگانے والے فاسق ہیں۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں یہ حکم مرد اور عورت دونوں کے لیے عام ہے۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے: "اذقذف الرجل رجلا محصنا او امراۃ محصنۃ"

جب کوئی آدمی پاکدامن مرد یا عورت کو تہمت لگائے۔

اور زنا کے علاوہ کسی اور برائی کی بھی غلط تہمت لگانے والے سخت مجرم وگنہگار ہیں، حقوق اللہ اور حقوق العبد میں گرفتار ہیں۔

(۲) آپ پہلے اپنی تحریر کو خود سمجھئے اور پھر اس کے جواب پر غور کیجئے۔ آپ نمبر ۲ میں لکھتے ہیں "یکے بعد دیگرے" اس لفظ کا مطلب یہ ہوا کہ پہلے ایک بہن سے شادی کی، اس کو طلاق دی، یا اس کا انتقال ہوگیا تو دوسری بہن سے شادی کی۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ نہ شریعت سے اس کی ممانعت ہے۔

اور نمبر ۴ میں لکھتے ہیں "بیک وقت دو بہنوں کو اپنی زوجیت میں رکھنے والا" اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک ساتھ ہی ان دونوں بہنوں سے نکاح کیا۔ یا نکاح تو آگے پیچھے کیا مگر دونوں کو بیک وقت اپنے ساتھ میں رکھا۔ یہ قطعی ناجائز وحرام ہے۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ﴾ [النساء: ۲۳]

دو بہنوں کو ایک ساتھ جمع کرنا حرام ہے۔

پہلی صورت میں نہ تو کوئی گناہ ہے نہ برائی۔ البتہ دوسری صورت جیسا کہ ہم نے اوپر بتایا ناجائز وحرام ہے اور اس کا مرتکب فاسق اور گنہگار ہے۔

ایسے لوگوں کے ساتھ مصلحت اور حالات کے پیش نظر وصل وفصل دونوں ہی صورتیں ممکن ہیں۔

مثلاً دوسرے بھائی کو ایسے بھائی کے ساتھ تعلقات رکھنے میں اپنے اندر بھی خرابی پیدا ہونے کا خطرہ ہو یا مداہنت میں گرفتار ہونے کا ڈر ہو۔ یا قطع تعلق سے امید ہو کہ وہ مجبور ہو کر یہ خلاف شرع حرکت چھوڑ دے گا۔ تو ایسی صورت میں بھائی ہی نہیں بلکہ گاؤں اور برادری والے سبھی مسلمانوں کو اس کا بائیکاٹ کرنا چاہیے۔ اور یہ خوف ہو کہ بائیکاٹ سے الٹا نقصان ہوگا۔ کچھ غلط کار اس کے ساتھ ہو جائیں گے اور وہ مزید سرکش ہو جائے گا۔ اور تعلق رہے گا تو ہم اس کو دباؤ میں لاکر اس کی اصلاح کر سکیں گے۔ تو شرع میں اس کی بھی گنجائش ہے۔ اور خوب یاد رکھئے کہ۔ ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾ [البقرة: ۲۲۰]

اللہ تعالیٰ فساد کرنے والے اور اصلاح کرنے والے سب کو خوب جانتا ہے۔

(۳) اصلاً تو یہ صورت تہمت اور الزام کی ایک عام شکل ہے۔ مگر پیر کے ساتھ بدگمانی کو صوفیائے کرام نے سم قاتل اور سخت مہلک قرار دیا ہے۔ فتاوی رضویہ ہشتم ص ۲۷

(۴) احکام کی تفصیل سابقہ نمبروں کے ضمن میں گزری۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۲۷ رجب المرجب ۱۴۱۹ھ

(۱۵-۱۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

عبد الشکور مرحوم کے بالترتیب چار لڑکے ہیں۔ باب اللہ، عبد السمیع۔ محمد اسلام۔ محمد مبین

(۱) عبد الشکور والد گرامی کے انتقال کے بعد فرزند کبیر کی حیثیت سے باب اللہ پر گھر کی تمام ذمہ داریاں آن پڑیں، گھر کے اخراجات کی کفالت کی غرض سے انہوں نے ایک خطیر رقم بصورت قرض حاصل کی، بعد مرور ایام گرام پنچایت نے یہ فیصلہ سنایا کہ چونکہ باب اللہ نے قرض کی ساری رقم اپنے اور جملہ بھائیوں کی ضروریات میں خرچ کی۔ اس لیے ہر ایک کے ذمہ رقم کا ایک ڈھائی واجب الادا ہوگا۔ اس پر تمام بھائیوں نے ادائیگی کا وعدہ کیا۔ باب اللہ اور عبد السمیع نے اپنا حصہ ادا کر دیا۔ مگر محمد مبین اور محمد اسلام نے وعدہ خلافی کی اور اپنا حصہ قرض نہیں دیا۔ تو چار و ناچار باب اللہ نے اس رقم کی ادائیگی اپنی جیب خاص سے کی اب جب باب اللہ یا ان کے ورثا اس رقم کا مطالبہ کرتے ہیں تو اسلام اور مبین انکار کرتے ہیں۔ ایسے بدعمل اور جھوٹوں کے بارے میں شریعت اسلامیہ کیا کہتی ہے؟۔

(۲) ایک آم کا درخت ہے جس پر متذکرہ بالا چاروں بھائیوں کو مشترکہ طریقے سے مالکانہ حیثیت حاصل ہے، مگر محمد مبین نے اس پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے۔ اور اپنے بھائیوں کو اس کے پھل کا حصہ نہیں دیتے، اگر کسی بھائی کا لڑکا گاہے بگاہے اس کے قریب چلا جاتا ہے تو سب وشتم کرتے اور مارتے ہیں۔ ایسے غاصب، گالی دہندہ، اذیت رساں، حق تلفی کرنے والے کا شریعت مقدسہ میں کیا حکم ہے؟

(۳) مولوی محمد انیس ولد محمد مبین نے محمد اسلام سے جو لاولد ہیں ان کی ساری زمین دھوکہ سے رجسٹری کرالی ہے۔اور مطلب برآری کے بعد مولوی محمد انیس صاحب محمد اسلام پر ظلم وزیادتی کرتے ہیں۔مارتے پیٹتے ہیں۔گالی گلوج دیتے ہیں۔ایسے ظالم اور دھوکہ باز مولوی کے لیے شریعت مطہرہ میں کیا حکم وارد ہے۔

(۴) مولوی محمد انیس نے ایک کافر سے بلاضرورت شرعی سودی رقم لی اور اس کے بعد اس کافر کو سود دیا۔ایسے سودی مولوی کے حق میں شریعت مطہرہ کا کیا فرمان عالیشان ہے، نیز اس مولوی کی اقتداء درست ہے یا نہیں؟ اور عامۃ المسلمین اس سے تعلقات رکھیں یا نہ رکھیں؟ برائے کرم مفصل جوابات دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

المستفتی مقصود عالم گرام رہوا پور کلاں پوسٹ کوڑی کول ضلع بستی

الجواب

اگر سائل اپنے بیان میں سچا ہے تو جن لوگوں کے بارے میں سوال کیا گیا ہے۔وہ مختلف قسم کے گناہ کبیرہ میں مبتلا ہیں۔

مثلا نمبر (۱) میں وعدہ خلافی کا جرم حدیث شریف میں اس کو منافق کی علامت قرار دیا گیا ہے۔

(۲) میں غصب اور گالی گلوج کہ اس کو بھی حدیث شریف میں منافق کا کام بتایا گیا ہے۔

(۳) دھوکہ اور گالی گلوج اور ایذارسانی کہ یہ بھی حرام وناجائز ہے، یونہی سود پر بلاضرورت قرضہ لینا بھی حرام وناجائز ہے، ایسے تمام لوگوں پر توبہ واستغفار فرض اور جن کی چیزیں غصب کیں یا جس کا حق دبا بیٹھے انہیں ادا کرنا ضروری ہے۔کہ یہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں میں گرفتار ہیں۔ان کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز اور امام بنانا گناہ، جب تک سچی توبہ نہ کریں، تمام مسلمان بائیکاٹ کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ

صلۂ رحمی کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید، بکر، قمر تینوں سگے بھائی ہیں۔جو ایک ہی مکان میں رہتے ہیں۔لیکن تینوں کے چولہے الگ الگ ہیں۔ان کی والدہ انہیں کے ساتھ رہتی تھیں۔منجھلے بھائی بکر نے اپنی بیوی کی باتوں پر عمل کرتے ہوئے والدہ سے بات چیت اور انہیں کھانا پینا دینا بند کر رکھا تھا۔اس کے علاوہ میاں بیوی آپس میں ایسی باتیں اکثر کہا کرتے تھے جن کو سن کران کو تکلیف پہنچے۔رمضان جیسا مبارک مہینہ گذر جاتا تھا لیکن افطار کے نام پر ایک کھجور دینا گوارہ نہیں کرتے تھے۔ماں کو ان سب باتوں سے بے حد تکلیف رہا کرتی تھی۔

حالانکہ زید وقمر ماں کے لیے ہر وقت کھڑے رہتے تھے۔ پھر بھی اولاد ہونے کی وجہ سے انہیں سخت صدمہ پہنچتا تھا۔ بڑے بھائی زید نے بکر کو ماں کا مرتبہ ادب واحترام بتا کر ساتھ ہی اللہ ورسول کا خوف دلا کر ان سب غلط حرکتوں سے باز رہنے کی تلقین کی تھی۔ مگر کوئی سدھار نہیں ہوا، بلکہ کچھ دوسری وجوہات کو لے کر زید وقمر سے اس نے تعلقات ہی ختم کر لیے۔ اس کے باوجود زید ضرورت پیش آنے پر اس سے بات کر لیا کرتا تھا۔ لیکن وہ خود اپنے سے بات نہیں کرتا تھا۔ کہنے پر کہتا تھا کہ کوئی کام ہی نہیں ہے کہ بات کی جائے۔ اس بات پر زید نے بھی بات چیت کرنا بند کر دیا تھا۔

ماں کو جب جانکنی کی کیفیت طاری ہوئی تو انہیں پورا پورا یقین تھا کہ اس وقت وہ ضرور ملنے آئے گا۔ مگر وہ اس وقت گھر میں موجود ہوتے ہوئے لوگوں کے سمجھانے پر بھی ایک چمچہ پانی بھی نہیں پلایا۔ اور ماں اس سے ملنے کی خواہش لیے ہوئی دنیا سے کوچ کر گئی۔ اس کی ذلیل حرکت سے زید کو بھی بے حد صدمہ ہوا۔ اور اس نے طے کیا کہ جب وہ ماں کا نہیں ہوا تو اس کا کیا ہو سکتا ہے۔ اور عہد کر لیا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کوئی تعلق نہیں رکھے گا۔ اس کو ابھی بھی اپنی اس نازیبا حرکتوں پر کسی طرح کی ندامت کا احساس تک نہیں ہوا۔ اس کی بیوی ابھی بھی ماں کے لیے گندے جملے ادا کرتی رہتی ہے اور بکر خاموش رہتا ہے۔ زید وقمر سے جتنا ہو سکا تھا ماں کی خدمت انجام دی تھی۔ اور ماں بھی دونوں سے راضی خوشی تھی۔

دیافت طلب امر یہ ہے کہ بکر کا انجام کیا ہوگا۔ اور اس سے تعلقات رکھنا کیسا ہے؟ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتائیے کہ زید نے جو اس سے ہمیشہ کے لیے رشتہ توڑ لینے کا عہد کر لیا ہے روز حشر اس جرم کا مرتکب تو نہیں ٹھہرایا جائے گا۔ برائے کرم شریعت مطہرہ کا حکم دلائل سے صادر فرما کر مطمئن کریں۔

المستفتی: نور محمد خاں ۴؍مارچ ۲۰۰۲ء

الجواب

ماں باپ کے ساتھ صلہ رحمی اور اچھا سلوک کرنا شرعاً واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيماً. وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً﴾[الاسراء: ۲۳-۲۴]

ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچیں تو ان سے اف نہ کہنا نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم سے بات کہنا۔ اور ان کے لیے عاجزی کا بازو بچھانا۔ اور عرض کرنا اے میرے رب! تو ان دونوں پر رحم کر جیسے ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

حدیث شریف میں ہے:

قال رجل یا رسول الله من احق بحسن صحبتی قال امك (ثلث مرات) ثم ابوك
(متفق علیہ مشکوۃ ص ۴۱۸)

ایک شخص نے سوال کیا یارسول اللہ ﷺ میرے صلہ رحمی اور حسن اخلاق اور مصاحبت وحمایت کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ اس شخص نے تین بار سوال دہرایا آپ نے ہر بار فرمایا تیری ماں۔ چوتھی بار پوچھنے پر آپ نے فرمایا تیرا باپ۔ دوسری حدیث شریف میں ہے۔

ان رجلا قال یا سول الله ما حق الوالدین قال هما جنتك و نارك (مشکوۃ ص ۴۱۱)

یارسول اللہ میرے اوپر والدین کا کیا حق ہے؟ آپ نے پوچھنے والے سے فرمایا: وہ تیری جنت ہیں یا دوزخ۔ یعنی تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا تو جنت پائے گا اور برا سلوک کرے گا تو جہنم میں جائے گا۔

اور ماں باپ کے ساتھ قطع رحمی، بدسلوکی اور نافرمانی کرنا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

ان الله حرم علیکم عقوق الامهات (مشکوۃ ۴۱۹)

اللہ نے ماؤں کی نافرمانی حرام قرار دی ہے۔

دوسری حدیث میں ہے: الرحم شجنة من الرحمن فقال الله من وصلك و صلته، ومن قطعك قطعته" (مشکوۃ)

رحم کا ایک علاقہ اللہ تعالیٰ سے ہے۔ تو وہ فرماتا ہے: جو صلہ رحمی کریگا میں اسے اپنی رحمت سے ملادوں گا اور جو قطع رحمی کرے گا میں اس کو اپنی رحمت سے دور کروں گا۔ (مشکوۃ ۴۱۹)۔

تیسری حدیث میں ہے: لایدخل الجنة قاطع و لامنان۔ قطع رحمی کرنے والا اور احسان جتانے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

پس اگر زید اپنے قول میں سچا ہے تو اس کا منجھلا بھائی بکر جس نے اپنی ماں کے ساتھ قطع رحی اور اس کی نافرمانی کی اور ایذا دی حرام کیا۔ عقوق والدین کے جرم میں گرفتار ہو چکا اور اپنے لیے جہنم کی را اختیار کر چکا۔ اللہ تعالیٰ اسے توبہ کی توفیق دے۔ اب سوال زید کا ہے کہ وہ اپنے اس بھائی سے قطع تعلق کرے تو قطع رحمی کا مجرم ہوگا کہ نہیں؟ اور آخرت میں اس سے اس کی بازپرس ہوگی کہ نہیں؟ کہ بلا سبب قط تعلق تو عام مسلمان بھائیوں کے ساتھ بھی ناجائز وحرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

لا یحل للرجل ان یهجر اخاه فوق ثلث لیال ملتقیان فیعرض هذا و یعرض هذا

خیرھما الذی یبدء بالسلام (مشکوۃ ۴۲۷)

آدمی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زائد چھوڑے کہ دونوں ملیں تو یہ ادھر منھ پھیرے اور وہ ادھر۔ اوران میں بہتر وہ ہوگا کہ جو پہلے سلام کرے۔ اس حدیث سے ایک بات ظاہر ہوتی ہے کہ جب سلام کرلیا تو قطع رحمی ختم ہوجاتی ہے۔ اور ایک قاعدۂ کلیہ حضرت شیخ محدث دہلوی علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں جو انہوں نے اسی حدیث کی شرح میں اپنی کتاب لمعات میں بیان فرمایا ہے۔

حدیث شریف میں ایسا ترک تعلق مراد ہے جس کا سبب ایک بھائی کی طرف سے دوسرے بھائی کے حق کی ادائے گی میں کوتاہی ہو جیسے دوسرے بھائی نے اس کی غیبت کی یا خیر خواہی سے دست کشی کی، اتنی بات پر بھائی سے ترک تعلق حرام ہے۔ اور ایسا ترک تعلق جس کا سبب دین ہو اور بدعقیدہ لوگوں سے ترک تعلق یہ تو اس وقت تک واجب ہے جب تک وہ اپنی بدعقیدگی اور گمراہی سے باز نہ آئے۔ تیسرے وہ شخص جس سے صلہ رحمی اور بات چیت سے دینی نقصان یا دنیوی ضرر کا خطرہ ہو تو ایسے شخص سے پرہیز اور ترک تعلق جائز ہے۔ (لمعات بحوالہ حاشیہ مشکوۃ ص ۴۲۷)

شیخ کی اس عبارت میں تعلقات کی تینوں قسموں کا بیان ہے کہ یہ حرام بھی ہے اور ضروری اور واجب بھی ہے۔ اور جائز بھی ہے۔ تو زید خود ہی اس کا فیصلہ کرے کہ اس کا بھائی کس قسم میں آتا ہے اور اسی کے حساب سے اس کے ساتھ معاملہ کرے۔ واللہ اعلم بالصواب

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو یکم ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ

تہمت کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید اور اس کی بیوی دونوں ایک جگہ سوئے ہوئے تھے، کہ رات کو بارہ بجے بیوی کو حاجت محسوس ہوئی اور شوہر سے اجازت لے کر باہر تنہا گئی، اس کے بعد ایک لڑکا جو بیوی کے بھائی کا سالہ تھا فورا دوسرے راستے سے اس کے پیچھے ہولیا۔ پھر زید پندرہ منٹ کے بعد ٹارچ لے کر گھر سے تلاش میں نکلا، سو میٹر چلنے کے بعد ان دونوں کو آگے پیچھے ہوتے ہوئے پایا اور وہیں پر لڑکے کو مارنا شروع کیا تو بیوی نے اسے چھڑانے کی کوشش کی جس کی وجہ سے لڑکا وہاں سے فرار ہوگیا۔ اب زید اپنی بیوی کو مارتے ہوئے گھر تک لایا اور صبح کو میکے والوں کو فون کر کے بلالیا کہ لڑکی نے بدکاری کی، ہم سوچ سمجھ کر پندرہ دن میں بلالیں گے، یہ کہہ کر ان کے حوالے کردیا۔ اور لڑکی والے لڑکی کو لے کر واپس چل دیئے اور فورا لڑکی نے

ڈاکٹری سند لے کر کورٹ میں یہ کہہ کر مقدمہ دائر کیا کہ شادی میں پچاس ہزار روپیہ نقد اور موٹر سائیکل نہ ملنے کی وجہ سے اس کے ساتھ یہ زیادتی ہوئی۔ پھر دو مہینے کی مدت کے بعد کورٹ میں زید اور اس کی بیوی نے ایک ساتھ رہنے پر اتفاق کرلیا اور صلح ہوگئی۔

اس کے بعد زید نے بیوی سے قسم اور قرآن پاک کا واسطہ دے کر پوچھا تو لڑکی نے ہر طرح سے پاک ہونا بتایا اور دونوں خوشی خوشی گھر نہ آکر کسی شہر میں زندگی بسر کرنے لگے اور دو مہینے رہ کر زید بیوی کو میکے پہنچا کر خود ممبئی چلا گیا۔ اب سترہ مہینے کے بعد زید کے والد باہر سے آئے تو زید گھر آیا، ایک مہینے کے بعد زید کے بلانے پر سسرال والے زید کی بیوی اور اس کے بچے جو اسی سترہ مہینے کے درمیان پیدا ہوا تھا اس کو لے کر اس کے گھر آئے اور ایک پنچایت ہوئی جو پنچ نامہ ساتھ میں موجود ہے۔

لہذا ایسی صورت حال میں زید اور اس کی بیوی اپنے گھر والوں کے ساتھ رہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو ان کے لیے کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں، نوازش ہوگی۔

المستفتی: جمیل اللہ شاہ گوپال پور محمد صغیر شاہ گوپالپور، محمد سلیمان انصاری گوپال پور وغیرہ ضلع گورکھپور یوپی

الجواب

صورت مسئولہ میں زید اپنی بیوی کے ساتھ اپنے گھر والوں میں رہ سکتا ہے، شرعا اس میں کوئی برائی نہیں، بلکہ یہ فائدہ ہے کہ گھر والے بھی زید کی عورت کی نگرانی رکھیں گے، گاؤں والوں اور پنچایت کو اس میں کوئی اعتراض نہ ہونا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۴ر محرم ۱۴۲۶ھ

(۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میرے باپ نے مجھے بذریعہ رجسٹری عاق کا نوٹس دیا ہے جس کا مضمون اس طرح ہے۔ نوٹس بنام نجم الہدیٰ ولدنا معلوم ابن حقیقتا مرحومہ بنت فہیم میاں مرحوم ساکن جگملول حال مقام خلیل آباد (بستی) تمام الزام لگانے کے بعد لکھا کہ تم صرف گستاخ اور نافرمان ہی نہیں ہو بلکہ باغی اور غدار ہو، اس لیے آج کی تاریخ سے خود کو قطعا مطلقا عاق سمجھو۔ دستخط قمر الہدیٰ بقلم خود خلیل آباد یکم اپریل ۲۰۰۵/ء

کیا باپ عاق کا نوٹس دیتے وقت بیٹے کو ولدنا معلوم لکھ سکتا ہے۔ کیا مرحومہ ماں پر زنا کی تہمت نہیں لگائی؟ اس طرح بیٹے کو ولدنا معلوم لکھ کر عاق کرنے والے کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟ جس میں صحیح مسئلہ سے واقف کرانے والے مولانا حاجی اور پیر ہیں، ان کے علاوہ مذہبی کتابیں بھی لکھیں اور چھپوائی ہیں جیسے آئینۂ رمضان شریف، معرکۂ کربلا، فلسفۂ نماز، فلسفۂ طریقت، شرک وتوحید وغیرہ۔ کیا عاق کر

دینے سے لڑکا باپ کی جائداد سے محروم رہ جاتا ہے، اس طرح اور بھی ایک خط میں ابن نا معلوم فرزند نوح کر کے لکھ چکے ہیں۔

المستفتی نجم الہدیٰ فردوسی خلیل آباد (بستی)

الجواب

اپنے لڑکے کو اگر ولد نا معلوم کہا تو ماں پر وہ تہمت نہیں ہوگی جس پر حد قذف واجب ہوتی ہے۔ عالمگیری میں ہے: "لو قال ولد الزانیة لا حد" ایسا ہو سکتا ہے کہ دینداروں کی پنچایت باپ کو بلا کر سرزنش کرے کہ وہ ایسے کلمات نہ بولے اور نہ لکھے جس سے بیٹے کو عار اور اس کی مرحومہ ماں کے لیے شبہ میں ڈالنے والے ہوں۔ شریعت اسلامیہ میں کسی شخص کے اپنے لڑکے کو عاق لکھ دینے سے اس کے حقوق فرزندی پر اثر نہیں پڑتا۔ باپ کے مرنے کے بعد اس کی جائداد کا لڑکا ضرور مالک ہوگا۔ ہاں باپ کوئی جائداد ہی نہ چھوڑے اور اپنی زندگی میں سب تقسیم کر کے دوسروں کو اس پر قبضہ دلا دے تو اور بات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۶ ر جمادی الاول ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص مسمیٰ صدر الدین کی زوجہ کے شکم سے سابق خاوند سے ایک لڑکی مسماۃ نور فاطمہ ہے جس نے مسمیٰ مذکور صدر الدین ہی کے گھر پرورش پائی۔ بعد بلوغ صدر الدین نے نور فاطمہ کی شادی مسمیٰ نور حسین سے کر دی۔ کچھ عرصہ مسماۃ مذکورا اپنے خاوند کے گھر رہی، بعد میں میاں بیوی کی نا اتفاقی ہو گئی اور مسماۃ فاطمہ دوبارہ صدر الدین اور اپنی والدہ کے گھر رہنے لگی۔ اب تقریبا عرصہ تین سال گزر چکے ہیں، آپس میں ان کا اتفاق نہیں ہوا۔ نور فاطمہ کی والدہ کے بطن سے صدر الدین کے بھی پانچ چھ بچے موجود ہیں اور مسماۃ نور فاطمہ کے بھی والد موجود ہیں، لیکن جب انہوں نے نور فاطمہ کی والدہ کو طلاق دی تو یہ چھوٹی تھی، اپنی والدہ کے ساتھ ہی صدر الدین کے گھر پرورش پائی اور اس نے اس کی شادی کی، اس لحاظ سے جب خاوند سے نا اتفاقی ہوئی تو اس کو اپنی والدہ اور صدر الدین کے گھر ہی رہنا پڑا۔ تین شخصوں نے صدر الدین کو مسماۃ نور فاطمہ کے ساتھ زنا کرنے کی تہمت لگائی، ایک مجلس کے روبرو۔ اس مجلس میں ایک عالم دین کو بھی بطور قاضی بلایا گیا تھا۔ ان کے دریافت کرنے پر ان لوگوں نے پرزور لفظوں میں یہ تہمت مجلس میں ظاہر کی۔ عالم دین نے ان سے شہادت طلب کی، لیکن انہوں نے شہادت پیش کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ چشم دید شہادت ہمارے پاس نہیں ہے۔ لیکن صدر الدین نور فاطمہ سے زنا ضرور کرتا ہے۔ پھر مجلس کے روبرو ان سے سوال کیا گیا، اگر شہادت تمہارے پاس نہیں ہے تو تم نا حق زنا کی تہمت لگا

کر گناہ کبیرہ کے مرتکب ہو رہے ہو۔اس لیے تم اس سے باز آ جاؤ۔کافی سمجھانے کے بعد بھی ان کی طرف سے یہی جواب ملتا رہا کہ یہ بات صحیح ہے۔اگر تم شریعت کے عالم ہو تو تمہیں اس امر کا فیصلہ لازمی دینا ہو گا۔اس کے جواب میں ان شخصوں سے پھر پوچھا گیا کہ تمہیں کیسے یقین ہو سکتا ہے کہ یہ شخص گناہ سے پاک ہے تو انہوں نے کہا کہ اس کو نہلا کر قرآن مجید کی قسم دی جائے تو ہماری تسلی ہو گی۔اس کے بعد اس عالم نے مسمیٰ صدر الدین کو پوچھا کہ تم بتاؤ کہ تم نے اس گناہ کا ارتکاب کیا ہے یا نہیں؟ صدر الدین نے جواب دیا کہ میں نے یہ گناہ ہرگز نہیں کیا ہے۔یہ مجھ پر تہمت لگا رہے ہیں۔اس لیے ان کو مجھ پر تہمت لگا نے کی سزا دی جائے۔اور میں نہا کر قرآن مجید اٹھا کر اپنے سچے ہونے کی قسم کھانے کو تیار ہوں۔اس پر اس عالم نے اس مجلس کے روبرو ان تین شخصوں یعنی تہمت لگانے والوں۔سے کہا کہ اب تو یہ قسم اٹھانے کو تیار ہے اور تمہارے پاس شہادت موجود نہیں ہے۔اس لیے میں اس مجلس کے روبرو تم دونوں فریقوں کو حکم دیتا ہوں کہ صدر الدین غسل کر کے قرآن اٹھانے کو تیار ہو جائے۔اور تم قرآن مجید کا نسخہ مجلس میں لاؤ۔یہ سن کر صدر الدین نے اس مجلس کے روبرو غسل کیا اور نماز عصر ادا کی اور کہا کہ قرآن مجید لاؤ۔۔میں اپنے سچے ہونے کی قسم کھاتا ہوں۔پھر وہ قرآن مجید لانے کو پس و پیش کرنے لگے۔قرآن مجید صدر الدین لائے یا دوسرا لائے اس حال میں تقریباً ایک گھنٹہ تک حاضرین مجلس نے انتظار کیا۔وہ قرآن مجید نہیں لائے اور صدر الدین قرآن کی قسم اٹھانے کو انتظار کرتا رہا۔اس انتظار کے بعد اسی مجلس میں اس عالم دین نے فیصلہ شریعت سنایا۔وہ یہ ہے۔

مسمیٰ حسین محمد ولد الٰہی بخش، رحم علی اور غلام حسین پسران محمد علی نے جو بے باکی سے اس مجلس کے روبرو صدر الدین کو زنا کی تہمت لگائی ہے شہادتیں نہ ہونے اور صدر الدین کے اقرار نہ کرنے کی بنا پر صدر الدین کو بری ثابت کیا جاتا ہے۔اور صدر الدین کے مطالبہ پر تہمت لگانے والوں پر اسی، اسی آدمیوں کو کھانا کھلانے کی سزا بطور تعزیر لگائی۔اور جب تک یہ تینوں شخص اسی، اسی آدمیوں کو کھانا نہ کھلائیں اور توبہ استغفار نہ کریں تب تک مسلمان قطع تعلق رکھیں اور کھانے پینے غمی شادی اور نماز وغیرہ میں بائیکاٹ کریں۔حاضرین مجلس کے دستخط اور انگوٹھے کے نشان شامل کیے جاتے ہیں۔اب یہ بتائیں کہ یہ فیصلہ جو عالم دین نے کیا ہے درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو مسلمانوں کو اس کا پابند ہونا چاہیے کہ نہیں؟ اگر فیصلہ درست نہ ہو تو اس کی اصلاح فرمائی جائے۔تا کہ وہ عالم بھی اپنے غلط فیصلے سے رجوع کریں۔اور معافی چاہیں۔

المستفتی صدر الدین۔دستخط گواہان، میاں نیک عالم پیش امام، غلام حسین، علی احمد، دین محمد، حسین احمد، فتح محمد، عبد الکریم، مولوی عبد الغنی

الجواب

قرآن عظیم میں زنا کی تہمت باندھنے والے کی سخت مذمت آئی ہے، بلاشبہ جن لوگوں نے صدر الدین پر زنا کی تہمت لگائی اور کوئی ثبوت فراہم نہ کر سکے سخت شرعی مجرم اور گنہ گار ہوئے۔ ان پر توبہ صادقہ لازم اور صدر الدین سے معافی مانگنا ضروری اور نور فاطمہ سے بھی۔ اگر اسلامی عدالت ہوتی تو ان سب کو اسی، اسی کوڑے مارے جاتے، اگر وہ اب بھی توبۂ صادقہ نہ کریں اور عذر خواہ نہ ہوں تو مسلمان ان سے مقاطعہ کریں اور ہر قسم کا بائیکاٹ جاری رکھیں۔ مسجد میں ساتھ نماز پڑھنا یا نماز جنازہ البتہ نہیں روکی جائے گی۔ عالم صاحب نے بائیکاٹ کا حکم صحیح فرمایا البتہ تعزیر بالمال جائز نہیں، اس لیے اسی آدمیوں کو کھانا کھلانے کی جو سزا مقرر فرمائی وہ شرعا نہیں دی جا سکتی۔ مولانا اس سے رجوع فرمائیں، ہاں مجرمین اگر بطور خود اپنی رضا سے اس خیال سے کہ ہم نے بہت بڑا جرم کیا اور صدقہ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے بطور صدقہ کھلائیں تو کچھ حرج نہیں، بلکہ بہتر ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۲؍ شوال ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۴-۶) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) حاجی محمد صابر صاحب اور حافظ محمد منصور صاحب میں کچھ بات ہو رہی تھی تو حافظ محمد منصور صاحب نے حاجی محمد صابر صاحب کو یہ کہا کہ میں تم کو جانتا ہوں کہ کتنے صحیح ہو اور کتنے اچھے ہو، تو حاجی محمد صابر صاحب نے ڈائرکٹ کہا کہ تم تو عالم الغیب ہو۔ تو حضور حاجی محمد صابر صاحب پر شریعت کا کیا حکم ہے

(۲) حاجی محمد صابر صاحب داڑھی کا بال کٹواتے ہیں تو ان کے پیچھے نماز ہو جائے گی یا نہیں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) جاہلوں کے پیچھے حافظوں کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) ایسے موقع پر ایسا جملہ بطور طنز بولا جاتا ہے کہ تم عالم الغیب تو ہو نہیں تو تم ڈھکی چھپی بات کے جاننے کا دعویٰ کیسے کرتے ہو، مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس کو عالم الغیب مانا۔ صورت مسئولہ میں گر حافظ منصور صاحب نے حاجی محمد صابر پر بدگمانی کی تھی تو یہی مجرم ہیں۔ قرآن شریف میں ہے: ﴿إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ [الحجرات: ۱۲] حاجی صاحب پر کچھ نہیں۔

(۲) علی الاعلان داڑھی کا بال کٹوانے والا یعنی داڑھی کو حد شرع سے کم کرانے والا فاسق معلن

ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی، یعنی پڑھ لیا تو دہرائے اور یہی حکم گالی بکنے والے۔ جھوٹ بولنے والے اور سارے گناہ کبیرہ علی الاعلان کرنے والوں کا ہے، اس لیے ہر آدمی کو اپنے گناہ پر بھی نظر رکھنا چاہیے۔

(۳) یہ مسئلہ جاہل اور حافظ پر نہیں، بہت سے حافظ بھی قرآن شریف بہت غلط پڑھتے ہیں اور جاہل تو جاہل ہیں جو قرآن شریف صحیح پڑھے اور امامت کے دوسرے شرائط اس میں پائے جائیں، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، اور جس میں کمی ہو اس کے پیچھے نماز ناجائز، جاہل ہو، عالم ہو، حافظ ہو، سب کا یہی حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۵ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

(۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

دیوبندی کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اگرچہ وہ ہمارے طریقہ کے مطابق سب کچھ کرتا ہے مگر عقیدے کے خلاف ہے؟ یعنی اس کا دیوبندی ہونا متحقق ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت کو برا بھلا کہتا ہے، نیز اس کا کہنا ہے کہ اعلیٰ حضرت کون سا امام ہے؟ ہم اسے امام نہیں مانتے ہیں، کیونکہ امام تو چار ہی ہیں، امام اعظم، امام شافعی، امام مالک اور امام حنبل، یہ پانچواں امام کہاں سے ٹپک پڑا، یعنی گستاخ اعلیٰ حضرت ہے۔ ان تمام سوالوں کے جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں، کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد حسین رضا ساکن چھتیہ پوسٹ بوگابٹگاوان ضلع پورنیہ بہار

الجواب

اسلام کا مدار صرف اعمال پر نہیں ہے، بلکہ عقیدہ اگر دیوبندیوں کا ہے تو چاہے لاکھ سنیوں کے سے اعمال کرے ہرگز مسلمان نہیں، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ اور اس کی یہ بات غلط ہے کہ امام صرف چاروں مذہب کے مقتداؤں کو کہا جاتا ہے، اہل بیت کے بارہ بزرگوں کو دوازدہ یعنی بارہ امام کہا جاتا ہے، بخاری ومسلم کو امام کہا جاتا ہے، امام غزالی، امام رازی وغیرہ بے شمار بزرگان اسلام کو امام کہتے ہیں، تمام دیوبندی مولوی عبدالشکور کاکوری کو امام اہل سنت کہتے ہیں، مناظر حسن گیلانی، قاسم نانوتوی، کو سید الامام لکھا ہے۔ اگر مسلمانان اہل سنت اپنے دینی پیشوا کو امام کہتے ہیں تو لوگوں کا دل کیوں دکھ جاتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۵ ر جمادی الاولیٰ ۱۷ھ

(۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید عالم دین ہے، لیکن وہ جہاں بھی پروگرام میں جاتا ہے تو وہ علما کی برائی بیان کرتا ہے۔ اور بعد نماز عصر ہر روز مسجد میں فیضان سنت پڑھ کر سناتا ہے، اس میں بھی علما کی برائی بیان کرتا ہے مثلا کہتا ہے

چوری علما کے اندر پائی جاتی ہے، لواطت علما میں پائی جاتی ہے، چغلخوری علما میں پائی جاتی ہے، جھوٹ علما کے اندر پایا جاتا ہے۔ اسی طرح کی برائیاں علما کی لوگوں سامنے پیش کرتا رہتا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا یہ فعل کیسا ہے؟ اور اس طرح کی باتیں عوام کے سامنے پیش کرنا کیسا ہے؟ زید گنہگار ہوگا یا نہیں؟ از روئے شریعت زید پر کیا حکم ہوگا؟ زید کسی کا نام لے کر نہیں کہتا ہے بلکہ عام طور پر عوام کے سامنے پیش کرتا ہے۔ مذکورہ بالا سوال کا جواب احادیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں، عین کرم ہوگا۔ نوٹ: زید سنی ہے، سنی علما کی برائی بیان کرتا ہے۔

المستفتی: محمد خلیل الرحمٰن نوری برناہاڑی ضلع کشن گنج

الجواب

جب زید صاحب کسی خاص آدمی کا نام نہیں لیتے تو اس کو غیبت نہیں کہا جا سکتا، اور جن عیوب کا وہ نام لیتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ کچھ مولویوں میں پائے جاتے ہوں، لیکن ان سے پوچھئے کہ کیا عوام ان عیوب سے بالکلیہ پاک ہیں اور نہیں تو یہ علما بھی تو عوام میں سے تیار ہوئے ہیں۔ جب عوام صالح تھے تو علما اولیا ہوئے اور جب ہم نالی کے کیڑے ہو گئے ہیں تو ہمارے علما میں بھی بگاڑ پیدا ہو گیا۔ زید صاحب علمائے اہل سنت کی یہ عمومی عیب جوئی کر کے جہالت کا کام کر رہے ہیں، اس سے عوام میں یہ تاثر پیدا ہوگا کہ علماء رہنمائی کے لائق نہیں۔ تو رہنمائی کون کریگا؟ جاہل؟ او خویشتن گم است کرا رہبری کند

ان کی اس حرکت سے دین کا بڑا نقصان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔ علم دین اور علما کی برائی کو فقہا نے کفر لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۵/ جمادی الاولی ۱۷ھ

(۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

امام جس مسجد میں امامت کرتا ہے، تین یا چار سال سے بنی ہے، دانا وغیرہ لگ کر مکمل ہے۔ ایک روز امام فرش کے نیچے کھڑا ہو کر ادھر ادھر دیکھ کر کہتا ہے، مسجد یا بیل دوری معلوم ہوتی ہے؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: عبد الرحمٰن مبارکپور ضلع اعظم گڑھ

الجواب

ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا جملہ سے قائل کی مراد مسجد کی تحقیر و تضلیل نہیں ہے، بلکہ اس کے طرز تعمیر کا ایک نقص بیان کرنا ہے، اس لیے قائل پر کوئی سخت حکم تو لاگو نہ ہوگا، البتہ مقصد کے ظاہر کرنے کا ایک غیر مہذب اور جاہلانہ طریقہ ہے۔ اس لیے قائل کو ایسے جملوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اعلیٰ حضرت فاضل

بریلوی فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں: ایک ہی بات اختلاف طرز بیان سے تعظیم سے توہین تک بدل جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۱رجمادی الاخری ۱۷ھ

(۱۰) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے دیہات کے مولوی صاحبان کی کچھ آپسی نا اتفاقی اور ان کے آپسی جھگڑے کی وجہ سے پریشان ہوکر اس حال میں کہ زید ان کا نگراں ہے۔ مسجد کے کارکن ہونے کی وجہ سے غصہ کی حالت میں یہ کلام کہا کہ فطرہ اور زکوۃ کے کھانے والے حرامی پن کرتے ہیں۔ اور سائل اور اس کے کچھ ساتھیوں نے یہ سنا کہ زید کہتا ہے کہ فطرہ اور زکوۃ کھانے والے حرامی ہیں، زید کو اس کلام سے انکار ہے۔ مسئلہ کو شریعت کی روشنی میں حل فرمائیں کہ قائل کے اوپر صرف توبہ لازم ہے؟ یا تجدید ایمان ونکاح بھی؟

المستفتی محمد سخاوت حسین برکاتی اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب

عالم دین کی عالم دین ہونے کی حیثیت سے توہین اور برائی کو فقہا نے کفر لکھا ہے۔ فتاوی رضویہ میں مجمع الانہر کے حوالہ سے ہے: والاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر من قال للعالم العویلم و للعلوی عویلوی قاصدا به الاستخفاف کفر۔ اور دنیاوی معاملات میں یا آپسی رنجش کی بنا پر تحقیر کرے یا توہین تو یہ کفر نہیں ہے اور صورت مسئولہ میں تو زید نے ان مولویوں کا نام بھی نہیں لیا ہے ایک لفظ عام سے تعبیر کیا ہے تو یہ کفر نہیں۔ البتہ الفاظ چونکہ نہایت سخت ہیں، اس لیے اس کو ان سے توبہ کرنی چاہیے۔ (فتاوی رضویہ جلد ششم) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۲رصفر ۱۴۱۸ھ

(۱۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے کہا کہ غلطی اور خطا تو انسان سے ہو ہی جاتی ہے اور خطا یا تو شیطان کراتا ہے یا اللہ تعالیٰ کراتا ہے۔ شان الوہیت کی جانب خطا کرانے کی نسبت کرنا شرعا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی محمد احسان احمد نوری رضوی، مدرسہ مظہر العلوم، گرسہائے گنج، فرخ آباد

الجواب

بلا شبہ اچھے اور برے تمام کام اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی تقدیر سے ہوتے ہیں، لیکن برے کام کر کے تقدیر کی طرف نسبت کرنا اور مشیت الٰہی کے حوالہ کرنا بہت بری بات ہے۔ بلکہ حکم یہ ہے کہ جو

اچھا کام کرے اُسے من جانب اللہ کہے اور جو برائی سرزد ہو اس کو شامت نفس سمجھے۔

(بہار شریعت حصہ اول ص ۸)

تو جس نے برائی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی توبہ واستغفار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۵ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

(۱۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے کہا کہ مدرسہ کے سفراء بے ایمانی کرتے ہیں اور مدرسہ کی پیسہ وصول کر کے کھا جاتے ہیں اور کچھ مدرسہ کو دیتے ہیں تو عمر نے کہا کہ تم سفرا پر بے سمجھے بوجھے الزام لگاتے ہو، تم کو قیامت کے دن جواب دینا پڑیگا، تم جن لوگوں کے بارے میں کہہ رہے ہو ان سے معاف کرالو جس طرح بھی ہو چاہے لواطت ہی کرا کر کیوں نہ معاف کرانا پڑے۔

المستفتی: عبدالحفیظ

الجواب

سائل اگر اپنے بیان میں سچا ہے اور اس نے ٹھیک وہی الفاظ تحریر کیے ہیں جو عمر نے کہے ہیں تو یہ ایک صحیح بات ہے جس کو ایک نہایت بھونڈے، شنیع، وغلیظ انداز میں ادا کیا گیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ کسی بندے پر کسی دوسرے کا مطالبہ ہو تو جب تک اس کا مطالبہ ادا نہ کرے یا اس سے معاف نہ کرالے اللہ تعالیٰ بھی اسے معاف نہ کرے گا۔ اس لیے عمر پر اس جملے کہنے سے تو کفر عائد نہیں ہوتا، لیکن یہ جملہ سخت قبیح اور گناہ ہے کہ "چاہے "لواطت" کرا کر کیوں نہ معاف کرانا پڑے" جس کی توبہ عمر پر ضروری ہے۔ جن لوگوں کے بیچ میں اس نے یہ بات کہی ان کے سامنے اللہ تعالیٰ سے اپنی اس کوتاہی سے معافی مانگے اور توبہ واستغفار کرے، احتیاطا تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۴ر صفر المظفر ۱۴۱۹ھ

(۱۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے وطن بھیٹی ضلع گورکھپور میں ایک دیندار اور پابند شرع عالم امامت اور بچوں کے پڑھانے کا کام کررہے تھے۔ گاؤں کے دو آدمیوں نے ایک عورت مسماۃ عرب النساء کو ورغلا کر مولینا پر الزام لگانے کی کوشش کی اور اس بات کو اچھالا، اس کی تحقیق کے لیے گاؤں کے لوگ اکٹھا ہوئے اور کچھ گفت وشنید کے بعد یہ طے پایا کہ وہ عورت پنچایت کے چند افراد کے سامنے اپنی بات کہے، چنانچہ پنچایت کے چار افراد دیندار اور نمازی کا انتخاب کیا گیا، کہ یہ حضرات اس عورت سے اس کی تحقیق کریں۔ دوسرے دن صبح پنچایت کے یہ چار افراد ورغلانے والے کو ساتھ لے کر اس عورت کے پاس گئے۔ اس عورت نے جو

جواب ان چند افراد کے سامنے دیا، وہی بیان بعد میں شام کو دیا، عرب النساء نے جو بیان دیا درج ذیل ہے

عرب النساء کا بیان۔ محمد عباس جمال الدین نے مجھکو چھ روز سے پریشان کر رکھا ہے کہ مولوی کو نکالنا ہے، تم ان کے بارے میں زنا کا الزام لگاؤ۔ اور ان لوگوں نے مجھ کو بہت کچھ دھمکیاں دیں، یہاں تک کہ ان لوگوں نے کہا کہ مولوی پر ایسا الزام نہیں لگایا تو تمہارے شوہر سے تم کو طلاق دلوادی جائے گی۔ عرب النساء نے یہ بیان شام کو پنچ کے سامنے بھی دیا۔ ایک آدمی اور ہے جو جمال الدین وغیرہ کے ساتھ ہے مگر اس کا نام ظاہر نہیں ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس عورت عرب النساء پر شریعت کے اعتبار سے کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟

اور محمد عباس جمال الدین وغیرہ کے لیے۔ شریعت کا کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟

نوٹ:- گاؤں کے لوگوں نے فی الحال جمال الدین وغیرہ اور ان کے گھر والوں کو معاشرہ سے بائیکاٹ کردیا ہے۔ المستفتی　علاء الدین

ظہر الحسن، حاجی رمضان علی، ریاض الدین، محمد امین، دستخط تحقیق کنندگان　دستخط افراد پنچایت

الجواب

اس وقت نہ اسلامی حکومت ہے نہ حاکم اسلام، اس لیے کسی قسم کی حد جاری نہیں کی جاسکتی، عام مسلمانوں نے ایسے لوگوں کا جو معاشرتی بائیکاٹ کیا وہی کافی ہے، وہ لوگ اگر اپنی اس حرکت سے توبہ کریں اور مولانا سے معافی مانگیں تو ان کا بائیکاٹ ختم کردیا جائے گا۔

حدیث شریف میں ہے: "التائب من الذنب کمن لا ذنب له"۔

مالی جرمانہ ان سے وصول نہیں کیا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ　　۱۶ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ

(۱۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید ایک مدرسہ میں معلم ہے، اس کے پاس کہیں سے صدقہ کا مرغا آیا تھا، کچھ نوجوانوں نے اس سے کہا کہ یہ مرغا ہم لوگوں کو کھلا دیجئے اور اس کے بدلے میں دوسرا مرغا آپ بچوں کو دے دیجئے یا ہم لوگوں کو مرغے کی قیمت دے دیجئے، ہم لوگ خرید لیں گے، زید نے کہا انشاء اللہ ضرور کھلا دیں گے، یہ کہہ کر زید کہیں چلا گیا تھا اور غیر موجودگی میں نوجوانوں نے مرغا کھالیا، زید کے واپس آنے کے بعد بکر نے پوچھا کہ حضرت سنا ہے کہ بن بھوج ہوا ہے، زید نے کہا مجھے معلوم نہیں، اس پر بکر نے کہا ارے ان کو کیا معلوم نہیں ہے وہ تو ایک نمبر کا غنڈوں کا سردار ہے، چند بار اس نے دہرایا تو زید نے سن لیا، پھر بکر کو ڈانٹا کہ خبر

دار آج کی تاریخ سے ایسے الفاظ زبان پر نہ لائیے گا۔ جلد توبہ کیجئے ورنہ آپ پر کفر کا فتویٰ لگ جائے گا، بکر نے کہا کس چیز کی توبہ؟ تو اس سے زید نے پھر کہا کہ آپ کافروں کی طرح کیوں بات کرتے ہیں؟ آپ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا سب حرام ہے، آپ کافر ہیں، اسلام سے خارج ہو گئے، بکر نے کہا آپ بھی کافر ہیں، آپ کے ساتھ نماز پڑھنا حرام ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا زید کی تاویل مذکور صحیح ہے؟ فریقین میں سے کون حق پر ہے؟ شریعت اسلامیہ کی رو سے ان پر جو احکام نافذ ہوتے ہوں، قرآن وحدیث کی روشنی میں مرقوم فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی نعیم الدین رسول آباد سلطانپور

الجواب

جاہل اور بے تمیز عوام کے ساتھ غیر معمولی بے تکلفی، بے جا اختلاط، اور خلا ملا کا یہی انجام ہوتا ہے جس کا پالا زید صاحب کو پڑا، نہ آپ ان نوجوانوں کو اتنا بے تکلف بتائے ہوتے، نہ وہ بچوں کے لیے آئے ہوئے صدقہ کے مرغ کا مطالبہ کرتے۔ اور نہ آپ آس دلائے ہوتے، نہ وہ زبردستی فقیروں کے حق پر دست درازی کرتے۔ اسی طرح بکر کا زید کو غنڈوں کا سردار کہنا بھی حد سے بڑی بے تکلفی کا ہی نتیجہ ہے۔ یہ سچ ہے کہ عالم کی تحقیر وتذلیل اور اس کو گالی دینے کو فقہا نے کفر کہا ہے۔

مجمع الانہر میں ہے: "من قال للعالم عویلم علی وجه الاستخفاف کفر۔

جس نے مولوی کو مولیا بطور تحقیر کہا کافر ہوا۔ مگر یہ تحقیر علم دین کی وجہ سے ہو تب کفر ہے۔

فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۱۹۴ میں ہے:

کسی خاص عالم کو کسی دنیوی وجہ سے گالی دینے سے عورت نکاح سے نہیں نکلتی، ہاں مطلقا علماء کو یا کسی خاص عالم کو بوجہ علم دین برا کہنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک صورت مسئولہ میں بکر نے زید کو غنڈہ عالم دین ہونے کی وجہ سے نہیں کہا ہے، بلکہ اس غلط فہمی کی وجہ سے کہا ہے کہ زید بھی مرغ کھانے پکانے میں کسی حد تک ضرور شریک رہا ہے کہ اسی کی اجازت اور مرضی سے جوانوں نے صدقہ کا مرغ کھا پکا ڈالا ہے۔

پس صورت مسئولہ میں بکر پر کفر کا حکم صحیح نہیں۔ البتہ یہ قابل تعزیر جرم ہے، اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو قاضی مطالبہ کے بعد بکر کو اس گالی کی سزا ضرور دیتا اور اس وقت تو یہی ممکن ہے جو آپ نے کیا کہ جواباً اس کو بھی کافر کہہ دیا۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ﴾ (النحل: ۱۲۶)

گر تمہیں کسی نے تکلیف پہنچائی تو تم ویسی ہی تکلیف اس کو پہنچا سکتے ہو۔

مگر آج کی جہالت ولاپرواہی کے زمانہ میں حضرات علمائے کرام اس پوزیشن میں نہیں کہ جاہل عوام سے بدلہ لیں۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ آپ نے بکر کو عالم کا وقار بتایا اور کافر ہونے کی دھمکی دی تو اس نے پلٹ کر آپ کو کافر بھی بتایا، آپ کے پیچھے نماز ناجائز ہونے کا فتویٰ بھی دے دیا۔ اس سے موجودہ صورت حال میں وہی بہتر ہے جو قرآن شریف میں اس کے بعد فرمایا گیا ہے:

﴿وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ﴾ (النحل:۱۲۶)

اگر تم نے صبر کیا تو اللہ تعالیٰ صابروں کو بہتر بدلہ دیدے گا۔

ہمارے اسی جواب سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ دونوں طرف کی تکفیر بھی غلط، اور وہ گالی کے حکم میں ہے، اس لیے بکر صاحب زید سے اپنی دونوں ہی بے ہودگیوں کی معافی مانگیں اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں توبہ واستغفار کریں۔ زید صاحب بھی اپنے فتویٰ سے رجوع کریں، بکر سے عذر خواہی کریں اور آئندہ دونوں اپنی حد میں رہیں اور احتیاط کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۱۷ رمحرم الحرام ۱۴۲۰ھ

شعر وشاعری کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

مندرجہ ذیل اشعار پر شرعی کیا حکم ہے، علمائے کرام بھی خوب اچھل اچھل کر داد دے رہے تھے۔

(۱) بے خیالی بنا رہی تھی لکیر ❁ سبز گنبد کی بن گئی تصویر

(۲) نام ان کا نماز میں آیا ❁ انگلی خود اٹھ گئی شہادت کی

(۳) ترے پاؤں کو نہ چھوتی تو سمندروں میں ہوتی

زمیں بچی ہوئی ہے مرے مصطفے کے صدقے

المستفتی: معین الدین قریشی پورا دیوان، مبارک پور

الجواب

سوال کا یہ طریقہ صحیح نہیں، اگر آپ کے نزدیک ان اشعار میں کوئی غلطی تھی تو اس کو ظاہر کرنا تھا، پھر ہم غور کرتے کہ آپ غلط سمجھے، یا شاعر نے غلط کہا۔ آپ کے مبہم طرز سے تو خیال ہوتا ہے کہ ان اشعار میں کوئی بڑی بھاری غلطی تھی۔ اور علما بڑھ بڑھ کر اس کی تعریف کر رہے تھے تو میں اس غلطی کو بتاؤں

اور علما کو پھٹکاروں، کتنا کام بڑھا دیا۔ آپ کو جو غلطی سمجھ میں آئی اس کو میں کھوجوں، اور اس کے صحیح و غلط ہونے کا بھی حکم میں ہی بتاؤں۔

(ا) میرے نزدیک شاعر کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ شاعر کسی ایسے شخص کا نقشہ کھینچتا ہے جو حضور ﷺ کے تصور میں اکثر گم رہتا ہے اور ان کے روضہ پاک کا نقشہ اس کے خیال میں بسا رہتا ہے۔ حالت یہ ہے کہ کسی وقت خالی الذہن بیٹھا کاغذ پر یوں ہی بے مقصد لکیریں کھینچ رہا تھا، مگر تھوڑی دیر بعد دیکھا تو رسول پاک کے سبز گنبد کا نقشہ بن گیا تھا۔ وہ نقشہ بنانے میں ماہر ہے۔ یہ بات عقلا بعید ہے نہ شرعا (نقلا) ناجائز وممنوع۔ آپ تو مبارک پور کے رہنے والے ہیں، وہاں تو بہت سے نقاش ہیں، ہم اور آپ کو کاغذ وقلم دے دیا جائے اور نیم کی پتی سامنے رکھ دی جائے تو کتنے بے چارے ایسے ہوں گے کہ انہیں قلم پکڑنا نہیں آتا ہوگا اور قلم ہاتھ میں لے لیں تو نیم کی پتی صحیح نہ بنا سکیں۔ اور مشاق نقشہ بند آنکھیں بند کر کے خوبصورت گلاب کا پھول بنا دے گا۔ جب کسی چیز کی مشق بڑھ جاتی ہے اور اس کا تصور دماغ میں جم جاتا ہے تو بے خیالی میں بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ یہ شعر ایسا ہی ہے کہ جیسے مولوی اعجاز کامٹوی کا شعر، مرحوم نے فرمایا:

بے خودی میں بھی ان کو پکارا کیا کتنا باہوش ہے میرا دیوانہ پن

اور شرعا اس لیے منع نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ساری دنیا سے زیادہ اپنے ساتھ محبت کرنے کا سارے عالم کے مسلمانوں کو حکم دیا:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین۔

تم میں کا کوئی اس وقت تک مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک اپنے والد، لڑکے بلکہ تمام لوگوں سے زیادہ مجھ کو نہ چاہے۔

آپ کا اور آپ کے روضۂ مبارک کا تصور ہر دم خیال میں رکھنا منع نہیں ہے۔ حضور سید عالم ﷺ کے وصال کے وقت امام حسن پانچ چھ سال کے رہے ہوں گے۔ بڑے ہونے کے بعد مشہور وصافہ ہند بنت ہالہ سے فرماتے ہیں: "صفتی لنا محمدا ﷺ کی اتعلق بہ" مجھ سے رسول اللہ ﷺ کا حلیہ پاک بیان کرو کہ میں ان کا خیال اپنے دل میں جماؤں۔

کاغذ پر بھی حضور ﷺ کے روضۂ پاک کا نقشہ بنانا اور تصویر بنانا (تیار کرنا) ناجائز وحرام نہیں، جاندار چیز کی تصویر بنانا البتہ حرام ہے۔

جب ایک شاعر بے خودی میں بھی آپ کے نام کی رٹ لگا سکتا ہے تو دوسرا دیوانہ رسول بے خیالی

میں آپ کے روضہ مبارک کو کیوں نہیں اتار سکتا۔

(۲) اس شعر میں نماز میں قعدہ کے اندر تشہد پڑھتے ہوئے کلمہ شہادت کو زبان سے ادا کرتے وقت انگلی اٹھانے کا بیان ہے جس سے حضور علیہ السلام کی تین خوبیوں کا اظہار ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کلمہ شہادت میں حضور علیہ السلام کے نام کو اپنے مقدس نام کے ساتھ ملایا:

وضم الاله اسم النبی مع اسمه. اذا قال فی الخمس الموذن اشهد

اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ نبی علیہ السلام کا اسم مبارک ملایا، جبکہ موذن پنجگانہ اذانوں میں لفظ اشہد کہتا ہے۔ اور صرف اذان میں ہی نہیں تشہد پڑھتے وقت بھی ایسا ہی ہے، بلکہ حدیث شریف میں ہے:

قرنت اسمك مع اسمی فلا اذكر موضعا الا تذكر معی . (تجلی الیقین ص ۳۵)

اس حدیث کو ابن عساکر نے حضرت سلمان فارسی سے روایت کیا۔

کلمہ پر تو مسلمان کے ایمان کا مدار ہے۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ اس مبارک کلمہ کو نماز میں داخل کیا۔ بہار شریعت میں ہے: (نماز میں) جتنے قعدے پڑیں سب میں تشہد واجب ہے، ایک لفظ بھی اگر چھوڑے گا ترک واجب ہوگا۔

اور تیسری فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے ساتھ ساتھ آپ کی رسالت کی گواہی بھی لازم قرار دی گئی، ساتھ ہی انگشت شہادت کو بھی بلند ہو کر گواہی دینے کا حکم ہوا، اسی لیے اس انگلی کا نام اردو میں کلمے کی انگلی اور فارسی میں انگشت شہادت ہوا۔ (فرہنگ آصفیہ جلد اول ص ۳۱۶)

پس یہ شعر بھی ہمارے نزدیک بے غبار ہے، بلکہ حدیث شریف کی ترجمانی اور تشہد میں انگلی اٹھانے کی خوبصورت تعبیر اور حضور علیہ السلام کی عظمت ورفعت کا پتہ دیتا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ کوئی یہ سوچے کہ تشہد میں انگلی خود کہاں اٹھتی ہے اٹھائی جاتی ہے، تو میں کہوں گا اولا اٹھتی تو انگلی ہی ہے جس طرح زبان بولتی ہے، آنکھ دیکھتی ہے اور کان سنتا ہے۔ تو حقیقت اگر چہ یہی ہے کہ سب آلات ہیں، آدمی ان سے کام لیتا ہے لیکن زبان اور محاورہ میں کہا جاتا ہے: آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں،

لگے منھ بھی چڑھانے دیتے دیتے گالیاں صاحب زباں بگڑی تو بگڑی تھی، خبر لیجئے دہن بگڑا

بلکہ جو بول نہیں سکتا اس کو بولنے والا کہا جاتا ہے جیسے:

ابھی اس راہ سے گذرا ہے کوئی کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

پیر کا نشان کسی کا ہودہ کیا بولے گا، اور کیا کہے گا۔ شاعر خود پہچانتا ہے اور نقش پا کا نام لیتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں:

ان کی انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

اسی طرح اس شاعر نے بھی انگلی اٹھنے کی بات کہی۔

ثانیا: جب کوئی آدمی کسی کام کی مشق میں غیر معمولی محنت کرتا ہے تو جسم کی قوت احساس اور قوت فاعلہ میں ایسا ربط پیدا ہو جاتا ہے، کہ قصد و بلا قصد ہر صورت میں اس سے یہ فعل صادر ہوتا رہتا ہے۔ آپ نماز ہی کو لیجئے، دکھنی ہندوستان ہانگل میں ایک بزرگ رہتے تھے۔ جو ہر وقت استغراق میں رہتے، مگر جب نماز کا ٹائم ہوتا اس کے لیے کھڑے ہو جاتے، نماز بھی وہی پڑھاتے۔ پورے آداب وفرائض کے ساتھ نماز پڑھاتے، مگر ہر نماز کے بعد مقتدیوں سے پوچھتے میں نے نماز صحیح پڑھائی ہے؟ یہ وہی بات تھی کہ نماز ان کی عادت ثانیہ بن گئی تھی اور وقت ہوتے ہی حسب عادت پوری نماز پڑھ دیتے۔ حالانکہ وہ بے خود ہوتے، ان کے رکوع وقیام وقعود کے لیے کسی ارادہ کی ضرورت نہیں تھی تو ان کی انگشت شہادت بھی تشہد میں ازخود اٹھتی رہتی ہوگی۔

(۳) اس شعر کا دوسرا مصرعہ تو اس حدیث کا ترجمہ ہے۔ ابن عساکر نے سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی: "لولاك لما خلقت الدنيا" شاعر بے چارے نے تو صرف زمین کے لیے کہا، حدیث شریف میں تو یہ ہے کہ ساری دنیا آپ کے صدقہ میں پیدا کی گئی،

آپ اگر مقصود نہ ہوتے کون ومکاں موجود نہ ہوتے

اور مسجود نہ ہوتے آدم صلی اللہ علیہ وسلم

اور پہلا مصرعہ اس حدیث پاک کی روشنی میں: وفی الحدیث ان اول ما ظهر علی وجه الماء عند خلق السموات والارض زبدة بيضاء فدحيت الارض من بعده. (جلالین ص۵۶)

زمین وآسمان بناتے وقت سب سے پہلے پانی کے اوپر سفید جھاگ نمایاں ہوئی، اور پھر اسی سے پھیلتے پھیلتے زمین نمایاں ہوئی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پوری زمین پانی کے اندر تھی، جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو نمایاں کرنا چاہا تو پانی کی سطح کم کی اور زمین کو ظاہر فرمایا۔ ابھی بھی اس کا تین چوتھائی حصہ زمین کے اندر رہی ہے۔ علامہ آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں: اور جانتے ہو کہ وہ جگہ کون سی تھی جہاں سب سے پہلے جھاگ ظاہر ہوئی، ذهب اكثر اهل الاخبار ان الكعبة الارض اللتی دحیت من تحته۔ جہاں جھاگ نمایاں ہوئی وہی اب کعبہ ہے اور کعبہ و مکہ حضور ﷺ کی جائے ولادت ہے، تو شاعر نے ان

اخبار اور احادیث کی روشنی میں اگر یہ کہا کہ زمین پانی کے اندر سے ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قدم چومنے کے لیے باہر آئی تھی تو کیا غلط کیا؟ اسی کو زبان شعروادب میں حسن تعلیل کہتے ہیں، شاعر اپنے طور پر کسی بات کی ایسی توضیح کرتا ہے جو دل میں اتر جاتی ہے، تو شاعر نے حدیث: لولاك لما خلقت الارض کو اپنے انداز سے کہا اس میں کوئی قباحت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو

(۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

زید نے یہ شعر

''حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص وعام — با مسلماں اللہ اللہ با برھمن رام رام

اپنی خانقاہ پر لکھا ہے، عمر کہتا ہے کہ یہ شعر کفر خالص ہے اور یہ شعر عارف باللہ حافظ شیرازی علیہ الرحمہ کے دیوان میں نہیں۔ اور بالفرض ہوتا بھی تو الحاق وتحریف ہے، اس شعر کے ظاہری معنی سے کفرو اسلام کا فرق یکسر ختم ہو جاتا ہے، کہ شعر کا ظاہری مطلب یہ ہوا کہ مسجد میں جا کر نماز پڑھ لے اور مندر میں جا کر پوجا کر لے، پھر خاص وعام میں ہنود کی ہی کیا تخصیص نصرانی، عیسائی، یہودی وغیرہ کے ساتھ کلیسا اور گرجا گھر میں بھی جا کر ان کے دھرم پر خرافات کرے، العیاذ باللہ تعالیٰ۔ لہٰذا جواب تحریر فرمائیں کہ زید مذکور پر کیا حکم ہے؟ اس کا فعل کیسا ہے؟ اور عمر کا قول یہاں صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

اس شعر کا ظاہری معنیٰ ضرور اسلام کے خلاف اور کفر پر مشتمل ہے اس کے بارے میں عمر کا قول صحیح ہے اور واقف کار حضرات کے قول کے موافق یہ شعر حافظ شیرازی کے دیوان میں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۴ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ

(۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید سنی مسجد کا امام ہے اور بکر مصلی ہے سنی ہے، زید صبح میں نماز فجر کے بعد مصطفیٰ کی بارگاہ میں درود وسلام کا تحفہ پیش کرتا ہے، اور امام عشق ومحبت سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لکھا ہوا سلام تضمین کے ساتھ پڑھتا ہے۔ تضمین کا ایک بند یہ ہے:

ڈوبا سورج کسی نے بھی پھیرا نہیں
کوئی مثل یداللہ دیکھا نہیں
جس کی طاقت کا کوئی ٹھکانا نہیں
جس کو بار دوعالم کی پرواہ نہیں

ایسے بازو کی قوت کی پہ لاکھوں سلام

جب زید یہ اشعار درمیان سلام پڑھتا ہے تو بکر سلام کی محفل چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ جب زید نے بکر سے سوال کیا کہ کیوں بھاگتے ہو تو بکر نے جواب دیا کہ جو شعر آپ پڑھتے ہیں کہ ''ڈوبا سورج کسی نے بھی پھیرا نہیں'' اس شعر میں رسول کی قدرت کا انکار ہے، اس لیے میں بھاگ جاتا ہوں۔ زید نے بہت سمجھایا مگر بکر کو آج تک تسلی نہ ہوئی، وہ اس شعر پر آج بھی محفل چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ حضرت کی بارگاہ میں التجا ہے کہ حضرت یہ شعر پڑھنا کیسا ہے؟ درست ہے یا نہیں؟ بکر اپنی ضد پر قائم ہے، کہتا ہے کہ رسول اعظم نے مقام صہبا میں ڈوبے سورج کو پلٹایا ہے اور آپ کہتے ہو کہ کسی نے پھیرا نہیں تو رسول کی طاقت کا انکار ہے۔

حضرت قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں اور بکر نے جو حرکت کی محفل کے ادب کے خلاف تو بکر کے لیے شرعی کیا حکم؟ جواب عنایت فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

المستفتی: فقیر احمد اللہ حکمتی احمد مسجد مدرسہ غوثیہ انول فرسٹ گیٹ ضلع بلساڑ گجرات

الجواب

یہ اشعار رسول ﷺ کی مدح اور نعت میں ہیں۔ ید اللہ کا لفظ قرآن شریف میں حضور ﷺ کے لیے فرمایا گیا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ﴾[الفتح: ۱۰]

جو لوگ آپ کے ہاتھوں پر بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر (ید اللہ) خدا کا ہاتھ ہے۔

شاعر کہتا ہے ہم نے کوئی ہاتھ ''ید اللہ'' کے یعنی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کے مثل نہیں دیکھا۔ کیونکہ کسی اور ہاتھ نے ان کی طرح ڈوبا ہوا سورج نہیں پلٹایا۔ یہ دونوں مصرعے آپس میں دعوی اور دلیل ہیں۔ یا اسی بات کو الٹ کر یوں کہیے کہ کوئی ہاتھ ہم نے ید اللہ یعنی رسول اللہ کے ہاتھ کے مثل نہیں دیکھا۔ کیونکہ کسی اور نے ڈوبا ہوا سورج نہیں پلٹایا۔ ہر اردو جاننے والا اس شعر کا یہی مطلب سمجھے گا اور سمجھائے گا بکر اپنی جہالت اور لاعلمی سے اگر اس کا وہی مطلب بتاتا ہے جو سوال میں مذکور ہے، تو یہ اس کی غلطی ہے۔ پورے ہندوستان وپاکستان میں یہ اشعار پڑھے جاتے ہیں کوئی ان پر اعتراض نہیں کرتا، اکیلے بکر کی سمجھ الٹی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے سمجھ دے۔

درود وسلام کی مجلسوں میں ان اشعار کا پڑھنا ضرور جائز اور باعث اجر ہے۔ البتہ حدیث شریف میں آیا ہے: کلموا الناس علی قدر عقولھم۔ لوگوں سے ان کی عقل وسمجھ کے موافق بات کرو۔ نیز

حکم ہے کہ ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ [البقرۃ: ۱۹۱] فتنہ وفساد قتل سے بھی برا ہے۔ جب بکر کی ضد اور ہٹ کا یہ عالم ہے جو آپ نے لکھا کہ مجلس سے بھاگ جاتا ہے تو کبھی فتنہ بھی ہو سکتا ہے اور درود وسلام کا خاص انہیں الفاظ میں پڑھنا نہ فرض نہ واجب تو آپ اگر احتیاط کریں تو مناسب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲رذوالقعدہ ۱۴۱۸ھ

(۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید ایک عالم دین اور مفتی ہے وہ نعت کے اس شعر پر۔

تم نے دنیا سے مٹایا ہے بڑے پیار کے ساتھ فرق آقا وغلام اور گدا وشاہ کا

یہ کلام کرتا ہے، اول یہ کہ سرکار دو عالم ﷺ نے آقا وغلام کا، بادشاہ ورعیت کا فرق بتایا ہے نہ کہ مٹایا ہے، کثیر احادیث وارشادات کی روشنی میں فرق آقا وغلام کا بادشاہ ورعیت کا ثابت ہے اور سلطان اسلام تو اولوالامر میں شامل، اس کی اطاعت امر جائز ومباح میں ضروری ہے لہٰذا اس شعر کا مضمون موہم خلاف شرع ہے اور اس شعر کو نہ پڑھنا چاہئے، اگر چہ شاعر کی نیت یہ نہ ہو، اور اس فرق مٹانے سے مراد حسن اخلاق وعدل وانصاف ہی ہو اور چھوٹوں پر شفقت اور ان سے محبت میں اولی ہو جیسا کہ احادیث مبارکہ میں اس کی تعلیم موجود ہے اور ظاہر بھی یہی ہے کہ کوئی دیندار فرق مذکور مٹانے سے وہ فرق جو قرآن کریم واحادیث کریمہ اور ارشادات ائمہ سے ثابت ہے ہرگز مراد نہیں لے سکتا ہے، مگر ظاہر ضرور موہم معنی غلط ہے، لہٰذا اس شعر کے پڑھنے سے اجتناب واحتیاط لازم ہے اور اس شعر کے قائل پر جب کہ وہ دیندار متقی وباعلم وعمل ہو کوئی حکم نہ دیں گے، اور اس شعر کے معنی ومراد کی توجیہ حسن اور اس کا محمل معنی صحیح ومطابق شرع ہی کریں گے۔

اب سوال جواب طلب یہ ہے کہ مفتی مذکور کا کلام صحیح ہے یا نہیں اگر صحیح نہیں ہے تو کیا حکم شرع نافذ ہوتا ہے؟

(۲) مفتی مذکور کو اور اس کے معتقدین ومریدین کو چڑھانے جلانے اور اس کی توہین وتذلیل کرنے کی نیت سے اس شعر کو پڑھنا اور اس کی وجہ سے تکرار وفساد کا اندیشہ ہو تو ایسے موقع پر اس کا پڑھنا جائز ہوگا یا نا جائز؟ بینوا توجروا المستفتی نوراحمد رضوی ۲۳رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ

الجواب

مجوزہ شعر سے متعلق ایک سوال کا جواب میں پہلے دے چکا ہوں جس میں اس شعر کے قائل پر تکفیر سے متعلق پوچھا گیا تھا جس کا جواب یہ دیا تھا کہ تکفیر جائز نہیں، اب دوسرے استفتاء میں اس شعر کو

خلاف شرع کا موہم قرار دے کر اس کے پڑھنے کو منع کیا گیا ہے، اس لیے اب صرف یہ بات رہ گئی ہے کہ اس میں معنی غلط کا ایہام ہے یا نہیں؟ خوش قسمتی سے اس سلسلے میں خود امام برحق حضور اعلیحضرت رضی اللہ تعالی عنہ کی ایک تحریر قاطع بحث وتکرار مل گئی، ایک فتوے میں کسی آدمی کا نام ہدایت علی رکھنا ممنوع قرار دیتے ہوئے یہ توجیہ کی گئی تھی کہ ''ہدایت علی کے ایک معنی علی مرتضی کی ہدایت بھی ہے، جو شرعا ممنوع ہے اور شرعا ایسے لفظ کا اطلاق حرام ہے جو معنی غیر مشروع کا الہام کرے'' اعلیٰ حضرت اس فتوی پر تنقید میں فرماتے ہیں۔

احتمال وایہام میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ایہام میں تبادر درکار ہے کہ ذہن اسی معنی ممنوع کی طرف سبقت کرے نہ یہ کہ شقوق محتملہ عقلیہ میں کوئی شق معنی ممنوع کی بھی نکلے۔مجرد احتمال اگر موجب منع ہو تو عالم میں کوئی کلام منع وطعن سے خالی نہ رہے گا۔آپ نے اس مسئلہ پر بڑی لمبی بحث فرمائی ہے۔ ہمارے لیے مذکورہ بالا عبارت ہی کافی ہے۔مذکورہ بالا شعر میں بھی دو احتمال ہیں۔فرق کلی کی نفی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان طبقوں کے تمام امتیازات مٹائے، یا فرق جزئی کی نفی کہ ان معاشرتی، سماجی اور اخلاقی امتیازات کو مٹایا جو موجودہ انسانیت کے لیے لعنت ہیں۔ظاہر ہے شعر مذکور سے معنی اولیٰ نہ تو کوئی مراد لیتا ہے نہ سمجھتا ہے سب دوسرے ہی معنی کی نفی سمجھتے ہیں، بلکہ آجکل کے حامیان مساوات جو ہر دم مساوات کا نعرہ لگاتے ہیں ان سے پوچھا جاتا ہے تو وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہماری مراد مساوات کلی نہیں ہے، بلکہ صرف معاشی اور سماجی مساوات ہے تو دوسرا کوئی اسلامی مساوات کا مطلب کلی مساوات کیسے لے سکتا ہے، اس لیے حسب تحریر اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ یہ ایک عقلی احتمال ہوا ایہام ہرگز نہیں اور ممنوع معنی غلط کا ایہام ہے۔پس صورت مسئولہ میں اس شعر میں خلاف شرع کا ایہام ہرگز نہیں اور اس کا پڑھنا کسی درجہ میں بھی ممنوع نہیں ہے۔اس کی مثال ﴿إِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [البقرۃ:] ہے جس کے حقیقی معنی جمیع اشیاء بالاستغراق ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالی واجب محال ممکن سب پر قادر ہے، واجب پر قادر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنے کو معاذ اللہ ختم کر سکتا ہے یہ ناممکن، اس لیے علماء فرماتے ہیں کہ یہاں عقلا اشیاء ممکنہ مراد ہیں، اسی لیے صاحب جلالین نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کل شی شاء ہ یعنی بعض اشیاء یعنی ممکنات پر قادر ہے، آیت شریفہ کے لفظ کل شیء میں احتمال تو دونوں معنوں کا ہے، لیکن ہر بولنے والا اور سننے والا اکثر یہی دوسرے معنی مراد لیتا ہے، اس لیے پہلے معنی کا ایہام نہیں ہوا اور پہلا صرف احتمال کے درجہ میں رہا، اسی لیے اس آیت مبارکہ کا پڑھنا بالکل ناجائز نہیں ہے، بلکہ ثواب ہے، اگر مفتی صاحب کی تقریر تسلیم کر لی جائے تو اس آیت کا پڑھنا بھی حرام ہوگا۔

(۲) مسلمان کی ایذا دہی شرعاً ممنوع ہے اور ناجائز، مگر صورت مسئولہ میں یہ فیصلہ مشکل ہے کہ پڑھنے والوں کی نیت ایذا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ، ۱۳ر صفر المظفر ۱۴۰۹ھ

لہو ولعب کا بیان

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

یہاں ایک لاؤڈ اسپیکر والے نے اپنے قریب کی مسجد کے بالائی بیچ کے گنبد پر لاؤڈ اسپیکر کا بھونپو لگا رکھا ہے اور اس سے روزانہ سحر کے اوقات بتلاتا ہے، ساتھ ہی کبھی قرأت اور نعت کا ریکارڈ اور جس میں مزامیر وطبل کے ساتھ قوالی پیش کی جاتی ہے لگاتا ہے۔ بعض لوگوں کے منع کرنے پر کہتا ہے کہ یہ قوالی اس میں کیا حرج ہے اور نیز اعلان پر یہ بھی کہتا ہے کہ فلاں ادارۂ شرعیہ کی جانب سے یہ پروگرام پیش کیا جاتا ہے اور ذمہ دار ادارہ اس کے عمل پر خاموش ہیں۔ لہذا دریافت طلب یہ ہے کہ مسجد کی چھت پر لاؤڈ اسپیکر سے اس طرح کی ریکارڈنگ جو سحری کے وقت لگاتا ہے بجانا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا وتوجروا

المستفتی: مشتاق احمد غازی پور

الجواب

مزامیر کے ساتھ ریکارڈنگ ناجائز وحرام ہے، اسی طرح گانا ناجائز ہے، بجانا حرام ہے۔ ہاں صرف اعلان کے لیے بے تال سر کے ڈھول وغیرہ پیٹنا جائز ہے، ناجائز جو کرے اور ساتھ دے گنہگار ہوگا، ناجائز بات ہر جگہ ممنوع ہے اور مسجد کے گنبد پر اور زیادہ قبیح۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾ [لقمان:٦]

حدیث شریف میں ہے:

"استماع الملاهی معصية والجلوس عليها فسق" واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۳ر ذوالحجہ ۸۹

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(ا) ایک قصبہ کے مسلمانوں میں یہ رسم ورواج جاری ہے کہ شادیوں میں عورتیں گاتی ہیں اور بجاتی ہیں اور قسم قسم کی بناوٹیں جلاتی ہیں۔ ایسی شادیوں میں جا کر ایک عالم فاضل کو محفل نکاح منعقد کرنے

کی اجازت ہے یا نہیں؟

(۲) صورت مسؤلہ میں اگر عالم صاحب کی تشریف آوری سے چند منٹ قبل ان تمام چیزوں کو بند کردیا جائے تو کیا ایسی جگہوں میں خالی از خرافات وقت پر محفل نکاح منعقد کرکے نکاح پڑھانے کے لیے عالم صاحب کی شرکت جائز ہے یا نہیں؟

سائل: علاؤالدین صدر انجمن اسلام ساوی ضلع چتوڑگڈھ راجستھان

الجواب

بلاشبہ ان امور شنیعہ سے آلودہ مجلس میں کسی ذمہ دار عالم دین کی نشست شرعا ممنوع ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾[الانعام:٦٨]

ہاں اگر عالم صاحب کی تشریف آوری پر یہ محذورات بند کردیے جائیں تو اس کی شرکت جائز اور درست ہے۔ اب وہ محفل محفل ظلم نہ رہی، بلکہ اس عالم کے وجود کی برکت سے اتنی دیر سب لوگ اس خرافات سے محفوظ رہے اور اگر اس عالم دین کی وسعت میں یہ ہو اس کو بالکلیہ بند کروادے تو اس سے بھی دریغ نہ کرے۔ من رای منکرا فلیغیرہ بیدہ" ۔حسب الاستطاعت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مسلمان پر ضروری ہے اور علماء تو ورثۃ الانبیا ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۴ر محرم ۹۰ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۳۔۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) کرکٹ جو آج کل ہندوپاک میں رائج ہے، اس کا کھیلنا اور دیکھنا کیسا ہے؟ نیز ان کی اقتدا میں نماز درست ہے یا نہیں اور ان کا امامت کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) زید سنی صحیح العقیدہ کا نکاح خالد دیوبندی کی لڑکی ہندہ سے بکر سنی صحیح العقیدہ نے پڑھا یا تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا نکاح درست ہوا یا نہیں؟ نیز ناکح صاحب کے عقائد کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۳) دیوبندی کی اقتداء میں نماز پنجگانہ اور نماز جنازہ پڑھنے والے کا کیا حکم ہے؟

(۴) عورت سسرال میں ہے اور میکے میں ماں باپ انتقال کرچکے جس وجہ سے میکے میں آمدو رفت بھی کم ہے اور یہ سسرال میں عقیقہ کرنا چاہتی ہے اور اس کے پاس جانور خریدنے کے لیے مال بھی نہیں ہے تو اس کے عقیقہ کی کیا صورت ہے۔

(۵) ہندہ کا نکاح عمران سے چار سال قبل ہوا۔ اب ہندہ شوہر کے پاس جانے سے انکار کرتی ہے اور یہ اور اس کے والدین شوہر کو طلاق پر مجبور کرتے ہیں۔ اور شوہر کسی وجہ سے طلاق دینے سے انکار کرتا ہے تو اس کی تفریق کی کیا صورت ہے۔ بینوا بالدلائل النقلیۃ والعقلیۃ

المستفتی عبداللطیف نجمی متعلم شمس العلوم گھوسی مؤ

الجواب

(۱) کھیل کی غرض سے جو افعال کئے جائیں شریعت میں حرام و ناجائز ہیں۔

حدیث شریف میں ہے: کل لھو المسلم حرام الا من ثلث۔

بالخصوص آج کل کا کرکٹ کا کھیل جو بے شمار برائیوں کا ذریعہ ہے، اس کھیل کے عادیوں کے پیچھے نماز ضرور مکروہ ہے، چاہے کھیلنے والے ہوں یا دیکھنے والے ہوں۔

(۲) سنی کا نکاح دیوبندی لڑکی سے نہیں ہوگا۔ نکاح سنی پڑھائے یا اور کوئی۔

عالمگیری میں ہے: "لایجوز نکاح المرتد مع احد"

نکاح پڑھانے والے نے اس کے کفر پر مطلع ہوکر اسے مسلمان سمجھ کر اس کا نکاح سنی سے پڑھادیا۔ تو یہ بھی توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح کرے اور لاعلمی میں یا اس کو ناجائز سمجھ کر پڑھادیا تو کافر نہ ہوا۔ لیکن ناجائز سمجھ کر پڑھادیا تو گنہگار رہا۔

(۳) اس سوال کا جواب ۲ سے ظاہر ہے۔

(۴) اولا عقیقہ نہ واجب ہے، نہ فرض، نہ سنت، یہ ایک مستحب فعل ہے۔ جو والدین پر بچہ پیدا ہونے کے شکرانہ میں ہوتا ہے، بچہ بالغ ہو جائے تب نہیں۔

امام عینی فرماتے ہیں: "وفیہ حجۃ علی ان لا یعق عن الکبیر وعلیہ ائمۃ الفتوی بالامصار"

(۵) عورت جب شوہر کے پاس رہنا نہ چاہے۔ تو شوہر کو مہر کے بدلے خلع کر لینا چاہئے۔ اللہ ورسول جل جلالہ وﷺ کے نزدیک علیحدگی کا یہی طریقہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

"قال رسول اللہ ﷺ: أتر دین علیہ حدیقتہ قالت: نعم. قال رسول اللہ ﷺ :اقبل الحدیقۃ وطلق التطلیقۃ"

حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضورﷺ کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا یارسول اللہ! میں ثابت کے دین اور اخلاق سے ناراض نہیں ہوں مگر میں کفر کو اسلام میں پسند نہیں کرتی۔

حضور ﷺ سمجھ گئے کہ یہ ثابت کے پاس رہنا نہیں چاہتی تو فرمایا باغ قبول کرلو۔ اور ایک طلاق دے دو
واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۲۶؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

سماع اور قوالی کے احکام

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
محفل سماع قدیم زمانہ سے آج تک ہوتی چلی آرہی ہے اور آج بھی ہورہی ہے، ہمارے یہاں ایک مولانا نے اپنی تقریر میں چند صلح کلی لوگوں کے کہنے پر تقریر میں کہہ دیا کہ محفل سماع ناجائز وحرام ہے، یہ جو مشہور ہے کہ سلسلۂ چشتیہ میں قوالی درست ہے، بالکل لغو ہے، اس کا کچھ اتا پتا نہیں ہے، نہ اس کا ثبوت ہے۔

تو دریافت طلب یہ ہے کہ آج بھی بڑے بڑے آستانوں پر محفل سماع یعنی قوالی ہوتی ہے جس میں ایک سے ایک صوفی، عالم، آل رسول شوق سے حاضر ہوتے ہیں، جیسے کچھوچھہ شریف، دلی حضرت نظام الدین اولیا، سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز، مخدوم صابر کلیری علیہم الرحمۃ والرضوان تو کیا ان لوگوں نے حرام فعل کا ارتکاب کیا اور مولانا کی تقریر کی رو سے تمام صوفیۂ کرام جن کی بزرگی اظہر من الشمس ہے، سب مجرم وگناہگار ہوئے۔ از روئے شرع اس مسئلہ کا سد باب اور وضاحت فرمائیں۔

المستفتی: شمس الضحیٰ خیرآباد

الجواب

سلطان الہند عالم گیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانہ میں آپ نے ہندوستان کے علمائے کرام کی بڑی جماعت کو حکم دیا کہ آپ لوگ متفقہ طور پر حنفی مسلک کے فتاوی کی ایک ایسی کتاب تیار کردیجئے جس سے مسلمانوں کو شریعت کے مسائل پر عمل درآمد میں آسانی ہو، چنانچہ ۶ جلدوں میں ایک ضخیم کتاب تیار ہوئی جو ساری دنیا میں فتاوی عالمگیری اور ہندیہ کے نام سے مشہور ہوئی، اور تمام علمائے اہل سنت حنفی حضرات اس کتاب سے فتوی دیتے ہیں، اسی کی جلد پانچ ص ۵۳۲ پر لکھا ہے:

السماع والقول والرقص الذی یفعله المتصوفة فی زماننا حرام لا یجوز القصد الیه والجلوس علیه هو والغناء والمزامیر سواء وجوزه اهل التصوف واحتجوا الفعل المشائخ من قبلهم وعندنا ان ما یفعلونه غیر ما یفعله هؤلاء فانه فی زمانهم ربما ینشد احد شعرا فیه معنی یوافق احوالهم فیوافقه ومن کان له قلب رقیق اذا سمع کلمة توافقه علی امر هو فیه ربما یغشی علیٰ عقله فیقوم من غیر اختیار وتخرج حرکات منه من غیر

اختیارہ وذلک ممالا یبعد ان یکون جائزا مما لا یوخذ بہ ولا یظن فی المشائخ انہم فعلوا مثل ما یفعل اھل زماننا من اھل الفسق والذین لا علم لھم با حکام الشرع وانما یتمسک با فعال اھل الدین۔

سماع اور قوالی اور جو آج کل کے صوفی بننے والے کرتے ہیں حرام ہے، اس کا ارادہ کرنا اور اس میں شرکت جائز نہیں، وہ اور گانا اور ساز سب برابر ہیں۔

صوفیوں نے اس کو جائز قرار دیا، انہوں نے مشائخ اولیاء کے فعل سے دلیل پکڑی، لیکن ہمارے نزدیک وہ مشائخ اور بزرگ جو کرتے تھے وہ یہ نہیں ہے۔ اگلوں کے زمانہ میں تو ایسا ہوتا تھا کہ کبھی کوئی آدمی ایسا شعر پڑھتا جو ان بزرگوں میں سے کسی کے واردات قلب کے موافق ہوتا۔ اور وہ بزرگ جس کا دل نرم ورقیق ہوتا اپنی واردات قلبی کو یاد کرکے بے ہوش ہو جاتا اور بے اختیار کھڑا ہو جاتا۔ تو اتنی بات تو جائز اور نا قابل گرفت ہے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ بزرگان دین ہمارے زمانہ والے فاسقوں کی طرح کرتے تھے، جنہیں دین کا علم نہیں۔ پیروی تو دینداروں کے فعل کی جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی یکم رجب ۱۴۲۴ھ

(۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ھذا کے بارے میں کہ

عرس شریف کے موقع پر خانقاہ میں قوالی ہوتی ہے اور وہ بھی مع ساز کے، یہ جائز ہے یا ناجائز؟ فتاویٰ رضویہ واحکام شریعت ودیگر کتابوں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قوالی مزامیر کے ساتھ پڑھنا حرام ہے، ایسے حالات میں جس جگہ حرام کام ہوتا ہے، وہاں جایا جائے یا نہیں؟ اگر جایا جائے گا تو حرام کام میں ملوث ہونا پڑے گا اور اگر نہیں تو خواجہ غریب نواز کے دربار میں جانا ضروری ہے اور نہیں تو فیوض وبرکات سے محروم رہنا پڑے گا، کیونکہ ہندوستان میں اسلام کا پرچم پھیلانے والے آپ ہی ہیں، اس لیے کہ آپ کا لقب ہندالولی ہے، آپ کے مزار شریف پر جانا پڑے گا، اس امر سے کوئی بھی سنی منہ نہیں موڑ سکتا اور بطور تبرک قوالی سننا پڑے گا، اگر نہ سنے تو آواز کانوں پر ٹکرائے گی ہی۔ اور یہ بات عقل بھی قبول نہیں کرتی کہ ولی کے گھر حرام کام ہو اور وہ اسے برداشت کریں۔ جب آپ پرتھوی راج چوہان کے اونٹ بیٹھا سکتے ہیں اور سارا تالاب کا پانی اپنے مرید کے ذریعے کاسے میں بھروا سکتے ہیں تو کیا اپنے دربار سے حرام کام کو ختم کروا نہیں سکتے؟ اور حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اس امر سے باطل ثابت ہوتا ہے جو کہ آپ کیمیائے سعادت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ قوالی مزامیر کے ساتھ جائز ہے اور مزامیر کے بارے میں بھی لکھا ہے کہ جائز ہے اور بہت سے بزرگان دین نے بھی اس کے بارے میں جائز لکھا ہے،

جیسا کہ سبع سنابل شریف میں ہے۔اور اس میں حوالہ ہے کہ حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانے سے ہوتا چلا آرہا ہے اور اس کو رونق دینے والے بھی سہروردی کے خلفاء میں ہیں اس حالت میں کس کے قول کو معتبر مانا جائے گا، ہندوستان میں سب سے زیادہ خانقاہ چشتیہ سلسلے کے ہیں اور ہر جگہ قوالی ہوتی ہے اس سے بچنا بہت مشکل ہے اور علمائے کرام بھی سنتے ہیں اور یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ "خطاء بزرگاں گرفتن خطا است" ایسے پیچیدہ مسئلے میں کیا کیا جائے مدلل ومفصل جواب سے نوازیں۔

المستفتی، محمد انوار حسین میرن پور ضلع شاہ جہاں پور

الجواب

مزامیر، ساز، ڈھول طبلہ وغیرہ آلات لہو کا استعمال حرام ہے تو ان کیساتھ قوالی بھی حرام ہوگی یہی بات عالمگیری میں ہے اور یہی بات حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فوائد الفواد میں لکھی ہے جو چشتیوں کے سرتاج ہیں بلکہ سارے ہی مسلمان انھیں اپنا سرتاج تسلیم کرتے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شافعی المذھب بزرگ ہیں ہمارے لیے ان کی بات دلیل نہیں، ہماری دلیل تو ائمہ احناف رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ یہ قوالی حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانہ سے ہوتی آرہی ہے اور سہروردی خلفاء نے اس کو نیا رنگ دیا ہے مگر فقہ کی مشہور کتاب بہار شریعت میں لکھا ہے: مشائخ سے اس کا سننا ثابت نہیں۔ رہ گیا اجمیر شریف میں قوالی ہونے کا سوال تو وہاں گرہ کٹی اور نہ جانے کیا کیا ہوتا ہے اور ناخدا ترس کرنے والے مزار شریف کے احاطہ میں کرتے ہیں تو کیا آپ ان سب حرکات کو بھی جائز مانیں گے۔ بات اصل یہ ہے کہ اولیائے کرام اب دار التکلیف میں نہیں رہے، دار الجزا میں پہنچ گئے، اب ان کی کوئی ذمہ داری نہیں، کہ لوگ ان کے مزار پر کیا کرتے ہیں۔ گذشتہ امتوں کے لوگ تو انبیاء کے مزارات کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے قرآن شریف میں اس کی برائی آئی تو کیا وہاں بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہ انبیائے کرام اس برائی کو کیوں نہیں روکتے اور نہیں روکتے تو جائز ہے۔ اور اسی طرح آپ کا یہ کہنا بھی ہے کہ حضور خواجہ پاک کے مزار پر حاضری ضروری ہے تو قوالی بھی سننا پڑے گا۔ سوال یہ ہے کہ اسی وقت حاضری ضروری ہے جب قوالی ہو رہی ہو؟ عرس کے علاوہ گیارہ مہینے بھی تو جانے کے لیے پڑے ہیں۔ ایام عرس مبارک میں بھی ہر دم تو قوالی نہیں ہوتی اور ہر جگہ تو نہیں ہوتی۔ آپ اپنی حاضری کے اوقات اسی طرح بنائیں اور اس معصیت میں شریک نہ ہوں۔ اور اگر قوالی ہو بھی رہی ہو تو آپ اس میں شریک نہ ہوں۔ شاہ جہانی مسجد میں تلاوت قرآن کرتے رہیں، مزار شریف میں فاتحہ پڑھتے رہیں، عالم گیری مسجد یا حضور خواجہ پاک کے مزار کی

پشت پر تلاوت کلام میں مصروف رہیں تو آپ پر قوالی میں شرکت کا جرم عائد نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۵ھ

(۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید سنی صحیح العقیدہ ہے اور بزرگان دین اور اولیائے کرام کا دل و جان سے ماننے والا ہے۔ دوسری طرف بکر بھی بزرگان دین کی کرامات کا قائل ہے اور مزار پاک سے جو فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں اس میں عقیدہ رکھنے والا ہے۔ لیکن اس میں خرابی یہ ہے کہ وہ قوالی کو جائز سمجھتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ شریعت میں یہ جائز ہے اور بڑے بڑے مزاروں پر ہوتی چلی آرہی ہے۔

اس کا یہ کہنا بھی ہے کہ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ چیز شروع ہوئی ہے۔ اس لیے وہ قوالوں کو بلاتا ہے اور مسلمانوں سے چندہ لے کر اور اپنے پاس سے بھی پیسے ملا کر قوالی کا اہتمام کرتا ہے۔ اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم قوالی کو بند نہیں ہونے دیں گے اس لیے کہ شرع میں جائز ہے۔ برخلاف اس کے مزارات اولیاء کا متوالا اور ان کے فیوض و برکات کا حقیقتاً ماننے والا ہے اس کا کہنا یہ ہے کہ قوالی کا ثبوت شرع میں نہیں ہے۔ اور بزرگوں کے مزاروں پر جو قوالی ہوتی چلی آرہی ہے اسے قرآن کریم یا حدیث پاک، واقوال علمائے اہل سنت کے مطابق جائز نہیں سمجھتا۔ اور اس کا کہنا ہے کہ جو مزار پر قوالی ہوتی ہے قوالوں کی لاعلمی کے سبب سے اور حقیقت شناس نہ ہونے سے ہوتی ہے۔

(نوٹ) زید کا جو ایصال ثواب کا طریقہ ہے وہ حسب ذیل ہے:

(۱) نعتیہ مشاعرہ کراتا ہے۔

(۲) روزانہ قرآن خوانی کراتا ہے۔

(۳) شب میں میلاد پاک اور علمائے کرام سے بزرگان دین پر تقاریر کرواتا ہے۔

(۴) قل کے روز خصوصی فاتحہ پر اختتام کرتا ہے۔

اب گذارش ہے کہ آپ حضرات کرم فرما کر قرآن وحدیث کی روشنی میں مع دلائل وحوالات کتب دے کر رہنمائی فرمائیں اور جو کچھ صحیح اور سچا طریقہ ہو اسے تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

المکلف: رئیس خاں سجادہ نشیں مزار پہلوان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

الجواب

مروجہ قوالی جو مزامیر کے ساتھ ہوتی ہیں نہ شریعت میں جائز ہیں، نہ مشائخ چشت سے ثابت ہیں۔ بکر کا قول شریعت اور طریقت دونوں کے خلاف ہے۔ زید اس سلسلہ میں حق وصحیح راہ پر ہے۔ اور

ایصال ثواب وعرس بزرگان دین میں جو کچھ اس نے سوال میں لکھا ہے، جائز وموافق شرع ہے۔
قوالی کے سلسلہ میں کامل تحقیق اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب احکام شریعت میں ملاحظہ کریں، وہاں عقلی اور نقلی کافی ثبوت مل جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۸ر جمادی الاخری ۸۴ھ
الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ
الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ

(۴) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مونگا کے اندر ایک جگہ غازی پیر کے نام سے مشہور ہے۔ شہر کے لوگوں کا عقیدہ زمانۂ قدیم سے چلا آیا ہے کہ وہاں کچھ سایہ ہے۔ وہاں پر ایک مکان بھی پھوس کا (کچا) بنا رکھا تھا، طویل مدت سے۔ اب کچھ لوگوں کی رائے یہ ہوئی کہ اس کی حقیقت معلوم کرنی چاہئے۔ تو ان لوگوں نے جناب مولوی شہاب الدین صاحب ناظم اعلیٰ مدرسہ لطیفیہ دارالعلوم لطیفی کٹیہار پورنیہ سے اس کے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ جہاں قبل سے مزار بنی ہے وہ جگہ غلط ہے۔ پھر اصرار کرنے پر کہا کہ مجھے فرصت نہیں ہے ورنہ بتادیتا چونکہ سب کو تمنا تھی اصل سبب معلوم کرنے کی۔

پھر اس کا تذکرہ جناب حافظ حبیب الرحمٰن صاحب سے کیا۔ انہوں نے ایک رات بڑی محنت وجانفشانی کے بعد یہ پتہ دیا کہ مزار حقیقت میں وہاں نہیں ہے، لیکن چلہ ہے، اس سے الگ جانب شمال نزد قبر۔ اس پر بھی لوگوں کی تشفی نہیں ہوئی تو اس کی اطلاع خواجہ حیدر ظفر صاحب رحمان پوری کو دی گئی۔ انہوں نے وہاں پر تشریف لے جا کر اسی جگہ چلہ بتلایا کہ جہاں پر حافظ صاحب موصوف نے بتایا تھا بلکہ وہاں پر انہوں نے چار کھونٹیاں بھی نصب کردیں۔ جناب خواجہ صاحب اچھے بزرگ، مجذوب، کامل فقیر گنے جاتے ہیں۔ پھر انہوں نے بتلایا کہ یہاں بزرگ جن کا یہ چلہ ہے ان کا نام نمازی ایوب ہے، ان کا مزار بارہ میں ہے۔ یہاں صرف ان کا چلہ ہے۔ جس زمانہ میں ان کا عرس ہوتا ہے، اس وقت کے مطابق یہاں پر عرس ہونے لگا اور نیاز فاتحہ ہوا کرتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس چلہ کے نزدیک نیاز فاتحہ کرنا، قوالی کی مجلس منعقد کرنا، اس میں شریک ہونا کیسا ہے؟ تشفی بخش جواب حدیث وکلام شریف کے حوالہ سے مطلع فرمائیں۔ خدا اجر عظیم عطا فرمائے۔
کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ حافظ قرآن موصوف نے اپنے کشف سے پتہ لگایا ہے اس لیے ایسے کشف والے امام کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں؟ اور ایسی مجالس متبرکہ میں مثلاً نیاز وفاتحہ وقوالی ودیگر چادر چڑھانے والی مجلس میں حافظ صاحب شریک ہوتے ہیں تو اس پر بھی لوگوں کا اعتراض ہوتا ہے کہ ان کے پیچھے نماز جائز

نہیں اس کا فتویٰ مونگیر خانقاہ رحمانی سے بھی منگایا گیا ہے۔

انہوں نے جواب میں تحریر کیا ہے کہ ”کشف شرعا حجت نہیں اور اس پر اعتماد کرنا اور اس کے موافق مذکورہ باتوں پر عمل جائز نہیں، جو شخص کشف کرتا ہے اسے امامت سے الگ کیا جائے، ایسا شخص امامت کے لائق نہیں۔ اس لیے سوال روانہ خدمت ہے کہ کیا واقعی حافظ صاحب موصوف کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں، کافی ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث وقرآن کی روشنی میں اس کا جواب تشفی بخش تحریر فرمائیں۔ خدا اجر عظیم عطا فرمائے۔

المستفتی: جمیع باشندگان موضع نور لگاؤں ڈاکخانہ بارہوہ گھاٹ ضلع پورنیہ بہار

الجواب

قوالی ناجائز ہے، جب کہ مزامیر کے ساتھ ہو۔ عالمگیری میں ہے:

”السماع والقول والرقص الذی یفعله المتصوفة فی زماننا حرام لا یجوز القصد له للجلوس علیه و هو والغناء والمزامیر سواء“

اس میں علی الاعلان شرکت کرنے والے کی اقتدا نماز میں ضرور مکروہ ہے، بقیہ نیاز، فاتحہ، افعال خیر وثواب کی شرکت باعث اجر وثواب ہے اور اس کی وجہ سے امامت میں کوئی کراہت نہیں، کشف حجت شرعی نہیں۔ اس کا یہ مطلب بتانا کہ اس پر عمل ناجائز ہے لاعلمی کی نشانی ہے۔ اگر کشف شریعت کے موافق ہے تو اس پر صاحب کشف خود بھی عمل کر سکتا ہے اور دوسرے بھی عمل کر سکتے ہیں۔ مخالفت کی صورت میں البتہ عمل ناجائز ہوگا۔ مثلاً صورت مسئولہ میں اگر کوئی خارجی دلیل یا علامت نہیں تو وہاں قبر یا چلہ سمجھ کر دوسرے لوگوں کو وہاں جمع کرنا، یا لوگوں کا جمع ہونا، قبر سا معاملہ کرنا جائز نہ ہوگا۔ کہ کشف حجت نہیں، لیکن اگر خود صاحب کشف وہاں یہ افعال کرے تو ہم اس کو روک بھی نہیں سکتے، کہ تنہا اس کا فعل شرع کے خلاف نہیں ہے۔ حدیقہ میں ہے: ”ان الالهام لیس سببا یحصل به العلم لعامة الخلق و یصلح للالزام علی الغیر والا فلا شك انه قد یحصل به العلم“ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۷ر رمضان ۸۴ھ

الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ

دُرُودِ
خِضرِی

صَلَّ اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلَّمَ